محاسبۂ قادیانیت

- جناب راؤ شمشیر علی خان
- جناب عبدالباسط ایڈووکیٹ
- جناب وقار حسین طاہر
- محترمہ عابدہ سلطانہ
- جناب حکیم عبدالعزیز چشتی
- جناب رحمت اللہ میراں بخش لدھیانوی
- نامعلوم الاسم
- حضرت مولانا محمد حسین سرحدی
- جناب سلطان صاحب لاہوری
- جناب ڈاکٹر سبطین لکھنوی
- مولانا محمد عثمان الوری
- مولانا ابو رزین عبدالمتین جھنگی
- حضرۃ مولانا غلام محمد صاحب گھوٹوی
- حضرۃ مولانا محمد نجم الدین پروفیسر
- قاضی محمد حفیظ اللہ پی سی ایس
- حضرۃ مولانا محمد حسین کوتاروی
- جناب حکیم محمد صدیق تارڑ
- جناب فتح محمد وزیر اور کاں
- مولانا سلطان احمد فاروقی سیالوی
- مولانا ممتاز احمد کراچی
- جناب ڈاکٹر احمد حسین کمال
- جناب اختر کاشمیری

جلد ۳

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نام کتاب : محاسبہ قادیانیت جلد تین (۳)

مصنّفین : جناب راؤ شمشیر علی خان
جناب عبدالباسط ایڈووکیٹ
جناب وقار حسین طاہر
محترمہ عابدہ سلطانہ
جناب حکیم عبدالعزیز چشتی
جناب رحمت اللہ میراں بخش لدھیانوی
نامعلوم الاسم
حضرت مولانا محمد حسین سرحدی
جناب سلطان صاحب لاہوری
جناب ڈاکٹر سبطین لکھنوی
مولانا محمد عثمان الوری
مولانا ابوزرین عبدالمتین جھنگی
حضرت مولانا غلام محمد صاحب گھوٹوی
حضرت مولانا محمد نجم الدین پروفیسر
حضرت مولانا محمد حسین کولوتارڑوی
جناب حکیم محمد صدیق تارڑ
جناب فتح محمد وزیراورکاں
مولانا سلطان احمد فاروقی سیالوی
مولانا ممتاز احمد کراچی
جناب ڈاکٹر احمد حسین کمال
جناب اختر کاشمیری
قاضی محمد حفیظ اللہ پی.سی.ایس

صفحات : ۵۷۶

قیمت : ۳۵۰ روپے

مطبع : ناصر زین پریس لاہور

طبع اوّل : نومبر ۲۰۱۵ء

ناشر : عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

Ph: 061-4783486

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست رسائل مشمولہ......محاسبہ قادیانیت جلد۳

☆......	عرض مرتب	حضرت مولانا اللہ وسایا	۴
۱......	برطانوی مچھر	جناب راؤ شمشیر علی خان	۹
۲......	انسداد مرزائیت	جناب عبدالباسط ایڈووکیٹ	۴۱
۳......	مکہ سے قادیان کو؟	جناب وقار حسین طاہر	۱۲۳
۴......	احمدیت کیا ہے؟ اور احمدیوں کو کیوں اقلیت قرار دیا جائے؟	محترمہ عابدہ سلطانہ	۱۵۱
۵......	در تحقیق مرض مالیخولیا مسیح قادیانی یعنی دردول بعجائبات طب	جناب حکیم عبدالعزیز چشتی	۱۷۵
۶......	الدفع لتلبیسات الملحدین	جناب رحمت اللہ میراں بخش لدھیانوی	۲۲۱
۷......	خاتم النّبیین، ایک دلچسپ مذہبی مکالمہ	نامعلوم الاسم	۲۳۳
۸......	کلمۂ حق	حضرت مولانا محمد حسین سرحدی	۲۶۳
۹......	قادیانیوں کی عریاں تصویریں	جناب سلطان صاحب لاہوری	۲۷۵
۱۰......	قادیانیت ۱۹۷۴ء سے ۱۹۸۴ء تک	جناب ڈاکٹر سبطین لکھنوی	۳۱۳
۱۱......	عقیدۂ ختم نبوت اور فتنۂ قادیانیت	مولانا محمد عثمان الوری	۳۴۹
۱۲......	قادیان کا راز کھل گیا	مولانا ابوزرین عبدالمتین جھنگی	۳۹۹
۱۳......	البیان الساطع	حضرت مولانا غلام محمد صاحب گھوٹوی	۴۱۹
۱۴......	البیان المبین	حضرت مولانا محمد نجم الدین پروفیسر	۴۳۱
۱۵......	البیان العاصم	حضرت مولانا محمد حسین کولوتارڑوی	۴۵۱
۱۶......	آسمانی نکاح	جناب حکیم محمد صدیق تارڑ	۴۶۳
۱۷......	ندائے حق	جناب فتح محمد وزیر اورکاں	۴۶۹
۱۸......	قصر مرزائیت پر ایک بم، قادیانی فتنہ کے نقوش باطلہ	مولانا سلطان احمد فاروقی سیالوی	۴۷۷
۱۹......	سرظفر اللہ جواب دیں، آل انڈیا کشمیر کمیٹی میں قادیانیوں کا رول	مولانا ممتاز احمد کراچی	۴۸۳
۲۰......	مسئلہ کشمیر اور مرزائی	جناب ڈاکٹر احمد حسین کمال	۴۹۹
۲۱......	قادیانیوں کو دعوت اسلام	جناب اختر کاشمیری	۵۰۹
۲۲......	احمدی حضرات سے سات سوال	جناب قاضی محمد حفیظ اللہ پی.سی.ایس	۵۴۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض مرتب

الحمدللّٰہ و کفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ ۰ امابعد!

محض اللہ رب العزت کے فضل وکرم اوراحسان سے ’’محاسبہ قادیانیت‘‘ کی جلد ’’سوم‘‘ پیش خدمت ہے۔اس میں جوکتب شامل اشاعت ہیں ان کی تفصیل اس طرح ہے:

۱…… جناب راؤ شمشیر علی خان صاحبؒ قطب الارشاد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے متوسلین میں سے تھے۔آپ نے تقسیم ہند کے بعد برطانیہ میں رہائش اختیار کی۔ برطانیہ کے شہر ہڈرسفیلڈ میں انہوں نے ایک ادارہ قائم کیا،جس کا نام ’’انٹرنیشنل تبلیغی اسلامی مشن‘‘ رکھا۔ ان کی دعوت پر ہمارے استاذ،مناظر اسلام مولانا لال حسین اخترؒ نے انگلستان کا دوسالہ تبلیغی دورہ بھی کیا۔ جناب راؤ صاحب ایک مشنری آدمی تھے۔مختلف رسائل شائع کئے۔ دینی تعلیم تو شاید واجبی سی تھی،البتہ اپنے وقت کے مقتدر مذہبی رہنماؤں سے ملاقاتوں نے ان کو دینی تبلیغ کا دلدادہ بنادیا تھا۔قادیانیت کے خلاف انہوں نے رسالہ لکھا جس کا نام ’’برطانوی مچھر‘‘ تجویز کیا اور برطانیہ سے اسے شائع کیا۔

۲…… جناب عبدالباسط صاحب ایڈووکیٹ لاہور نے ۴رفروری ۱۹۹۸ء کوسپریم کورٹ میں ایک رٹ دائر کی۔اس کی تفصیلات پر مشتمل ’’انسداد مرزائیت‘‘ کے نام سے کتاب مرتب کی۔محض ریکارڈ کے لئے محاسبہ کی جلد سوم میں شامل اشاعت ہے،اوربس۔

۳…… جناب وقار حسین طاہر محلّہ کامل پورہ گجرات کے رہائشی تھے۔آپ نے قادیانیت کے خلاف کتاب لکھی جس کا نام ’’مکہ سے قادیان کو‘‘ تجویز کیا۔یہ ۱۳۸۲ھ میں شائع کی۔مفکر اسلام مولانا مفتی محمود صاحبؒ نے اس پر دعائیہ کلمات بھی تحریر کئے۔نصف صدی کے بعد اسے دوبارہ شائع کیا جارہا ہے۔

۴…… ایک مسلمان خاتون’’عابدہ سلطانہ‘‘ نے تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کے شباب کے زمانہ میں ’’احمدیت کیا ہے؟ اوراحمدیوں کو کیوں اقلیت قرار دیا جائے؟‘‘ کے نام سے یہ پمفلٹ شائع کیا،جسے محاسبہ قادیانیت کی جلد سوم میں شامل اشاعت کیا جارہا ہے۔

۵…… حکیم عبدالعزیز صاحب چشتی تھے جو پاکپتن میں رہتے تھے۔۱۹۲۵ء میں ’’درتحقیق مرض مالیخولیا مسیح قادیانی،یعنی درددل بعجائبات طب‘‘ کتاب شائع کی۔ غیرضروری حصوں کو

حذف کرنے کے بعد اسے محاسبہ قادیانیت کی جلد سوم میں شائع کیا گیا ہے۔

۶...... جناب رحمت اللہ میراں بخش لدھیانوی نے کراچی سے ۱۹۳۱ء میں ’’الدفع لتلبیسات الملحدین‘‘ شائع کر کے قادیانی سوالوں کے جوابات دیئے۔ اس پمفلٹ پر سلسلہ ٹریکٹ نمبر۲ درج ہے۔ اوّل نہ مل سکا۔ چوراسی سال بعد محاسبہ قادیانیت کی جلد سوم میں اسے دوبارہ شائع کیا ہے۔

۷...... ایک صاحب نے ’’خاتم النّبیین، ایک دلچسپ مذہبی مکالمہ‘‘ کے نام سے کتابچہ تحریر کیا جو محاسبہ قادیانیت کی جلد سوم میں شامل اشاعت کیا گیا۔ ٹائٹل نہ ہونے کے باعث مصنف اور تاریخ اشاعت کا علم نہ ہوسکا۔

۸...... مولانا محمد حسین سرحدی، فاضل دارالعلوم دیوبند سیالکوٹ میں خطیب اور مجلس تحفظ ختم نبوت کے ناظم عمومی رہے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے اوائل میں آپ نے رسالہ تحریر کیا جس کا نام تھا ’’کلمۂ حق‘‘ یہ نمبر۳ ہے۔ نمبر۱،۲ نہ مل سکے۔ اس رسالہ کے تعارف میں بتایا کہ ’’حکومت پاکستان کو ازروئے عدل وانصاف اور تعلیمات مرزائیہ، مرزائیوں کو مسلمانوں سے علیحدہ مرتد اقلیت قرار دینا لازمی ہے۔ اس پر ہمارے مخدوم علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب کی تقریظ بھی ہے۔ آپ ان دنوں مرے کالج سیالکوٹ میں پروفیسر تھے۔ یہ رسالہ بھی محاسبہ قادیانیت کی جلد سوم میں شامل اشاعت ہے۔‘‘

۹...... مجلس احرار اسلام لاہور کے جناب سلطان صاحب خوب ذہین اور مستعد ورکر تھے۔ ان کے نام سے ’’قادیانیوں کی عریاں تصویریں‘‘ نامی کتاب شائع ہوئی جو محاسبہ قادیانیت کی جلد سوم میں شامل ہے۔

۱۰...... جناب ڈاکٹر سبطین لکھنوی اہل حدیث رہنما تھے۔ پان کے رسیا اور قلم وقرطاس کے خوگر تھے۔ تقسیم کے بعد تھرپارکر سندھ میں رہائش رکھی۔ عرصہ تک ہفت روزہ ’’المنبر‘‘ لائل پور کے ادارتی عملہ میں شامل رہے۔ جو حضرت مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف مرحوم کی زیرادارت شائع ہوتا تھا۔ تب ڈاکٹر سبطین صاحب نے ’’قادیانیت ۱۹۷۴ء سے ۱۹۸۴ء تک‘‘ کے نام پر پمفلٹ شائع کیا جو نبی سررو ڈتھرپارکر کیم رمئی ۱۹۸۵ء کو شائع کیا گیا۔ محاسبہ قادیانیت کی جلد سوم میں اسے بھی شامل کیا گیا ہے۔

۱۱...... جناب مولانا محمد عثمان الوری جمعیۃ علماء اسلام کراچی کے ممتاز سرگرم رہنما تھے۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے والہانہ جذبہ قدرت نے ان کو ودیعت فرمایا تھا۔ آپ نے جنوری

۱۹۸۸ء میں کراچی ’’عقیدہ ختم نبوت اور فتنۂ قادیانیت‘‘ کے نام سے کتابچہ شائع کیا تھا جو محاسبہ قادیانیت کی جلد سوم میں شامل اشاعت ہے۔

۱۲...... مولانا عبدالمتین صاحب جھنگی سرحد کے باسی تھے۔ مولانا عبدالتواب اہل حدیث ملتان کے شاگرد اور ان کے مدرسہ کے مدرس تھے۔ ’’قادیان کا راز کھل گیا‘‘ نامی پمفلٹ شائع کیا۔ سولہ صفحاتی رسالہ میں مختصر سات مسائل پر قلم اٹھایا ہے۔ یہ محاسبہ قادیانیت کی جلد سوم میں شامل اشاعت ہے۔

۱۳...... مولانا غلام محمد گھوٹوی شیخ الجامعہ عباسیہ بہاول پور اپنے دور کے اجل علماء کرام میں سے تھے۔ مولانا پیر مہر علی شاہ گولڑوی کی صحبت نے آپ کو علم وعمل کا درخشاں عنوان بنادیا تھا۔ آپ نے مقدمہ بہاول پور میں قادیانیوں کے خلاف بیان دیا تھا جو ’’البیان الساطع ‘‘ کے نام پر شائع ہوا تھا۔ جو محاسبہ قادیانیت کی جلد سوم میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کررہے ہیں۔

۱۴...... حضرت مولانا محمد نجم الدین پروفیسر اورینٹل کالج لاہور ایسے فاضل یگانہ کا بہاول پور مقدمہ میں قادیانیوں کے خلاف بیان ہوا تھا جو ’’البیان المبین ‘‘ کے نام پر شائع ہوا تھا جسے ہم نے محاسبہ قادیانیت کی جلد سوم میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔

۱۵...... مولانا محمد حسین ابی القاسم کولوتارڑوی اہل حدیث مکتب فکر کے جید عالم دین اور ممتاز مناظر تھے۔ آپ نے مقدمہ بہاول پور میں قادیانیوں کے خلاف عدالت میں بیان دیا تھا جو ’’البیان العاصم ‘‘ کے نام پر شائع ہوا تھا۔ محاسبہ قادیانیت کی جلد سوم میں ہم نے شامل اشاعت کی سعادت حاصل کی ہے۔

یاد رہے کہ اس عدالت میں مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ کا بیان ہم نے احتساب قادیانیت کی جلد نمبر۴ میں شائع کیا۔ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کا بیان احتساب قادیانیت ج۱۳ اور مولانا سید مرتضیٰ حسن چاندپوری کا عدالتی بیان احتساب قادیانیت کی جلد۱۰ میں شائع کرنے کی سعادت کرچکے ہیں۔

۱۶...... حکیم محمد صدیق تارڑ مرید کے ضلع شیخوپورہ جمعیۃ علماء اسلام کے ممتاز رہنما تھے۔ ’’آسمانی نکاح‘‘ کے نام پر قادیانیوں کے خلاف آپ کا رسالہ محاسبہ قادیانیت جلد سوم میں شامل اشاعت ہے۔

۱۷...... جناب فتح محمد صاحب سکنہ وزیرا ورکاں ضلع شیخوپورہ کے رہائشی تھے۔ آپ نے ’’ندائے حق‘‘ کے نام سے قادیانیوں کے خلاف عام فہم پمفلٹ لکھا جو محاسبہ قادیانیت کی جلد سوم

میں شامل اشاعت ہے۔

۱۸...... مولانا سلطان احمد سیالوی، خطیب جامع میاں جان محمد صدر چھاؤنی لاہور نے ’’قصر مرزائیت پر ایک بم، قادیانی فتنہ کے نقوش باطلہ‘‘ نامی پمفلٹ تحریر کیا۔ جو محاسبہ قادیانیت کی جلد سوم میں شامل ہے۔

۱۹...... مولانا ممتاز احمد ادارہ معارف اسلامی کراچی نے قادیانی لاٹ پادری چوہدری ظفر اللہ خان کے خلاف ایک مضمون لکھا: ’’سرظفر اللہ جواب دیں، آل انڈیا کشمیر کمیٹی میں قادیانیوں کا رول‘‘ جسے پمفلٹ کی شکل میں مجلس احرار اسلام راولپنڈی نے شائع کیا۔

۲۰...... جناب ڈاکٹر احمد حسین کمال ایک کہنہ مشق صحافی تھے۔ جمعیۃ علماء اسلام کے ترجمان ’’ترجمان اسلام‘‘ کے ایڈیٹر بھی رہے۔ آپ نے ’’مسئلہ کشمیر اور مرزائی‘‘ ایک مضمون لکھا جو ’’ترجمان اسلام‘‘ لاہور ۸؍مارچ ۱۹۶۸ء کی اشاعت میں شائع ہوا۔ جسے مجلس احرار اسلام راولپنڈی نے پمفلٹ کی شکل میں شائع کیا۔ یہ دونوں پمفلٹ بھی محاسبہ قادیانیت جلد سوم میں شریک اشاعت ہیں۔

۲۱...... جناب مولانا اختر کاشمیری جامعہ اشرفیہ لاہور کے فاضل تھے۔ پہلے لاہور میں ہوتے تھے۔ خوب لکھاری آدمی تھے۔ کسی زمانہ میں مولانا زاہد الراشدی، مولانا سعید الرحمٰن علوی اور جناب اختر کاشمیری ہمارے حلقہ کی طرف سے رسائل وجرائد میں نمائندگی فرمایا کرتے تھے۔ جناب علوی صاحب آخرت کو سدھار گئے جب کہ اختر کاشمیری امریکہ روانہ شد۔ ہمارے حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب مدظلہ جواب بھی میدان عمل میں بڑھاپے کے باوجود سرگرم عمل ہیں۔ ۷؍ستمبر ۱۹۷۴ء میں پارلیمنٹ کے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے بعد ’’قادیانیوں کو دعوت اسلام‘‘ کے نام پر جناب اختر کاشمیری نے ۲۷صفحات پر مشتمل یہ رسالہ تحریر کیا۔ جو محاسبہ قادیانیت کی جلد سوم میں شامل ہے۔

۲۲...... جناب قاضی محمد حفیظ اللہ صاحب پی.سی.ایس ریٹائرڈ نے قادیانیوں سے سات سوال پر مشتمل رسالہ لکھا جس کا نام ہے ’’احمدی حضرات سے سات سوال‘‘ یہ بھی محاسبہ قادیانیت کی جلد سوم میں شامل ہے۔

غرضیکہ ’’محاسبہ قادیانیت‘‘ کی جلد ہذا (جلد سوم) میں بائیس حضرات کے بائیس کتب ورسائل شامل اشاعت ہیں۔

۱...... جناب راؤ شمشیر علی خان کا ۱ رسالہ

۲......	جناب عبدالباسط ایڈووکیٹ	کا	۱	رسالہ
۳......	جناب وقار حسین طاہر	کا	۱	رسالہ
۴......	محترمہ عابدہ سلطانہ	کا	۱	رسالہ
۵......	جناب حکیم عبدالعزیز چشتی	کا	۱	رسالہ
۶......	جناب رحمت اللہ میراں بخش لدھیانوی	کا	۱	رسالہ
۷......	نامعلوم الاسم	کا	۱	رسالہ
۸......	حضرت مولانا محمد حسین سرحدی فاضل دیوبند	کا	۱	رسالہ
۹......	جناب سلطان صاحب لاہوری	کا	۱	رسالہ
۱۰......	جناب ڈاکٹر سبطین لکھنوی	کا	۱	رسالہ
۱۱......	مولانا محمد عثمان الوری	کا	۱	رسالہ
۱۲......	مولانا ابوزرین عبدالمتین جھنگی	کا	۱	رسالہ
۱۳......	حضرت مولانا غلام محمد صاحب گھوٹوی	کا	۱	رسالہ
۱۴......	حضرت مولانا محمد نجم الدین پروفیسر	کا	۱	رسالہ
۱۵......	حضرت مولانا محمد حسین کولوتارڑوی	کا	۱	رسالہ
۱۶......	جناب حکیم محمد صدیق تارڑ	کا	۱	رسالہ
۱۷......	جناب فتح محمد وزیراورکاں	کا	۱	رسالہ
۱۸......	مولانا سلطان احمد فاروقی سیالوی	کا	۱	رسالہ
۱۹......	مولانا ممتاز احمد کراچی	کا	۱	رسالہ
۲۰......	جناب ڈاکٹر احمد حسین کمال	کا	۱	رسالہ
۲۱......	جناب اختر کاشمیری	کا	۱	رسالہ
۲۲......	جناب قاضی محمد حفیظ اللہ پی.سی.ایس	کا	۱	رسالہ

گویا کل بائیس حضرات کے ۲۲ رسائل

محاسبہ قادیانیت کی جلد ہذا (سوم) میں شامل ہیں۔ اللہ رب العزت محض اپنے فضل وکرم سے اس حقیر سی کاوش کو شرف قبولیت سے سرفراز فرمائیں۔ آمین بحرمة النبی الکریم!

محتاج دعاء: فقیر اللہ وسایا!

۲۲ر محرم الحرام ۱۴۳۷ھ، مطابق ۵ر نومبر ۲۰۱۵ء

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

برطانوی مچھر

○

جناب راؤ شمشیر علی خان صاحب

تفصیلی فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	پیش لفظ	۱۱
۲	قادیانی امت کی مثال	۱۴
۳	سبز باغ	۱۷
۴	عورت	۱۸
۵	دولت	۱۹
۶	عہدے	۲۰
۷	مرزا قادیانی کا عقیدہ حج	۲۱
۸	امریکی عیسائی	۲۲
۹	جواب مؤلف کتاب کی طرف سے	۲۳
۱۰	انگریزی نبی کے خاندان پر ایک نظر	۲۳
۱۱	مرزا قادیانی کا ایک الہام	۲۳
۱۲	لالچ	۲۴
۱۳	خدائی حکم	۲۴
۱۴	دوسرا خط	۲۵
۱۵	وضاحت مصنف کتاب راؤ شمشیر علی خان	۲۵
۱۶	منافقانہ چال	۳۵
۱۷	ضروری اپیل	۳۹

پیش لفظ

برطانوی حکومت جن جن ممالک پر حکمران رہی وہاں کی قوم کا خون چوستی رہی اور غریب عوام کو زہریلے مچھروں کی طرح ڈنک مار مار کر ستاتی رہی۔ سینکڑوں سال وہاں حکومت کی۔ جب وہاں کے عوام نے غلامی کی زنجیریں توڑنی چاہیں تو ان عوامی لیڈروں کو جیل خانوں میں ڈال دیا جاتا رہا اور جھوٹے مقدمے چلائے جاتے رہے۔ وہاں کے عوام میں نئے نئے مذہب، نئی نئی پارٹیاں قائم کی جاتی رہیں۔ برطانوی حکومت کی طرف سے مالی امداد، زمین، مربعے بھی دیئے جاتے رہے جو لوگ عوام کو برطانوی حکومت کے غلام بن کر رہنے پر مجبور کرتے ان کی عزت وقدر وائسرائے ہند کے ہاں ہوتی۔ جو لیڈر غلامی سے نجات چاہتا اس پر بڑے بڑے ظلم ہوتے۔ جب پوری قوت لگا کر بھی جذبہ جہاد قوم سے نہ نکال سکتے تو پھر آزادی دیتے وقت اس غریب ملک کے ایسے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرتے کہ آدھا ملک یونان کو، آدھا ترکی حکومت کو، آدھا ملک ہندوستان کو درمیان میں ایسٹ ویسٹ پاکستان بنا کر کشمیر کو ہندوستان کے حوالے کر دیا گیا۔

اپنی یادگار کے طور پر پاکستان میں اپنا ایک ''مچھر قادیانی'' مرزا غلام احمد برطانوی حکومت کی جھوٹی نبوت کی صورت میں چھوڑ آئے۔ جو جذبۂ جہاد کو قوم سے نکال دینے والے مضمون تیار کرے۔ مسلمانوں کے چودہ سو سالہ پرانے عقیدہ ختم نبوت سے ٹکرائے۔ غلام احمد قادیانی ہندوستان پاکستان کے مسلمانوں کے سامنے دجال بن کر پیش ہوا۔ اس برطانوی مچھر کی پوری داستان قارئین کتاب کے سامنے پیش ہے۔

اس کتاب میں مرزا غلام احمد قادیانی کے اپنے تیار کردہ مذہب کی اصل حقیقت قوم کے سامنے پیش کی جارہی ہے کہ اسلام مذہب اور ہے، مرزائی مذہب اور ہے۔ آج ایسا دور آ گیا ہے کہ ہماری عقل و دماغ علم یہ سوچنے سے بھی عاجز ہو گیا ہے کہ اصل راہ کون سی ہے۔ بکثرت مذہبی فرقوں نے نئے نئے جدید مذہبی رہنماؤں نے قوموں کو ایسی راہ پر ڈال دیا ہے کہ ایک تھوڑا علم رکھنے والے انسان کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ کون سا فرقہ کون سی جماعت صحیح راہ پر ہے۔ ہر جماعت ہر پارٹی دعویدار ہے کہ ہم صحیح راہ پر ہیں۔ باقی قومیں گمراہ ہیں جو جہنم میں جائیں گی۔

جیسے عیسائیت کا مذہب ہے کہ عیسیٰ ابن مریم اللہ کا بیٹا ہے اور وہ آسمان پر چلا گیا۔ ہمارے تمام عیسائیوں کے گناہ کا کفارہ ادا ہو گیا ہے۔ اب ہم زندگی بھر شراب خوری، زنا کاری، بدکاری، خون، قتل، زنا سے حرامی بچے پیدا کرتے رہیں۔ عبادت کرنا بھی ضروری نہیں ہے۔ سات

دن کے بعد اتوار کو ڈھائی شلنگ پادری کے حوالے کرو اور گناہوں سے چھٹی مل گئی ہے۔

آج کل تو اتوار کو بھی پچانوے فیصدی عیسائی صبح کے وقت اپنی کاریں صاف کرتے ہیں۔ دوپہر کے بعد شراب پیتے ہیں۔ یہ ہے عیسائی مذہب جس میں اب درجن بھر نئے مذہب پیدا ہوگئے ہیں۔ رومن، کیتھولک، چرچ آف انگلینڈ، جہوداوٹنش نہ جانے ہر سال کتنی جلدی مذہبی زندگی کو بدلا جارہا ہے۔

اسی طرح یہودی قوم کا عقیدہ ہے جنت کے ٹھیکیدار صرف یہودی قوم ہے۔ حالانکہ یہودی قوم کا کاروبار غریب عوام کا خون پینا، سود پر رقم دینی، سود بھی پچیس فیصدی غریب عوام سے وصول کرنا، غریب کا خون چوسنے والا فرقہ یہودی بھی جنت کا ٹھیکیدار ہے۔

ہندو مذہب جس نے تین صد سے زائد خدا بنا رکھے ہیں اولاد دینے والا اور ہے، دولت دینے والا اور بنایا ہوا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ صرف ہندو قوم ہی جنت میں جائے گی۔

اسی طرح مرزا غلام احمد قادیانی کی امت کا پختہ عقیدہ ہے کہ وہ جنت کی حق دار ہے۔ کیونکہ اصل دین ان کے پاس ہے۔ دوسری قوموں نے تو دوسرے لوگوں کو جہنم جانے والے بنایا۔ مگر انگریزی نبی مرزا غلام احمد نے تو جہنم میں جانے کے علاوہ اپنی کتابوں میں یہ بھی لکھ دیا ہے کہ ”جو آدمی میری نبوت پر ایمان نہیں لاتا وہ حرامی ہے۔ کنجری عورتوں کی اولاد ہے۔“ مرزا قادیانی کی عبارت خاکسار نے اپنی کتاب ”عقیدۂ ختم نبوت“ میں درج کردی ہے۔ مزید آگے آرہی ہے۔

مرزائی امت کا فیصلہ ہے کہ احمدی عورت غیر احمدی سے شادی نہیں کرسکتی۔ اگر کوئی احمدی مرجائے تو اس کی نماز جنازہ صرف احمدی پڑھا سکتا ہے یا پھر کسی مسلمان کی نماز جنازہ احمدی نہیں پڑھ سکتا۔ ثبوت کے طور پر ہم یہاں بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناحؒ کی نماز جنازہ جو کہ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی صاحبؒ نے پڑھائی تھی۔ سر ظفر اللہ خان مرزائی نے نماز سے انکار کردیا تھا کہ میں نہیں پڑھتا۔ یہاں تک کہ غیر مسلم لوگوں کے ساتھ ایک طرف کھڑا رہا۔

اس نمک حلال نے اپنے قائداعظمؒ کی نماز نہ پڑھنے پر یہ الفاظ بیان کئے کہ بات یہ ہے کہ ”میں مسلمان حکومت کا کافر ملازم ہوں یا پھر کافر حکومت کا میں مسلمان ملازم ہوں۔“

اگر اب بھی کوئی نہ سمجھے تو یہ اس کی کم عقلی ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی امت اپنے آپ کو جنت کا ٹھیکیدار تصور کرتی ہے۔ باقی لوگوں کو جہنم کا ایندھن بناتے ہیں۔ اسی طرح یہ بات صاف واضح ہوجاتی ہے کہ قادیانی امت ایک جدا امت ہے جن کا مسلمانوں سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔

۱...... قادیانی امت کا پیغمبر مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔
۲...... قادیانی امت کا قبلہ قادیان ضلع گورداسپور انڈیا ہے۔ آج کل ربوہ (چناب نگر) ہے۔

مسلمان قوم جو حضرت محمد ﷺ کو آخری نبی تصور کرتی ہے ان کا عقیدہ ہم آگے کتاب میں پیش کریں گے۔ امت محمد ﷺ کا پیغمبر حضرت محمد ﷺ آخری نبی ہیں۔ امت محمد ﷺ کا قبلہ کعبہ مکہ مکرمہ سعودی عرب ہے۔

اس کتاب میں خاکسار یہ صاف الفاظ میں بیان کرے گا کہ قادیانی امت مسلمان نہیں ہے۔ یہ صرف لوگوں کو بے وقوف بنانے کی غرض سے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتی ہے۔ مرزائی امت کا مذہب قادیانی ہے جو قادیان (انڈیا) میں تیار کیا گیا۔ مرزا غلام احمد قادیانی جو تمام دیگر پیغمبروں کو گالیاں دیتا ہے مرزائی قوم کے لئے ہمارا مشورہ یہ ہے کہ وہ فریب، جھوٹ، منافق چالوں کی بجائے یوں ظاہر کرے کہ ہمارا مذہب قادیانی ہے۔ مرزا غلام احمد ہمارا نبی ہے۔ مسلمان قوم سے ان کا کوئی رشتہ نہیں ہے۔

ہماری اہل سنت جماعت اور مرزائی امت قوم کی دشمنی اسی وجہ سے ہے کہ مرزائی جھوٹ بول کر اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے ہیں۔ حالانکہ یہ جھوٹ ہے جو قوم ہمارے آقا سردار حضرت محمد ﷺ کو پیغمبر آخرالزمان نہیں مانتی وہ کافر ہے۔ وہ مسلمان نہیں ہے۔

اگر مرزائی امت اپنے آپ کو مرزائی ظاہر کرے، اپنے نبی کو صاف ظاہر کرے کہ ہم قادیانی ہیں۔ ہمارا پیغمبر مرزا غلام احمد ہے تو یہ جھگڑا ختم ہو جاتا ہے۔ جیسے یہودی، عیسائی، ہندو، سکھ دیگر مختلف مذاہب ہیں۔ اسی طرح یہودی اور عیسائیوں کی طرح مرزائیت بھی ایک جدا مذہب ہے۔ ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ کی ختم نبوت پر تو مرزائی ایمان نہیں رکھتے۔ خواہ مخواہ اپنی زبان پر فریب کاری سے جھوٹ، مکاری سے آنحضرت ﷺ کا نام لیتے ہیں۔

اگر مرزائی خود اپنے آپ کو ایک جداگانہ امت قرار دیتے تو ہمارا اور مرزائیوں کا جھگڑا آج ہی ختم ہو جاتا۔ ہم اپنے خداوند عالم کی بارگاہ الٰہی میں سچے دل سے دعاگو ہیں کہ یا رحیم و کریم اس مسیلمہ کذاب کی امت کو مسیلمہ کذاب کی طرح یا تو ٹھکانے لگا دے یا اس کو ہدایت دے۔ اے اللہ جل شانہ پاکستان میں کوئی ایسا حکمران پیدا کر دے جو حضرت ابوبکر صدیقؓ کا جانشین ثابت ہو کہ اس فتنہ کو ختم کر دے جو آج ہمارے نوجوان دوستوں کے ایمان پر ڈاکے ڈال رہے ہیں۔ کسی کو عورت، کسی کو دولت، کسی کو عہدے دینے کے لالچ نے اپنے فریبی جال میں پھنسا رہے ہیں۔ وہ وقت دور نہیں ہے جب کہ پاکستان میں ایسا کوئی مرد مجاہد پیدا ہوگا کہ اس جدید امت کو

اقلیت قرار دے کرایک جداگانہ امت قرار دے گا تاکہ ان کے مکروفریب ومکاریوں سے امت محمد ﷺ کی حفاظت ہو سکے۔

دراصل اب آپ کی توجہ اصل عبارت کی طرف لے چلتا ہوں۔ میری دوسری کتاب ’’عقیدۂ ختم نبوت‘‘ پڑھ کر سچے دل سے دماغ وعقل سے سوچئے کہ نبوت جدید کا دعویٰ کرنے والا کہاں تک اپنی سچائی پیش کرتا ہے۔ افسوس ہے کہ مرزا قادیانی نے مقابلہ بھی کس سے کیا۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی سے۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

آپ کی دعاؤں کا طالب خاکسار: راؤشمشیر علی خاں

۱۱؍رمضان ۱۳۹۳ھ، مطابق ۲۰؍نومبر ۱۹۷۱ء

قادیانی امت کی مثال

اس طرح ہے کہ کسی چالاک آدمی نے اعلان کر دیا کہ میں اللہ کی راہ میں ایک اونٹ خیرات کرتا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی ایک شرط یہ مقرر کر دی کہ جو شخص اونٹ خیرات لے گا اس کو ایک بلی بھی خریدنی پڑے گی۔ بلی کی قیمت اتنی مقرر کر دی کہ اونٹ کی قیمت سے بھی زیادہ۔ یہی حالت قادیانی امت کی ہے۔

ایک طرف تو یہ دعویٰ ہے کہ ہم اسلام کی بہت بڑی خدمت کر رہے ہیں۔ اس بہانے سے حکومت پاکستان سے کرنسی بھی حاصل کرتے ہیں جو یورپ میں اپنے کاموں میں خرچ کرتے ہیں۔ دوسری طرف اسلام کی تبلیغ کرنے کی بجائے قادیانی مذہب کی اشاعت کرتے ہیں۔ جس سے اسلام کے نام پر غلط دھبہ لگایا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ لاہوری جماعت نے ایک نئی چال چلائی ہے۔ مرزاغلام احمد قادیانی کو گالیاں دے کر بیچارے بھولے بھالے مسلمانوں کو خوش کر کے اپنے ساتھ ملا لیتے ہیں۔ حالانکہ ان کی مثال بھی عبداللہ بن ابی بن سلول منافق والی ہے کہ جب وہ کفار مکہ سے ملتے تو کہتے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ ہم تو صرف محمد ﷺ کو دھوکا دیتے ہیں۔ دوسری طرف جب محمد ﷺ سے ملتے تو نماز باجماعت مسجد نبوی میں آنحضرت ﷺ کے پیچھے پڑھتے اور عرض کرتے کہ ہم سچے دل سے آپ ﷺ کے ساتھ ہیں۔

ان منافق لوگوں کے فریب کو اللہ جل شانہ نے قرآن میں ان الفاظ میں فرمایا: ’’کہ اے میرے حبیب ﷺ یہ منافق آپ ﷺ کو بے وقوف نہیں بناتے بلکہ خود بے وقوف ہیں۔ ہم

ان کی ہر بات کو جانتے ہیں۔ یہ بیان القرآن ہے۔‘‘

اسی طرح ہم لاہوری مرزائی جماعت کو مشورہ دیتے ہیں کہ یا تو وہ مسلمانوں میں مل جائیں یا پھر اپنے پرانے آقا مرزاغلام احمد قادیانی کی امت میں شامل ہو جائیں۔ کیونکہ یہ مجدد ماننے والا کام بھی منافقت ہے یا تو مرزاغلام احمد کو نبی تصور کرو یا مسلمانوں کی طرح غیر مسلم تصور کرو۔ یا مسلمان ہو جاؤ۔ یا پھر قادیانی ہو جاؤ۔ دورنگی منافق چالیں نہ چلو۔

مرزا قادیانی نے اپنے عقیدۂ سے قصبۂ قادیان کو دمشق اور مسجد اقصیٰ بیت المقدس بنایا۔ پھر خود آدم علیہ السلام بن گئے۔ پھر محمد ﷺ بن گئے۔ عیسیٰ موسیٰ علیہم السلام بن گئے جو دل میں آیا بن گئے۔ کبھی کرشن مہاراج بن گئے۔ جو انسان ہر روز نیا روپ، نیا رنگ بدلتا ہو وہ کہاں تک سچا اور خدا کا رسول ہوسکتا ہے۔ ایسے فریبی جال سے ہمارے مسلمان بھائیوں کو بہت بچنا چاہئے۔ کسی مرزائی سے دوستی نہ رکھی جائے۔ کیونکہ ان کی فریبی باتیں پیار محبت کے جھوٹے فراڈ انسان کو کبھی بھی گمراہ کر دیتے ہیں۔ ان سے دور ہی رہنا ہماری بھلائی ہے۔

گندی مجلس کے تأثرات انسانوں پر پڑ جاتے ہیں۔ لاہوری جماعت کی حالت چمگادڑ جیسی ہے۔ کبھی پرندہ بن جاتی ہے کبھی چرندوں میں شمار ہو جاتی ہے۔ دونوں فرقے ایک گرو کے دو چیلے ہیں۔ ایک فرقہ مرزا کو نبی مانتا ہے دوسرا فرقہ مرزا کو مجدد مانتا ہے۔

۱...... قادیانی جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ جو انسان یا مسلمان مسیح مرزاغلام احمد کی بیعت نہیں کرتا وہ کافر ہے اور اسلام سے خارج ہے۔ اسی طرح محمد رسول اللہ ﷺ کے کلمہ کو منسوخ ٹھہراتے ہیں۔ کیونکہ ان کے عقیدہ کے مطابق اس کو پڑھ کر کوئی اسلام میں داخل نہیں ہوتا۔ اسی لئے دنیا کے ۹۵ کروڑ مسلمانوں کو اسلام سے خارج کر کے چودہ سو سال کی محنت اور آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی محنت کو خاک میں ملا دیتے ہیں۔

۲...... جب مرزاغلام احمد قادیانی کو نبی مانا تو ان کی خلافت بھی قادیانی امت چلا رہی ہے اور ان اصولوں پر چلائی جن پر عیسائی قوم کا پوپ یا پادری چلاتے ہیں۔ جیسے عیسائی قوم کا عقیدہ ہے کہ پوپ کبھی غلطی نہیں کرسکتا۔ اسی طرح مرزاغلام احمد قادیانی نے بھی کبھی کوئی غلطی زندگی بھر میں نہیں کی۔ ہر احمدی کی جان مال عزت ایمان سب کا مالک مرزاغلام احمد ہے۔ جنت الفردوس کی چابیاں اس کے ہاتھ میں ہیں۔

۳...... قادیانی جماعت سیاست میں حصہ لینا ضروری تصور کرتی ہے کہ بادشاہ وقت کو اپنے ہاتھ میں رکھ کر دوسرے لوگوں کو اپنی طرف بلایا جاسکتا ہے اور عہدے دولت کے بھوکے لوگوں کو

مرزائیت کے جال میں اچھی طرح پھنسایا جاسکتا ہے اور پھر مرزائیت کی کثرت آبادی ہو جانے پر حکومت وقت پر بھی ہمارا اثر پڑ سکتا ہے۔ یہ عبارت اخبار پیغام صلح جلد نمبر ۲۳ نمبر ۲ مورخہ ۵؍جنوری ۱۹۳۵ء قادیانی لاہوری جماعت کا ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی فرماتے ہیں کہ: ’’میں نے قرآن مجید میں تین شہروں کے نام دیکھے کہ ان تین شہروں کے نام قرآن مجید میں بہت اعزاز کے ساتھ لکھے ہوئے ہیں۔ مکہ، مدینہ، قادیان۔ یہ کشف میں لکھا ہوا کئی سال سے مجھے دکھایا گیا تھا۔‘‘

(ازالہ اوہام ص ۷۷، خزائن ج ۳ ص ۱۴۰ حاشیہ)

زمین قادیان اب محترم ہے
ہجوم خلق سے ارض حرم ہے

(درثمین اردو ص ۵۲)

’’مجھے کشفی طور پر دکھایا گیا کہ میں تیرھویں صدی کے آخر میں ظاہر ہونے والا ہوں اور میرے سوا دنیا بھر میں کوئی شخص غلام احمد قادیانی نہیں ہے۔‘‘ (ازالہ اوہام ص ۱۸۶، خزائن ج ۳ ص ۱۹۰)

ہم مرزائی امت کو حقیقت حال سے آگاہ کرنے کی غرض سے قرآن مجید کی آیات سورۂ توبہ رکوع ۳ کا اردو ترجمہ پیش کرتے ہیں۔ شاید ان کی سمجھ میں آ جائے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

’’کہہ دو کہ عمل کئے جاؤ پھر آگے دیکھے گا اللہ تمہارے عمل کو اور اس کا رسول ﷺ اور مسلمان جلد لوٹائے جاؤ گے ایسے کی جانب جو چھپے اور کھلے کا واقف ہے تو وہ تم کو جتائے گا جو تم کر رہے تھے اور کچھ وہ لوگ ہیں جن کا معاملہ ملتوی ہے۔ اللہ کے حکم پر یا تو ان کو عذاب دے یا ان کی توبہ قبول فرمائے اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے اور دوسرے وہ لوگ جنہوں نے بنا کھڑی کی ایک جدا مسجد ضرر پہنچانے اور کفر کرنے اور پھوٹ ڈالنے کو مسلمانوں میں اور پناہ دینے کو اس شخص کو جو لڑ رہا ہے۔ اللہ اور اس کے رسول سے پہلے ہے اور اب قسم کھانے لگے بجز بھلائی کے ہمیں کچھ مقصود نہیں تھا اور اللہ گواہ ہے کہ وہ بالکل کاذب اور جھوٹے ہیں۔‘‘ (بیان القرآن)

اگر یہ بیان القرآن پڑھ کر بھی مرزائیوں کو سمجھ نہ آئے تو پھر اندھے والی مثال ہے۔ انشاء اللہ! یہ فریبی جال آج نہیں کل ضرور کھل جائے گا جو فریب سے جھوٹ ہے۔ وہ قوم کے سامنے آ جائے گا۔ مرزائی دونوں جماعتیں مسلمانوں کو کافر قرار دیتی ہیں۔ شادی غمی کے تمام رشتے مسلمانوں سے چھڑاتے ہیں۔ جب کسی نئے شکار کو اپنے جال میں پھنساتے ہیں تو اس کو خوب سبز

باغ دکھاتے ہیں۔ نئے عہدے، خوبصورت بیوی، دولت اور پھراس کے سامنے نماز، روزہ، عبادت اتنے زورشور سے کرتے ہیں کہ نیا شکاردل سے سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ یہ مرزائی طبقہ درود پڑھتا ہے۔ نماز پڑھتا ہے۔ رات کو تہجد بھی پڑھتے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ مسلمان ان کو غیرمسلم قرار دیتے ہیں۔ نئے شکار کو یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ اصل حقیقت کیا ہے۔ مرزائیت کے جال میں ایسے پرندے بھی پھنس جاتے ہیں۔

سبز باغ

جن کی مثال یوں ہے۔ ایک جنگل میں ایک بزرگ جارہے تھے۔ دیکھا کہ ایک خوبصورت پرندہ سامنے درخت پر بیٹھا ہے اوراس کے سامنے ایک شکاری جال لگا رہا ہے۔ پرندہ بہت خوش ہوکر اس بزرگ سے فرماتا ہے کہ مولانا دیکھو یہ شکاری کتنا بے وقوف ہے کہ میرے سامنے جال لگا رہا ہے۔ جب کہ میں دیکھ رہا ہوں۔ پھر میں کیسے اس شکاری کے جال میں پھنس سکتا ہوں۔ مولانا بزرگ پرندے کی بات سن کر متاثر ہوتے ہوئے چلے جاتے ہیں۔ کچھ دیر کے بعد بزرگ واپس آتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ وہ خوبصورت پرندہ شکاری کے جال میں پھنسا ہوا تڑپ رہا ہے۔ بزرگ نے پرندے کی حالت دیکھ کر فرمایا کہ اے عقلمند خوبصورت پرندے تم ابھی ابھی بہت ہوشیاری کی باتیں کررہے تھے اوراب اس جال میں پھنس گئے۔ پرندے نے رو رو کر التجا کی کہ میرے بزرگ بات یہ ہے بھوک کی شدت اور لالچ اور میری ہوشیاری نے مجھے اس جال میں پھنسایا ہے۔ میں نے سوچا کہ چلو تھوڑی بہت خوراک عقلمندی سے کھالوں۔ کیونکہ میں بہت چالاک ہوں۔ ہوشیاری سے دانہ بھی کھالوں گا اور شکاری کے جال سے بھی بچ جاؤں گا۔

اب میری عقلمندی ہوشیاری نے مجھے اس جال میں پھنسا دیا ہے۔ اب مجھے امید ہے کہ اس جال سے مجھے کوئی نہیں چھڑا سکتا۔ کیونکہ جب کسی کے برے دن آتے ہیں تو عقل جاتی رہتی ہے۔ اس بزرگ نے اس لالچی پرندے کو چھوڑ دیا اور بتایا کہ اب آئندہ کبھی چالاکی سے لالچ میں نہ آنا۔ ورنہ پھر اسی جال میں پھنس جاؤ گے۔

یہی حالت ہمارے ان نادان دوستوں کی ہے جودل میں یہ بات سوچتے ہیں کہ چلو ذرا مرزائی قوم کو بے وقوف بنا کر دولت یا عورت یا عزت حاصل کرو۔ بعد میں مرزائیت سے توبہ کر لیں گے۔ ایسے نادان دوستوں کو ہم اصل آئینہ دکھاتے ہیں۔ شاید کوئی خدا کا بندہ اس فریبی جال سے نجات حاصل کر سکے۔ اے نوجوان دوستو! غور وفکر سے مرزائیت کے پھندوں پر غور وفکر کرو۔

عورت

مرزائی امت اس وقت شادی کرتی ہے جب ان کو پورا پتہ لگ جائے کہ اب نیا شکار جال میں پھنس گیا ہے اور مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت کے تاثرات نئے پرندے کے دل کی گہرائیوں میں اتر چکے ہیں۔ سو فیصدی پورا مرزائی بنا کر پھر مرزائی لڑکی سے شادی کرتے ہیں۔ شادی کے وقت کئی ہزار روپیہ حق مہر بندھواتے ہیں۔ جب نیا پرندہ اپنی نئی بیوی کو لے کر اپنے گھر آتا ہے۔ ابھی ہنی مون منایا جارہا ہوتا ہے کہ مرکز کی طرف سے چند مبلغ عورتیں تشریف لاتی ہیں۔ السلام علیکم اے نئے دولہا ہم آپ کی نئی بیوی سے ملنا چاہتی ہیں۔ آیئے آیئے اندر آیئے۔ دولہا میاں اپنی مہمان عورتوں کو گھر میں داخل کر دیتے ہیں۔

سلام کر کے نئی بیوی سے مخاطب ہوتی ہیں۔ سنایئے ہنی مون کیسی رہی۔ سہاگ کی پہلی رات اچھی خوبصورت رہی۔ اب اصل مقصد کی طرف متوجہ ہو جاتی ہیں کہ دیکھو پیاری بہن تمہارا باپ دادا مرزا غلام احمد نبی کا صحابی تھا اور مرزا قادیانی کے بہت خاص دوستوں میں شمار ہوتے رہے۔ تم اس صحابی خاندان کی لڑکی ہو۔ اب ہم آپ سے یہ عرض کرتی ہیں کہ تم اپنا حق مہر جو کئی ہزار روپیہ ہے وہ پورا حق مہر تبلیغی فنڈ یعنی مرزائیت کی اشاعت کے لئے دے دو۔ نئی بیوی اپنے باپ دادا کو صحابی مانتے ہوئے ان کی بات پر خوش ہو کر اپنا حق مہر مرزائی فنڈ کے لئے وقف کر دیتی ہے۔ دستخط کرا کر مرزائی مبلغ عورتیں واپس چلی جاتی ہیں۔

چند ہفتے کے بعد قادیانی مرکز کی طرف سے ایک خوبصورت عبارت والا رجسٹرڈ خط دولہا میاں کو مل جاتا ہے۔ عبارت یہ ہوتی ہے:

پیارے دولہا تم بہت خوش نصیب ہو کہ تم کو اللہ تعالیٰ نے ایسی نیک پارسا بیوی دی ہے جس کی رگوں میں مرزا غلام احمد کے صحابیوں کا خون ہے۔ تمہاری خوش قسمتی پر آسمانی فرشتے بھی ناز کرتے ہیں۔ غور کرو کہ صحابی خاندان کی اس نیک لڑکی نے اپنا حق مہر دین مرزائیت کے لئے صدقہ خیرات کر دیا۔ ایسی نیک پارسا بیویاں نیک لوگوں کو نصیب ہوتی ہیں۔ اب آپ تحریر کریں کہ اگر نقد روپیہ موجود ہے تو اتنے ہزار روپے کا چیک ارسال کر دیں۔ اگر نقد موجود نہیں ہے تو ماہوار اپنی تنخواہ میں سے ادا کرتے رہیں۔ جیسے آپ کو سہولت ہو تحریر کر دیں۔

(ادارہ اشاعت احمدیہ مرکز ربوہ)

ہمارے اس بھولے بھالے پرندے جس نے خوبصورت لڑکی سے شادی کرائی ایمان بھی دیا اور اب ہزاروں روپیہ میں بیوی پڑی۔ اب مرزائی بیوی نے اپنے خاوند کو پوچھا۔ آپ کی والدہ کہاں ہیں۔ دیگر رشتہ دار کہاں ہیں۔ دولہا میاں فرماتے رہے چند دنوں کے بعد دیگر رشتہ داروں ماں بہن بھائیوں کے لئے تحفے روانہ ہو رہے ہیں۔ ماں باپ بہت خوش ہیں کہ نیک بیوی ان کے برخوردار کو مل گئی ہے۔ جو ماں باپ کی بھی وفادار ہے۔ چند ماہ کے بعد پورا خاندان مرزائیت میں غرق ہو چکا ہوگا۔

وہ عقلمند انسان جو شادی سے پہلے یہ خیال کرتا تھا کہ اپنی چالاکی سے خوبصورت بیوی حاصل کرے گا اور دل سے مرزائی نہ ہوگا۔ وہ ہوشیار چالاک انسان اس پرندے کی طرح بمعہ اپنے خاندان کے مرزائی جال میں پھنسا ہوا ہے۔ اس کی مثال بھی یہی ہے کہ جب انسان کی تباہی ہوتی ہے تو اس کا ایمان عقل دماغ جاتا رہتا ہے۔ اب زندگی بھر وہ چالاک انسان اپنی آمدنی کا دسواں حصہ مرزائیت کی اشاعت کے لئے دے رہا ہے۔ یہ ہے خوبصورت مرزائی بیوی سے شادی کرنے کا اصل نتیجہ۔ آپ تو گئے تھے، دیگر خاندان کو بھی تباہی بربادی کے گڑھے میں ڈال دیا۔ یہ ہے مرزائیت کا اصل چہرہ۔

دولت

دولت کی طمع لالچ آج انسان کو اس مقام پر لے گئی ہے جہاں جانور بھی نہیں جاسکتے۔ حلال حرام کی تمیز چلی گئی۔ انگلستان، سکاٹ لینڈ میں مسلمان ہوتے ہوئے سور کا گوشت فروخت کر رہا ہے۔ شراب فروخت ہو رہی ہے۔ ہندوستان پاکستان سے فلم ایکٹریس عورتوں کو کرائے پر لایا جاتا ہے اور یہاں ان سے ناچ گانا کرا کر دولت بٹوری جاتی ہے۔ ایسے لالچی طمع کے مارے ہوئے ٹی. بی کے مریض دولت حاصل کرنے کا ہر طریقہ استعمال کرتے ہیں۔ پھر سوچا کہ مرزائی لوگ اپنے نئے شکار کو پھنسانے کی غرض سے دولت دیتے ہیں۔ وہ مرزائی مرکز کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ چند ماہ مرزائیت کے جال کو اپنے گلے کا پھندا بنانے کے بعد جب مرزائیوں نے دیکھا کہ مرزائیت کے تاثرات دل کی گہرائیوں تک جاچکے ہیں پھر اس لالچی انسان کو اچھی خاصی رقم کاروبار کرنے کی غرض سے دی جاتی ہے۔

کاروبار چل جاتا ہے پھر اپنی آمدنی کا دسواں حصہ زندگی بھر مرزا غلام احمد قادیانی کے خاندان کو ادا کرتا ہے۔ کمال کی بات یہ ہے حضرت محمد ﷺ نے زکوٰۃ اڑھائی فیصدی مقرر فرمائی

اور خود خاندان محمد ﷺ پر بھی زکوٰۃ واجب تھی اور صدقہ حرام تھا۔ مگر مرزا قادیانی نے زکوٰۃ اڑھائی فیصدی کی بجائے دس فیصدی مقرر کر دی ہے اور زکوٰۃ دینا خود اپنے خاندان پر حرام کر دیا ہے۔ یعنی مرزا غلام احمد کے خاندان پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ دوسرے مرزائیوں پر واجب ہے وہ بھی دس فیصدی صدقہ بھی ان کے لئے حلال ہے۔

قادیانی مذہب کا مقابلہ دیکھو کہ پیغمبر خدا حضرت محمد ﷺ اپنے گھر سے ہر کام کی ابتداء کرتے ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی دولت اپنے گھر میں لانے کی غرض سے ہر کام کرتے ہیں۔ اب اس لالچی انسان کی کمائی کا دسواں حصہ زندگی بھر خاندان مرزا کی عیش وعشرت کے لئے وقف ہے اور اس کی اپنی لڑکیاں بھی پچیس پچیس ہزار روپے حق مہر کے بدلہ میں فروخت کر کے مرزا غلام احمد کا خاندان کھا جاتا ہے۔ دولت حاصل کرنے کی غرض سے ایمان تو پہلے ہی دے بیٹھے تھے اب مال بھی گیا اور جاتا رہے گا۔ یہ ہے دولت کا چکر۔

عہدے

کئی ہمارے نادان دوست یہ خیال کرتے ہیں کہ اگر مرزائی ہو جائیں تو اعلیٰ درجہ کی ملازمت مل جاتی ہے۔ کیونکہ مرزائی قوم نئے شکار کو اپنے جال میں پھنسانے کی غرض سے اعلیٰ درجہ کی خوراک دیتے ہیں۔ عہدے عزت حاصل کرنے کی غرض سے ہمارے نادان دوست اس فریبی جال میں پھنس جاتے ہیں۔ مرزائی امت جب کسی کمزور ایمان والے انسان کو ملازمت دلانے کا سبز باغ دکھاتے ہیں پہلے اس کو مکمل طور پر اپنے جدید مذہب میں داخل کرتے ہیں۔ جب پوری طرح تسلی ہو جاتی ہے کہ اب نیا پرندہ جال میں پھنس گیا ہے۔ مرزا قادیانی کی نبوت کو دل سے ماننے لگا ہے اور حضرت محمد ﷺ کی ختم نبوت کو چھوڑ چکا ہے۔ پھر اس نادان دوست کو اعلیٰ درجہ کی ملازمت دلا دیتے ہیں۔ شرط حسب ذیل ہوگی۔

مرزا قادیان کو نبی ماننا ضروری ہے۔ دوسرے لوگوں میں اپنے اس فریبی مکاری جال کو پھیلا کر نئے پرندے پھنسانا ہے۔ ہر مرزائی کا خاص مقصد زندگی ہوتا ہے کہ وہ کسی دین دار آدمی کو بے دین بنائیں اس کام کے لئے چاہے اپنی دولت عزت اور اپنی خوبصورت لڑکیاں ہی پیش کرنی پڑیں۔ اپنی ملازمت کام کے دوران سرکاری کام کم تبلیغ مرزائیت زیادہ کرنی ہے اور اپنی کمائی ہوئی دولت میں سے دسواں حصہ مرزائی غلام احمد کے خاندان کی نذر کرنا ہے۔ کیونکہ مرزا قادیانی کے خاندان کی پرورش کرنا بھی اعمال صالح میں سے ہے۔ کیونکہ مرزا قادیانی کے خاندان پر زکوٰۃ

واجب نہیں اور مرزائی دین میں مال کا دسواں حصہ خیرات کرنا ہر مرزائی پر فرض ہے اور یہ زندگی بھر ادا کرنا ہوگا۔

جب مذہب ہی چھوڑنا پڑا۔ حضرت محمد ﷺ جیسے پیارے پیغمبر کی ختم نبوت کو چھوڑنا پڑا۔ پھر کس قدر ظالم ہے وہ انسان جو دنیا کی زندگی عیش وعشرت خوبصورت عورتوں دولت عزت عہدے حاصل کرنے کی غرض سے اسلام جیسے مقدس مذہب کو چھوڑ دیتا ہے۔ قرآن مجید جیسی مقدس کتاب کی عبارت کو چھوڑ دیتا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے اپنے قرآن مجید میں حکم فرمایا۔ جہاد کرنا ہی اصل دین کا تحفظ ہے۔ اگر جہاد نہ ہوتا۔ میدان بدر میں ۳۱۳ صحابی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد میں شامل نہ ہوتے۔ تو آج یہ دنیا کے ۹۵ کروڑ مسلمان نہ ہوتے۔ لیکن مرزائی عقیدہ ہے کہ جہاد کرنا حرام ہے۔ جہاد کو ختم کرنا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کشمیر میں ظاہر کرنا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کی جگہ خود مرزا اپنے آپ کو تصور کرتا ہے۔

مرزا قادیانی کا عقیدہ حج

مولوی محمد حسین بٹالوی نے مرزا قادیانی کو خط لکھا کہ آپ حج بیت اللہ کیوں نہیں کرتے۔ اس کے جواب میں مرزا قادیانی نے فرمایا کہ میرا پہلا کام سوروں کو قتل کرنا ہے۔ یعنی جو لوگ میری نبوت کو نہیں مانتے وہ خنزیر ہیں۔ ان کا قتل کرنا میرا کام ہے۔ دوسرا کام صلیب عیسائیت کو شکست دینا ہے۔ بہت سے خنزیر مر چکے ہیں اور کچھ باقی ہیں۔ ان کو قتل کر کے پھر دوسرا کام کروں گا۔ (ملفوظات احمدیہ حصہ پنجم ص ۲۴۶، مرتبہ محمد منظور الٰہی قادیانی لاہوری)

ایک مرتبہ مولوی ثناء اللہ امرتسری جو ختم نبوت کے پاسبان تھے انہوں نے بھی مرزا غلام احمد قادیانی کو پوچھا کہ آپ حج بیت اللہ کیوں نہیں کرتے۔ مرزا قادیانی نے جواب دیا کہ واہ مولوی صاحب آپ مجھے قتل کرانا چاہتے ہیں۔ کیونکہ مکہ مکرمہ، سعودی عرب کی حکومت کو ہندوستان کے مولوی حضرات نے میرے خلاف قتل کرانے پر آمادہ کرلیا ہے۔ حکومت حجاز مجھے غیر مسلم کذاب جان کر قتل کر دینے کو تیار ہے۔ ایسی حال میں خواہ مخواہ میں اپنے آپ کو قتل کراؤں۔ مرزا قادیانی نے جہاد کی بابت فرمایا: ”اب زمینی پر جہاد کرنا بند ہو گیا ہے اور لڑائیوں کا خاتمہ ہو گیا...... سو آج سے دین کے لئے لڑنا حرام ہے۔“

(اشتہار ص ۲۹۷، مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۲۸۴، مورخہ ۲۸ مئی ۱۹۰۰ء)

’’کیا میں نے پیر مہر علی شاہ گولڑہ شریف والوں کو اس لئے بلایا تھا کہ میں ان سے بحث کروں یا بیعت کروں۔ حالانکہ میں بار بار کہتا ہوں کہ خدا نے مجھے مسیح موعود بنا کر بھیجا ہے اور مجھے بتادیا ہے کہ فلاں حدیث سچی ہے۔ فلاں جھوٹی ہے اور قرآن مجید کے صحیح الفاظ کی بھی مجھے اطلاع بخشی ہے۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ میں مہر علی شاہ سے بحث مناظرہ کروں۔ جب کہ میرے پاس وحی آتی ہے اور مجھے اپنی وحی پر ایسا ایمان ہے جیسے قرآن کریم تورات اور انجیل پر۔ کیا مہر علی شاہ کو امید توقع ہوسکتی ہے کہ میں اپنا عقیدہ چھوڑ کر مہر علی شاہ کی بیعت کرلوں۔ مہر علی شاہ کی جماعت میری مخالفت میں کتابیں شائع کر رہی ہے۔ پھر میں نے عہد کرلیا ہے کہ کسی مولوی سے بحث مناظرہ نہیں کروں گا۔ اگر مہر علی شاہ کا دل فاسد نہیں تھا تو انہوں نے ایسی بحث کی مجھ سے درخواست کیوں کی۔‘‘ (اربعین نمبر۴ص۲۰، خزائن ج۱۷ص۴۵۵)

مرزا قادیانی کا خط بنام مولوی ثناء اللہ امرتسری اخبار الفضل مورخہ ۳۰؍جولائی ۱۹۴۶ء میں اپنی کتاب انجام آتھم میں شائع کر چکا ہوں کہ میں مخالف گروہ سے مناظرہ نہیں کروں گا۔ کیونکہ آپ لوگوں کے پاس میرے متعلق سوائے گالیوں اور گندے الفاظ کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اس لئے اب میں بحث نہیں کروں گا۔

امریکی عیسائی

ایک مرتبہ ایک عورت اور ایک امریکی آدمی امریکہ سے قادیان گئے۔ انہوں نے مرزا قادیانی سے یہ سوال کیا کہ آپ نبی اللہ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اس کا کوئی ثبوت دکھائیں۔ مرزا قادیانی نے یہ جواب دیا تمہارا امریکہ سے قادیان آنا ہی میری نبوت کی صداقت کا نشان ہے۔ امریکی حیران ہوکر پھر پوچھتا ہے کہ میرا امریکہ سے آنا نبوت کا ثبوت کیسے۔ پھر مرزا قادیانی نے کہا کہ نبی وہ ہوتا ہے جو خدا تعالیٰ سے خبر پاکر کوئی بات پہلے بتادے۔ میں نے آج سے بیس سال پہلے بتادیا تھا کہ میری صداقت نبوت پر ایمان لانے کے لئے دور دور سے لوگ آئیں گے۔ میری نبوت کا دعویٰ سچا ہے کہ آج امریکہ سے چل کر لوگ میرے پاس آرہے ہیں۔ پھر کیا میں خدا کا نبی نہیں ہوں۔ (تقریر مفتی محمد صادق اخبار الفضل مورخہ ۱۲؍جنوری ۱۹۲۶ء)

کیا یہ ہوسکتا ہے کہ ایک مسلمان ہونے کا دعویدار خدا کو ایک ماننے اور پھر بھی عقیدہ رکھے کہ سینکڑوں ہزاروں سال سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ بیٹھے ہیں یا پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضرت محمد ﷺ کا امتی بنانا یہ گناہ ظاہر ہوتا۔ جب مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ آئیں گے۔ پھر نبی ﷺ کی ختم نبوت تو باقی نہ رہی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی آخر ہو گئے۔ (مرزا محمود خلیفہ قادیان مورخہ ۱۳/اکتوبر ۱۹۲۵ء)

جواب مؤلف کتاب کی طرف سے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بابت قرآن مجید وحدیث نبوی کی روشنی سے ہمارے پیغمبر ﷺ کا فرمان ہے کہ آج اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی زمین پر زندہ ہوتے وہ بھی میرے امتی ہوتے۔ ہم اہل سنت والجماعت کے عقائد یہ ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر اٹھائے گئے اور آپ دوبارہ دنیا میں حضور اکرم ﷺ کے امتی ہوکر نازل ہوں گے۔ نبی آخر نہیں ہوں گے۔ کیونکہ ان کو حضور علیہ السلام سے پہلے نبوت ملی نہ کہ بعد میں وہ نبی بنے۔

انگریزی نبی کے خاندان پر ایک نظر

مرزا غلام احمد قادیانی ایک نوعمر لڑکی محمدی بیگم پر عاشق ہو جاتے ہیں۔ قادیانی غلام احمد جس عورت پر عاشق ہوتے ہیں وہ کون تھی، ذیل میں دیکھئے:

مرزا احمد بیگ کی لڑکی تھی جو غلام احمد قادیانی کے ماموں زاد بھائی تھے۔ مرزا احمد بیگ اور عمر النساء، محمدی بیگم کے والدین تھے اور محمدی بیگم کی ماں مرزا قادیانی کی چچازاد ہمشیرہ تھی۔ مرزا امام الدین کی حقیقی بہن تھی۔ مرزا سلطان محمد، محمدی بیگم کا شوہر اور مرزا غلام احمد قادیانی کا مخالف تھا۔ کیونکہ اس بناسپتی نبی پر، مرزا سلطان محمد ایمان نہیں لایا تھا۔ مرزا قادیانی انگریزی نبی کی پہلی بیوی پھجے دی ماں، دوسری بیوی نصرت جہاں بیگم تھی۔ فضل احمد، سلطان احمد مرزا قادیانی کے لڑکے تھے۔

مرزا قادیانی کا ایک الہام

قادیانی مرزا فرماتے ہیں کہ: ’’خدا تعالیٰ نے مجھے وحی سے بتایا ہے کہ مرزا احمد بیگ ولد مرزا گاماں ہوشیار پوری کی لڑکی محمدی بیگم میرے نکاح میں آئے گی اور وہ لوگ بہت دشمنی کریں گے اور دیوار کی طرح درمیان میں آئیں گے۔ لیکن اتنی عداوت دشمنی کے باوجود میرا نکاح محمدی بیگم سے ہوگا اور اس نکاح کو کوئی روک نہیں سکے گا۔ کنواری یا بیوہ ہو، مگر ضروری میرے نکاح میں آئے گی۔‘‘ (ازالہ اوہام ص ۳۹۶، خزائن ج ۳ ص ۳۰۵)

محمدی بیگم کے رشتہ دار مجھ سے آسمانی نشان مانگتے ہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ نے مجھے فرمایا کہ جو انسان بھی مرزا احمد بیگ کی دختر کلاں محمدی بیگم سے نکاح کرے گا اس کے لئے یہ نکاح بہت

براہو گا۔ کیونکہ نکاح سے اڑھائی سال بعد وہ فوت ہو جائے گا اور محمدی بیگم کا باپ احمد بیگ بھی تین سال کے بعد فوت ہو جائے گا اور اس گھر پر مشکل مصیبت تنگی پڑے گی اور زندگی میں اس محمدی بیگم کے لئے کراہت غم فکر مصیبت پیش ہو گی۔

(اشتہار مورخہ ۱۰ر جولائی ۱۸۸۸ء، مندرجہ تبلیغ رسالت جلد اوّل ص ۱۵۸، مجموعہ اشتہارات ج۱ ص ۱۵۷، ۱۵۸)

لالچ

مرزا قادیانی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی نازل کی ہے کہ احمد بیگ کی بڑی لڑکی محمدی بیگم سے نکاح کے لئے اس کے باپ سے درخواست کر اور احمد بیگ سے کہہ دینا کہ وہ تمہارے نور سے روشنی حاصل کرے اور اپنی لڑکی کا رشتہ مرزا قادیانی سے کر دے اور یہ بھی کہہ دینا کہ مجھے اس زمین کو ہبہ کرنے کا حکم بھی مل گیا ہے۔ جس کے تم خواہش مند تھے۔ اس زمین کے ساتھ اور مزید زمین بھی دی جائے گی اور دیگر احسانات تم پر کئے جائیں گے۔ بشرطیکہ تم اپنی لڑکی محمدی بیگم کا نکاح مجھ سے کر دو۔ میرے تمہارے درمیان یہی عہد ہے تم مان لو تمہارے لئے بہتر ہو گا۔ اگر نہیں مانو گے تو یاد رکھنا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے بتایا ہے کہ اگر کوئی دوسرا آدمی اس لڑکی سے نکاح کرے گا تو یہ نکاح اس کے لئے اچھا نہ ہو گا اور نہ تمہارے لئے۔ کیونکہ تم تین سال کے اندر اندر مشکلات میں پھنس کر مر جاؤ گے اور وہ نکاح کرنے والا اڑھائی سال کے اندر مر جائے گا۔ یہ حکم اللہ کی طرف سے ہے۔ مرزا احمد بیگ تیوری چڑھا کر چلا گیا۔

(آئینہ کمالات اسلام ص ۵۷۲، خزائن ج۵ ص ایضاً)

خدا تعالیٰ نے اس عاجز کے دشمن مخالف منکر رشتہ داروں کے حق میں یہ نشان بطور پیشین گوئی کے ظاہر کر دیا ہے کہ جو شخص محمدی بیگم دختر احمد بیگ سے نکاح کرے گا وہ اڑھائی سال کے اندر مر جائے گا۔ وہ عورت محمدی بیگم عاجز بیوہ ہو کر میری بیویوں کے حرم میں داخل ہو گی۔

(تبلیغ رسالت جلد اوّل ص ۱۰۲، مورخہ ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء، مجموعہ اشتہارات ج۱ ص ۱۰۲ ملخص حاشیہ)

خدائی حکم

مرزا غلام احمد قادیانی مورخہ ۲۰ر فروری ۱۸۸۸ء کو ایک خط بنام مرزا احمد بیگ لکھا:

مکرم مخدومی اخویم مرزا احمد بیگ سلمہ اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمتہ اللہ

ابھی ابھی مراقبہ سے فارغ ہوا تھا کہ کچھ غنودگی غشی طاری ہوئی۔ نیند کی حالت میں خدا کی طرف سے یہ حکم ملا ہے کہ مرزا احمد بیگ کو مطلع کر دیں کہ وہ اپنی بڑی لڑکی محمدی بیگم کا نکاح مجھ

سے کردیں۔ یہ مرزا احمد بیگ کے حق میں خیر و برکت ہوگی۔ ہماری طرف سے انعام واکرام بارش کی طرح نازل ہوں گے اور غربت تنگی سختی دور کردی جائے گی اور ہمارے قہر سے بچ جائے گا۔ بس میں نے حکم خداوندی تم تک پہنچا دیا ہے۔ اس خدا کے رحم وکرم سے حصہ پاؤ۔ اس کی بے بہا نعمتوں کے خزانے تم پر کھولے جائیں گے۔ میں اپنی طرف سے بھی عرض کرتا ہوں کہ میں آپ کا ہمیشہ ادب عزت احترام کرتا رہوں گا۔ میں آپ کو ایک دیندار بزرگ تصور کرتا ہوں۔ اگر آپ زمین کے ہبہ کی بابت لکھو گے تو میں آکر دستخط کر جاؤں گا۔ اس کے علاوہ عزیز محمد بیگ کے لئے پولیس میں بھرتی کرانے اور اعلیٰ عہدہ دلانے کی خالص کوشش وسفارش حکومت برطانیہ سے کردی ہے اور اس کا رشتہ میں نے ایک امیر آدمی جو میری امت میں میری عقیدت رکھنے والا ہے کردیا ہے۔ اللہ کا فضل آپ کے شامل حال ہو۔ فقط! خاکسار غلام احمد عفی عنہ

دوسرا خط

پوری تفصیل کے لئے (آئینہ کمالات اسلام ص۵۷۴، خزائن ج۵ ص۵۷۴) مرزا غلام احمد میں یہ خط اپنے پروردگار کے حکم سے لکھ رہا ہوں۔ اپنی مرضی سے نہیں آپ میرے اس خط کو اپنے خاص صندوق میں محفوظ رکھیں۔ یہ خط بڑے سچے اور امین کی جانب سے ہے۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں اس میں سچا ہوں اور جو کچھ میں نے وعدہ کیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور میں نے جو کہا ہے وہ اپنی طرف سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے بذریعہ الہام کہلوایا ہے اور یہ مجھے میرے پروردگار کی وصیت تھی۔ اس لئے میں نے اسے پورا کیا۔ ورنہ مجھے آپ کی یا آپ کی دختر محمدی بیگم کی ضرورت نہ تھی۔ اگر میرا یہ دعویٰ جھوٹا ہو سچائی ظاہر نہ ہو تو میرے گلے میں رسی اور پاؤں میں زنجیر ڈال دینا ایسی سخت سزا دینا کہ تمام دنیا میں کسی کو نہ دی گئی ہو۔ یہ خط بنام احمد بیگ کا ۱۳۰۴ھ میں لکھا گیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے محمدی بیگم کو حاصل کرنے کی غرض سے اس کے باپ مرزا احمد بیگ کو دولت عزت زمین اور اس کے لڑکے کو برطانوی پولیس میں اعلیٰ عہدہ دلانے کا بھی وعدہ کیا تھا۔

وضاحت مصنف کتاب راؤ شمشیر علی خان

قارئین کتاب غور وفکر سے مرزا قادیانی کا عشق دیکھو کہ محمدی بیگم کے عشق میں ایسے ایسے جھوٹے دعوے الزام خداوند عالم کی پاک ذات پر لگائے۔ الہام ہونے اور خداوند عالم کی طرف سے حکم بنا کر غلط بیان دیئے۔ ایسے انسان سے خداوند عالم کے پیغمبر ﷺ کیسے سچائی پر مبنی رہ

سکتے تھے۔جس نے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک پر جھوٹ بولا۔

محمد ﷺ کی ختم نبوت پر حملے کئے۔ حضرت عیسیٰ وحضرت موسیٰ وحضرت ابراہیم علیہم السلام جیسے جلیل القدر پیغمبروں کی شان میں غلط الفاظ بیان کہے۔مرزا قادیانی کا یہ جھوٹ پیش گوئی غلط ثابت ہوئی۔ کیونکہ مرزا قادیانی لاہور میں فوت ہوا اور پاخانہ میں مرا۔اس کے بعد بھی محمدی بیگم زندہ رہی۔اس کا خاوند مرزا سلطان احمد بیگ کافی عرصہ تک زندہ رہے۔حالانکہ مرزا قادیانی کہتا تھا کہ اڑھائی سال کے بعد محمدی بیگم کا خاوند اور تین سال بعد والد فوت ہو جائے گا۔ یہ جھوٹ ثابت ہو چکا ہے۔محمدی بیگم کا نکاح مرزا سلطان محمد سے ہوا۔ان کے ہاں اولاد بھی ہوئی۔ بہت عرصہ تک وہ زندہ رہے۔نہ محمدی بیگم کا نکاح مرزا قادیانی سے ہوا۔یہاں تک کہ محمدی بیگم اور اس کا خاندان مرزا قادیانی کی اس جھوٹی نبوت پر ایمان بھی نہ لائے اور محمدی بیگم مرزا قادیانی کو شیطان ابلیس کے نام سے پکارا کرتی تھی اور محمدی بیگم مرزا قادیانی کی موت کے بعد بھی عرصہ تک زندہ رہی۔ یہ تمام جھوٹ تھا۔ جو مرزا قادیانی نے محمدی بیگم کے عشق میں ڈوب کر غلط بیان دیئے۔ قارئین کتاب اور مرزا قادیانی کی امت خود سوچ لے۔

ایسے مجنون پاگل انسان کو اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ماننا کتنا بڑا گناہ ہے کہ اس مجنون عشق محمدی بیگم میں ڈوبے ہوئے انسان نے اپنی بڑی بڑی کتابوں میں نبوت رسول اور صاحب شریعت ہونے کے کتنے بلند بانگ دعوے کئے ہیں کہ آج تک یہ جھوٹا نقارہ بج رہا ہے۔

ایسی غلط جھوٹی نبوت زبردستی روپیہ دولت عہدے لالچ کے سوا اور کیا ہوسکتی ہے۔جس کی قدر قیمت کوئی نہیں یہ ایک انگریزی چال تھی۔ جو ہندوستان میں اپنی حکومت کو مضبوط بنانے کی غرض سے چلی تھی۔ نہ آج ہندوستان پر انگریزی حکومت رہی اور نہ ہی انشاءاللہ یہ فتنہ مسیلمہ کذاب باقی رہے گا۔اللہ تعالیٰ اپنے دین اپنے حبیب رسول اللہ ﷺ کا تحفظ خود فرماتے ہیں۔ایسے مجنون آدمی کو اگر کوئی کافر نہ مانے تو وہ خود کافر ہے۔ ذرا ہم آپ سے ہی دریافت کرتے ہیں کہ جو شخص مسیلمہ کذاب کو کافر نہ کہے تو آپ اس کو کیا کہیں گے۔ جو انسان قرآن مجید حدیث نبویؐ اور محسن انسانیت ﷺ کے خلاف غلط بیان دے تو کیا آپ ایسے شخص کو پاگل نہیں کہیں گے تو کیا کہیں گے۔

اگر کوئی بت پرستی کرتا ہے تو اس کو آپ کافر نہیں تو کیا کہیں گے۔اس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ دنیا میں نازل ہونے والے عقیدہ کو جھٹلانا اور اپنے آپ کو عیسیٰ علیہ السلام ظاہر کرنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے عقیدہ کے مطابق ماردینا اور سری نگر کشمیر میں ان کی قبر بھی جھوٹی ثابت کر دینا کس مقام تک جھوٹ ہے۔ پھر بھی اگر کوئی اپنے دل دماغ سے نہ

سوچے۔ تو اس میں دین فطرت کا کوئی قصور نہیں ہے۔

عشق محمدی بیگم کے لئے مرزا غلام احمد نے اپنے لڑکے فضل احمد سے اس کی بیوی کو طلاق دلوانے کا بندوبست کیا۔ کیونکہ مرزا شیر علی کی لڑکی کی شادی مرزا قادیانی کے لڑکے سے ہوئی تھی اور محمدی بیگم مرزا شیر علی کی ہمشیرہ کی لڑکی تھی۔ نہ جانے مرزا قادیانی نے اپنے نفس عشق کے لئے کیا کیا حربے استعمال کئے۔ دولت، عہدے، زمین ہر چیز پیش کی گئی۔ پھر اپنے لڑکے سے ناحق عزت بی بی کو طلاق کا بہانہ بنایا گیا۔ دوسرے مسلمان ہندو عیسائی تمام اس جھوٹی پیشین گوئی کے منتظر تھے کہ دیکھو یہ جھوٹ کہاں تک جا کر ظاہر ہوتا ہے۔

مرزا قادیانی کی پوری زندگی میں محمدی بیگم اس کو نہ ملی۔ مرزا قادیانی کے انتقال کے بعد بھی محمدی بیگم زندہ رہی اور اپنے اصل شوہر کے ہاں ان کے نکاح میں رہی۔ مرزا قادیانی کی یہ پیشین گوئی جھوٹ ثابت ہوئی کہ محمدی بیگم میرے نکاح میں آئے گی اور محمدی بیگم کا باپ اور خاوند تین سال میں مر جائیں گے۔ وہ بھی کئی سالوں تک زندہ رہے۔ یہ بھی سفید جھوٹ تھا۔ مرزا قادیانی نے اعلان کر دیا کہ میرا نکاح آسمان پر اللہ تعالیٰ نے محمدی بیگم سے پڑھ دیا ہے۔ یہ بھی عجیب بات ہے کہ محمدی بیگم کا خاوند زندہ ہے اور پھر نہ جانے کون سے قانون سے بغیر طلاق کے محمدی بیگم کا نکاح مرزا قادیانی اپنے ساتھ کرنا ظاہر کرتے رہے۔ محمدی بیگم کا عقیدہ اہل سنت وجماعت تھا وہ مرزا قادیانی کی نبوت پر ایمان نہیں رکھتی تھی بلکہ جھوٹا کہہ کر پکارتی رہی۔

مرزا قادیانی کا ایک لڑکا فضل احمد بھی اس بناسپتی نبوت پر ایمان نہیں لایا۔ بلکہ وہ مسلمان حالت میں دنیا سے گیا۔ فضل احمد کی نماز جنازہ مرزا غلام احمد قادیانی نے نہیں پڑھائی۔ جواب یہ دیا کہ میرا بیٹا فضل احمد میری نبوت پر ایمان نہیں رکھتا اس لئے وہ مسلمان نہیں۔

جب مرزا غلام احمد قادیانی خود اپنی کتابوں میں لکھتا ہے کہ جو قوم میری نبوت پر ایمان نہیں لاتی وہ پکی کافر ہے۔ کیا ہم قادیانی امت سے یہ پوچھ سکتے ہیں کہ جب دنیا میں دوسرے پیغمبر نازل ہوئے ان کی تعلیم اسی قوم تک رہی۔ جیسے موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل تھی۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ایسا کرنے پر قادر ہے۔ جب عیسیٰ علیہ السلام کو نبوت ملی۔ آپ کی قوم عیسائی ہوئی۔ بنی اسرائیل نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ مانا۔ وہ یہودی رہے۔ جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مان لیا وہ عیسائی بن گئے۔ پھر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ختم نبوت کا آخری چراغ لے کر دنیا پر اپنی نبوت کی روشنی پھیلاتے ہوئے نازل ہوئے۔ جو لوگ آپ ﷺ کی ختم نبوت پر ایمان لے آئے وہ مسلمان

کہلائے۔ یہودی اپنی جگہ پر قائم رہے۔ عیسائی اپنی جگہ پر قائم رہے اور اب مسلمان رسول اللہ ﷺ کی امت ہوئی۔ اگر قادیانی امت مرزا غلام احمد کی نبوت کو مانتی ہے تو پھر قادیانی امت مسلمان نہ رہی۔ کیونکہ انہوں نے نئے نبی کو مانا۔ نئے نبی کو ماننے کے بعد قادیانی امت مسلمانوں سے جدا ہوگئی۔ جس طرح یہودی عیسائی اپنے اپنے پیغمبروں کے ساتھ رہے۔ جب نیا نبی دنیا پر نازل ہوا تو نئی قوم بھی ہوئی۔

اس لئے رسول اللہ ﷺ کے بعد جو بھی نبوت کا دعویٰ کرے گا وہ مسلمانوں کی جماعت سے جدا ہوگا۔ چاہے وہ مرزا غلام احمد قادیانی ہو یا پھر مسیلمہ کذاب ہو یا کوئی اور ہو۔ جو انسان بھی رسول اللہ ﷺ کے بعد دعویٰ نبوت کرے گا وہ مسلمان نہیں رہے گا۔ بلکہ نئے دعویٰ دار کی نبوت کے ساتھ وہ ایک جداگانہ امت ہوگی۔ اس لئے اب یہ بات صاف صاف وضاحت سے لکھی ہے کہ قادیانی امت مسلمان نہیں ہے۔ نہ ان کا کوئی رشتہ محمد ﷺ کی ذات سے ہے۔

قرآن مجید، حدیث نبوی ﷺ، فرمان نبوی ﷺ کے مطابق قادیانی امت مسلمان ہرگز ہرگز نہیں ہے۔ ہندوستان پاکستان کے ایک سو نو علماء کرام نے مشترکہ طور پر فتویٰ دیا ہے کہ قادیانی امت کافر ہے۔ ان علماء کرام میں تمام مسلمانوں کے نمائندے تھے۔ دیوبندی، بریلوی، مکتبہ فکر کے تمام علماء کرام کا متفقہ فیصلہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کو ماننے والے کافر ہیں۔ ان کا کوئی رشتہ اسلام سے یا مسلمانوں سے نہیں ہے۔ اب بھی اگر کوئی نہ سمجھے تو اندھا ہی ہوگا۔ جس کو ہاتھی بھی نظر نہیں آتا۔ باقی مرزا قادیانی نے اپنی کتابوں میں یہ بھی لکھا ہے کہ میں نبی ﷺ کے تابع امتی نبی ہوں۔ اس سفید جھوٹ کی وضاحت یہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر فاروقؓ، حضرت علی مرتضیٰؓ کے متعلق فرمایا ہے کہ اگر کوئی میرے بعد نبی ہوتا تو عمر فاروقؓ ہوتا۔ ایک مرتبہ حضرت علیؓ کی بابت بھی فرمایا کہ حضرت علیؓ کی مثال میرے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہارون علیہ السلام جیسی ہے۔ لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ اس فرمان نبوی کے مطابق کوئی انسان بھی دعویٰ نبوت کرے گا وہ کافر دجال کذاب ہوگا۔

امت محمدیہ ﷺ کے چند علماء کرام نے اپنے وقت کے بڑے علماء سے پوچھا کہ عمر بن عبدالعزیز خلافت راشدہ کے پورے طریقے پر قائم رہے۔ خلافت راشدہ کا زمانہ یاد آنے لگا تھا۔ اب بتاؤ کہ عمر بن عبدالعزیز کا درجہ اور صحابہ کرام کے درجات میں کتنا فرق ہے۔

علماء امت نے پوری حدیث نبوی ﷺ دیکھ کر فرمایا کہ صحابہ کرامؓ کے گھوڑوں کے

پاؤں کی گرد کے برابر بھی عمرؒ بن عبدالعزیزؒ نہیں ہو سکتے۔ جب صحابہ کرامؓ کے درجات اس قدر بلند ہیں تو پھر نبی ﷺ کی شان کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔

میرا عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ جیسے صحابہ کرامؓ تو امتی رہے اور چودھویں صدی کے ایک کذاب نے جھوٹا دعویٰ کر کے اپنے آپ کو امتی نبی ظاہر کیا۔ ایسے جھوٹے لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب نازل ہوتا ہے۔ قرآن مجید، حدیث نبوی ﷺ کی روشنی میں یہ صاف واضح ہو جاتی ہے کہ جو قوم رحمت دو عالم ﷺ کو ''لا نبی بعدی'' آخری نبی تصور نہیں کرتی وہ مسلمانوں سے کٹ جاتی ہے۔ قادیانی امت کی مثال بھی ایسی ہے کہ ان کے بیان اور عقائد کی تفسیر سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ امت جدید مرزا قادیانی کی نبوت کو تسلیم کرتی ہے۔

اس لئے امت محمد ﷺ کا چودہ سو سال سے پختہ عقیدہ ہے کہ محبوب خدا ﷺ نبوت کے آخری فرد تھے۔ آپ ﷺ کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ جو آپ ﷺ کی نبوت کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے گا وہ مسیلمہ کذاب کا چیلہ ہوگا۔ پھر قادیانی امت کے عقائد عقیدت پر غور سے نظر ماری جائے تاکہ اصل بات سمجھ میں آجائے۔ مرزا بشیرالدین محمود خلیفہ قادیانی اپنی کتاب آئینہ صداقت ص ۳۵ پر لکھتا ہے:

''کل مسلمان جو مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے، خواہ انہوں نے مسیح کا نام بھی نہ سنا ہو وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔'' پھر لکھا کہ: ''ہر ایسا شخص جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبی مانتا ہو اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہیں مانتا۔ یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تو نبی مانتا ہو لیکن محمد ﷺ کو نبی نہیں مانتا۔ یا پھر محمد ﷺ کو تو نبی مانتا ہو اور مرزا قادیانی مسیح موعود کو نہیں مانتا۔ وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر ہے اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔''

(کلمۃ الفصل ریویو آف ریلیجنز ص ۱۱۰)

ہم احمدی مرزا قادیانی کو نبی مانتے ہیں۔ لیکن غیر احمدی مرزا کو نبی نہیں مانتے۔ اس لئے مرزا قادیانی کو نبی نہ ماننا بھی کفر ہے۔

(بیان عدالت جج گورداسپور بشیرالدین محمود اخبار الفضل مورخہ ۲۶، ۲۹ / جون ۱۹۲۲ء)

قادیانی مذہب مسلمانوں سے جدا ہے۔ مرزائی امت کا عقیدہ ہے کہ ہمارا خدا ہمارا قرآن مجید ہماری نماز روزہ ہر چیز مسلمانوں سے جدا ہے۔ مسیح قادیانی نے کہا کہ مسلمانوں کا اسلام اور ہے اور ہمارا اور ہے۔ مسلمانوں کا خدا اور حج بیت اللہ اور ہے۔ ہمارا خدا اور حج بیت اللہ اور

ہے۔اسی طرح مسلمانوں سے ہر بات میں اختلاف ہے۔

الفضل مورخہ ۳۰/جولائی ۱۹۳۱ء میں خلیفہ قادیان کی تقریر شائع ہوئی کہ قادیانی مسیح نے سختی سے تاکید فرمائی کہ کسی احمدی کو غیر احمدی کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہئے۔ باہر سے لوگ خط لکھ کر بار بار پوچھتے ہیں میں بار بار جواب دیتا ہوں کہ غیر احمدی کے پیچھے احمدی کی نماز جائز نہیں ہے۔ (انوار خلافت ص ۸۹)

ہمارا فرض ہے کہ ہم غیر احمدیوں کو مسلمان تصور نہ کریں اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔ کیونکہ ہمارے عقیدہ کے مطابق وہ مرزا قادیانی کی نبوت کے منکر ہیں۔

(انوار خلافت ص ۹۳)

قادیانی مسیح نے اس احمدی پر سخت ناراضگی کا اظہار کیا ہے جس احمدی نے اپنی لڑکی کی شادی کسی غیر احمدی سے کی ہو۔ یہاں تک فرمایا کہ اپنی لڑکی کو گھر میں بٹھائے رکھو۔ لیکن غیر احمدیوں میں نہ دو۔

مرزا قادیانی کی وفات کے بعد خلیفہ قادیانی نے بھی اس احمدی کو امامت سے ہٹا دیا اور جماعت سے خارج کر دیا۔ جس نے غیر احمدی کو اپنی لڑکی دی۔ چھ سال تک اس احمدی کی توبہ قبول نہ کی۔ حالانکہ وہ بار بار توبہ کرتا رہا۔ (انوار خلافت ص ۹۳،۹۴)

قادیانی مسیح نے غیر احمدیوں کے ساتھ وہی سلوک رکھا جو نبی کریم ﷺ نے عیسائیوں کے ساتھ رکھا۔ غیر احمدیوں سے ہماری نمازیں جدا ان کو لڑکیاں دینا حرام، ان کے جنازے پڑھنے سے منع کیا گیا۔ (کلمۃ الفصل ریویو آف ریلیجنز ص ۱۶۹۰)

آج پوری امت محمد ﷺ کی آنکھوں کے سامنے سے یہ پردہ ہٹ چکا ہے کہ قادیانی جماعت کا تعلق مسلمان قوم سے نہیں ہے۔ کیونکہ میں نے جو عبارت درج کی ہے اس کو غور سے پڑھنے کے بعد ہر انسان اس نظریہ پر آئے گا کہ جب قادیانی امت اپنے عقیدے کے مطابق ہر مسلمان کو جو محمد ﷺ کی ختم نبوت پر ایمان رکھتا ہو کافر قرار دیتی ہے۔ پھر کون سی وجہ ہے کہ ہم مسلمان مرزائیوں کو اپنی جماعت سے خارج نہ کریں۔

اور قادیانی امت کے وہ عقائد ہیں جو مسلمانوں کی جماعتوں کے شیرازے کو بکھیر دیتے ہیں۔ اسی لئے اگر ہم پچانوے کروڑ مسلمان اپنے پیغمبر ﷺ کی ختم نبوت کے تحفظ کے لئے قادیانی جماعت کو اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کرتے ہیں تو ہم حق پر ہیں۔ ہمارا مقصد قادیانی جماعت کو پاکستان سے نکالنا نہیں ہے۔ ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ اس کو ایک جداگانہ جماعت اقلیت

قرار دیا جائے جیسے عیسائی، یہودی، بدھ مذہب اور دیگر مذہبی قومیں ہیں۔ یہ کوئی بھی مسلمان برداشت کرنے کو تیار نہیں ہے کہ مرزائی امت محبت تو کرے مرزا قادیانی سے قبلہ تصور کرے قادیان کو اور مسلمانوں کے ساتھ شادی نماز عبادت میں بھی شامل نہ ہو اور رسول مقبول ﷺ کی ختم نبوت سے بھی انکار کرے۔ ایسے بے دین فرقہ کو اسلام میں شامل کرنا کتنا بڑا ظلم ہے۔

عالم اسلام کے مسلمانوں پر پھر ہمارے نادان لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ مسلمانوں میں بھی دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث فرقے ہوگئے ہیں۔ یہاں میں پوری وضاحت سے لکھوں گا کہ ان جماعتوں کا معاملہ تعلق مرزائیوں کی طرح نہیں ہے۔ ایک دیوبندی کی نماز بریلوی کے پیچھے ہو جاتی ہے۔ اس طرح ہم اہل سنت لوگ بھی اہل حدیث امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں۔ جیسے مکہ مدینہ کی مسجدوں کے امام اہل حدیث ہیں۔ ہم کروڑوں مسلمان اہل سنت بھی ان کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں۔ ان تین جماعتوں کے نظریئے مختلف ہوں گے لیکن تعلق اسلام یکساں ہے۔ تینوں جماعتیں رسول اللہ ﷺ کو آخری نبی تصور کرتی ہیں۔

ہم ان تینوں جماعتوں میں سے کسی بھی جماعت میں رہ کر بھی مسلمان ہیں۔ لیکن قادیانی امت اپنے آپ کو جداگانہ امت تصور کرتی ہے۔ پھر قادیانی مبلغ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم یورپ وامریکہ میں دین اسلام کی اشاعت کرتے ہیں۔ دوسری کوئی جماعت اتنا کام نہیں کرسکتی۔ اس بے بنیاد دعویٰ کی تفصیل ان الفاظ میں درج کرنا ضروری ہے۔ راقم کتاب پندرہ سال سے یورپ میں اشاعت دین کا کام کررہا ہے۔ کسی قادیانی کے فریب میں کوئی عیسائی یہودی نہیں آیا۔ یہ صرف ہمارے نادان دوستوں کو عورت دولت عزت کا لالچ دے کر مرزائیت کا طوق پہنا دیتے ہیں۔ پھر ان کی تبلیغ سے ظفر اللہ خاں نے کون سا فائدہ پاکستان کو پہنچایا ہے۔ جب تک وہ وزیر خارجہ رہے، سوائے مرزائیت کی اشاعت کے انہوں نے کوئی کام بھی نہیں کیا۔ صرف مرزا قادیانی کے اس جھوٹے دین کو یورپ میں پھیلاتے رہے۔

سابقہ پاکستانی حکمران یہ بھی خیال کرتے تھے کہ قادیانی امت کے اثرات امریکہ، برطانیہ پر ہیں۔ اس لئے پاکستان کی مالی امداد کے لئے لازم ہے کہ ہم امریکہ، برطانیہ کے لاڈلے بیٹے کے ساتھ کوئی جھگڑا فساد نہ کریں۔ دین ایمان بے شک ضائع ہو جائے مگر قادیانی بے دین امت کے خلاف کوئی آواز نہ نکالی جائے۔ اس بے اثرات کی وضاحت بھی ضروری ہے۔

امریکہ، برطانیہ وہ مکار حکومتیں ہیں جن کی مثال زہریلے بچھو کی طرح ہے۔ ضرورت کے وقت گدھے کو باپ بنا لینا اور ضرورت نہ ہونے پر اپنے باپ کو بھی ٹال دینا۔ پھر یہ قومیں کسی

بھی ملک یا فرد سے محبت نہیں کرتیں۔ یہ اپنا فائدہ دیکھتے ہیں کہ کون سی بات میں ان کا فائدہ ہے۔ ہندوستان پر حکومت کرنے کے لئے ان کو مرزا قادیانی، امین چند، نتھو رام، جعفر طارق، رنجیت سنگھ کی ضرورت تھی۔ جب ان کا مقصد پورا ہو گیا تو اپنے ان نمک حلال غلاموں کو بھی اپنی مریدی سے نکال دیا۔ آج مطلب پرست لوگوں کی بات بھی سننے کو تیار نہیں ہیں۔

ہمارے حکمران کا یہ خیال بھی درست نہیں ہے کہ امریکہ، برطانیہ مرزائیت کے تاثرات سے ہماری مالی امداد کرتے ہیں۔ یہاں ہم ایسی کئی مثالیں پیش کر سکتے ہیں لیکن کتاب کے اصل مضمون کو چھوڑنا نہیں چاہتے۔ یورپ، امریکہ، روس، فرانس، برطانیہ قادیانی امت یہ تمام قومیں مسلمانوں کی پرانی دشمن ہیں۔ ان کی محبت دشمنی دونوں مسلمانوں کو مرکز سے جدا کرنے کی دعویدار ہیں۔ پھر دنیا عالم کے ایک ارب مسلمانوں کے مقابلہ میں ان چند افراد کو خوش کر کے امریکہ برطانیہ یہ تجارت نہیں کر سکتا۔ وہ وقت گزر چکا ہے جب برطانیہ کو ایسے نمک حرام لوگوں کی ضرورت تھی۔ جو قوم سے غداری کریں اور برطانیہ کے حق میں فتویٰ دیں کہ انگریز حکومت کے خلاف جہاد کرنا حرام ہے۔ کیونکہ یہ حکومت ہندوستانی قوموں کے لئے رحمت خاص ہے۔

تمام دنیا عالم کے ایک ارب مسلمان ختم نبوت ﷺ پر ایمان رکھتے ہیں اور آنحضرت ﷺ کے بعد جو بھی دعویٰ نبوت کرے گا اس کو ہم دجال کذاب کے نام سے یاد کریں گے۔ چاہے وہ انسان مسیلمہ کذاب ہو یا مرزا غلام احمد قادیانی ہو۔ چاہے دوسرا کوئی شخص۔ دور نبوت سے لے کر صحابہ کرامؓ تک ایسے جھوٹے کذابوں کو قتل کیا جاتا رہا۔ اب وہ مقدس صحابہؓ والے جذبات رکھنے والے لوگ دنیا میں نہ رہے۔ دور خلافت اسلامیہ میں ایسے گندے ناسوروں کو کاٹ کر پھینک دیا جاتا رہا۔

آج ہم جیسے لوگ دنیا میں موجود ہیں۔ جن کے دل میں محبت رسول اللہ ﷺ تو پوری ہے مگر وہ اس فتنے کا مقابلہ اس طرح نہیں کر سکتے جیسے حضرت ابو بکر صدیقؓ نے مسیلمہ کذاب کے ساتھ کیا تھا۔ قادیانی امت پاکستان میں مسلمان حکومت کے مقابلہ میں برطانوی عیسائی حکومت کو زیادہ پسند کرتی ہے۔ تجربہ گواہ ہے غور سے دیکھو تاریخ ۱۹۴۵ء سے لے کر ۱۹۵۱ء تک قادیانی امت نے اپنے انگریز آقا کی حکومت کو ہندوستان پر قابض رکھنے کے لئے پوری امداد بھی کی۔

قادیانی کذاب کے والد نے برطانیہ کی کس طرح امداد کی۔ اس کی پوری تفصیل میں اپنی دوسری کتاب عقیدہ ختم نبوت میں لکھ چکا ہوں۔ قادیانی اسلام قرآن مجید، حدیث نبوی کے نام پر اپیل کرتے ہیں۔ لیکن عملی زندگی یہ ہے کہ مسلمانوں کو یورپین عیسائی حکومت کے جال میں

پھنسا کر ان کی بے بسی کا تماشہ دیکھیں۔ یہ قوم جس طرح عیسائی بادشاہوں کی پوجا کرتی ہے ان کی تفصیل لمبی ہے۔ لیکن چند حوالے درج ذیل ہیں۔ شاید کسی کی سمجھ میں یہ بات آ جائے۔

(ملفوظات احمدیہ جلد اوّل ص۳۱۲) پر مرزا قادیانی کی تحریر ان الفاظ میں درج ہے:

’’ہم پر اس برطانیہ گورنمنٹ کے ہم احمدیوں پر اس قدر احسان ہیں کہ اگر ہم یہاں سے نکل جائیں تو پھر ہمارا نہ مکہ مدینہ میں گزارا ہوسکتا ہے نہ قسطنطنیہ ترکی میں۔ پھر یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ ہم اس حکومت کے برخلاف کوئی خیال بھی اپنے دل میں رکھیں۔‘‘

’’میں اپنے کام کو نہ مکہ مدینہ میں اچھی طرح چلا سکتا ہوں نہ روم شام ایران نہ کابل میں۔ مگر اس گورنمنٹ برطانیہ میں جس کے اقبال کے لئے دعا کرتا ہوں۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات ج۲ص۳۷۰)

دوسری کتاب (تبلیغ رسالت جلد ششم ص۶۹، ج۱۰ص۱۲۳، مجموعہ اشتہارات ج۳ص۵۸۴ ملخص) پر یہ عبارت مرزا قادیانی کی لکھی ہوئی درج ہے۔

یہ سوچو کہ اگر تم اس گورنمنٹ کے سایہ سے باہر نکل جاؤ تو پھر تمہارا کہاں ٹھکانا ہے۔ ایسی سلطنت کا بھلا نام تو لو جو تم کو اپنی پناہ میں لے۔ ہر ایک اسلامی سلطنت تمہارے قتل کرنے کے لئے دانت پیس رہی ہے۔ کیونکہ ان کی نگاہ میں تم کافر مرتد ٹھہر چکے ہو۔ سو تم اس خداداد نعمت کی قدر کرو اور پوری طرح سمجھ لو کہ خداتعالیٰ نے سلطنت برطانیہ تمہاری بھلائی کے لئے اس ملک ہندوستان پر قائم کی ہے۔ اگر اس سلطنت پر کوئی آفت مصیبت آئے وہ آفت تمہیں بھی نابود کر دے گی۔ ذرا کسی اور سلطنت کے زیر سایہ رہ کر دیکھو کہ تم سے کیا سلوک کیا جاتا ہے۔ سو انگریزی سلطنت تمہارے لئے رحمت ہے۔ برکت ہے خدا کی طرف سے تم دل وجان سے اس رحمت کی قدر کرو اور ہمارے مخالف جو مسلمان ہیں ان مسلمان حکومتوں سے ہزار درجہ بہتر ہے۔ یہ برطانیہ حکومت ہے یہ تم کو بے عزت نہیں کرتی۔

دوسرا مضمون مرزا غلام احمد قادیانی کا جو۱۳ر ستمبر۱۹۱۶ء کو الفضل اخبار میں چھپا:

ایرانی حکومت نے جو سلوک مرزا علی محمد باب بانئ فرقہ بابیہ اور اس کے مریدوں کے ساتھ محض مذہبی اختلاف کی وجہ سے کیا اور جو ظلم وستم اس فرقے پر توڑے گئے وہ عقلمند لوگوں سے مخفی نہیں جو قوموں کی تاریخ پڑھتے ہیں۔

پھر ترکی جو یورپ کی سلطنت کہلاتی ہے جو برتاؤ بہاء اللہ فرقہ بابیہ بہائیہ اور ان کے مریدوں سے ۱۸۸۳ء سے ۱۸۹۲ء تک کیا کہ پہلے ترکی میں پھر مکہ کے جیل خانوں میں کیا۔ وہ دنیا

کے عقلمند لوگوں سے مخفی نہیں۔ دنیا عالم میں تین بڑی حکومتیں مسلمانوں کی ہیں۔ ٹرکی، افغانستان، ایران۔ ان تینوں مسلمان حکومتوں نے جو سلوک دوسرے مذہب والوں سے کیا ہے وہ احمدی جماعت کی آنکھیں کھول دینے کے لئے کافی ہے۔ اس لئے احمدیوں کی آزادی تاج برطانیہ کے ساتھ وابستہ ہے۔ لہٰذا تمام سچے احمدی جو مرزا قادیانی کو مامور من اللہ اور مقدس انسان تصور کرتے ہیں ان کے لئے برٹش گورنمنٹ کا سایہ رحمت فضل ایزدی ہے۔

قارئین کتاب! اس عبارت کو غور سے پڑھیں کہ مسلمانوں کی حکومتیں جہاں ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کا کلمہ پڑھا جاتا ہے وہ تو قادیانی امت کے لئے رحمت خداوندی نہیں۔ لیکن عیسائی حکومت جو کہ انسانوں کے خون سے سیراب ہو کر بنائی گئی جو ایک خدا کو تین جگہ تقسیم کر دیتے ہیں ایسی حکومت احمدی جماعت کے لئے رحمت خداوندی ہے۔ جو حکومت زہریلے مچھروں کی طرح دوسری قوم کا خون چوستی رہی ہے پھر قادیانی امت آج بھی پاکستان میں اپنی جدا حکومت قائم کرنے کی تمنا رکھتی ہے۔ جس کے ثبوت میں خلیفہ قادیانی کا خطبہ ۱۳/اگست ۱۹۴۸ء کو کوئٹہ بلوچستان میں دیا گیا۔

پھر ۱۹۶۵ء کی جنگ بھارت و پاکستان تمام قادیانیوں کی حقیقت کھول دیتی ہے۔ پھر کون سی وجہ ہے کہ ہم اہل پاکستان کو مرزائیت کو اقلیت قرار دینے سے روکا جاتا ہے۔

ہمارے وہ نادان دوست جو اسلامی زندگی سے واقفیت نہیں رکھتے کہہ دیتے ہیں کہ احمدی جماعت بہت منظّم اور مالدار جماعت ہے۔ مال سے تبلیغ بھی کرتے ہیں۔ میں ان دوستوں کی بینائی تیز کرنے کی غرض سے یہاں مرزا قادیانی کی ایک درخواست جو حکومت برطانیہ کو دی گئی تھی اس کی عبارت درج کرتا ہوں۔ یہ درخواست ۲۸/اکتوبر ۱۹۰۲ء میں پیش کی گئی۔ الفاظ یہ ہیں: (تریاق القلوب ضمیمہ نمبر۳ ص ب، خزائن ج۱۵ ص ۴۸۸، ۴۸۹) عاجزانہ درخواست کے الفاظ یہ ہیں:

''میں بیس سال سے اپنے دلی جذبات کے جوش سے ایسی کتابیں عربی، اردو، فارسی، انگریزی میں شائع کرتا رہا ہوں جن میں بار بار لکھا ہے کہ مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اس سچی خیر خواہ حکومت کے ساتھ دلی جانثاری سے خیر خواہ رہیں اور جہاد خونی مہدی کے انتظار وغیرہ بے سودہ خیالات جو قرآن مجید سے ثابت نہیں، دست بردار ہو جائیں۔ اگر وہ اس عقیدے کو چھوڑنا نہیں چاہتے تو پھر کم از کم ان کا فرض ہے کہ اس محسنۂ گورنمنٹ برطانیہ کے ناشکر گزار نہ بنیں اور نمک حرامی سے خدا کے گنہگار نہ ٹھہریں۔

اب میں اپنی محسن گورنمنٹ کی خدمت میں جرأت سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ وہ میری خدمت ہے جس کی مثال نظیر برٹش انڈیا میں ایک بھی اسلامی خاندان پیش نہیں کر سکتا۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ اس قدر بیس برس کے زمانہ میں اتنی خیرخواہی کرنا کسی منافق کا خودغرض کا کام نہیں ہے۔ بلکہ ایسے نیک شخص کا کام ہے کہ جس کے دل میں حکومت برطانیہ کی سچی خیرخواہی ہے۔ میں اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ میں نے تمام لوگوں کو برطانیہ کی خیرخواہی کی دعوت دی ہے۔''

مرزا قادیانی نے ایک خط بنام ملکہ وکٹوریہ انگلستان کو لکھا۔ اس کی عبارت یہ ہے:

''اے ملکہ انگلستان! زمین کا نور تو ہے۔ آسمان کا نور میں ہوں۔ نور نور کو کھینچتا ہے۔ تیرے پاک نور نے مجھے آسمان سے زمین پر کھینچ لیا ہے۔ مجھے یہ نبوت تیرے نور کے صدقہ میں ملی ہے۔'' (ملخص ستارہ قیصرہ ص۵، خزائن ج۱۵ ص۱۱۷)

پنڈت جواہر لال نہرو کے والد موتی لال نہرو نے الہ آباد کے ایک جلسہ میں خطاب کرتے ہوئے قوم کو کہا کہ مسلمانوں کی تمام جماعتوں میں اگر کوئی ہماری ہمدردی اور ہمارے بھروسے کی جماعت ہے وہ مرزا غلام احمد قادیانی کی جماعت ہے۔ اسی طرح یہ جماعت کبھی برطانیہ سے کبھی پنڈت جواہر لال نہرو سے اپنے خفیہ معاہدے کرتی رہی۔

اس بے دین مرتد جماعت کے خلاف ہمارے بزرگ پیر مہر علی شاہ گولڑہ شریف والوں نے جہاد کیا اور محترم مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری اور راقم کے پیر بھائی سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ، حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ اور خاص طور پر میرے مرشد شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ نے اپنی پوری زندگی اس قادیانی جماعت کے خلاف قائم رکھی۔ اپنے مریدوں کو یوں فرمایا کرتے تھے کہ:

میرے عزیزو! بھائیو!! تم اگر چاہتے ہو کہ تمہاری نجات ہو جائے تو رسول اللہ ﷺ کی ختم نبوت کی حفاظت کرو۔ یہ وظیفہ تمہاری نجات کرادے گا۔ مولانا جالندھریؒ، سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو جب انگریزی حکومت جیل خانہ میں ڈال دیتی تو ان کی پیروی خود حضرت رائے پوریؒ کرتے تھے۔ ۱۹۵۲ء تحریک ختم نبوت لاہور میں خود حضرت ان حضرات سے جیل خانہ میں ملنے جایا کرتے تھے۔

منافقانہ چال

انگلستان سے راقم الحروف نے اپنی ایک کتاب دیار حبیب ﷺ میں صاف لکھا ہے کہ

احمدی جماعت امت محمدیہ کے عقیدہ کے مطابق اسلام سے خارج ہے۔اس بے دین جماعت کا داخلہ مکہ مدینہ میں ممنوع ہے۔

لیکن گزشتہ کئی سالوں سے ظفراللہ خان اوران کی جماعت نے منافقانہ لبادہ پہن کر اپنے آپ کومسلمان ظاہر کر کے مکہ مدینہ گئے۔ان دنوں یہ فقیر بندہ بھی وہاں تھا۔وہاں ان کے خلاف آواز اٹھائی۔پھر پاکستان میں جماعت ختم نبوت کے امیر مولانا محمد علی جالندھریؒ کوتمام داستان سنائی۔انہوں نے سعودی حکومت کو لاتعداد تار دیئے۔سینکڑوں کی تعداد میں پورے پاکستان کے علماء کرام نے خطوط بھی بادشاہ فیصل کو لکھے۔

اگر قادیانی امت منافقانہ کمبل اوڑھ کر مکہ مدینہ نہ جائے تو ان کو وہاں جانے کی اجازت نہیں ہے۔لیکن یہ لوگ اس قدر منافق ہیں کہ عبداللہ بن ابی سے بھی آگے بڑھے ہوئے ہیں۔کمال یہ ہے کہ بادشاہ فیصل کے ساتھ ظفراللہ خاں ٹھہرا ہوا تھا۔لیکن بادشاہ کو یہ بھی پتہ نہیں دیا کہ ہم ختم نبوت کے قائل نہیں ہیں۔ہمارا مذہب قادیانی ہے اور ہمارا پیغمبر مرزا غلام احمد ہے۔

انگلستان میں مقیم لاتعداد دوستوں نے راقم کو خطوط لکھے کہ آپ نے اپنی کتاب میں کیوں لکھا کہ مرزائیوں کا داخلہ مکہ مدینہ میں بند ہے۔یہ تو ہر سال جاتے ہیں۔ایک دو مرزائیوں نے بھی مجھے لکھا ہے کہ آپ نے غلط لکھا ہے۔میں ان خطوط لکھنے والوں کو بطور ثبوت اصل حقیقت لکھ رہا ہوں تاکہ ان کو تسلی ہو جائے کہ اصل بات کیا ہے۔

۱...... جب انگریزی نبی زندگی بھر میں خود خوف کی وجہ سے حج بیت اللہ نہ کر سکا۔وجہ یہ تھی کہ سعودی عرب پر مسلمانوں کی حکومت تھی۔جن کا عقیدہ صحیح تھا۔وہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے حکم پر اپنی جان قربان کر دینے والے حکمران تھے۔پھر مرزا قادیانی کو اپنے قتل کا خوف بھی تھا۔اس وجہ سے مرزا غلام احمد قادیانی زندگی بھر حج بیت اللہ نہ کر سکا۔

۲...... اب حالات بدل کیوں گئے۔وجہ خاص یہ ہے کہ جب ظفراللہ خاں پاکستان کے وزیر خارجہ تھے اس وقت فیصل بھی سعودی عرب کی طرف سے وزیر خارجہ تھا۔دونوں کی ملاقات پہلے تھی۔بعد میں ظفراللہ خاں کو ۱۹۵۲ء کی تحریک ختم نبوت نے وزارت سے نکال پھینکا۔لاہور کی سڑکوں پر مجاہدین ختم نبوت کا خون پانی کی طرح بہایا گیا۔مگر رنگ لاکر رہا کہ ظفراللہ خاں کی کرسی وزارت کو ہلا کر رکھ دیا۔وہ پاکستان چھوڑ کر اپنے پرانے دوستوں سے جا ملا۔فیصل اپنے بھائی شاہ مسعود کو بادشاہت سے نکال کر خود بادشاہ بن گئے۔ان دونوں کی ملاقات پہلے بھی تھی اب بھی ہے۔

۳...... تیسری بات یہ ہے کہ ظفر اللہ خاں سعودی عرب میں اپنے اوپر بالکل عبداللہ بن ابی بن سلول کا کمبل اوڑھ کر جاتا ہے۔

اگر یہ منافق سچ بولیں کہ ہم قادیانی امت ہیں اور ہمارا یہ عقیدہ ہے تو ان کو سعودی عرب میں داخل نہیں ہونے دیا جائے۔ مگر یہ منافقانہ لباس پہن کر جاتے ہیں اور ان لوگوں نے عبداللہ بن ابی کی سیرت بھی غور سے پڑھ رکھی ہے۔ جب کوئی بات خطرہ والی سامنے آئے تو فوراً عبداللہ بن ابی والا لباس پہن لیتے ہیں۔ جب واپس یورپ میں آتے ہیں تو پھر منافقانہ لباس اتار کر مرزا قادیانی کذاب کا لباس پہن لیتے ہیں۔ اب اگر امت محمدیہ ﷺ اس بے دین مرتد جماعت کے خلاف سچی بات اٹھاتی ہے تو قادیانی امت دعویٰ کرتی ہے کہ ہم نے یورپ میں اسلام کی اشاعت کی اور بڑی تعداد میں مسلمان بنائے۔

ذرا غور فکر سے سوچئے کہ قادیانی امت نے تمام پچھتر سالہ زندگی میں ایک مرتبہ بھی ہمارے رسول اللہ ﷺ کے دین کی اشاعت نہیں کی۔ بلکہ اپنے کذاب نبی مرزا غلام احمد قادیانی کے دین کی اشاعت کی اور امت محمدیہ ﷺ کے بھولے بھالے لوگوں کو دولت عزت عورت کا لالچ دے کر ایمان تک سے محروم کرتے رہے۔

رسول اللہ ﷺ کے معراج شریف سے یہ امت انکار کرتی ہے اور دعویٰ کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بڑی وسیع ہے۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے بعد بھی نبی بھیجتا رہے گا۔ جو لوگ مرزا قادیانی کو نبی تصور نہیں کرتے وہ گمراہ ہیں۔ بے دین ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور بھی نبی بھیجتا رہے گا۔ مرزا قادیانی پر ہی بس نہیں ہے۔ نہ جانے آج چودھویں صدی میں ایسے اندھے لوگ کیوں ہو گئے کہ ان کو سامنے کھڑا ہوا ہاتھی بھی نظر نہیں آتا۔

جو انسان چاند کی طرف منہ کر کے تھوکتا ہے اس کا تھوک اسی کے چہرے پر گرتا ہے۔ چاند کی شان تو بلند ہے۔ اپنا تھوکا اپنے منہ پر کھانے والے اندھے لوگوں کو اللہ تعالیٰ ہدایت عطاء فرمائے۔ آمین صد آمین!

مقصد...... انٹرنیشنل تبلیغی اسلامی مشن انگلستان کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ آقائے دو جہاں ﷺ کی ناموس رسالت ختم نبوت کی حفاظت کی جائے۔ مسیلمہ کذاب کی امت کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو ختم کیا جائے۔ بچوں کو عیسائیت کے تاثرات سے بچایا جائے۔ مرزائیت، عیسائیت سے جو تاثرات ہمارے بچوں پر پڑ رہے ہیں ان کی حفاظت کی جائے۔ لٹریچر سے ہم ہر سال ہزاروں کی تعداد میں پمفلٹ کتابیں چھپوا کر مفت تقسیم کرتے ہیں۔ اگر آپ بھی چاہیں تو ہم

سے ہمارے مشن کی لاتعداد کتابیں پمفلٹ مفت حاصل کر سکتے ہیں۔ ہمارا یہ لٹریچر عربی، اردو، انگریزی میں طبع ہوتا ہے۔

ہم بڑی بڑی کتابیں بھی چھپواتے ہیں اوران کو فروخت کرتے ہیں۔ کتابوں کی آمدنی سے ہم اپنے مشن کے اخراجات پورے کرتے ہیں۔ ہمارے مشن کی کتابیں پڑھنے سے آپ کو دلی سکون اور راحت نصیب ہوگی۔ تجربہ کر کے دیکھ لیں۔ مسلمانوں کی جماعت پر نکتہ چینی کرنا ہمارا اصول نہیں ہے۔ ہماری کتابوں کے نام یہ ہیں:

۱...... دیار حبیب میں کیا دیکھا۔

۲...... دنیا میں جنت۔

۳...... تجارت آخرت۔

۴...... یہ سیرت محسن انسانیت ﷺ ہے۔

۵...... دیار رسول اللہ ﷺ۔

۶...... سیرت محبوب خدا ﷺ۔

۷...... عقیدۂ ختم نبوت۔

۸...... سیرت صحابہؓ

۹...... سیرت حضرت رائے پوریؒ۔

۱۰...... برطانوی مچھر۔

مزید لاتعداد کتب ہم سے خریدیں۔ یہ صدقہ جاریہ ہے جو ہمیشہ رہے گا۔

حقیت چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے
کہ خوشبو کبھی آ نہیں سکتی کاغذ کے پھولوں سے

جب انسان کا دل اندھا ہو جاتا ہے اس کو سامنے کھڑی ہوئی چیز بھی نظر نہیں آتی۔ جیسے ابوجہل بن ہشام، ابولہب بن عبدالمطلب، عبداللہ بن ابی بن سلول کا دل اندھا تھا۔ ان کو اپنے سامنے نور نبوت بھی نظر نہیں آتا تھا۔ اس طرح آج ایسے بے دین لوگ دنیا میں پیدا ہو گئے ہیں کہ ان کو آسمان کی بلندیوں پر چاند بھی نظر نہیں آتا۔ اگر دل اندھا نہ ہوتا تو کم از کم اتنا سوچتے دیکھتے کہ جو صاحب چودھویں صدی میں دعویٰ نبوت کر رہا ہے اس کی اپنی زندگی کا معیار کیا ہے۔ نبوت کا معیار بہت پاکیزہ ہوتا ہے۔ بلند کردار ہوتا ہے۔

اگر کوئی بے دین مجنوں اٹھ کر دعویٰ نبوت کر دے تو کیا ہماری عقل علم اتنا بھی نہیں سوچ

سکتا کہ مدعی نبوت کی عملی زندگی کیا ہے۔ پھر دعویٰ نبوت کرنے والا اگر فریب دے کہ میں رسول اللہ ﷺ کا امتی نبی ہوں۔ کیا اندھے انسان یہ بھی نہیں سوچ سکتے کہ رسول اللہ ﷺ کے پیارے صحابی حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ، حضرت علی مرتضیٰؓ تھے۔ ان پیارے بزرگوں نے یہ دعویٰ نہ کیا کہ ہم امتی نبی ہیں۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو حضرت عمر فاروقؓ ہوتے۔ کیونکہ اب نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ میرے اور قیامت کے درمیان انگلیوں کی طرح فاصلہ ہے۔

ایک مرتبہ حضرت علی مرتضیٰؓ کو فرمایا کہ اے علیؓ تم میرے لئے اس طرح ہو جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ حضرت ہارون علیہ السلام تھے۔ لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ میں نبوت کے محل کی آخری اینٹ ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (حدیث بخاری)

جن تیس دجالوں کذابوں کا ذکر رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا وہ پورے ہو کر رہیں گے۔ ایک کے بعد دوسرا دجال کذاب پیدا ہوگا۔ ایسے دور فتنہ میں جہاں رسول اللہ ﷺ کی ناموس ختم نبوت پر حملے ہو رہے ہوں۔ جہاں سنت نبوی ﷺ کا مذاق اڑایا جاتا ہو ایسے ماحول میں تحفظ ناموس ختم نبوت ﷺ کا کام کرنا بہت بڑا جہاد ہے۔ صاحب علم اپنے علم سے صاحب دولت اپنی دولت سے آقائے مدنی ﷺ کی ختم رسالت ﷺ کی حفاظت کریں۔ ورنہ کل میدان حشر میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے ہم اپنا منہ دکھاتے ہوئے شرمائیں گے۔ آیئے! آپ بھی ہمارے ساتھ تعاون کیجئے تاکہ مل کر اشاعت دین کا کام کیا جائے۔

ضروری اپیل

تمام مسلمانوں کی جماعتوں کی خدمت میں اپیل کی جاتی ہے کہ اس چودھویں صدی کے مسیلمہ کذاب کے خلاف جہاد کیا جائے۔ پوری دنیا کو بتایا جائے کہ یہ مرتد جماعت ہے۔ اس کا تعلق رسول اللہ ﷺ کی جماعت سے ہرگز نہیں ہے۔ یہ چمگادڑ کی طرح ہے۔ کبھی چرندوں میں شمار کبھی پرندوں میں۔ جو قوم سرور کائنات ﷺ کی ختم نبوت پر ایمان رکھتی ہو وہ ہمارے ساتھ تعاون کرے۔ ہم لوگ اس برطانوی مچھر کا مقابلہ کرتے رہیں گے۔ ہمارے تمام بزرگوں نے اس مچھر کے خلاف زندگی بھر جہاد جاری رکھا۔ جیل خانوں میں گئے۔ مگر آقائے مدنی ﷺ کی ختم نبوت کی حفاظت کرتے رہے۔

پوری دنیا عالم کے مسلمانوں کی خدمت میں مؤدبانہ گذارش ہے کہ وہ اس مرتد

جماعت کو عریاں کر کے دکھادیں کہ یہ سب کچھ ہو سکتے ہیں۔ مگر مسلمان ہرگز نہیں۔ کیونکہ یہ رسول اللہ ﷺ کو آخری نبی نہیں مانتے۔ جو قوم رسول اللہ ﷺ کو آخری نبی نہیں مانتی وہ پکی کافر ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ امت محمد ﷺ اپنے محبوب آقا ﷺ کی ناموس ختم نبوت ﷺ کے لئے اپنی جان تک قربان کر دیتی تھی۔ آج وہ حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ، حضرت علی مرتضیٰؓ زندہ ہوتے تو اس فتنہ مسیلمہ کذاب کا سر توڑ دیتے۔

آج ہماری اپنی حالت یہ ہے کہ اس بے دین جماعت کے خلاف ایک لفظ بھی نکالنا نہیں چاہتے۔ کل میدان حشر میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے کون سا عذر کریں گے۔ آج پیارے نبی ﷺ کے دین کو توڑ موڑ کر غلط رنگ میں قادیانی امت پیش کر رہی ہے۔ مگر اپنی حالت یہ ہے کہ فیکٹری کا کام اور چارپائی پر آرام دل میں تمنا ہے کہ جنت میں میدان حشر میں رسول اللہ ﷺ کا ساتھ ہو جائے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جب دنیا کی زندگی میں محنت کے بغیر ایک وقت کی روٹی نصیب نہیں ہوتی۔ روٹی کے لئے ہم رات دن محنت کرتے ہیں اور آخرت کی جنت ہم صرف بلا محنت کے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ محنت کوشش کے بغیر کوئی چیز ملنا مشکل ہے۔ دیکھو رسول اللہ ﷺ نے خود کس قدر محنت کی تھی۔ رات دن دین کی اشاعت کے لئے تکلیف اٹھائی۔ تب جا کر یہ دین ہم تک پہنچا ہے۔

میرے بھائیو! دوستو! آج سب سے بڑی ضرورت اس بات کی ہے کہ اس برطانوی مچھر کو ایسی دوائی دی جائے جس سے یہ زہریلا مچھر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آرام کی نیند سو جائے تاکہ امت محمد ﷺ اس کے زہریلے اثرات سے محفوظ ہو سکے۔ اس برطانوی مچھر کے زیادہ تاثرات یورپ میں پڑتے ہیں۔ کیونکہ یہاں ہمارے مسلمان بھائی دین اسلام کی تعلیم پر توجہ نہیں دیتے۔ جیسے زمین میں اگر کاشت نہ کی جائے تو وہ زمین بنجر ہو جاتی ہے۔ آج رسول اللہ ﷺ کے دین کی تحفظ پر اشاعت پر ہمارے بھائی توجہ نہیں دیتے۔ حالانکہ دین کی اشاعت نہایت ضروری ہے۔ آیئے! آپ بھی ہمارے ساتھ تعاون کیجئے۔ شائع کردہ: تحفظ ناموس ختم رسالت ﷺ

انٹرنیشنل تبلیغی اسلامی مشن انگلستان

3 New Street Slaith Waite Hudders Field U.K.

Saudi Arabia Add: P.O Box 242 Mecca Mukarman & P.O Box 67. Madina.

خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

انسداد مرزائیت

جناب عبدالباسط ایڈووکیٹ صاحب

تفصیلی فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	انتساب	۴۳
۲	اس کتاب کا نچوڑ	۴۳
۳	اس کھرے اظہاریہ کا مختصر پیغام	۴۴
۴	ابتدائیہ	۴۵
۵	باب اوّل ...... ہمارے بھی یہودی، قادیانی	۴۶
۶	باب دوم ...... مرزائیت مرچکی ہے (اسے مردہ ہی رہنے دو)	۴۸
۷	باب سوم ...... احمدی نوجوانان کو دعوت اسلام	۵۱
۸	باب چہارم ...... ''انسداد مرزائیت''	۵۷
۹	پہلی اشاعت کا مکمل متن مع سرورق	۵۷
۱۰	باب اوّل ...... اظہار مقاصد	۵۷
۱۱	باب دوم ...... مرزائیت کی اصلیت	۶۸
۱۲	باب سوم ...... مرزائیت کے انسداد کی فوری ضرورت	۹۲
۱۳	مرزائیت کی اصلیت ایک بیرونی طاقت کے آلہ کار کی ہے	۹۳
۱۴	کلیدی عہدوں پر فائز مرزائی افراد ایک ممکنہ ففتھ کالم ہیں	۹۳
۱۵	مرزائی تحریک سے جھوٹی رواداری برت کر قومی تاریخ مسخ ہورہی ہے	۹۹
۱۶	باب چہارم ...... انسداد مرزائیت کے بارے میں درست حکمت عملی	۱۰۱
۱۷	مرزائیت کو مذہبی اقلیت قرار دینے کا مسلک غلط حکمت عملی ہے	۱۰۱
۱۸	انسداد مرزائیت کی جدوجہد کا ہدف مرزائی تحریک کا تنظیمی ڈھانچہ ہونا چاہئے، نہ کہ مرزائی افراد کے خلاف مہم جوئی یا نفرت انگیزی	۱۰۳
۱۹	مرزائیت کی صفوں میں ''جبری بھرتی'' بند ہونی چاہئے	۱۰۵
۲۰	مرزائی گھرانوں میں پیدا ہونے والے معصوم بچوں کے اذہان کی حفاظت	۱۰۵
۲۱	باب پنجم ...... ایک انسان، دوست آواز	۱۰۶
۲۲	باب ششم ...... مصنف عدالت کی دہلیز پر	۱۱۷
۲۳	وفاقی شرعی عدالت پاکستان میں دائر کی جانے والی درخواست	۱۱۷
۲۴	وجوہات	۱۲۱
۲۵	فیڈرل شریعت کورٹ آف پاکستان کے روبرو	۱۲۲
۲۶	تصدیق نامہ	۱۲۲

انتساب

پاکستان کے ان بدنیت حضرات کے نام جو مرزائیت کے مرے ہوئے گھوڑے کو متواتر چابک مار مار کر یہ تأثر پیدا کر رہے ہیں کہ ابھی گھوڑا زندہ ہے۔ اس گزارش سے کہ اگر وہ اس تحریک کو مردہ ہی رہنے دیں تو یہ اس ملک کے عوام پر بڑا احسان ہوگا۔ باسط!

اس کتاب کا نچوڑ

مرزائیت ایک مذہبی تحریک نہیں ہے بلکہ اس کی اصلیت برطانوی سامراج کے ایک سیاسی حربے کی ہے، جو برصغیر کے عوام کی مسلح جدوجہد کو کچلنے کے لئے وضع کیا گیا تھا۔ پس مرزائیت کو ''مذہبی اقلیت'' قرار دینا بذات خود مذہب کی توہین ہے۔

مرزائیت کے انسداد کی صحیح حکمت عملی مندرجہ ذیل ۹ نکات پر مشتمل ہے۔

۱...... قانون ساز اسمبلی ایک ''قومی تاریخ کمیشن'' قائم کرے جس کا فرض ہو کہ وہ تحقیق کرے کہ آیا مرزائیت برطانوی سامراج کا خودکاشتہ پودا ہے یا نہیں اور کیا مرزا غلام احمد قادیانی کو قومی غداروں کی فہرست میں شامل کرنا درست ہے یا نہیں؟

۲...... ''قومی تاریخ کمیشن'' کی تحقیق کی روشنی میں مرزائی تنظیموں پر بیرونی طاقتوں کی آلہ کار تنظیموں کے بارے میں رائج قوانین کا اطلاق۔

۳...... ''قومی تاریخ کمیشن'' کی تحقیق کی اشاعت کے بعد ہر اس شخص سے جو اس کے باوجود بھی مرزائیت بطور مذہبی عقیدہ قائم رہنا چاہتا ہو، اس امر کا حلفیہ بیان اور اس کی بنیاد پر مرزائیت کے سرٹیفکیٹ کا اجراء۔

۴...... مرزائیت کے سرٹیفکیٹ کی میعاد تین برس ہونی چاہئے۔

۵...... کسی شخص کے بارے میں مرزائی ہونے کی افواہ پھیلانا جرم قابل دست اندازی پولیس قرار دیا جائے۔

۶...... مرزائی افراد کی تقرری کسی کلیدی عہدے پر عمل میں نہ لائے جانے کا قانون۔

۷...... ہر مرزائی پر یہ قانونی فرض عائد ہو کہ وہ اپنی معصوم اولاد کو دینی مدرسہ میں بھیجے۔

۸...... مرزائی مذہب کے ہر دو فرقوں (یعنی قادیانی اور لاہوری) کی جملہ املاک اور رقوم کو محکمہ اوقاف کی تحویل میں دے دیا جائے۔

۹...... مرزائی مراکز بنانے پر پابندی۔

اس کھرے اظہاریہ کا مختصر پیغام

یہ ختم نبوت مسلک کی کوئی خدمت نہیں کہ چن چن کر اچھے اور نامور مسلمانوں کو زبردستی مرزائیت کے مردار حلقے میں دھکیل دیا جائے۔ اکثر اس الزام کے پیچھے ’’خفیہ ہاتھ‘‘ کارفرما ہوتے ہیں۔ حال ہی میں اس نوعیت کے شوشے پاکستانی فوج کے سربراہ جنرل جہانگیر کرامت، پاکستانی عدلیہ کے سربراہ سید سجاد علی شاہ، نواز شریف کابینہ کے وزیر خزانہ سرتاج عزیز اور جمہوری پارٹی کے سربراہ نوابزادہ نصر اللہ خاں کے خلاف بطور ایک مربوط مہم چھوڑے گئے۔ چشم فلک نے دیکھا کہ کردار کشی کی اس خطرناک مہم میں یہ ’’صاحب اقتدار‘‘ بھی کس حد تک بے بس اور لاچار تھے، جس سے ظاہر ہوا کہ اسلام فروش شرارتی عناصر کو لگام دینا کتنا مشکل کام ہے۔ بہرحال کام کتنا ہی مشکل کیوں نہ ہو، اس مرحلہ پر حقیقی اسلام کی اصل خدمت ان ہی منہ زور شرارتی لوگوں کو مؤثر لگام دینا ہے۔

مرزائی مذہب میں جبری بھرتی کا یہ عمل، جسے مرزائی مبلغ نہیں بلکہ ختم نبوت کی عظیم الشان تحریک سے وابستہ کچھ نام نہاد تناظیم کے چند خودساختہ عہدہ داروں کے ذریعے جاری رکھا جارہا ہے۔ ایک انتہائی مکروہ فعل ہے۔ جس کی برسرعام مذمت کی جانی چاہئے۔ تھوڑی سی تلاش سے ’’خفیہ ہاتھ‘‘ دست اقتدار دریافت ہوں گے۔ حیف، صد حیف! ہر مخلص مسلمان کے نام میرا پیغام یہ ہے...... کہ وہ کسی شخص کو تب تک مرزائی خیال نہ کرے، جب تک کہ وہ اس بارے میں ذاتی طور پر گہری تحقیق سے مطمئن نہ ہو جائے کہ الزام لگانے والا شخص بدنیت اور منبع فساد نہ ہے۔ لالچی اور شرارتی لوگوں کی حوصلہ شکنی ضروری ہے۔

اب مرزائی مذہب میں جبری بھرتی کو فوری طور پر مضبوطی سے بند کرنے کا وقت آ گیا ہے۔

ابتدایہ

قصہ مختصر یوں ہے کہ

میں نے ایک کتاب ''انسداد مرزائیت'' ۱۹۷۲ء کے آخری دنوں میں تصنیف کر کے شائع کی تھی۔ اس کتاب سے ختم نبوت کی تحریک پر کس قدر مثبت اثرات مرتب ہوئے، ان کا احاطہ مؤرخ کا کام ہے۔ یہ کتاب پاکستان کے دستور میں دوسری ترمیم سے قبل منظر عام پر آچکی تھی۔ جس کے تحت ۷/ستمبر ۱۹۷۴ء کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی پر عقیدہ رکھنے والے ہر شخص کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا گیا ہے۔ میری اس کتاب کا نچوڑ کلیدی نکتہ ہے کہ مرزائی عقائد نہ صرف باطل ہیں بلکہ ان کا صحیح مذہبی جذبے سے دور کا واسطہ بھی نہ ہے۔ میری نظر میں مرزا قادیانی ایک جسمانی اور ذہنی مریض تھے، جو تمام زندگی گھمبیر واہموں میں مبتلا رہے۔ عرف عام میں ذہنی پراگندگی کی اس کیفیت کو ''مالیا خولیا'' کہا جاتا ہے۔ مالیا خولیا کے کچھ مریض، جو نبوت کے داعی ہیں، آج بھی پاگل خانوں میں زیر علاج ہیں۔ یہ کسی طور بھی درست نہ ہے کہ ایک خاص نفسیاتی مریض کو حضرت بدھ یا گورونانک کا ہم پلہ تسلیم کر لیا جائے اور صرف اس باعث کہ ایک مرحلہ پر حکومت وقت نے اس کی پشت پناہی کی تھی، جس سے اس کی چلائی ہوئی تحریک کو وقتی طور پر جزوی پذیرائی نصیب ہوئی۔ میں نے یہ تجویز پیش کی تھی کہ مرزائی تحریک کے تاریخی سیاق وسباق کو اجاگر کر کے ایک بھرپور تبلیغی کوشش کی جائے کہ تاکہ کوئی ایک بھی معقول شخص اس کے جھانسہ میں گرفتار نہ رہے۔ خوش قسمتی سے مرزائی تحریک پاکستان میں تو ختم ہو چکی ہے۔ لیکن برطانوی سامراج کے اس خودکاشتہ پودے نے برطانیہ ہی کو اپنا صدر مقام بنا کر ''تبلیغ'' کی ایک عالمگیر مہم شروع کر دی ہے۔ لہٰذا میں نے مناسب سمجھا ہے کہ نئے حالات کا جائزہ لے کر میں اس کتاب کے اصل متن کو حواشی کے ساتھ دوبارہ شائع کرادوں۔ چنانچہ ایک نئے سرورق کے ساتھ یہ کتاب آپ کے ہاتھ میں ہے۔

میں نے اپنی اس کتاب کو حال ہی میں دوبارہ پڑھا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کا پیام آج بھی حسب حال ہے۔ میری دانست میں پاکستانی قوم نے جو قیمت سرزمین پاکستان پر انسداد مرزائیت کے مقصد کے حصول کے لئے ادا کی ہے، وہ اس قدر زیادہ ہے کہ اس پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔ میری نظر میں ہم نے مقصد کو حاصل کرنے کے لئے غلط حکمت عملی اپنائی تھی اور درست لائحہ عمل وہی ہے جس کی نشاندہی میں نے اپنی کتاب میں کی ہے۔ اپنے اولین مقصد کے

سلسلہ میں مصنف نے حال ہی میں فیڈرل شریعت کورٹ میں ایک درخواست بھی دی ہے، جس کا موقف ہے کہ مرزائی تحریک کو مذہبی تحریک کا درجہ دینا قانوناً اور شرعاً غلط ہے۔ اس درخواست کو بھی اس تدوین میں شامل کرلیا گیا ہے۔ میں قارئین کو کتاب کا محاسبہ کرنے کی دعوت عام دیتا ہوں۔

مخلص: باسط، عین انسان دوست

باب اوّل ...... ہمارے بھی یہودی، قادیانی

مرزائیت ایک گالی بن چکی ہے...... انتہائی غلیظ گالی۔ ایک عام مسلمان کو مرزائی عقائد سے شدید نفرت ہے۔ یہ نفرت روزافزوں ہے۔ بدقسمتی سے کچھ اسلام فروش اس نفرت کے جذبے کو ذاتی منفعت کے لئے استعمال کررہے ہیں اور خوب دھن کما رہے ہیں۔ اسلام فروشوں نے نفرت کے جذبے کا رخ غلط عقائد سے ہٹا کر، گوشت اور ہڈی سے بنے ہوئے انسانوں کی طرف کردیا ہے۔ لیکن جب انسان انسان سے نفرت کرنا شروع کردے تو تبلیغ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے...... بالکل بند۔ تبلیغ کا بنیادی اصول، دل کا موہ لینا ہوتا ہے۔ یہ تو ذہن کو بدلنے کا معاملہ ہے۔ آج تک کبھی ایسے شخص نے اپنا ذہن تبدیل نہ کیا ہے، جسے متواتر گالیاں دی جارہی ہوں۔ وہ تو کان ہی بند کرلیتا ہے۔ شدید نفرت ایک شخص کی روح کو پامال تو کرسکتی ہے لیکن اس کا ذہن بدل نہ سکتی ہے۔ چنانچہ اصل بات کسی گمراہ عقیدہ شخص کی عزت نفس کو مجروح کرنا نہیں ہے۔ بلکہ حسن سلوک سے اس کے دل کے دریچے کھول دینے کا ہے۔ یہ عمل نفرت کرنے والے اور نفرت پھیلانے والے کے بس کا کام ہی نہ ہے۔ پس، مرزائیوں کو متواتر گالیاں دینے سے کچھ بھی حاصل نہ ہوگا...... سوائے منہ کا ذائقہ کڑوا ہونے کے! پس، مرزائی مردوزن کو نفرت کا نشانہ بنانا ایک سعی لاحاصل ہے۔ ماسوائے ایک سفلی جذبے کی تسکین کے، تاریخ کے ہر دور میں انسان کو انسان سے نفرت پراکسانے والے موجود رہے ہیں۔ یہ مفسدوں کی جماعت ہے۔ شراتی لوگ!

مغرب نے کئی صدیوں تک یہودیوں سے شدید نفرت کی اور آج اس کا خمیازہ ساری دنیا اور خاص طور پر عالم اسلام بھگت رہا ہے۔ نفرت کے سودے میں نفرت کرنے والا نفرت کے ہدف سے زیادہ گھاٹے میں رہتا ہے۔ اس کی اپنی شخصیت زیادہ مسخ ہوجاتی ہے۔ تجربہ شاہد ہے کہ نفرت کرنے والا اپنی تخلیقی صلاحیتیں کھو بیٹھتا ہے۔ جب کہ نفرت کے ہدف معمولی انسان بھی دیومالائی جسامت اختیار کرلیتے ہیں۔ ملاحظہ ہو عرب، اسرائیل آویزش، جس میں یہودی مافوق البشر نظر آتے ہیں۔ اگر پاکستان میں بھی انسانوں سے شدید نفرت کا یہ تاریک ماحول قائم رہا ہو تو

کچھ بعید نہیں کہ ہمارے قادیانی بھی یہودیوں کی مثل بن جائیں...... اور ہم اپنی تخلیقی صلاحیتوں سے مکمل عاری ہوجائیں۔ ایک عام پاکستانی کی شخصیت کے مسخ ہونے کے عوامل میں سے ایک عنصر قادیانیوں سے بطور انسان نفرت کرنے کا بھی ہے۔ نفرت کا ہدف ہمیشہ باطل تصورات کو ہونا چاہئے نہ کہ گوشت پوست کے انسان کو۔

میری نظر میں تو سب سے بڑا کفر انسان سے نفرت کرنا ہے۔ نفرت کفر سے کی جانی چاہئے نہ کہ کافر سے۔ پاکستان کے حالیہ پرآشوب دور میں ایک فرقہ کو دوسرے فرقہ کے انسانوں سے نفرت کرنے کا درس دیا گیا ہے۔ جس پر عمل ہورہا ہے۔ ملاحظہ ہوسنی، شیعہ فساد اور مسجدوں، امام بارگاہوں حتیٰ کہ قبرستانوں میں بھی ہلاکت کے بازار۔ یہ وہ خمیازہ ہے جو ہم پاکستانی اپنی اس کمزوری کا بھگت رہے ہیں کہ ہم مرزائیت جیسے فاسد عقیدے کو تبلیغ کے ذریعے ختم کرنے کے بجائے تمام زور اس مذہب سے وابستہ انسانوں کو نفرت کا ہدف بنانے پر لگاتے رہے۔ یہ صورتحال قابل قبول نہ ہے۔ اس ماحول کو بدلنا ضروری ہے۔

ہم مرزاغلام احمد قادیانی کے ایجاد کردہ واہیات عقیدوں کو ختم کرنے کے لئے اگر اس کے گمراہ کردہ پیروکاروں کو صرف اور صرف نفرت ہی کا نشانہ بناتے رہیں گے تو یہ ہماری شکست ہوگی۔ ہمیں تو اپنے قادیانیوں کو مسلمان بنانا ہے نہ کہ یہودی! آج صورتحال یہ ہے کہ چند متعصب اور متشدد لوگوں کی وجہ سے ہم نے اسلام کے دروازے ان نوجوانوں پر بھی بند کر رکھے ہیں، جو مرزائیت سے بیزار ہیں اور سواد اعظم میں شریک ہونے کے لئے بے قرار ہیں۔ اس کتاب کا مقصد ایسے نوجوانوں کے لئے اسلام میں داخل ہونے کے دروازے کو چوپٹ کھول دینا ہے۔ مجھے احساس ہے کہ کچھ لوگ اس کتاب کو پڑھتے ہی نعرے لگائیں گے کہ مرتد کی سزا موت ہے اور مرتد سے کسی قسم کی رعایت نہیں کی جاسکتی۔ مجھے عالم دین ہونے کا دعویٰ تو نہ ہے لیکن میں اتنا جانتا ہوں کہ ایسا منفی رویہ اسلامی مزاج کے منافی ہے۔ میں اس معاملہ پر بھی بحث نہ کرنا چاہتا ہوں کہ آیا ان نوجوانوں کو، جن سے مرزائی گھرانوں میں پیدا ہونے کی غلطی سرزد ہوئی ہے ’’مرتد‘‘ قرار دیا جاسکتا ہے یا نہیں۔ مزید میں اس بحث میں پڑنے کو بھی تیار نہ ہوں کہ آیا مرتد کو بھی تبلیغ کے ذریعے واپس دائرہ اسلام میں آنے کی دعوت دینا جائز ہے یا نہیں۔ میں فقط یہ جانتا ہوں کہ کوئی بھی معقول شخص مرزاغلام احمد قادیانی کی پیروی کو تیار نہ ہوگا۔ اگر اسے اس تحریک کے سیاق وسباق سے آگاہی ہوجائے۔ چنانچہ اس مفروضہ کے پیش نظر میں ایسے شخص کی خدمت میں اپنا وہ تجزیہ پیش کرنا چاہتا ہوں جو میں نے ۱۹۷۲ء میں ’’انسداد مرزائیت‘‘ میں پیش کیا تھا۔ مجھے یقین ہے کہ

میری تحریر کے اثر سے بہت سے نوجوان علانیہ سواد اعظم میں داخل ہو جائیں گے، جو میرے لئے مقام فخر ہوگا۔ قادیانیوں کے عقائد لاکھ باطل سہی، لیکن ان سے نفرت کے جذبہ سے مغلوب ہوکر پاکستانی عوام اپنی تخلیقی صلاحیتوں سے بتدریج محروم ہورہے ہیں۔ اگر یہی سلسلہ جاری رہا تو وہ دن دور نہیں، جب ہم سب ذہنی طور پر بونے اور جذباتی اعتبار سے مفلوج ہو جائیں گے اور ہمارے قادیانی یہودیوں کی مثل بن جائیں گے۔ یہ ایک اظہار یہ ہے جس کا مدعا پاکستان کے عام مسلمانوں کو انسان دشمنی کے مضر اثرات سے محفوظ ہونا ہے اور قادیانی حضرات کو بھلا کرنے کی بھی ایک مخلصانہ کوشش کرنا ہے۔ وگرنہ خطرہ ہے کہ یہ ملک اندھیر نگری یا بدھو بستی بن جائے گا۔

باب دوم ...... مرزائیت مرچکی ہے

(اسے مردہ ہی رہنے دو)

ہر مذہب میں فرقے ہوتے ہیں۔ جتنا بڑا مذہب ہوگا اس میں اتنے ہی بڑے فرقے ہوں گے۔ عیسائیت میں رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ۔ بدھ مت میں ہنامانا اور یامامانہ۔ یہودیت میں قدامت پسند اور نئی تحریک۔ اسلام میں شیعہ اور سنی وعلی ہذا القیاس۔ وقت کے ساتھ ساتھ، ہر علیحدہ فرقے سے نئی شاخیں برآمد ہوتی رہتی ہیں۔ یہ ایک تاریخی عمل ہے۔ انسانی ذہن کی اپج میں جدت رہتی ہے۔ نقطہ نظر اور مکاتیب فکر کی نمود کے عمل کو ختم نہ کیا جاسکتا ہے۔ مذاہب میں بھی رنگا رنگی ہے، شروع سے ہے اور رہے گی۔ بہرحال تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مذہب کو بیرونی تسلط کو مضبوط کرنے کے لئے بھی استعمال کیا گیا ہے اور چند تحاریک ایسی بھی ہیں، جن کا محرک خالص طور پر مذہبی جذبہ نہ تھا بلکہ دنیاوی مصلحت۔ اس سلسلہ میں سکھ مذہب سے نرنکاریوں کی پھیلائی ہوئی ایک نفسیاتی تحریک تھی، جس کا مقصد خالصہ مذہب پر ایمان رکھنے والوں پر اندرونی یلغار کر کے انہیں ہندومت میں جذب کر لینا تھا۔ یہی حربہ اس سے قبل ہندومت نے بدھ مت کو نیست ونابود کرنے کے لئے بھی کامیابی سے استعمال کیا۔ خالصہ مذہب کے پیرو تو نرنکاری تجربہ کو بھانپ لینے میں کامیاب ہوگئے۔ جس کی وجہ سے سکھ مذہب کے سواد اعظم نے اپنے ایمان کو بچانے کے لئے انہیں مسترد کر دیا۔ یہی صورتحال امریکہ میں مورمن فرقے سے ہوئی جن کو عیسائیوں نے مسترد کر کے اپنے دائرہ سے خارج کر کے اپنے ایمان کو بچالیا۔ پھر یہی عمل بابی اور بہائی فرقے سے بھی ہوا۔ اسلام کا ایسا تجربہ مرزائیت ہے یہ کہنا درست ہوگا کہ مرزائیت کا تعلق اسلام سے وہی ہے جو نرنکاریوں کا سکھ مذہب اور مورمن فرقہ کا

امریکی عیسائیت سے ہے۔ پاکستان میں بھی سواد اعظم نے مرزائی فرقے کو اپنے دائرہ سے خارج کر کے اپنے ایمان کو بچالیا ہے۔

الحمدللہ! اکیسویں صدی کی دہلیز ہی پر سرزمین پاکستان سے مرزائیت کی جڑیں اکھاڑ پھینکی جا چکی ہیں۔ جیسے بھی ہوا، یہ مقصد حاصل ہو چکا ہے۔ حصول مقصد کے اس عمل میں ''انسداد مرزائیت'' کے مصنف یعنی اس خاکسار کی حقیر مساعی بھی شامل ہیں۔ اب پاکستان میں مرزائی مٹھی بھر ہیں اور وہ بھی کسی کلیدی منصب پر فائز نہ ہیں۔ بلکہ چھپ چھپا ہی کر گزارہ کر رہے ہیں۔ یہ ایک نئی صورتحال ہے جس میں ایک نیا جائزہ لینا ضروری ہے۔

سب کو معلوم ہے کہ گزشتہ برسوں میں سینکڑوں بلکہ ہزاروں نوجوانوں نے مرزائیت کا طوق اپنے گلے سے اتار پھینکا ہے۔ اب صورتحال یہ ہے کہ مرزائی گھرانوں میں بھی نئی نسل ''باغی'' ہو چکی ہے۔ یہ تو بہت خوشی کی بات ہے۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس صورتحال سے کچھ مفاد پرست عناصر دل ہی دل میں خوش نہ ہیں۔ یہ لوگ تحریک ختم نبوت کے ٹھیکیدار حضرات ہیں، جن کا روزگار مرزائیوں کے خلاف مسلسل تحریک چلاتے ہی رہنے سے وابستہ ہے۔ دانستہ یا غیر دانستہ، یہ لوگ اس مفروضہ پر عمل کر رہے ہیں کہ مرزائی اب بھی پاکستان میں ایک مضبوط جماعت ہیں۔ جن کے خلاف عام مسلمانوں کے دل میں ان کے خلاف کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی نفرت کو مزید اور مسلسل ہوا دیتے ہی رہنا ضروری ہے۔ وگرنہ یہ پلک جھپکتے ہی پاکستان کو مغلوب کر کے اس کو نیست و نابود کر دیں گے۔

یہ ختم نبوت کے مسلک کی کوئی خدمت نہیں ہے کہ چن چن کر اچھے اور نامور مسلمانوں کو زبردستی مرزائیت کے مردار حلقے میں دھکیل دیا جائے یا ان کے بارے میں کانا پھوسی کی جائے اور یہ وسوسے پھیلائے جائیں کہ یہ سب ''خفیہ مرزائی'' ہیں جن کی سرکوبی کے لئے ''تنظیم'' کو دل کھول کر چندہ دینا بہت ضروری ہے۔ ابھی حال ہی میں اس نوعیت کے شوشے پاکستانی فوج کے سربراہ جنرل جہانگیر کرامت، پاکستانی عدلیہ کے سربراہ سید سجاد علی شاہ اور نواز شریف کابینہ کے وزیر خزانہ سرتاج عزیز کے خلاف بطور ایک مربوط مہم چھوڑے گئے۔ چشم فلک نے دیکھا کہ کردار کشی کی اس خطرناک مہم میں یہ تمام صاحب اقتدار لاچار نظر آئے۔ ہم اس عمل کو ''مرزائی مذہب میں جبری بھرتی'' کہتے ہیں۔

مرزائی مذہب میں جبری بھرتی کا یہ عمل جسے مرزائی مبلغ نہیں بلکہ ختم نبوت کی عظیم الشان تحریک سے وابستہ کچھ نام نہاد تناظیم کے چند خودساختہ عہدیداروں کے ذریعہ جاری رکھا

جا رہا ہے، ایک انتہائی مکروہ فعل ہے۔ جس کی برسرعام مذمت کی جانی چاہئے۔ ہرکس و ناکس کو احساس ہونا چاہئے کہ اس جبری بھرتی سے اس مردار تحریک کے اب بھی بھاری بھرکم، فعال اور متحرک ہونے کا ایک مصنوعی تاثر قائم ہو رہا ہے۔ اس سے شاید کچھ اسلام فروشوں کی دال روٹی تو بن رہی ہو لیکن ختم نبوت تحریک کی ایک بڑی کامیابی ماند پڑتی جارہی ہے۔ یہ گھاٹے کا سودا ہے۔ بہت زیادہ گھاٹے کا! ہر مخلص مسلمان کے نام میرا پیغام یہ ہے کہ وہ ''مرزائی مذہب میں جبری بھرتی'' کی اس مکروہ کوشش کو ناکام بنادے اور کسی شخص کو تب تک مرزائی خیال نہ کرے، جب تک کہ وہ اس بارے میں ذاتی طور پر گہری تحقیق سے مطمئن نہ ہو جائے کہ الزام لگانے والا یہ الزام طمع نفسانی کی خاطر نہ لگا رہا ہو۔ ہم اچھے مسلمانوں کو اسلام سے دھکے دے کر باہر نکالنے اور مرزائیت میں جبری داخل کرنے کی کھلی چھٹی نہیں دے سکتے۔ ایسا کرنا تو مرزائیت کے کارکن کے طور پر کام کرنا ہے۔ چنانچہ وقت آ گیا ہے کہ ہم مرزائی مذہب میں جبری بھرتی کے سلسلے کو فوری طور پر اور مضبوطی سے بند کردیں۔ ''انسداد مرزائیت'' کی اشاعت تو بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

میری نظر میں تو مرزائیت مرچکی ہے۔ لیکن کچھ عاقبت نااندیش ایسی باتیں اور حرکتیں کرتے رہتے ہیں، جس سے یہ تاثر قائم ہوتا ہے کہ پاکستان میں یہ اب بھی مضبوط تحریک ہے، جس میں لاکھوں لوگ شامل ہیں اور جو انتہائی منظّم طریقے سے مسلمانوں کو گمراہ کر رہے ہیں اور جن کی سازشوں کے نتیجے میں لوگ دھڑا دھڑ مرزائی بن رہے ہیں۔ میری دانست میں یہ بالکل بے بنیاد موقف ہے۔ پاکستان میں اب مرزائیت کوئی سنگین مسئلہ نہ رہا ہے۔ ہماری بدقسمتی ہے کہ گاہے گاہے نامور لوگوں کے خفیہ مرزائی ہونے کے شوشے چھوڑے جاتے ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ متعصب حلقوں نے تو علامہ اقبال اور شیخ عبداللہ جیسے جید مسلمانوں کو بھی نہ بخشا۔ جاوید اقبال نے اپنی تصنیف ''زندہ دور'' میں ص۹۱۱ سے ۹۶۰ تک علامہ اقبال پر قادیانی ہونے کے الزام کی تردید میں بحث کی ہے۔ اسی طرح بیچارے شیخ عبداللہ کو اپنی خودنوشت داستان حیات ''آتش چنار'' میں جگہ جگہ اپنے صحیح عقیدہ مسلمان ہونے کی صفائی دینی پڑی۔ شیخ عبداللہ نے لکھا ہے کہ مورخہ ۳۰ر جنوری ۱۹۳۲ء کو میر واعظ یوسف شاہ نے خانقاہ نقشبندیہ میں ان کے بارے میں فتویٰ جاری کر دیا کہ وہ ایک قادیانی مبلغ ہے اور کشمیر کمیٹی کے سربراہ مرزا بشیرالدین خلیفہ قادیانی کی کٹھ پتلی کے طور پر کشمیر کی سیاست میں دوغلا کردار ادا کر رہا ہے۔ دراصل اس کتاب کا ایک پورا باب ''احرار اور قادیانیوں کی کشمکش'' اپنے دامن سے قادیانی ہونے کا داغ دھونے کی ایک بھرپور کوشش ہے۔ ابھی ابھی کی بات ہے کہ منظور وٹو پنجاب کے وزیراعلیٰ رہے ہیں۔ اس شخص نے اپنے باپ کے

جنازہ میں بھی شرکت نہ کی اور اپنی ''مسلمانی'' ثابت کرنے کے لئے ہر معاملہ میں متشدد مذہبی جماعتوں کا ساتھ دیا۔ لیکن اب بھی عوام کی نظر میں موصوف کا اسلام مشکوک ہے۔ یہ محض اس وجہ سے ہے کہ وہ ایک مرزائی گھرانہ میں پیدا ہوئے ہیں۔ یہ بات قابل افسوس ہے۔ یہی حال، حنیف رامے، جسٹس فضلی اور جسٹس محبوب کے ساتھ بھی ہوا۔ جنرل غلام جیلانی خان کے زمانہ گورنری پنجاب میں میری رسائی ان تک تھی اور مجھے ذاتی علم ہے کہ جب کبھی بھی کسی شخص کا نام کسی اونچے عہدے کے لئے تجویز ہوتا، خواہ عدلیہ میں ہو یا انتظامیہ میں، تو اس کے مخالفین سب سے پہلے اس پر ''قادیانی'' ہونے کا الزام لگاتے اور پھر مختلف خفیہ ایجنسیوں سے ملاپ کر کے من گھڑت رپورٹیں لکھواتے کہ یہ شخص یا تو خود قادیانی ہے یا اس کے خاندان کے کچھ لوگ قادیانی ہیں۔ جسٹس ایس ایس جان ایسی ہی چالوں کے شکار ہوئے اور پاکستان کے چیف جسٹس نہ بن سکے۔ ایسی درجنوں اور مثالیں دی جاسکتی ہیں۔ لیکن غالباً سب سے زیادہ مضحکہ خیز جنرل ضیاء الحق پر قادیانی ہونے کا الزام ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ضیاء الحق کے والد نے، جو کہ ایک مرحلہ پر فوج میں مولوی بھرتی ہوئے تھے، اپنی درخواست میں اپنے آپ کو ''احمدی'' لکھا تھا۔ یار لوگوں کی رسائی کسی طرح اس ریکارڈ تک ہوگئی، چنانچہ حیدرآباد سندھ کی ایک جامع مسجد میں جہاں ضیاء الحق جمعہ کی نماز ادا کرنے آئے ہوئے تھے ایک سیاسی تحریک کے کارکنوں نے برسرعام مذکورہ دستاویز پیش کر کے ان پر قادیانی ہونے کا الزام لگایا۔ عینی شاہد بیان کرتے ہیں کہ جنرل موصوف کا اس صورتحال کا سامنا کرنے پر رنگ فق ہوگیا اور گھگھی بندھ گئی اور وہ دستاویزی ثبوت کا کوئی ٹھوس ابطال پیش نہ کرسکے۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ الزام لغو تھا۔ کیونکہ موصوف تو ''امیر المومنین'' کے عہدہ پر فائز ہونے کے خواب دیکھ رہے تھے۔ بہرحال، اس واقعہ کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ یار لوگ قادیانی ہونے کا الزام کسی فیاضی سے لگادیتے ہیں۔ جس سے مرزائی تحریک کے موثر اور فعال ہونے کا تاثر پیدا ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں سے میری گزارش ہے کہ مرزائیت یوں تو مرچکی ہے۔ لیکن وہ اس قسم کی بھونڈی کوشش کر کے اسے زندہ رکھ رہے ہیں۔ بہت بہتر ہو کہ وہ اب اس مردہ تحریک کی جان چھوڑ دیں اور اسے مردہ ہی رہنے دیں۔

باب سوم ...... احمدی نوجوانان کو دعوت اسلام

سچی بات تو یہ ہے کہ میں نہ تو عالم دین ہوں اور نہ ہی کوئی نیک اور پارسا آدمی۔ میں صرف ایک انسان دوست شخص ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ قادیانی جماعت سے منسلک رہ کر ایک

عام احمدی نوجوان اپنی زندگی کو ضائع کر رہا ہے۔ وہ سوادِ اعظم سے کٹ گیا ہے اور اپنے ہی دیس میں پردیسی بن گیا ہے۔ وہ زبردست نفرت کا ہدف بن چکا ہے، جس وجہ سے اس کا مستقبل اس ملک میں تاریک ہے۔ مجھے احساس ہے کہ اس کے بچے اپنے ہمجولیوں کے ساتھ جی کھول کر کھیل بھی نہیں سکتے ہیں۔ میری نظر میں وہ پاکستان میں ''نارمل'' زندگی گزارنے کے قابل نہ ہے اور اپنی عمر کے ہر لمحے ایک زبردست نفسیاتی کھچاؤ کا شکار ہے۔ مجھے ہر شخص کے عقیدے کا احترام ہے اور مجھے تسلیم ہے کہ کسی شخص کو بھی مجبور نہ کرنا چاہئے کہ وہ اپنا مذہب تبدیل کر دے۔ لیکن میں ایک کوشش کرنا چاہتا ہوں کہ ان جوانوں کو جو کہ اب بھی احمدی جماعت سے تعلق جوڑے ہیں، قائل کروں کہ دراصل مرزا غلام احمد ایک روحانی شخصیت نہ تھے اور نہ ہی وہ تحریک مذہبی ہے۔ جس کی داغ بیل انہوں نے ڈالی ہے۔ ایسے حضرات سے میری مخلصانہ گزارش ہے کہ وہ کوشش کر کے میری کتاب ''انسداد مرزائیت'' کا مطالعہ کر لیں۔ میں نے اس کتاب کو لگ بھگ اٹھائیس برس قبل تحریر کیا تھا۔ لیکن دوبارہ پڑھنے پر میں نے محسوس کیا ہے کہ اس کا پیغام اب بھی برمحل اور بروقت ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ محسوس کریں گے کہ میں نے انہیں اسلام میں شامل ہونے کی دعوت خلوص دل سے دی ہے۔ اگر مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریک ایک خالصتاً مذہبی تحریک ہوتی تو میں یہ جان کر قناعت کر لیتا کہ اس دنیا میں اور بھی بہت سے مذہب ہیں اور ان کے پیروکاروں کو اسلام کے دائرہ میں داخل کرنے کے لئے تبلیغی جماعتیں گروہ در گروہ موجود ہیں۔ لیکن مجھے احساس ہے کہ ایک عام احمدی نوجوان کو اسلام کی طرف راغب کرنا غالباً ایک اوسط ''تبلیغی'' کے بس کی بات نہ ہے۔ اس کی وجہ نفرت کی وہ آگ ہے، جو ہر قادیانی کے بارے میں ہر مسلمان کے دل میں جل رہی ہے۔ یہ ایک بہت افسوسناک صورتحال ہے۔ میرے مسلک میں کسی بھی انسان سے کسی قسم کی نفرت بھی ایک کفرِ عظیم ہے۔ میں ہر شخص کو ایک انسان سمجھتا ہوں اور ہر انسان میرے لئے اس کائنات کی محترم ترین ہستی ہے۔ چنانچہ اس جذبے کے ہاتھوں مجبور ہو کر میں چاہتا ہوں کہ ہر احمدی اپنی جماعت کے تاریخی سیاق وسباق سے آگاہی حاصل کرے اور اس کے بعد یہ فیصلہ کرے کہ کیا اس نوعیت کی جماعت سے بدستور منسلک رہ کر کہیں وہ بے کار اور بے معنی ''قربانی'' تو نہیں دے رہا۔ جہاں میرا پیام ایک عام احمدی کے نام ہے کہ وہ میری کتاب پڑھ کر اس کے مندرجات پر ٹھنڈے دل سے غور کرے، مجھے اپنے ہم مذہبوں سے بھی کچھ کہنا ہے، جو میں بلاخوف وخطر آئندہ بیان کرنے کی جسارت کروں گا۔

مرزائیت کے انسداد کا مؤثر طریقہ عام انسانوں کو ہیجانی نفرت کا کھلا ہدف بنانا نہ

ہے۔ بلکہ ان کے اذہان کو بدلنے کے لئے مؤثر تدبیر کرنا ہے۔ یہ انسانی فطرت ہے کہ نفرت کا نشانہ اپنے ذہن کے دروازے اتنی ہی مضبوطی سے بند کر لیتا ہے جتنی شدت سے اس سے نفرت کی جاتی ہے۔ تبلیغ کا بنیادی اصول مخاطب کی شخصیت کی تکریم ہے۔ ایک شخص کو جسمانی اور ذہنی طور پر مغلوب تو کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اس کے ذہن کی پائیدار تبدیلی کی راہ اس کے دل سے ہو کر گزرتی ہے۔ اگر معاملہ متعصب اور متشدد لوگوں کے پاس ہی رہتا تو برصغیر میں اسلام کو ہرگز وہ پذیرائی نہ ملتی جو اسے ملی ہے۔ اس دھرتی میں جتنے بھی مسلمان ہیں، وہ زیادہ ان کفار ہی کی اولاد ہیں جن کے دلوں کی راہ سے ہو کر کچھ انسان دوست مبلغ ان کے ذہن بدلنے میں کامیاب ہو گئے۔ ملاحظہ میں آیا ہے کہ جونہی اسلام کا معاملہ متعصب اور متشدد لوگوں کے ہاتھ لگا، ذات پات کے سماج کی پسی ہوئی مخلوق نے بھی جوق در جوق اسلام کی چوکھٹ کے باہر اس کا دروازہ کھلنے کا انتظار کرتے رہتے تھے، از خود اس مکروہ نظام کی جانب لوٹ جانے کو ترجیح دی۔

قصہ مختصر، نفرت پر اکسانا تو بہت آسان ہے اور جاہل سے جاہل کے بس میں ہے۔ لیکن تبلیغ سے اذہان کے بدلنے کا عمل ہر متعصب اور متشدد شخص کے بس سے باہر ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ برصغیر میں ہندومت جیسا مکروہ اور انسان دشمن مسلک آج بھی جاری وساری ہے۔ یہ تعجب کی بات ہے۔ بہرحال یہی سبب مرزائیت کے انسداد کی مہم میں پوری طرح کامیاب نہ ہونے کا بھی ہے۔ نیم خواندہ متعصب متشدد لوگوں نے اس ملک میں نفرت کی آندھی تو چلا دی لیکن صورتحال یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروکار اپنے ناقص عقائد پر پہلے سے زیادہ پختہ نظر آتے ہیں۔ بلکہ وہ دنیا بھر میں اپنی تعداد میں اضافہ کا دعویٰ بھی کر رہے ہیں۔ ابھی حال ہی میں قادیانی تنظیم نے ٹیلی ویژن چینل کو کرایہ پر لے کر دنیا بھر میں اپنے مذہب کا پرچار کرنے کا سامان مہیا کیا ہے۔ انسداد مرزائیت کے نکات پر غور اور عمل نہ کرنے کی پاداش یہ ہے کہ آج پاکستان میں انسان سے نفرت کرنے کے مسلک کا بول بالا ہے۔ اب ایک ایسی زہریلی فضا قائم ہو چکی ہے کہ جس نے ہم سب کی روح کو اجاڑ دیا ہے اور ذہن سے تخلیقی صلاحیت سلب کر دی ہے۔ ہم بانجھ بن چکے ہیں۔ یہ ایک ایسی سزا ہے جو ہر گزرے دن کے ساتھ اور سنگین ہوتی چلی جائے گی۔ اگر یہ سلسلہ جاری رہا تو پاکستان ایک بدھونگر، ایک اندھیر نگر بن جائے گا۔

انسداد مرزائیت کا مطالعہ قادیانی حضرات کے لئے اب بھی مفید ثابت ہوگا۔ کیونکہ اس تحریک کا محرک انسان دوستی ہے نہ کہ انسان دشمنی۔ اس کے پڑھنے سے ان پر واضح ہو جائے گا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی تاویلات میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جو انہیں کسی روحانی مرحلہ تک

پہنچانے میں مدد بن سکے۔ بہر حال مسلمانوں کو احمدی نوجوانوں کو سواد اعظم میں شریک کرنے کے لئے وسیع قلبی کا مظاہرہ کرنا ہوگا۔

مرزائیت کے موضوع پر میری پہلی کتاب ’’انسداد مرزائیت‘‘ دسمبر۱۹۷۲ء میں شائع ہوچکی تھی۔ اس کتاب کے ص ۲۴ پر ایک سوال مرتب کیا گیا تھا، جس کے الفاظ یوں ہیں: ’’کیا یہ ممکن نہیں کہ عرب کے لارنس کی طرح قادیان کا مرزاغلام احمد بھی برطانوی حکومت کے سیاسی محکمہ میں تنخواہ دار جاسوس ہو؟‘‘

مجھے احساس تھا کہ امکانات کا افق وسیع ہے۔ لیکن اس معاملہ میں واضح نتیجہ پر غور کرنے کے لئے ٹھوس شواہد کی موجودگی لازم ہے۔ اس مرحلہ پر میرا مطالعہ محدود تھا اور مجھے تسلیم ہے کہ میں نے مرزاغلام احمد کے شائع کردہ لٹریچر کا مطالعہ بھی کچھ گہری نظر سے نہ کیا تھا۔ چنانچہ اس ضمن میں تحریری استخراج کے عمل کو آگے بڑھاتے ہوئے میں نے اخذ کیا تھا: ’’اگر یہ ثابت کیا جاسکے کہ مرزائیت کے وجود سے سامراج کے مذکورہ مقاصد بدرجہ اتم پورے ہوتے تھے۔ اگر یہ صورتحال ایسی ہے کہ سامراجی مقاصد کے حصول کا کوئی اور طریقہ یا ذریعہ ممکن ہی نہیں ہوسکتا تھا۔ سوائے اس کے کہ ایک ایسی ظاہراً مذہبی تحریک چلائی جائے جو کہ مرزائیت سے مشابہ ہو اور اگر مرزائیت نے بھی اپنا بنیادی کام ان ہی خطوط پر کیا جن سے سامراج کے مقاصد کی تکمیل ہوتی تھی تو مقاصد اور مقاصد براری کی اس مخصوص صورتحال میں ایک معقول ذہن کے لئے سازش کا وجود پایہ ثبوت کو پہنچ جائے گا۔‘‘

ممکنات کے ان سیاق وسباق میں یہ بصیرت بھی برمحل ہے: ’’چنانچہ اگر اس نوعیت کے معاشی مفادات کی نشاندہی کی جاسکتی ہو۔ اگر یہ ثابت کیا جاسکتا ہو کہ مرزائی تحریک کا آغاز کر کے اس کے داعی برطانوی سامراج کے ساتھ خود اپنے مفادات کو حاصل کرنے کا سامان بھی پیدا کر رہے تھے تو مفادات کی یہ حیرت انگیز مطابق بھی سازش کے وجود کا مزید ایک آثار ہوگا۔‘‘

اس ہی سلسلہ میں آگے چل کر کتاب میں یہ عبارت بھی موجود ہے: ’’یہ ممکن ہے کہ خود مرزاقادیانی نے سامراج کے مقاصد کو بھانپ لیا ہو اور پھر دانستہ طور پر اپنے مفادات کو ان سے ہم آہنگ کرلیا ہو۔ ممکن ہے مرزاقادیانی اپنی دانست میں سامراج کو اپنے ایجنٹ کے طور پر استعمال کررہے ہوں۔‘‘

مرزائی تحریک کے بارے میں عام تأثر اس کے برطانوی سامراج کے ایک خودکاشتہ پودا ہونے کا ہے۔ اس تاثر کا بڑا مأخذ مرزاغلام احمد قادیانی کی وہ خودنوشتہ عرضی ہے جو اس نے

اپنے خاندان کی پچاس برس کے عرصہ پر محیط خدمات کا واسطہ دیتے ہوئے برطانوی حکومت کو پیش کی تھی۔ مرزا غلام احمد فرنگی حکمرانوں سے براہ راست مخاطب ہیں اور ان سے التجا کرتے ہیں کہ وہ ان کے بارے میں ان کے دشمنوں کی ''جھوٹی مخبری'' کے باعث ان سے بدگمان نہ ہوں اور ان کی جماعت پر نظر التفات کریں۔ مرزا قادیانی رقمطراز ہیں کہ:''گورنمنٹ عالیہ کے معزز حکام نے ہمیشہ مستحکم رائے سے اپنی رقمطراز چٹھیات میں یہ گواہی دی ہے کہ وہ (یعنی مرزا غلام احمد کا خاندان) قدیم سے سرکار انگریزی کے پکے خیرخواہ اور خدمت گزار ہیں اور اس خودکاشتہ پودا کی نسبت نہایت جزم اور احتیاط اور تحقیق اور توجیہہ سے کام لے اور اپنے ماتحت حکام کو اشارے فرمائے کہ وہ بھی اس خاندان کی ثابت شدہ وفاداری اور اخلاص کا لحاظ رکھ کر مجھے اور میری جماعت کو ایک خاص عنایت اور مہربانی کی نظر سے دیکھیں......'' (مجموعہ اشتہارات ج۳ص۲۱)

میری رائے میں اقتباس کلیدی اہمیت کا حامل ہے اور اس تحریک کی ابتداء کو سمجھنے میں بہت ممد و معاون ہے۔ اس سلسلہ میں ملاحظہ ہو، متین خالد کی کتاب ''ثبوت حاضر ہیں'' ص۶۵۷ مطبوعہ ۱۹۹۷ء عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، حضوری باغ روڈ ملتان۔

جنوری ۱۹۹۸ء میں میری نظر سے محمد متین خالد صاحب کی کتاب ''ثبوت حاضر ہیں'' بوساطت جناب نذیر غازی صاحب، سابق اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل پنجاب گزری۔ یہ قادیانی کتب سے عکسی اقتباسات کا ایک خزینہ ہے۔ اس کتاب کی خاص خوبی یہ ہے کہ مصنف نے قادیانی کتب کے معنی خیز اقتباسات کشید کر کے تدوین کئے ہیں۔ اس کتاب کا ایک باب بعنوان ''انگریز کی حمایت'' از صفحہ۷۴۱ تا۷۹۴ خاص طور پر میری توجہ کا مرکز بنا۔ ان چند صفحوں میں اس قدر مواد یکجا اور یکسر ہے کہ اب ایک محقق کے لئے ممکن ہوگیا ہے کہ وہ مرزائی تحریک کے بارے میں محض ممکنات کے افق سے آگے نکل کر ٹھوس شواہد کی روشنی میں واضح نتائج برآمد کر سکے۔ میں اس سلسلہ میں سب سے پہلے قاری کی توجہ اس مراسلہ کی جانب مبذول کرواتا ہوں جو مرزا غلام احمد قادیانی نے مورخہ ۲۰؍ستمبر ۱۸۹۷ء کو ملکہ وکٹوریہ کے نام تحریر کیا ہے اور اس کھلے خط کو بطور اشتہار عام شائع کروایا۔ اس عاجزانہ دستاویز کا نام ''ستارہ قیصرہ'' رکھا گیا ہے۔ یہ خط بھی دراصل ایک طویل عرضی ہے جس کا مقصد برطانوی حکومت کی سربراہ کو مرزائی جماعتی خدمات جتلا کر ان سے مراعات حاصل کرنا ہے۔ اس عرضی میں قابل ذکر بات ان ۲۴ کتابوں کے مکمل کوائف بشمول حوالہ صفحہ ہیں۔ جن کی اشاعت کا سلسلہ بقول مرزا غلام احمد سترہ برس قبل شروع کیا گیا اور جن کی اشاعت میں ایک زرکثیر اپنی جماعت کے پلے سے لگا کر ''گورنمنٹ انگریز کی سچی خیرخواہی کی گئی

ہے۔‘‘اس سچی خیر خواہی کی وضاحت خود مرزا غلام احمد قادیانی کے الفاظ میں یوں ہے: ’’جس قدر کتابیں میں نے تالیف کیں اور ان سب میں سرکار انگریزی کی اطاعت اور ہمدردی کے لئے لوگوں کو ترغیب دی اور جہاد کی ممانعت کے بارے میں نہایت مؤثر تقریریں لکھیں اور پھر میں نے اس امر ممانعت جہاد کو عام ملکوں میں پھیلانے کے لئے عربی اور فارسی میں کتابیں تالیف کیں۔ جن کی چھپوائی پر ہزارہا روپیہ خرچ ہوئے اور وہ تمام کتابیں عرب اور بلاد شام اور روم اور مصر اور بغداد اور افغانستان بھی شائع کی گئیں۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ کسی نہ کسی وقت ان کا اثر ہوگا۔‘‘ (مجموعہ اشتہارات ج۲ ص۴۶۲،۴۶۳)

اس تناظر میں مرزا غلام احمد قادیانی کی اس پیشکش کا ذکر بھی برمحل ہوگا جس میں انہوں نے گورنمنٹ برطانیہ کو نہایت ادب سے مطلع کیا تھا کہ انہوں نے ایک ’’نقشہ‘‘ مرتب کیا ہے جس میں ایسے تمام ’’شریر لوگوں‘‘ کے نام درج ہوں جو برٹش انڈیا میں جمعہ کی نماز کو فرض صرف اس وجہ سے تسلیم نہ کرتے ہیں کہ ان کی نظر میں ہندوستان کی موجودہ حیثیت ’’دارالحرب‘‘ کی ہے۔ یاد رہے کہ اسلامی شرع میں دارالحرب میں جمعہ کے اجتماع سے اجتناب کی ہدایت کی مصلحت مسلمانوں کو قتل ہونے سے محفوظ کرنا تھا۔ ظاہر ہے کہ دارالحرب میں مسلمان غیر مسلح ہوتے ہیں اور نہتے جمگھٹ کو منصوبہ بنا کر آسانی سے فنا کر دیا جاسکتا ہے۔ مرزا غلام احمد برطانوی حکمرانوں کو بڑی زیرکی سے یہ معاملہ سمجھاتے ہیں کہ اگر دشمنوں کی فہرست بنانا مقصود ہو تو ان لوگوں کے نام جمع کر لئے جائیں جو جمعہ کی فرضیت کے منکر ہوں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو برٹش انڈیا کو دارالحرب تصور کر رہے ہیں اور اس عقیدہ پر قائم ہیں کہ یہاں کے مسلمانوں پر جہاد لازم ہوگیا ہے اور جمعہ کی نماز فرض نہ رہی ہے۔ چنانچہ اس علامت کو شناخت کے پیمانہ کے طور پر استعمال کر کے مرزا غلام احمد نے پہلے ہی سے ایک فہرست مرتب کر رکھی تھی، جس کو وہ ایک ’’پولیٹیکل راز‘‘ کے طور پر محفوظ رکھنے کا عندیہ ظاہر کر رہے ہیں اور اس سلسلہ میں وہ برطانوی حکومت سے ’’کچھ لو، کچھ دو‘‘ کی پالیسی پر عمل پیرا ہونے کی خواہش رکھتے ہیں۔ اس مخالفانہ جاسوسی کی شرط صرف رازداری قائم رکھنے کی یقین دہانی ہے، جس کو حاصل کرنے کے لئے وہ برطانوی حکومت کو عرضی پر عرضی ارسال کر رہے ہیں۔ اس عرضی کے چاپلوسی لہجے سے ظاہر ہوتا ہے کہ برطانوی حکمرانوں نے مرزا قادیانی کی خاطر خواہ پذیرائی نہ کی تھی۔ جس کے سبب وہ افسردہ ہیں اور ایک بھرپور کوشش کر کے آقاؤں کی توجہ اپنے اور اپنے ٹولہ پر مرکوز کروانا چاہتے ہیں۔ ملاحظہ ہو متین خالد کی کتاب ’’ثبوت حاضر ہیں‘‘ ص۲۷۷۔

اس کے بعد میں اپنے احمدی دوستوں کی توجہ کتاب مندرجہ بالا کے صفحہ ۷۷ تا ۷۹۴ کی جانب دلوانا چاہوں گا جس پر مرزا قادیانی کی ایک اور عرضی بعنوان ''تحفہ قیصرہ'' سے چیدہ مندرجات درج ہیں۔ براہ مہربانی، اس تحریر کو ''انسداد مرزائیت'' کے ص ۳۸ تا ۵۲ کی روشنی میں پڑھیں۔

(باب دوم) یہ مرزا قادیانی اور ان کی تحریک کا عمرانی سیاق وسباق میں ایک بے لاگ تجزیہ ہے۔ بہرحال اگر یہ سب کچھ پڑھ لینے کے بعد بھی کوئی شخص یہ سمجھ نہ سکے کہ مرزا قادیانی کی زندگی کا اصل مقصد اپنے خاندان کی قادیان والی جاگیر کی بازیابی تھا تو پھر اس کو اس کا عقیدہ ہی مبارک۔ اس شخص کی مثال تو اس مرید کی سی ہوگی، جسے جھروکے سے پیر صاحب کی کرتوت کو بچشم خود دکھایا گیا۔ لیکن جس نے اس منظر کو بھی ''شیطان کی کارستانی'' جانا اور پیر صاحب پر عقیدہ بدستور قائم رکھا۔ عقیدے کی اس نوعیت کی شدت کے سامنے تو میں بے بس ہوں۔

باب چہارم ...... ''انسداد مرزائیت''

پہلی اشاعت کا مکمل متن مع سرورق

سرزمین پاکستان سے مرزا غلام احمد قادیانی کے جاری کردہ مذہب کی جڑیں اکھاڑ پھینکنے کے بارے میں ۹ نکات۔ عبدالباسط

انتساب! والد محترم خواجہ عبدالرحیم کے نام۔ باسط

باب اوّل ...... اظہار مقاصد

بحیثیت ایک مذہبی فرقہ کے مجھے مرزائیت سے کبھی کوئی دلچسپی نہیں رہی ہے اور نہ ہی اب ہے۔ البتہ میں نے برصغیر کے عوام کی اس طویل جدوجہد کا سرسری جائزہ لیا ہے جو انہوں نے بیرونی تسلط کے خلاف روا رکھی ہے۔ مرزائیت کی ابتداء اور کردار سے میں اس مطالعہ کے دوران روشناس ہوا۔ ایک اجمالی نظیر سے میرے ذہن میں جو تأثر قائم ہوا وہ یہ ہے کہ یہ تحریک قرار واقعی برطانوی سامراج کا ''خودکاشتہ پودا'' ہے اور اس کی جڑیں سرزمین پاکستان سے جس قدر جلد اکھاڑ پھینکی جائیں یہ اس سرزمین کے لئے اسی قدر بہتر ہوگا۔ میرے خیال میں مرزائیت کا بدستور جاری رہنا پاکستان کے حق میں مفید نہیں ہے۔ ذیل میں چند تجاویز درج ہیں، جو میری بصیرت کے مطابق ایک ایسا لائحہ عمل ہے جس سے انسداد مرزائیت کے مقصد کو حاصل کیا جاسکتا

ہے۔ میں انہیں تجاویز کو عوام کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں تاکہ وہ اسے شرف قبولیت بخشیں اور اس پر غور کرسکیں۔

مرزائی تحریک کی اصلیت کے بارے میں میری تحقیق کا نچوڑ یہ ہے کہ اس کے محرکات مذہبی نہیں بلکہ سیاسی ہیں۔ غالباً انہیں سیاسی کہنا بھی الفاظ کو غلط استعمال کرنا ہے۔ برطانوی تسلط کے تمام عرصہ میں برصغیر کے عوام برطانوی سامراج سے برسرپیکار رہے ہیں۔ اس کشمکش نے مسلح بغاوت کا روپ تو کبھی کبھی اور کہیں کہیں دھارا تاہم ان دو فریقین کے درمیان ربط کی مجموعی نوعیت، آویزش ہی رہی ہے۔ اس آویزش کو جو مختلف مراحل میں مختلف محاذوں پر مسلسل جاری رہی ہے ''سیاسی عمل'' کا نام نہیں دیا جاسکتا۔ یہ تو دراصل برصغیر کے عوام کی برطانوی سامراج کے خلاف طویل المیعاد جنگ تھی۔ اس جنگ میں ہر دو فریقین کے حالات اور وسائل میں بہت فرق تھا۔ برطانوی سامراج کے پاس مادی وسائل تنظیم اور تکنیکی برتری تھی۔ اس کے برعکس عوام ٹڈی دل تھا اور یہی تعداد کی افراط اس کا سب سے بڑا جنگی اثاثہ بھی تھی۔ چنانچہ ان فریقین نے اپنی حکمت عملی اپنے ان مخصوص حالات کی روشنی میں مرتب کی۔ سامراج کی حکمت عملی کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ عوام کو بدستور منتشر اور غیر منظّم رکھا جائے۔ اس جنگ میں نفسیاتی حربہ ان کے لئے موثر ترین ثابت ہوا۔ نفسیاتی حربے کا مقصد عوام میں اس نوعیت کی ذہنیت پیدا کردینا تھا کہ وہ مسلح جدوجہد کر کے آزادی حاصل کرنے کے مسلک کی طرف راغب نہ ہوسکیں۔ اس کے برعکس عوامی حریت کے قائدین اپنا تمام تر زور عوام کو منظّم کرنے اور ان میں آزادی کی طلب اور بغاوت کی خو کو برقرار رکھنے پر صرف کرتے رہے ہیں۔ اس جنگ میں مرزائیت کو برطانوی سامراج کا وہ نفسیاتی حربہ کہا جاسکتا ہے جو اس نے برصغیر کے مسلمان عوام کے خلاف استعمال کیا۔

برطانوی سامراج اور برصغیر کے عوام کے درمیان زیادہ عرصہ ایک نفسیاتی جنگ ہی چھڑی رہی ہے۔ اس جنگ میں بھی مختلف نوعیت کے حربے آزمائے گئے۔ سامراج نے ہمارے معاشرے کے طبقاتی تضادات سے بخوبی واقفیت حاصل کی اور ہر طبقے کی نفسیات کو سمجھ کر اس کا مؤثر استحصال کیا۔ اس سلسلے میں اس نے ہمارے عوام کے مذہبی احساسات کو بھی اپنے مقصد کے لئے خوب استعمال کیا۔ سامراج نے اس حقیقت کو فوراً بھانپ لیا تھا کہ ہمارے عوام کی بنیادی شخصیت ہی مذہب ہے۔ چنانچہ اس کی نفسیاتی جنگ نے موقع کی مناسبت سے مذہبی پیرایہ بھی اختیار کیا۔ افریقہ میں سامراج نے عوام کی توہم پرستی اور جادہ پرستی کو اپنے استحصالی مقاصد کے لئے استعمال کیا۔ برصغیر میں بھی انہوں نے یہ کوشش کی کہ مذہب سے عقیدت کو بیرونی تسلط کی

مقبولیت کے جذبہ میں تبدیل کردے۔ دراصل سامراج نے دنیا میں کہیں بھی مذہب کی روحانیت کا احترام نہیں کیا۔ اس کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ انسانوں کی مذہبی عقیدت کو بھی معاشی استحصال کے استحکام کے لئے استعمال کرے۔ جہاں تک برصغیر کا تعلق ہے ایک سامراجی دانشور نے ہمارے عوامی ذہن کو ٹٹولنے کے بعد لکھا تھا کہ یہاں کی اصل زبان مذہب ہے اور اگر یہاں کے لوگوں کے اذہان کو بدلنا مقصود ہو تو اس کا سب سے مؤثر طریقہ پیام کو مذہبی پیرایہ دینا ہے۔ اگر مرزائیت کو اس تاریخی سیاق وسباق میں دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ تو دراصل برطانوی سامراج کا ایک پیام برصغیر کے مسلمانوں کے نام تھا، جس کا مضمون تھا کہ آزادی کی جدوجہد کو ترک کردو۔ خاص طور پر مسلح جدوجہد کو اپنے اوپر قطعی طور پر حرام کرلو اور مکمل اطاعت اختیار کر کے اپنے اندر غلاموں کے اخلاق پیدا کرلو۔

مرزائیت کی اصلیت کے مندرجہ بالا تصور کی روشنی میں مجھے توقع تھی کہ برصغیر سے برطانوی سامراج کی پسپائی کے بعد یہ تحریک بہت جلد اپنی موت خود مر جائے گی۔ لیکن ایک حقیقت پسند مبصر کی حیثیت سے مجھے اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ ایسا نہیں ہوا۔ یہ درست ہے کہ آج مرزائیت انحطاط پذیر ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی درست ہے کہ اس کی پھونک اس تیزی سے نہیں نکل رہی جیسا کہ توقع تھی۔ اس کے برعکس آثار نظر آرہے ہیں کہ یہ مذہب بدلے ہوئے حالات سے کچھ کچھ مطابقت حاصل کر چکا ہے اور سامراجی حربے کی حیثیت سے کالعدم ہونے کے بعد اس نے اپنی زندگی کے کچھ اور جواز ڈھونڈے ہیں۔ مجھے خدشہ ہے کہ کہیں یہ تحریک اس سرزمین میں اپنی جڑیں پیوست ہی نہ کرلے اور اس سے باقاعدہ نشوونما حاصل کرنا شروع کر دے۔ یہ صورتحال افسوس ناک، بلکہ تشویش ناک ہے۔ میں نہ تو مرزائیت کے اپنی موت خود مرنے کا انتظار کرسکتا ہوں اور نہ ہی مجھے منظور ہے کہ یہ تحریک اپنی ہیت کذائی بدل کر ہماری قومی بلکہ مذہبی زندگی کا ایک مستقل جزو بن جائے۔ پس اپنی فہم کے مطابق میں نے صورتحال کا تجزیہ کیا ہے تاکہ اسباب دریافت ہوسکیں کہ اس تحریک کو جسے آج نزع کے عالم میں گرفتار ہونا چاہئے تھا۔ زندگی کیونکر اور کہاں سے مستعار مل رہی ہے۔ غالباً یہاں لازم ہوگیا ہے کہ میں اپنے مقصد کو کھل کر بیان کروں۔

میرا مقصد ایک ایسی حکمت عملی دریافت کرنا ہے۔ جس پر چل کر قانون اور اصولوں کے دائرہ کے اندر رہتے ہوئے ہم برطانوی سامراج کی میراث اس مرزائی تحریک کو صفحہ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹادیں۔

میں اوپر بیان کر چکا ہوں کہ مرزائیت غیر متوقع طور پر سخت جان ثابت ہو رہی ہے۔ اس کی سخت جانی پر میں نے غور کیا ہے اور کچھ نتائج برآمد کئے ہیں۔ میرے خیال میں مرزائیت سخت جان اس واسطے ثابت ہو رہی ہے کہ ہم اس کے خلاف بدستور وہی تدابیر استعمال کرتے چلے آ رہے ہیں۔ جو ایک مرحلہ تک تو خاصی موثر ثابت ہوئیں۔ لیکن جن کی افادیت بدلے ہوئے حالات میں مفقود ہے۔ دوسرے الفاظ میں ہم مرزائیت پر غیر مؤثر ہتھیاروں سے وار کر رہے ہیں۔ اس کتاب کا ایک اہم مقصد ہتھیاروں کی نوعیت کے بارے میں غور کرنا بھی ہے تاکہ ہمارے وار خالی نہ جائیں۔ ابتداء ہی سے ایک عام مسلمان کو مرزا غلام احمد قادیانی کی ذات سے سخت نفرت رہی ہے۔ قدرت کی ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ جس قدر زیادہ زور مرزائیت نے مرزا غلام احمد قادیانی کی روحانی بلندی منوانے پر صرف کیا۔ یہ شخص سواداعظم کی نظروں میں اسی قدر زیادہ گر گیا۔ حقیقت میں مرزا غلام احمد کے خلاف نفرت کسی منصوبے کے تحت پھیلائی نہیں گئی تھی۔ بلکہ یہ ازخود پیدا ہوئی اور پروان چڑھتی رہی۔ غور کرنے سے دریافت ہوگا کہ اس نفرت کے پیچھے ایک مثبت جذبہ کارفرما تھا اور وہ جذبہ ہے اپنے وجود کے تحفظ کا یعنی **(Survival Istinct)** جس جذبے کے تحت مسلمانان ہند نے اس مرد قادیان کو رد کیا وہ اتنا بنیادی ہے کہ انسانوں کے علاوہ حیوانوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ یہ عام مشاہدہ ہے کہ گھاس چرنے والے جانور بھی ازخود فطرت کے اشارے پر زہریلی جڑی بوٹیوں میں منہ مارنے سے اجتناب کرتے ہیں۔ برصغیر کے مسلمانوں کا مرزائی عقیدے سے منہ موڑ لینا بھی اسی فطرت کے اشارے کے طور پر تھا۔ مرزائیت سے نفرت ایک قدرتی امر تھا۔ جسے سمجھنے کے لئے اس کو ایک صحت مند جسم کے مدافعتی ردعمل سے تشبیہ دی جاسکتی ہے۔ قدرت کا اصول ہے کہ جسم جس قدر صحت مند ہوگا اور جس قدر تند و تیز بیماری کے جرثوموں کی یلغار اس پر ہوگی۔ اسی قدر شدت سے جسم کی مدافعتی توانائیاں بھی حرکت میں آئیں گی۔ غالباً ہماری اجتماعی زندگی کے لئے مرزائیت کی ضرر رسانی کا صحیح مقام عوامی نفرت کی یہی ہیجانی شدت ہے۔ ایک عام مسلمان نے یہ بات تحت الشعوری طور پر بھانپ لی تھی کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے ہاتھ میں سامراج کا تھمایا ہوا ایک ایسا پیالہ ہے جو کہ سم قاتل سے لبالب بھرا ہوا ہے اور جسے وہ ان کے منہ میں انڈیل دینے پر تلا بیٹھا ہے۔ اگر مرزا قادیانی کے ہاتھ کو سختی سے جھٹک دیا گیا تو اس کی اصل وجہ اس ہاتھ کا سم قاتل کو تھامے ہونا تھی۔ بہرحال ضرورت محض ہاتھ کو سختی سے جھٹکنے ہی کی نہیں بلکہ ہاتھ سے پیالہ چھین کر زہر کو زمین پر بہا دینے کی بھی ہے۔ میری دانست میں ہم مرزائیت کو پوری طرح مغلوب کرنے سے قاصر اس واسطے رہے ہیں کہ ہم محض جبلی

ردعمل پر اکتفا کرتے رہے ہیں اور مدافعت کے عمل کو اس کے منطقی نتیجہ پر نہیں پہنچاتے رہے۔ نفرت محض ایک جذبہ خام ہے جو انسانوں کو متحرک تو کر دیتا ہے۔ لیکن ان سے منصوبے بندھوا کر دوررس مقاصد حاصل نہیں کروا سکتا۔ اب ضرورت اس نفرت سے آگے بڑھ کر ایک ایسی حکمت عملی وضع کرنے کی ہے۔ جس کی بدولت مرزائیت سے وابستہ افراد پر اس تحریک کی اصلیت آشکار ہو سکے اور ایک ایسا ماحول پیدا ہو سکے کہ وہ تھوڑے عرصہ میں زیادہ سے زیادہ تعداد میں اس کو چھوڑ کر واپس سواد اعظم میں آن ملیں۔ اصل بات تو مرزائی تحریک پر حتمی غلبہ پانے سے بنتی ہے۔

ایک مرحلہ تھا جب مرزائیت کے خلاف ہیجانی نفرت کی افادیت سمجھ میں آسکتی تھی۔ یہ مرحلہ تب تھا جب ابھی سامراج کا تسلط باقی تھا اور مسلمان عوام ریت کے ذروں کی طرح منتشر تھے۔ اس مرحلہ پر ہمیں مدافعت کے حصار کو فوری طور پر کھڑا کرنے اور اس کو اتنا مستحکم بنانے کی ضرورت درپیش تھی کہ کسی بھولی ہوئی درز سے ڈسے جانے کا احتمال بھی باقی نہ رہے۔ لیکن خطرے کا یہ دور پاکستان کے وجود میں آنے کے بعد ختم ہو چکا ہے۔ اب ہیجان کی قطعاً کوئی ضرورت باقی نہیں۔ اب تو اقتدار اعلیٰ مسلمانوں کے پاس ہے۔ اب ہم اپنے ملک میں اپنی مرضی کے قوانین بنانے پر حاوی ہیں۔ اب ہم اس بات پر بھی قادر ہیں کہ ہمارے وضع کردہ قوانین پر پوری سختی سے عمل درآمد ہو۔ اگر ہم قدرے غور وفکر سے کام لیں تو اس نوعیت کے قوانین بنائے جاسکیں گے جو تمام جمہوری اقدار کے حاصل ہوتے ہوئے اور مذہب میں جبر کو روا رکھے بغیر بھی مرزائی تحریک کا پنپنا محال کر دیں۔ جب صورتحال ہمارے اس قدر موافق ہے تو ظاہر ہے کہ وہ لوگ، جو مرزائیت کا مقابلہ کرنے کے لئے بھی مسلمانوں کے ہیجانی جذبات کا سہارا لیتے ہیں۔ ہماری اجتماعی توانائیوں کے ضیاع کے مجرم ہیں۔ اوّل تو یہ لوگ مخلص ہی نہیں، لیکن اگر وہ نیک نیت بھی ہیں تو بھی انتہائی نادان اور کوتاہ اندیش ہیں۔ ان لوگوں سے بچنا بہتر ہے۔ یہ جذباتیات کی دلدل ہی تو ہے جو ہمارے قدموں کو آگے جانے سے روک رہی ہے۔ میں تو اس مسلک کا حامی ہوں کہ آگے بڑھ کر اور منصوبہ بنا کر مرزائیت کے حصار پر بھرپور یلغار کر دی جائے۔ میں تو مرزائیت کے خلاف احتجاج بلند کرنے کے بجائے مرزائیت کو نیست و نابود کر دینے کا حامی ہوں۔ یہاں ایک ممکنہ غلط فہمی کا ازالہ ضروری ہے۔ مرزائیت کے حصار پر یلغار کا مطلب یہ نہیں کہ جہاں کہیں ہمیں مرزائی حضرات نظر آئیں ہم ان پر جسمانی یلغار ہی شروع کر دیں۔ مرزائیت کو نیست و نابود کر دینا ایک احسن مسلک ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم مرزائی امت کو فرداً فرداً جان سے مارنے کے درپے ہو جائیں۔ یہ تو انتہائی مجنونانہ افعال ہوں گے۔ مجھے افسوس سے لکھنا پڑتا ہے کہ ماضی

قریب میں کچھ طالع آزماؤں نے مسلمانوں کے اس جذبہ کو انتہائی بے شرمی سے اپنے ذاتی حقیر مفادات کے لئے استعمال کیا۔ ان لوگوں کی گردنوں پر بے گناہ افراد کے قتل ہیں۔ میرا اپنا خیال ہے کہ بخشنے کو خدا تعالیٰ باقی ساری دنیا کو بخش دیں لیکن ان لوگوں کو ہرگز نہیں بخشیں گے بعید نہیں کہ مستقبل میں بھی یہ لوگ اپنی مذموم حرکات دہرانے کی کوشش کریں۔ یہی وجہ ہے کہ میں اس نکتہ کی ہرممکن وضاحت کر دینا چاہوں گا تاکہ غلط فہمی کی قطعاً گنجائش باقی نہ رہے۔

ہمارا اصل مقصد ایک تحریک کا قلع قمع کرنا ہے۔ انسانوں کو موت کے گھاٹ اتارنا نہیں ہے۔ انسانوں کو مارنے میں نہ تو کوئی نیکی ہے اور نہ بہادری۔ اصل نیکی اور بہادری تو انسانوں کو بدلنا ہے۔ یہی مقصد اس مسئلہ پر صحیح حکمت عملی کا مدعا بھی ہونا چاہئے۔ اس شخص کی مثال، جس کے ذہن میں ایک غلط تصور جاگزیں ہو، ایک بیمار آدمی کی ہے۔ بیماری سے نفرت تو بجا ہے لیکن بیمار سے نفرت ایک مجنونانہ فعل ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ مرزائیت کے برقرار رہنے کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ ایک عام مسلمان کو مرزائیوں سے بحیثیت انسان نفرت کرنے کا سبق پڑھا دیا گیا ہے۔ جب کہ نفرت کے مستحق انسان نہیں بلکہ مرزائی تحریک تھی۔ یوں بھی میں سمجھتا ہوں کہ انسانوں سے نفرت ایک بہت بڑا کفر ہے۔ یہ ایک دوہرا المیہ ہے۔ جس میں نفرت کرنے والا بھی اسی قدر رسوا ہوتا ہے جتنا کہ وہ شخص جس سے نفرت کی جارہی ہو۔ نفرت کا ہدف انسان نہیں، ہمیشہ غلط تصورات ہونے چاہئیں۔ یہ درست ہے کہ غلط تصورات انسانوں کے ذہن ہی میں جاگزیں ہوتے ہیں۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ نفرت غلط تصور کے بجائے انسانوں سے کی جائے۔ انسانی ذہن میں تبدیلی کی زبردست صلاحیت موجود ہے۔ اگر آج اس میں غلط تصور براجمان ہے تو کل صحیح تصور بھی جاگزیں ہوسکتا ہے۔ محض تصور کے غلط ہونے سے تصور کو آماجگاہ کو نفرت سے بھسم کر دینا انتہائی وحشیانہ حماقت ہے۔ اسلام بنیادی طور پر ایک تبلیغی مذہب ہے۔ اس کی اساس ہی یہ ہے کہ انسانوں کے اذہان کو بدلنا ممکن ہے۔ صرف اس واسطے کہ کسی شخص کے ذہن میں وقتی طور پر ایک غلط تصور نمودار ہوا ہے۔ اس شخص کو ضائع کر دیا جائے...... نہیں، نہیں...... اسلام اس کی ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ نفرت کے جذبے سے تو اذہان کے بدلنے کا عمل جاری کرنا ناممکن ہے۔ ہدف کی شخصیت میں نفرت، مدافعت کے مادے کو ابھارتی ہے۔ یہ ایک فطری امر ہے کہ وہ شخص جس سے نفرت کی جارہی ہو، نفرت کرنے والے کی بات کی طرف راغب ہونا اپنی شخصیت کی تنسیخ اور نفی سمجھے گا۔ یہی وجہ ہے کہ اذہان کو بدلنے کے بجائے نفرت انہیں اپنی ڈگر پر پہلے سے بھی زیادہ راسخ کر دیتی ہے۔ اگر انسانوں کو بدلنا مقصود ہو تو مناسب طریقہ یہ ہے کہ انہیں ان کی اہمیت کا پورا

احساس دلایا جائے۔ بلکہ خود بھٹکے ہوئے انسان کو غلط اور صحیح کے درمیان حکم کے مرتبہ پر لا کھڑا کیا جائے۔ ایک عام مرزائی بذات خود برطانوی سامراج کا ایجنٹ نہیں ہے۔ میں اسے مرزا کے پیروکار کی حیثیت سے زیادہ، مرزا کے شکار کی حیثیت سے دیکھتا ہوں۔ اس سے ذاتی طور پر نفرت کی جائے۔ اس بے چارے سے تو خود بہت بڑا دھوکہ ہوا ہے۔ میرے مشاہدے میں آیا ہے کہ ایک عام مرزائی کی مرزائیت سے وابستگی کا محرک بھی مذہبی جذبہ کا خلوص ہے۔ پس مجھے پورا یقین ہے کہ جونہی ہم اسے اس بات کا احساس دلانے میں کامیاب ہو جائیں گے کہ دراصل اس کے احساس تقدس کا استحصال ہوا ہے تو مرزائیت سے اسے ازخود گھن آئے گی اور اسے چھوڑ دے گا۔ مرزائی افراد کے خلاف نفرت کا ماحول بحال رکھ کر تو ہم فی الواقع ان کی تبدیلی کے مواقع مسدود کر رہے ہیں۔ چنانچہ میں سنجیدگی سے سمجھتا ہوں کہ مرزائیت کے اصل ایجنٹ وہ لوگ ہیں جو مسلمانوں کی نفرت کو مرزائیت کے غلط تصورات کے بجائے مرزائی افراد کی جانب مبذول کروا دیتے ہیں۔ مرزائیت کی موت اس ماحول میں واقع ہوگی جہاں مسلمانوں کی نفرت کا ہدف گوشت پوست کے مرزائی افراد سے ہٹ کر مرزائی تحریک کے مکروہ تصورات بن چکے ہوں۔ میرے خیال میں اس بات کی سب سے بڑی وجہ کہ اتنا عرصہ گزر جانے کے بعد بھی مرزائیت کے مؤثر انسداد کے لئے حکمت عملی وضع نہیں ہوئی۔ یہ ہے کہ ذہین اور باشعور طبقہ حرکت میں نہیں آیا۔ یہ نقصان دراصل مرزائیت کے مسئلہ پر ہیجانی ردعمل کے بدستور جاری رہنے کا ہے۔ ظاہر ہے کہ جہاں تصورات کے بجائے انسانوں کو نفرت کا ہدف بنایا جارہا ہو، وہاں باضمیر اور بااصول افراد کی ہمدردیاں حاصل کرنا ممکن نہیں۔ اس کتاب کا ایک بڑا مقصد مرزائیت کے خلاف جدوجہد کو صحیح خطوط پر منظّم کرنا ہے۔

میں اس نکتہ کا اعادہ کرنا چاہوں گا کہ اس کا سبب کہ ابھی تک مرزائی تحریک پر مسلمانوں کی طرف سے کاری ضرب نہیں لگائی جاسکی۔ سوائے اس کے کچھ اور نہیں کہ ہمارا ذہنی طبقہ اس کشمکش سے لاتعلق رہا ہے۔ ایک تحریک کی فکری بنیادی کتنی ہی بودی اور کھوکھلی کیوں نہ ہو، یہ تنگ نظر متعصب جہلاء کے بس کی بات نہیں کہ اس کی راہیں مسدود کرسکیں۔ مرزائیت کے خلاف ہمارے ذہن طبقے کے صف آرانہ ہونے میں ایک اور عنصر کو بھی دخل ہے...... اور وہ ہے اس تحریک کی ضرر رسانی کے بارے میں غلط اندازے۔ بدلے ہوئے حالات میں اپنے آپ کو عواقب سے محفوظ رکھنے کے لئے مرزائیت نے اپنی ''مظلومیت'' بلکہ ''مجہولیت'' کا ڈھونگ رچایا ہے۔ ان دنوں مرزائی مبلغ اپنا زیادہ زور اپنی تحریک کو ایک ''درویشانہ، معقول، امن پسند، صلح کل کی حامی'' تحریک ثابت کرنے پر صرف کر رہے ہیں اور ضمناً اس بات کا ذکر بھی کر دیتے ہیں کہ وہ ''مسلمانوں کے

اندھے تعصب‘‘ کے ہاتھوں ہراساں ہیں۔ اس پروپیگنڈے نے مسلمانوں کے سنجیدہ اور صاحب رائے طبقہ کو خاصا متاثر کر رکھا ہے اور یہ وجہ ہے کہ وہ اس مضر تحریک کے خلاف میدان عمل میں نہیں اترے۔ مرزائیت کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو ایک اور طرف سے بھی سہارا مل رہا ہے۔ ہمارا دانشور طبقہ اس تحریک کے مخصوص تاریخی سیاق وسباق سے قطعی نابلد ہے۔

یہ انتہائی افسوس کا مقام ہے کہ اس پہلو پر ضرورت کے مطابق تحقیق نہیں کی گئی ہے۔ آج اس کا نتیجہ یہ نکل رہا ہے کہ اکثر بالغ نظر لوگ مرزائیت کو ایک لغو، لایعنی اور فضول تحریک جان کر اس کے خطرات کے احساس سے عاری ہو چکے ہیں۔ صاحب رائے حلقہ مرزائیت کو ایک بے ضرر مضحکہ سمجھ بیٹھا ہے۔ ان کی نظر میں مرزا غلام احمد قادیانی کی حیثیت ایک ہسٹیریا کے مریض سے زیادہ نہیں۔ جس نے بیماری کے دوران میں کچھ ہذیان بولے ہیں۔ جنہیں سادہ لوح ’’الہامی فرمودات‘‘ جان کر اب تک سینہ سے لگائے بیٹھے ہیں۔ میرے خیال میں حقیقت اتنی سادہ نہیں ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ دانشوروں کے ذہن میں یہ جو احساس ابھر آیا ہے کہ اس تحریک کو تاریخ نے قطعی طور پر اپنی ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا ہے۔ خاصا قبل از وقت ہے۔ تاریخ کی ردی کی ٹوکری اس تحریک کا مقدر ضرور ہے۔ لیکن ابھی وہ مبارک وقت نہیں آیا اور غالباً تب تک نہیں آئے گا جب تک کہ اس تحریک کے انسداد کے لئے ایک صحیح حکمت عملی مرتب نہیں ہو جاتی۔ یہ درست ہے کہ تاریخ کے رواں دھارے نے مرزائیت کو منجدھار سے بہت دور پھینک دیا ہے۔ تاہم اس تحریک کا وجود محض بھی ہمارے لئے نقصان دہ ہے۔ میری مخلص رائے میں اس فرقہ کی موجودگی ہماری قومی زندگی کے لئے زہر کا اثر رکھتی ہے۔ مرزائیت کا زہر ہمارے معاشرے میں ایک حد تک نفوذ کر چکا ہے۔ گو یہ زہر فوری طور پر ہلاکت خیز ثابت نہیں ہو رہا۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کے اثرات خود بخود زائل بھی نہیں ہو رہے ہیں۔ یہ نتیجہ اخذ کرنا درست ہوگا کہ جب تک ہماری اجتماعی زندگی میں اس زہر کے اثرات باقی ہیں، مکمل صحت یابی حاصل نہ ہو سکے گی۔ پس اس کتاب کا ایک اور مقصد مرزائیت کے بدستور قائم رہنے کے نقصانات اور ان کے فوری تدارک کی جانب توجہ مبذول کروانا ہے۔

شروع ہی سے مرزائیت کی اصلیت پر تحقیق اور اس کے موثر تدارک کے بارے میں سوچ کی ازحد کمی رہی ہے۔ جیسا کہ اوپر کہا جا چکا ہے۔ اس مسئلہ پر ہیجان تو وافر مقدار میں موجود ہے۔ لیکن محض ہیجان سے مقاصد حاصل نہیں ہو سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس تمام ہیجان کی موجودگی میں آج بھی کئی لاکھ افراد مرزائیت میں ملوث ہیں۔ ایک گروہ، ایک فرقہ، ایک تنظیمی ڈھانچہ وجود

میں آچکا ہے اور بدستور قائم رہ رہا ہے۔ ربوہ کا شہر آباد ہے اور روز بروز پھیل رہا ہے۔ نوبت یہاں تک آ پہنچی ہے کہ اب ایبٹ آباد کے نواح میں ربوہ ثانی کی بنیادیں رکھی جارہی ہیں۔ سالانہ جلسوں کی رونق ہر سال بڑھ رہی ہے اور ان کو منعقد کر کے قادیانی خلیفہ دھڑا دھڑ چندے وصول کئے جارہا ہے۔ برانڈرتھ روڈ پر احمدیہ بلڈنگ بدستور قائم ہے اور کرایہ دینے والی اس گائے کو متعلقہ انجمن خوب دوھ رہی ہے۔ مرزائی مبلغ غریبوں کے ایمان کو آزمانے کا کھیل کھیل کر اپنی تنخواہیں بدستور وصول کررہے ہیں۔ غریب طالب علموں کے لئے وظیفے کی سفارشوں کے خطوط برابر لکھے جارہے ہیں۔ مرزائیت کی پنیری باقاعدگی سے سینچی جارہی ہے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ مرزائی حصار کے گرد کھینچی ہوئی فصیل کی مرمت ساتھ ساتھ کی جارہی ہے۔ مرزائی گھرانوں میں پیدا ہونے والے وہ سینکڑوں نوجوان جو دل ہی دل میں اس مذہب سے متنفر ہیں اور اسے رد کرنے کے درپے ہیں، اپنی خواہش کے باوجود بھی اس حدفاصل کو عبور کرنے سے قاصر ہیں۔ تصور کی آنکھ دیکھ رہی ہے کہ ہزاروں مخلص مسلمان مرزائیت کے طلسمی گرداب میں پھنسے ہوئے ہراساں پھر رہے ہیں۔ لیکن اس سے چھٹکارا حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہورہے ہے۔ اصل مقصد مرزائیت کے اس تمام گورکھ دھندے کو سمیٹ لینا ہے۔ لیکن ان تمام مسائل کے واحد حل کے طور پر جو نعرہ بار بار ہمارے سامنے آرہا ہے وہ مرزائیوں کو اقلیت قرار دینے کا ایک قانون پاس کرنے کا ہے۔ ابھی چند ماہ کا ذکر ہے کہ آزاد کشمیر کے کراماتی صدر سردار عبدالقیوم نے اس نعرے کو بڑی شدومد سے بلند کیا تھا۔ سردار صاحب کے اخباری بیانات سے تو یہ ظاہر ہوتا تھا کہ انہوں نے اس مضمون کے ایک بل کو آزاد کشمیر اسمبلی سے پاس کروا کر اپنی کابینہ سے اس کی توثیق بھی کرڈالی ہے۔ اگر فی الواقعی ایسا ہے تو مجھ پر یہ معمہ حل نہیں ہوسکا کہ کیا وجہ ہے کہ ایک طویل عرصہ گزر جانے کے بعد اور مبارک باد کے ہزاروں تار وصول کرنے کے باوجود بھی اس نوعیت کا کوئی قانون آزاد کشمیر میں نافذ نہیں ہوا۔ (اس ضمن میں مصنف نے سردار عبدالقیوم کے نام ایک خط بھی لکھا تھا جس کی نقل ہفت روزہ ''کہانی'' لاہور میں شائع ہوچکی ہے) میں اس نوعیت کے قانون کے نفاذ کا خواہشمند خاص طور پر اس واسطے بھی تھا کہ اس کے عملی نتائج کا جائزہ لے سکوں۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ مرزائیوں کو اقلیت قرار دینے کے قانون کے نافذ ہوجانے سے ربوہ کس حد تک سکڑ جائے گا۔ سالانہ جلسے کس قدر بے رونق ہوجائیں گے۔ چندوں اور وظیفوں کے سلسلہ کہاں تک بند ہوں گے اور عمومی طور پر اس تحریک کے تنظیمی ڈھانچہ پر کیا اثر پڑے گا۔ مجھ پر یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ خواہ انہیں اقلیت قرار دینے کے درجنوں قوانین کیوں نہ پاس کردیئے جائیں جب

تک مرزائیت کا تنظیمی ڈھانچہ برقرار رہے گا یہ تحریک پوری طرح مٹائی نہیں جاسکے گی۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے اپنی خاص توجہ کو ہمیشہ اس ڈھانچہ پر ہی مرکوز رکھا ہے۔ میری ناقص رائے میں مجوزہ قانون کے نفاذ سے مسلمانوں کے جذبہ حقارت کا ایک گونہ تسکین تو ممکن ہے لیکن ان مقاصد کے حصول ممکن نہیں جن سے مرزائیت کے ڈھانچہ کی صحیح معنوں میں بیخ کنی ہوتی ہے۔ جہاں تک میں اندازہ لگا سکا ہوں مجوزہ قانون سے جہاں تھوڑا بہت فائدہ ہے، وہاں اس کا خاص نقصان یہ ہے کہ اس سے مرزائی تحریک کو قانونی تحفظ فراہم ہو جائے گا۔ ہمارا مقصد مرزائی تحریک کو حقیقی طور پر فنا کرنا ہونا چاہئے۔ یہ میری فہم سے بالا ہے کہ مرزائی اداروں اور تنظیمی ڈھانچوں کو دستور میں درج تحفظات دلوانے کے بعد ہم اس مقصد کو کیونکر حاصل کرسکیں گے۔ صاف ظاہر ہے کہ اقلیت کے طور مرزائی تحریک کو اپنے مذہب کا پرچار کرنے کی کھلی چھٹی اور دستوری تحفظ مہیا ہو جائے گا۔ مجھے تسلیم ہے کہ اس مسئلہ پر دیانتداری سے اختلاف رائے ممکن ہے اور نہ ہی میری نیت اپنے خیالات کو قطعی حکم کی حیثیت دینے کی ہے۔ میں نے مجوزہ قانون کو ایک مثال کے طور پر اس واسطے چنا کہ ثابت کرسکوں کہ یہاں ٹھوس سوچ اور تدبر کا کس قدر ہیبت ناک فقدان ہے۔ یہ تدبر کا معمولی تقاضہ ہے کہ کسی نعرے کو علم بنا کر ہوا کے گھوڑے پر سوار ہونے سے پہلے مجوزہ لائحہ عمل کے منفی اور مثبت پہلوؤں پر بھی غور کر لیا جائے۔ اس کتاب کے مقاصد میں اس کمی کا ازالہ کرنا اور غلط کو صحیح حکمت عملی سے ممیّز کرنا شامل ہیں۔

سب سے آخر میں، اس کتاب کی گزارشات اور تجاویز کو نکات کی صورت میں مرتب کی جائے گا تاکہ پڑھنے والوں کو بحث کا نچوڑ پلے باندھنے میں آسانی ہو۔ جیسا کہ عنوان ہی سے ظاہر ہے، ان تمام نکات کا واحد مقصد مرزائیت کا مؤثر انسداد ہے۔ اس میں اگر کوئی چیز نئی ہے تو وہ حکمت عملی کے وضع کرنے کی جانب خصوصی توجہ ہے۔ مجھے پورا یقین ہے کہ تمام امت محمدی بشمول اہل تشیع کے ان مقاصد سے جن کو حاصل کرنے کے لئے یہ کاوش کی گئی ہے، پورا اتفاق کرتے ہیں۔ یہ عین ممکن ہے کہ کچھ لوگ میرے مجوزہ لائحہ عمل کی تفصیلات سے متفق نہ ہوں۔ بلکہ ان میں ترامیم کے خواہاں ہوں۔ میں ان دانشوروں اور علماء کو خوش آمدید کہوں گا اور ان سے درخواست کروں گا کہ وہ باقی کام چھوڑ کر اپنے علم اور ذہن کو یہاں پیش کی ہوئی حکمت عملی سے زیادہ مؤثر حکمت عملی وضع کرنے میں لگائیں۔ ان کی مخلصانہ تنقید میرے لئے باعث صد فخر ونعمت ہوگی۔ اگر میں ان حضرات کی توجہ کو اس جانب مبذول کروانے میں کامیاب رہا تو میں سمجھوں گا کہ مجھے اپنی محنت کا ثمر وصول ہوگیا ہے۔ میں تو اس سے بھی بڑھ کر ایک تجویز پیش کرنے کی جسارت کئے بیٹھا

ہوں۔ حکمت عملی کو وضع کرنا اور وضع کردہ حکمت عملی پر عمل درآمد کرنا۔ یہ ہر دو کام ایک ٹھوس تنظیم کے متقاضی ہیں۔ پس امت محمدی کے مسلمہ قائدین کی خدمت میں میری یہ مؤدبانہ گزارش ہے کہ وہ آگے بڑھیں اور مطلوبہ تنظیم کی داغ بیل ڈالیں۔ وقت کی ضرورت یہ ہے کہ اسلام کے مختلف فرقوں سے تعلق رکھنے والے لوگ اپنے باہمی اختلافات کو بھلا کر مرزائیت کے مؤثر تدارک کے علم تلے اکٹھے ہوں اور تحریک انسداد مرزائیت کو جاری کریں۔ ذاتی طور پر مجھ پر مرزائیت کے خلاف جدوجہد کرنے کا فرض ایک عام مسلمان کی نسبت زیادہ عائد ہوتا ہے۔ ماضی میں میرے چند عزیز اس تحریک کے جھانسہ میں آگئے تھے اور ان سے اس کفر کو پھیلانے کا گناہ بھی سرزد ہوا تھا۔ پس ان کے گناہ کا مناسب کفارہ یہ ہے کہ اب میں اس تحریک کو سمیٹنے کے کام میں ایک عام مسلمان کی نسبت زیادہ بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھاؤں۔ میرے اقرباء نے تو اپنی زندگی ہی میں اس گناہ سے توبہ کر لی تھی۔ لیکن میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ میں اس سراب کے خلاف، جس نے خدا معلوم کتنے مخلص مسلمانوں کو صراط مستقیم سے بھٹکا دیا ہے، مرتے دم تک جہاد کروں گا۔ میں نے نیت باندھی ہے کہ اپنی آمدنی کا ایک معقول حصہ مرزائیت کے خلاف اس جہاد کی نیک راہ میں صرف کروں گا۔ ظاہر ہے کہ اس وسیع وعریض ملک میں میری مثال اکلوتی ہی نہیں ہوسکتی۔ بلکہ اور بھی بہت سے لوگ اس راہ میں اپنے مال اور دیگر وسائل سے جہاد کرنے کے لئے بے قرار ہوں گے۔ میں علمائے کرام سے درخواست کروں گا کہ وہ ہمارے خلوص کی لاج رکھیں اور ہماری رہنمائی کریں۔ ان محترم حضرات سے مجھے اتنا کہنا ہے، منزل تعین کی جاچکی ہے، راہ کی نشاندہی ہوچکی ہے، قافلہ زادراہ لئے تیار کھڑا ہے...... صرف راہبر کی تلاش ہے۔

ہمیں یہ بات کبھی نہیں بھولنی چاہئے کہ انسداد مرزائیت کے مسئلہ پر ہمارے دشمن عالمی رائے عامہ کو آسانی سے ہمارے خلاف کر سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں ہمیں اپنے حالیہ تجربہ سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔ جس انداز سے سر ظفر اللہ خاں نے جون ۱۹۷۴ء میں رونما ہونے والے واقعات کو عالمی پریس کے سامنے پیش کیا اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ مرزائیت خالصتاً ایک مذہبی مسئلہ ہے۔

صورتحال یہ ہے کہ مغربی ممالک میں اکثر لوگ عیسائیوں کے پروٹسٹنٹ فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں اور یہ وہ فرقہ ہے جس پر ماضی میں رومن کیتھولک فرقہ کے پوپ نے عیسائیت سے اخراج کے بہت سے بے اثر فتوے جاری کئے تھے۔ ظفر اللہ خاں پروپیگنڈے کے ماہر ہیں۔ اس شخص نے مرزائیوں کے اسلام سے اخراج کی بات اس پیرائے سے کی ہے کہ لاشعوری طور پر پروٹسٹنٹ فرقہ کی ہمدردیاں ان کے ساتھ ہوگئی ہیں۔ ہمیں اس چال کو سمجھنا چاہئے۔ چنانچہ میری

گزارش ہے کہ ہمیں اس مسئلہ پر یہ موقف اختیار کرنا چاہئے کہ مرزائیت دراصل مذہبی مسئلہ نہیں ہے بلکہ ہمارے لئے بیرونی طاقتوں کی آلہ کار ایک تنظیم وتحریک کے انسداد کا مسئلہ ہے۔

باب دوم ...... مرزائیت کی اصلیت

اس بارے میں ذہن نشین کرنے والی بنیادی بات تو یہ ہے کہ یہ کوئی سیدھا سادھا مذہب نہیں ہے جس کی اساس کو چند مقدس کتابیں پڑھ کر سمجھ لیا جاسکے۔ اس مذہب کی حقیقت نہ صرف پوشیدہ ہے بلکہ نقاب اندر نقاب پوشیدہ ہے اور یہ نقاب سرسری بھی نہیں بلکہ دبیز ہیں۔ غالباً ان تہہ درتہہ نقابوں کو پیاز کے چھلکوں سے تشبیہ دینا خیال انگیز ہو۔ پیاز کی حقیقت پر غور کیجئے! پیاز جس سے مرتب ہے وہ محض چھلکوں کی تہیں ہی ہیں۔ جونہی ان تہوں کو ایک دوسرے سے جدا کردیا جاتا ہے پیاز کی حقیقت معدوم ہوجاتی ہے۔ میں نے اکثر حیرت سے سوچا ہے کہ قدرت نے ان پیاز کے چھلکوں کو کس احتیاط سے ترتیب دیا ہے۔ لیکن اس تمام عمل سے اسے کسی نازک شئے کی حفاظت مقصود نہیں تھی۔ بادام کے نرم گودے کو دیکھیں! یہ نرم گودا سخت چھلکے کے تابوت نما خول میں لپٹا ہوا ہے۔ لیکن پیاز کے چھلکوں کی تہوں سے ماورا کوئی لطیف مواد، کوئی نازک گودا نہیں۔ گویا پیاز کی حقیقت محض ملفوف ہونا ہی ہے۔ محض چھلکوں کی تہوں کا قطار اندر قطار ہونا۔ محض مخفی ہونے کا ایک انداز۔ کچھ کچھ یہی حال موجودہ مرزائیت کا بھی ہے۔ یہ کہنا درست نہیں کہ مرزائیت کے آغاز کے وقت بھی اس کے پردوں میں کسی ٹھوس راز کو ملفوف نہیں رکھا گیا تھا۔ ایسا ایک راز ضرور موجود تھا لیکن جوں جوں وقت گزرتا گیا وہ راز تو کالعدم ہوگیا لیکن اس پر پڑے ہوئے پردے زیادہ سے زیادہ گنجلک ہوتے چلے گئے۔ بنتے بنتے اب مرزائیت حقیقت ایک کالعدم راز کے غلاف سے زیادہ خود ان دبیز پردوں کی پیچیدہ ترتیب بن کر رہ گئی ہے۔ چنانچہ اب مرزائیت کے گودے تک رسائی پردوں کی ان گنجلک تہوں کو کاٹ کر ہی ممکن ہوسکتی ہے۔ اس عمل کو سرانجام دینے کے لئے دراصل ایک سراغ رساں کی مہارت درکار ہے۔ اس میدان میں تحقیق کسی نئی چیز کی تلاش یا دریافت نہیں بلکہ بکھرے ہوئے آثار کو جمع کر کے ان سے مخفی سازشی ذہن کی سوچ کے بارے میں قیافہ لگانا ہے۔

صاف صاف الفاظ میں ابتداء ہی میں مرزائیت کا ملفوف راز برصغیر میں برطانوی سامراج کا تحفظ تھا۔ (ہمپری جے فشر، آکسفورڈ یونیورسٹی پریس ۱۹۶۳ء ص ۷۹، ابتداء ہی سے احمدیت کا سیاسی شعار برطانوی راج سے وفاداری تھا۔ دیکھئے باب آٹھ...... ''احمدیہ عقائد اور معاشرہ'')

اس جانب شروع ہی میں اشارہ کیا جاچکا ہے۔ لیکن اگر ہم مرزائیت کی مستند کتابوں کے مطالعہ یا اس کے معروف عقائد کے تجزیہ میں مصروف ہو جائیں تو یہ اس راز پر پڑے ہوئے دبیز پردوں کی تہیں ٹٹولنے سے زیادہ کارآمد نہیں ہوگا۔ کیا مرزا غلام احمد قادیانی مجدد ہے یا نبی اور اگر نبی ہے تو کن معانی میں نبی ہے؟ کیا اس کو الہام آتے تھے اور اگر آتے تھے تو ان کا درجہ وحی کا ہے یا نہیں؟ کیا مسیح ناصری زندہ آسمان پر اٹھالیا گیا تھا یا وہ زخم خوردہ حالت میں صلیب پر سے اتار لیا گیا اور پھر مرہم پٹی سے روبصحت ہوکر دنیا کے سفر کو روانہ ہوا؟...... کیا سری نگر کے محلّہ خانیار میں جو قبر ''یوز آصف'' کے نام سے مشہور ہے، درحقیقت اسی مسیح ناصری کی قبر ہے یا نہیں؟...... مسیح ناصری اور مرزا غلام احمد کے درمیان روحانی رشتہ کی حقیقت کیا ہے؟...... کیا مؤخرالذکر کے جسد خاکی میں مسیح ناصری کی روح دوبارہ حلول کرگئی تھی یا وہ محض مثیل مسیح ہے؟ مرزا قادیانی کی بیان کی ہوئی مختلف پیش گوئیاں سچ ثابت ہوئیں یا جھوٹ؟......

اس نوعیت کے مباحث کی ایک وسیع وعریض بھول بھلیاں موجود ہیں۔ جن میں پڑنا محض تضیع الاوقات ہے۔ بدقسمتی سے مرزائیت سے متعلق زیادہ لٹریچر کی نوعیت انہی بھول بھلیوں سے مجادلانہ شغل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مرزائی تحریک کی اصلیت کے بارے میں اس لٹریچر سے جو بصیرت حاصل کی جاسکتی ہے اس کی مثال بھی گھپ اندھیروں میں دبیز پردوں کے پیچھے سے ٹٹول کر حاصل کئے ہوئے علم سے زیادہ نہیں۔ خود مرزا غلام احمد ایک چھوٹی موٹی لائبریری کا مصنف ہے۔ (مولانا سید ابوالحسن ندوی، قادیانیت، مطالعہ وجائزہ، اشرف پریس لاہور ۱۹۶۶ء ص ۲۲۷ پر مرزا قادیانی کی اہم تصنیفات مع سال اشاعت درج ہیں)

اس کی لکھی ہوئی ان بہت سی کتابوں میں بہت سے دعاوی، بہت سی تاویلات، بہت سی کرامات، بہت سے الہامات، بہت سی ہزلیات درج ہیں۔ موصوف کی امت میں بھی قلم کے بہت سے دھنی پیدا ہوئے ہیں۔ جن میں سے کچھ کے بارے میں یہ تسلیم نہ کرنا ان کی حق تلفی ہوگی کہ کم ازکم وہ اپنے پیمبر سے زیادہ منطقی ذہن کے مالک تھے۔ اس دفتر کے ابطال میں مسلمان علماء نے بھی کتابوں کے انبار کھڑے کر دیئے۔ مذکورہ طومار کی تفصیل میں جانے سے بدرجہا بہتر یہ ہوگا کہ اس کے نچوڑ کو چند الفاظ میں بیان کر دیا جائے۔ پس یہ کہا جاسکتا ہے کہ متعلقہ لٹریچر کے مطالعہ سے مرزائیت مندرجہ ذیل عقائد پر مشتمل نظر آتی ہے۔

۱...... مرزا غلام احمد قادیانی کی ذاتی، روحانی حیثیت سے متعلق عقائد، یعنی اس کی شخصیت کے صفات اور درجات کیا ہیں۔

۲...... جہاد بصورت قتال (مسلح جدوجہد) سے متعلق قرآنی آیات کی تنسیخ کے بارے میں عقائد۔

۳...... برطانوی سامراج کی اطاعت کے مذہبی فرض ہونے کی بابت عقائد۔

۴...... قرآن کریم اور احادیث میں مختلف آیات پر ان خصوصی معنوں میں عقیدہ رکھنا جو کہ مرزا قادیانی نے تاویل کر کے برآمد کئے ہیں۔

مرزائی لٹریچر پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالنے سے معلوم ہوگا کہ سب سے زیادہ زور اور وقت مرزا قادیانی کی ذاتی روحانی حیثیت کو منوانے پر صرف ہوا ہے۔

(دیکھئے محمد احمد ''احمدیت یا سچا اسلام'' ۱۹۲۴ء)

یہی پہلو سب سے زیادہ باعث نزع بھی رہا ہے۔ مجادلے کی اس کیفیت سے اکثر یہ غلط تاثر پیدا ہو جاتا ہے کہ مرزائیت کا بنیادی مقصد مرزا قادیانی کی ذاتی حیثیت کو تسلیم کروانے کے علاوہ اور کچھ نہ تھا۔ میرے تجربہ میں حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس تحریک کے اصل مقاصد وہ ہیں جنہیں اوپر شق ۲، ۳ میں درج کیا ہے اور شق ۱، ۴ کی حیثیت ضمنی بلکہ وسیلہ کی ہے۔ میرے خیال میں یہ معکوس تاثر جان بوجھ کر دیا جاتا ہے۔ دیدہ دانستہ کوشش کی جاتی ہے کہ اضافی مقاصد مرکزی نظر آئیں اور اصل مقصد ضمنی اور فروعی۔

مرزائیت کی حقیقت پر دبیز پردے ڈالنے کی یہ ایک مثال ہے۔ یہ مخصوص اٹکھیلی مصلحت سے عاری نہیں ہے۔ غور کرنے پر معلوم ہوگا کہ ایک عام مسلمان کے لئے قرآن کریم کی تنسیخ اور برطانوی سامراج کی اطاعت کو قبول کرنا ایک انتہائی مشکل بات ہے۔ یہ عقائد اس کی تمام مذہبی روایات اور تربیت سے متصادم ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان عقائد کو منوانے کے لئے ان پر بلاواسطہ زیادہ زور نہیں ڈالا گیا۔ بلکہ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ایک پیچیدہ راستہ اختیار کیا گیا۔ سوچ یہ تھی کہ اگر ایک مرتبہ مسلمان مرزا قادیانی کی ذات پر کسی طرح ایمان لے آئیں تو پھر باقی دشواریاں خود بخود حل ہو جائیں گی۔ پیامبر کی حیثیت پر بہت کچھ منحصر ہوتا ہے کہ اس کے لائے ہوئے پیام پر آسانی سے یقین آسکے گا یا نہیں۔ اگر پیامبر مشکوک ہے تو پیام پر یقین مشکل ہی سے آسکے گا۔ لیکن اگر پیامبر کی ذات شک سے بالا ہے تو اس کا لایا ہوا ایک غیر معمولی پیام بھی قابل یقین بن جاتا ہے۔ مرزائیت نے اس انسانی نفسیات کو اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ دراصل مرزا قادیانی کو بلند تر روحانی درجہ کا حامل ثابت کرنے میں یہی مخصوص مصلحت کارفرما رہی ہے۔

مجھے دعویٰ ہے کہ مرزائیت برطانوی سامراج کی آلہ کار تحریک تھی۔ میں چاہوں گا کہ اب مزید کسی فروعی بحث میں الجھنے کے اپنے قاری کی توجہ ان شواہد کی جانب مبذول کراؤں جن سے اس دعویٰ کا جواز مہیا ہوتا ہے۔ جیسا کہ پہلے کہا گیا ہے مرزائیت کے موضوع پر لفظی مباحث کے تو انبار دستیاب ہیں لیکن واقعی تحقیق کی بہت کمی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر خاطر خواہ تحقیق کی جائے تو اس نوعیت کے ٹھوس اور بین ثبوت مہیا ہو جائیں گے کہ ان کی موجودگی میں کسی استدلال یا بحث کی گنجائش ہی نہ رہے گی۔ میں قطعاً حیران نہیں ہوں گا، اگر محقق لندن کے کسی محافظ خانے میں ایک ایسی الماری کا سراغ نکال لائیں جس میں اس تحریک کی تخلیق کا تمام خاکہ اور اس کو درجہ بدرجہ پروان چڑھانے کے منصوبے سے متعلق تمام خفیہ دستاویزات موجود ہوں۔ اس منصوبے کا کسی سرکاری کارندے یا خاص خفیہ کمیٹی کے ذہن کی پیداوار ہونا قطعاً بعید از قیاس نہیں۔ برطانوی سامراج کے لئے اس نوعیت کے منصوبے بنانا اور ان پر عمل کرنا کوئی غیر معمولی بات نہیں تھی۔ اس کے برعکس حکمت عملی کی عیاری تو برطانوی سامراج کی مخصوص چھاپ ہے۔ پہلی اور دوسری جنگ عظیم کے درمیانی عرصہ میں لارنس نامی برطانوی ایجنٹ نے عرب خواص وعوام سب ہی کو مکمل طور پر قائل کر لیا تھا کہ وہ ایک درویش صفت، مخلص حریت پسند ہے۔ جسے عربوں کی آزادی اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہے۔ یہی وہ شخص ہے جس نے عربوں کے سینہ میں قومیت کے خوابیدہ جذبے کو جھنجھوڑا، ان کو جنگ آزادی لڑنے کے لئے متحرک ومنظّم کیا۔ اس جنگ میں خود ان کے ہمرکاب لڑتا رہا...... اور یہ تمام کام اس نے اس قدر والہانہ اور جانفشانہ انداز میں ادا کیا کہ تمام عرب سرزمین پر اس کا ڈنکا بجنے لگا۔ لارنس کے اثر ورسوخ کا یہ عالم تھا کہ وہ عرب نہ ہونے کے باوجود بھی عربوں کا بے تاج بادشاہ کہلوایا۔ بلکہ یہ تاریخی حقیقت ہے کہ اس نے اس مقدس سرزمین میں بادشاہ گری کی ہے۔ لیکن یہ شخص ''درویش''، یہ ''حریت پسند''، یہ ''جان فروش''، یہ ''عربوں سے والہانہ عقیدت رکھنے والا'' ...... یہ شخص دراصل کون تھا؟...... جب اس شخص کے چہرے پر پڑے ہوئے دبیز نقاب اٹلے تو ظاہر ہوا کہ اس کی حیثیت برطانوی سامراج کے ایک تنخواہ دار ایجنٹ سے زیادہ نہ تھی۔ لارنس سیاسی محکمہ کا محض ایک تنخواہ دار جاسوس تھا۔ اب یہ معلومات عامہ کا حصہ بن چکا ہے کہ لارنس کو عرب قومیت اور حریت پسندی کا سوانگ رچانے پر اس واسطے مامور کیا گیا تھا کہ بین الاقوامی آویزش کے اس خاص موڑ پر، برطانوی سامراج کو جزیرہ نما عرب سے عثمانی سلطنت کی گرفت توڑنی مطلوب تھی۔ اس موقع پر برطانوی سامراج نے قومیت، وطنیت اور حریت پسندی کے جذبے کو اپنے مقصد کے لئے استعمال کیا۔ کوئی امر مانع نہ تھا کہ یہ سامراج ضرورت

پڑنے پر برصغیر میں عوام کی مذہبی عقیدت کا استحصال کرے۔

کیا یہ ممکن نہیں کہ عرب کے لارنس کی طرح قادیان کا مرزا غلام احمد بھی برطانوی حکومت کے سیاسی محکمہ میں تنخواہ دار جاسوس ہو؟

ممکنات کا افق وسیع ہے۔ امکانات ان گنت ہوسکتے ہیں۔ ایک امکان خواہ کتنا ہی معقول کیوں نہ ہو حتمی ثبوت کا نعم البدل نہیں بن سکتا۔ یہ ایک معقول امکان ہے کہ مرزاغلام احمد قادیانی برطانوی حکومت کا تنخوادار ایجنٹ ہو۔ لیکن سوال یہ ہے کہ وہ کون سے شواہد ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ فی الواقع ایسا تھا؟ ان شواہد کی نوعیت بھی سازش کے شواہد کی ہے۔ بہت کم سازشیں ایسی ہوتی ہیں، جن کا عینی اور بلاواسطہ ثبوت فراہم کیا جاسکے۔ اخفاء سازش کا جزو لاینفک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انصاف کی عدالتوں میں مروجہ ضابطے کے تحت بھی سازش کا وجود ہمیشہ آثار کی حیثیت سے ثابت کیا جاتا ہے۔ ایک صورتحال میں اگر آثار اس نوعیت کے ہوں کہ ان کے وجود کے لئے سوائے اس کے کہ سازش واقعی ہوئی تھی، کوئی اور جواز تلاش کرنا ممکن نہ ہوتو اس صورتحال میں معقولیت کا تقاضا یہی ہے کہ سازش کے وجود کو تسلیم کرلیا جائے۔ فرض کر لیجئے کہ اس قسم کی کوئی ''خفیہ دستاویز'' موجود نہیں، جس کے بارے میں قبل ازیں قیاس قائم کیا گیا تھا۔ کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ مرزائیت کی معصومیت دیگر ہر پرکھ سے بھی بالا ہوگئی؟ ہرگز نہیں! اگر یہ ثابت کیا جاسکے کہ تاریخ کے اس مرحلہ پر برطانوی سامراج کے چند مخصوص مقاصد تھے، جنہیں وہ ہر قیمت پر حاصل کرنا چاہتا تھا۔ مزید اگر یہ ثابت کیا جاسکے کہ مرزائیت کے وجود سے سامراج کے مذکورہ مقاصد بدرجہ اتم پورے ہوتے تھے۔ اگر یہ صورتحال ایسی ہے کہ سامراجی مقاصد کے حصول کا کوئی طریقہ یا ذریعہ ممکن ہی نہیں ہوسکتا تھا، سوائے اس کے ایک ایسی ظاہراً مذہبی تحریک چلائے جو کہ مرزائیت سے مشابہہ ہو اور اگر مرزائیت نے بھی اپنا بنیادی کام ان ہی خطوط پر کیا، جن سے سامراج کے مقاصد کی تکمیل ہوتی تھی ...... تو مقاصد اور مقاصد براری کی اس مخصوص صورتحال میں ایک معقول ذہن کے لئے سازش کا وجود پایہ ثبوت کو پہنچ جائے گا۔ لوگ آلۂ کاربن کر دوسروں کے مقصد اس واسطے برلاتے ہیں کہ خود ان کے معاشی مفادات اس برآوری سے وابستہ ہوتے ہیں۔ چنانچہ اگر اس نوعیت کے معاشی مفادات کی نشاندہی کی جاسکتی ہو، اگر یہ ثابت کیا جاسکتا ہو کہ مرزائی تحریک کا آغاز کر کے اس کے داعی برطانوی سامراج کے مقاصد کے ساتھ خود اپنے مفادات کو حاصل کرنے کا سامان بھی پیدا کر رہے تھے تو مفادات کی یہ حیرت انگیز مطابقت بھی سازش کے وجود کا مزید ایک آثار ہوگا۔ بہرحال میرے لئے سازش کا حتمی ثبوت فراہم کرنا لازمی نہیں ہے۔ اگر

مرزائی تحریک کو مرزا قادیانی کی خود اپنی الہامی کیفیات ہی کا نتیجہ تسلیم کر لیا جائے۔ تب بھی اس حقیقت کی تردید ممکن نہ ہو سکے گی کہ مرزائیت کا وجود فی الحقیقت سامراج کے وقتی مقاصد کے حصول کا ذریعہ بنا رہا ہے۔ اس مطابقت کے بعد بھی بہت سے جواز ممکن ہیں۔ یہ ممکن ہے کہ مرزا قادیانی سامراج کے تنخواہ دار خفیہ ایجنٹ نہ ہوں بلکہ نادانستہ طور پر دیگر مشاق ایجنٹوں کے ہاتھ کا دستانہ بنے رہے ہوں...... یہ ممکن ہے کہ مرزا قادیانی کو بالکل بھروسے میں لئے بغیر ہی سامراج نے ان کی جاری کردہ تحریک کو اپنے مقاصد کے لئے استعمال کیا ہو۔ یہ ممکن ہے کہ خود مرزا قادیانی نے سامراج کے مقاصد کو بھانپ لیا ہو اور پھر دانستہ طور پر اپنے مفادات کو ان سے ہم آہنگ کر لیا ہو۔ ممکن ہے کہ مرزا قادیانی اپنی دانست میں سامراج کو اپنے ایجنٹ کے طور پر استعمال کر رہے ہوں۔ یہ سب کچھ ممکن ہے، لیکن ممکنات کے تمام افق کو عبور کر لینے کے بعد بھی یہ حقیقت جوں کی توں اٹل رہے گی کہ مرزائی تحریک کے وجود اور کردار سے برطانوی سامراج کے مخصوص مقاصد کے حصول کی راہ نکلی۔ میرے لئے صرف اتنا ہی ثبوت کافی ہے۔ میری نظر میں کسی تحریک کے قابل مذمت ہونے کے لئے اس سے زیادہ مکمل وجہ ممکن نہیں کہ اس کے وجود سے ایک محکوم عوام پر بیرونی تسلط کے قائم رہنے میں مدد ملی ہو۔ اگر یہ درست ہو تو پھر خواہ روحانیت کے کتنے ہی دعاوی کیوں نہ کئے جائیں مجھے یہ تحریک شیطنت کا مظہر ہی دکھائی دے گی۔ پس جس کسوٹی سے میں اس تحریک کی پرکھ کروں گا وہ عقیدے کی درستی نہیں بلکہ سیاسی کردار کی عوام دوستی، ظلم دشمنی اور حریت پسندی ہے۔ کیا مرزائی تحریک کے وجود اور کردار سے درحقیقت برطانوی سامراج کے خصوصی مقاصد کے حصول کی راہ نکلی ہے؟...... یہ سوال بنیادی اور فیصل ہے۔ ظاہر ہے کہ جو تحریک سیاسی کردار میں عوام دشمن ہو، اس کے اسلام کے کڑے معیار پر پورا اترنے کا کوئی امکان نہیں ہے۔

مرزائیت کے آغاز کے وقت برصغیر میں برطانوی سامراج کے مخصوص مقاصد کیا تھے؟ اس سوال کا جواب تلاش کرنے کے لئے تاریخی سیاق وسباق کو اجاگر کرنا ضروری ہے۔ مرزائیت کی تحریک کا آغاز ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد کے پرآشوب دور میں ہوا۔ یہ وہ دور ہے جس میں برطانوی سامراج نے برصغیر کے عوام کی مسلح بغاوت کو آگ وخون کے دریا میں سے گزر کر کچل دیا تھا۔ اس خونی عمل نے ملک کی معیشت کو تاراج کر دیا تھا۔ عوام میں خوف ودہشت پھیلا دی تھی۔ غرضیکہ ایک عام آدمی کی روزمرہ زندگی کی چولیں ہلا کر رکھ دی تھیں۔ یوں تو مسلح بغاوت کا محور برصغیر کا گنجان آباد وسطی علاقہ ہی رہا، تاہم اس کے مضمرات برطانوی

فرمانروائی کے ہر کونے میں پہنچے۔ چونکہ زیر مطالعہ تحریک کی ابتداء پنجاب ہی سے ہوئی، ہم اس خطے کے مسلمانوں کی حالت کا جائزہ قدرے تفصیل سے لیں گے۔ اس وقت کی آبادی کو چار طبقوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

اوّل...... بڑے جاگیردار۔

دوم...... درمیانے اور چھوٹے زمیندار۔

سوم...... پیشہ ور، ہنرمند۔

چہارم...... عام مسلمان جو اکثر و بیشتر کھیت مزدور تھا۔

زیر نظر دور میں ان ہر چار طبقوں کا ردعمل انفرادی اور ایک دوسرے سے مختلف تھا۔ پنجاب کے جاگیردار طبقہ کی قسمتیں بہت حد تک حکومت وقت سے وابستہ رہتی تھیں۔ حکومت کی ہر تبدیلی کے ساتھ جاگیرداروں کی ایک بڑی جماعت کو ہٹا کر دوسرے اشخاص کو ان کی جگہ دے دی جاتی تھی۔ تاہم بحیثیت ایک طبقہ کے، یہ ہمیشہ حکومت وقت کے وفادار اور تابعدار رہے ہیں۔ اس طبقہ کے معاشی مفادات کے لئے طوائف الملوکی سب سے زیادہ ضرررساں ہوتی ہے۔ چنانچہ یہ کہنا درست ہوگا کہ اس دور میں طویل طوائف الملوکی کے سبب ان میں عدم تحفظ کا احساس شدت سے پایا جاتا تھا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اس طبقہ نے سید احمد شہیدؒ کی حزب مجاہدین کے مسلک کو قطعی طور پر رد کر دیا بلکہ ان کی شہادت پر اطمینان کا سانس لیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ سید احمد اور شاہ اسماعیل ان کی نگاہ میں نقص امن کے پیامبر تھے۔ برطانوی سامراج کے سکھ ریاست کے ڈھانچہ کو پاش پاش کرنے کے بعد، اس طبقہ نے اپنی وفاداریوں کو فوری طور پر غالب طاقت کے ساتھ منسلک کر دیا۔ کیونکہ اس میں انہیں پائیداری کی جھلک نظر آئی۔ مغلوں کا دور جاگیرداری کے عروج کا دور کہلایا جاسکتا ہے۔ لیکن اس دور کے آخری حصہ میں جاگیردارانہ نظام کے اندرونی تضاد نے اسے انحطاط پذیر کر دیا تھا اور اس کے بطن سے ایک نئے طبقہ نے جنم لیا تھا۔ یہ طبقہ درمیانے اور چھوٹے زمینداروں کا تھا جو زیر بحث دور میں قابل ذکر تعداد میں عالم وجود میں آچکا تھا۔ جاگیرداروں کے طبقہ کے مقابلہ میں یہ نوزائیدہ طبقہ اپنے مفادات کے تحفظ کے لئے زیادہ ''منظم'' اور ''سیاسی'' نوعیت کی کارروائی کرنے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ اس طبقہ کا معاشی کردار بڑے جاگیردار طبقہ سے کچھ کم استحصالی نہ تھا۔ تاہم تعداد میں زیادہ ہونے کی وجہ سے اسے عوام سے زیادہ قریب کہا جاسکتا ہے۔ پنجاب پر برطانوی سامراج کے قدم جمتے ہی اس طبقہ نے بھی ان کو خوش آمدید کہا بلکہ ان کی حکومت کے قیام کو اپنے فروغ کا ماحول سمجھا۔ جہاں تک سامراج کا تعلق تھا، اس نے بھی اپنے

مخصوص مفادات کی روشنی میں اس طبقہ کی ''افادیت'' کو فوراً بھانپ لیا۔ چنانچہ برطانوی عملداری کے آغاز ہی سے سامراج نے اس طبقہ کو مطمئن رکھنے بلکہ ان کی حوصلہ افزائی کرنے کی پالیسی پر عملدرآمد کیا۔ لیکن ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی نے سامراج اور پنجاب کے چھوٹے زمیندار طبقہ کے تعلقات کے اندر ایک تشویشناک ابہام کی صورت پیدا کردی جو کہ آگے چل کر زبردست کھچاؤ بن گیا۔ اس کا سبب دریافت کرنے کے لئے ۱۸۵۷ء کی بغاوت کے بعد کی سامراجانہ ذہن کی نہج کو سمجھنا ضروری ہے۔ برطانوی سامراج کے اکثر کارندے مسلمانوں کے خلاف غم وغصہ سے بھرے ہوئے تھے، وہ بغاوت کے تمام وقوع کا ذمہ دار ہی مسلمانوں کی ''ہوس اقتدار'' کو ٹھہراتے تھے۔ ان کا واہمہ تھا کہ چونکہ انہوں نے حکومت مغل ہاتھوں سے چھینی تھی۔ لہٰذا مسلمان برطانوی تسلط سے کبھی بھی مطمئن نہ رہیں گے بلکہ کوئی بھی موقع ملنے پر بغاوت پر آمادہ ہوجائیں گے یا کئے جاسکیں گے۔ برطانوی اہلکاروں کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ محض مذہبی جذبہ کو بھڑکا کر آناً فاناً اس قدر وسیع وعریض بغاوت کی آگ لگائی جاسکتی ہے۔ اس جنگ کے دوران انہوں نے مسلمانوں کی اسلام سے والہانہ عقیدت کے بہت سے ایسے مناظر دیکھے تھے، جو ان کے حافظہ پر ثبت ہوچکے تھے۔ اپنے حالیہ تجربے کی روشنی میں وہ مسلمانوں کے مذہبی جذبہ کی شدت اور تندی سے سہم گئے تھے۔ یہ وہ دور ہے جب سامراج کے ذمہ دار نمائندے کھلم کھلا مسلمان عوام کو ''مذہبی دیوانے'' کہنے سے نہ چوکتے تھے۔ بلکہ یہاں تک برملا کہتے تھے کہ جب تک اسلام سے جہاد کے تصور کو خارج نہ کردیا جائے یہ امت پرامن شہریوں کی طرح رہنے کے آداب سیکھ نہ سکے گی۔ خوف اور غصے کے جذبات کی لپیٹ میں آکر سامراج نے اپنی آنکھیں مسلمانوں کے سواداعظم سے تو پھیر ہی لی تھیں، ان کا جذباتی ردعمل اس قدر شدید تھا کہ انہوں نے مسلمانوں میں اپنے نمک خوار یعنی چھوٹے زمیندار طبقہ کو بھی نہ بخشا تھا۔ چنانچہ سامراج نے اس دور میں بطور پالیسی اس طبقہ سے بھی اغماض برتنا شروع کردیا۔

(دیکھئے سرولیم ہنٹر کی کتاب ''ہمارے ہندوستانی مسلمان'' اور سرسید احمد کی جوابی تصنیف ''اسباب بغاوت ہند'')

غالباً اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ اونچے ایوانوں میں مسلمانوں کے بارے میں ''سنگین کی پالیسی'' پر ابھی تک سنجیدگی سے غور ہورہا تھا۔ ظاہر ہے کہ تمام مسلمانوں کو سنگین کی نوک سے ہانکنے کی پالیسی میں ان کے چھوٹے زمیندار طبقہ کا بھی مورد ستم بننا لازمی تھا۔ سامراج کی نظر التفات کے پھر جانے اور اس ہولناک انتقامی پالیسی کے ہدف بن جانے کے امکان کے سامنے آنے سے زیربحث طبقہ بہت بری طرح متاثر ہوا۔ بلکہ شدید ذہنی خلفشار میں مبتلا ہوگیا۔ جنگ آزادی

کے دوران اس طبقہ نے سامراج کا پورا پورا ساتھ دیا تھا۔ پنجاب کے سپاہیوں کو سامراجی فوج میں جوق در جوق بھرتی کرانے کا تمام تر طوق ان ہی کے گلے میں ہے۔ مروجہ حالات میں انہیں یہ نظر آنے لگا کہ غالب آ کر سامراج نے ان کی تمام ''نمک حلالی'' فراموش کر دینے کی ٹھانی ہے اور ان کی حیثیت اس روایتی کتے کی بننے والی ہے، جو کہ نہ گھر کا رہتا ہے اور نہ گھاٹ کا۔ پس اس دور میں پنجاب کے مسلمانوں میں چھوٹے زمیندار طبقہ کے لئے برطانوی سامراج کا من موہ لینا اور انہیں اپنی بے پایاں وفاداریوں کا یقین دلانا سب سے اہم مسئلہ بن چکا تھا۔ بڑے جاگیردار تو برطانوی سامراج کے کارندوں سے ذاتی مراسم بھی رکھتے تھے۔ جس کی وجہ سے وہ انفرادی طور پر اپنی وفاداریوں کا یقین دلانے میں کامیاب ہو جاتے۔ لیکن اس طبقہ کے ایک عام فرد کو چھوٹے سے چھوٹا برطانوی افسر بھی ملاقات کا شرف بخشنے تک کا روادار نہ تھا۔ یہی باعث ہے کہ اس دور میں یہ طبقہ اجتماعی خطوط پر ایک ''سامراج نواز'' تحریک چلانے کے لئے ذہنی طور پر بالکل تیار تھا۔ مرزائی تحریک کے ابھرنے کا تاریخی پس منظر یہ ہے۔ خود مرزاغلام احمد قادیانی کا طبقاتی کردار ایک چھوٹے زمیندار کا تھا۔ اس شخص کو اپنے طبقاتی کردار کا پورا شعور تھا۔ اس نے اپنی زندگی میں ''صاحب بہادر'' کے حضور میں بہت سی عرضیاں گزاری ہیں۔ جن میں سے اکثر میں اس نے اپنے آپ کو ''رئیس قادیان'' لکھا ہے۔

مرزائی تحریک کے آغاز کے ضمن میں اس دور میں مسلم عوام کا ردعمل اور کردار بھی بہت اہم ہے۔ اس خطہ کے عوام روایتی طور پر ہی حکومتوں کے ردوبدل سے لاتعلق رہے ہیں۔ اس تمام دور کے سیاسی عمل میں ان کا اثر ایک صفر سے زیادہ نہیں رہا۔ تاریخ کے مختلف مراحل میں پنجاب کی سرزمین متعدد بیرونی لشکروں کی گزرگاہ رہی ہے۔ ان لشکروں نے عوام کو تاراج تو ضرور کیا ہے۔ لیکن متاثر بہت کم۔ ہر بیرونی حملہ تند آندھی کے ایک جھونکے کی مانند ہوا کرتا تھا۔ جس میں عوام کا اپنا کردار میدان کی گھاس کا رہا ہے۔ یعنی ہوا کے رخ کے ساتھ مڑ جانے کا۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی آندھی انہیں جڑوں سے اکھاڑ نہ سکی۔ جب پنجاب پر برطانوی تسلط کی آندھی چلی تو دیگر عوام کی طرح مسلمان عوام نے بھی اپنا روایتی ''میدان کی گھاس'' کا ردعمل بروئے کار لایا۔ بہرحال مسلم عوام کے احساسات میں ''اسلامی حکومت'' کے ختم ہو جانے پر رنج اور افسوس کا جذبہ بھی شامل تھا۔ یوں تو مغل حکومت سے ان کی کوئی خاص سہانی یادیں وابستہ نہیں تھیں۔ لیکن فرنگی کے مسند اقتدار پر بیٹھ جانے کے بعد، انہیں اس بات کا احساس شدت سے ہوا کہ اس نئے دور میں تو حاکم اور محکوم کے درمیان مذہب کی ایک نئی دیوار بھی کھڑی ہوگئی ہے۔ چنانچہ انہوں نے فرنگی کے دور کے آغاز

کو اسلام پر آفت کے ایک دور سے تعبیر کیا۔ یہ ان کے علم میں آچکا تھا کہ جنگ آزادی میں شکست سے کچھ برس پہلے سید احمد اور شاہ اسماعیل کی جماعت اسلام کی سربلندی کے لئے جہاد کا علم بلند کر کے میدان میں کودی تھی۔ انہوں نے ٹیپو سلطان کے مجاہدانہ کارناموں کا ذکر بھی سن رکھا تھا۔ تربیت نے ان عوام کے ذہنی رجحان کو شخصیت پرستی کی طرف مائل کر دیا تھا۔ یوں بھی سختیوں کے دور میں ان کی توقعات نجات دہندہ کی آمد کی طرف مبذول ہوجاتی ہیں۔ چنانچہ زیرنظر دور میں مسلم عوام میں ''مہدی'' کے ظہور کی توقع بہت قوی تھی۔ لیکن جن اذہان میں اس توقع نے کھلبلی مچائی ہوئی تھی، وہ پیشہ ور ہنرمندوں کا طبقہ تھا۔ اس طبقہ پر جنگ کے حالات کی وجہ سے معاشی بدحالی کا اثر کھیت مزدور سے کچھ زیادہ ہی تھا۔ اس کے علاوہ دیکھنے میں آیا ہے کہ اس طبقہ میں مذہبی احساسات بھی نسبتاً زیادہ شدید پائے جاتے ہیں۔ ان ہنرمند پیشہ وروں کے اسلام سے لگاؤ کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ خالصہ تسلط کے نیچے رہتے ہوئے بھی انہوں نے حزب مجاہدین کی سرگرمیوں میں دلچسپی لی بلکہ یہ کہنا درست ہوگا کہ شاہ اسماعیل شہیدؒ کی تحریک کو پنجاب سے جو تھوڑی بہت حمایت حاصل ہوئی، وہ زیادہ تر اسی طبقہ کے افراد کی تھی۔ پس جہاں تک عوام کا تعلق تھا۔ انہوں نے اپنی تکالیف کا درماں اور مجروح مذہبی احساست کا مداوا مہدی کے ظہور کے تصور میں ڈھونڈ لیا تھا۔

اس دور کی مکمل تصویر دیکھنے کے لئے ہمیں برطانوی سامراج کے نقطہ نظر سے صورتحال کا جائزہ بھی لینا ہے۔ سامراج کے لئے یہ ایک تجرباتی دور تھا۔ جس میں اس نے پالیسیوں کے نئے جائزے وضع کرنے تھے۔ برصغیر میں سامراج کو بہت سے خوف اور خدشے لاحق تھے۔ سب سے بڑا خدشہ مسلمانوں کی اسلام سے والہانہ عقیدت تھی۔ جس کا کچھ اندازہ انہیں گزشتہ جنگ کے دوران ہوا۔ ان کا سب سے بڑا خوف قرآن کا نظریہ جہاد تھا۔ یہ سامراج کا اندازہ تھا، جو میری نگاہ میں بالکل درست تھا کہ برصغیر کے سیاق وسباق میں جہاد کے فرض کا ہدف بیرونی تسلط کے علاوہ کچھ اور نہیں ہوسکتا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں شکست کے بعد سامراج کی نظروں میں مسلمان عوام بھوسے کے ڈھیر سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے تھے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اسے یہ خطرہ بھی تھا کہ نظریہ جہاد کہیں اس خاشاک میں آناً فاناً آگ ہی نہ لگادے۔ یہ صورتحال برطانوی سامراج کے لئے ایک مستقل خطرے کی تھی۔ لہٰذا قطعی طور پر ناقابل قبول تھی۔ مہدی کے ظہور کی عوامی توقع نے اس خطرے کو ڈرامائی صورت دے دی۔ سامراج خوب سمجھتا تھا کہ مہدی کا ظہور غلبۂ اسلام کا نشان ہے۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ مروجہ حالات کے سیاق وسباق میں یہ توقع محض

ایک مذہبی عقیدہ نہیں رہ گیا تھا۔ بلکہ ایک ایسی جنگی حیثیت بن چکا تھا۔ جس کی بھینٹ سامراج کے ہزاروں سپاہی چڑھ چکے تھے۔

قبل ازیں برطانوی سامراج کو ایک مہدی سے سوڈان میں پالا پڑ چکا تھا۔ سوڈانی مہدی اس سامراج کے اعصاب پر بہت عرصہ تک سوار رہا ہے۔ لیکن اس دور میں جب پنجاب میں مہدی کی آمد کی توقع اپنے پورے عروج پر تھی، یہ شخصیت اس کے لئے فی الواقعی سوہان روح بن چکی تھی۔ سامراج کے لئے خصوصی تردد کا باعث یہ امر تھا کہ بالکل اسی دور میں جب وہ ایک مہدی سے سوڈان میں نبرد آزما ہے، ایک اور نئے مہدی کے ظہور کی توقع نے پنجاب کو بھی اپنی گرفت میں لے لیا ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ پنجاب میں اس وقت سامراج کا تسلط اس قدر مستحکم نہیں تھا کیونکہ اسے پیر جمائے زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا۔ غالباً عام حالات میں برطانوی سامراج کو اس کی چنداں فکر نہ ہوتی کہ پنجاب کے مسلمان عوام مہدی کی آمد کے متوقع ہیں۔ لیکن اس مخصوص حالت میں جب کہ سوڈان میں مہدی کی آمد کے نتائج ظاہر ہو رہے تھے۔ پنجاب کی یہ ذہنی کیفیت سامراج کے لئے ہولناک امکانات کا پیش خیمہ تھی۔ سامراج کے پنجاب میں اس کے بارے میں اس غیر معمولی ردعمل کو پوری طرح سمجھنے کے لئے سوڈان کے واقعات کو سمجھنا ضروری ہے۔

سوڈان میں ۱۸۸۰ء کے لگ بھگ ڈنگولا قبیلہ کے ایک فرد محمد احمد نے جو کہ قاردفان نامی گاؤں کا رہنے والا تھا مہدی ہونے کا دعویٰ کیا۔ اس کے مطابق وہ مسلمانوں کو انحطاط پذیر ہونے سے روکنے کے لئے اور انہیں کامیابی سے ہمکنار کرانے کے لئے اللہ کی طرف سے مامور ہوا تھا۔ اس نے جہاد کے فرض کی ادائیگی پر خصوصی زور دیا۔ اس کے مطابق سوڈانی مسلمانوں کے لئے دو باتیں گناہ عظیم تھیں۔ ایک سیاہ فام حبشیوں کو غلام بنانے کا کاروبار اور دوسرا بیرونی تسلط کی قبولیت۔ خواہ حاکم نام نہاد مسلمان ہی کیوں نہ ہوں۔ اس وقت سوڈان پر مصری تسلط تھا جو دراصل پہلے ترکی اور اس وقت برطانوی تسلط کے قائم مقام کے طور پر استعمال ہو رہا تھا۔ سوڈانی مہدی کے مسلک میں اسلامی ریاست کا قیام بھی شامل تھا۔ اس کا تصور تھا کہ اس نظام میں تمام پیداواری وسائل اجتماعی ملکیت میں ہوں گے اور ہر شخص صرف انہی اشیاء کے مصرف کا حقدار ہوگا جن کی اسے واقعی ضرورت ہے۔ پس یہ کہنا درست ہوگا کہ اپنے معاشی مسلک میں سوڈانی مہدی عینیت پسند انقلابی سوشلسٹ تھا۔ اس میں قطعاً کوئی مبالغہ نہیں ہے کہ اپنے اس مسلک کو سامنے لاکر جس طرح اس مرد حر نے تین سال سے بھی کم عرصہ میں ایک ناخواندہ، غریب اور پسماندہ عوام کو اس قدر متحرک اور منظم کر دیا کہ وہ انیسویں صدی کا ایک سیاسی معجزہ تھا۔ سوڈانی مسلمانوں میں

بغاوت کی ایک عام لہر دوڑ گئی اور وہ عوام جو پنجابی عوام سے کہیں زیادہ بے وسیلہ نظر آتے تھے، آناً فاناً ایک بگولا بن کر اٹھے۔ جس کے سامنے برطانوی سامراج کا ہیبت ناک بھوت بر سرعام لرزا۔ یہ ایک ناقابل تردید تاریخی حقیقت ہے کہ مہدی نے سوڈان کے مسلمانوں کو جذبۂ جہاد سے معمور کر کے اپنی زندگی ہی میں سامراج کا جنازہ اٹھوا دیا۔ جس سرعت سے سوڈانی مہدی کے مجاہدوں کے ہاتھوں (جسے اس نے ''انصار'' کا نام دیا تھا) برطانوی سامراج کی پسپائی ہوئی۔ اس کا اندازہ مندرجہ ذیل تاریخی حقائق پر غور کرنے سے ہوسکتا ہے۔ ۱۷ر جنوری ۱۸۸۳ء کو مہدی نے اہل عبید کے مقام پر حملہ کر کے اس کو فتح کر لیا۔ اس برس کے آخری مہینہ یعنی دسمبر تک مصری جرنیل سلاطن پاشا اس قدر شکست خوردہ ہوچکا تھا کہ اس نے ڈارفر کے شہر کے باہر مہدی کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔ مصریوں کی ایک اور کثیر فوج کو ایل تیب کے مقام پر فروری ۱۸۸۴ء میں شکست فاش کا سامانا ہوا اور مہدی نے اس کامیابی کے صرف دو ماہ بعد یعنی اپریل ۱۸۸۴ء میں بجلی کی سی سبک رفتاری دکھا کر برطانوی عامل لپٹن بے کو محاصرے میں لے کر گرفتار کر لیا۔ ان پے در پے شکستوں کا تدارک کرنے کے لئے برطانوی سامراج نے جنرل گارڈن کی سرکردگی میں مہدی کو سرکوبی کے لئے ایک فوج بھیجی۔ یہ فوج جو کہ جدید کیل کانٹے سے لیس تھی اور جس کا سربراہ برطانوی فوج کا قابل ترین ماہر حرب جرنیل تھا۔ ۱۸ر اپریل ۱۸۸۴ء کو خرطوم کے شہر میں داخل ہوگئی۔ ان کے داخل ہوتے ہی مہدی کی افواج نے خرطوم کی ناکہ بندی کی اور اس تمام کمک کی کمک ہی کو محصور و معطل کر کے رکھ دیا۔ مہدی کی فتوحات کا سلسلہ تقریباً مسلسل رہا ہے۔ ۲۰ر مئی ۱۸۸۴ء کو ایک اور فیصلہ کن جنگ جیت کر مہدی نے تمام بربر علاقہ پر اپنی عملداری قائم کر دی۔ ۲۶ر جنوری ۱۸۸۵ء کو یعنی تقریباً ایک برس کی ناکہ بندی کے بعد، اس نے خرطوم پر یلغار کر دی اور جنرل گارڈن کے دفاع کو کچل کر اس نے شہر پر قبضہ کر لیا۔ چشم فلک نے دیکھا کہ خرطوم کے ایک چوک میں جرنیل گارڈن کا سر مہدی نے خود اپنی تلوار سے قلم کیا اور پھر عبرت کے طور پر اسے سنگین پر رکھ کر نمائش کے لئے تمام شہر میں پھرایا۔ یہ ڈرامائی لمحہ برطانوی سامراج کی شکست فاش کا لمحہ قرار دیا جاسکتا ہے۔ اس کے بعد مہدی ایک سیلاب بن کر سارے سوڈان پر چھا گیا۔ جون ۱۸۸۵ء تک اس کے قبضہ میں ڈنگولا اور مسایا کے شہر بھی آچکے تھے۔ اپنی موت سے پیشتر مہدی نے برطانوی سامراج اور اس کے مصری آلہ کاروں کو سوڈان سے بنوک شمشیر نکال دیا اور اس طرح اپنی پیش گوئی اور دعویٰ کو حرف بحرف پورا کر دکھایا۔ مہدی نے بگارا قبیلے کے عبداللہ نامی شخص کو اپنی زندگی میں ہی اپنا خلیفہ مقرر کیا تھا۔ مہدی کا خلیفہ بھی اس کے نقش قدم پر رواں رہا۔ حتیٰ کہ ۲ر ستمبر ۱۸۹۲ء کو لارڈ کچنر کے خلاف لڑتا

ہوارڈوفان کے مقام پر شہید ہوا۔

سوڈانی مہدی برطانوی سامراج کے لئے ایک آفت ناگہانی تھا۔ یہ غیر معمولی عمل جس کے باعث فاقہ کش مسلم عوام کی توانائیاں چند مہینوں ہی میں متحرک اور منظّم ہوکر ایک زبردست حربی قوت بن گئیں، سامراج کی توقعات کے بالکل خلاف تھا اور شروع شروع میں اسے اس کا مقابلہ کرنے کا کوئی طریقہ سجھائی ہی نہیں دے رہا تھا۔ بہر حال عیاری برطانوی سامراج کے حربوں کا خاصہ رہی ہے۔ چنانچہ انہوں نے اس نوعیت کے مظہر پر قابو پانے کے لئے مذہبی جذبے کے استحصال ہی کا سہارا لیا۔ سامراج نے یہ بھانپ لیا تھا کہ سوڈانی مہدی کی ریت نے تمام مسلمانان عالم کی توقعات ہی پر اپنے نقوش چھوڑے ہیں۔ انہیں خطرہ تھا کہ اس ایک مہدی کے بعد دنیائے اسلام کے اور بہت سے کونوں میں اور بھی مہدی آئیں گے۔ ان کے اس خدشہ کی تصدیق بھی بہت جلد ہوگئی۔ خود سوڈان میں ۱۹۰۸ء میں دیگر افراد نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا اور محمد احمد کے تعین کئے ہوئے خطوط پر مسلح بغاوت کی تحریک کو چلانے کی کوشش کی۔ ان تحریکوں کو انتہائی بے دردی سی کچل دیا گیا۔ کچھ عرصہ بعد اریٹیریا میں مہدویت کے ایک دعویدار نے قارڈوفان کے محمد احمد کی سنت کو پھر اپنایا اور بیرونی تسلط کے خلاف جہاد کے پرچم کے نیچے عوام کو منظّم کیا۔ اس نئے مہدی کی سرکوبی میں بھی سامراج کو بے دریغ دولت صرف کرنا پڑی اور کئی برس لگ گئے۔ یہ سامراج کے بس کی بات نہ تھی کہ وہ مسلمانوں کے اذہان سے مہدی کے تصور کو نکال دے یا انہیں مہدی کی آمد کی توقع سے باز رکھے۔ وہ تو سوڈانی مہدی کے عالمگیر اثرات پر بھی قابو نہیں رکھتا تھا۔ چنانچہ اس صورتحال میں اس نے لوہے کو لوہے سے کاٹنے کے اصول مطابق مہدی کو مہدی سے کاٹنے کی ٹھانی۔ گماشتے کھڑے کرنے کا حربہ سامراج کا خوب آزمودہ تھا۔ خود برطانیہ میں مزدوروں کی ابھرتی ہوئی تحریکوں کو کچلنے کے لئے اسی حربہ کا سہارا لیا تھا۔ یہ تاریخی حقیقت ہے کہ جب سرمایہ دار نے یہ محسوس کیا کہ وہ مزدوروں کو منظّم کرنے سے روک نہیں سکے گا تو اس نے مزدور قیادت میں اپنے گماشتے کھڑے کر کے اس تحریک کو سبوتاژ کرنے کا پینترہ بدلا۔ مخلص مزدور قیادت کی راہ روکنے کے لئے مستعمل حربہ یہ تھا کہ گماشتہ مزدور قیادت کو قبل ازیں ہی میدان میں لا کھڑا کیا جائے۔ اس حربے کی بدولت، مزدور اس غلط فہمی میں رہتے تھے کہ ان کی قیادت ان کے مفادات کے تحفظ میں مشغول ہے۔ لیکن اندرون خانہ یہ گماشتہ قیادت سرمایہ داروں کے اشارے پر ناچ رہی ہوتی تھی۔ اس حربے کو سامراج نے سوڈان اور پنجاب کے محاذ پر بھی آزمایا۔ سوڈان میں ڈرفوز نامی شہر سے گماشتہ مہدی کو کھڑا کیا گیا۔ سرزمین پنجاب میں یہ طوق

قادیان کے گلے میں ڈالا گیا۔ ڈرفوز کا گماشتہ تو مکمل طور پر ناکام رہا۔ غالباً اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ سوڈان میں وقت سامراج کے ہاتھ سے نکل گیا تھا۔ وہاں اصل مہدی کا ظہور قبل ازیں ہو چکا تھا اور مسلمانوں نے سواد اعظم نے کچھ کچھ غلبہ اسلام کی تجلی دیکھ لی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ انہیں گماشتہ مہدی مکروہ نظر آیا اور باوجود اس بات کے کہ وہ چوراہوں پر کھڑا ہو کر دولت کو دونوں ہاتھوں سے لٹاتا تھا، کسی نے کوئی خاص توجہ اس کے دعاوی کی جانب نہ دی۔ ڈرفوز کی ناکامی سے سامراج نے یہ سبق سیکھا کہ اصل مہدی کی موجودگی میں گماشتہ کی کامیابی کا امکان بہت کم ہے۔ لہٰذا اگر اصلی مہدی کی راہ مسدود کرنی مطلوب ہو تو گماشتہ کو قبل ازیں ہی میدان میں اتارنا لازم ہے۔ اس اخذ کردہ سبق کا خمیازہ برصغیر کے مسلمان آج تک بھگت رہے ہیں۔ بدقسمتی سے قادیان کا گماشتہ مہدی اصل مہدی کے وقت سے پہلے ظاہر ہوا اور اس کا راستہ روک کر کھڑا ہو گیا۔ یہی برطانوی سامراج کی نیت بھی تھی۔

اس وقت کی پنجاب کی صورتحال میں ایک اور عنصر بھی سامراج کے لئے خاصی پریشانی کا باعث بن رہا تھا۔ یہ یہاں کے مسلمانوں کا عرب ممالک اور خلافت عثمانیہ سے جذباتی لگاؤ تھا۔ یہاں کے مسلمان نے مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کی خاک کو ہمیشہ اپنی آنکھ کے لئے سرمہ سمجھا ہے۔ بین الاقوامی سطح پر اس دور میں برطانوی سامراج پھیلاؤ کے مرحلہ سے گزر رہا تھا اور اس کا مقصد عرب سرزمین پر اپنا تسلط قائم کرنا تھا۔ ظاہر ہے کہ اگر برطانوی افواج مکہ ومدینہ تاراج کر رہی ہوتیں تو اس کا ردعمل سرزمین پنجاب پر انتہائی شدید ہوتا۔ یہی حال عوام کے عثمانی خلافت سے ربط کا بھی تھا۔ برطانوی سامراج اس خلافت کے خلاف ریشہ دوانیوں میں مشغول تھا۔ لیکن اس کے برعکس، محکوم عوام کے لئے قسطنطنیہ بدستور ان کی سیاسی وفاداریوں کا جذبات مرکز تھا۔ چنانچہ یہ کہنا درست ہوگا کہ اس دور میں ایک اور برطانوی مقصد یہ تھا کہ برصغیر کے مسلم عوام کے جذباتی بندھن دیگر مسلم ممالک سے توڑے جائیں یا زیادہ سے زیادہ حد تک ڈھیلے کر دیئے جائیں۔ پس ایک ایسی حکمت عملی وضع کرنا جس کی بدولت ان عوام کے روحانی افق برصغیر تک ہی محدود ہو کر رہ جائیں، سامراج کے مفادات کے عین مطابق تھا۔ یہ مقصد عربی نبیؐ کے مقابلہ میں دیسی نبی کھڑا کر کے ہی حاصل کیا جاسکتا تھا۔ ظاہر ہے کہ نئے نبی کے ساتھ ساتھ نئے صحابہ، نئی امت، نئے مقدس مقام، نئے انداز، نئی روایات بھی عالم وجود میں آجاتیں۔ اگر نیا مکہ یا نیا مدینہ برصغیر کے کسی کونے ہی میں قائم کیا جاسکتا تو سامراج کے نقطۂ نظر سے یہ اسلام کے مکہ ومدینہ سے کہیں بہتر ہوتا۔ کیونکہ اس صورت میں مسلمانوں کو اپنی مذہبی عقیدت کی تسکین کے

لئے برطانیہ کی عملداری سے باہر جانے کی حاجت محسوس نہ ہوتی۔ اس ضمن میں برطانوی سامراج کا غالباً ایک اور مقصد محکوم عوام کے جذباتی تعلق کو برطانوی ثقافت سے جوڑنا بھی تھا۔ ان کی خواہش تھی کہ یہ عوام برطانوی ثقافت کی کشش ثقل کے مدار ہی میں گھومیں۔ لیکن اس مقصد کے حصول کی راہ میں سب سے بڑی دشواری محکوم اور حاکم کے درمیان اجنبیت کی ایک وسیع خلیج تھی۔ ان کے درمیان تقریباً ہر زاوئے ہی سے رنگ، زبان، نسل، مذہب، تفاوت واقع ہوا تھا۔ چنانچہ اس مرحلہ پر ہر وہ تحریک جو حاکم ومحکوم کے درمیان ہم آہنگی کے زاویے کی ترویج کرتی، سامراج کے مفاد میں تھی۔ اس خلیج کو جو کہ حائل تھی مشترک روحانی اقدار کے پل بنا کر ہی پاٹا جاسکتا تھا۔ انگریز اپنے آپ کو ''مسیح کی بھیڑیں'' کہتے تھے۔ مسلمانوں کی نظر میں بھی وہ مسیح کی امت تو ضرور تھے۔ لیکن ایک ایسی امت جس نے دراصل مسیح کے پیام میں تحریف کر کے اسے جھٹلایا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ مسیح کی ذات کے ایک مشترک روحانی قدر ہونے کے باوجود بھی مسلمانوں اور انگریزوں کے درمیان مذہبی ہم آہنگی پیدا نہ ہوسکی۔ بلکہ مسیح کی شخصیت کو ایک مرتبہ پھر مسلم عوام کی مذہبی توجہ کے مرکز میں لاکھڑا کر دیا جاتا تو اس سے حاکم اور محکوم اقوام کے درمیان جذباتی ہم آہنگی کے پہلو پر خوشگوار اثر پڑنے کی توقع کی جاسکتی تھی۔ ظاہر ہے کہ چرواہے کی نسبت سے بھیڑیں بھی کسی نسبت میں آکھڑی ہوتیں۔ لیکن بے شمار دولت کو پادریوں کی تبلیغی مہمات میں صرف کر کے سامراج نے یہ دیکھ لیا تھا کہ مقصد اس طریقہ سے حاصل نہیں ہوسکے گا۔ بہرحال انہوں نے بہت جلد محسوس کر لیا کہ خود اسلامی عقائد کے ڈھانچہ میں رہ کر بھی مسیح کی شخصیت کو ایک بار پھر امت بیضا کی عوامی توجہ میں لانے کی گنجائش موجود تھی۔ چنانچہ اسلامی عقیدہ میں مسیح کی دوبارہ آمد کی توقعات سے استفادہ کیا گیا۔ اگر مسلمانوں کو کسی طریقہ سے یہ باور کروایا جاسکتا کہ مسیح دوبارہ آ گیا ہے، تو قطع نظر اس کے کہ وہ کیا پیام لاتا۔ محض اس کی آمد ہی سے حاکم اور مسلمان محکوم کے درمیان روحانی رشتہ مضبوط ہو جاتا۔ پس اس مخصوص دور میں ''مسیح موعود'' کے دعویٰ سے برطانوی سامراج کے مفاد کی ایک صورت بھی نکلتی تھی۔

اوپر بیان کی گئی معروضات کی روشنی میں زیر نظر دور میں برطانوی سامراج کے مخصوص مقاصد کو یوں بیان کیا جاسکتا ہے۔

۱...... ایک گماشتہ مہدی کو میدان میں قبل ازیں لاکھڑا کرنا تاکہ برصغیر اور خصوصی طور پر پنجاب میں سوڈانی طرز کے مہدی کے ظہور کی راہ مسدود ہوسکے۔

۲...... کسی طریقے سے جہاد کے فرض کو، جو قرآن کریم کی آیات کی رو سے مسلمانوں پر

عائد ہے، منسوخ کروادینا۔ تنسیخ کے احکام مہیا کرنے کی خاص ضرورت یہ تھی کہ یوں تو اس کٹھن فرض کی یاد مسلمانوں کے دل سے محو ہی رہتی تھی۔ لیکن یہ خدشہ بدستور برقرار رہتا تھا کہ ایک عینیت پسند انقلابی تحریک کسی وقت بھی جہاد کے مسلک کو لے کر اٹھ کھڑی ہوگی اور مسلمانان ہند کو بیرونی تسلط کے خلاف مسلح بغاوت پر آمادہ کرے گی۔ برطانوی سامراج کو قرآنی آیات کی تنسیخ کے خصوصی احکامات درکار تھے تاکہ مسلمانوں کے فرائض کی فہرست سے جہاد کا فرض خصوصی طور پر خارج قرار دے دیا جائے۔ مقصد یہ تھا کہ: ''نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری''

۳...... برصغیر کے مسلمانوں کا روحانی رشتہ انگریز قوم سے جوڑنا تاکہ اجنبیت کی خلیج ہر ممکن حد تک پاٹی جاسکے اور بیرونی تسلط زیادہ قابل قبول بن سکے۔

اس دور کے حالات میں برطانوی سامراج کے مقاصد کے حصول میں پنجاب کا چھوٹا زمیندار طبقہ سب سے زیادہ مفید آلہ کار ثابت ہوسکتا تھا۔ خود اس طبقہ میں سامراج کی خوشنودی حاصل کرنے کی خواہش بدرجہ اتم موجود تھی۔

اس مرحلہ پر میں پڑھنے والے کی توجہ مرزائی عقائد کے اس نچوڑ کی جانب ایک بار پھر مبذول کروانا چاہوں گا، جو کہ اس باب کے شروع ہی میں بیان کئے گئے تھے۔ اب اگر ان عقائد کی فہرست کا مطالعہ برطانوی سامراج کے مخصوص مقاصد کی فہرست کی روشنی میں کیا جائے تو ان دونوں میں حیرت انگیز مماثلت نظر آئے گی۔ اس مماثلت کی بناء پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ غالباً مرزائی تحریک کے قائد برطانوی سامراج کے مقاصد کے حصول کا وسیلہ تھے۔ اس صورتحال سے میں نے تو یہی نتیجہ اخذ کیا ہے۔ قادیان کی داغ بیل ڈالنے کی مصلحت وہی تھی کہ برصغیر کی کوئی بستی قاروفان نہ بن جائے۔ جہاں تک جہاد کے حکم کی تنسیخ کا سوال ہے، مرزا قادیانی نے یہ تنسیخ کھل کر ایسے الفاظ میں کی ہے کہ کسی شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی۔ اس پہلو پر کبھی کبھی مرزائی مبلغ یہ ''صفائی'' پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ دراصل مرزا قادیانی نے قرآنی حکم کو منسوخ نہیں کیا بلکہ تاویل کر کے ''جہاد'' کے ایک مختلف معانی برآمد کر لئے ہیں۔ سیف کے جہاد کے بجائے قلم کا جہاد! یہ ایک فضول بات ہے۔ قرآن کریم میں ''قتال'' کا لفظ آیا ہے۔ جس کا سوائے مسلح جدوجہد کے اور کوئی مطلب ہو ہی نہیں سکتا۔ یہاں ایک اور غلط فہمی کا ازالہ بھی نہایت ضروری ہے۔ مرزا قادیانی کی تحریروں کے سیاق وسباق کو سمجھ لینے کے بعد یہ نہیں کہا جاسکتا کہ انہوں نے مسلح جہاد کے فرض کو اس واسطے منسوخ کیا کہ وہ امن پسند شخص تھے یا ان کے سامنے مذہبی رواداری کا جذبہ تھا۔ اگر مرزا قادیانی کا مقصد قرار واقعی مذہب کے نام پر خون خرابہ کو روکنا

ہوتا تو میری نظر میں وہ کم از کم اتنی تکریم کے مستحق ضرور ہوتے، جتنا کہ کویکر نامی مذہبی فرقہ کے لوگ ہیں۔ ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ جنگ حرام ہے اور ایک انسان کو کسی صورت بھی دوسرے انسان کے خلاف ہتھیار اٹھانے کا اخلاقی حق حاصل نہیں ہے۔ یہ لوگ مذہب کی خاطر خون بہانے کو خاص طور پر مکروہ سمجھتے ہیں۔ مجھے اس سے بحث نہیں ہے کہ یہ عقیدہ درست ہے یا غلط۔ مجھے اتنا معلوم ہے کہ کویکر لوگ اپنے عقیدے سے مخلص ہیں اور انہوں نے بڑی سے بڑی قربانی دے کر بھی اپنے اصول پر قائم رہنے سے گریز نہیں کیا۔ کویکر لوگ اپنے اس عقیدے پر اس حد تک سختی سے کاربند رہتے ہیں کہ وہ خود اپنے ملک کے دفاع میں بھی ہتھیار اٹھانے کو تیار نہیں ہوتے۔ اس باعث ان پر امریکہ اور برطانیہ میں بہت بہت سختیاں ہوئیں بلکہ کچھ مواقع پر انہیں سزا اور عبرت کے طور گولی سے بھی اڑا دیا گیا۔ لیکن موت سے آنکھیں چار کر کے بھی ہر کویکر اپنے اس اصول پر قائم رہا کہ ”تم مجھے قتل ضرور کر سکتے ہو لیکن مجھے اس پر مجبور نہیں کر سکتے کہ میں اپنے کسی انسان بھائی کو قتل کروں۔“

پس مجھے انسانی ہمدردی کے عینیت پسند تصور یا مذہبی رواداری کی بنیاد پر جہاد کے حکم کی تنسیخ تو سمجھ آ سکتی تھی۔ لیکن درحقیقت یہ بات مرزا قادیانی کے ذہن سے کوسوں دور تھی۔ انہوں نے جہاد کو صرف اس واسطے حرام قرار دیا کہ وہ یہ نہیں چاہتے تھے کہ برصغیر کے مسلمان برطانوی سامراج کے خلاف مسلح جدوجہد کریں۔ یہ بات خاص طور پر نوٹ کرنے کی ہے کہ مرزا قادیانی قتال بحیثیت قتال کے مخالف نہ تھے۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ اپنی امت کو جوق در جوق برطانوی سامراج کی کرایہ کی فوج میں شریک ہونے کی اجازت نہیں دیتے۔ مرزا قادیانی کو اس پر قطعاً کوئی اعتراض نہیں کہ سامراج کی نوکری میں انسانوں کے خون سے ہولی کھیلی جائے، وہ تو اس پر نازاں ہیں کہ ان کے امتی سامراجی فوج میں افسر بنیں اور اس ملک میں حریت کے طلب گاروں کو موت کے گھاٹ اتاریں۔ مرزا قادیانی کے عقیدے کے مطابق جو بات حرام کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ برصغیر کے مسلمان برطانوی سامراج کے خلاف تلوار اٹھائیں۔ اس منطق کے مطابق سامراج کی فوج میں بھرتی ہو کر سامراجی مقاصد کے تحفظ کی خاطر خود اپنے ہم وطنوں کے خلاف تلوار اٹھانا اور انہیں قتل کرنا بالکل جائز اور حلال ہے۔ لیکن ایک محکوم عوام کا اپنی آزادی کو حاصل کرنے کی خاطر مسلح جدوجہد کرنا بالکل ناجائز اور حرام ہے۔ میں اپنے قلم کو یہ لکھنے سے نہیں روک سکتا کہ ساری دنیا کی تاریخ میں اس سے زیادہ نجس اور مکروہ عقیدہ وضع نہیں کیا گیا۔ میرا سر شرم سے جھک جاتا ہے جب میں دیکھتا ہوں کہ اب بھی میرے اردگرد کچھ لوگ موجود ہیں جو اس عقیدے کے پرچار کو

’’معقول‘‘، ’’امن پسند‘‘ اور ’’انسان دوست‘‘ شخص سمجھ کر اس کی عزت کرتے ہیں۔ اے کاش! یہ لوگ امن کے دیوتا اور غلامی کے پیامبر میں فرق کر سکیں۔

اس بات کی وضاحت کی جا چکی ہے کہ مرزا قادیانی کی ذاتی روحانی حیثیت کو منوانے پر اس قدر زیادہ زور دینے میں کیا مصلحت تھی۔ غالباً پڑھنے والے کے ذہن میں یہ بات بھی کھٹک رہی ہو کہ مرزا قادیانی مختلف مراحل میں مختلف روحانی عہدوں کے مدعی رہے ہیں۔ تجزیہ کرنے پر معلوم ہوگا کہ دعاوی پیش کرنے کی ترتیب میں بھی مخصوص مصلحتیں ملحوظ رکھی گئی تھیں۔ تھوڑا سا کریدنے پر معلوم ہوگا کہ دعاوی کے ارتقائی عمل میں دراصل ایک سامراجانہ منطق پوشیدہ ہے۔ ابتداء میں سامراج کو ایک عدد گماشتہ مہدی کی فوری ضرورت تھی۔ چنانچہ مرزا قادیانی نے اس روحانی عہدے کا مدعی بن کر ضرورت کو پورا کر دیا۔ وقت گزرتا گیا جس کے ساتھ ساتھ سامراج نے محسوس کیا کہ محض مہدویت کے دعویٰ سے اس کے مقاصد پورے نہیں ہو رہے۔ اصل مقصد تو قرآن کریم کی جہاد سے متعلق آیات کی تنسیخ تھی۔ (نعوذ باللہ) ظاہر ہے کہ اگر ایک شخص محض مہدی ہونے کا دعویٰ کر رہا ہے تو خود اس کے اپنے دعویٰ کے مطابق اسے وہ روحانی درجہ حاصل نہیں جہاں وہ ایک پیغمبر کے وسیلے سے موصول ہونے والے احکام خداوندی میں تحریف یا تنسیخ کر سکے۔ یہی وجہ ہے کہ مرزا قادیانی کے نبوت کے دعویٰ کے بغیر سامراج کی بات ادھوری رہ جاتی تھی۔ چنانچہ مرزا قادیانی نے یہاں بھی اپنی جان جوکھوں میں ڈالی۔ یہ بات قابل غور ہے کہ نبوت کا دعویٰ فی الفور نہیں کیا گیا۔ بلکہ اس میدان میں قدم پھونک پھونک کر آگے بڑھایا گیا۔ اس کی بڑی وجہ یہ دہشت تھی کہ اگر نبوت کا دعویٰ فوری طور پر پیش کر دیا جاتا تو ایک عام مسلمان کے لئے قطعی طور پر ناقابل قبول بلکہ کراہت انگیز ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ محمد ﷺ کی برابری کے دعویٰ کے لئے زمین کو بڑی احتیاط سے تیار کیا گیا اور اس بات کا خاص خیال رکھا گیا کہ شروع سے مراحل میں حقیقی منزل بادی النظر میں ظاہر نہ ہو۔ جہاں ’’مسیح الموعود‘‘ کے دعویٰ میں سامراج کی کچھ اور مصلحتیں بھی شامل تھیں، جن کی طرف اشارہ قبل ازیں ہو چکا ہے۔ دراصل یہ نبوت کے ممنوعہ علاقہ میں پہلا جھجکتا ہوا قدم تھا۔ ظاہراً اس دعویٰ کا جواز فراہم کرنے کے لئے مسیح کے دوبارہ ظہور سے متعلق قرآنی آیات کی تاویل کا سہارا ڈھونڈا گیا۔ لیکن پوشیدہ نیت مرزا قادیانی کو مسلمہ پیغمبران علیہم السلام کی صف میں لا کھڑا کرنا تھا۔ اس میں دور اندیشی یہ تھی کہ اگر مسلمان شروع میں مرزا قادیانی کو کسی مانے ہوئے نبی کا مثیل مان لیں تو پھر اس کے آخری نبی ﷺ سے ہم پلہ ہونے کا مرحلہ قدرے آسان بن جاتا تھا۔ اس سے اگلا قدم ختم نبوت کے عقیدے کی بیخ کنی کرنا تھا۔ جس کے لئے پھر تاویل کی تکنیک کا سہارا ڈھونڈا گیا

اور یہ نظریہ پیش کیا گیا کہ متعلقہ آیات کا مفہوم یہ نہیں کہ حضرت محمد ﷺ آخری نبی ہیں۔ بلکہ یہ ہے کہ وہ آئندہ آنے والے نبیوں کے لئے ایک ''مہر'' ہیں۔

ان تمام موشگافانہ تاویلات کا واحد مقصد مسلمانوں کو یہ باور کرانا تھا کہ قرآن کریم میں بھی اس بات کا امکان موجود ہے کہ محمد عربی ﷺ کے بعد بھی ان ہی کے روحانی وزن کے اور پیغمبر بھی ظہور پذیر ہوں۔ وہ دعویٰ جسے کئے بغیر قرآن کریم میں جہاد کی آیات کی تنسیخ ممکن نہ تھی، تب تک پیش نہ کیا گیا جب تک کہ یقین نہ ہوگیا کہ اس مرحلہ کے لئے بھی مرزا قادیانی کو ہم سفر دستیاب ہو جائیں گے۔ مرزا قادیانی کی روحانی حیثیت سے متعلق ابہام اب بھی موجود ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ ابہام دیدہ ودانستہ رکھا گیا۔ ختم نبوت سے متعلق سواد اعظم کے عقائد کی پختگی کے پیش نظر یہ اندازہ قبل ازیں ہی کر لیا گیا تھا کہ نسبتاً بہت تھوڑے لوگ مرزا قادیانی کی نبوت کے دعویٰ پر ایمان لائیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ مجددی کا خانہ خالی چھوڑا گیا تھا تاکہ بوقت ضرورت اس میں پسپائی کی جاسکے۔ مرزائی تحریک کی لاہوری جماعت کا شکار اسی مجددی کے کانٹے سے کھیلا گیا اور آج تک یہ کانٹا اس جماعت کے حلق میں پھنسا ہوا ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے طبقاتی کردار کی جانب اشارہ کیا جاچکا ہے۔ بنیادی طور پر اس کا فکر چھوٹے زمین دار طبقہ کی سوچ کا مظہر ہے۔ اس مخصوص دور میں اس طبقہ کو اپنے معاشی مفادات کا تحفظ برطانوی سامراج کا مکمل آلہ کار بن جانے ہی میں نظر آرہا تھا۔ ممکن ہے کہ مرزا قادیانی[1] کو یہ خود سوجھی ہو کہ وہ اپنی تحریک کی تشکیل ایسے خطوط پر کریں کہ سامراج کی خوشنودی حاصل ہو سکے۔ لیکن یہاں مقاصد اور وسیلہ کے درمیان جو مکمل مطابق پائی جاتی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وسیلہ دراصل برطانوی سامراج کا اپنی ضروریات کے پیش نظر خود تخلیق کردہ ہے۔ جس میں مرزا قادیانی کی اپنی حیثیت کٹھ پتلی سے زیادہ نہیں۔ کچھ کچھ آثار اس بات کے موجود ہیں کہ مرزا قادیانی کو برطانوی ایجنٹوں نے دانستہ طور پر آلہ کار کی حیثیت سے استعمال کیا۔

---

[1] مرزا قادیانی نے ۲۴؍فروری ۱۸۹۸ء کو جو درخواست لیفٹیننٹ گورنر پنجاب کو پیش کی وہ پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ مرزا قادیانی یوں رقمطراز ہوتے ہیں: ''یہ التماس ہے کہ سرکار دولت مدار ایسے خاندان کی نسبت جس کو پچاس سال کے متواتر تجربے سے ایک وفادار جان نثار خاندان ثابت کر چکی ہے اور جس کی نسبت گورنمنٹ عالیہ کے معزز حکام نے ہمیشہ مستحکم رائے سے اپنی چٹھیات میں یہ گواہی دی ہے کہ وہ قدیم سے سرکار انگریزی کے خیر خواہ اور خدمت گزار ہے، اس خود کاشتہ پودے کی نسبت نہایت حزم واحتیاط اور تحقیق اور توجہ سے کام لے اور اپنے ماتحت حکام کو اشارے فرمائے کہ وہ بھی اس خاندان کی ثابت شدہ وفاداری اور اخلاص کا لحاظ رکھ کر مجھے اور میری جماعت کو عنایت اور مہربانی کی نظر سے دیکھیں۔'' (مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۲۱)

اس سلسلے میں ایک شخص مسمی حکیم نورالدین ساکن بھیرہ پر شک کی انگلی اٹھائی جاسکتی۔ حکیم نورالدین کو مرزائیت کا راسپوٹین کہنا بجا ہوگا۔ اس تحریک کی داغ بیل رکھنے اور اسے رواں کرنے میں اس شخص کا بہت ہاتھ ہے۔ مرزا قادیانی کو اوّل مہدی اور بعدازاں مسیح الموعود کا دعویٰ کرنے پر اسی شخص نے اکسایا۔ شواہد موجود ہیں کہ اس نے باقاعدہ اس نوعیت کی تجاویز پیش کیں اور مرزا قادیانی کو انہیں قبول کر لینے کے لئے خاصی مہارت سے ورغلایا۔ اس کے علاوہ وہ مرزا قادیانی کو ہر نازک مرحلہ پر رقوم فراہم کرتا رہا اور رقوم بھی موٹی موٹی۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ خود حکیم نورالدین کے پاس یہ رقوم کہاں سے آئیں؟ وہ ایک غریب پیش امام کا بیٹا تھا۔ یہ باور کرنا مشکل ہے کہ اس نے اپنے مطب سے اس قدر دولت کمائی ہو کہ وہ ایک اچھی خاصی تحریک کی کفالت کرنے کے قابل ہو، خاص طور پر اس صورت میں جب کہ اس نے کبھی اپنے مطب کو دلجمعی سے بھی نہیں چلایا۔ بلکہ زیادہ عرصہ ادھر ادھر سفروں ہی میں گزار دیا۔ اس کے علاوہ بھی حکیم صاحب کی سرگرمیاں خاصی مشکوک ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ عین اس دور میں جب کہ سامراج کو مہاراجہ کشمیر کے دربار میں ایک اچھے جاسوس کی خاص ضرورت تھی، اس پراسرار حکیم نے مہاراجہ کے ساتھ نتھی ہوکر خاصی قربت حاصل کر لی۔ یہ وہ دور ہے جب ۱۸۹۰ء کے قریب روس گلگت کے علاقہ میں اپنا اثر بڑھانے کی کوشش کر رہا تھا اور اس مقصد کے لئے روسی ایجنٹوں نے مہاراجہ کے ساتھ خفیہ مذاکرات شروع کر رکھے تھے۔ یاد رہے کہ بعدازاں مہاراجہ پرتاب سنگھ کو روس سے سازباز کرنے کے شک میں گدی سے معزول بھی کر دیا گیا تھا۔ میرے خیال میں وہ حالات، جن میں حکیم نورالدین اس نازک دور میں دربار کشمیر میں رسائی حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ تحقیق طلب ہیں۔ ممکن ہے کہ لارنس آف عربیہ کی طرح حکیم نورالدین بھی سیاسی محکمہ کا تنخواہ دار جاسوس ہو اور وہاں تک اس کی رسائی کا انتظام بھی سرکاری اعانت سے ہوا ہو۔ اس بات کا خاصا چرچا رہا ہے کہ مہاراجہ کو بھی یہ شک ہوگیا تھا کہ حکیم برطانوی جاسوس ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس نے حسن تدبیر سے جلد ہی دربار سے علیحدہ کر دیا۔ مہاراجہ خود بھی جاسوسی کے کھیل میں اناڑی نہ تھا۔ بھلا یہ کیوں باور نہیں کیا جاسکتا کہ اس کے پاس حکیم پر شک کرنے کے معقول جواز ہیں؟ بہرحال اگر دیگر تمام باتوں کو نظرانداز بھی کر دیا جائے، حکیم نورالدین کا مرزا غلام احمد کو مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کر ڈالنے کا مشورہ دینا بہت معنی خیز ہے۔ اس مشورہ کے حالات مولانا سید ابوالحسن ندویؒ نے اپنی کتاب ''قادیانیت'' کے ص ۶۶ تا ۶۸ تک درج کئے ہیں اور ان کا اعادہ یہاں ضروری نہیں ہے۔ موصوف کا یہ نکتہ کہ روحانی دعاوی کے لئے باہمی مشورہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اپنی جگہ بالکل

درست ہے۔ لیکن میرے خیال میں اس صورتحال میں زیادہ مناسب استدلال تو یہ ہے کہ حکیم نورالدین نے مرزا قادیانی کو یہ مشورہ برطانوی سامراج کے اشارہ پر اس کے ایجنٹ کی حیثیت سے دیا ہوگا۔

حلقہ مخبوط الحواساں سے قطع نظر نبوت کا دعویٰ کرنا ایک عام آدمی کے بس کا روگ نہیں۔ اگر قرار واقعی نورالدین نے غلام احمد کو برطانوی مقاصد کے وسیلہ کے طور پر چنا تو اس مردم شناس حکیم کے حسن انتخاب کی داد دینی پڑے گی۔ مرزا قادیانی کی شخصیت کے خدوخال کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ کام کی نوعیت کے اعتبار سے وہ موزوں ترین شخص تھے۔ اس انتخاب کے حق میں جو بات ظاہری طور پر جاتی تھی، وہ تو مرزا قادیانی کی ''مبلغ اسلام'' ہونے کی شہرت تھی جو کہ پادریوں، آریہ سماجیوں اور سناتن دھرمیوں کے خلاف مناظرے کر کے اور پمفلٹ لکھ کر حاصل کی گئی تھی۔ لیکن دراصل یہ مرزا قادیانی کی ذاتی نفسیات کی کجیاں اور ان کے مخصوص نوعیت کے جذباتی الجھاؤ تھے جو انہیں روحانی رفعت کے دعویدار بننے کے لئے موزوں ترین امیدوار بناتے تھے۔ (سیرۃ المہدی حصہ اوّل ص۱۷ پر درج ہے کہ مرزا قادیانی کو جوانی میں ہسٹیریا کے دورے پڑا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ انہیں کثرت بول اور ذیابیطس کی شکایت بھی رہتی تھی۔ یہ ایسی بیماریاں ہیں جن کا ذہنی پراگندگی سے چولی دامن کا ساتھ ہے)

مرزا قادیانی کو عام انسانوں سے کچھ زیادہ ہی اپنی محرومیوں، بے بضاعتی، کم مائیگی اور ناکامیوں کا شدید احساس تھا۔ ان کے سینہ میں شرم، خواہش، خوگزندی اور ہوس ارتکاب کے ملے جلے جذبات آپس میں برسر پیکار رہتے تھے۔ وہ اس تصادم کی شدت سے اپنی قوت فیصلہ سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے۔ مستقل اور بے وجہ اضطراب ان کے تحت الشعور تک سرایت کر چکا تھا۔ یہ کہنا درست ہوگا کہ وہ بری طرح الجھے ہوئے شخص بلکہ ایک ہراساں اور خود اپنے آپ سے متصادم شخص تھے۔ ہمیں یہ نکتہ فرائڈ نے سمجھایا ہے کہ خواب درحقیقت ان خواہشات کی تسکین کا ایک پرپیچ طریقہ کار ہے جنہیں ایک شخص شعوری طور پر اپنانے سے بھی شرماتا ہو۔ دیکھا گیا ہے کہ مرزا قادیانی کی طرز کی شخصیت رکھنے والے لوگ اکثر عجیب وغریب خواب دیکھتے ہیں۔ بلکہ ان کے خواب تو اس قدر حقیقت نما بن جاتے ہیں کہ ان کے لئے خواب اور حقیقت میں تمیز کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ کچھ آگے بڑھ کر یہی نفسیاتی کیفیات واہمہ اور الہامات کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ مجھے یہ باور کر لینے میں قطعاً کوئی ہچکچاہٹ نہیں کہ مرزا قادیانی ٹیچی ٹیچی نامی فرشتہ کو واقعی آسمان سے اترتا دیکھتے تھے، جو ان کے نزدیک آ کر کبھی انہیں خدا کا معشوق ہونے کی بات بتاتا، کبھی محمدی بیگم

سے ان کے ''آسمانی نکاح'' ہوجانے کی بشارت دیتا۔ کبھی ان کے دشمنوں کی موت کی خوشخبری سناتا۔ (مرزاغلام احمد قادیانی، انجام آتھم ص ۳۱، خزائن ج ۱۱ص ۳۱، پر احمد بیگ کے داماد مرزا سلطان محمد کی موت کی پیش گوئی کی۔ ۱۵/اپریل ۱۹۰۷ء، مجموعہ اشتہارات ج ۳ص ۵۷۹ کو ایک اشتہار میں مولوی ثناء اللہ امرتسری کی موت کی پیشین گوئی کی جو دونوں غلط ثابت ہوئیں۔ تبلیغ رسالت ج ۳ص ۱۱۵ ملخص، مجموعہ اشتہارات ج ۲ ص ۱۴۱ تا ۴۳ پر محمدی بیگم سے نکاح، بلکہ آسمانی منکوحہ سے اولاد ہونے کی پیشین گوئی کی جو غلط ثابت ہوئی)

حقیقت تو یہ ہے کہ ہمارے پاگل خانے آج بھی ایسے بدقسمت افراد سے بھرے ہوئے ہیں جن کی جذباتی کشمکش نے ان کی شخصیات کو توڑا اور مسخ کر دیا ہوتا ہے۔ یہ لوگ اپنی ٹوٹی ہوئی انا کو سہلانے کے لئے مقدس اور روحانی مراتب کے لئے بے سروپا وسوسوں میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ آج کتنے ہی ولی، مہدی، مسیح، نبی اور نعوذ باللہ خود خدا ہمارے پاگل خانوں میں مقیم ہیں۔ برطانوی سامراج کا کمال یہ ہے کہ اس کی عقابی نگاہ نے نیم جنونیوں کے ایک جم غفیر سے اپنی ضرورت کی مخصوص صلاحیتوں کے حامل امیدوار کو ڈھونڈ نکالا۔

اس بات میں شک نہیں کیا جاسکتا کہ برطانوی عہد میں مرزائی تحریک کو سرکاری سرپرستی حاصل تھی۔ صاف ظاہر ہے کہ حکومت کے کھل کر سامنے آجانے سے تو تمام بھرم کھل جانے کا خطرہ تھا۔ لیکن جس حد تک پردے میں رہ کر ایسا کرنا ممکن تھا ''غیبی طاقت'' مدد کرتی رہی۔ کم سن مرزائیت کے سر پر برطانوی سامراج کا دست شفقت متواتر پھرتا رہا۔ میرے اس دعویٰ کا ثبوت متعلقہ پہلوؤں پر اعداد وشمار فراہم کر کے دیا جاسکتا ہے۔ بہرحال اس سے کسی کو بھی انکار نہ ہوسکے گا کہ برطانوی عہد کی فوج، سول سروس اور دیگر سرکاری محکموں میں مرزائی حضرات کا تناسب اپنی مجموعی تعداد سے کئی سوگنا زیادہ ہے۔ بعید نہیں کہ جب مکمل اعداد وشمار سامنے آئیں تو یہ تناسب اس سے بھی زیادہ چونکا دینے والا ظاہر ہو۔ برطانوی حکومت ابتداء ہی سے مرزائی فرقہ کی جڑیں مضبوط کرنے کی پالیسی پر گامزن رہی ہے۔ مرزا قادیانی کی جاری کردہ ہدایات کے مطابق برطانوی دور میں ان کی امت کا ہر فرد سرکاری کاغذات کے مذہب کے خانہ میں ''مسلمان'' کے بجائے ''احمدی'' درج کرتا رہا ہے۔ یہی وہ لفظ ہے جسے اس دور میں جادو کی سی تاثیر حاصل تھی۔ ان دنوں یہ ایک ایسا ''کھل جا سم سم'' تھا کہ اس کے ادا کرتے ہی تمام نوکریاں اور دیگر مراعات کے دروازے فوراً کھل جایا کرتے ہیں۔ جہاں تک مرزائی تحریک کا تعلق ہے، اس نے بھی اپنی بساط سے بڑھ کر برطانوی سامراج کی مدد کی۔ یہاں ایک قابل ذکر بات یہ ہے کہ اس تحریک سے وابستہ کسی بھی قابل ذکر شخص نے (تحریک کی تو بات ہی رہنے دیجئے) برطانوی سامراج کے

خلاف آزادی کی سیاسی جدوجہد میں حصہ نہیں لیا۔ اس کردار سے مرزائیت کا ''غیر سیاسی'' ہونا ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کے برعکس یہ مکمل طور پر سیاسی ٹوڈیوں کی جماعت ثابت ہوتی ہے۔ غور کرنے کا مقام ہے کہ اگر مسلمانوں کے تمام فرقوں کے افراد اس جدوجہد میں شریک ہوتے ہیں تو کیا باعث ہے کہ صرف ایک مذہب ایسا ہے جس سے وابستہ ہر شخص اس جدوجہد سے قطعی بیگانہ رہا ہو؟ اس کی صرف ایک وجہ ہی ممکن ہے اور وہ یہ ہے کہ مرزائی تحریک سامراج کے مقاصد سے پوری طرح ہم آہنگ تھی اور اس نے اپنے سے وابستہ ہر فرد کو حکومت وقت کی مکمل اطاعت کرنے کی ہدایت کر دی ہو۔ دلچسپ بات تو یہ ہے کہ جہاں جہاں اور جب جب مرزائی تحریک نے سیاسی سرگرمی کا مظاہرہ کیا ہے وہاں وہاں اور تب تب سامراج کے مفادات واضح طور پر وابستہ تھے۔ یہاں کشمیر کی اندرونی سیاست کی مثال برمحل ہے۔ شروع ہی سے یہ مرزائیت کا مطمح نظر رہا ہے کہ وہ برصغیر کے کسی کونہ کو مکمل طور پر اپنے دام اثر میں لے لے۔ (ہمپری جے فشر، احمدیہ آکسفورڈ یونیورسٹی پریس ۱۹۶۶ء ص۸۴، ''وقتاً فوقتاً مرزائی خلیفہ نے کسی ریاست یا جزیرہ پر مکمل طور پر حاوی کرنے کی خواہش کا اظہار کیا ہے تاکہ مرزائیت کے سیاسی اور سماجی نظریات کو عملی جامہ پہنایا جاسکے'')

اس تحریک کی وقتاً فوقتاً مختلف علاقوں پر نظر انتخاب پڑی۔ مثلاً بلوچستان، صوبہ سرحد کے چند مخصوص علاقے وغیرہ۔ خطہ کشمیر کی بہت سی بدقسمتیوں میں ایک یہ بھی ہے کہ اس پر مرزائیت کی نظر انتخاب سب سے پہلے پڑی اور سب سے زیادہ دیر مرکوز رہی۔ غالباً اس کی کچھ وجہ کشمیری عوام کی بے پایاں غربت اور اس کے بارے میں یہ غلط تاثر تھا کہ وہ مسلح بغاوت کی خو نہیں رکھتے، لہٰذا جہاد کے فرض کی تنسیخ کو خوش آمدید کہیں گے۔ کشمیر کو مکمل طور پر ''مرزائی ریاست'' بنادینے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا گیا اور بہت سی تبلیغی مہمات پر بے دریغ روپیہ صرف کیا گیا۔ اپنے اس مقصد کے حصول کی خاطر مرزائی تحریک نے کشمیر کی اندرونی سیاست میں بھی کھلم کھلا اور دل کھول کر حصہ لیا۔ یہاں مرزائیت کا ایک اور عجیب تضاد دیدنی ہے۔ خود اپنے گھر یعنی پنجاب میں سیاسی جدوجہد جاری تھی۔ لیکن اس سے قطعی لاتعلقی اختیار کی گئی اور اگر حصہ لینے کا فیصلہ بھی کیا تو وہ بھی اس علاقہ میں جو برطانوی عملداری سے باہر تھا۔ لیکن سب سے پراسرار اور پرمعانی بات تو یہ ہے کہ مرزائی تحریک نے اپنی سیاسی سرگرمیاں کشمیر میں صرف انہی ادوار میں شروع کیں جب کہ برطانوی سامراج مہاراجہ کشمیر کی لگام کھینچنے کے درپے ہوا کرتا تھا اور اس غرض کے لئے اسے عوامی مطالبات کے دباؤ کو بہانہ کے طور پر استعمال کرنے کی ضرورت درپیش ہوا کرتی تھی۔ دوسرے الفاظ میں کشمیر میں مرزائی تحریک کی جاری کردہ سیاسی سرگرمیاں دراصل ڈوگرہ سامراج کے لئے

برطانوی سامراج کے تازیانے کا کام دیتی تھیں۔

ان مختلف شواہد کی بناء پر جن کی تصریح اوپر آ چکی ہے، ہم یہ دعویٰ کرنے میں حق بجانب ہیں کہ مرزائی تحریک درحقیقت برطانوی سامراج کا خود کاشتہ پودا تھی اور اس کا بنیادی مقصد برطانوی سامراج کا تحفظ اور استحکام تھا۔ (جنوری ۱۹۲۲ء کو مرزا بشیرالدین محمود نے ایک سپاسنامہ پرنس آف ویلز کو پیش کیا تھا جو ان کے اخبار ''الفضل'' مورخہ ۳؍مارچ ۱۹۲۵ء کی اشاعت میں شائع ہوا تھا۔ اس سپاسنامہ میں مرزا محمود نے برطانوی سامراج کے لئے اپنی جماعت کی خدمات کا تذکرہ کیا ہے جس میں وہ خود تسلیم کرتے ہیں کہ یہ جماعت برطانوی حکومت کے مفاد میں کام کرنے کی غرض سے عالم وجود میں آئی ہے)

یہاں ایک ایسے تاثر کا ازالہ کرنا بھی برمحل ہوگا جس کا شکار اکثر مخلص لوگ بنے ہیں۔ یہ بات کہی جاتی ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے مسیحیت کے خلاف بڑی بھرپور تبلیغ کی تھی۔ جس سے یہ استدلال کیا جانا مقصود ہوتا ہے کہ وہ برطانوی سامراج کا ایجنٹ نہیں ہو سکتا۔ اس کے جواب میں صرف اشارہ کر دینا کافی ہے کہ اگر برطانوی سامراج کو اپنے جہاد کے تصور کے خلاف کی گئی سازش کو قرار واقعی موثر بنانا اور مخفی رکھنا مقصود ہوتا تو اس کے آلہ کار کے لئے اس سے بہتر لبادہ ممکن نہ تھا کہ وہ مسیحیت کے خلاف زبانی پرچار کرتا رہے۔ مسیحیت کے خلاف خود برطانیہ میں جتنا پروپیگنڈہ انگریزوں کے ہاتھوں سے ایک دن میں ہوتا ہے۔ وہ دنیا بھر کے مرزائیوں کے سال بھر کے پروپیگنڈے پر حاوی ہے۔ مسیحیت کے خلاف چند پمفلٹ لکھنے سے برطانوی سامراج کے کسی حقیقی مفاد پر زد نہیں آتی۔ لیکن اگر مرزا قادیانی مسلمانوں کو اپنی مسیحیت دشمنی کا جھانسہ دے کر ان سے اپنی نبوت قبول کروانے میں کامیاب ہو جاتے تو غالباً برطانوی سامراج کی اس سے بڑی خدمت ممکن نہیں تھی۔ ایک اور غلط تاثر مرزا قادیانی کی درویشی کا ہے۔ کچھ لوگ انہیں عشق حقیقی سے معمور سمجھتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس پراسرار شخصیت کے تمام تر والہانہ انداز مصنوعی تھے۔ مرزا قادیانی ردیف قافیہ سے بھی شغل کیا کرتے تھے۔ ان کے مجموعہ کلام میں چند اشعار ایسے ملتے ہیں جن میں صوفیاء کی شوخی کا رنگ ہے۔ مثلاً ایک جگہ وہ کہتے ہیں کہ اگر محمد ﷺ کے نشہ میں مخمور ہونا کفر ہے تو وہ سخت کافر ہیں۔ ہمارے ایک محسن اس نوعیت کے اشعار ہی سے اتنے متاثر ہیں کہ وہ انہیں مرزا قادیانی کے خلوص کا حتمی ثبوت گردانتے ہیں۔ یہاں مجھے صرف اتنا کہنا ہے کہ حسن ظن میں بھی افراط ممکن ہو سکتی ہے۔ مرزا قادیانی کے اشعار میں صوفیانہ رنگ اور شوخی پر ضرورت سے زیادہ تکیہ کرنا غلط ہے۔ نہیں بھولنا چاہئے کہ وہ وہی شخص ہے جو مندرجہ ذیل اشعار بھی کہہ سکتا ہے۔

انبیاء گرچہ بودہ اند بسے من بہ عرفاں نہ کمترم زکسے
زندہ شد ہر نبی بآمدنم ہر رسولے نہاں بہ پیرہنم
(نزول مسیح ص۹۹، خزائن ج۱۸ ص۴۷۷)

کسی فرد یا تحریک کے بارے میں کوئی رائے قائم کرنے سے پہلے اس کے کردار کو مجموعی طور پر پرکھنا ضروری ہے اور مجموعی پرکھ میں مرزا قادیانی کی درویشی بھی عیاری معلوم ہوتی ہے۔

باب سوم ...... مرزائیت کے انسداد کی فوری ضرورت

مرزائیت کے انسداد کی ضرورت کے ''فوری'' ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے بغیر کسی مزید تاخیر کے دھیان دینا چاہئے۔ وہ لوگ بھی جو اس تحریک کے خلاف ہیں اس کی موجودگی کے بارے میں بے حسی کا ثبوت دیتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اس کی اصلیت کا علم نہیں رکھتے اور اس واسطے اس کے حقیقی خطرات سے آگاہ نہیں ہیں۔ اس تحریک کی مثال اس ہوائی اڈے کی سمجھی جارہی ہے جسے جنگ کی ضرورت کے پیش نظر بنایا گیا ہو۔ لیکن جو امن کے عود آنے سے دوبارہ ایک بھولا بسرا ویرانہ بن چکا ہو۔ کچھ کچھ یہ تأثر بھی قائم ہوچکا ہے اب مرزائی تحریک پہلی سی فعال نہیں رہی اور اب بیرونی طاقتوں کی نظر میں اس کی افادیت ختم ہوگئی ہے۔ نہ یہ مثال درست ہے اور نہ ہی یہ تأثر۔ مرزائیت کے مستقر پر سامراج کے خفیہ جہازوں کی آمد بدستور جاری ہے بلکہ اب تو اس اڈا کو اتنا پھیلایا جاچکا ہے کہ وہ بڑے حجم کے جہازوں کا بھی کفیل ہوجاتا ہے۔ جہاں تک افادیت میں کمی آنے کا سوال ہے۔ بیرونی طاقتیں تو فری میسن ایسی تحریک کے دستبردار ہونے کے لئے تیار نہیں جو تنظیمی اور تعدادی حیثیت ہے مرزائیت کا عشر عشیر بھی نہیں۔ ابھی حال ہی میں سی آئی اے نے ویت نام میں ایک گماشتہ مذہبی تحریک کو چلانے کی کوشش کی تھی تاکہ وہاں کی سیاسی جدوجہد کے مذہبی محرکات پر ضرب کاری عائد کی جائے۔ تجربہ سے سبق سیکھا گیا کہ ایسا کرنا بڑا مشکل کام ہے۔ کیونکہ بیج تو آسانی سے بوئے جاسکتے ہیں۔ لیکن پودے کے پروان چڑھتے دیر لگتی ہے۔ مرزائیت کا پودا تو اب اچھا خاصا تنومند درخت ہے جس میں کڑوا پھل بھی کافی لگتا ہے۔ اس صورت میں یہ باور کر لینے کا بہت کم جواز ہے کہ بیرونی طاقت کے لئے پاکستان ایسے ملک میں، جہاں سیاسی تحریکوں کے رخ ابھی بھی عوام کے مذہبی جذبات معین کرتے ہیں۔ مرزائیت ایسے وسیلہ کی جس سے وابستہ افراد درجنوں کلیدی آسامیوں پر فائز ہیں افادیت کم ہوچکی ہے۔ میری نظر میں تو ساری کی ساری مرزائی امت ہی

پاکستان کے ’’مراعات یافتہ طبقہ‘‘ میں شامل ہے۔ غریب سے غریب مرزائی کی رسائی بھی پاکستان کے اونچے سے اونچے ایوان میں ہے۔ حکومت کی کوئی نکڑ نہیں جہاں مرزائی حضرات کرسیوں پر براجمان نہ ہوں۔ ان حالات میں بیرونی طاقتیں اس ’’نعمت‘‘ سے کیوں کر دستبردار ہوسکتی ہیں؟

میں چاہوں گا کہ ان تمام وجوہات کو ترتیب وار بیان کروں جن کی روشنی میں میں نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ اس تحریک کے انسداد کی ضرورت فوری ہے۔

مرزائیت کی اصلیت ایک بیرونی طاقت کے آلہ کار کی ہے

اگر ہمارا یہ دعویٰ درست ہے کہ مرزائیت برطانوی سامراج کا خود کاشتہ پودا ہے۔ جسے اس نے نفسیاتی جنگ میں عوام کے جذبۂ بغاوت کو مفلوج کرنے کے لئے استعمال کیا تھا تو ظاہر ہے کہ اس کی اصلیت ایک بیرونی طاقت کے آلہ کار کی ہے۔ اس صورت میں حکومت پاکستان مروجہ قوانین کے تحت اس پر نظر رکھنے، اس پر احتیاطی تدابیر کے طور پر مختلف پابندیاں عائد کرنے اور اس سے باز پرس کرنے کی مجاز ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اگر مسلمانوں نے ۱۹۴۷ء سے پہلے بغاوت کر کے برصغیر کے کسی حصہ پر آزاد حکومت قائم کر لی ہوتی تو اس جنگ کے تمام عرصہ میں مرزائی تحریک کی حیثیت ’’دشمن کے ایجنٹ‘‘ کی ہوتی۔ ان حالات میں بھی جب کہ برطانوی حکومت اور پاکستان کے درمیان جنگ کی نوعیت موجود نہیں ہے۔ اس تحریک کی آلہ کار حیثیت پر فرق نہیں پڑتا۔ کسی آلہ کار تحریک کو پاکستان میں سرگرمی دکھانے کی کھلی چھٹی نہیں دی جاسکتی۔ اس ملک کو بہت پہلے سے مستقبل بحران کا سامنا ہے۔ مذہبی آزادی کے اصول کا یہ مفہوم ہرگز نہیں کہ اگر ایک جاسوس تنظیم مذہبی لبادہ اوڑھ لے تو وہ ہر باز پرس سے مبّرا ہو جائے گی۔ اب بھی سندھ میں بہت ہندو آباد ہیں۔ اگر بھارت اپنے سپاہیوں کو سادھو لباس میں یہاں بھیج دے تو صرف اس واسطے کے سادھو ہندومت میں محترم ہیں، ہم ان سادھوؤں کو دونوں ہاتھ جوڑ کر نمسکار نہیں کہیں گے۔ یہی اصول مرزائیت پر بھی لاگو ہونا چاہئے۔ اگر اس کی اصلیت وہی ہے جس کے ہم دعویدار ہیں تو محض مذہبی سوانگ رچانے سے اس پر مذہبی آزادی کے اصول کا اطلاق نہیں ہوتا۔ بنیادی طور پر مرزائی تحریک کی حیثیت ایک آلہ کار کی ہے اور میری دانست میں اس تحریک سے ایک بیرونی طاقت کے آلہ کار ہی کا برتاؤ روا رکھنا مناسب ہے۔ یعنی اس کی جڑیں اکھاڑ پھینکنے کی سعی کرنا۔

کلیدی عہدوں پر فائز مرزائی افراد ایک ممکنہ ففتھ کالم ہیں

مرزائی تحریک کے وجود سے اس ملک کی بقاء کو جو مخصوص خطرات درپیش ہیں ان کی تشریح سے اکثر صاحب نظر محض اس باعث کنی کتراتے ہیں کہ اس پہلو پر کھل کر بات کرنے سے

بعض مقتدر اشخاص کی محبّ الوطنی پر شک کی گنجائش پیدا ہوتی ہے۔ اہل اقتدار کی بات تو الگ، ایک عام شہری کی حب الوطنی کے بارے میں شبہات پیدا کرنا بھی قانونی اور اخلاقی ہر دو لحاظ ہی سے ایک سنگین معاملہ ہے۔ یہ تمام پہلو ہی اس قدر نازک ہے کہ اگر راقم الحروف سمجھتا کہ اس معاملہ پر لب کشائی کئے بغیر بات بن سکتی ہے تو وہ ہرگز اس پل صراط پر قدم نہ دھرتا۔ لیکن میں خلوص نیت سے یہ رائے رکھتا ہوں کہ ہمارا مجموعی مفاد اس مسئلہ پر وضاحت سے بات کرنے میں ہے اور اگر دوٹوک بات کرنے سے کچھ مخلص محبّ وطن افراد کی دل شکنی کا پہلو بھی نکلتا ہے تو ان افراد سے پرخلوص معذرت کے ساتھ ہمیں یہ قیمت بھی ادا کرنی چاہئے۔ حقیقت یہ ہے کہ اہم عہدوں پر مرزائی حضرات کو فائز کر کے پاکستان اپنے لئے ایک بہت شدید خطرہ مول لے رہا ہے۔ کیونکہ کسی بھی مرزائی شخص کے بارے میں یہ توقع وثوق سے نہیں رکھی جاسکتی کہ وہ ہر حال میں اس ملک سے وفاداری کرے گا۔ اس ضمن میں فوج کا معاملہ خاص طور پر سنگین ہے۔ پاکستانی افواج میں مرزائی حضرات کی اچھی خاصی تعداد افسروں کے طبقہ سے تعلق رکھتی ہے۔ فوج کی اہم بلکہ کلیدی آسامیوں پر بھی مرزائی حضرات فائز ہیں اور مستقبل میں بھی اس کی توقع ہے کہ وہ فائز ہوتے رہیں گے۔ میں ان حضرات پر بھی الزام قطعاً نہیں دھر رہا کہ وہ فی الواقع کسی بیرونی طاقت کے زیر اثر ہیں اور نہ ہی مجھے ان کے جذبہ حب الوطنی کی تحقیر مقصود ہے۔ جس تندہی اور جاں فشانی کے ساتھ جنرل اختر ملک نے افواج پاکستان کی کمان کی، وہ ایک یادگار مثال ہے اور یہی وجہ ہے کہ موصوف کی وفات کے کئی برس بعد بھی ان کا نام احترام سے لیا جاتا ہے۔ یہ یقیناً ہماری احسان فراموشی ہوگی اگر ہم ایک ایسے شخص کو سراہنے میں بخل سے کام لیں۔ جس نے امتحان کے وقت اس ملک کے دفاع کی خاطر اپنی جان کی بازی لگادینے سے گریز نہ کیا۔ لیکن جس نکتہ کی جانب میں توجہ مبذول کروانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ جنرل اختر ملک ایک ایسے سپاہی تھے جو مرزائی ہونے کے باوجود اس ملک سے وفاداری کے امتحان میں کامیاب رہے۔ بالفاظ دیگر، جنرل موصوف ایک غیر معمولی شخصیت تھے۔ لیکن ہر مرزائی کے بارے میں باور کر لینا کہ وہ بھی ایک غیر معمولی شخصیت کا مالک ہے۔ دانشمندی کا ثبوت نہیں۔ اگر ہم حقائق کا بے لاگ مشاہدہ کریں تو یہ بات بہت عیاں ہے کہ مرزائی عقیدہ سے وابستگی کی صورت میں ایک عام شخص کے لئے پاکستان سے وفاداری بہت مشکل کام ہے۔ میں تو یہاں تک کہنے کے لئے تیار ہوں کہ غیر معمولی طور پر مضبوط شخصیت کے علاوہ ایک عام مرزائی سے وفاداری کی توقع کرنا بھی زیادتی ہے۔ اس کی وجہ بہت سیدھی سادھی ہے۔ اس ملک میں ہر مرزائی ذاتی طور پر نفرت کا ہدف ہے۔ ایک عام پاکستانی مسلمان کو اس کی

ذات سے کراہت ہوتی ہے اور اکثر اس کراہت کا اظہار بھونڈے پن سے تجاوز ہوتا ہے۔ ہر عمل کا ردعمل ہونا ایک لازمی امر ہے۔ عوامی نفرت کے ردعمل کے طور پر اکثر مرزائی حضرات کے دل میں بھی پاکستانی عوام کے بارے میں انقباض پایا جاتا ہے۔ اس دنیا میں نفرت کا بدلہ محبت سے دینے والے دل بھی موجود ہیں۔ لیکن ایسے دل کو رکھنے کے لئے سینہ میں مسیح کے سینہ کی وسعت درکار ہے۔ میں صرف اتنا کہوں گا کہ مثیل مسیح کے مدعی کی امت کے ہر شخص کے دل کو مثیل قبل مسیح فرض لینا ایک انتہائی بے بنیاد مفروضہ ہے۔ اس کے برعکس یہ بات حقیقت کے کہیں زیادہ قریب ہے کہ اس ملک کے نفرت بھرے ماحول میں پروان چڑھ کر ایک عام مرزائی فرد بطور ردعمل اپنے اندر چند مخصوص نفسیاتی رجحانات پیدا کر لیتا ہے جن میں عوام سے نفرت اور ان کے بارے میں حقارت کا جذبہ، اپنی ذات اور اپنے فرقہ کے بارے میں برتری کا تصور، ریاکاری کا ہر چڑھتے سورج کی پرستش نمایاں ہیں۔ میں چند بالغ اور فہیم مرزائی شخصیات سے رابطہ میں آیا ہوں اور انہیں ٹٹولنے پر میں نے یہ محسوس کیا ہے کہ ان کے دل ودماغ پر ہر وقت ایک قوی احساس طاری رہتا ہے کہ اس معاشرے نے ان سے ناانصافی کی ہے۔ چنانچہ اس وطن اور عوام کے لئے ان کی ہمدردیوں کے سوتے خشک ہو چکے ہوتے ہیں۔ مجھے اس سے بحث نہیں ہے کہ آیا فی الواقعی ناانصافی ہوئی ہے یا نہیں...... ہمارا معاشرہ تو ابتداء ہی سے انسانوں سے ناانصافی کرتا ہی آیا ہے۔ یہاں جو بات غور طلب ہے وہ یہ ہے کہ ہمارے درمیان چند ایسے افراد موجود ہیں، جو انتہائی اہم عہدوں پر فائز ہونے کے باوجود بھی اس ملک کے عوام سے برگشتہ خاطر رہتے ہیں اور اس خفیہ احساس کا شکار ہیں کہ ان سے بہت بڑا ظلم ہوا ہے یا ہو رہا ہے۔ وہ لامحالہ اپنے آپ کو اس عوام سے دور اور کٹا ہوا محسوس کرتے ہیں۔ یہ ایک تشویشناک صورتحال ہے۔ آج کل کے اعصابی دور میں یوں تو ہر ملک ہی میں خود اپنے وطن سے نفرت کرنے والے افراد موجود ہیں۔ لیکن پاکستان میں جو صورتحال غیر معمولی ہے وہ یہ ہے کہ اس نوعیت کی ذہنیت رکھنے والے افراد یہاں کی کلیدی آسامیوں پر بھی متمکن ہیں۔ قطع نظر اس حقیقت کے کہ ایسا شخص ایک طوفانی نفسیاتی تصادم کی آماجگاہ ہوتا ہے۔ جس سے ایک کارکن کی حیثیت سے اس کی فعالیت بری طرح متاثر ہوتی ہے۔ اس صورتحال کے کچھ اور پہلو بھی تجزیہ طلب ہیں۔ سب سے پہلے تو یہ کہ اس قسم کے شخص کے ذہن کی شناخت اس کے فرائض کی ادائیگی کی راہ میں ہمیشہ حائل رہتی ہے۔ اس کے علاوہ اس قسم کے شخص کی وفاداریاں گہری اور دیرپا نہیں ہوسکتیں۔ جو شخص اپنا کام محض تنخواہ کو حلال کرنے کے احساس کے ماتحت کر رہا ہو، خواہ وہ کتنا ہی فرض شناس کیوں نہ ہو، یہ اس کے لئے نفسیاتی طور پر ممکن نہیں کہ وہ اپنے فرائض

کی ادائیگی میں غیر معمولی ثابت قدمی کا ثبوت دے۔ ایسا شخص تنخواہ دار ذہنیت کا مظہر ہوتا ہے۔ جب تک تنخواہ ملتی رہی، کام ہوتا رہا۔ لیکن جہاں کہیں حالات نے خطرناک یا تکلیف دہ صورت اختیار کر لی، نوکر شخص آنکھ بچا کر بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔ میرے اندازے کے مطابق پاکستان کے مستقبل میں چند نہایت خطرناک موڑ ہیں۔ کچھ عالمی طاقتیں اس ملک کو صفحہ ہستی سے ناپید کرنے کے درپے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس ملک کی بچت کی صورت یہی ہے کہ یہاں کے قائدین ثابت قدمی کے پہاڑ ثابت ہوسکیں اور حکومت کا ہر اہم کارکن ملک کے مفاد کے لئے اپنے فرائض سے بڑھ کر قربانی دینے کی خو اپنائے۔ لیکن ایک ایسے شخص سے قربانی کی توقع رکھنا عبث ہے۔ جسے عوام نے بوجوہ نفرت کا ہدف بنایا ہو اور جس کے اپنے دل میں عوام سے نفرت اور رنجش کے جذبات موجود ہوں۔ میں مرزائی حضرات کو اس نوعیت کی قربانی دینے سے قاصر اس واسطے سمجھتا ہوں کہ وہ عوامی نفرت کا ہدف بنے رہے ہیں اور اپنی شخصیت کے تحفظ کے تقاضوں کے پیش نظر اس ملک کے عوام کو حقارت کی نظر سے دیکھنے لگے ہیں۔ مجھے خوف اس بات کا نہیں کہ مشکل وقت میں مرزائی حضرات غیر معمولی ایثار کا مظاہرہ نہیں کریں گے۔ بلکہ دراصل یہ ہے کہ کسی شدید بحران میں یہ لوگ اس ڈولتی کشتی کو چھوڑتے چھوڑتے اس کے پیندے میں سوراخ ہی نہ کر جائیں۔ نفرت اور بدلہ لینے کے محرکات ضبط وشعور کا کالعدم کر دیتے ہیں۔ ٹھکرایا ہوا معشوق اپنے عاشق سے بدلہ لینے میں زیادہ ہی سفاک ثابت ہوتا ہے۔ ۱۹۷۱ء کی جنگ کے دوران ہماری فوج کے بنگالی افسروں کا کردار جن کے سینہ میں نفرت کی آگ سلگ اٹھی تھی بہت سبق آموز ہے۔ اس دور میں بنگالی فوجی افسر اپنے جذبات کے ہاتھوں قطعی طور پر مغلوب ہوگئے تھے اور موقع دستیاب ہونے پر انہوں نے پاکستان کی پیٹھ میں بھرپور خنجر گھونپے۔ غالباً یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ اس جنگ کے دوران پاکستانی افواج کے بنگالی سپاہی دشمن فوج کا ایک پوشیدہ کالم تھے۔ جو یہاں ہماری صفوں میں رہ کر ہماری بیخ کنی کرتا رہا۔ کسی ایسے شخص کا فوج میں کلیدی عہدے پر فائز ہونا جو کسی بھی وجہ سے معاشرہ اور وطن سے بیزار ہو یا جس کے جذبہ حب الوطنی میں کسی قسم کا ابہام ہو، خطرہ سے خالی نہیں ہے۔ دشمن کی نظر خاص طور پر اس قسم کے اشخاص کو اچک لینے پر لگی رہتی ہے۔ میں برملا اس خدشہ کا اظہار کرنے کی جسارت کروں گا کہ پاکستانی افواج کے مرزائی آفیسر اس نوعیت کے نفسیاتی دباؤ کا شکار ہیں کہ ان کی وفاداریوں پر مکمل انحصار کرنا قرین مصلحت نہیں ہے۔ یہاں میں اس بات کو بہت واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ میں کسی بھی مرزائی افسر کی وفاداری پر شبہ نہیں کرتا۔ میں محض ممکنات کا جائزہ لے رہا ہوں اور میرا اندازہ یہ ہے کہ شدید بحران سے دوچار ہونے کی صورت میں یہ زیادہ

ممکن ہے کہ عام مسلمان افسر کی نسبت ایک مرزائی افسر راہ راست سے زیادہ آسانی سے پھسل جائے۔ میں چاہوں گا کہ اس ممکن خطرہ کا قبل از وقت سدباب ہو سکے۔

کلیدی عہدوں پر فائز مرزائی افراد عوام دشمن اور جمہوریت کش مقاصد کے لئے بآسانی استعمال ہو سکتے ہیں۔

اس ملک میں مرزائی افراد کی مخصوص نفسیات کی جانب اوپر اشارہ کیا جاچکا ہے۔ ذاتی طور پر مجھے آج تک کسی ایسے مرزائی شخص سے ملاقات نصیب نہیں ہوئی جس نے ہمارے عوام پر مکمل اعتماد کا اظہار کیا ہو یا جس نے اپنے آپ کو مکمل طور پر ان سے وابستہ کیا ہو۔ اس کے برعکس میرے مشاہدے میں یہ آیا ہے کہ ایک اوسط مرزائی خاص پسند (ELITIST) ذہنیت پیدا کر لیتا ہے اور عوامی تحریکوں سے قطع تعلقی اور ان کی مخالفت ہی کو دانشوری اور فہم کا نشان خیال کرتا ہے۔ بھلا اس بات میں کس کو شک ہو سکتا ہے کہ جمہوریت کش اقدام کی جڑ عوام دشمن ذہنیت ہوتی ہے۔ یہی باعث ہے کہ اس ملک پر فسطائیت کا جو طویل دور مسلط رہا ہے، اس کی بقاء اور نشوونما میں مرزائی کارندوں نے نمایاں خدمات سرانجام دی ہیں۔ پاکستانی حکمرانوں کے مخصوص ہتھکنڈوں کی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے ظاہر ہوگا کہ ہر دور میں مرزائی فوج اور سول افسروں کا کلیدی عہدوں پر استعمال کیا گیا ہے۔ نوکر شاہی کے عروج کے ابتدائی دور میں حکومت کے کلیدی مہرے مرزائی تھے۔ ایوب خان کی بادشاہت بھی انہی مرزائی کل پرزوں کے طفیل جاری رہی۔ یحییٰ خان نے بھی اپنے طوفانی دور میں منجدھار کی گردابوں کو اس ہی فرقہ کے اراکین کے کاندھوں پر سوار ہو کر عبور کرنے کی کوشش کی۔ اصل تعجب تو اس بات پر ہے کہ اب جب کہ جمہوری اور عوامی سیاسی جماعت حکمران ہے، ایک بار پھر مرزائی افراد کو کلیدی عہدوں کے قریب اس ترتیب سے کھڑا کر دیا گیا ہے کہ ضرورت پڑنے پر وہ ہر اہم عہدے سے فوری طور پر جوتے جاسکیں گے۔ یہ صورتحال ہماری مسلح افواج میں خصوصی طور پر مروج ہے۔ دیکھنے والی آنکھ کو بری افواج کے موجودہ سربراہ کے پس منظر میں مرزائی چہروں کی ایک موہوم قطار جھانکتی نظر آسکتی ہے۔ یہی حال فضائیہ اور بحریہ کا بھی ہے۔ لیکن مجھے وزیراعظم بھٹو کے ان نادان ناقدین سے قطعاً اتفاق نہیں جو یہ وسوسہ پھیلانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ ان کا مرزائی تحریک سے کوئی خفیہ گٹھ جوڑ ہے۔

جناب بھٹو عقیدے کے لحاظ سے خالصتاً شیعہ ہیں۔ لہٰذا انہیں مرزائیت کا ہمدرد بتانا ایک لغو بات ہے۔ یوں بھی وہ عوام کی پسند کے خلاف رائے رکھنے کے عادی نہیں ہیں۔ اگر ایسا ہے تو پھر یہ کیا ماجرا ہے کہ عوامی وزیراعظم مرزائی افسران کو مسلح افواج کے کلیدی عہدوں کے قرب

وجوار میں لا کھڑا کر رہے ہیں؟ اس صورتحال کو سمجھنے کے لئے پرانے وقتوں پر نظر دوڑانا ضروری ہے تاکہ معلوم ہو سکے کہ حرم کی حفاظت کے لئے خاص طور پر حرم سرا کیوں متعین کئے جاتے تھے۔ یہاں حکمت عملی قرار واقعی بہت خیال انگیز تھی۔ حاکم وقت کے ذہنی سکون کے لئے ضروری سمجھا جاتا تھا کہ حرم کی حفاظت پر مقرر ہونے والے لوگ قوت مردمی سے عاری ہوں۔ پاکستانی حکمرانوں کے مرزائی افراد کو کلیدی عہدوں پر تعینات کرنے کا محرک بھی کم وبیش یہی خیال ہے۔ اس نگری کی ریت کچھ یوں سی ہے کہ لیلیٰ کا محافظ، لیلیٰ سے ہم بستری کرنے میں سب سے پیش پیش رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دانائے راز لیلیٰ اقتدار کو سیاسی حرم سراؤں کے پہرے میں دے دینے کی ترکیب پر تکیہ کرتے ہیں۔ اس ملک کی سیاست کے سیاق وسباق میں مرزائی افراد ہی یہاں کے حرم سرا ہیں۔ کرسی اقتدار، ہر مرزائی کی سوچ اور خواہش کے افق سے ماورا ہے۔ یہی وہ صفت بھی ہے جو کلیدی عہدوں پر ان افراد کی تعیناتی کا سب سے بڑا جواز بن جاتی ہے۔ غالباً جن مقاصد کے لئے بھٹو صاحب مرزائی افراد کو استعمال کرنا چاہتے ہوں وہ نیک ہوں اور جمہوریت کے حق میں اس قدر مضر نہ ہوں۔ بہرحال جس خطرہ کی نشاندہی مجھے مقصود ہے وہ عوام دشمن ذہنیت رکھنے والے افراد کا کلیدی عہدوں کے قرب وجوار میں موجود ہونا ہے۔ ایک غلط حکمران ان لوگوں کی موجودگی کو بہت آسانی سے عوام دشمن اور جمہوریت کش مقاصد کے لئے استعمال کرسکتا ہے اور کسے معلوم کہ کل کلاں کو لیلیٰ اقتدار کس سے ہم بستری کرنے پر مجبور کی جارہی ہوگی؟

مرزائی تحریک کے ڈھانچہ کے بدستور قائم رہنے سے بہت سے ہونہار افراد کی قیمتی صلاحیتوں کا ضیاع ہورہا ہے۔

مرزائی افراد کی اس مخصوص بلکہ کٹے ہونے کی نفسیات کے ضمن میں یہ بات کہی جاچکی ہے کہ ان میں عوام سے مختلف بلکہ کٹے ہوئے ہونے کا احساس موجود ہوتا ہے اور عوامی ردعمل کے طور پر ان میں خود پسندی، علیحدگی پسندی اور عوام کو حقارت سے دیکھنے کے منفی رجحانات پیدا ہو جاتے ہیں۔ پس تعجب نہ ہونا چاہئے۔ اگر ایک ایسے شخص کا ذہن شخصیت کی مختلف محرک قوتوں کے درمیان کشتی کا اکھاڑہ بن جائے۔ یہ نفسیاتی تناؤ فرد کی صلاحیتوں کی نشوونما کے حق میں سم قاتل ہے۔ کسی شخص کی خود اپنی نظر میں اپنے وقار کو مجروح ہونے سے روکنے کی کشمکش اس قدر کٹھن اور تھکا دینے والی ہوتی ہے کہ اس سے گزر کر اس شخص میں اپنی ودیعتی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کی سکت باقی نہیں رہتی۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے ملک کے مروج حالات میں بہت سے ہونہار انسان یونہی ایک بے معنی سی کشمکش کے عمل میں نچڑ کر ضائع ہورہے ہیں۔ یہ ضیاع نہ صرف افراد کا ہے

بلکہ پوری قوم کا ہے اور ایک انتہائی دلخراش حقیقت ہے۔ مرزائیت کے پادریوں نے تو غالباً اس کرب کے سمندر کی طرف کبھی دھیان ہی نہ دیا ہوگا۔ جو ان کا ڈھونگ قائم رہنے سے ان کی امت کے عام افراد کے شب و روز کے کرب نہانی نے جمع کر دیا ہے۔ میں نے اکثر سوچا ہے کہ اگر کسی طریقہ سے ایک عام مرزائی فرد کے روحانی کرب کا مداوا تلاش کر لیا جائے تو یہ اس ملک اور یہاں کے عوام پر ایک قابل قدر احسان ہوگا۔ مرزائیت کی نحوست کے خاتمہ کے بعد ان دبے ہوئے، سہمے ہوئے، پچکے ہوئے، خود اپنے سایہ سے ہراساں افراد کی تخلیقی قوتیں یکبار پھر بھرپور طور پر سرگرم ہوسکیں گی۔

مرزائی تحریک سے جھوٹی رواداری برت کر قومی تاریخ مسخ ہورہی ہے

قومی استحکام کے لئے قومی تاریخ کا شعور نہایت ضروری ہے۔ اس کتاب کو پڑھنے والے نے یہ تاثر حاصل کر لیا ہوگا کہ برطانوی سامراج نے ہمارے عوام کی مذہبی عقیدت کا بے دریغ استحصال کیا۔ لیکن اس پہلو پر بہت سی تحقیق ہونا باقی ہے۔ صرف یہ پہلو ہی نہیں، ہماری سیاسی جدوجہد کی تمام تاریخ ہی تشنہ تحقیق ہے۔ بہرحال جو بات خصوصی طور پر مذہبی استحصال کے بارے میں کہی جاسکتی ہے، وہ یہ ہے کہ ہمارے محققین کچھ تو تاریخی حقائق کا برملا اظہار کرنے سے اس واسطے بھی اجتناب کرتے ہیں کہ کسی فرقہ کی دل آزاری نہ ہو۔ میرے خیال میں یہ رویہ جھوٹی رواداری ہے اور اسے برت کر ہم ایک خوفناک خسارہ مول لے رہے ہیں۔ یعنی اپنی صحیح تاریخ سے لاعلمی کا خسارہ۔ اگر تاریخی حقیقت یہ ہے کہ مرزائی تحریک برطانوی سامراج کا خود کاشتہ پودا ہے تو میں تو سمجھتا ہوں کہ اس حقیقت کا برملا اور محققانہ اظہار ضروری ہے۔ یہ ہمارے مجموعی مفاد کے منافی ہے کہ محض اس بات کو کہ کسی فرقہ سے تعلق رکھنے والے افراد کی دل آزاری ہوگی۔ ہم تاریخی حقائق سے کنی کترائیں یا شترمرغ کی مثال، اپنی آنکھیں ریت میں دھنس لیں۔ یوں تو ہر نوعیت کی حقیقت سے نباہ کرنے کے فوائد ان گنت ہیں۔ لیکن یہ مسلمہ بات ہے کہ تاریخی حقائق سے چشم پوشی یا غفلت کے نتائج تباہ کن ہوسکتے ہیں۔ یہاں اس بات پر خاص طور پر زور دینا ضروری ہے کہ ہر زندہ قوم اپنے جانثاروں اور غداروں کی یاد ممیّز اور تازہ رکھتی ہے۔ اگر کوئی قوم ان افراد کے نام اور کارناموں سے بھی نسیان برتے، جنہوں نے صعوبتیں برداشت کر کے عوام کے مفاد کی نگہداشت کی ہو، تو یہ اس قوم کی بے حسی اور بے مروتی کا ثبوت ہے۔ لیکن جاں نثاروں کو فراموش کرنا بھی اتنا خطرناک نہیں جتنا کہ غداروں کا حسب ونسب بھلا دینا ہے۔ غدار کی غداری بھی ایک تاریخی اثاثہ بن سکتا ہے۔ ان کی غداری کی یاد کو تازہ رکھنا اس واسطے مفید اور ضروری ہے کہ آنے

والی نسلیں ان کی کمزوریوں سے نفرت کرکے اپنی قومی شخصیت کو اجاگر کرسکیں۔ دراصل افراد میں قومی شخصیت کا پہلو قومی محسنوں کو غداروں سے ممیّز کرنے کے عمل کے دوران ہی مرتب ہوتا ہے۔ امریکہ میں سارجنٹ یارک کا نام آج تک محسن اور روز بیزگ کا نام غدار کے طور پر یاد رکھا جاتا ہے اور غالباً کوئی ہی امریکن بچہ ہوگا جسے یہ تمام داستانیں ازبر نہ ہوں۔ روس، چین، کوریا، ویت نام اور دیگر انقلابی ممالک میں تو پروپیگنڈا مشینری کا اچھا خاصا زور، محسنوں کو غداروں سے ممیّز کرنے ہی پر صرف ہوتا ہے۔

میری دانست میں اب پاکستان میں بھی وہ مرحلہ آچکا ہے جہاں ہمیں اپنی قومی تاریخ مرتب کرنے میں مزید تاخیر بہت مہنگی پڑے گی۔ یہ عین وقت ہے کہ ہم بھی اپنے محسنوں کی فہرست کو غداروں کی فہرست سے ممیّز کرلیں۔ چنانچہ اس ضمن میں میں یہ تجویز پیش کروں گا کہ ہماری قومی اسمبلی ایک قانون بنائے، جس کا مدعا ''قومی تاریخ کمیشن'' کا قیام ہو۔ اس کمیشن کا بنیادی مقصد پاکستان کی سیاسی جدوجہد کی مستند تاریخ مرتب کرنا ہو۔ مجوزہ قانون کے تحت کمیشن کے اراکین کی تقرری صدر مملکت کی جانب سے قومی اسمبلی کی سفارش پر ہو۔ جو اپنی سفارشات امیدواروں کی محققانہ صلاحیتوں کی جانچ پڑتال کے بعد کرے۔ اس کمیشن کو جو فرائض سونپے جائیں ان میں دو فہرستوں کی تدوین بھی شامل ہونا چاہئے۔ ''محسنوں کی فہرست'' اور ''غداروں کی فہرست'' اس اندیشہ کے ملحوظ نظر کہ مرزائی تحریک کی موجودگی سے ہماری قومی تاریخ کی تدوین کے کام میں ابہام کا پیدا ہونا ممکن ہے۔ میں یہ تجویز پیش کروں گا کہ مجوزہ قانون میں یہ شق خاص طور پر درج ہو کہ کمیشن اپنی اولین توجہ مرزائیت کے سیاسی کردار پر مرکوز کرے اور ان سوالات کا جواب مہیا کرے کہ آیا مرزائی تحریک برطانوی سامراج کا خودکاشتہ پودا ہے یا نہیں اور یہ کہ مجموعی طور پر مرزا غلام احمد قادیانی کا کردار وطن دوست تھا یا بیرونی استعماری طاقتوں کے ایجنٹ کا۔ میں سمجھتا ہوں کہ کمیشن کی تحقیق اور سفارشات کی روشنی میں اس مسئلہ پر سرکاری طور پر ایک واضح اور ٹھوس مؤقف اختیار کرنا چاہئے۔ یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ اس تجویز کو پیش کرتے ہوئے میری نیت یہ ہرگز نہیں ہے کہ مجوزہ قومی تاریخ کمیشن کو محض عوامی تعصّبات پر محققانہ ملمع چڑھانے کے لئے استعمال کیا جائے۔ میرے خیال میں ہمارا قومی مفاد اس مسئلہ پر مکمل طور پر بے لاگ تحقیق ہونے میں مضمر ہے۔ میں تو یہ کہوں گا کہ کمیشن کی مؤثر کارکردگی کے لئے یہ مفید ہوگا کہ وہ مرزائی تحریک کے نمائندوں کو بھی اپنا موقف کھل کر بیان کرنے کی دعوت دے اور ان کی جانب سے پیش کردہ ہر نکتہ پر خاطر خواہ غور کرے۔ ظاہر ہے کہ جب تک اس

کمیشن کی سفارشات علمی اور تحقیقی اعتبار سے اس قدر ٹھوس اور سائنٹفک نہ ہوں کہ وہ دنیا بھر کے عالمانہ حلقوں میں قدرومنزلت کی نگاہ سے دیکھی جاسکیں، اس کمیشن کے قیام کی اصل غرض وغایت پوری نہ ہوسکے گی۔ یوں بھی اگر حقیقتاً مرزائی تحریک برطانوی سامراج کا خودکاشتہ پودا نہیں ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ انصاف کا تقاضا یہی ہے کہ یہ بات مستند ذرائع سے ہمارے عوام تک پہنچے تاکہ بے جا شبہات کا ازالہ ہو۔ لیکن اگر بے لاگ تحقیق نے ہماری رہبری اس ہی نتیجہ کی طرف کی، جو میرے یقین کے مطابق درست ہے...... تو اس صورت بیرونی طاقتوں کے انسداد کے لئے جو عام قوانین رائج ہیں ان کا اس تحریک پر پوری سختی سے اطلاق کیا جائے۔ کمیشن کی تحقیق کے بعد یہ کسی کے لئے بھی ممکن نہ ہوسکے گا کہ وہ مذہبی آزادی کے نام پر عالمی رائے عامہ کو پاکستان سے بدظن کرسکے یا ایک نام نہاد مذہبی تحریک پر مروجہ قوانین کے اطلاق کو مذہبی رواداری کے اصولوں کی کسوٹی سے غلط ثابت کرسکے۔

باب چہارم ...... انسداد مرزائیت کے بارے میں درست حکمت عملی

انسداد مرزائیت کے مقصد کے لئے درست حکمت عملی کے خطوط متعین کرنے کا بہترین طریقہ غلط حکمت عملی کی نشاندہی ہے۔ میری رائے میں ہر وہ قدم غلط ہے جو اصل مقاصد کے حصول کی راہ میں مدومؤثر نہیں ہے یا جس کے اٹھانے میں فائدہ کم اور نقصان زیادہ ہے۔ میں چاہوں گا کہ ان اقدامات کی تصریح ترتیب وار کردوں۔ جو میری نظر میں ہمارے متعین مقاصد کے سلسلہ میں بے سود یا مضر ہیں۔

مرزائیت کو مذہبی اقلیت قرار دینے کا مسلک غلط حکمت عملی ہے

غور کرنے پر انکشاف ہوگا کہ انسداد مرزائیت کے مقصد کے لئے مرزائیت کو ایک ''اقلیتی مذہب'' قرار دینا نہ صرف بے سود بلکہ مضر قدم ہے۔ اس کا سب سے زیادہ مضر پہلو تو یہ ہے کہ ایسا کرنے سے یہ تسلیم کرلیا جائے گا کہ مرزائیت فی الواقعی ایک مذہبی تحریک ہے۔ حالانکہ غالب شواہد اس تحریک کے جاسوسی نوعیت کے سامراجی آلہ کار ہونے کے ہیں۔ بالفاظ دیگر وہ لوگ جو اپنے طور پر مرزائیت کے ''بدترین دشمن'' بن کر عوام کے سامنے اتراتے ہیں، دراصل مرزاغلام احمد قادیانی کی حیثیت کو حضرت مسیح، حضرت زرتشت، حضرت باباگورونانک صاحب اور دیگر پیغمبروں کے برابر لاکھڑا کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں، جو مرزاغلام احمد قادیانی کی دلی مراد برلاتے ہیں۔ کیونکہ اس نے اپنی تمام عمر اس ناکام کوشش میں صرف کی کہ مسلمان عوام اس کے

پیغمبری کے روحانی درجہ کو تسلیم کریں۔ مرزائیت کو اقلیت قرار دینے کے مسلک کی وکالت کرنا دراصل اس ملک کے عوام سے مرزا قادیانی کا پیغمبری کا درجہ تسلیم کروانے کے مترادف ہے۔ ایسے لوگ مرزا قادیانی کے دشمن نہیں بلکہ ''نادان دشمن'' ہیں اور ان کے دم قدم سے مرزا قادیانی قبر میں دفن بھی وہ مقصد حاصل کر رہے ہیں جو ان کے حین حیات ان کو طاقت ور دوستوں کی مدد سے بھی حاصل نہ ہوسکا۔ یعنی وہ اپنی پیغمبری کا روحانی درجہ تسلیم کروا رہے ہیں۔ میں ان ''نادان دشمنوں'' کو فکر کی دعوت دیتا ہوں...... وہ ذرا سوچیں کہ اگر مرزائیت کو اقلیتی مذہب تسلیم کرلیا گیا تو بھلا پھر مرزائیت کے موجد اور دیگر مذہبی اقلیتوں کے مذہبی پیغمبروں کے درمیان کیا فرق رہ جائے گا؟ کاش یہ لوگ اداکاری سے باز آئیں اور یہ سمجھنے کی کوشش کریں کہ محض پروپیگنڈے کا شور مؤقف کی درستی کا ثبوت نہیں ہوسکتا۔ ہمارے دستور میں ہر پاکستانی شہری کے لئے مذہبی آزادی اور مساوی سلوک کی ضمانت درج ہے۔ اگر مرزائیت ایک اقلیتی مذہب قرار دے دیا گیا ہوتا تو اس صورت اس کتاب کا مصنف قابل گردن زدنی ہوتا۔ کیونکہ مرزا قادیانی کی روحانی حیثیت کو مشکوک قرار دے کر وہ پاکستان کے شہریوں کے مذہبی احساسات کو پامال کرنے کے جرم میں سزا کا مستحق ہوجاتا۔ راقم الحروف کے نزدیک مرزا قادیانی روحانی درجہ میں لارنس آف عربیہ اور جعفراز بنگلہ کے ہم پلہ ہیں۔ لیکن اگر مذہبی اقلیت قرار دیئے جانے والوں کی بات تسلیم کرلی گئی ہوتی تو اتنی سی بات کہنے کے جرم میں یہ عاجز آج کہیں ہتھکڑیوں میں جکڑا بیٹھا ہوتا۔ بنیادی حقوق کے تحفظ کی ضمانت دستور میں درج ہے۔ اس کا نتیجہ یہ برآمد ہوتا کہ مرزائی حضرات تو کھلم کھلا اپنے مذہب کی ترویج میں مشغول دندناتے پھرتے رہتے۔ لیکن میں محض اس خیال کے اظہار کے جرم میں کہ مرزا قادیانی غالباً خدا کے اتنے قریب ہوں جتنا کہ ایک غدار اور جاسوس کے لئے ممکن ہوسکتا ہے قید بھگت رہا ہوتا۔ یہ ہے مرزا قادیانی کے نادان دشمنوں کی دشمنی کی مثال۔ جس شخص کو ایسے دشمن نصیب ہوں بھلا سے دوستوں کی کیا ضرورت؟

ظاہر ہے کہ اس صورت مرزائیت کے سیاسی کردار کے بارے میں مجوزہ تحقیق ناممکن بن جاتی اور دستور میں مرزائیت کے کھلم کھلا پرچار کی ضمانت درج متصور ہوتی۔ اس صورتحال کا ایک اور پہلو بھی قابل غور ہے۔ مرزائیت کو اقلیت قرار دینے سے ایک اور قباحت یہ پیدا ہوگی کہ مرزائی افراد کی اپنے غلط عقائد پر نظر ثانی کرنے کی راہیں مسدود ہوجائیں گی۔ مرزائی تحریک کے قائدین نے اپنی امت کو یہ پورا یقین دلایا ہوا ہے کہ سواد اعظم پر جاہل ملّا مسلط ہیں جو اپنی جہالت اور تعصب کی وجہ سے ہر سچے مسلمان پر کفر کے فتوے تھوپ دیتے ہیں۔ زیادہ توقع اس

بات کی ہے کہ اقلیت قرار دیئے جانے کا قانون پاس ہونے سے مرزائی امت پر الٹا اثر یہ پڑے گا کہ وہ اپنے عقیدے میں پہلے سے بھی زیادہ راسخ ہو جائیں گے اور پہلے سے کہیں زیادہ شدت سے اپنے آپ کو صحیح مسلمان اور باقی ماندہ لوگوں کو راہ گم کردہ سمجھنے لگیں گے۔ ان کی نظروں میں اس نوعیت کے قانون کی حیثیت جاہل مولویوں کے تعصب کے ایک اور ثبوت سے زیادہ نہیں ہوگی۔ میری رائے میں مرزائی امت کا یہ ممکنہ ردعمل ہمارے اصل مقاصد کے حصول میں مفید نہیں بلکہ مضر ہے۔ مرزائیت کا قلع قمع جو کہ ہمارا اصل مقصد ہونا چاہئے تب ہی ممکن ہو سکے گا جب مرزائیت سے ملوث افراد جوق درجوق اس دلدل سے خلاصی حاصل کر سکیں۔ میرے دل کی مراد تو تب برآئے گی جب مرزائی خلیفہ اس ملک کے طول وعرض میں چرغ بکف سرگرداں پھرے لیکن ایک شخص بھی اپنے دام میں پھنسا ہوا نہ پائے۔ لیکن یہ مقصد افراد کو دائروں سے خارج کر کے حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ ان کے مذہبی جذبہ کے خلوص اور شعور کی عزت کرتے ہوئے ان کے نقطۂ نظر اور ایقان کو بدلنے کی کوشش سے حاصل ہوتا ہے۔ پس اس پہلو پر صحیح حکمت عملی کا خاصہ یہ ہونا چاہئے کہ مرزائی حضرات اس عظیم الشان فراڈ کی حقیقت سے آگاہ ہو سکیں، جس کا بدقسمتی سے وہ شکار بن چکے ہیں اور انہیں زیادہ سے زیادہ ترغیب واپس سواد اعظم میں آشامل ہونے کی ہو۔ چنانچہ مناسب یہ ہے کہ مجوزہ قوانین کا تمام تر رجحان مرزائی افراد کا ہاتھ پکڑ کر انہیں دائرہ اسلام میں داخل کرنے پر ہو، نہ کہ اس مقدس دائرہ سے دھکے دے کر خارج کر دینے پر۔ یہی وجہ ہے کہ میں کبھی کسی ایسے اقدام کی حمایت نہیں کروں گا، جس سے ایک عام مرزائی کے لئے اپنا عقیدہ بدل دینا نسبتاً اور زیادہ مشکل ہو جائے، جو اسے اس کے غلط عقائد میں مزید راسخ کر دے۔

انسداد مرزائیت کی جدوجہد کا ہدف مرزائی تحریک کا تنظیمی ڈھانچہ ہونا چاہئے، نہ کہ مرزائی افراد کے خلاف مہم جوئی یا نفرت انگیزی

یہ ہماری ہزار بدقسمتی ہے کہ اس نگری میں غلط تصورات کے بجائے انسانوں سے نفرت کرنے کی ریت چل نکلی ہے۔ اس ملک میں بساط سیاست کے شاطر وقتاً فوقتاً ناموس رسولؐ کا واسطہ دے کر عوام کے جذبات سے کھیلتے رہتے ہیں اور اپنے حقیر مفادات کی خاطر، مرزائیت کے خلاف نعرے بلند کرتے رہتے ہیں۔ تجربہ گواہ ہے کہ اکثر اوقات عام مرزائی افراد کو مہم جوئی کا ہدف بنانے پر موقوف ہوتا ہے۔ یہ درست ہے کہ کچھ ایسے لوگ موجود ہیں جن کا معاشی مفاد مرزائی تحریک کے قیام سے وابستہ ہے۔ ان لوگوں میں قادیان کی نبوت کا خلیفہ مرزائی تنظیم کی نوکر

شاہی اور دیگر اسی قسم کے ''کھڑ پنچ'' شامل ہیں۔ لیکن مرزائی امت کے مقابلہ میں ان کی تعداد آٹے میں نمک سے کم ہے۔ اگر کسی طریقہ سے یہ تمام لوگ صفحہ ہستی سے مٹا بھی دیئے جاسکیں تو بھی انسداد مرزائیت کا مقصد حاصل نہیں ہو سکے گا۔ جب تک ایک بھی شخص ایسا باقی ہے جو مرزائی عقیدہ پر خلوص دل سے یقین رکھتا ہے، مرزائی تحریک باقی اور جاری وساری رہے گی۔ پس مقصد افراد کے خلاف مہم جوئی نہیں ہونا چاہئے بلکہ افراد کے حق میں مہمات تاکہ وہ عقیدہ میں تبدیلی لاسکیں جو بات خاص طور پر یاد رکھنے کی ہے، وہ یہ ہے کہ کبھی بھی افراد کے خلاف جدوجہد نہیں کرنی چاہئے۔ مرزائیت کے انسداد کی جدوجہد دراصل مرزائی تصورات اور مرزائی تحریک کے ڈھانچہ کے خلاف ہونی چاہئے۔ میں ہر ممکن زور اس بات پر ڈالنا چاہتا ہوں کہ وہ رگ جس کو گرفت میں لینے سے مرزائیت قابو میں آئے گی، دراصل اس تحریک کا تنظیمی ڈھانچہ ہے۔ اگر ہم کسی تدبیر سے ان وسائل پر گرفت جماسکیں، جو اس تحریک کی تحویل میں ہیں تو ہم لازماً اس تحریک کے گھٹنے ٹیکوا دینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ پس انسداد مرزائیت کی درست حکمت عملی کا نشان یہ ہے کہ جدوجہد کا نصب العین مرزائی تحریک کے وسائل کے منبعوں پر حاوی ہو جانا ہو، تاکہ اس کا تنظیم ڈھانچہ از خود مرجھا جائے۔ یہاں یہ اشارہ کر دینا کافی ہے کہ ایک عرصہ سے حکومت کے مختلف محکموں میں ''محکمہ اوقاف'' بھی شامل ہے اور بہت سی قیمتی جائیدادوں کا انصرام اس ہی کے ذمہ ہے۔ کوئی معقول وجہ نہیں کہ مرزائی تحریک کی تحویل میں تمام جائیدادوں کو اس محکمہ کی تحویل میں نہ دے دیا جائے۔ اگر یہ محکمہ سنی اوقاف اور شیعہ اوقاف کو اپنی تحویل میں لاسکتا ہے تو کوئی عذر مانع نہیں آنا چاہئے کہ مرزائی تنظیموں کی جائیداد بھی اس کی تحویل میں آئے۔ مرزائیت کو اقلیت قرار دینے کے مطالبہ کی ایک بہت بڑی خامی یہ ہے کہ اس صورت میں اس تحریک کے وسائل کے منبعوں پر حاوی ہونے کا جواز باقی نہیں رہ جاتا۔ ظاہر ہے کہ جب تک یہ تحریک لاکھوں کروڑوں روپیہ سے سینچی جارہی ہو اس کے از خود مرجھانے کے سبب مفقود ہیں۔ ہمارا مؤقف یہ ہے کہ اس تحریک نے بہت سے انسانوں کے مذہبی جذبہ کا استحصال کر کے چندے وصول کئے ہیں اور چندے دینے والوں نے چندہ اسلام کے نام پر دیا تھا۔ خواہ ان کے ذہن میں اسلام کا کتنا ہی غلط تصور کیوں نہ ہو، اس استدلال کی بناء پر ہم کسی منطقی تضاد کا شکار ہوئے بغیر یہ مطالبہ کر سکتے ہیں کہ مرزائی تحریک کی دسترس میں جس قدر رقوم اور جائیدادیں ہیں، وہ تمام کی تمام ایک قلم محکمہ اوقاف کی تحویل میں دے دی جائیں۔

مرزائیت کی صفوں میں ’’جبری بھرتی‘‘ بند ہونی چاہئے

یہ ایک عجیب بات ہے کہ مرزائیت کے نادان دشمن مرزائیت میں جبری بھرتی کروانے کے درپے رہتے ہیں اور یہ انہی کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ مرزائیت کی صفیں بارونق معلوم ہوتی ہیں۔ یہ فرض کرلیا جاتا ہے کہ مرزائی گھرانہ میں پیدا ہونے والا ہر شخص مرزائی ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ایسے اکثر نوجوان دل ہی دل میں مرزا قادیانی کی خرافات سے سخت نالاں ہیں۔ ایسے نوجوانوں پر مرزائیت زبردستی ٹھونس دی جاتی ہے۔ جب ہر شخص کسی شخص کو مرزائی سمجھنے لگے تو اکثر یہ ہوتا ہے کہ اس بے چارے کے پاس اتنی ہمت اور سکت نہیں رہتی کہ وہ گھر گھر جاکر اپنی صفائی پیش کرتا پھرے۔ چنانچہ وہ چاروناچار اس تہمت ہی کو قبول کرلیتا ہے۔ میرے نزدیک وہ لوگ جو سیدھے سادھے مسلمانوں کو زبردستی مرزائیت کے دائرہ میں دھکیل دیتے ہیں، قابل نفرت ہیں اور درحقیقت مرزائیت کے دوست اور رفیق۔ ایسے احمقوں کا محاسبہ ضروری ہے۔ اس مقصد کے لئے میں چند تجاویز پیش کروں گا۔ سب سے پہلے تو ایک ایسے قانون کی ضرورت ہے جس کی رو سے کوئی شخص اس وقت تک مرزائی قرار نہ دیا جاسکے، جب تک وہ ازخود غیرمبہم الفاظ میں اور تمام نتائج اور عواقب کو دھیان میں رکھتے ہوئے اپنے مرزائی عقیدہ سے وابستگی کا اعلان نہ کرے۔ اس اعلان کے بعد بھی یہ مفروضہ کرلینا کہ ایک مرزائی اپنے عقیدے میں تبدیلی نہ لے آئے گا، بالکل غلط ہے۔ اس پہلو پر وضع کئے جانے والے قوانین میں اتنی گنجائش ہونی چاہئے کہ جس لمحہ بھی ایک مرزائی کے دل میں اپنے باطل عقیدے کو خیرباد کہنے کی خواہش پیدا ہو، اسے ایسے مواقع فراہم ہونے چاہئیں کہ وہ کلی طور پر اپنے آپ کو اس آلائش سے پاک کرلے۔ میری دوسری تجویز یہ ہے کہ ان لوگوں کی، جو محض ذاتی عناد یا افواہیں پھیلانے کے شوق میں لوگوں پر مرزائی ہونے کا الزام لگاتے ہیں۔ سختی سے سرکوبی ہونا ضروری ہے اور اس مقصد کے لئے سخت تعزیری قوانین وضع کئے جانے چاہئیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ مرزائیت میں جبری بھرتی کروانے والوں کو عبرتناک سزا ملنی چاہئے تاکہ دیگر لوگ ایسی مذموم حرکت سے باز آجائیں۔ یہ انہی احمقوں کے فیض سے ہے کہ مرزائیت کو نئی زندگی مستعار مل رہی ہے۔ یہ احمق ہرگز کسی رعایت کے مستحق نہیں ہیں۔

مرزائی گھرانوں میں پیدا ہونے والے معصوم بچوں کے اذہان کی حفاظت

انسداد مرزائیت کے لئے مؤثر ترین حکمت عملی یہ مفروضہ قائم کرنا ہے کہ جب تک ایک شخص دانستہ طور پر اپنے آپ کو سواد اعظم سے نہیں کاٹتا، اسے ملت بیضاہی سے وابستہ تصور کیا جائے۔ اس مفروضہ کے پیش نظر ان معصوم بچوں کے اذہان کی حفاظت جو کہ مرزائی گھرانوں میں

پیدا ہوتے ہیں اوپر پروان چڑھتے ہیں، ایک اہم فریضہ بن جاتا ہے۔ چنانچہ میں اس نوعیت کے قوانین کا وضع کیا جانا تجویز کرتا ہوں جن کی چھتری تلے معصوم اذہان مرزائی ماحول کی یلغار سے محفوظ رہیں۔ کسی شخص کو محض اس واسطے صراط مستقیم سے منحرف سمجھنا کہ اس نے ماحول سے کوئی تاثر قبول کرلیا ہے۔ انصاف کے تقاضوں کے منافی ہے۔ خاص طور پر بچوں کے اذہان بہت زیادہ زوداثر ہوتے ہیں اور پرورش کے دور کے ثبت شدہ نقوش تاقیامت اس شخص کے کردار کی لوح محفوظ پر ثبت رہتے ہیں۔ ان اذہان کو ماحول کی لپیٹ میں آ کر مسخ ہو جانے سے بچانے کے لئے ضروری ہے کہ طفلی دور ہی میں ہر ایسے نوجوان کے لئے مرزائیت کے مخالف نقطۂ نظر سے آگاہی کے مواقف بھی فراہم ہوں۔ تعصب کا مؤثر ترین تریاق مخالف نقطۂ نظر سے آگاہی ہے۔ اس پہلو پر قانون کا مدعا نوجوان ذہن کے سامنے سواد اعظم کا مؤقف بھی وضاحت سے رکھنا ہے تاکہ وہ محض ماحول کے اثر سے مغلوب ہوکر ہدایت کی راہ سے بھٹک نہ جائے۔ میری دانست میں آزادی مذہب کے اصول کا درست اطلاق یہی ہے کہ مرزائی بچوں کو ہمارے ملک کے عوام کے مذہبی عقائد سے بھی واقفیت ہو اور خاص طور پر قومی تاریخ کمیشن کی تحقیق کے نتائج ان کے سامنے ہوں۔ ان کی پسند اور ارادے کا سوال تب ہی پیدا ہوگا جب تصویر کے دونوں رخ ان کے سامنے ہوں۔ میں اس خیال کا حامی بھی ہوں کہ تصویر کے اس دوسرے رخ کو مرزائی گھرانوں میں پرورش پانے والے کم سن افراد کے سامنے رکھنا مرزائی والدین کے قانونی فرائض میں شامل کردیا جائے اور اس فرض سے غفلت برتنے کی سزا عبرتناک مقرر ہو۔

باب پنجم ...... ایک انسان، دوست آواز

پاکستان میں کچھ انسانوں اور کچھ بستیوں پر ایک منحوس سایہ پڑ رہا ہے۔ یہ سایہ مرزائیت کا ہے۔ مرزائیت ان کے سروں پر ایک گدھ کی طرح منڈلا رہی ہے۔ یہ سایہ ایک کالی بدلی کے متحرک ٹکڑے کی مانند ان کا تعاقب کر رہا ہے۔ جہاں جہاں یہ نوجوان جاتے ہیں، یہ سایہ ان کے ساتھ ساتھ چلتا ہے۔ یہ بیچارے اس سایہ سے بچ نکلنے کے کتنے ہی جتن کیوں نہ کریں، ان کا پیچھا نہیں چھوٹ رہا۔ یہ سایہ ہے بھی بہت منحوس۔ جس جس بستی اور جس جس نوجوان پر یہ سایہ گرتا ہے، وہ بھسم ہوکر رہ جاتا ہے۔ اس پرآشوب سایہ کا اثر ایک مہیب آسیب کا ہے۔ یہ جس بستی پر پڑا ہے، اس نے اس سے رونق چھین لی ہے۔ بلکہ اس کو جہنم کے ایک مختصر نمونہ میں تبدیل کر دیا ہے۔ ایسی بستی کی گنگناتی ندیاں خاموش ہو جاتی ہیں اور ان کا شفاف پانی گدلا ہو جاتا ہے۔ یہ

سایہ درختوں سے رنگ، پھولوں سے روپ اور فضا سے تازگی کو سلب کر لیتا ہے۔ جہاں جہاں بھی مرزائیت کا اثر ہے، ماحول میں ایک سڑاند ہے۔ ایک تیز بدبو جو اعضاء کو بوجھل بنا دیتی ہے۔ بہت سے زیرک اور ذہین نوجوان جو غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک ہیں، محض اس باعث مختلف کونوں کھدروں میں سسک سسک کر نچڑ رہے ہیں کہ وہ مرزائی خاندانوں میں پیدا ہوئے تھے یا مرزائیت انہیں کہیں سے چھو کر نکل گئی تھی۔ اگر یہ نوجوان اس سایہ کے زیر اثر نہ ہوتے تو اس ملک کے لئے باعث افتخار ہوتے۔ نوجوانوں کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ ہیں، جن میں سے بہت سے نابغہ روزگار ہیں۔ لیکن جو اس ملک کی تاریک راہوں میں برس ہا برس سے ہراساں اور پریشاں، نامرادی کی چلتی پھرتی تصویریں بن چکے ہیں۔ ہر روز وہ اپنی تخلیقی صلاحیتوں سے مزید محروم ہو رہے ہیں۔ ہر روز ان کا شدید محرومی کا احساس انہیں اور جھلسا رہا ہے۔ ہر روز وہ اپنے ماحول سے اور زیادہ کٹے جا رہے ہیں۔ ان میں سے کچھ میں قدرت نے بڑے انمول وصف ودیعت کئے تھے، ان سنجیدہ نوجوانوں نے بہت محنت بھی کی اور اپنی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھانے کی پوری کوشش بھی، لیکن وہ مرزائیت کے مردار لمس کے اثر سے بے بس ہو کر نڈھال ہیں۔ مجھے تو یہ چلتے پھرتے لاشے ہی نظر آتے ہیں۔ کیونکہ وہ اپنی فطری صلاحیتوں کو اجاگر کرنے اور انہیں نکھار دینے کی صفت سے محروم ہو چکے ہیں۔ ممکن ہے کہ اس میں زیادہ قصور نفرت کے ماحول کا ہو۔ بہرحال نقد نتیجہ یہ ہے کہ یہ نوجوان ضائع ہو رہے ہیں یا ہو چکے ہیں۔ اس قدر وسیع پیمانہ پر نوجوانوں کا ضیاع ایک خوفناک منظر ہے۔ نازی دور میں ہٹلر نے تمام یورپ سے یہودیوں کو جمع کیا اور پھر گیس سے بھٹوں کو دہکا کر اس ہجوم کو اس میں جھونک دیا تھا۔ آج کے پاکستان میں کوئی مرزائی دہکتی ہوئی بھٹی میں تو جھونکا نہ جا رہا ہے۔ لیکن اس کے اردگرد نفرت کا ماحول اس قدر گھمبیر بنا دیا گیا ہے کہ وہ اس دنیا ہی میں جہنم کا تجربہ کر چکا ہے۔ معصوم مرزائی بچوں کے اذہان میں بھی یہودیوں سے بھی زیادہ نجس ہونے کا تاثر جاگزیں ہو چکا ہے۔ یہ لوگ تو کھلی فضا میں آسانی سے سانس بھی نہ لے سکتے ہیں۔ اس اظہار کا یہ مرکزی خیال ان ہی ضائع ہونے والوں انسانوں کے لئے نجات کا کوئی مؤثر طریقہ دریافت کرنا ہے۔ میرا واحد مقصد ان ہی سسکتے ہوئے، نچڑتے ہوئے نوجوانوں کو دوبارہ خود اعتماد انسان بنا دینا ہے۔ یہ نکتہ بالکل درست ہے کہ ہمیں ان لوگوں کے سامنے ہتھیار پھینک نہ دینے چاہئیں جنہوں نے نفرت کو دانستہ فروغ دے کر اپنی ہوس زر کو پورا کیا یا وہ اسے اقتدار کی جنگ میں حکمت عملی کے طور پر استعمال کر رہے ہیں۔ اپنی جگہ اس بات میں بھی بہت وزن ہے۔ لیکن میری نگاہ میں جہاں نفرت کے بیوپاریوں کو رد کرنا بھی ضروری ہے، وہاں سب سے زیادہ ضروری معصوم

انسانوں کو نفرت کی منتظر صلیب پر ٹانگ دیئے جانے سے محفوظ کرنا ہے۔ انسان اب بھی مصلوب ہورہے ہیں اور بالکل بیکار!

مرزائیت کے منحوس سایہ...... اس مہیب آسیب...... میں مبتلا نوجوان ایک ایسے روحانی کرب سے دوچار ہیں، جس کی شدت ناگفتنی ہے۔ وہ نفرت کے ایک طوفان میں گھرے ہوئے ہیں جو تھمنے کے قریب نظر نہ آرہا ہے۔ یہ لوگ سواد اعظم سے کٹ چکے ہیں۔ یہ لوگ راندہ درگاہ ہیں اور راندگی کا یہ احساس ہر دن، ہر لمحہ زیادہ شدید ہورہا ہے۔ یہ نوجوان نہ صرف طاق نسیان پر دھر دیئے گئے ہیں بلکہ اس قدر نفرت کا شکار بن چکے ہیں کہ اب تو وہ اپنے آپ سے بھی گریزاں ہیں۔ میں نے چند مرزائی نوجوانوں کے کرب نہانی کا قریبی مشاہدہ کیا ہے۔ واقعی، یہ ایک دردناک منظر ہے۔ یہ لوگ مرزائیت کے سایہ سے نکلنے کو تڑپ رہے ہیں۔ ان سے جو کچھ بن پڑتا ہے، وہ کرتے ہیں۔ وہ اس آسیب سے خلاصی چاہتے ہیں جو سوائے روحانی اذیت کے انہیں کچھ اور نہیں دے رہا ہے۔ لیکن صورتحال اس قدر سنگین ہوچکی ہے، نفرت کے بہت سے سانپ اس قدر زور سے پھنکار رہے ہیں کہ ان کو کچھ حاصل نہ ہورہا ہے۔ بلکہ ان میں جو جتنا زیادہ ہاتھ پیر مارتا ہے وہ اتنا ہی زیادہ دبوچ میں آجاتا ہے۔ میں نے اپنے قلم کو شوخ رنگوں میں اس واسطے بھی ڈبولیا ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ میرے قاری کو کچھ اندازہ اس کرب نہانی کا ہو، جس میں یہ نوجوان مبتلا ہیں۔ یہ لوگ جھلس چکے ہیں۔ جل کر راکھ بن چکے ہیں۔ مرزائی نوجوان اپنے گھر میں رہتے ہوئے بے گھر اور اپنے وطن میں رہتے ہوئے جلاوطنوں سے بدتر ہیں۔ ان میں سے اکثر اشخاص کے اذہان کی چولیں ڈھیلی پڑ گئی ہیں۔ کچھ نے تو اپنی روح کی وسعتوں کے اندر ہی اندر دور دراز غاروں کے ایسے پیچیدہ سلسلے دریافت کر لئے ہیں کہ ان کو ان میں تلاش کر لینا تقریباً ناممکن بن چکا ہے۔ اکثر اس ملک کو چھوڑ دینے کے لئے جان کی بازی لگانے کو بھی تیار ہیں۔ بہت سے تو کوچ کر چکے ہیں۔ لیکن اب تو بلاد مغرب نے بھی ان متواتر قافلوں کو اپنے شہر کی فصیل کے دروازوں سے گزرنے کی راہداری دینا بند کر دیا ہے۔ مرزائیت کے آسیب نے ماں کو بیٹے، خاوند کو بیوی، بہن کو بھائی اور دوست کو دوست سے بیزار اور بیگانہ کر دیا ہے۔

ایک مرتبہ میں نے اپنے گھر کے ایک کمرہ میں، جو ایک باغیچہ سے ملحق تھا، ایک رنگدار تتلی کے مسلسل اضطراب کا مشاہدہ کیا تھا۔ یہ خوبصورت تتلی ایک بند کھڑکی کے شفاف شیشے سے اپنے نازک جسم کو بار بار ٹکرا رہی تھی تا کہ وہ واپس پھولوں کی دنیا میں جاسکے۔ مجھ سے تو اس ہکلائی ہوئی، کلپتی ہوئی تتلی کا اضطراب زیادہ دیر دیکھا نہ گیا، چنانچہ میں نے کھڑکی کے پٹ فوراً چوپٹ

کھول دیئے۔ پھر میں نے ایک ریشمی رومال تلاش کیا اور نہایت نرمی سے اس تتلی کو اس ہانک کر اس کے من پسند پھولوں سے دوبارہ ہمکنار کروادیا۔ یہی کچھ میں ان مرزائی نوجوانوں سے بھی کرنا چاہتا ہوں۔ یہ سب ایک طلسماتی گرداب میں گرفتار ہیں۔ لیکن سواد اعظم میں واپس آنے کے لئے اس خوبصورت تتلی سے بھی زیادہ بے قرار ہیں، جسے میں نے خلاصی دلوائی تھی، کاش یہ میرے بس میں ہوجائے کہ جس طرح میں نے اس بھلے دن اس کھڑکی کے پٹ کھول کر اس نازک اندام پری کو بڑی احتیاط سے ہانک کر دوبارہ پھولوں سے ملوادیا تھا، میں تمام مرزائی جوانوں کے لئے بھی عام مسلمانوں کی دنیا میں دوبارہ داخل ہونے کی راہ کھول سکوں۔

مرزائیت میں مبتلا اور اس سے متاثر نوجوانوں کی صورتحال مجھے تو آسمان پر اڑتے ہوئے پرندوں کی اس ڈار کی سی معلوم ہوتی ہے جو کسی وجہ سے اپنا راستہ بھول کر فلک کی وسعتوں میں یونہی آوارہ اور پریشان پھر رہی ہو۔ ہر شخص اصل میں ایک روح ہے۔ ہر روح ایک پرندے کی مانند ہے۔ یہ ہر روح کی فطرت ہے کہ وہ دوسری ارواح کے ساتھ مل کر پرواز کرے۔ اس زندگی کی فضا میں ارواح بھی ڈاریں بنا کر پرواز کرتی ہیں۔ اکیلی روح ایک کرب ناک منظر ہوتا ہے۔ ڈار سے بچھڑا ہوا پرندہ اسی طرح راہ گم کردہ ڈار بھی ایک کرب ناک منظر ہوتا ہے۔ کبھی کبھی ڈار کی ڈار ہی راستہ کھو بیٹھتی ہے۔ یہ ڈار کی ڈار ہی کبھی ادھر جاتی ہے، کبھی ادھر اور آخر میں اس میں شامل ہر پرندہ تھک ہار کر پتھر کی مانند زمین پر گر کر ہلاک ہوجاتا ہے۔ دراصل یہ منظر سب سے زیادہ کرب ناک ہوتا ہے۔ مجھے محسوس ہوتا ہے کہ مرزائیت بھی ایک ایسی ڈار ہے، جو اپنی سمت کھو بیٹھی ہے اور جو افلاق میں یونہی پریشان اور آوارہ پھر رہی ہے۔ مجھے محسوس ہوتا ہے کہ مرزائیت میں شامل ہر پرندے کی پرواز ایک فعل لاحاصل، ایک سعی فضول ہے۔ مجھے نظر آرہا ہے کہ اس میں شامل ہر روح آخر متواتر اور فضول پرواز سے تھک ہار کر ایک پتھر کی طرح زمین پر گرے گی اور دم توڑ دے گی۔ میں تو اس ڈار کی ڈار کا رخ اسلام کی عافیت کے آشیانہ کی طرف موڑنا چاہتا ہوں تاکہ بھٹکتی ہوئی ارواح کو قرار حاصل ہوسکے۔ میں مرزائیت کو ایک آسیب جانتا ہوں۔ میں ایک انبوہ کثیر کا ایک طلسماتی گرداب میں پھنسا دیکھتا ہوں۔ میں دیکھتا ہوں کہ بہت سے مجبور انسان ایک آسیب کے اثر کے تحت ایک گرداب میں پھنسے ہوئے ہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ وہ اس گرداب سے نکلنے کی سر توڑ کوشش کر رہے ہیں۔ لیکن ان کے پاؤں کہیں جم ہی نہ رہے ہیں اور وہ متواتر پھسل رہے ہیں۔ مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ ان بہت سے لوگوں کی یہ مسلسل پھسلن بے انت ہے۔ مجھے اس آسیب کے توڑ کی تلاش ہے۔

مجھے مرزائیت ایک ایسی گدھ نظر آتی ہے جو کچھ بدنصیب نوجوانوں کے سروں پر متواتر منڈلا رہی ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ تھوڑے تھوڑے وقفہ سے یہ مکروہ گدھ فضا میں تیرتے ہوئے دفعتاً ایک عمودی ڈبکی لیتی ہے اور پھر چیختی، چلاتی ہوئی، اپنی تیز دھار چونچ سے ان پر حملہ کر دیتی ہے اور یہ حملہ اتنا شدید ہوتا ہے کہ اس کا ہدف مغلوب اور مفلوج ہو جاتا ہے۔ مجھے مرزائی نوجوانوں کے چہرے اس گدھ کے ٹھونگوں سے خونچکاں نظر آرہے ہیں۔ میں اس مکروہ گدھ کو ان خونچکاں چہروں سے ہٹانا چاہتا ہوں۔ یہ بھیانک کھیل بہت دیر کھیلا جاچکا ہے۔ اب اسے ختم ہونا چاہئے۔

اس مرحلہ پر، میں ان آسیب زدہ، خونچکاں چہروں سے مخاطب ہوں اور ان سے پوچھتا ہوں کہ یہ سب آخر کب تک؟ آپ یہ سب کچھ کیوں برداشت کر رہے ہیں؟ ایسا ہونا ضروری تو نہ ہے۔ کوئی دلدل ایسی نہ ہوتی ہے کہ اس سے نکلا نہ جاسکے۔ ہر آسیب کا توڑ موجود ہوتا ہے۔ یہاں تو بات ہی عقیدے کی ہے۔ تمام خرابی کی جڑ مرزا غلام احمد قادیانی سے وابستگی ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی میں وہ کون سی خوبی ہے کہ اس کا ساتھ نبھانے کے لئے آپ نوجوان اپنے مستقبل کو قربان کر رہے ہیں؟ مرزائیت نے تو مکڑے کا ایک بے ہنگم جال بن رکھا ہے۔ اس میں پھنس کر ایک مسلسل روحانی کرب میں مبتلا رہنا نہ آپ کے لئے اچھا ہے اور نہ دوسروں کے لئے، جو اس معاشرے میں رہتے ہیں۔ عقیدے کو بدلنا ایک فیصلہ ہے، جو پل بھر میں کیا جاسکتا ہے۔ اگر تو کسی عقیدے میں کوئی وقعت ہو تو اس کے لئے قربانی دینے کا بھی جواز ہے۔ لیکن جب عقیدہ ہی واہیات ہو اور جس شخص سے عقیدت کے باعث یہ سب کچھ ہو رہا ہو، وہ خود ہی کسی کام کا آدمی نہ ہو، تو اس کے ساتھ اندھی عقیدت کو برقرار رکھنا سراسر خسارے کا سودا ہے۔ مجھے تسلیم ہے کہ نفرت کے ماحول نے ہدف کی عزت نفس کو للکارا ہے اور اکثر نوجوان عقیدے کو باطل سمجھتے ہوئے بھی، اس کو علانیہ رد کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس کرتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اگر انہوں نے ایسا کیا تو وہ اندھی نفرت کے ساتھ ہتھیار ڈال رہے ہوں گے جس میں ایک پہلو بزدلی کا بھی نکلتا ہے۔ لیکن میرے خیال میں تو نفرت کا ماحول بھی تار عنکبوت سے زیادہ ٹھوس نہ ہے جو محض ایک دمدار پھونک سے غتربود کیا جاسکتا ہے۔

یہاں میں مرزائیت کے زیر اثر تمام نوجوانوں سے مخاطب ہوں، میرا پیغام ان کے نام یہ ہے کہ وہ اپنے بزرگوں کی غلطیوں کا تجزیہ کریں اور ان سے مناسب سبق حاصل کریں۔ مرزائی بزرگوں کی نسل تو اب چند برس اور کی مہمان ہے۔ برطانوی دور حکومت میں جو مفاد مرزائی تحریک

سے وابستہ رہ کر حاصل کئے جاسکتے تھے، وہ اب قصۂ پارینہ ہیں۔ پنجاب کی جاٹ برادری کی مثال لیجئے۔ تعداد میں مرزاغلام احمد قادیانی کے پیروکار زیادہ اس برادری سے ہی تعلق رکھتے ہیں۔ باجوہ، چیمہ، کاہلوں، وڑائچ وغیرہ۔ یہ سب چھوٹے زمیندار تھے۔ ان میں سے زیادہ جنوبی پنجاب یعنی سیالکوٹ کے گردونواح کی زرخیز زمینوں کے چھوٹے مالک تھے۔ چھوٹے زمیندار کی سب سے بڑی کمزوری زمین کی ملکیت حاصل کرنے کی ہوس ہوتی ہے۔ پہلی اور دوسری جنگ عظیم کے درمیانی عرصہ میں برطانوی حکومت نے اپنے استعماری مقاصد کے لئے پنجاب کے وسیع بنجر علاقوں کو آباد کرنے کے لئے منجملہ نہروں کا ایک جال بچھا دیا۔ بہت تھوڑے حصہ میں ہزاروں مربع میل اراضی جو پہلے لق ودق صحرا تھی، زرخیز کھیتوں میں تبدیل ہوگئی اور اس کو آبادکاروں میں تقسیم کرنے کا مرحلہ آ گیا۔ سیالکوٹ کے چھوٹے زمیندار اس نئی آبادکاری کے سلسلہ میں وسیع وعریض مربعوں کے مالک بننے کے لئے بے قرار تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ جس کسی نے اپنی درخواست کے متعلقہ خانہ میں اپنے ''احمدی'' ہونے کا اندراج کردیا، اسے اس کی مطلوبہ زمین بغرض آبادکاری فراہم ہونے کی ضمانت حاصل ہوگئی۔ یہ ہیں وہ معاشی محرکات جن کے تحت یہ چھوٹے مالک مرزائیت کے جھانسے میں پھنستے ہی چلے گئے۔ یہی حربہ تہی دامن نیم خواندہ سرکاری نوکری کے خواہشمند کشمیریوں پر بھی استعمال ہوا۔ برطانوی حکومت ڈوگرہ مہاراجہ کو لگام دے کر رکھنا چاہتی تھی۔ چنانچہ مرزابشیرالدین محمود خلیفہ ثانی قادیان کی سرکردگی میں ''کشمیر کمیٹی'' کا قیام عمل میں لایا گیا۔ جس کا مقصد سرکاری ملازمت کے امیدوار کشمیریوں کو ڈوگرہ مہاراجہ کے مقابلہ میں ایک ہتھیار کے طور پر منظّم کرنا تھا تاکہ بوقت ضرورت انہیں فرنگی کے ہاتھ میں ایک تازیانہ کے طور پر پکڑا دیا جاسکے۔ روایتی طور پر برطانوی فوج کو پیدل سپاہی وافر تعداد میں بڑا جاگیردار فراہم کردیا کرتا تھا۔ البتہ افسروں کی سطح پر ''مسلمانوں'' کی صفوں میں سے ایسے افراد کو ایک منظّم منصوبہ کے تحت ترجیح دی جاتی رہی ہے جو مرزاغلام احمد قادیانی سے اپنی وابستگی کا تحریری اظہار کرنے پر آمادہ ہوتے۔ یہی وجہ ہے کہ ۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند کے وقت ان فوجی افسروں میں مرزائیت سے تعلق رکھنے والے لوگوں کی تعداد کل آبادی میں اپنے تناسب سے کہیں زیادہ تھی۔ بہرحال، ترغیبات اور ترجیحات کا برطانوی دور ہمیشہ کے لئے ختم ہوچکا ہے۔ ایک عام مسلمان کے لئے مرزائی حضرات سے نفرت کرنے کا ایک جواز یہ تاریخی پس منظر بھی ہے۔ پاکستان کی تاریخ میں صاحب اقتدا نے جس حکمت عملی سے ''مرزائی مسئلہ'' کو استعمال کیا وہ ایک علیحدہ تجزیہ طلب پہلو ہے۔ سیاسی مقاصد کے لئے استعمال ہونے کے بعد ایک عام مسلمان کے ذہن کو مرزائیت کے

بارے میں اس حد تک زہر آلود کر دیا گیا ہے۔ اب ایک لمبا عرصہ اس کے دل سے نفرت کے کانٹے نکالنے پر لگ جائے گا۔ جب کبھی کسی دل میں نفرت کا بیج ڈال دیا گیا ہو تو پھر اس کی فصل کو پک کر تیار ہونے سے کوئی روک نہیں سکتا۔ آج صورتحال یہ ہے کہ عام مسلمانوں کے دلوں میں مرزائی عقیدے کے انسانوں سے نفرت کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر موجود ہے۔ اس سے کس نے کیا پایا، ایک علیحدہ کہانی ہے۔ ہم نے اس نفرت کا پس منظر پیش کر دیا ہے۔ جس سے ظاہر ہوگا کہ یہ مرحلہ مرزائی نوجوانوں کے لئے بھی ایک لمحہ فکریہ ہے کہ کیا کہیں وہ اپنے عقیدے پر بدستور قائم رہ کر اس ملک کی رجعت پسند قوتوں کو ان کے وجود کا جواز تو فراہم نہ کر رہے ہیں؟ میری رائے میں اب مرزائیت کی بساط کو سمیٹ لینا ہی دانشمندی ہے......

مرزائیت کا سایہ صرف کچھ افراد ہی پر نہیں بلکہ بستیوں پر بھی ہے۔ آیئے! میری چشم تخیل سے دیکھئے کہ میں کیا دیکھتا ہوں۔ شاہراہ ریشم کے اوپر پرواز کرتے ہوئے اس کے میدان سے کچھ آگے اور پکھل کے وسیع وعریض دہانہ پر، ایک تنومند پہاڑ کے دامن میں، مجھے ایک گاؤں نظر آتا ہے جو باغوں سے گھرا ہوا ہے۔ اس گاؤں کے چاروں طرف پہاڑ کی فصیل ہے، جسے چیرتا ہوا ایک کشادہ راستہ ہے۔ اس کے اطراف میں ناشپاتیوں کے پیڑ قطار اندر قطار ایستادہ ہیں۔ یہ ایک خوبصورت گاؤں ہے، جس کا نام بھی کچھ کم خوبصورت نہیں۔ ''داتا'' صدیوں سے اس بڑے گاؤں میں سواتی اور سید آباد ہیں۔ پہلی جنگ عظیم کے بعد اس گاؤں سے تعلق رکھنے والے ایک شخص نے مرزائی عقیدہ اختیار کر لیا اور برطانوی حکومت کے حلقوں میں موثر مقام پیدا کر لیا۔ فرنگی حکومتنے اس شخص کو اس کی خدمات کے عوض ''خان بہادری'' عطاء کی۔ اس ایک شخص کے زیر اثر یہ تمام گاؤں ہی مرزائی ہو گیا اور اب بھی ہے۔ ۱۹۷۴ء کے بعد اس مرزائی بستی کے باسی ایک قلعہ بند زندگی بسر کر رہے ہیں۔ مجھے اس گاؤں میں جانے کا اتفاق ہوا ہے۔ یہ ایک ایسا گاؤں ہے جس کے درخت گلابی ناشپاتیوں سے لدے ہونے کے باوجود بھی مجھے بانجھ نظر آئے۔ جس کے پھول مہک سے عاری تھے اور جس کی فضا بوجھل۔ میں نے جتنی اذیت اور سراسیمگی اس گاؤں کے رہنے والوں کے چہرے پر دیکھی ہے، کہیں اور نہ دیکھی ہے۔ مجھے اس تمام گاؤں میں ایک بھی مسکراتا چہرہ نظر نہ آیا۔ ہر شخص اپنے آپ سے اور اپنے مستقبل سے مایوس ہے۔ میں نے گاؤں کے قدیمی باشندوں سے باتیں کی ہیں۔ میں نے ان کے دلوں کو ٹٹولنے کی کوشش کی، وہ اس قدر اذیت کا سامنا کرنے کے باوجود بھی ابھی تک مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروکار رہنے ہی کو کیوں ترجیح دے رہے ہیں۔ میں کچھ کچھ بات سمجھا ہوں۔ کسی نے

بھی ان لوگوں کو اسلام میں آنے کی دعوت اس انداز سے نہ دی ہے جیسا کہ تبلیغ کا حق ہے۔ میں یہ ماننے کے لئے تیار نہ ہوں کہ داتا کے رہنے والوں کے دل ایسے ٹیڑھے ہو چکے ہیں کہ ان پر صحیح تبلیغ کارگر ثابت نہ ہوگی۔ میں بھی ان کو دعوت دے کر دیکھوں گا کیونکہ میرا دل گواہی دیتا ہے کہ وہ بھی سواد اعظم میں شریک ہونے کے لئے اسی قدر بے تاب ہیں جتنا کہ وہ تتلی تھی جسے میں نے ہانک کر دوبارہ پھولوں سے ہمکنار کروایا تھا۔ میری نظر میں تو داتا کا ہر مرزائی ایک ایسی ہی تتلی ہے جس کے لئے کھڑکی کے پٹ کھلنے کی دیر ہے اور پھر وہ فوراً اسلام کے باغ کے پھولوں پر آبیٹھے گا۔ اصل بات نازک تتلی کو ریشمی کپڑے سے ہانکنے کی ہے۔

صوبہ سرحد میں ضلع مردان اصیل پٹھانوں کا گڑھ ہے۔ یہاں ٹوپی کے قصبہ کے قریب ایک بڑا گاؤں ہے جس کا نام ''زیدہ'' ہے۔ اس گاؤں کے رہنے والوں کی اکثریت بھی مرزا غلام احمد قادیانی کے ماننے والوں کی ہے۔ مجھے کچھ عجیب سا محسوس ہوا، جب یہ اصل پٹھان اپنے ٹھیٹھ پختون لہجہ میں اس جعلی پنجابی پیشوا کی حدیثوں کا ورد کر رہے تھے۔ ٹوپی گاؤں میں اب بھی ایک مسجد ہے، جسے دو سگے بھائیوں نے مل کر تعمیر کروایا ہے۔ اس مسجد کے ایک کونہ میں اب بھی مرزائی عبادت کرتے ہیں۔ زیدہ پر بہت مرتبہ لشکروں کی یلغار ہوئی ہے جوان کو بندوق کی نوک پر مذہب تبدیل کرنے کو مجبور کرنا چاہتے تھے۔ لیکن ابھی تک گولی کا جواب گولی ہی سے دیا جاتا رہا ہے۔ یہ گاؤں بھی بکتر بند حالت میں ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر زیدہ کے باشندے ابھی تک مرزا غلام احمد قادیانی کے نام لیوا ہیں تو یہ محض اس رویہ پر دلیل ہے کہ پٹھان کو موت کے خوف سے کبھی بھی مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ خواہ یہ ایک باطل عقیدے کو رد کرنا ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن جب ان لوگوں پر مرزا غلام احمد قادیانی کے مذہب کی جعلی نوعیت آشکارا ہوگی تو مجھے یقین ہے کہ ان کے عقیدے کو بدلنے کے لئے گولی چلانے کی ضرورت ہی نہ رہے گی۔ یوں تو پٹھانوں کے خطہ میں ایک وقت ایسا بھی آیا کہ یوسف زئی قبیلہ کی واحد ریاست، یعنی سوات کا وزیر اعظم، جو ویسے بھی نجیب الطرفین سید تھا، مرزا غلام احمد قادیانی کا پیروکار بن گیا تھا۔ جس باعث اسے والئی سوات نے شیانہ کے علاقہ میں جلاوطن کر دیا۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اگر برطانوی تسلط کچھ دیر اور قائم رہتا تو ممکن تھا کہ داتا اور زیدہ جیسی اور بھی بہت سی بستیاں اس برصغیر کے مختلف اطراف میں نمودار ہو جاتیں۔ یہ تو سب جانتے ہیں کہ سیالکوٹ اور اس کے نواحی علاقے مرزائیت سے بری طرح متاثر ہوئے ہیں۔ میں نے سنا ہے کہ وادی کشمیر میں ناسنور بھی ایک ایسی بستی ہے جس میں ایک چھوٹی سطح پر مرزائی معاشرہ بلکہ مرزائی ریاست قائم ہے۔ ظاہر ہے کہ

ناسنور بھی اسی طرح کی ایک نامراد بستی ہوگی جیسا کہ ضلع ہزارہ میں داتا اور ضلع مردان میں زیدہ۔ میری کوشش کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ ربوہ، قادیان اور سیالکوٹ کے مرزائی علاقوں کے علاوہ برصغیر میں جہاں جہاں داتا، زیدہ اور ناسنور جیسی چھوٹی بستیاں موجود ہوں، ان میں صحیح تبلیغ کے اثر سے ایسی صورتحال بنادی جائے کہ مرزاغلام احمد قادیانی کا خلیفہ چراغ لے کر اپنے مریدوں کو ڈھونڈنے نکلے۔ لیکن وہ ایک شخص بھی اپنے دام میں گرفتار نہ پائے۔ (زیدہ، داتا دونوں جگہ پر اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے ۵ فیصد بھی قادیانی نہیں رہے۔ دونوں گاؤں کے ۹۵ فیصد قادیانی یا مسلمان ہوگئے یا سکونت ترک کر گئے۔ مرتب!)

افراد، بستیوں بلکہ اس قوم پر مجموعی طور پر مرزائیت کے اثرات کے بارے میں میں اپنے مشاہدات اور احساسات تحریر کر چکا ہوں۔ مجھے حیرانی ہے کہ یہ تمام جذباتی کربلا ایک ایسے شخص کی ذات سے وابستگی کی تہمت کی وجہ سے ڈھایا جارہا ہے جو روحانی قدکاٹھ میں بہت چھوٹا بلکہ ایک عام انسان سے اچھا انسان بھی نہ تھا۔ میری رائے میں مرزاغلام احمد قادیانی ایک ایسا شخص تھا، جس کے ذہن ناپختہ میں زندگی بھر کوئی کام کا خیال وارد ہی نہ ہوا ہو۔ اس کی سوانح پر ایک ہمدردانہ نظر ڈالنے پر بھی وہ مجھے روحانی بانجھ ہی معلوم ہوتا ہے۔ مجھے تعجب ہے کہ وہ بہت سے اچھے خاصے صاحب رائے اشخاص کو کیونکر اس قدر متاثر کر لیتا ہے کہ انہیں اس کو پیغمبر تسلیم کرنے میں بھی کوئی قباحت محسوس نہیں ہوتی۔ یہ سوال میرے ذہن میں بار بار ابھرتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہر اس شخص کو جو مرزائی حضرات کو تبلیغ کے ذریعہ واپس سواد اعظم میں شریک کروانا چاہتا ہو، اس سوال کا جواب دینا پڑے گا۔

میرے ایک دوست ہیں، جو دنیوی اعتبار سے ایک اچھے انسان ہیں، لیکن مرزائی ہیں۔ وہ میرے ہم پیشہ بھی ہیں۔ جب کبھی بھی ہماری ملاقات بار روم لاہور کے قہوہ خانہ میں ہوتی ہے تو میں دانستہ طور پر ان کے عقیدے اور اس کی افادیت اور نقصانات کو گفتگو کا موضوع بناتا ہوں۔ مجھے ایک موہوم سی امید ہے کہ میں جلد یا بدیر اپنی تبلیغ سے ان صاحب کو واپس دائرہ اسلام میں لے آؤں گا۔ میرے دوست بنیادی طور پر ایک معقول شخص ہیں۔ ان کو دلیل دی جاسکتی ہے اور وہ دلیل کا جواب بھی دلیل سے دیتے ہیں۔ ابھی چند دنوں کی بات ہے کہ میں نے ان سے برملا پوچھ لیا کہ انہیں مرزاغلام احمد قادیانی میں ایسی کون سی بات نظر آئی ہے کہ وہ کروڑوں انسانوں کی نفرت کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے، ان کی ذات سے بدستور وابستہ ہیں۔ بلکہ والہانہ عقیدت رکھتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ مرزاغلام احمد قادیانی ان کے اور خدا کے درمیان بلاواسطہ تعلق پیدا کرنے کا

وسیلہ ہیں۔ مجھے ان کے جواب نے پریشان کردیا۔ ایک اچھا بھلا معقول شخص، ایک مخلص شخص، وہ ایک ایسے شخص پر حسن ظن کیوں رکھ رہا ہے جو مجھے صاف طور پر جعلی نظر آرہا ہے۔ میں نے اپنے دوست کے سامنے مرزا قادیانی کی شخصیت کے خدوخال جیسا کہ وہ مجھے نظر آتے ہیں، بیان کئے۔ میرے دوست نے مجھے تحمل سے سنا۔ پھر بہت کچھ کہا جسے میں نے تحمل سے سنا۔ میرے اور میرے اس دوست کے درمیان جو مکالمہ آج تک ہوتا رہا ہے، اس سے میں ان محرکات کو سمجھنے میں کامیاب ہوگیا ہوں، جن کی بدولت کچھ اچھے اور حساس لوگ بھی مرزائیت جیسی بے فیض اور نامراد تحریک سے وابستہ رہنا چاہتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ اس مرحلہ پر اپنی دریافت کو دوسروں کی معلومات کے لئے تحریر کردوں۔ اپنے اس دوست کی روح کو ٹٹولنے پر اور خاصی احتیاط سے ٹٹولنے پر میں نے دریافت کیا کہ ان کی تسکین کی اصل بنیاد یہ یقین محکم ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی اس کے اور اس کے رب کے درمیان رابطہ کا ایک پل ہے۔ وہ انسان کے ساتھ خدا کی ذاتی طور پر ہم کلام ہونے کی علامت ہیں۔ میرے دوست اکثر ایک ''زندہ مذہب'' کی بات کرتے ہیں۔ ان کا مؤقف ہے کہ میرا تعلق ایک ''مردہ مذہب'' سے ہے جب کہ ان کا وہی مذہب ''زندہ'' ہے۔ میں نے اپنے دوست سے مذہب کے ''زندہ'' اور ''مردہ'' ہونے کے بارے میں سوال پوچھا۔ ان کا جواب تھا کہ وہ مذہب زندہ ہے جو آج بھی بندے کو خدا سے بلاکسی واسطہ کے اور آمنے سامنے ہم کلام ہونے کا موقع فراہم کردے۔ میرا دوست اپنے رب سے ایک ایسا خصوصی تعلق قائم کرنا چاہتا ہے جس میں کوئی اور دوسرا شریک نہ ہو۔ وہ خدا کی تلاشی میں ہے اور اس نے اس کو اپنی شہ رگ سے قریب پانا چاہا ہے۔ میرا دوست یہ سمجھنے سے قاصر ہے کہ رب کائنات صرف چند مخصوص افراد کے ذریعے عام انسانوں سے ہم کلام ہونے کا طریقہ کیوں اپنانا چاہتا ہے۔ آخر خود اسے اس دائرہ سے کیوں خارج کردیا گیا ہے؟ میرے دوست کی نظر میں مرزا غلام احمد قادیانی اس بات کی علامت ہے کہ ہر انسان...... ہرکس وناکس...... اپنے اندر سے ایک ایسا سراغ ڈھونڈ سکتا ہے کہ وہ رب کائنات سے خصوصی رشتہ جوڑ سکے۔ میرے دوست کے لئے ''پیغمبری'' قوانین اور ضوابط منتقل کرنے کے لئے ہے۔ اسے تسلیم ہے کہ ''شرع'' آچکی ہے اور مزید کسی ''شرع'' کی گنجائش نہ ہے۔ لیکن اسے شرع میں صرف واجبی ہی سی دلچسپی ہے وہ تو ایک گہرے روحانی تجربہ کی تلاش میں ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی روحانی حیثیت بھی اس کے لئے کچھ خاص متعلق معاملہ نہ ہے۔ مرزا قادیانی تو صرف یہ علامت ہے کہ دور جدید کا انسان بھی وہ روحانی تجربہ کرسکتا ہے جو پہلے وقتوں میں پیغمبروں سے منسوب ہے۔ میرا دوست تو اپنی بات کرتا ہے۔ ایک بار میں

نے اپنے دوست سے مرزا قادیانی پر وحی نازل ہونے کی حقیقت کے بارے میں پوچھا۔اس کا جواب یہ تھا کہ اسے تو اس دن کا انتظار ہے جب خدا خود اس کے دل پر............اس ہی طرح نازل ہوگا جیسا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا دعویٰ ہے۔

میرا تاثر یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا یہ پیروکار اپنے مرشد سے زیادہ مخلص اور روحانی شخص ہے۔ جہاں تک میں سمجھتا ہوں ہر شخص کو اپنے طریقے اور............واردات قلبی سے اپنے رب سے تعلق جوڑنے کی کوشش کرنے کا............ ہے۔ یہ تعلق فی الواقعی جوڑا بھی جاسکتا ہے یا نہیں، تصوف کا ایک دقیق نکتہ ہے۔ جو شخص خدا کی تلاش اپنے طور پر کرنا چاہتا ہو، میرے خیال میں تو اس کو روکنا یا اس پر پابندی عائد کرنا عبث ہے۔ مجھے اپنے دوست کے نظریہ سے اتفاق ہو یا نہ ہو، جو بات قطعاً قابل قبول نہ ہے وہ مرزا قادیانی کی شخصیت کا روحانی پہلو ہے۔ یہ پہلو بالکل مفقود ہے۔ صرف ماہرانہ پراپیگنڈا کے زیر اثر مرزا غلام احمد قادیانی کی شخصیت کے گرد ایک ایسا اجلا حلقہ پیدا کر دیا گیا ہے جس سے اس کی ذات ایک غیر مرئی رعیت کے روحانی استعارے کے استعمال کے قابل بن گئی ہے۔ یہ درست نہ ہے۔ میری نظر میں تو مرزا غلام احمد قادیانی کو خدا سے قربت کی علامت کے طور پر پیش کرنا بہت بڑی زیادتی ہے۔ موصوف کی زندگی کے حالات کا معروضی جائزہ لینے پر اگر وہ کسی نوعیت کی علامت کے دعویدار ہو سکتے ہیں تو وہ صرف برطانوی تاج سے قربت ہے۔ اس شخص کی زندگی کا محور برطانوی حکومت کی خوشنودی سے قادیان اور اس کے گردونواح کے دیہات کی جاگیری بازیابی ہے۔ مجھے تو مرزا قادیانی کی تمام ''روحانیت'' سراسر جعلی معلوم ہوتی ہے۔ میں نے اس بات کے آخری حصہ میں مرزا قادیانی کی دوعرضیات کا حوالہ دیا ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ مرزا قادیانی کا واحد مقصد حیات اپنی جاگیر کی بازیابی ہے جس مقصد کے لئے وہ اپنے ہم وطنوں کی جاسوسی تک کرنے کو تیار ہیں۔ میرے خیال میں مرزا غلام احمد قادیانی قطعی طور پر کسی نوعیت کا بھی روحانی شخص نہ تھا اور اس شخص کی قائم کردہ تحریک کو سمجھنے کے لئے خود اس کے کردار کو سمجھنا ضروری ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی ایک قوم دشمن، وطن دشمن اور انگریز کی غلامی کا مداح شخص تھا۔ میں ہر احمدی نوجوان سے گزارش کروں گا کہ وہ میرے اس بیان کی تصدیق کرے اور اگر وہ مرزا قادیانی کو ایسا ہی شخص پائے جیسا کہ اسے میں نے پایا ہے تو اس سے دامن چھڑا کر فوراً عام مسلمانوں میں شامل ہو جائے۔ ایسا کر کے وہ اپنے آپ پر اور اپنے اہل وعیال پر ایک بہت بڑی اور بہت دیرپا مہربانی کر رہا ہوگا۔

باب ششم ...... مصنف عدالت کی دہلیز پر

وفاقی شرعی عدالت پاکستان میں دائر کی جانے والی درخواست

پٹیشنر ...... ڈاکٹر عبدالباسط ایڈووکیٹ، باسط مشیر، قانون، منزل، ۷/اے ٹرنر روڈ لاہور۔

بنام

۱...... حکومت پاکستان بذریعہ سیکرٹری قانون، عدل اور پارلیمانی امور، اسلام آباد۔

۲...... نعیم الدین خالد

۳...... بشیر الدین خالد پارلیمنٹ وصوبائی اسمبلیوں کے احمدی ارکان

۴...... قسیم الدین خالد

۵...... احمدی گروپ بذریعہ مرزا طاہر احمد بیگ بذریعہ سیکرٹری جماعت احمدیہ ربوہ ضلع جھنگ

مدعا علیہان۔

پٹیشن (استدعا)

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین مجریہ ۱۹۷۳ء آرٹیکل ۲۰۳ (ڈی) کے تحت یہ استدعا کی جاتی ہے کہ قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں آئین کے آرٹیکل ۵۱ (۲) بی اور آرٹیکل ۱۰۶ (۳) کے تحت قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں مخصوص کی جانے والی نشستوں کو اسلام کے اصولوں کے منافی قرار دیا جائے۔ جو قرآن حکیم اور سنت رسول اللہ ﷺ میں بیان کئے گئے ہیں اور یہ ہدایت کی جائے کہ آئین کا دوسرا ترمیمی ایکٹ (سنٹرل ایکٹ ۱۹۷۱ء) مجریہ ۱۹۷۵ء جو ۲۱/نومبر ۱۹۷۵ء سے نافذ العمل ہے اور صدارتی حکم نمبر۱۴ مجریہ ۱۹۸۵ء جو ۲/مارچ ۱۹۸۲ء سے نافذ العمل ہے۔ ان نام نہاد احمدیوں کے لئے نشستیں مخصوص کرنے کی حد تک کالعدم قرار دیئے جائیں۔ یہ حکم آرٹیکل ۲۰۳ ڈی (۳) کے تحت مقررہ تاریخ سے نافذ سمجھا جائے۔

۱...... یہ کہ درخواست دہندہ پاکستان کا ایک مسلمان شہری ہے۔ وہ اس معاملے میں اس عدالت کے فیصلے کا خواہاں ہے کہ آئین میں مذہبی اقلیتوں کو دیئے گئے حقوق اسلامی تعلیمات کے منافی ہیں۔ خصوصاً مدعا علیہان نمبر دو سے چار تک نے قانون ساز اداروں میں مخصوص نشستوں پر غاصبانہ قبضہ کر رکھا ہے، جس کی وجہ سے حقیقی اقلیتوں کی مناسب نمائندگی متاثر ہوئی ہے۔ چنانچہ اس فوری درخواست کے ذریعہ عوامی اہمیت کے اس معاملہ کو اٹھایا جاتا ہے۔

۲...... یہ کہ درخواست گزار ایک کتاب بعنوان ''انسداد مرزائیت'' کا مصنف ہے۔ اس کتاب کا جدید ایڈیشن ''مرزائیت مرچکی ہے، اسے مردہ ہی رہنے دو'' کے نام سے حال ہی میں شائع ہوا ہے۔ کتاب کا نیا ایڈیشن شریعت کورٹ میں اس فوری درخواست کی سماعت کے دوران پیش کیا جائے گا۔ اصل کتاب اس کے ساتھ ضمیمہ کی صورت میں منسلک ہے۔

۳...... یہ کہ مذکورہ بالا کتاب اس وقت لکھی گئی تھی جب قومی اسمبلی نے ابھی چوتھا ترمیمی ایکٹ مجریہ ۱۹۷۳ء منظور نہیں کیا تھا۔ جس کے ذریعے آئین کے آرٹیکل ۱۰۶ اور ۲۶۰ متعارف کروائے گئے۔ اعتقاد وایمان سے متعلق اس قانون سازی کا مجموعی اثر یہ ہے کہ وہ دوگروپ جو خود کو احمدی کہلواتے تھے، غیرمسلم قرار دے دیئے گئے۔ آئین میں مذکورہ بالا چوتھی ترمیم کے نتیجہ میں دفعہ ۵۱ (۲) بی کے تحت قومی اسمبلی میں نام نہاد احمدی گروپ کے لئے نشست مختص کردی گئی ہے۔ اسی طرح پنجاب، سرحد اور بلوچستان کی صوبائی اسمبلیوں میں بھی اسی احمدی گروپ کے لئے ایک ایک نشست مختص کی گئی۔

۴...... یہ کہ وہ تمام قوانین، جو آئین میں نام نہاد احمدی گروپ کے لئے نشستیں مختص کرنے کے بارے میں ہیں، اسلامی تعلیمات سے متصادم ہونے کی بناپر چیلنج کئے جاتے ہیں۔ یہ اختصاص دوسروں اقلیتوں کے مفاد کے بھی منافی ہے۔ اس لئے ان تمام قوانین کو حذف کیا جانا چاہئے۔

۵...... جیسا کہ منسلکہ کتاب میں وضاحت کی گئی ہے، جس کے اقتباسات پٹیشن میں پیش کئے جارہے ہیں، وہ گروپ جو خود کو احمدی کہلواتا ہے، وہ اس بات کا مستحق نہیں کہ اس کے ساتھ مذہبی گروپوں جیسا سلوک روا رکھا جائے۔ اس کیس کا سب سے اہم نکتہ جو منسلکہ کتاب میں دیا گیا ہے، یہ ہے کہ زمین کا مالک ایک ناراض شخص جس نے اپنی خدمات اسلام کو مٹانے کے لئے اس انداز میں پیش کی تھیں۔ جو ''غدر'' کے بعد کے زمانے میں برطانوی امپریلزم کے مفاد میں تھیں اور اس نے احمدی تحریک کی ابتداء کی، اس نے اسلام کے ایک ایسے ''برانڈ'' کی تشہیر شروع کردی۔ جس کے ذریعے اس کے خیال میں، برطانوی راج کی بہتر طریقے سے خدمت کی جاسکتی تھی اور جس کے نتیجے میں اس نے اپنے آباؤاجداد کو ملنے والی مغل جاگیر کی بحالی کا تقاضا کیا۔ یہ مرزاغلام احمد قادیانی کا کردار تھا جو بعد میں برطانوی چھتری تلے نبوت کا دعویٰ کرنے کے قابل ہوگیا۔

۶...... یہ کہ اس بات کے کافی شواہد موجود ہیں کہ مرزاغلام احمد قادیانی نے برطانوی راج کے مفاد میں موضع قادیان کے نزدیک ایک جاگیر کا قبضہ حاصل کرنے کی غرض سے خدمات سرانجام

دی تھیں جو مغل شہنشاہوں نے اس کے آباؤ اجداد کو فیاضانہ بخش دی تھی۔ بادی النظر میں مرزاغلام احمد قادیانی نے اپنے مقلدین کے لئے برطانوی حکومت سے ان تمام امور میں ترجیحی سلوک کا تقاضا کیا، جن میں حکومت کے ادارے انہیں کوئی فائدہ پہنچا سکتے تھے۔ مثلاً ملازمتیں، زرعی زمینوں کی الاٹمنٹ وغیرہ۔ ان مقاصد کے تحت مرزاغلام احمد قادیانی نے اپنی ’’مشنری تحریک‘‘ کا آغاز کیا۔ مدعی کے نزدیک مرزاغلام احمد قادیانی کی جاری کردہ تحریک کا مقصد خالصتاً دنیاوی غرض اور حرص کے لئے تھا۔ حقیقی مذہبی تحریکوں کی طرح اس کا روحانیت سے کوئی تعلق واسطہ نہیں تھا۔ ۲۰؍ستمبر ۱۸۹۷ء کو ملکہ برطانیہ کو ’’ستارہ قیصرہ‘‘ کے عنوان سے درخواست دینے سے بھی اس کا اظہار ہوتا ہے۔ چنانچہ مرزاغلام احمد قادیانی کی تحریک کے حقیقی مقاصد ۲۰؍ستمبر ۱۸۹۹ء کو اس وقت روز روشن کی طرح عیاں ہوگئے جب اس پہلی درخواست کے ٹھیک دوسال بعد دوسری درخواست پیش کی گئی۔ چنانچہ یہ غل غپاڑہ قابل غور ہے۔ ان کی شکایت یہ ہے کہ مرزاغلام احمد قادیانی اور ان کے خاندان نے جو خدمات (انگریزوں کی) انجام دی ہیں ان کی پروانہیں کی گئی اور نہ کوئی معاوضہ ملا۔ چنانچہ اس نقصان کے ازالہ کے لئے روحانی قوت کو ذریعہ بنایا گیا ہے۔ اس ضمن میں خالد متین کی کتاب ’’ثبوت حاضر ہیں‘‘ کے صفحہ ۷۵۵ یا ۷۹۴ پر انحصار کیا گیا ہے۔

۷…… یہ کہ مدعی کی عاجزانہ رائے میں مرزاغلام احمد جیسا شخص، جس کے بارے میں اس کی مصدقہ تحریروں سے شواہد پیش کئے جاسکتے ہیں کہ اس نے اپنے آدمیوں اور متعلقین کے لئے غل غپاڑہ کر کے مالی مفادات کا تقاضا کیا۔ ہر چند دعوؤں کے باوجود اس بات کا حق دار نہیں کہ اس کے ساتھ کسی روحانی شخصیت کی طرح کا سلوک کیا جائیے۔ مرزاغلام احمد قادیانی کو قادیانی گروپ کا نبی ماننا بھی دراصل اس کو ایک ایسا رتبہ عطا کرتا ہے جس کا وہ حقدار ہی نہیں۔ اگر مرزاغلام احمد قادیانی کی تحریک کو حقیقی معنوں میں مذہبی تحریک تسلیم کیا گیا تو اس سے ایک چوردروازہ کھل جائے گا کہ وہ خود کو مقدس شخصیات کی صف میں شامل کر سکے۔ یہ بات مضحکہ خیز ہے کہ اسے محترم شخصیات جیسے بودھ اور گورونانک کے ہم رتبہ تسلیم کیا جائے۔ ان بنیادوں پر احمدی گروپ کا پاکستان کی پارلیمنٹ میں نمائندگی کا دعویٰ بالکل غیر مناسب اور لایعنی ہے۔

۸…… یہ کہ مذکورہ بالا آنجہانی مرزاغلام احمد قادیانی کی جاری کردہ تحریک کی حالیہ تاریخ میں کئی متوازی تحریکیں تھیں۔ عیسائیوں کی مورمنز، سکھوں کی نرنکاری اور بلوچستان میں ذکریوں کی قبائلی تحریک قابل ذکر ہیں۔ اسی طرح کی ایک اور تحریک بہائیوں کی ہے، جو سلطنت عثمانیہ کے دور

میں مشرق وسطیٰ میں شروع ہوئی۔ بعدازاں امریکہ میں جیہودہ کے گواہ عیسائی سائنس دان مسیحی صفوں میں سے ابھرے ہیں۔ بصد احترام عرض کیا جاتا ہے کہ ان تحریکوں میں سے کسی بھی تحریک و حقیقی مذہبی تحریک کی حیثیت سے تسلیم نہیں کیا گیا اور نہ ہی ان کے ساتھ ایسا سلوک روا رکھا گیا۔ چنانچہ یہ بات کسی تحریک کے عام ماننے والے کے تحرک کے برعکس ہے جس نے اپنی شخصیت کو اسی تحریک کے عقیدہ کے مطابق پیش کیا۔

۹...... یہ کہ سامراجی ریاستوں نے اپنے علاقوں کی وسعت یا نوآبادیاتی اقتدار کی خاطر لوگوں کو مغلوب رکھنے کے لئے مذہب کو مستقل بنیادوں پر ایک ہتھیار کے طور پر استعمال کیا۔ افریقہ میں عیسائی مشنریوں نے نوآبادیاتی اقتدار کے پروان چڑھانے میں اہم کردار ادا کیا۔ تاہم جہاں مغربی سامراجی قوتوں کو اس بات کا تجربہ ہوا کہ عیسائی مشنریوں کا کردار مقامی لوگوں کے پختہ عقیدوں کی وجہ سے غیر موثر ہے تو انہوں نے مقامی آبادی کے جوش وجذبہ کو بے اثر بنانے کے لئے مذہبی رہنما پیدا کئے۔ سلطنت عثمانیہ کے خلاف عرب قوم پرستی کو تقویت دینے کے لئے لارنس آف عریبیہ کی طرف وہابی عقیدے کی تشہیر وکفالت اس کی نمایاں مثال ہے۔ امریکہ نے ویت نام میں ۶۸۔۱۹۶۴ء کے دوران ایک بودھ فرقے کے پراپیگنڈا کے لئے کفالت کی۔ اسی طرح ۱۹۴۷ء میں برصغیر پاک وہند کی تقسیم سے برطانوی حکومت نے احمدی تحریک کی میکاولی اصول جہانبانی کے تحت کفالت کی۔ اس طرح کی تحریک اس بات کی حقدار نہیں کہ اس کے ساتھ حقیقی مذہبی تحریکوں جیسا سلوک کیا جائے۔

۱۰...... یہ کہ احمدی گروپ کے لئے مختص نشستیں، جن پر اس وقت قومی اسمبلی اور مختلف صوبائی اسمبلیوں میں مذکورہ بالا مدعیان علیہان نے قبضہ کر رکھا ہے، ان کی وجہ سے حقیقی مذہبی اقلیتیں مثلاً عیسائی، سکھ، بودھ مت، پارسی اور ہندو متاثر ہو رہے ہیں۔ درحقیقت ان نشستوں پر غاصبانہ قبضہ ایک مضحکہ خیز صورتحال کی غمازی کرتا ہے۔ مدعا علیہان مذکورہ کو احمدی گروپ نے خود اپنی جماعت میں سے نکال باہر کیا ہے۔ اس بات کا عدالتی نوٹس لیا جائے کہ مدعا علیہان کی نمائندگی کو تو احمدی اقلیت کی طرف سے ہی ناجائز قرار دیا جاچکا ہے۔

۱۱...... قرآن وسنت میں بھی اس امر کی تصریح موجود ہے کہ اس طرح کا گروہ، جو کہ احمدی کہلاتا ہے اس بات کا حقدار نہیں کہ عقائد وعبادات کے بنیادی حقوق کے ضمن میں اس کے ساتھ حقیقی مذہبی گروہ جیسا سلوک کیا جائے۔ اس حوالہ سے قرآن وسنت سے اقتباسات ضمیمہ دو کی شکل

میں رٹ درخواست کے ساتھ علیحدہ منسلک ہیں۔

۱۲...... یہ کہ مذکورہ بالا مدعا علیہان ارکان اسمبلی سے متعلق مضحکہ خیز پہلو یہ ہے کہ یہ سب ایک ہی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اور سب بھائی ہیں۔ لیکن ایک بھائی پنجاب اسمبلی کا رکن ہے۔ دوسرا صوبہ سرحد اسمبلی اور تیسرا سندھ اسمبلی کا رکن ہے۔ ایک اور دلچسپ پہلو یہ ہے کہ ان میں سے کسی نے بھی ایک سو سے زیادہ ووٹ حاصل نہیں کئے۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ قادیانی گروپ کی تنظیم ان کو اپنے میں سے خارج کر چکی ہے۔ جس کے ساتھ یہ لوگ اپنے الحاق کا دعویٰ کرتے ہیں۔ یہ انصاف کا منہ چڑانے والی بات ہے کہ مدعا علیہان دو سے چار نے مدعا علیہ گروپ کے نمائندوں کی حیثیت سے اسمبلیوں کی سیٹوں پر قبضہ کر رکھا ہے۔

۱۳...... یہ کہ اس گروپ کے لئے آئین کے جن مذکورہ بالا آرٹیکلز کے تحت نشستیں مخصوص کی گئی ہیں وہ قانونی دفعات اسلامی تعلیمات سے متصادم ہونے کی بناء پر مندرجہ ذیل وجوہات کی بناء پر چیلنج کی جاتی ہیں۔

وجوہات

۱...... منسلکہ اردو کتاب میں بیان کی گئی وجوہات کی بناء پر وہ گروپ جو خود کو قادیانی کہلواتا ہے، اس بات کا حقدار نہیں کہ اس کے ساتھ حقیقی مذہبی گروپوں جیسا سلوک روا رکھا جائے۔ ہر چند اپنے عقیدہ کے ساتھ وابستگی کے باوصف یہ گروپ کسی بھی نوع کی روحانیت سے تہی دامن ہے۔ کیونکہ اس عقیدے کا بانی خود بھی کوئی روحانی پیشوا نہ تھا اور نہ مذہبی رہنما تھا۔

۲...... مدعا علیہ گروپ اس بات کا حقدار نہیں کہ قومی اسمبلی اور تینوں صوبائی اسمبلیوں میں حقیقی مذہبی اقلیت کی حیثیت سے ان کے لئے نشستیں مخصوص کی جائیں۔ کیونکہ احمدی تحریک تقسیم ہند سے قبل برطانوی اصول جہانبانی کا شاہکار تھی۔

۳...... قرآن حکیم کی آیات اور سنت رسول اللہ ﷺ کی روشنی میں بھی مدعا علیہ گروپ اس سلوک کا مستحق نہیں۔ متعلقہ اقتباسات منسلک ہیں۔

۴...... مدعا علیہ گروپ کے لئے نشستوں کا اختصاص مضحکہ خیز صورتحال کی غمازی کرتا ہے کہ اس گروپ کے ثقہ نمائندے اس امر کا اظہار کر چکے ہیں کہ یہ افراد ان کے گروپ سے کوئی تعلق واسطہ نہیں رکھتے۔

۵...... مدعا علیہان نے جعلسازی اور دھوکے بازی سے حقیقی مذہبی اقلیتوں کے لئے مخصوص

نشستوں پر قبضہ جمارکھا ہے۔ جس سے اقلیتوں کی گورنمنٹ آف پاکستان میں نمائندگی متاثر ہورہی ہے۔

استدعا

مذکورہ بالا امور کی روشنی میں یہ استدعا کی جاتی ہے کہ آئین کے آرٹیکل ۵۱(۲)اے اور آرٹیکل ۱۰۶(۳) کے تحت قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں قادیانیوں کے لئے مخصوص نشستوں کو اسلامی تعلیمات کے منافی قرار دیا جائے اور ان نشستوں کو حقیقی مذہبی اقلیتوں جیسے عیسائی، بودھ مت، سکھ اور ہندوؤں کے لئے مخصوص نشستوں کے پول میں شامل کرنے کی ہدایت کی جائے۔ مدعا علیہ وفاق کے لئے ایک تاریخ مقرر کی جائے تاکہ وہ موجودہ قانون میں سے مخصوص شقوں کو حذف کر سکے۔ اس کے بعد اسلامی تعلیمات سے منافی تمام شقیں کالعدم قرار دیئے جانے کے بارے میں ہدایت جاری کی جائے۔ مدعی: ڈاکٹر عبدالباسط ایڈووکیٹ

باسط مشیر، قانون منزل، ۷/اے ٹرنر روڈ لاہور، مورخہ ۴/فروری ۱۹۹۸ء

۱...... ایم سلیم قاضی سینئر ایڈووکیٹ، ایوان اوقاف بلڈنگ لاہور۔

۲...... ایم نذیر غازی ایڈووکیٹ، میکلیگن روڈ لاہور۔

فیڈرل شریعت کورٹ آف پاکستان کے روبرو

ڈاکٹر عبدالباسط بنام حکومت پاکستان، وغیرہ

بیان حلفی: ڈاکٹر عبدالباسط ایڈووکیٹ، باسط مشیر قانون منزل، ۷/اے ٹرنر روڈ لاہور، میں درخواست گزار مذکورہ حلفیہ اقرار کرتا ہوں کہ:

آئین پاکستان مجریہ ۱۹۷۳ء کے آرٹیکل ۲۰۳(ڈی) کے تحت منسلکہ پٹیشن کے مندرجات میرے بہترین علم کے مطابق درست اور میری معلومات اور عقیدے کے مطابق صحیح ہیں۔ درخواست گزار: عبدالباسط (دستخط)

تصدیق نامہ

۴/فروری ۱۹۹۸ء کو لاہور میں اس حلف نامہ کی تصدیق کی جاتی ہے کہ مذکورہ بالا بیان حلفی کے مندرجات میرے علم اور عقیدے کے مطابق درست اور صحیح ہیں۔

درخواست گزار: عبدالباسط (دستخط)

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

مکہ سے قادیان کو؟

جناب وقار حسین طاہر صاحب

تفصیلی فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	انتساب	۱۲۵
۲	عرض حال	۱۲۵
۳	قادیان کا قبلہ نما	۱۲۶
۴	مرزا قادیانی ایک نظر میں	۱۳۰
۵	مرزا قادیانی کے اخلاق عالیہ	۱۳۱
۶	جمیع مسلمانوں کے متعلق مرزا قادیانی کا ارشاد گرامی	۱۳۱
۷	توہین رسالت کبریٰ	۱۳۲
۸	توہین اہل بیت اطہار	۱۳۲
۹	توہین حضرت عیسیٰ علیہ السلام	۱۳۲
۱۰	توہین انبیاء سابقین	۱۳۲
۱۱	علمائے امت کی توہین	۱۳۲
۱۲	اولیائے امت اور مشائخ ملت	۱۳۳
۱۳	فاران کی مہم	۱۳۴
۱۴	مہم کی کامیابی	۱۳۶
۱۵	فاران کی مہم کا حاصل مقصد	۱۳۸
۱۶	بعنوان ’’حضور گورنمنٹ عالیہ میں ایک عاجزانہ درخواست‘‘	۱۳۹
۱۷	مکہ مکرمہ اور قادیان مرزا قادیانی کی نظر میں	۱۴۱
۱۸	تبصرہ	۱۴۱
۱۹	صحیح العقیدہ مسلمان کے عقائد	۱۴۲
۲۰	شمع ہدایت	۱۴۲
۲۱	فنافی گورنمنٹ انگریزی	۱۴۶
۲۲	خودکاشتہ پودا	۱۴۶
۲۳	منزل مقصود	۱۴۹

www.amtkn.com www.facebook.com/amtkn313 www.emaktaba.info

انتساب

ہر اس فرزند توحید کے نام جو محبوب خدا محمد مصطفیٰ ﷺ کی عالمگیر قیادت اور ابدی رسالت پر غیر متزلزل ایمان رکھتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض حال

الحمدللہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہ

ابتدائے آفرینش سے ہی انسانی تمدن کو فطرت کی عین منشا کے مطابق استوار کرنے کے لئے ہدایت الٰہی خدا کے برگزیدہ انبیاء کی وساطت سے پہنچتی رہی اور اقدام حجت کے لئے ہر قریہ ہر فرقہ اور ملک کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اور رسل بھیجے جو خدا کی ہدایت پہنچاتے رہے۔ اس کی سخت گیری اور فطرت کے خلاف چلنے والوں کو قدرتی واقعاتی مار سے ڈراتے رہے اور فطرت کے مطابق چلنے پر انعامات الٰہی کی خوشخبری سناتے رہے اور اسی ایک مقصد کے لئے ایک روایت کے مطابق روئے زمین پر ایک لاکھ چوبیس ہزار رہبر مبعوث کئے جنہوں نے دین حق سے جزوی طور پر انسانی ارتقائی مراحل کے مطابق رہنمائی فرمائی اور بالآخر نبی آخرالزمان کو ایک مستقل لائحہ عمل دے کر ہدایت کو کافی قرار دیتے ہوئے اپنے پیغام کی تکمیل کر دی۔

نبوت برگزیدہ باکمال انسانوں کا منصب ہے۔ جو صرف اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے لوگوں کو سونپا گیا۔ مگر یہ منصب کبھی بھی اور کسی حال میں بھی محض خواہش کرنے، التجا کرنے اور مطالعہ کتب کرنے کی بناء پر نہیں دیا گیا۔ اسی بناء پر جو ہنگامہ نبوت قادیان میں برپا کیا گیا وہ اپنی نوعیت آپ ہے۔ جس میں بنیادی طور پر جو خامی رہی ہے وہ یہ تھی۔ مدعی نبوت ایک بڑے عرصہ تک اپنی نبوت پر ایمان نہیں لایا تھا۔ دوسرے نذیر اور بشیر ہونے کی نقل ضرور کی۔ فطرت کے رازہائے سربستہ اور چمنستان حیات میں کوئی معرکتہ الآرا رابطہ پیدا نہ کیا۔

ذیل میں حقائق کی روشنی میں بانی قادیانی سلسلہ کے اپنے ہی الفاظ اس کی کوتاہ نظری اور کم مائیگی کا اظہار کرتے ہیں۔ اس کتاب میں کوشش کی گئی ہے کہ بالا بحث وتمحیص مرزا قادیانی کی کتابوں کے حوالے صحت کے ساتھ نقل کئے جائیں اور جو حوالہ جات درج ذیل ہیں وہ بانی

قادیانی سلسلہ کے اوصاف حمیدہ پیغام کی ترجمانی کرتے ہیں۔ قادیانی اور غیر قادیانی حضرات کے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ وہ دیکھیں کہ یہ نبوت عالم اسلام کے لئے کس قدر باعث انتشار ہے؟ اور دین فطرت میں کتنی ممد ثابت ہوتی ہے۔

جناب پروفیسر محمد الیاس برنی مرحوم کی کتاب ''قادیانی مذہب'' نے میری بہت رہنمائی کی۔ علاوہ ازیں علامہ عنایت اللہ خاں المشرقی کی تصانیف میں منصب نبوت کے متعلق معرکتہ الآراء حقائق سے بھی کافی مدد ملی۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں کو اپنے جواز رحمت میں جگہ دے۔ آمین!

آخر میں میں محترم رشید احمد صاحب ملک بی.اے، ایل.ایل.بی گجرات، محترم فضل الٰہی گجرات، پروفیسر محمد شریف زمیندار انٹرمیڈیٹ کالج گجرات، حافظ سید عالم صدر مدرس جامعہ نقشبندیہ گجرات کا بے حد ممنون ہوں جنہوں نے اس کتاب کی تکمیل میں گرانقدر مشوروں سے نوازا اور راہنمائی کی۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر دے۔ آمین!

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اہل ہدایت کے لئے یہ کتاب موجب استقامت اور اہل ضلالت کے لئے موجب ہدایت بنائے اور مجھ ناچیز گنہگار کے لئے موجب شفاعت بنائے۔ آمین!'' **ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم وتب علینا انک انت التواب الرحیم** '' خاکپائے رحمتہ اللعالمین سرور کونین خاتم النّبیین ﷺ

وقار حسین طاہر

محلّہ کامل پورہ گجرات، ۲۷/ذی الحجہ ۱۳۸۲ھ

قادیان کا قبلہ نما

حضرت آدم علیہ السلام تمام انبیاء کے جدامجد تھے۔ ان کے بعد اولاد ابراہیم علیہ السلام سے جتنے پیغمبر بھی مبعوث ہوئے ان کا مرکز موجودہ دور کا مشرق وسطیٰ ہی رہا۔

نبی آخرالزمان بھی مکہ مکرمہ میں جلوہ افروز ہوئے اور کعبۃ اللہ کی دیرینہ مرکزیت قائم رہی۔ دین حق کی تکمیل کے ساتھ ہی مکہ مکرمہ کو مرکز ملت قرار دے کر مسلمانوں پر حج فرض کیا اور یوں مسلمانان عالم کے لئے اس مرکز کو دنیاوی اور دینوی مرکز بنایا۔ سجدہ کا رخ مکہ مکرمہ ہی رہا اور جمیع مسلمانان عالم کے دنیاوی اور سیاسی مرکز کے طور پر بھی مکہ مکرمہ سے وابستگی مستقل اور مسلسل رہی۔ ایک نئے نبی کی طرف سے اس مرکزیت کو ختم کر کے قادیان مسلمانان عالم کا نیا مرکز بنانے کی خواہش مشہور مدعی نبوت مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت کے بعد ہی ہوئی۔

مرزا قادیانی ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں پنجاب کے ضلع گورداسپور کے قصبہ قادیان میں پیدا ہوئے۔ اس وقت سکھوں کی حکومت متزلزل ہو رہی تھی اور انگریز سامراج پورے ہندوستان پر حکومت قائم کرنے کی سوچ رہا تھا۔ اس نام نہاد انگریز سامراج کے وفادار شہری مرزا غلام مرتضیٰ کے گھر مرزا غلام احمد صاحب تولد ہوئے۔ چنانچہ اشتہار واجب الاظہار میں لکھتے ہیں۔

''میں ایک ایسے خاندان سے ہوں جو اس گورنمنٹ کا ایک خیر خواہ ہے۔ میرا والد مرزا غلام مرتضیٰ گورنمنٹ کی نظر میں وفادار اور خیر خواہ آدمی تھا۔ جن کو دربار گورنری میں کرسی ملتی تھی اور جن کا ذکر مسٹر گریفن صاحب کی تاریخ رئیسان پنجاب میں ہے۔ ۱۸۵۷ء میں انہوں نے اپنی طاقت سے بڑھ کر سرکار انگریزی کو مدد دی تھی۔ یعنی پچاس سوار گھوڑے بہم پہنچا کر عین جنگ آزادی (غدر) کے وقت سرکار انگریزی کی امداد میں دیئے۔''

(اشتہار واجب الاظہار مورخہ ۲۰؍ستمبر ۱۸۹۷ء، مجموعہ اشتہارات ج۲ ص۴۵۹)

مرزا قادیانی نے ابتدائی تعلیم اپنے گھر پر ہی پائی۔ مولوی فضل الٰہی، مولوی فضل احمد اور مولوی گل علی شاہ سے نحو، حکمت و منطق کی کتب پڑھیں۔ بعد ازاں سیالکوٹ کے ڈپٹی کمشنر کی کچہری میں ۱۸۶۴ء تا ۱۸۶۸ء تک قلیل تنخواہ پر ملازم رہا۔ ملازمت کے دوران ہی انگریزی کی ایک آدھ کتاب بھی پڑھی۔ ۱۸۶۸ء میں ملازمت سے استعفیٰ کے بعد گھر لوٹے اور زمینداری میں مشغول ہوگئے۔ بچپن اور لڑکپن کے جو حالات مرزا قادیانی کی اپنی کتب اور ان کے متعلق لکھی گئی کتب میں ملتے ہیں۔ قابل ذکر نہیں۔

مرزا قادیانی بقول احمدی مصنّفین انتہائی سادہ زندگی گزارتے تھے اور اکثر اوقات بڑی بے نیازی پائی گئی۔ بچپن میں ایک دفعہ چوبارے کی کھڑکی سے گر جانے کی وجہ سے ہاتھ کی ہڈی ٹوٹ گئی اور اسی وجہ سے آخری عمر تک دایاں ہاتھ بے حد کمزور رہا۔ اپنے دینی اشتغال کی وجہ سے اکثر بے توجہی کا شکار رہے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل اقتباسات سے ظاہر ہے۔

دندان مبارک: ''آپ (مرزا غلام احمد قادیانی) کے دندان مبارک آخر عمر میں کچھ خراب ہوگئے تھے۔ یعنی کیڑا بعض داڑھوں کو لگ گیا تھا۔ جس سے کبھی کبھی تکلیف ہو جایا کرتی تھی۔ ایک دفعہ ایک داڑھ کا سرا ایسا نوکدار ہوگیا تھا کہ اس سے زبان میں زخم پڑ گیا تو ریتی کے ساتھ اس کو گھسوا کر برابر بھی کرایا تھا۔ مگر کبھی کوئی دانت نکلوایا نہیں۔ مسواک آپ اکثر فرمایا کرتے تھے۔''

(سیرت المہدی حصہ دوم ص۱۲۵، مؤلفہ صاحبزادہ بشیر احمد قادیانی)

انگلی پر چھری پھرنا: ''خاکسار (مرزا بشیر احمد صاحب) کے ماموں ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ گھر میں ایک مرغی کے چوزہ کے ذبح کرنے کی ضرورت پیش آئی اور اس وقت گھر میں کوئی اور اس کام کو کرنے والا نہ تھا۔ اس لئے حضرت مرزا صاحب اس چوزہ کو ہاتھ میں لے کر خود ذبح کرنے لگے۔ مگر بجائے چوزہ کی گردن پر چھری پھیرنے کے غلطی سے اپنی انگلی کاٹ ڈالی جس سے بہت خون بہہ گیا اور آپ توبہ توبہ کرتے ہوئے چوزہ کو چھوڑ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ پھر وہ چوزہ کسی اور نے ذبح کیا۔ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے چونکہ کبھی جانور وغیرہ ذبح نہ کئے تھے۔ اس لئے بجائے چوزہ کی گردن کے اپنی انگلی پر چھری پھیرلی۔'' (سیرت المہدی حصہ دوم ص۴، مصنفہ مرزا بشیر احمد قادیانی)

دائیں بائیں کی شناخت: ''ایک دفعہ ایک شخص نے بوٹ تحفہ میں پیش کیا۔ آپ (مرزا قادیانی) نے اس کی خاطر اسے پہن لیا۔ مگر اس کے دائیں بائیں کی شناخت نہ کر سکتے تھے۔ دایاں پاؤں بائیں طرف کے بوٹ میں اور بایاں پاؤں دائیں طرف کے بوٹ میں پہن لیتے تھے۔ آخر اس غلطی سے بچنے کے لئے ایک طرف کے بوٹ پر سیاہی سے نشان لگانا پڑا۔''

(منکرین خلافت کا انجام مصنفہ جلال الدین شمس ص۹۶)

لباس وخوراک: ''بعض دفعہ جب حضور جراب پہنتے تو بے توجہی کے عالم میں اس کی ایڑی پاؤں کے تلے کی طرف نہیں بلکہ اوپر کی طرف ہو جاتی تھی اور بارہا ایک کاج کا بٹن دوسرے کاج میں لگا ہوتا تھا اور بعض اوقات کوئی دوست حضور کے لئے گرگابی (جوتا) ہدیۃً لاتا تو آپ بسا اوقات دایاں پاؤں بائیں میں ڈال لیتے تھے اور بایاں دائیں میں۔ چنانچہ اس تکلیف کی وجہ سے آپ دیسی جوتا پہنتے تھے۔ اسی طرح کھانا کھانے کا یہ حال تھا کہ خود فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں تو اس وقت پتہ لگتا ہے کہ کیا کھا رہے ہیں کہ جب کھانا کھاتے کھاتے کوئی کنکر وغیرہ کا ریزہ دانت کے نیچے آجاتا ہے۔'' (سیرت المہدی حصہ دوم ص۵۸)

جیب کے ڈھیلے: ''آپ کو (مرزا غلام احمد قادیانی) شیرینی سے بہت پیار ہے اور مرض بول بھی آپ کو عرصہ سے لگی ہوئی ہے۔ اس زمانہ میں آپ مٹی کے ڈھیلے بعض وقت جیب میں رکھتے تھے اور اسی جیب میں گڑ کے ڈھیلے بھی رکھ لیا کرتے تھے۔ اس قسم کی اور بہت سی باتیں ہیں جو اس پر شاہد ناطق ہیں کہ آپ کو اپنے یار ازل کی محبت میں ایسی محویت تھی کہ جس کے باعث اس دنیا سے بالکل بے خبر ہو رہے تھے۔''

(مرزا قادیانی کے حالات مرتبہ معراج دین عمر، تتمہ براہین احمدیہ ج۱ ص۶۹)

مرزا قادیانی توأم پیدا ہوئے ان کی توام بہن بچپن میں ہی انتقال کر گئی۔اسی وجہ سے طبعی طور پر وہ کمزور واقع ہوئے ہیں۔مندرجہ ذیل اقتباسات سے بالکل واضح ہے......

مراق کا مرض: ''مراق کا مرض حضرت مرزا صاحب کو موروثی نہ تھا۔ بلکہ یہ خارجی اثرات کے تحت پیدا ہوا تھا اور اس کا باعث سخت دماغی محنت، تفکرات غم اور سوہضم تھا۔جس کا نتیجہ دماغی ضعف تھا اور جس کا اظہار مراق اور دیگر ضعف کی علامات مثلاً دوران سر کے ذریعہ ہوتا تھا۔''

(رسالہ ریویو قادیان ص۱۰، اگست ۱۹۲۶ء)

''جب خاندان سے اس کی ابتداء ہو چکی تو پھر اگلی نسل میں بے شک یہ مرض منتقل ہوا۔ چنانچہ حضرت خلیفہ المسیح ثانی (میاں محمود احمد صاحب) نے فرمایا کہ مجھ کو بھی کبھی کبھی مراق کا دورہ ہوتا ہے۔'' (مضمون ڈاکٹر شاہ نواز قادیانی، مندرجہ رسالہ ریویو قادیان ص ۱۱، ۱۹۲۶ء)

خوفناک مرض: ''ایک مرض مجھے نہایت خوفناک تھی کہ صحبت کے وقت لیٹنے کی حالت میں نعوذ (یعنی انتشار) بکلی جاتا رہتا تھا۔جب میں نے نئی شادی کی تھی تو مدت تک مجھے یقین رہا کہ میں نامرد ہوں۔'' (مکتوبات احمدیہ (جدید) ج ۲ ص ۲۷، مکتوبات احمدیہ ج ۵ نمبر ۲ ص ۱۴ ص ۲۱)

ہسٹریا: ''ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے کئی دفعہ حضرت مسیح موعود سے سنا ہے کہ مجھے ہسٹریا ہے۔بعض اوقات آپ مراق بھی فرمایا کرتے تھے۔ لیکن دراصل بات یہ ہے کہ آپ کو دماغی محنت اور شبانہ روز تصانیف کی مشقت کی وجہ سے بعض ایسی علامات پیدا ہو جایا کرتی تھیں جو ہسٹریا کے مریضوں میں بھی عموماً دیکھی جاتی ہیں۔مثلاً کام کرتے کرتے یکدم ضعف ہو جانا، چکروں کا آنا، ہاتھ پاؤں کا سرد ہو جانا، گھبراہٹ کا دورہ ہو جانا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابھی دم نکلتا ہے یا کسی تنگ جگہ یا بعض اوقات زیادہ آدمیوں میں گھر کر بیٹھنے سے دل کا سخت پریشان ہونا وغیرہ۔'' (سیرت المہدی حصہ دوم ص ۵۵، مصنفہ مرزا بشیر احمد قادیانی)

ٹانک وائن: اخویم حکیم محمد حسین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

اس وقت میاں یار محمد بھیجا جاتا ہے۔آپ اشیائے خوردنی خود خرید دیویں اور ایک بوتل ٹانک وائن کی پلومر کی دکان سے خرید دیں۔مگر ٹانک وائن چاہئے اس کا لحاظ رہے باقی خیریت ہے۔والسلام! (مرزا غلام احمد عفی عنہ)

(خطوط امام بنام غلام ص ۵، مجموعہ مکتوبات مرزا غلام احمد قادیانی بنام حکیم محمد حسین قریشی قادیانی مالک دواخانہ رفیق الصحت لاہور)

اور اپنی صحت کو برقرار رکھنے کے لئے انہوں نے مروجہ شرعی حدود سے بھی بے نیازی ظاہر کی کمزور صحت اور بے انتہا ادویات کے استعمال نے حافظہ کی خرابی بھی پیدا کردی اور آخری عمر میں مراق اور ہاضمہ کی خرابی مستقل بیماریاں واقع ہوئیں اور آخر کار مئی ۱۹۰۸ء میں جب ہیضہ وبائی صورت اختیار کرگیا۔ مرزا قادیانی لاہور میں تشریف فرما تھے کہ ہیضہ نے آن لیا اور اسی بیماری نے مرزا قادیانی کے ساتھ اس ہنگامہ نبوت کو بھی ختم کردیا۔

کس کس سے چھپاؤ گے تحریک ریا کاری
محفوظ ہیں تحریریں مرقوم ہیں تقریریں
اک پردہ وفاداری صد سازش غداری
تعمیر کی آوازیں تخریب کی تدبیریں

مرزا قادیانی ایک نظر میں

۱...... ۴۰-۱۸۳۹ء: مرزا غلام احمد قادیانی کی ولادت۔

۶۸-۱۸۶۴ء: سیالکوٹ کی کچہری میں مرزا قادیانی کی قلیل تنخواہ پر ملازمت نیز مختاری کے امتحان میں شرکت اور ناکامی بالآخر ملازمت سے علیحدگی۔

۱۸۷۷: محکمہ ڈاک کی طرف سے مرزا قادیانی پر فوجداری مقدمہ اور بریت۔

۱۸۸۱ء: براہین احمدیہ حصہ اوّل وحصہ دوم کی اشاعت۔

۱۸۸۴ء: مجدد ہونے کا دعویٰ اور اس کا اشتہار واعلان۔

۱۸۸۸ء: بیعت لینے کا اشتہار واعلان۔ پیر مریدی کی ابتداء۔

۱۸۹۱ء: مسیح موعود اور مہدی ہونے کا دعویٰ اور اس کا اشتہار واعلان۔

۱۸۹۷ء: عریضہ بعالی خدمت گورنمنٹ انگریزی۔

(الملتمس خاکسار مرزا غلام احمد قادیانی)

۲...... جلسہ احباب بر تقریب جشن جوبلی بغرض دعا وشکر گزاری جناب ملکہ معظّمہ قیصر ہند دام ظلہا منجانب مرزا قادیانی۔

۳...... مرزا قادیانی پر انکم ٹیکس کا مقدمہ اور مرزا قادیانی کو انکم ٹیکس سے معافی۔

۴...... پنڈت لیکھرام کے قتل کے شبہ میں مرزا قادیانی کی خانہ تلاشی۔

۵...... مارٹن کلارک کی طرف سے مرزا قادیانی پر اقدام قتل کا فوجداری مقدمہ اور مرزا قادیانی کی بریت۔

۱۸۹۸ء: درخواست بحضور نواب لیفٹیننٹ گورنر بہادر دام اقبالہ،
(راقم خاکسار مرزاغلام احمد قادیانی)

۱۸۹۹ء: حضور گورنمنٹ عالیہ میں ایک عاجزانہ درخواست۔
(عریضہ خاکسار مرزاغلام احمد از قادیان)

حفظ امن کا مرزا قادیانی پر فوجداری مقدمہ اور بریت۔

۱۹۰۰ء: دینی جہاد کی ممانعت کا فتویٰ کہ دینی جہاد جو تلوار سے کیا جاتا تھا، خدا کے حکم کے ساتھ بند کر دیا گیا اور دین کے لئے لڑنا حرام ہو گیا۔

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال دین کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال

اپنی جماعت کا نام احمدی رکھنے کا اشتہار و اعلان اور سرکار سے استدعا کہ مردم شماری میں اسی نام سے اس فرقہ کو درج کیا جائے۔

۱۹۰۱ء: اپنے نبی ہونے کا دعویٰ اور اس کا اشتہار و اعلان۔

۱۹۰۳ء: قادیان میں منارۃ المسیح کی تعمیر کا اعلان۔

۱۹۰۴ء: اپنے کرشن ہونے کا دعویٰ اور اشتہار و اعلان۔

۱۹۰۵ء: قادیان میں بہشتی مقبرہ قائم ہونے کا اشتہار و اعلان۔

۱۹۰۸ء: فنانشل کمشنر پنجاب کا دورہ قادیان میں مرزا قادیانی کی طرف سے دعوت اور شاندار استقبال۔

وبائی ہیضہ سے چند گھنٹوں میں مرزا قادیانی کا ناگہانی انتقال۔ یہ تھی وہ حیات مستعار جو منصب رسالت کی داعی تھی۔ مرزا قادیانی کون سا دین فطرت لائے یا انہوں نے کس دین کی تجدید کی وہ ہنگامہ خیزی محض چند پیش گوئیوں اور ان پر مرزا قادیانی کی اپنی حاشیہ آرائی تھی۔

مرزا قادیانی کے اخلاق عالیہ

اخلاق حمیدہ درج کئے جاتے ہیں۔ جن سے ۱۹۰۲ء کے نبی کے بلند پایہ اور عالی ظرفی کی جھلک ملاحظہ ہو۔

۱...... جمیع مسلمانوں کے متعلق مرزا قادیانی کا ارشاد گرامی

’’کل مسلمانوں نے مجھے قبول کیا اور میری دعوت کی تصدیق کی۔ مگر کنجریوں کی اولاد جن کے دلوں پر اللہ نے مہر کر دی ہے وہ مجھے قبول نہیں کرتے۔‘‘

(آئینہ کمالات اسلام ص۵۴۷، خزائن ج۵ ص۵۴۷)

۲......توہین رسالت کبریٰ

الف...... ’’نبی کریم کے معجزات کی تعداد صرف تین ہزار ہے۔‘‘

(تحفہ گولڑویہ ص۴۰، خزائن ج۱۷ص۱۵۳)

جب کہ مرزا قادیانی نے اپنی تعداد دس لاکھ سے زیادہ بتائی ہے۔

(براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۵۶، خزائن ج۲۱ص۷۲)

ب...... ’’یہ بالکل صحیح بات ہے کہ ہر شخص ترقی کرسکتا ہے اور بڑے سے بڑا درجہ پاسکتا ہے۔ حتیٰ کہ محمد رسول اللہ ﷺ سے بھی بڑھ سکتا ہے۔‘‘ (اخبار الفضل مورخہ ۱۷؍جولائی ۱۹۲۲ء)

۳......توہین اہل بیت اطہار

’’ایک دن جب میں (مرزا قادیانی) عشاء کی نماز سے فارغ ہوا۔ اس وقت نہ تو مجھ پر نیند طاری تھی اور نہ ہی کوئی بے ہوشی کے آثار تھے۔ بلکہ بیداری کے عالم میں تھا۔ اچانک سامنے سے آواز آئی۔ آواز کے ساتھ دروازہ کھٹکھٹانے لگا۔ جلدی جلدی میرے قریب آرہے ہیں۔ بیشک یہ پنجتن پاک تھے۔ یعنی علی (کرم اللہ وجہہ) ساتھ اپنے بیٹوں کے اور دیکھتا ہوں کہ فاطمۃ الزہرہ نے میرا سر اپنی ران پر رکھ لیا اور میری طرف گھور گھور کر دیکھنا شروع کیا۔‘‘

(ترجمہ آئینہ کمالات اسلام ص۵۵۰، خزائن ج۵ص۵۵۰)

توہین حضرت عیسیٰ علیہ السلام

’’یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے۔ اس کا سبب تو یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ شراب پیا کرتے تھے۔ شاید کسی بیماری کی وجہ سے یا پرانی عادت کی وجہ سے۔‘‘

(حاشیہ کشتی نوح ص۶۵، خزائن ج۱۹ص۷۱)

(مگر ملاحظہ ہو حوالہ ٹانک وائن)

توہین انبیاء سابقین

’’میری آمد کی وجہ سے ہر نبی زندہ ہوگیا اور ہر رسول میری قمیص میں چھپا ہوا ہے۔‘‘

(درثمین فارسی ص۱۷۳)

علمائے امت کی توہین

’’اے بدذات فرقہ مولویان تم کب تک حق کو چھپاؤ گے۔ کب وہ وقت آئے گا کہ تم یہودانہ خصلت کو چھوڑ دو گے۔ اے ظالم مولویو! تم پر افسوس کہ تم نے جس بے ایمانی کا پیالہ پیا وہی

عوام کالانعام کو بھی پلایا۔‘‘ (انجام آتھم ص۲۱ حاشیہ،خزائن ج۱۱ص ایضاً)

اولیائے امت اور مشائخ ملت

’’بعض جاہل سجادہ نشین اور فقیری اور مولویت کے شتر مرغ...... یہ سب شیاطین الانس ہیں......اور میں اعلان سے کہتا ہوں کہ جس قدر فقراء میں سے اس عاجز کے مکفر یا مکذب ہیں۔ وہ تمام اس کامل نعمت مکالمہ الٰہیہ سے بے نصیب ہیں اور محض یاوہ گو اور ژاژ خا ہیں......مکذبین کے دلوں پر خدا کی لعنت ہے۔‘‘ (ضمیمہ انجام آتھم ص۱۸،۱۹،خزائن ج۱۱ص۳۰۲،۳۰۳)

اور بھی اس قسم کی سینکڑوں دشنام طرازیاں جو طوالت کے خوف سے درج نہیں کی گئیں موجود ہیں۔

ناظرین کرام کی خدمت میں اختصار کے ساتھ پیش کی گئی ہیں۔ جو خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ (ست بچن ص۲۱،خزائن ج۱۰ص۱۳۳) میں مرزا قادیانی نے خود فرمایا کہ ’’گالیاں دینا سفلوں اور کمینوں کا کام ہے۔‘‘ (ضرورۃ الامام ص۸،خزائن ج۱۳ص۴۷۸) کے اقتباس بھی ملاحظہ فرمائیں اور فیصلہ دیں۔

’’چونکہ اماموں کو طرح طرح کے اوباشوں، سفلوں اور بدزبان لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ اس لئے ان میں اعلیٰ درجہ کی اخلاقی قوت کا ہونا ضروری ہے تاکہ ان میں طیش نفس اور مجنونانہ جوش پیدا نہ ہو اور لوگ ان کے فیض سے محروم نہ رہیں۔ یہ نہایت قابل شرم بات ہے کہ ایک شخص خدا کا دوست کہلا کر پھر اخلاق رذیلہ میں گرفتار ہو اور درشت بات کا خود بھی متحمل نہ ہو سکے اور جو امام زماں کہلا کر ایسی کچی طبیعت کا آدمی ہو کہ ادنیٰ بات میں منہ میں جھاگ آتا ہے۔ آنکھیں نیلی پیلی ہوتی ہیں۔ وہ کس طرح سے امام زماں نہیں ہوسکتا۔‘‘ آپ اس کو پڑھ کر فیصلہ کریں کہ مرزا قادیانی اپنے ہی ارشادات (الوحی) کے کس حد تک پابند تھے اور ملاحظہ فرمائیں کہ کیا یہ منصب رسالت کے شایان شان ہے۔

پھر یہی نہیں مرزا قادیانی نے اس عجلت میں مدمقابل کے بارے میں ہلاکت اور تباہی کی پیش گوئیاں کیں اور بعدازاں جب وہ حسب منشاء پوری نہ ہوئیں تو تشریحات اور استعارات کا سہارا لے کر جس انداز سے ایک طویل سلسلہ بحث چھیڑا اور انہیں درست ثابت کرنے کی کوشش کی وہ بھی قابل غور ہے اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی سنت کے خلاف بھی ہے۔ حالانکہ پیش گوئیاں نہ تو نبوت کے فرائض منصبی سے تعلق رکھتی ہیں اور نہ ہی نبوت کا بنیادی لازمہ ہیں اور نہ ہی دیگر احباب

جن میں مشہور نجومی اور ہمارے ہاں کے ولی نعمت اللہؒ بھی شامل ہیں، کی پیش گوئیاں درست ثابت ہوکر ان کے لئے کوئی نبوت کا منصب حاصل کر سکیں۔ مرزا قادیانی کی اکثر و بیشتر پیش گوئیاں درست ہی نہیں نکلیں اور جس انداز سے ان غلط پیش گوئیوں پر حاشیہ آرائی اور پردہ پوشی کی گئی ان سے بعد کا پہلو نظر آتا ہے اور اس کی کوئی تردید نہیں جو مرزا قادیانی نے جھوٹی پیش گوئیوں کو سچا ثابت کرنے کی وکالت میں پیش کیں۔ ان سے ان کی بسیار نویسی کا پہلو ضرور نمایاں ہوتا ہے۔ لیکن علمی تحقیق میں اس کی جھلک تک نظر نہیں آتی۔ بلکہ ایسی کتابیں سنجیدگی اور صداقت کے خلاف ثقاہت اور بے قراری میں شمار ہوتی ہیں۔ ان کو کلام نبوت اور مزاج نبوت سے کوئی نسبت نہیں۔

فاران کی مہم

پہلا قدم...... مرزا قادیانی مبلغ اسلام کی حیثیت سے میدان عمل میں آئے۔ ۱۸۸۸ء تک کی تصانیف سے موضوع سخن مسیحیت سناتن دھرم اور آریہ سماج رہا۔ براہین احمدیہ کی تصنیف ۱۸۷۹ء میں شروع ہوئی۔ (سیرت المہدی ج۲ ص۱۰)

’’اور مصنف نے ذمہ داری لی کہ اسلام کی صداقت میں تین سو دلیلیں پیش کرے گا۔ بالآخر یہ کتاب چھپ کر بازار میں آئی۔ جس میں پہلی مرتبہ مرزا قادیانی نے اظہار کیا کہ وہ اسلام کی صداقت ظاہر کرنے کے لئے خدا کی طرف سے مامور ہیں۔ یہ کتاب چار جلدوں تک چھپی۔ ۱۸۸۴ء کے بعد سلسلہ تصنیف رک گیا اور پانچویں جلد پورے پچیس سال بعد منظر عام پر آئی۔ الغرض بیشتر لوگ جنہوں نے پانچویں جلد کے لئے پیشگی رقوم جمع کرائی تھیں، انتقال کر چکے تھے اور کچھ نے ناگواری کا اظہار کیا۔ مرزا قادیانی نے براہین احمدیہ کی پچاس جلدیں لکھنے کا وعدہ کیا تھا۔ مگر بقول خود پانچ پر اکتفا کیا گیا۔ پہلے پچاس حصے لکھنے کا ارادہ تھا۔ مگر پچاس سے پانچ پر اکتفا کیا گیا اور چونکہ پچاس اور پانچ کے عدد میں صرف ایک نقطہ کا فرق ہے۔ اس لئے پانچ حصوں سے وہ وعدہ پورا ہوگیا۔‘‘ (دیباچہ براہین احمدیہ جلد پنجم ص۷، خزائن ج۲۱ ص۹)

تین سو دلائل جو آپ نے لکھنے تھے اس میں سے مطبوعہ براہین احمدیہ میں صرف ایک ہی دلیل بیان ہوئی اور وہ بھی نامکمل طور پر۔ (سیرت المہدی جلد اوّل ص۷)

اور یوں اپنے آپ کو مامور من اللہ ثابت کرنے پر پہلا مرحلہ طے ہوا۔ ۱۸۸۶ء میں مرزا قادیانی نے سرمہ چشم آریہ کے نام سے دوسری تصنیف کی جدید کتاب مناظرہ مذاہب کے

متعلق تھی۔ انہیں دو کتب کے بعد مرزا قادیانی کو اپنے علمی وسعت کا انکشاف ہوا اور اس طرح مسیحیت اور آریہ سماج سے ان کا رخ مسلمانوں کے دعوت مناظرہ ومقابلہ کی طرف مڑ گیا۔

دوسرا م قدم...... ۱۸۹۰ء تک مرزا قادیانی کا دعویٰ مجدد اور مامور ہونے کا تھا۔ فرماتے تھے کہ مجھے اصلاح خلق کے لئے مسیح ناصری کے رنگ میں قائم کیا گیا ہے۔ مجھے مماثلت ہے۔

(سیرۃ المہدی حصہ اوّل ص ۳۹)

بعد ازاں حکیم نورالدین صاحب کی مشاورت پر انہوں نے اپنے فکر کو نیا رخ دیا۔ جو کچھ آں مخدوم نے تحریر فرمایا کہ اگر دمشقی حدیث کے مصداق کو علیحدہ چھوڑ کر الگ مسیح کا دعویٰ ظاہر کیا جائے تو اس میں ہرج کیا ہے۔ درحقیقت اس عاجز کو مثیل مسیح بننے کی کچھ حاجت نہیں۔ یہ بننا چاہتا ہے کہ خداتعالیٰ اپنے عاجز اور مطیع بندوں میں داخل کر لیوے۔ لیکن ہم ابتلاء سے کسی طرح بھاگ نہیں سکتے۔ خداتعالیٰ نے ترقیات کا ذریعہ صرف ابتلاء کو ہی رکھا ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے: ’’احسب الناس ...... لا یفتنون‘‘ (مکتوبات احمدیہ ج۲ ص۹۸)

تیسرا قدم...... حکیم نورالدین صاحب کی مشاورت کے اثر نے ایک تاریخی فیصلہ کروا ڈالا اور مرزا قادیانی نے باقاعدہ ہونے کا اعلان کر دیا۔ ’’اس نزول سے مراد درحقیقت مسیح بن مریم کا نزول نہیں۔ بلکہ استعارہ کے طور پر ایک مثیل مسیح کے آنے کی خبر دی گئی ہے۔ جس کا مصداق حسب اعلام والہام الٰہی یہی عاجز ہے۔‘‘ (توضیح المرام ص۱، خزائن ج۳ ص۵۱)

اس کے بعد جوں جوں نبوت کے ابتدائی مدارج قائم ہوتے گئے مرزا قادیانی بلاخطر اپنے سابقہ اقوال اور الوحی سے بے نیازی کا اظہار فرما کر بکمال سرعت منصب جلیلہ پر پہنچنے کی سعی فرماتے رہے۔ ملاحظہ ہو: ’’وہ وعدہ کر چکا ہے کہ بعد آنحضرت کے کوئی رسول نہیں بھیجا جائے گا۔‘‘

(ازالہ اوہام ص۵۸۶، خزائن ج۳ ص۴۱۶)

مگر اپنے لئے جگہ مخصوص کرالی اور فرمایا:

چوتھا قدم...... ’’اور یہ بات ہم کئی مرتبہ لکھ چکے ہیں کہ خاتم النّبیین کے بعد مسیح ابن کا آنا فساد عظیم کا موجب ہے۔ اس سے یا تو یہ ماننا پڑے گا کہ وحی کا سلسلہ پھر جاری ہو جائے گا اور یا یہ قبول کرنا پڑے گا کہ خداتعالیٰ مسیح ابن مریم کو لوازم نبوت سے الگ کر کے اور محض ایک امتی بنا کر بھیجے گا اور یہ دونوں صورتیں متمنع ہیں۔‘‘ (ازالہ ص۵۴۴، خزائن ج۳ ص۳۹۴)

دراصل یہ انکشاف انہوں نے بروقت کیا کہ اگر مسیح آویں تو نبوت کھل جائے گی اور

چونکہ نزول مسیح پر سب مسلمانوں کا ایمان ہے۔ لامحالہ ان میں سے ایک ضرور سچ ہوگا اور بالآخر انجام کار وحی نے انہیں مسیح موعود بنادیا۔

۱۸۹۳ء میں لکھتے ہیں: ''چونکہ ہمارے سید ورسول خاتم الانبیاء ہیں اور بعد آنحضرتﷺ کے کئی نبی نہیں آسکتا۔'' (شہادۃ القرآن ص۲۸، خزائن ج۶ ص۳۲۴)

پانچواں قدم...... ''نبی تو اس امت میں آنے سے رہے۔ اب اگر خلفاء نبی بھی نہ آویں اور وقتاً فوقتاً روحانی زندگی کے کرشمے نہ دکھلاویں تو پھر اسلام کی روحانیت کا خاتمہ ہو جائے گا۔''

(شہادۃ القرآن ص۶۰، خزائن ج۶ ص۳۵۵)

مگر فوراً ہی سنبھلے اور مذکورہ بالا حوالہ جات کی رو سے جو گنجائش وہ اپنے لئے رکھ چکے تھے اس میں متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ ''یہ کس قدر لغو اور باطل عقیدہ ہے کہ اس میں خیال کیا جائے گا کہ بعد آنحضرتﷺ کے وحی الٰہی کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہوگیا اور آئندہ کو قیامت تک اس کی کوئی بھی امید نہیں...... کیا ایسا مذہب کچھ مذہب ہوسکتا ہے۔''

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱۸۳، خزائن ج۲۱ ص۳۵۴)

چھٹا قدم...... پھر فرمایا: ''میرا دعویٰ یہ ہے کہ میں وہ مسیح موعود ہوں جس کے بارے میں خدا تعالیٰ کی تمام کتابوں میں پیش گوئیاں ہیں۔'' (تحفہ گولڑویہ ص۱۱۸، خزائن ج۱۷ ص۲۹۵)

اس کے ساتھ ہی ایک زوردار الہام ہوا کہ تمام کس بل نکل گئے۔ ''اس (اللہ) نے براہین احمدیہ کے تیسرے حصہ میں میرا نام مریم رکھا...... میں نے دو برس تک صفت مریمیت میں پرورش پائی پھر...... مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا اور آخر کئی مہینے کے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا۔''

(کشتی نوح ص۴۷، خزائن ج۱۹ ص۵۰)

ہوسکتا ہے یہ اشارہ بھی اسی ضمن میں ہوا ہو۔

''حضرت مسیح موعود نے ایک موقعہ پر اپنی حالت یہ ظاہر فرمائی کہ کشف کی حالت میں مجھ پر یوں طاری ہوئی کہ گویا آپ عورت ہیں اور اللہ تعالیٰ نے رجولیت کی قوت کا اظہار فرمایا۔''

(ٹریکٹ نمبر۳۴، اسلامی قربانی ص۱۲، مصنفہ قاضی یار محمد)

مہم کی کامیابی

جب مرزا قادیانی کو اطمینان ہوگیا کہ لوگوں کی عقیدت اور ان کا جذبہ اطاعت اس درجہ پر پہنچ چکا ہے اور انتظار کی گھڑیاں ختم ہوچکی ہیں تو ۱۹۰۰ء میں جمعہ کے خطبہ میں مولوی

عبدالکریم صاحب نے مرزا قادیانی کو نبی اور رسول کہہ کر پکارا۔ جب حاضرین میں سے ایک صاحب نے استفسار کیا تو مرزا قادیانی نے اعلان کو درست تسلیم کیا۔

(ماخوذ از تقریر سید سرور شاہ قادیانی الفضل جلد نمبر۱۰، نمبر۵۱، مورخہ ۴؍جنوری ۱۹۲۳ء)

اور یوں کھلم کھلا اعلان نبوت ہوگیا۔ مگر پھر بھی عوام کے جذبات جوش کو روکنے کے لئے فرمایا: ''ابتداء سے میرا بھی مذہب ہے کہ میرے دعویٰ کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہوسکتا۔'' (تریاق القلوب ص۱۳۰، خزائن ج۱۵ ص۴۳۲)

یہ سب کچھ سوچ سمجھ کر کرنے کے باوجود بعض ایسے سہو ہوئے کہ تاریخ اعلان نبوت کا تعین خود مرزا قادیانی سے نہ ہوسکا۔

جون ۱۹۰۰ء کی تصنیف اربعین میں فرمایا: ''یہ دعویٰ منجانب اللہ ہونا اور مکالمات الٰہیہ کا قریباً تیس برس سے ہے۔'' (اربعین نمبر۳ ص۶، خزائن ج۱۷ ص۳۹۱)

۱۹۰۰ء سے تیس گھٹائیں تو باقی ۱۸۷۰ رہ جاتا ہے۔ مگر تحفہ گولڑویہ میں فرمایا ہے۔ ''میرے دعویٰ کے وقت رمضان کے مہینے میں اسی صدی یعنی چودھویں صدی ۱۳۱۱ھ میں خسوف کسوف ہوگیا۔'' (تحفہ گولڑویہ ص۲۷، خزائن ج۱۷ ص۱۳۲)

اس میں دعویٰ کا وقت ۱۳۱۱ھ بتایا گیا ہے۔ جو ۱۸۹۲ء کے مطابق ہے۔ گویا ایک روایت کے مطابق ۱۸۷۰ء سے مامور ہوئے، اور دعویٰ کا وقت دوسری روایت کے مطابق ۱۸۹۴ء ہے۔ آخر مامور ہونے کے بعد اتنی مدت تک دعویٰ نہ کرنے میں کیوں تأمل تھا اور کیا دعویٰ سے قبل عوام کو تحریر وتقریر سے اعتماد میں لینا ضروری تھا اور کیا اس میں خصوصیت کے ساتھ منشا ایزدی بھی تھی کہ فوری دعویٰ کا ردعمل غلط ثابت ہوکر کئے کرائے پر پانی پھیر دے گا۔

اس کے بعد مزاحمت کا دور شروع ہوگیا۔

آپ نے فرمایا اور اکثر فرمایا کہ: ''گالیاں دینا شرفا کا کام نہیں۔ تحریر میں سخت گالیاں دینا...... اور بدزبانی کرنے اور اپنے مخالفانہ جوش کو انتہاء تک پہنچانا کیا اس عادت کو خدا پسند کرتا ہے۔ یا اس کو شیوہ شرفا کہتے ہیں۔'' (آسمانی فیصلہ ص۷، خزائن ج۴ ص۳۱۹)

مگر ان کے خیال میں بدگمانی نہ تھی۔ ''اس زمانہ کے مہذب ڈوم اور نقال بھی تھوڑا بہت حیا کو کام میں لاتے ہیں اور پشتوں کے سفلے بھی ایسا کمینگی اور شیخی سے بھرا ہوا تکبر...... زبان پر نہیں لاتے۔'' (آسمانی فیصلہ ص۷، خزائن ج۴ ص۳۲۰)

''ان لوگوں نے چوروں، قزاقوں اور حرامیوں کی طرح اپنی محسن گورنمنٹ پر حملہ شروع

کر دیا۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۲۴۷، خزائن ج۳ص۴۹۰ حاشیہ)

(کنجریوں کے بچے کے بغیر جن کے دلوں میں اللہ نے مہر لگادی ہے۔ باقی سب میری نبوت پر ایمان لا چکے ہیں)

دشمن ہمارے بیابانوں کے خنزیر ہوگئے اوران کی عورتیں کتیوں سے بڑھ گئیں۔

(نجم الہدیٰ ص۱۰، خزائن ج۱۴ص۵۳)

لیکن ۱۹۰۱ء کی پنجاب کی آبادی ایک کروڑ پچانوے لاکھ اناسی ہزار چھیالیس تھی۔ جس میں اکثریت مسلمانوں کی تھی اورتب مردم شماری ۱۹۰۱ء احمدیوں کی تعداد اٹھارہ ہزار چھ سو پچانوے تھی۔ گویا کل منکرین جو بحوالہ بالاحوالہ کی زد میں آئے تھے ان کی کم ازکم تعداد ایک کروڑ پچانوے لاکھ اور ساٹھ ہزار تھی۔ اب قارئین نوٹ فرمالیں کہ منکرین کی تعداد کتنی تھی اور کنجریوں کے بچے کتنے تھے؟

فاران کی مہم کا حاصل مقصد

اس قضیے کو نمٹانے کے بعد مرزا قادیانی اپنے اصلی مطلب کی طرف آئے۔ ایک درخواست ۱۸۹۸ء میں گورنر پنجاب کو لکھی۔

’’دوسرا امر قابل ذکر یہ ہے کہ میں ابتدائی عمر سے اس وقت تک قریباً ساٹھ برس کی عمر تک پہنچا ہوں۔ اپنی زبان اور قلم سے اس کام میں مشغول ہوں تاکہ مسلمانوں کے دلوں کو گورنمنٹ انگلشیہ کی سچی محبت اور خیر خواہی اور ہمدردی کی طرف پھیر دوں اوران کے بعض کم فہموں کے دلوں سے غلط خیال جہاد وغیرہ کے دور کروں...... اور میں دیکھتا ہوں مسلمانوں کے دلوں پر میری تحریروں کا بہت ہی اثر ہوا اور لاکھوں انسانوں میں تبدیلی پیدا ہوگئی۔‘‘

(تبلیغ رسالت ج۷ص۱۰، مجموعہ اشتہارات ج۳ص۱۱)

اگست ۱۸۹۹ء کو لکھی گئی کتاب میں فرماتے ہیں: ’’مجھ سے سرکار انگریزی کے حق میں جو خدمت ہوئی وہ یہ تھی کہ میں نے پچاس ہزار کے قریب کتابیں اور رسائل اور اشتہارات چھپوا کر اس ملک اور نیز دوسرے بلاد اسلام میں اس مضمون کے لئے شائع کئے۔ گورنمنٹ انگریزی ہم مسلمانوں کی محسن ہے۔ لہٰذا ہر مسلمان کا فرض ہونا چاہئے کہ اس گورنمنٹ کی سچی اطاعت کرے اور دل سے اس دولت کا شکر گزار اور دعا گو رہے اور یہ کتابیں میں نے مختلف زبانوں میں یعنی اردو، فارسی، عربی میں تالیف کر کے اسلام کے تمام ملکوں میں پھیلا دیں۔ یہاں تک کہ اسلام کے دو مقدس شہروں مکے اور مدینے میں بھی بخوبی شائع کر دیں اور روم کے پایہ تخت قسطنطنیہ اور بلاد

شام اور مصر اور کابل اور افغانستان کے متفرق شہروں میں جہاں تک ممکن تھا اشاعت کر دی گئی۔ جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ لاکھوں انسانوں نے جہاد کے وہ غلیظ خیالات چھوڑ دیئے جو نافہم ملاؤں کی تعلیم سے ان کے دلوں میں تھے۔ یہ ایک ایسی خدمت مجھ سے ظہور میں آئی ہے کہ مجھے اس بات پر فخر ہے کہ برٹش انڈیا کے تمام مسلمانوں میں سے اس کی نظیر کوئی مسلمان دکھلا نہیں سکا۔''

(ستارہ قیصریہ ص۳،۴، خزائن ج۱۵ ص۱۱۴)

گویا مسلمانوں کے غیض وغضب کو دور کرنا ہی فرائض نبوت میں شامل تھا۔ جس کے لئے دور دراز ممالک اسلامیہ کو بھی انگریز کی غلامی پر مجبور کیا اور ساتھ ہی صریح بھی فرمادی۔

''میں اس بات کا اقراری ہوں کہ جب کہ بعض پادریوں اور عیسائی مشنریوں کی تحریر نہایت سخت ہوگئی اور حد اعتدال سے بڑھ گئی اور بالخصوص پرچہ ''نور افشاں'' میں جو ایک عیسائی اخبار لدھیانہ سے نکلتا ہے نہایت گندی تحریریں شائع ہوئیں اور ان مؤلفین نے ہمارے نبی ﷺ کی نسبت نعوذ باللہ ایسے الفاظ استعمال کئے...... تو مجھے ایسی کتابوں اور اخباروں کے پڑھنے سے یہ اندیشہ دل میں پیدا ہوا کہ مبادا مسلمانوں کے دلوں جو ایک جوش رکھنے والی قوم ہے۔ ان کلمات کا کوئی سخت اشتعال دینے والا اثر پیدا ہو تب میں نے ان جوشوں کو ٹھنڈا کرنے کے لئے صحیح اور پاک نیت سے یہی مناسب سمجھا کہ اس عام جوش کو دبانے کے لئے حکمت عملی یہی ہے کہ ان تحریرات کا کسی قدر سختی سے جواب دیا جائے۔ تا سریع الغضب انسانوں کے جوش فرو ہو جائیں اور ملک میں کوئی بے امنی پیدا نہ ہو۔'' (ضمیمہ نمبر۳ منسلکہ کتاب تریاق القلوب ص ج، خزائن ج۱۵ ص۴۹۰)

بعنوان ''حضور گورنمنٹ عالیہ میں ایک عاجزانہ درخواست''

مرزا قادیانی حکومت برطانیہ کا اقبال اور اس کی وسعت واستحکام دیکھ کر یقین رکھتے تھے کہ انگریزی حکومت کو ہندوستان میں کبھی زوال نہیں آئے گا۔ تعجب ہے کہ انہیں کون سا علم فطرت دیا گیا تھا۔ جس کی بناء پر وہ اس زعم میں پڑ گئے کہ انگریز سامراج جسے اسلامی معاشرت اور خدا کی حاکمیت کا دور سے بھی تعلق نہیں۔ ہمیشہ قائم ودائم ہی رہے گی۔ اپنی اس کم فہمی اور کوتاہ بینی سے اپنی قسمت کو انگریز سامراج سے وابستہ کر دیا۔ گویا مرزا قادیانی دینی ضرورت اور سیاسی بصیرت کا صرف سطحی مطالعہ رکھتے تھے۔ جس انگریز حکمران کی پناہ انہوں نے تلاش کی اور اس کے اقبال کے لئے دردمندانہ دعائیں کرتے رہے۔ نصف صدی کے بعد روئے زمین کے غالب حصہ کی حکومت سے دستبردار ہوگئے۔

تعجب ہے کہ مرزا قادیانی کا سب سے پہلا مخاطب عیسائی مذہب تھا اور سوال پیدا ہوتا ہے

کہ انگریز نے کیوں انتقام نہ لیا۔ ہوسکتا ہے کسی اور مذہب سے ایسا نبی پیدا ہوتا تو انگریز کی رگ حمیّت پھڑکتی۔ مگر جب دیکھا کہ مرزا قادیانی عیسائیت کو نقصان پہنچانے کی بجائے اسلام کو زیادہ مشکل میں پھنسائیں گے تو اس نے چشم پوشی سے ہی کام نہ لیا۔ بلکہ انہیں معاونت بھی بخشی کہ وہ اپنا رخ اسلام کی طرف موڑ دیں اور مسلمانان ہند کے لئے وجہ توجہ نہیں یہی وجہ ہے کہ مرزا قادیانی کے پیروکاروں میں زیادہ مسلمانوں کی تعداد تھی۔ عیسائی تو بہت کم ہی ان کے اس پیغام کی طرف متوجہ ہوئے۔

اب بھی دھواں دھار بیانات اور اطلاعات شائع ہوتی رہتی ہیں کہ غیرممالک خصوصاً افریقہ میں وہ کافی لوگوں کو اسلام سے روشناس کرا کے احمدیت کے حلقہ بگوش کررہے ہیں۔ ان کو یورپین اور امریکی ممالک میں مساجد کی تعمیر کی اجازت اور فراخ دلی سے ملکی اعانت کرنے کا مقصد بھی ظاہر ہے۔ مرزا قادیانی جس قتل خنزیر کے لئے مبعوث ہوئے۔ دراصل وہ جادو الٹا اثر کررہا ہے جو لوگ احمدیت کی سرگرمیوں کی بدولت مشرف بہ اسلام ہورہے ہیں۔ وہ دراصل ایک وقت آنے پر خود مسلمانوں کے لئے سب سے بڑے نزاع کا باعث بنیں گے اور خدانخواستہ مسلمانوں کی عدم توجہی سے غیرممالک کے کسی ایک کونہ میں بھی وہ اپنی واضح جمعیت بنانے میں کامیاب ہو گئے تو یہ اسلام کی سب سے بڑھ کر بدنصیبی ہوگی اور مسلمانان عالم کے لئے ایک چیلنج ہوگا۔

شاہجہان مسجد اور ووکنگ مسجد سے تعلق رکھنے والے مسلمان یقیناً بقیہ مسلمانان عالم سے دینی بغض بھی رکھتے ہوں گے اور نتیجتاً ''گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے'' عالم اسلام کے لئے ہی راستے کا روڑا بن جائیں گے۔ احمدی اب بھی یہی اعلان کرتے ہیں کہ مرزا قادیانی کے آنے پر قتل خنزیر اور کسر صلیب کا کام خود عیسائی حکومتوں کے اندر زور شور سے جاری ہے۔ کیا کوئی ادنیٰ عقل رکھنے والا بھی اس حقیقت سے انکار کرسکتا ہے کہ صلیبوں کو توڑنے اور خنزیروں کو قتل کرنے والے ان کے اپنے ملکوں میں پھیل رہے ہیں اور وہ اس سے غافل ہوں گے۔ یقیناً اب ایسا نہیں ہوسکتا۔ اگر فی الواقع عیسائی اقوام اس کھلی حقیقت سے آشنا ہیں تو کس استحقاق کی بناء پر وہ احمدیوں کی فراخ دلی سے مالی اور اخلاقی امداد کررہے ہیں۔ مگر یاد رکھئے:

انگریز مشنریاں غافل نہیں تجاہل عارفانہ سے کام لیتے ہیں اور پوری طرح مطمئن ہیں کہ فتنہ خود اسلام کے لئے بہت بڑی پریشانی ہوگی۔ نہ قتل خنزیر ہوگا اور نہ صلیب تباہ ہوگی اور نہ ہی حیات ممات مسیح کے مسئلہ پر فصیح وبلیغ مقالات عیسائیت کو متاثر کرسکیں گے اور نہ ہی اس پیغمبرانہ انکشاف پر عیسائی مذہب متاثر ہوسکتا ہے اور اگر ہو بھی گیا تو اس سے اسلام کا غلبہ نہیں ہوگا۔ احمدیت کا بھلا ہوگا۔

مرزا قادیانی کے ظہور کے بعد ہی مسلمانان عالم طرح طرح کے سامراجیت کے چکروں میں پھنس گئے۔ قاتل خنزیر کے پرامن مشن نے ہی اسرائیل حکومت کا طمانچہ مسلمانان عالم کے منہ پر مارا۔ کسر صلیب کے مشنریوں کی موجودگی میں وہ پورے مشرق وسطی پر چھا گئی۔ سوچ رہے ہیں امریکہ اور برطانیہ عالم اسلام کے احتجاج کے باوجود بھی اگر اسرائیل کی کھل کر حمایت کر رہے ہیں اور دوسری طرف جی بھر کر احمدی مشنریوں کے ممنون بھی ہو رہے ہیں تو اس سے نتیجہ نکالنا کچھ مشکل نہیں۔

آج انگریز کا یہ خود کاشتہ پودا ہی انگریزی درباروں میں باریابی حاصل کرنے میں کامیاب ہے۔ آج احمدی بتائیں کہ مرزا قادیانی نے انگریزی حکومت کی حمایت کے لئے کیوں جہاد حرام قرار دیا اور کیا وہ پرامن جہاد کس طرح سے اسرائیلی خطرہ سے اسلام کو بچا سکتا ہے۔

مکہ مکرمہ اور قادیان مرزا قادیانی کی نظر میں

کتاب کا نام حقیقت الرؤیا ص۴۵،۴۶، مطابق ۱۳۳۶ھ

(مرتبہ غلام نبی ایڈیٹر الفضل قادیان)

مرزا بشیرالدین محمود صاحب: مرزا قادیانی کے الفاظ کو اپنی تقریر میں یوں نقل کرتے ہیں:

۱...... ’’اس زمانہ میں خداتعالیٰ نے قادیان کو تمام دنیا کی بستیوں کی ام قرار دیا ہے۔ اس لئے اب وہی بستی پورے طور پر روحانی زندگی پائے گی۔

۲...... حضرت مسیح موعود نے اس کے متعلق بڑا زور دیا ہے اور فرمایا ہے کہ جو بار بار یہاں نہیں آتے مجھے ان کے ایمان کا خطرہ ہے۔ پس جو قادیان سے تعلق نہیں رکھے گا وہ کاٹا جائے گا۔ تم ڈرو کہ تم میں سے نہ کوئی کاٹا جائے۔ پھر یہ تازہ دودھ کب تک رہے گا۔ آخر ماؤں کا دودھ بھی سوکھ جایا کرتا ہے۔ کیا مکہ اور مدینہ کی چھاتیوں سے یہ دودھ سوکھ گیا کہ نہیں۔‘‘

اس کے علاوہ مرزا قادیانی نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے متعلق ایسے نازیبا اور غیر شائستہ الفاظ میں اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے۔ جن کو قلم لکھنے سے قاصر ہے۔

تبصرہ

حضرت مولانا مفتی محمود صاحب سابق ممبر قومی اسمبلی پاکستان میں نے بشارت مسیح علیہ السلام مصنفہ وقار حسین طاہر بی.اے پڑھی۔ ماشاءاللہ موصوف نے بڑی محنت اور جانفشانی سے اناجیل کے حوالہ جات سے اسلام کی تصانیف پر واضح دلائل سے حق کو ثابت فرمایا ہے۔

موصوف نے قرآن کی صداقت اور ابدیت پر غیر مسلم حضرات کے اقوال پیش فرما کر انصاف پسند افراد کی ہدایت کا راستہ ہموار کر دیا ہے۔ **والفضل ما شهد تبه الاعداء** ۔کتاب کی زبان شستہ اور عام فہم ہے۔ مصنف کے خلوص وصداقت نے الفاظ میں وہ تاثیر بھر دی ہے جس سے قلوب کو آسانی سے منور کیا جا سکتا ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مصنف کی اس کوشش کو قبول فرما کر ان کے لئے سرمایۂ آخرت بناوے اور اس کو انسانیت کی ہدایت کا ذریعہ بنائے۔ آمین!

محمود خادم الحدیث بقاسم العلوم ملتان شہر

نائب امیر جمعیت العلمائے اسلام (مغربی پاکستان)

صحیح العقیدہ مسلمان کے عقائد

ہمارا خدا

''قل اعوذ برب الناس. ملک الناس. اله الناس (سورة الناس)''

ہمارا پیغمبر

''وما ارسلنک الا کافة للناس بشيراً ونذيراً (سورة سبا)''

ہمارا قرآن

''هدی للناس وبينت من الهدیٰ''

ہمارا قبلہ

''ان اوّل بيت وضع للناس للذی ببكة مباركاً وهدیً للعلمين (سورة آل عمران)''

ان عقائد کا منکر دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

شمع ہدایت

قطع نظر اس کے کہ مرزا قادیانی جو ہدایت وروشنی لے کر آئے وہ دین الحق کے کس حد تک منافی ہے۔ اس ضمن میں ایسے حوالہ جات اکثر ملتے ہیں کہ ان کا مذہب دین اسلام سے بالکل الگ ہے۔ بنیادی طور پر اپنے مذہب میں انہوں نے ''انتم الاعلون ان کنتم مؤمنین'' سے گزر کر اسے دو مخصوص حصوں میں بانٹ دیا ہے۔ ''اطـــاع الله'' اور دوسرے اس سلطنت کی

اطاعت جس نے امن قائم کیا ہو۔ حالانکہ اگر خالق اکبر کی طرف سے کوئی ہدایت آتی تو جیسا کہ غلبہ اسلام ایک بنیادی ضرورت تھی۔ مرزا قادیانی کو دوسری امن قائم کرنے والی سلطنت کی اطاعت کو بنیادی ضرورت کی بصارت عطاء نہ کی جاتی بلکہ اس کی اہمیت ثانوی ہی رہتی ہے۔

مرزا بشیر الدین محمود صاحب نے اپنے خطبات میں اکثر و بیشتر مذہب مرزا کو دین الحق سے الگ کر دیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

''یہ غلط ہے کہ دوسرے لوگوں سے ہمارا اختلاف صرف وفات مسیح اور چند مسائل میں ہے۔ اللہ کی ذات رسول کریم ﷺ، قرآن، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ غرض کہ آپ نے تفصیل سے بتایا کہ ایک ایک بات میں ہمیں ان سے اختلاف ہے۔'' (اخبار الفضل مورخہ ۳؍جولائی ۱۹۳۱ء)

اور یہ کہ: ''حضرت خلیفہ اوّل نے اعلان کیا تھا کہ ان کا (مسلمانوں کا) اسلام اور ہے اور ہمارا اور ہے۔'' (الفضل مورخہ ۳۱؍دسمبر ۱۹۱۴ء)

مرزا قادیانی اطاع اللہ کے متعلق تو دور کی کوڑی نہیں لائے۔ مگر اس وقت کی حکومت برطانیہ کی حمایت پر اپنی تمام تروجی کو مخصوص کر دیا تھا۔ ہوسکتا ہے کہ ان کے مذہب میں اطاع اللہ کے بعد بنیادی ضرورت انگریز حکومت کی اطاعت ہو۔ جیسا کہ مرزا قادیانی نے خود بھی اقرار کیا ہے۔ ''سو میرا مذہب جس کو میں بار بار ظاہر کرتا ہوں یہی ہے کہ اسلام کے دو حصے ہیں۔ ایک یہ کہ خدا تعالیٰ کی اطاعت دوسرے اس سلطنت کے جس نے امن قائم کیا ہے...... سو وہ سلطنت حکومت برطانیہ ہے...... اگر ہم گورنمنٹ برطانیہ سے سرکشی کریں تو گویا اسلام اور خدا رسول سے سرکشی کرتے ہیں۔'' (شہادت القرآن ص ۴، خزائن ج ۶ ص ۳۸۰، ۳۹۰)

مرزا قادیانی کی تحریر سے صاف عیاں ہے کہ مرزا قادیانی کا مذہب صرف گورنمنٹ برطانیہ کی اطاعت تھا۔ جیسا کہ انہوں نے خود حکومت برطانیہ کی سرکشی کو خدا اور رسول اور اسلام کی سرکشی گردانا ہے۔ جہاں کہیں اللہ کی اطاعت کا ذکر آیا ہے وہ محض رسمی ہے۔ عملاً نہیں ہے۔

مرزا قادیانی کے ارشادات عالیہ ملاحظہ فرمایئے اور آپ اندازہ لگائیں کہ مرزا قادیانی نے اس غیر اسلامی اور مخالف اسلام حکومت سے جس طرح اپنی نیاز مندی کا اظہار کیا ہے یہی نہیں انہوں نے محض ایک ایسے انگریز سامراج کی خوشنودی کے لئے جو روئے زمین پر خدا کی حاکمیت کے تصور سے نا آشنا تھا، حرمت جہاد کا پرچار صرف مسلمانان ہند ہی میں نہ کیا جن کے...... ہوسکتے تھے۔ بلکہ بقول مرزا قادیانی دیگر اسلامی ممالک کو حرمت جہاد کا قائل کر کے انگریز سامراج کو پھلنے پھولنے کا موقع فراہم کیا اور مسلمانوں کو محکوم بنانے کی کوشش کی۔ اس کو اس منصب و مقام سے کچھ

مناسبت نہیں جس کے وہ مدعی تھے۔ علاوہ ازیں آپ کو یہ بھی پتہ چل جائے گا کہ وہ کون سے رازہائے سربستہ تھے جن کی وجہ سے مرزا قادیانی نے اسلام کے خلاف یہ بغاوت اختیار کی؟ اس سوال کا جواب آپ مرزا قادیانی کے ارشادات عالیہ میں پائیں گے جوان کی زندگی کا مقصد تھا اور جو انگریز حکومت نے ان کے سپرد کیا تھا۔ ملاحظہ فرمائیں:

۱...... ’’میرا باپ اسی طرح خدمات میں مشغول رہا یہاں تک کہ پیرانہ سالی تک پہنچ گیا اور سفر آخرت کا وقت آ گیا اور ہم اگر ان کی تمام خدمات لکھنا چاہیں تو اس جگہ سما نہ سکیں۔ ہم لکھنے سے عاجز رہ جائیں۔ پس خلاصۂ کلام یہ ہے کہ میرا باپ سرکار انگریزی کے مراحم کا ہمیشہ امیدوار رہا اور عندالضرورت خدمتیں بجالاتا رہا۔ یہاں تک کہ سرکار انگریزی نے اپنی خوشنودی کی چٹھیات سے اس کو معزز کیا اور ہر ایک وقت اپنے عطاؤں کے ساتھ اس کو خاص فرمایا اور اس کی غمخواری فرمائی اور اس کی رعایت رکھی اور اس کو اپنے خیرخواہوں اور مخلصوں میں سے سمجھا۔ پھر جب میرا باپ وفات پا گیا تب ان خصلتوں میں اس کا قائم مقام میرا بھائی ہوا۔ جس کا نام مرزا غلام قادر تھا اور سرکار انگریزی کی عنایات ایسی ہی اس کے شامل حال ہوگئیں۔ جیسی کہ میرے باپ کے شامل حال تھیں اور میرا بھائی چند سال بعد اپنے والد کے فوت ہوگیا۔ پھر ان دونوں کے بعد میں ان کے نقش قدم پر چلا اور ان کی سیرتوں کی پیروی کی...... لیکن میں صاحب مال اور صاحب املاک نہیں تھا...... سو میں اس کی مدد کے لئے اپنے قلم اور ہاتھ سے اٹھا اور خدا میری مدد پر تھا اور میں نے اسی زمانہ سے خدا تعالیٰ سے عہد کیا کہ کوئی مبسوط کتاب بغیر اس کے تالیف نہیں کروں گا۔ جس میں قیصرہ ہند کا ذکر نہ ہو۔ نیز اس کے ان تمام احسانوں کا ذکر ہو جس کا شکر مسلمانوں پر واجب ہے۔‘‘

(نورالحق حصہ اوّل ص ۲۷،۲۸،۲۹، خزائن ج۸ ص ۳۸،۳۹)

۲...... ’’دوسرا امر قابل گزارش یہ ہے کہ میں ابتدائی عمر سے اس وقت تک جو تقریباً ساٹھ برس کی عمر کو پہنچا ہوں اپنی زبان اور قلم سے اس اہم کام میں مشغول ہوں۔ تا مسلمانوں کے دلوں کو گورنمنٹ انگلشیہ کی سچی محبت اور خیرخواہی کی طرف پھیروں اور ان کے بعض کم فہموں کے دلوں سے غلط خیال جہاد وغیرہ کے دور کروں جو ان کی دلی صفائی اور مخلصانہ تعلقات سے روکتے ہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ مسلمانوں کے دلوں پر میری تحریروں کا بہت ہی اثر ہوا ہے اور لاکھوں انسانوں میں تبدیلی پیدا ہوگئی ہے۔

اور میں نے نہ صرف اسی قدر کام کیا کہ برٹش انڈیا کے مسلمانوں کو گورنمنٹ انگلشیہ کی سچی اطاعت کی طرف جھکایا بلکہ بہت سی کتابیں عربی، فارسی اور اردو میں تالیف کر کے ممالک

اسلامیہ کے لوگوں کو بھی مطلع کیا کہ ہم لوگ کیوں کر امن وامان اور آرام اور آزادی سے گورنمنٹ کے سایہ عاطفت میں زندگی بسر کریں۔‘‘

درخواست بحضور نواب لیفٹیننٹ گورنر بہادر دائم اقبالہ

(منجانب خاکسار مرزاغلام احمد از قادیان مورخہ ۲۴؍فروری ۱۸۹۴ء، مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۱۱)

۳...... ’’میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید اور حمایت میں گزرا ہے اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارہ میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں اور اشتہارات شائع کئے ہیں۔ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔ میں نے ایسی کتابیں تمام ممالک عرب اور مصر اور شام اور کابل اور روم تک پہنچا دیں۔ میری ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ مسلمان اس سلطنت کے سچے خیر خواہ ہو جائیں اور مہدی خونی اور مسیحی خونی کی بے اصل روایتیں اور جہاد کے جوش دلانے والے مسائل جو احمقوں کے دلوں کو خراب کرتے ہیں ان کے دلوں سے معدوم ہو جائیں۔‘‘

۴...... ’’میں سچ سچ کہتا ہوں کہ محسن کی بدخواہی کرنا ایک حرامی اور بدکار آدمی کا کام ہے۔ سو میرا مذہب جس کو میں بار بار ظاہر کرتا ہوں یہ ہے کہ اسلام کے دو حصے ہیں۔ ایک یہ کہ خداتعالیٰ کی اطاعت کرے۔ دوسرے اس سلطنت انگریزی کی جس نے امن قائم کیا۔ جس نے ظالموں کے ہاتھوں سے اپنے سایہ میں ہمیں پناہ دی ہو۔ سو وہ سلطنت حکومت برطانیہ ہے۔ سو اگر گورنمنٹ برطانیہ سے سرکشی کریں تو گویا اسلام اور خدا اور رسول سے سرکشی کرتے ہیں۔‘‘

(گورنمنٹ کی توجہ کے لائق ص ج، د، خزائن ج۶ ص۳۸۰،۳۸۱)

۵...... ’’جناب عالی! دنیا کی اس مذہبی خدمت کے ذکر کرنے کا یہ موقع نہیں جو ہمارے سلسلہ کے بانی (مرزاغلام احمد قادیانی) نے کی ہے۔ مگر ہم سمجھتے ہیں کہ جناب اس خدمت کو معلوم کر کے خوش ہوں جو انہوں نے دنیا کے امن کے قیام کے لئے کی ہے۔ جس وقت آپ نے دعویٰ کیا ہے اس وقت تمام عالم اسلام جہاد کے خیالات سے گونج رہا تھا اور عالم اسلامی کی ایسی حالت تھی کہ وہ پیٹرول کے پیپے کی طرح بھڑکنے کے لئے صرف ایک دیا سلائی کا محتاج تھا۔ مگر بانی سلسلہ نے اس خیال کی لغویت اور خلاف اسلام اور خلاف امن ہونے کے خلاف اس قدر زور سے تحریک شروع کی کہ ابھی چند سال نہیں گزرے تھے کہ گورنمنٹ کو اپنے دل میں اقرار کرنا پڑا کہ وہ سلسلہ جسے وہ امن کے لئے خطرے کا موجب خیال کر رہی تھی۔ اس کے لئے ایک غیر معمولی اعانت کا موجب تھا۔‘‘ (مندرجہ اخبار الفضل قادیان ج۹ نمبر۱، مورخہ ۴؍جولائی ۱۹۲۱ء)

۶...... ’’میرا یہ دعویٰ ہے کہ تمام دنیا میں گورنمنٹ برطانیہ کی طرح کوئی ایسی گورنمنٹ نہیں ہے جس نے زمین پر امن قائم کیا ہو۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو کچھ ہم پوری آزادی کے ساتھ اس گورنمنٹ کے تحت اشاعت میں لا سکتے ہیں۔ یہ خدمت ہم مکہ معظّمہ یا مدینہ منورہ میں بیٹھ کر بھی ہرگز نہیں کر سکتے۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۵۴، خزائن ج۳ ص۱۳۰ حاشیہ)

۷...... ’’بالخصوص وہ جماعت جو میرے ساتھ تعلق بیعت و مریدی رکھتی ہے وہ ایک ایسی سچی مخلص اور خیر خواہ اس گورنمنٹ کی بن گئی ہے...... کہ اس کی نظر دوسرے مسلمانوں میں نہیں پائی جاتی وہ گورنمنٹ کے لئے ایک وفادار فوج ہے جس کا ظاہر اور باطن گورنمنٹ برطانیہ کی خیر خواہی سے بھرا پڑا ہے۔‘‘ (تحفہ قیصریہ ص۱۲، خزائن ج۱۲ ص۲۶۴)

۸...... ’’بلاشبہ ہمارا جان و مال گورنمنٹ انگریزی کی خیر خواہی میں فدا ہے اور ہوگا اور ہم غائبانہ اس کے اقبال کے دعاگو ہیں۔‘‘ (تبلیغ رسالت ج۴ ص۲۱، مجموعہ اشتہارات ج۲ ص۱۵۳)

۹......فنافی گورنمنٹ انگریزی

’’سو مجھ سے پادریوں کے مقابل جو کچھ وقوع میں آیا ہے۔ حکمت عملی سے بعض وحشی مسلمانوں کو خوش کیا گیا ہے اور میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ میں تمام مسلمانوں میں سے اوّل درجہ کا خیر خواہ گورنمنٹ انگریزی کا ہوں۔ کیونکہ مجھے تین باتوں نے خیر خواہی میں اوّل درجہ کا بنا دیا ہے۔

(۱)...... والد مرحوم کے اثر نے۔

(۲)...... گورنمنٹ عالیہ کے احسانوں نے۔

(۳)...... خداتعالیٰ کے الہام نے۔‘‘ (ضمیمہ تریاق القلوب ص۳، خزائن ج۱۵ ص۴۹۱)

۱۰...... ’’ہمارے فوائد اور گورنمنٹ (برطانیہ) کے فوائد متحد ہو گئے ہیں۔ جہاں جہاں یہ گورنمنٹ پھیلتی ہے وہاں ہمارے لئے تبلیغ کا ایک اور میدان کھلتا ہے۔‘‘

(الفضل قادیان مورخہ ۱۹؍اکتوبر ۱۹۱۴ء)

۱۱......خود کاشتہ پودا

’’میرا اس درخواست سے جو حضور کی خدمت میں مع اسماء مریدین روانہ کرتا ہوں مدعا یہ ہے کہ اگرچہ میں ان خدمات خاصہ کے لحاظ سے جو میں نے اور میرے بزرگوں نے محض صدق دل اور اخلاص اور جوش وفاداری سے سرکار انگریزی کی خوشنودی کے لئے کی ہے۔ عنایت خاص کا مستحق ہوں...... صرف یہ التماس ہے کہ سرکار دولت مدار ایسے خاندان کی نسبت جس کو پچاس سال کے متواتر تجربہ سے ایک وفادار جان نثار خاندان ثابت کر چکی ہے اور جس کی نسبت گورنمنٹ عالیہ

کے معزز حکام نے ہمیشہ مستحکم رائے سے اپنی چٹھیات میں یہ گواہی دی ہے کہ وہ قدیم سے سرکار انگریزی کے پکے خیرخواہ اور خدمت گزار ہیں۔ اس خودکاشتہ پودے کی نسبت نہایت حزم احتیاط اور تحقیق اور توجہ سے کام لے اور اپنے ماتحت حکام کو اشارہ فرمائے کہ وہ بھی اس خاندان کی ثابت شدہ وفاداری اور اخلاص کا لحاظ رکھے۔ مجھے اور میری جماعت کو ایک خاص عنایت اور مہربانی کی نظر سے دیکھیں۔ ہمارے خاندان نے سرکار انگریزی کی راہ میں خون بہائے اور جان دینے سے فرق نہیں کیا اور نہ اب فرق ہے۔ لہٰذا ہمارا حق ہے کہ ہم خدمات گزشتہ کے لحاظ سے سرکار دولت مدار کی پوری عنایات اور خصوصیت توجہ کی درخواست کریں۔''

(مندرجہ تبلیغ رسالت ج۷ ص۱۹، مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۲۰،۲۱)

۱۲...... ''یہ مؤلف تاج عزت ملکہ معظّمہ قیصرو ہند دام اقبالہا کا واسطہ ڈال کر گورنمنٹ انگلشیہ کے اعلیٰ آفیسر اور معزز حکام سے باادب گزارش کرتا ہے کہ براہ غریب پروری وکرم گستری اس رسالہ کو اوّل سے لے کر آخر تک پڑھا جائے یا سن لیا جائے۔''

(کشف الغطا ٹائٹل، خزائن ج۱۴ ص۱۷۷)

۱۳...... ''یادرکھو اسلام میں جو جہاد کا مسئلہ ہے میری نگاہ میں اس سے بدتر اسلام کو بدنام کرنے والا اور کوئی مسئلہ نہیں ہے۔'' (مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۵۸۴)

۱۴...... ''حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ میں وہ مہدی موعود ہوں اور گورنمنٹ برطانیہ وہ تلوار ہے۔ عراق، عرب ہو یا شام ہم ہر جگہ اپنی تلوار کی چمک دیکھنا چاہتے ہیں۔''

(الفضل قادیان ج۶ نمبر۴۶ ۷، مورخہ ۷/دسمبر ۱۹۱۸ء)

قارئین کرام! ان حوالہ جات کے بعد ضرور کوئی رائے قائم کر لی ہوگی کہ مرزا قادیانی کس مذہب کے داعی تھے؟ دین حق کے غلبہ سے گزر کر اپنی تمام طاقت انگریز سامراج کے خلاف مسلمانوں کے غیظ وغضب کو کم کرنے کے لئے صرف کی اور اس کے لئے آسمانی وحی کا سہارا لیا۔ تعجب ہے کہ قرآنی احکامات اور دستور العمل کی ضخیم کتاب جس کی تفاسیر میں علماء امت نے صدیوں صرف کر کے اپنی تہی دامنی کا اقرار کیا۔ مرزا قادیانی نے نبی ہوتے ہوئے بھی ان الجھنوں کا کوئی حل نہ بتایا اور تمام وحی کو حیات وممات مسیح، ظہور مہدی، اجرائے نبوت پر صرف کر دیا۔ دین فطرت ایک پیغام عمل ہے۔ لیکن مرزا قادیانی نے عمل سے گزر کر محض چند بے ربط رسوم عبادت پر ہی اکتفا کیا اور تمام قرآن کی چھان بین صرف اپنی نبوت ثابت کرنے کے لئے وقف کر دی۔ حالانکہ نبوت ایک ایسا منصب عظیم ہے جو مشک آنست کی عطار بگوید کے مصداق محض الہامی

کتابوں کی پیش گوئیوں کی مرہون منت نہیں بلکہ ایک واضح عمل اور فطرت سے کامل آ گاہی ہے۔ اب اگر کسی نبی کی ضرورت بھی ہوتی تو وہ ضرور مسلمانوں کے زوال پذیر عمل کے متعلق مبنی بر حقیقت اور واضح حقائق کی نشاندہی کرتا تاکہ اسلام غالب ہوکر دنیا بھر کے لئے راہ ہدایت بنتا، نہ کہ صرف ایک نبی کی آمد کو بزور دلائل ثابت کرنے کے بعد الوحی رخصت ہو جاتی۔ ہمیں اکثر انبیاء اور رسولوں کے حالات ملتے ہیں۔ جن کو مربوط کرنے کے بعد ایک ہی نتیجہ پر پہنچایا جاسکتا ہے۔ اہل ہنود ضرور کسی نبی کے پیروکار تھے۔ جب انہوں نے پیغام عمل کی چند رسمی عبادات میں مقید کر دیا تو اسی مذہب کے پیروکاروں سے گوتم کا ظہور ہوا جنہوں نے کمال فکر اور غور سے اس وقت کے انحطاط پذیر معاشرہ کا جائزہ لینے کے لئے اپنی زندگی کو وقف کر دیا۔ جب بصیرت ملی تو کامل آ گاہی بھی ہوئی کہ نجات ان مروجہ رسمی عبادات سے نہیں ہوسکتی۔ صرف نیک عمل سے ہی ہوسکتی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے گھر پیدا ہوکر بھی بنی اسرائیل کے بے پناہ حامی تھے اور اسی ضمن میں ایک غیر بنی اسرائیل کو گھونسہ مار کر ہلاک بھی کر دیا تھا۔ ان کے اسی جذبہ کے بعد ہی انتہائی بصیرت ملی اور بنی اسرائیل کی تباہی کے اعمال سے کامل آ گاہی کر دینے کے بعد انہیں نبوت عطاء کی گئی۔ خاتم النّبیین ﷺ نے جس معاشرہ میں ظہور فرمایا ان کی زوال پذیر معاشرت اس مفکر علم کو غار حرا میں لے گئی۔ جہاں سے وحی کے ذریعہ کامل بصارت اور کامل آ گاہی سے نوازا گیا۔ یہ وہ پس منظر ہیں جن میں نبیوں نے جنم لیا اور حسب حال خدا کی طرف سے انہیں راہ ہدایت ملی۔

مرزا قادیانی کے حالات زندگی سے صرف اتنا مترشح ہوتا ہے کہ غور وفکر کا کوئی مقام نہیں آیا۔ الوحی نے صرف انہیں اپنی نبوت ثابت کرنے، وفات مسیح کو ثابت کر کے مسیح موعود کی جگہ خالی کرانے اور اسی بہانے نبوت جاری کرنے میں راہنمائی ضرور کی۔ مگر وہ غور وفکر کا مقام نہ آنے دیا اور نہ ہی ایسی بصیرت عطاء کی گئی ہو جو خاتم النّبیین کے آخری دین میں تجدید کے شایان شان ہوتی۔ الوحی نے جتنا وقت مرزا قادیانی کے منہ سے نکلی ہوئی پیش گوئیوں کو درست ثابت کرنے کے لئے صرف کیا وہ فطرت کا بے حد ضیاع تھا اور خلاف معمول تھا اور یہیں پر بس نہیں ہوتی۔ الوحی نے ایک بڑے واضح عرصہ تک مرزا قادیانی کو یہ واضح ہی نہ کیا۔ وہ مسیح موعود ہیں بلکہ مرزا قادیانی نے دلائل سے اس بات کو ثابت کیا کہ میں مسیح موعود نہیں ہوں۔ آخر اس بنیادی خامی کے بعد مرزا قادیانی کے پیروکاروں کے لئے کیا ثبوت رہ گیا ہے کہ الوحی وہی تھی جو کمال صحت کے ساتھ سابقہ انبیاء علیہم السلام تک پہنچتی رہیں۔ پھر مرزا قادیانی نے جس فلسفیانہ اور منطقی انداز میں الوحی کی ہدایت کو پیش

کیا اس میں سے تو ان کے بے حساب مطالعہ کتب کی بو آتی ہے نہ کہ کلام خدا ہونا ثابت ہوتا ہے۔ حالانکہ سابقہ انبیاء پہلے انبیاء کی ہدایت کے شارح نہیں ہوا کرتے تھے۔ بلکہ صرف اپنے مخصوص پیغام کی دعوت دیتے تھے۔ ان حالات میں اور منصب رسالت کی بلندی کے پیش نظر مرزا قادیانی کوئی پیغام لے کر نہیں آئے اور چونکہ دین الحق مروجہ مذہب سے مختلف معانی رکھتا ہے۔ اس لئے مرزا قادیانی دین الحق کے داعی نہیں۔ ایک نئے مذہب کے بانی ضرور ہو سکتے ہیں۔ جسے عرف العام میں قادیانی مذہب کا نام دیا جاتا ہے۔

لباس خضر میں یاں سینکڑوں رہزن بھی پھرتے ہیں
اگر دنیا میں رہنا ہے تو کچھ پہچان پیدا کر

منزل مقصود

مکہ سے قادیان تک یہ مہم کمال کامیابی کے ساتھ پہنچ گئی۔ مرزا قادیانی نے انگریز سامراج سے مقدور بھر فائدہ اٹھایا اور سہارا لیا۔ مسلمان جو پہلے مغربی طاقتوں کے اقتدار سے مرعوب تھے، عالم اسلام دینی اور اخلاقی امراض سے اتنے کمزور ہو چکے تھے کہ اسلام کا اصل نقشہ بھی مفقود تھا۔ بدبختی سے ایسی زوال پذیر قوم میں ایک نئی طرز کے نبی کے ظہور نے مزید نقصان پہنچایا۔ غیر مسلموں کو کھل کر اسلام اور اسلام کے نئے پیشوا کا مذاق اڑانے کا موقع ملا۔ ہندی مسلمان جو پہلے ہی اپنی روایات میں چالیس کروڑ ہندوؤں کے رسم ورواج داخل کر چکا تھا۔ اس خوفناک اضافے پر اس کی اصلی حالت بھی مسخ ہوگئی۔ اسلام نے جو مرکزیت اور روحانی لگاؤ مسلمانان عالم میں مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کے متعلق قائم کیا تھا خدا کے اس ڈھلمل یقین موعود نے پل بھر میں ختم کر دینے کا اعلان کیا اور وہ مسلمان جو گمراہ ہو کر احمدیت کے حلقہ میں چلے گئے ان کے لئے مدینہ منورہ یا مکہ معظّمہ کا تقدس محض دیگر مقامات مقدسہ تک محدود ہو کر رہ گیا۔

جو مسلمان پہلے مکہ کو اپنا مرکز تسلیم کر چکے تھے انہوں نے اپنا مکہ قادیان بنا لیا اور جس شان سے وہاں جنت البقیع اور صحابہ کرام کے قیام کا اہتمام کیا۔ اس نے ایک طرف تو عالم اسلام کے جذبات کو مجروح کیا اور دوسری طرف غیر مسلموں کی ہنسی اور مذاق کا تختہ مشق بنے۔ سب سے بڑھ کر عالم اسلام کو جو صدمہ پہنچا وہ یہ تھا کہ ایسا نبی تو کسی مذہب میں بھی پیدا ہو سکتا تھا۔ پھر یہی نہیں ہوا۔ قرن اولیٰ کی خوب نقل کی گئی۔ صحابہ کرام، جنت البقیع، مقدس زیارت کی نقل کر کے اور ایسے

الفاظ کو مرزا قادیانی کے ماننے والوں کے لئے استعمال کر کے جمیع مسلمانان عالم نے اپنے مکرم اسلاف اور صحابہ کرام کی توہین برداشت کی۔ قرآن پاک کی بیشتر آیات کی قادیانی تشریحوں نے بھی کم فہم مسلمانوں پر بہت برا اثر کیا۔ جہاد کی حرمت مرزا قادیانی کے دائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ مگر جہاد کے لئے تیار کرنا تو کجا، جہاد کے لفظ کے معنوی استعمال پر اب ان کے پیروکار نہیں آسکتے۔ پھر حکومت برطانیہ کی اس وفاداری کے عوض جو مراعات احمدیہ فرقہ کو حاصل ہوئے انہوں نے اس جمعیت کے اکثر لوگوں کو منصبی بالادستی عطاء کی جو مسلمانوں کے لئے ایک واضح چیلنج ہے۔ قیام پاکستان کے بعد جس اہتمام کے ساتھ ان کی پذیرائی کی گئی وہ بھی مسلمانان عالم کے ساتھ ایک زیادتی تھی۔ پھر مرزا قادیانی نے جس محنت سے نبوت کا دروازہ ہمیشہ کے لئے کھول دیا اس میں لندن والے اسماعیل کو بھی جسارت ہوگی اور نہ معلوم اور کتنے غلام احمد اور اسماعیل جنم لیتے رہیں گے۔ خصوصاً اس جمعیت سے جو محض احمدیت کی کاوش سے عالم اسلام میں داخل ہو رہی ہے۔

''مکہ سے قادیان تک'' کی اس مختصر کتاب کا مقصد اس مسئلہ کی اہمیت کو واضح کرنا ہے کہ مرزا قادیانی کسی بھی زاویہ سے اس منصب کے حامل نظر نہیں آتے اور اس بات کا ثبوت ان کے متضاد الہامات اور تفسیرات میں عام ملتا ہے۔ لیکن یہ بات بالکل واضح ہے کہ اس نئے مذہب کی قدر جو انگریز قوم کی نظر میں ہے، انگریز کے اسی حسن سلوک نے مکہ مکرمہ کی ابدی مرکزیت پر جو وار کیا ہے اس کا زخم اس وقت تک مندمل نہیں ہوسکتا جب تک عالم اس کے متعلق...... اور جب تک احمدیت مسلمانوں کا ایک فرقہ تصور ہوتا رہے گا۔ مرزا قادیانی کی تشریحات اور قرآنی تفسیر میں موشگافیاں اسلام کا ستیاناس کرتی رہیں گی۔ غیر ممالک میں احمدی مشنریوں کو جتنی بھی کامیابیاں ہو رہی ہیں مستقل طور پر عالم اسلام کے لئے ایک سردردی بن جائے گی اور بعد میں اس کا تدارک مشکل ہوگا۔

خدا کرے ناظرین اس کتاب کو پڑھ کر اس مسئلہ کی اہمیت کو دل وجان سے قبول کرلیں اور ارباب حکومت سے بھی مؤدبانہ التماس ہے کہ وہ اس مسئلہ کی نزاکت اور اہمیت پر سنجیدگی سے غور فرمائیں۔

وفا غرض ہے محبت ہوس خلوص نفاق
ہر ایک چیز نرالی ہے تیرے ایماں کی

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

احمدیت کیا ہے؟

اور

احمدیوں کو کیوں اقلیت قرار دیا جائے؟

محترمہ عابدہ سلطانہ صاحبہ

تفصیلی فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	مقصد	۱۵۳
۲	ختم نبوت کے متعلق امت مسلمہ کا عقیدہ	۱۵۳
۳	مسئلہ ختم نبوت قرآن مجید کی رو سے	۱۵۴
۴	ختم نبوت کے بارے میں نبی ﷺ کے ارشادات	۱۵۵
۵	صحابہ کرامؓ کا اس مسئلے پر اجماع	۱۵۵
۶	علمائے کرام کا اجماع	۱۵۶
۷	اس کے بعد کسی نئے نبی کی آمد کا کیا جواز ہے	۱۵۷
۸	مرزا قادیانی کے خیالات اعلان نبوت سے پہلے	۱۵۷
۹	مرزا قادیانی کے خیالات اعلان نبوت کے بعد	۱۵۸
۱۰	امیر جماعت احمدیہ لاہور مولوی محمد علی کے فرمودات	۱۵۹
۱۱	اب آپ خود ہی فیصلہ کیجئے	۱۶۱
۱۲	احمدی، غیر احمدیوں کو کافر اور اپنے کو ایک علیحدہ جماعت تصور کرتے ہیں	۱۶۲
۱۳	سب غیر احمدی کافر ہیں	۱۶۳
۱۴	احمدی کہتے ہیں کہ ہمارا خدا، دین اور اسلام اور ہے	۱۶۳
۱۵	احمدیوں کے سیاسی عزائم	۱۶۴
۱۶	ایک الگ قوم	۱۶۴
۱۷	ایک الگ ریاست	۱۶۶
۱۸	فتنۂ دین	۱۶۶
۱۹	نئی وحی کا راستہ بھی کھول دیا	۱۶۷
۲۰	احمدیوں کی اشتعال انگیزیاں	۱۷۲
۲۱	ہمارا مطالبہ	۱۷۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقصد

اس وقت جب کہ احمدی مسئلہ ایک فیصلہ کن مرحلے میں داخل ہو چکا ہے۔ اس کتابچہ کو اس مقصد کے لئے چھاپ رہے ہیں کہ واضح طور پر معلوم ہو جائے کہ عام مسلمان متفقہ طور پر یہ مطالبہ کیوں کرتے ہیں کہ احمدیوں کو اقلیت قرار دیا جائے۔ یہ کسی مذہبی جنون کا نتیجہ نہیں، نہ ہی یہ کوئی جذباتی مسئلہ ہے۔ بلکہ دراصل دلیل اور منطق کا یہ تقاضا ہے کہ ایسا کیا جائے جتنا اس مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ اتنا ہی احمدی حضرات اس مسئلہ کو عوام کے ذہن میں الجھانے کی کوشش کررہے ہیں۔ کبھی وہ کہتے ہیں کہ کلمہ گو کو کافر کہنا مناسب نہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ وہ نماز، روزے کے پابند ہیں۔ کبھی کہا جاتا ہے کہ ان کا بھی ختم نبوت پر یقین ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ مرزاغلام احمد کی تحریروں کی روشنی میں ہم اس مسئلے سے آشنا ہونے کی کوشش کریں اور جس چیز کو غیراہم اور مذہبی جنون یا جذباتی مسئلہ بنانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ اس کے عوامل وعواقب سے عوام کو روشناس کرائیں۔

اس مسئلہ کو دو پہلوؤں سے الجھایا جارہا ہے۔ ایک طرف تو تمام احمدی یہ دعویٰ کررہے ہیں کہ وہ بھی ختم نبوت پر کامل یقین رکھتے ہیں اور مرزا قادیانی کو محض مجدد سمجھتے ہیں۔ لیکن چونکہ عام مسلمانوں میں مرزا قادیانی کے خیالات کے متعلق خاصی بیداری ہے۔ اس لئے وہ جانتے ہیں کہ یہ بات وہ قبول نہیں کریں گے۔

اب جب کہ یہ مسئلہ ایک فیصلہ کن مرحلہ پر پہنچ چکا ہے۔ اسے الجھانے کا دوسرا طریقہ یہ اختیار کیا گیا ہے کہ وہ جماعت احمدیہ کو دو گروہوں میں تقسیم کردیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جماعت ربوہ تو مرزا قادیانی کو نبی سمجھتی ہے۔ لیکن لاہوری جماعت انہیں صرف مجدد سمجھتی ہے اور ان کی نبوت کی ہرگز قائل نہیں ہے۔ عام مسلمان کا ذہن الجھ جاتا ہے کہ آخر ہم کیونکر انہیں بھی اس گروہ میں شامل کردیں۔ جب کہ یہ واضح طور پر ان سے علیحدگی کا اظہار کرتے ہیں۔ اس الجھن کو بھی ہم لاہوری جماعت کی تحریروں سے سلجھانے کی کوشش کریں گے۔

ختم نبوت کے متعلق امت مسلمہ کا عقیدہ

الف…… پہلی چیز جو انہیں مسلمانوں سے جدا کرتی ہے وہ ختم نبوت کی نئی تفسیر ہے جو انہوں نے

مسلمانوں کی متفق علیہ تفسیر سے ہٹ کر اختیار کی۔ ساڑھے تیرہ سو سال سے تمام مسلمان بالاتفاق یہ مانتے رہے ہیں اور آج بھی یہی مانتے ہیں کہ سیدنا محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد اب کوئی نبی مبعوث ہونے والا نہیں ہے۔ ختم نبوت کے متعلق قرآن مجید کی تصریح کا یہی مطلب صحابہ کرام نے سمجھا تھا اور اسی لئے انہوں نے ہر اس شخص کے خلاف جنگ کی جس نے حضور ﷺ کے بعد دعویٰ نبوت کیا۔ پھر یہی مطلب بعد کے ہر دور میں تمام مسلمان سمجھتے رہے جس کی بناء پر مسلمانوں نے اپنے درمیان کبھی کسی ایسے شخص کو برداشت نہیں کیا جس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہو۔

ب...... ختم نبوت کا مسئلہ اس لحاظ سے بنیادی اہمیت رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ نے نہایت ہی واشگاف الفاظ میں اعلان کر دیا ہے کہ اب وحی الٰہی کا سلسلہ رہتی دنیا تک منقطع کر دیا گیا ہے۔ انسانیت کی کامل ہدایت کے لئے قرآن مجید نازل ہو چکا ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے۔ رسول اللہ کی ذات انسانیت کے لئے ایک مکمل نمونہ ہے۔ اس کے بعد کسی شخص کا دعوائے نبوت ملت میں سوائے اختلاف وافتراق کے اور کیا افادیت رکھتا ہے۔ ملت مسلمہ ایک متوازی وحی اور نبوت کی تحریک کو کس طرح برداشت کر کے اپنی وحدت وسالمیت کو خطرے میں ڈال سکتی ہے۔ جب کہ کوئی شخص بزعم خود اپنی نبوت کا اعلان کرے اور پھر اپنی نبوت کے نہ ماننے والے تمام مسلمانوں پر کفر کا فتویٰ صادر فرما دے۔ کسی انسانی گروہ کو امت کی لڑی میں پرونے کے لئے یہ عقیدہ بنیادی اہمیت رکھتا ہے کہ وہ ہدایت کے لئے صرف ایک سمت میں دیکھے۔ کیونکہ ایک عام انسان اور نبی میں جو بنیادی فرق ہے، وہ یہی ہے کہ عام انسان اپنے دنیاوی علم جس کی بنیاد قیاس پر ہے، کی بناء پر رہنمائی کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کے برعکس نبی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجی ہوئی وحی کے ذریعہ انسانیت کی ہدایت اور رہنمائی کرتا ہے۔ ایک کے علم کی بنیاد محض قیاس، دوسرے کے علم کی بنیاد یقین ہے۔ اس لئے نبی کی ہدایت اور رہنمائی کے بارے میں انسان کسی قسم کے شک میں مبتلا ہو جائے تو پھر یہ چیز کفر کے مترادف ہے۔ اسی لئے رسول اللہ کے بعد کسی شخص کا دعویٰ نبوت کرنا ملت میں انتشار وافتراق کا باعث بن جاتا ہے۔ امت مسلمہ کی وحدت صرف اس عقیدے کی رو سے قائم ہے۔

اپنا مؤقف پیش کرنے کے بعد ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ قرآن مجید اور رسول اللہ کی احادیث اور علمائے کرام کی تحریروں کے چند نمونے سلسلہ ختم نبوت کو واضح کرنے کے لئے پیش کریں۔

مسئلہ ختم نبوت قرآن مجید کی رو سے

ا...... ’’(لوگو) محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں مگر وہ اللہ کے رسول اور

خاتم النّبیین ہیں، اور اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔‘‘ (سورۂ احزاب:۴۰)

۲...... ’’آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لئے مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے اور تمہارے لئے اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے قبول کر لیا ہے۔‘‘ (سورۃ مائدہ)

ختم نبوت کے بارے میں نبی ﷺ کے ارشادات

۱...... ’’نبی ﷺ نے فرمایا: بنی اسرائیل کی قیادت انبیاء کیا کرتے تھے۔ جب کوئی نبی مر جاتا تو دوسرا نبی اس کا جانشین ہوتا۔ مگر میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا بلکہ خلفاء ہوں گے۔‘‘

(بخاری، کتاب المناقب، باب ماذکرعن بنی اسرائیل)

۲...... ’’رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رسالت اور نبوت کا سلسلہ ختم ہوگیا۔ میرے بعد اب نہ کوئی رسول ہے اور نہ نبی۔‘‘ (ترمذی، کتاب الرؤیا، باب ذہاب النبوۃ، مسند احمد، مرویات انس بن مالک)

۳...... ’’نبی ﷺ نے فرمایا: میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی ہوں کہ میرے ذریعہ سے کفر محو کیا جائے گا۔ میں حاشر ہوں کہ میرے بعد لوگ حشر میں جمع کئے جائیں گے۔ (یعنی میرے بعد اب بس قیامت ہی آنی ہے) اور میں عاقب ہوں، اور عاقب وہ ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔‘‘ (بخاری و مسلم، کتاب الفضائل، باب اسماء النبی، ترمذی، کتاب الآداب، باب اسماء النبی، مؤطا، کتاب اسماء النبی المستدرک للحاکم، کتاب التاریخ، باب اسماء النبی)

۴...... ’’ثوبان سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا...... اور یہ کہ میری امت میں تیس کذاب ہوں گے جن میں سے ہر ایک نبی ہونے کا دعویٰ کرے گا، حالانکہ میں خاتم النّبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔‘‘ (ابوداؤد، کتاب الفتن)

۵...... ’’رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے بعد کوئی نبی نہیں اور میری امت کے بعد کوئی امت (یعنی کسی نئے آنے والے نبی کی امت) نہیں۔‘‘ (بیہقی، کتاب الرؤیا، طبرانی)

صحابہ کرامؓ کا اس مسئلے پر اجماع

قرآن مجید اور سنت رسول اللہ ﷺ کے بعد تیسرے درجے پر اہم ترین حیثیت صحابہ کرامؓ کے اجماع کی ہے۔ یہ بات تمام معتبر تاریخی روایات سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ کی وفات کے فوراً بعد جن لوگوں نے نبوت کا دعویٰ کیا اور جن لوگوں نے ان کی نبوت تسلیم کی، ان سب کے خلاف صحابہ کرامؓ نے بالاتفاق جنگ کی تھی۔ اس سلسلے میں خصوصیت کے ساتھ مسیلمہ کذاب کا معاملہ قابل ذکر ہے۔

یہ شخص نبی ﷺ کی نبوت کا منکر نہ تھا۔ بلکہ اس کا دعویٰ یہ تھا کہ اسے حضور ﷺ کے

ساتھ شریک نبوت کیا گیا ہے۔اس نے حضور ﷺ کی وفات سے پہلے جو عریضہ آپ کو لکھا تھا اس کے الفاظ یہ ہیں: ’’مسیلمہ رسول اللہ کی طرف سے محمد رسول اللہ کی طرف۔ آپ ﷺ پر سلام ہو۔ آپ کو معلوم ہو کہ میں آپ کے ساتھ نبوت کے کام میں شریک کیا گیا ہوں۔‘‘

(طبری جلد دوم ص ۳۹۹، طبع مصر)

علاوہ بریں مؤرخ طبری نے یہ روایت بھی بیان کی ہے کہ مسیلمہ کے ہاں جو اذان دی جاتی تھی اس میں ’’**اشھد ان محمداً رسول اللہ**‘‘ کے الفاظ بھی کہے جاتے تھے۔اس صریح اقرار رسالت محمدیؐ کے باوجود اسے کافر اور خارج از ملت قرار دیا گیا اور اس سے جنگ کی گئی۔ تاریخ سے یہ بھی ثابت ہے کہ بنی حنیفہ نیک نیتی کے ساتھ (**In Good Faith**) اس پر ایمان لائے تھے اور انہیں واقعی اس غلط فہمی میں ڈالا گیا تھا کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے اس کو خود شریک رسالت کیا ہے۔ نیز قرآن کی آیات کو ان کے سامنے مسیلمہ پر نازل شدہ آیات کی حیثیت سے ایک ایسے شخص نے پیش کیا تھا جو مدینہ طیبہ سے قرآن کی تعلیم حاصل کر کے گیا تھا۔

(البدایہ والنہایہ لابن کثیر، ج۵ ص۵۱)

مگر اس کے باوجود صحابہ کرامؓ نے ان کو مسلمان تسلیم نہیں کیا اور ان پر فوج کشی کی۔

علمائے کرام کا اجماع

اجماع صحابہ کے چوتھے نمبر پر مسائل دین میں جس چیز کو حجت کی حیثیت حاصل ہے وہ دور صحابہ کے بعد کے علمائے امت کا اجماع ہے۔ اس لحاظ سے جب ہم دیکھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ پہلی صدی سے لے کر آج تک ہر زمانے کے، اور پوری دنیائے اسلام میں ہر ملک کے علماء اس عقیدے پر متفق ہیں کہ محمد ﷺ کے بعد کوئی شخص نبی نہیں ہوسکتا اور یہ کہ جو بھی آپ کے بعد اس منصب کا دعویٰ کرے، یا اس کو مانے، وہ کافر خارج از ملت اسلام ہے۔ چند شواہد ملاحظہ ہوں:

۱...... امام ابوحنیفہؒ (۸۰ھ۔۱۵۰ھ) کے زمانے میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا اور کہا: ’’مجھے موقع دو کہ میں اپنی نبوت کی علامات پیش کروں۔‘‘ اس پر امام اعظمؒ نے فرمایا کہ: ’’جو شخص اس سے نبوت کی کوئی علامت طلب کرے گا وہ بھی کافر ہو جائے گا، کیونکہ رسول اللہ ﷺ فرما چکے ہیں کہ **لانبی بعدی**‘‘ (مناقب الامام الاعظم ابی حنیفہ لابن احمد المکی ج۱ ص۱۶۱، مطبوعہ حیدرآباد ۱۳۲۱ھ)

۲...... علامہ ابن حزم اندلسی (۳۸۴ھ۔۴۵۶ھ) لکھتے ہیں: ’’یقیناً وحی کا سلسلہ نبی ﷺ کی وفات کے بعد منقطع ہو چکا ہے۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ وحی نہیں ہوتی۔ مگر ایک نبی کی طرف، اور اللہ عزوجل فرما چکا ہے کہ محمد نہیں ہیں تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ، مگر وہ اللہ کے رسول

اور نبیوں کے خاتم ہیں۔'' (المحلیٰ ج۱ص۲۶)

۳...... علامہ ابن کثیر (متوفی ۷۷۴ھ) اپنی مشہور و معروف تفسیر میں لکھتے ہیں: ''پس یہ آیت اس باب میں نص صریح ہے کہ نبی ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے، اور جب آپ ﷺ کے بعد نبی کوئی نہیں تو رسول بدرجہ اولیٰ نہیں ہے۔ کیونکہ رسالت کا منصب خاص ہے اور نبوت کا منصب عام، ہر رسول نبی ہوتا ہے۔ مگر ہر نبی رسول نہیں ہوتا۔ حضور ﷺ کے بعد جو شخص بھی اس مقام کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا، مفتری، دجال، گمراہ اور گمراہ کرنے والا ہے، خواہ وہ کیسے ہی خرق عادت شعبدے اور جادو اور طلسم اور کرشمے بنا کر لے آئے...... یہی حیثیت ہر اس شخص کی ہے جو قیامت تک اس منصب کا مدعی ہو۔'' (ج۳ص۴۹۳،۴۹۴)

اس کے بعد کسی نئے نبی کی آمد کا کیا جواز ہے

قرآن مجید، احادیث نبوی، صحابہ کرام اور علمائے کرام کے اجماع سے جو دلائل ہم نے پیش کئے ہیں، ان سے یہ ثابت ہوگیا ہے کہ اب کسی نئے نبی کی آمد کی نہ تو دین اسلام میں کوئی گنجائش ہے نہ جواز۔

جس قسم کی نبوت کا دعویٰ مرزا قادیانی کرتے ہیں اس کا کوئی تصور نہ تو ہمیں قرآن مجید میں ملتا ہے نہ احادیث نبوی میں، نہ ہی صحابہ کرام اور علمائے کرام کی کسی تحریر میں۔ مرزا قادیانی بروزی وظلی نبوت کے مدعی ہیں۔ لیکن کامل ترین کتاب اور اکمل ترین نبی کو بھیجنے کے بعد پھر اللہ تعالیٰ کیوں وحی کا سلسلہ دوبارہ شروع کرتا۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی کام حکمت اور دانائی سے خالی نہیں۔ پھر ہم کس طرح سوچ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک مکمل نمونہ بھیجنے کے بعد کوئی لنگڑی لولی نبوت تجویز فرمائے؟

مرزا قادیانی کے خیالات اعلان نبوت سے پہلے

ختم نبوت کے بارے میں قرآن مجید، ارشادات رسولؐ، اجماع صحابہ کرام، اجماع علمائے کرام تو ہم بیان کر چکے۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اس اہم مسئلہ کے بارے میں خود مرزا غلام احمد قادیانی اپنے ابتدائی دور میں کیا کہتے ہیں۔ کیونکہ آج یہی تحریریں امت مسلمہ کے سامنے پیش کر کے ہمیں گمراہ کیا جارہا ہے۔

مندرجہ ذیل اقتباسات سے آپ خود ہی اندازہ لگائیے کہ مرزا قادیانی خود بھی اس بارے میں کیا فرماتے ہیں:

۱...... ''آنحضرت ﷺ نے بار بار فرمادیا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور حدیث ''لا

نبی بعدی ’’ایسی مشہور تھی کہ کسی کو اس کی صحت میں کلام نہ تھا اور قرآن شریف جس کا لفظ لفظ قطعی ہے اپنی آیت کریمہ ’’ولٰکن رسول اللہ وخاتم النّبیین‘‘ سے بھی اس بات کی تصدیق کرتا تھا کہ فی الحقیقت ہمارے نبیؐ پر نبوت ختم ہو چکی ہے۔‘‘ (کتاب البریہ ص۱۹۸ حاشیہ، خزائن ج۱۳ ص۲۱۶)

۲...... ’’کیا ایسا بدبخت مفتری جو خود رسالت و نبوت کا دعویٰ کرتا ہے قرآن شریف پر ایمان رکھ سکتا ہے اور کیا ایسا وہ شخص جو قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے اور آیت: ’’ولٰکن رسول اللہ وخاتم النّبیین‘‘ کو خدا کا کلام یقین کرتا ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ میں بھی آنحضرت ﷺ کے بعد رسول اور نبی ہوں۔‘‘ (انجام آتھم ص۲۷ حاشیہ، خزائن ج۱۱ ص ایضاً)

۳...... ’’مجھے کب جائز ہے کہ میں نبوت کا دعویٰ کر کے اسلام سے خارج ہو جاؤں اور کافروں کی جماعت سے جاملوں۔‘‘ (حمامتہ البشریٰ ص۹۷، خزائن ج۷ ص۲۹۷)

۴...... ’’اے لوگو...... دشمن قرآن نہ بنو اور خاتم النّبیین کے بعد وحی نبوت کا نیا سلسلہ جاری نہ کرو، اس خدا سے شرم کرو جس کے سامنے حاضر کئے جاؤ گے۔‘‘ (آسمانی فیصلہ ص۲۵، خزائن ج۴ ص۳۳۵)

۵...... ’’ہم بھی مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں۔ ’’لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ‘‘ کے قائل ہیں اور آنحضرت ﷺ کے ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں۔‘‘ (مجموعہ اشتہارات ج دوم ص۲۹۷)

ان صریح اعلانات کے بعد اور ختم نبوت کے بارے میں ان واضح خیالات کے رکھتے ہوئے اگر صاحب تحریر خود نبوت کا دعویٰ کر بیٹھیں تو کیا وہ خود اپنے ہی فتوے اور تحریروں کے مطابق کاذب، کافر، بدبخت، مفتری، خارج از اسلام اور لعنتی نہیں؟ یہ الفاظ ہم نے ان کے لئے استعمال نہیں کئے بلکہ یہ خطابات اور القابات مرزا قادیانی نے مندرجہ بالا تحریروں میں اس شخص کے لئے تجویز کئے ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے بعد اعلان نبوت کرے۔

مرزا قادیانی کے خیالات اعلان نبوت کے بعد

اتنے واشگاف الفاظ میں مدعی نبوت کی مذمت کرنے کے بعد بالآخر مرزا قادیانی خود بھی نبوت کا دعویٰ کر کے بیٹھے۔ یہ اعلان نبوت بھی ہم ان کی اور ان کے خلفاء کی تحریروں سے پیش کر رہے ہیں:

۱...... ’’اور میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اسی نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے اور اسی نے مجھے مسیح موعود کے نام سے پکارا ہے اور اس نے میری تصدیق کے لئے بڑے بڑے نشان ظاہر کئے جو تین لاکھ تک پہنچتے ہیں۔‘‘

(تتمہ حقیقت الوحی ص۶۸، خزائن ج۲۲ ص۵۰۳)

۲...... ’’سچا خدا وہی خدا ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔‘‘

(دافع البلاء ص۱۰،۱۱، خزائن ج۱۸ص۲۳۱)

۳...... ’’دنیا میں کوئی نبی نہیں گزرا جس کا نام مجھے نہیں دیا گیا۔ سو جیسا کہ براہین احمدیہ میں خدا نے فرمایا ہے۔ میں آدم ہوں، میں نوح ہوں، میں ابراہیم ہوں، میں اسحٰق ہوں، میں یعقوب ہوں، میں اسماعیل ہوں، میں موسیٰ ہوں، میں داؤد ہوں، میں عیسیٰ ابن مریم ہوں، میں محمد ہوں، یعنی بروزی طور پر۔‘‘ (تتمہ حقیقت الوحی ص۸۴،۸۵، خزائن ج۲۲ص۵۲۱)

۴...... ’’اور ہر ایک نبی کا مجھے نام دیا گیا ہے۔ چنانچہ جو ملک ہند میں کرشن نامی ایک نبی گزرا جس کو ردر گوپال بھی کہتے ہیں (یعنی فنا کرنے والا اور پرورش کرنے والا) اس کا نام بھی مجھے دیا گیا ہے۔ پس جیسا کہ آریہ قوم کے لوگ کرشن کے ظہور کا ان دنوں میں انتظار کرتے ہیں وہ کرشن میں ہی ہوں۔‘‘ (تتمہ حقیقت الوحی ص۸۵، خزائن ج۲۲ص۵۲۱)

۵...... ’’میں بموجب آیت: ’’واٰخرین منھم لمّا یلحقوا بھم ‘‘ بروزی طور پر وہی خاتم الانبیاء ہوں اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے اور مجھے آنحضرت ﷺ کا ہی وجود قرار دیا ہے۔‘‘ (ایک غلطی کا ازالہ ص۵، خزائن ج۱۸ص۲۱۲)

۶...... ’’اور میں بیت اللہ میں کھڑے ہو کر یہ قسم کھا سکتا ہوں کہ وہ پاک وحی جو میرے اوپر نازل ہوتی ہے وہ اسی خدا کا کلام ہے جس نے حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اپنا کلام نازل کیا تھا۔‘‘ (ایک غلطی کا ازالہ ص۳، خزائن ج۱۸ص۲۱۰)

۷...... ’’مجھے اپنی وحی پر ایسا ہی ایمان ہے جیسا کہ توراۃ اور انجیل اور قرآن کریم پر۔‘‘

(اربعین نمبر۴ص۱۹، خزائن ج۱۷ص۴۵۴)

۸...... ’’قادیان میں پھر محمد کو اتارا تا کہ وہ اپنے وعدے کو پورا کرے۔‘‘ (کلمۃ الفصل ص۱۰۵)

۹...... ’’پس مسیح موعود خود محمد رسول اللہ ہے جو اشاعت اسلام کے لئے دوبارہ دنیا میں تشریف لائے۔‘‘ (کلمۃ الفصل ص۱۱۸)

۱۰...... ’’پس شریعت اسلام جو نبی کے معنی کرتی ہے اس کے معنی سے حضرت صاحب (مرزا غلام احمد قادیانی) ہرگز مجازی نبی نہیں ہیں۔ بلکہ حقیقی نبی ہیں۔‘‘ (حقیقت النبوۃ ص۱۷۴)

امیر جماعت احمدیہ لاہور مولوی محمد علی کے فرمودات

جیسا کہ ہم نے پہلے ہی عرض کیا تھا کہ قادیانی مسئلے کو الجھانے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ جماعت احمدیہ کو دو گروہوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے اور جماعت احمدیہ لاہور کا یہ مؤقف ہے کہ ان

میں اور جماعت ربوہ میں عقیدے کے بنیادی اختلافات ہیں۔لیکن دراصل لاہوری جماعت کے لٹریچر کے مطالعے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اختلافات نہ تو عقیدے کے ہیں اور نہ فکری بلکہ یہ محض اور محض سیاسی ہیں۔اپنی ان معروضات کی دلیل میں ہم آپ کے سامنے مولوی محمد علی صاحب (جو کہ ۱۵/مارچ ۱۹۱۴ء سے ۱۳/اکتوبر ۱۹۵۱ء تک جماعت احمدیہ لاہور (لاہوری پارٹی) کے امیر تھے اور ایک معروف شخصیت ہیں) کی چند تحریریں پیش کر رہے ہیں۔ان پر کسی قسم کے تبصرہ کی ضرورت نہیں سمجھتے۔کیونکہ یہ تحریریں خود ثابت کرتی ہیں کہ مرزا قادیانی کی نبوت کے بارے میں لاہوری جماعت کا کیا مؤقف ہے:

۱...... ’’مخالف خواہ کوئی ہی معنے کرے،مگر ہم تو اسی پر قائم ہیں کہ خدا نبی پیدا کر سکتا ہے۔صدیق بنا سکتا ہے اور شہید اور صالح کا مرتبہ عطا کر سکتا ہے۔مگر چاہئے مانگنے والا......ہم نے جس کے ہاتھ میں ہاتھ دیا وہ صادق تھا،خدا کا برگزیدہ اور مقدس رسول تھا۔پاکیزگی کی روح اس میں کمال تک پہنچی ہوئی تھی۔‘‘

(تقریر مولوی محمد علی صاحب در احمدیہ بلڈنگس مندرجہ الحکم مورخہ ۱۸/جولائی ۱۹۰۸ء، بحوالہ نبوت وخلافت ص۶)

۲...... ’’کیا جائے تعجب نہیں کہ ایک شخص (حضرت مسیح موعود۔ناقل) جو اسلام کا حامی ہوکر مدعی رسالت ہو اور اسلام کی صداقت کو دنیا میں ثابت کر رہا ہو اور تمام عقائد باطلہ کی تردید کر رہا ہو اس پر تو فتووں کا اس قدر جوش وخروش ہوکر کھانا پینا اور سونا بھی حرام کر دیا جائے اور جب ایک دوسرا شخص (چراغ دین جمونی۔ناقل) عیسائی مذہب کا حامی ہوکر مدعی رسالت ہو اور بظاہر اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہو،تو اس کی مخالفت کے لئے ایک سطر بھی نہ لکھی جاوے۔‘‘ (رسالہ ریویو اردو،مئی ۱۹۰۶ء)

۳...... ’’ایسا ہی ایک نبی اس وقت بھی خدا تعالیٰ نے مبعوث فرمایا ہے لیکن لوگوں نے اسی طرح اس کا انکار کیا جیسا کہ پہلے نبیوں کا۔کاش کہ یہ لوگ اس وقت غور کرتے اور سوچتے کہ کیا وہ نشان ان کو نہیں دکھلائے گئے جو کوئی انسان نہیں دکھلا سکتا اور کیا وہ اسی طرح پر گناہ سے نجات نہیں دیتا جس طرح پہلے نبیوں نے دی اور ایک ہمہ علم اور ہمہ طاقت ہستی کے متعلق وہی یقین ان کے دلوں میں نہیں پیدا کرتا جو پہلی امتوں میں پیدا کیا گیا۔ایسا نبی مرزا غلام احمد قادیانی ہیں۔‘‘

(ریویو ج۳ نمبر۷ بابت ماہ جولائی ۱۹۰۶ء، بحوالہ نبوت وخلافت ص۷)

۴...... ’’ہم اس بات کو مانتے ہیں کہ آخری زمانے میں ایک اوتار کے ظہور کے متعلق جو وعدہ انہیں دیا گیا وہ خدا کی طرف سے تھا اور اس کو ہندوستان کے مقدس نبی مرزا غلام احمد قادیانی کے وجود میں اللہ تعالیٰ نے پورا کر دکھایا ہے۔‘‘ (ریویو،نومبر ۱۹۰۴ء، بحوالہ نبوت وخلافت ص۸)

۵...... ’’مرزا قادیانی دعویٰ نبوت کا اپنی تصانیف میں کرتے ہیں۔ یہ دعویٰ اس قسم کا ہے کہ میں نبی ہوں۔لیکن کوئی نئی شریعت نہیں لایا۔ایسے مدعی کا مکذب قرآن شریف کی رو سے کذاب ہے۔‘‘ (یعنی ایسے نبوت کے دعوے دار کو جھٹلانے والا خود قرآن کی رو سے جھوٹا ہوتا ہے۔ مؤلف) (بحوالہ نبوت وخلافت ص۱۴)

۶...... ’’ہمارا ایمان ہے ہم حضرت مسیح موعود کے خادمین الاوّلین میں سے ہیں۔ ہمارے ہاتھوں میں حضرت اقدس ہم سے رخصت ہوئے۔ ہمارا ایمان ہے کہ حضرت مسیح موعود ومہدی موعود اللہ تعالیٰ کے سچے رسول تھے اور اس زمانہ کی ہدایت کے لئے دنیا میں نازل ہوئے اور آج آپ کی متابعت میں ہی دنیا کی نجات ہے اور ہم اس امر کا اظہار ہر میدان میں کرتے ہیں اور کسی کی خاطر ان عقائد کو بفضلہٖ تعالیٰ نہیں چھوڑ سکتے۔‘‘

(اخبار پیغام صلح جو کہ لاہوری جماعت کا سرکاری ترجمان ہے، بحوالہ نبوت وخلافت ص۱۶)

۷...... ’’میں حضرت صاحب یعنی حضرت مسیح موعود کے زمانہ کا احمدی ہوں۔ میں نے ۱۹۰۵ء میں بیعت کی تھی۔ میں حضرت مسیح موعود کو اسی طرح کا نبی یقین کرتا تھا اور کرتا ہوں جس طرح خدا کے دیگر نبیوں اور رسولوں کو یقین کرتا ہوں۔ نفس نبوت میں، میں نہ اس وقت کوئی فرق کرتا تھا اور نہ اب کرتا ہوں۔‘‘ (شیخ عبدالرحمٰن مصری، بحوالہ نبوت وخلافت ص۱۸)

۸...... ’’خلاصہ کلام یہ ہے کہ نبوت مسیح موعود کے متعلق لاہوری فریق کا وہی عقیدہ ہے جو جماعت احمدیہ کا ہے۔ کیونکہ انہوں نے ان بیانات کی کبھی تردید نہیں کی۔ جماعت احمدیہ بھی مسیح موعود کو حضرت خاتم النّبیین ﷺ کی پیروی میں اور آپ کے ظل اور خادم کے طور پر امتی غیرتشریعی نبی ہی مانتی ہے۔‘‘ (بحوالہ نبوت وخلافت ص۱۹)

اب آپ خود ہی فیصلہ کیجئے

ہم نے ختم نبوت کے بارے میں قرآن مجید کی واضح آیات، ارشادات رسول ﷺ، صحابہ کرامؓ کا اجماع اور علمائے کرام کا اجماع پہلے آپ کے سامنے رکھ دیا۔ اس کے علاوہ مدعی نبوت مرزا غلام احمد قادیانی کا ابتدائی مؤقف بھی ان کی ہی تحریروں کی روشنی میں پیش کر دیا۔ ان چیزوں کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ خود ہی فیصلہ کیجئے کہ اب کسی شخص کے دعویٰ نبوت کی کہاں سے گنجائش نکل آئی؟ وہ آیات اور ارشادات نبویؐ جنہیں دلیل بنا کر خود مرزا قادیانی نے اپنے ابتدائی دور میں ایسے مدعی نبوت پر کافر، کاذب، مفتری، خارج از اسلام کا فتویٰ صادر کیا تھا اس میں ان کی نبوت کے لئے کہاں گنجائش باقی رہ جاتی ہے؟ اب اگر وہ دعویٰ نبوت فرماتے ہیں تو کیا یہ تمام

القابات وخطابات ان پر صادر نہیں ہوتے؟

اس کے بعد مرزا قادیانی کے اعلان نبوت اور احمدیوں کے دونوں گروہوں کے خیالات اس کے بارے میں آپ کے سامنے موجود ہیں۔ اب آپ خود ہی فیصلہ کیجئے کہ اپنے ہی فتوے کے مطابق جو کہ مرزا قادیانی نے صادر کیا ہے کیا وہ واقعی خارج از اسلام نہیں؟

تمام امت اس امر پر متفق ہے کہ نبوت کا سلسلہ رسول اکرم ﷺ کے بعد ختم ہوگیا۔ وحی الٰہی کا سلسلہ ہمیشہ کے لئے منقطع کر دیا گیا ہے اور اب تا قیامت جو شخص بھی نبوت یا نزول وحی کا دعویٰ دار ہو وہ ملت مسلمہ کے نزدیک کافر ہے۔

مرزا قادیانی اپنے مذموم عزائم پر پردہ ڈالنے کے لئے نہایت ہی تضاد بیانی سے کام لیتے ہیں۔ کبھی وہ اپنے متعلق یہ اعلان فرماتے ہیں کہ وہ کامل نبی اور رسول ہیں۔ کبھی فرماتے ہیں کہ وہ ظلی اور بروزی نبی ہیں۔ نبوت کی ان نئی اصطلاحات کا کوئی پتہ ونشان نہ تو قرآن مجید میں ملتا ہے، نہ احادیث نبی ﷺ میں، نہ صحابہ کرام اس پر کوئی روشنی ڈالتے ہیں اور نہ ہی علمائے کرام نبوت کی ان نئی اقسام پر کوئی روشنی ڈالتے ہیں۔ ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ ظلی اور بروزی نبی کے معنی مختصراً پیش کر دیں۔

الف...... ظلی نبی: مرزا قادیانی اور ان کی جماعت کے دونوں گروہوں کے بیانات کے مطابق وہ ظلی نبی ہیں۔ ظل عربی زبان میں سائے کو کہتے ہیں۔ یعنی وہ فرماتے ہیں کہ نعوذ باللہ وہ رسول اللہ ﷺ کا ہی پرتو ہیں۔ آپ خود بتایئے کہ اسلام میں اس نئی تاویل کی کہاں گنجائش ہے؟

ب...... بروزی نبی: مرزا قادیانی اور ان کی جماعت کے دونوں گروہ انہیں بروزی نبی مانتے ہیں۔ مجوسی اصطلاح میں بروز، مسئلہ تناسخ (Reincarnation) کو کہتے ہیں۔ یعنی ایک ہی روح بار بار دوسرے قالب میں آتی ہے اور قالب چاہے کوئی ہو، روح وہی ہوتی ہے اس لئے مرزا قادیانی کا یہ دعویٰ کہ آدم بھی میں ہوں، نوح بھی میں ہوں اور بالآخر محمد واحمد بھی میں ہوں۔ کسی اسلامی عقیدے کے مطابق ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔ اگر وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں تو مسئلہ تناسخ (Reincarnation) کی رو سے کرتے ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ عقیدۂ تناسخ سراسر کافروں (ہندوؤں اور مجوسیوں) کا عقیدہ ہے اور جو شخص اس عقیدہ کا نہ صرف قائل ہو بلکہ اپنی نبوت کی بنیاد ہی اس عقیدہ پر رکھتا ہو پھر وہ کس طرح امت مسلمہ میں شامل رہ سکتا ہے؟

احمدی، غیر احمدیوں کو کافر اور اپنے کو ایک علیحدہ جماعت تصور کرتے ہیں

مرزا قادیانی کے دعوائے نبوت کے بعد اگر وہ اپنے دعوے میں سچے ہیں تو منطقی طور پر

ان کو نبی نہ ماننے والا کافر ہے اور یہی مؤقف وہ تمام غیر احمدیوں کے لئے اپنی تحریروں میں اختیار کرتے ہیں۔ ہم ان کی تحریروں میں سے چند اقتباسات بطور نمونہ پیش کرتے ہیں جن سے واضح ہوجائے گا کہ وہ اپنے آپ کو امت مسلمہ سے علیحدہ ایک امت سمجھتے ہیں اور اپنے نہ ماننے والوں کو کافر سمجھتے ہیں۔ چونکہ اسلامی فرقوں میں سے کسی اور فرقے نے یہ مؤقف اختیار نہیں کیا۔ اس لئے احمدیوں کو ہرگز ایک اسلامی فرقہ نہیں سمجھا سکتا۔

سب غیر احمدی کافر ہیں

۱...... ’’کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے، خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا، وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔‘‘ (آئینہ صداقت ص ۳۵)

۲...... ’’ہر ایک ایسا شخص جو موسیٰ کو مانتا ہے مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا، یا عیسیٰ کو مانتا ہے مگر محمدؐ کو نہیں مانتا یا محمدؐ کو مانتا ہے مگر مسیح موعود کو نہیں مانتا وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔‘‘ (کلمۃ الفصل، مندرجہ ریویو ص ۱۱۰)

۳...... ’’ہم چونکہ مرزا قادیانی کو نبی مانتے ہیں اور غیر احمدی آپ کو نہیں مانتے۔ اس لئے قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق کہ کسی نبی کا انکار بھی کفر ہے غیر احمدی کافر ہیں۔‘‘

(مندرجہ اخبار الفضل مورخہ ۲۶، ۲۹؍جون ۱۹۲۲ء)

احمدی کہتے ہیں کہ ہمارا خدا، دین اور اسلام اور ہے

۴...... وہ صرف یہی نہیں کہتے کہ مسلمانوں سے ان کا اختلاف محض مرزا قادیانی کی نبوت کے معاملے میں ہے۔ بلکہ وہ کہتے ہیں کہ ہمارا خدا، ہمارا اسلام، ہمارا قرآن، ہماری نماز، ہمارا روزہ، غرض ہماری ہر چیز مسلمانوں سے الگ ہے۔ ۲۱؍اگست ۱۹۱۷ء کے الفضل میں خلیفہ صاحب کی ایک تقریر ’’طلباء کو نصائح‘‘ کے عنوان سے شائع ہوئی تھی۔ جس میں انہوں نے اپنی جماعت کے طلبہ کو خطاب کرتے ہوئے یہ بتایا تھا کہ احمدیوں اور غیر احمدیوں کے درمیان کیا اختلاف ہے۔‘‘ اس میں وہ فرماتے ہیں: ’’ورنہ حضرت مسیح موعود نے تو فرمایا ہے کہ ان کا (یعنی مسلمانوں کا) اسلام اور ہے اور ہمارا اور، ان کا خدا اور ہے اور ہمارا اور، ہمارا حج اور ہے ان کا حج اور، اسی طرح ان سے ہر بات میں اختلاف ہے۔‘‘

۵...... ’’حضرت مسیح موعود نے سختی سے تاکید فرمائی ہے کہ کسی احمدی کو غیر احمدی کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہئے۔ باہر سے لوگ اس کے متعلق بار بار پوچھتے ہیں۔ میں کہتا ہوں تم جتنی دفعہ بھی پوچھو گے اتنی دفعہ ہی میں یہی جواب دوں گا کہ غیر احمدی کے پیچھے نماز پڑھنی جائز نہیں، جائز نہیں،

جائز نہیں۔“ (انوار خلافت ص۸۹)

۶...... ”ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم غیراحمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔ کیونکہ ہمارے نزدیک وہ خداتعالیٰ کے ایک نبی کے منکر ہیں۔“ (انوار خلافت ص۹۰)

۷...... ”حضرت مسیح موعود نے غیراحمدیوں کے ساتھ صرف وہی سلوک جائز رکھا ہے جو نبی کریم ﷺ نے عیسائیوں کے ساتھ کیا۔ غیراحمدیوں سے ہماری نمازیں الگ کی گئیں۔ ان کو لڑکیاں دینا حرام قرار دیا گیا، ان کے جنازے پڑھنے سے روکا گیا۔ اب کیا باقی رہ گیا ہے جو ہم ان کے ساتھ مل کر کر سکتے ہیں؟ دو قسم کے تعلقات ہوتے ہیں۔ ایک دینی، دوسرے دنیوی۔ دینی تعلق کا سب سے بڑا ذریعہ عبادت کا اکٹھا ہونا ہے اور دنیوی تعلق کا بھاری ذریعہ رشتہ وناطہ ہے۔ سو یہ دونوں ہمارے لئے حرام قرار دیئے گئے۔ اگر کہو کہ ہم کو ان کی لڑکیاں لینے کی اجازت ہے تو میں کہتا ہوں نصاریٰ کی لڑکیاں لینے کی بھی اجازت ہے اور اگر یہ کہو کہ غیراحمدیوں کو سلام کیوں کہا جاتا ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث سے ثابت ہے کہ بعض اوقات نبی کریم ﷺ نے یہود تک کو سلام کا جواب دیا ہے۔“ (کلمۃ الفصل مندرجہ ریویو ص۱۲۹)

۸...... ”اگر کسی غیراحمدی کا چھوٹا بچہ مر جائے تو اس کا جنازہ کیوں نہ پڑھا جائے، وہ تو مسیح موعود کا منکر نہیں؟ میں یہ سوال کرنے والے سے پوچھتا ہوں کہ اگر یہ بات درست ہے تو پھر ہندوؤں اور عیسائیوں کے بچوں کا جنازہ کیوں نہیں پڑھا جاتا غیراحمدیوں کا بچہ بھی غیراحمدی ہوا۔ اس لئے اس کا جنازہ بھی نہیں پڑھنا چاہئے۔“ (انوار خلافت ص۹۳)

احمدیوں کے سیاسی عزائم

احمدی نہ صرف مذہبی جماعت ہیں۔ بلکہ وہ دراصل ایک الگ قوم بننے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ان کے سیاسی عزائم مسلم قوم کی آرزوؤں وامنگوں سے متصادم ہیں۔ یہ بھی ہم اپنے قیاس سے نہیں کہہ رہے بلکہ مرزا قادیانی اور ان کی جماعت کے اکابرین کی بے شمار تحریریں اس بات کے ثبوت میں پیش کی جاسکتی ہیں۔ ہم ایسی چند تحریروں کے اقتباسات بطور نمونہ پیش کر رہے ہیں۔

ایک الگ قوم

۱...... ”بلکہ اس گورنمنٹ (اس سے مراد حکومت برطانیہ ہے۔ یہ بیان تقسیم ہند سے پہلے کا ہے۔ مؤلف) کے ہم پر اس قدر احسان ہیں کہ اگر ہم یہاں سے نکل جائیں تو نہ ہمارا مکہ میں گزارا ہوسکتا ہے اور نہ قسطنطنیہ میں۔ تو پھر کس طرح ہوسکتا ہے کہ ہم اس کے برخلاف کوئی خیال اپنے دل میں رکھیں۔“ (ملفوظات احمدیہ جلد اوّل ص۳۲۱)

۲...... ’’میں اپنے کام کو نہ مکہ میں اچھی طرح چلا سکتا ہوں نہ مدینہ میں، نہ روم میں نہ شام میں، نہ ایران مین، نہ کابل میں۔ مگر اس گورنمنٹ برطانیہ میں جس کے اقبال کے لئے دعا کرتا ہوں۔‘‘ (تبلیغ رسالت ج۶ص۶۹، مجموعہ اشتہارات ج۲ص۳۷۰)

۳...... ’’یہ تو سوچو کہ اگر تم اس گورنمنٹ برطانیہ کے سائے سے باہر نکل جاؤ تو پھر تمہارا ٹھکانا کہاں ہے۔ ایسی سلطنت کا بھلا نام تو لو جو تمہیں اپنی پناہ میں لے لے گی۔ ہر ایک سلطنت تمہیں قتل کرنے کے لئے دانت پیس رہی ہے۔ کیونکہ ان کی نگاہ میں تم کافر اور مرتد ٹھہر چکے ہو۔ سو تم اس خداداد نعمت کی قدر کرو اور تم یقیناً سمجھ لو کہ خداتعالیٰ نے سلطنت انگریزی تمہاری بھلائی کے لئے ہی اس ملک میں قائم کی ہے اور اگر اس سلطنت پر کوئی آفت آئے تو وہ آفت تمہیں بھی نابود کر دے گی۔ ذرا کسی اور سلطنت کے زیر سایہ رہ کر دیکھ لو کہ تم سے کیا سلوک کیا جاتا ہے۔ سنو، انگریزی سلطنت تمہارے لئے ایک رحمت ہے۔ تمہارے لئے ایک برکت ہے اور خدا کی طرف سے تمہاری وہ سپر ہے۔ پس تم دل وجان سے اس سپر کی قدر کرو اور ہمارے مخالف جو مسلمان ہیں۔ ہزارہا درجہ ان سے انگریز بہتر ہیں۔ کیونکہ وہ ہمیں واجب القتل نہیں سمجھتے۔ وہ تمہیں بے عزت نہیں کرنا چاہتے۔‘‘ (مندرجہ تبلیغ رسالت ج۱۰ص۱۲۴، مجموعہ اشتہارات ج۳ص۵۸۴)

۴...... ’’ایرانی گورنمنٹ نے جو سلوک مرزا علی محمد باب بانی فرقہ بابیہ اور اس کے بے کس مریدوں کے ساتھ محض مذہبی اختلاف کی وجہ سے کیا اور جو ستم اس فرقے پر توڑے گئے وہ ان دانشمندوں پر مخفی نہیں ہیں جو قوموں کی تاریخ پڑھنے کے عادی ہیں اور پھر سلطنت ٹرکی نے جو ایک یورپ کی سلطنت کہلاتی ہے جو برتاؤ بہاء اللہ بانی فرقہ بابیہ بہایہ اور اس کے جلاوطن شدہ پیروؤں سے ۱۸۶۳ء سے لے کر ۱۸۹۲ء تک پہلے قسطنطنیہ پھر ایڈریانوپل اور بعد ازاں مکہ کے جیل خانے میں کیا وہ بھی دنیا کے اہم واقعات پر اطلاع رکھنے والوں پر پوشیدہ نہیں ہے۔ دنیا میں تین ہی بڑی سلطنتیں کہلاتی ہیں۔ (غالباً مسلمانوں کی تین بڑی سلطنتیں مراد ہیں، یعنی ٹرکی، ایران اور افغانستان۔ مؤلف) اور تینوں نے جو تنگ دلی اور تعصب کا نمونہ اس شائستگی کے زمانہ میں دکھایا وہ احمدی قوم کو یہ یقین دلائے بغیر نہیں رہ سکتا کہ احمدیوں کی آزادی، تاج برطانیہ کے ساتھ وابستہ ہے...... لہٰذا تمام سچے احمدی جو مرزا قادیانی کو مامور من اللہ اور ایک مقدس انسان تصور کرتے ہیں، بدوں کسی خوشامد اور چاپلوسی کے دل سے یقین کرتے ہیں کہ برٹش گورنمنٹ ان کے لئے فضل ایزدی اور سایہ رحمت ہے اور اس کی ہستی کو اپنی ہستی خیال کرتے ہیں۔‘‘ (الفضل مورخہ ۱۳؍ستمبر ۱۹۱۴ء)

ایک الگ ریاست

پاکستان بنتے ہی انہوں نے اپنے مذموم عزائم کے لئے بلوچستان کو منتخب کیا تھا۔کوئٹہ میں ۲۳/جولائی ۱۹۴۸ء کو ایک خطبہ دیا۔جو ۱۳/اگست کے الفضل میں بایں الفاظ شائع ہوا ہے:

’’برٹش بلوچستان...... جواب پاکی بلوچستان ہے...... کی کل آبادی پانچ یا چھ لاکھ ہے۔ یہ آبادی اگرچہ دوسرے صوبوں کی آبادی سے کم ہے۔مگر بوجہ ایک یونٹ ہونے کے اس کو بہت بڑی اہمیت حاصل ہے۔دنیا میں جیسے افراد کی قیمت ہوتی ہے یونٹ کی بھی قیمت ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر امریکہ کی کانسٹیٹیوشن (Constitution) ہے۔وہاں اسٹیٹ سینٹ کے لئے اپنے ممبر منتخب کرتے ہیں۔ یہ نہیں دیکھا جاتا کہ کسی اسٹیٹ کی آبادی دس کروڑ ہے یا ایک کروڑ ہے۔سب اسٹیٹ کی طرف سے برابر برابر ممبر لئے جاتے ہیں۔غرض پاکی بلوچستان کی آبادی ۶،۵ لاکھ ہے اور اگر ریاستی بلوچستان کو ملایا جائے تو اس کی آبادی گیارہ لاکھ ہے۔لیکن چونکہ یہ ایک یونٹ ہے۔اس لئے اسے بہت بڑی اہمیت حاصل ہے۔زیادہ آبادی کو تو احمدی بنانا مشکل ہے۔لیکن تھوڑے آدمیوں کو احمدی بنانا کوئی مشکل نہیں۔ پس جماعت اس طرف اگر پوری توجہ دے تو اس صوبے کو بہت جلدی احمدی بنایا جاسکتا ہے۔یادرکھو! تبلیغ اس وقت تک کامیاب نہیں ہوسکتی جب تک ہماری (Base) مضبوط نہ ہو۔ پہلے (Base) مضبوط ہو تو پھر تبلیغ پھیلتی ہے۔پس پہلے اپنی (Base) مضبوط کرلو۔کسی نہ کسی جگہ اپنی (Base) بنالو۔کسی ملک میں ہی بنالو۔اگر سارے صوبے کو احمدی بنالیں تو کم ازکم ایک صوبہ تو ایسا ہوجائے گا جس کو ہم اپنا صوبہ کہہ سکیں گے اور یہ بڑی آسانی کے ساتھ ہوسکتا ہے۔‘‘

یہ تقریر کسی تبصرہ وتشریح کی محتاج نہیں۔پھر جب اتنے بڑے منصوبے پر عمل پیرا ہونا مشکل معلوم ہوا تو انہوں نے ابتدائی طور پر اپنی اس ریاست کی بنیاد ربوہ میں ڈالی۔ربوہ کی اس ریاست درریاست کے بارے میں تفصیلات آپ کے سامنے آچکی ہیں۔مزید تفصیل کی حاجت نہیں۔

فتنۂ دین

سیاسی عزائم کے علاوہ ان کے مخصوص مذہبی عزائم ہیں۔وہ ملت مسلمہ میں فتنہ اور انتشار پیدا کرنا چاہتے ہیں۔نبوت کے جھوٹے مدعیوں کا ہمیشہ یہی طریقہ رہا ہے کہ انہوں نے کچھ احکام قرآنی کو منسوخ کیا۔ مثلاً مسیلمہ کذاب نے شراب کی حرمت کو منسوخ کیا۔سجاح نے زنا کی حرمت کو منسوخ کیا اور مرزاقادیانی نے جہاد کے حکم کو منسوخ کیا۔مسئلہ جہاد جس کے بارے میں امت مسلمہ میں کسی قسم کا اختلاف نہیں، اس طے شدہ دینی نص کے بارے میں مرزاغلام احمد قادیانی

کے خیالات حسب ذیل ہیں۔

۱...... ’’جہاد یعنی دینی لڑائیوں کی شدت کو خدا تعالیٰ آہستہ آہستہ کم کرتا گیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں اس قدر شدت تھی کہ ایمان لانا بھی قتل سے بچا نہیں سکتا تھا اور شیر خوار بچے بھی قتل کئے جاتے تھے۔ پھر ہمارے نبی ﷺ کے وقت میں بچوں اور بوڑھوں اور عورتوں کا قتل کرنا حرام کیا گیا اور پھر بعض قوموں کے لئے بجائے ایمان کے صرف جزیہ دے کر مواخذہ سے نجات پانا قبول کیا گیا اور پھر مسیح موعود کے وقت قطعاً جہاد کا حکم موقوف کر دیا گیا۔‘‘

(اربعین نمبر۴ ص۱۳، خزائن ج۱۷ ص۴۴۳)

۲...... ’’آج سے انسانی جہاد جو تلوار سے کیا جاتا تھا، خدا کے حکم کے ساتھ بند کیا گیا۔ اب اسکے بعد جو شخص کافر پر تلوار اٹھاتا، اور اپنا نام غازی رکھتا ہے وہ اس رسول کریم ﷺ کی نافرمانی کرتا ہے جس نے آج سے تیرہ سو برس پہلے فرما دیا ہے کہ مسیح موعود کے آنے پر تمام تلوار کے جہاد ختم ہو جائیں گے۔ سو اب میرے ظہور کے بعد تلوار کا کوئی جہاد نہیں۔ ہماری طرف سے امان اور صلح کاری کا سفید جھنڈا بلند کیا گیا۔‘‘ (مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۲۹۵)

۳......

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دیں کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال
اب آ گیا مسیح جو دیں کا امام ہے
دیں کی تمام جنگوں کا اب اختتام ہے
اب آسماں سے نور خدا کا نزول ہے
اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے
دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد
منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص۲۷، خزائن ج۱۷ ص۷۷)

مندرجہ بالا حوالہ جات سے پوری طرح واضح ہو جاتا ہے کہ مرزا قادیانی نے جہاد فی سبیل اللہ کے حکم کو منسوخ فرما دیا ہے اور اس طرح سے قرآن کی آیات میں ترمیم و تحریف کی ہے۔ امت مسلمہ کو جہاد فی سبیل اللہ کا حکم دے دیا جائے تو ان کی کوئی عبادت اس وقت تک قبول نہیں ہوتی جب تک وہ جہاد میں بھرپور حصہ نہ لیں۔ اس سلسلہ میں سورۃ التوبہ سند کے طور پر موجود ہے۔

نئی وحی کا راستہ بھی کھول دیا

مرزا غلام احمد قادیانی نے نہ صرف دعویٰ نبوت فرمایا بلکہ اس دعویٰ کے ساتھ ساتھ نزول وحی کا بھی اعلان فرمایا۔ حالانکہ قرآن مجید کے بعد کسی قسم کی وحی کے نزول کو قرآن مجید اور رسول اللہ ﷺ قطعی طور پر خارج از امکان قرار دیتے ہیں۔ بلکہ نہایت ہی قطعیت کے ساتھ کہہ

دیا گیا کہ اب وحی الٰہی کا سلسلہ تاقیامت ختم ہوگیا ہے۔ لیکن دعویٰ نبوت کرنے کے بعد مرزاقادیانی نے یہ اعلان بھی فرمادیا کہ ان پروحی بارش کی طرح اترتی ہے۔ ہم ان کی اس وحی کے چندنمونے ان ہی کی کتاب حقیقت الوحی میں سے پیش کررہے ہیں۔ ہمارے لئے یہ ممکن نہیں کہ اس مختصر سے کتابچہ میں ہم تفصیل سے بتائیں کہ قرآن مجید کی کن کن آیات کو سیاق وسباق سے علیحدہ کر کے اضافے کے ساتھ اپنے مذموم مقاصد کے لئے استعمال کیا ہے۔ ہم نے عرض کیا تھا کہ مرزاقادیانی نے دین اور ایمان میں فتنہ ڈالنے کی نہایت مذموم سازشیں کی ہیں۔ اس سازش کا نتیجہ وہ وحی ہے جس کے نزول کا مرزاقادیانی دعویٰ کرتے ہیں۔ یوں توان کی تمام وحی، وحی الٰہی کے ساتھ ایک کھلا مذاق اور انتہائی گستاخ جسارت ہے۔ لیکن ہم اس وحی کے چندنمونے پیش کرنے پراکتفا کررہے ہیں۔

۱...... سورۂ بنی اسرائیل کی پہلی آیت قرآن مجید میں اس طرح ہے: ’’**سبحن الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الیٰ المسجد الاقصی الذی برکنا حولہ لنریہ من اٰیٰتنا انہ ہو السمیع البصیر**‘‘

ترجمہ...... ’’پاک ہے وہ جولے گیا ایک رات اپنے بندے کو مسجد حرام سے دور کی اس مسجد تک جس کے ماحول کو اس نے برکت دی ہے تاکہ اسے اپنی کچھ نشانیوں کا مشاہدہ کرائے۔ حقیقت میں وہی ہے سب کچھ سننے اور دیکھنے والا۔‘‘

مگر مرزاقادیانی پربقول ان کے جب وحی اتری تواس طرح نازل ہوئی۔ (معاذاللہ)

’’**سبحان الذی اسری بعبدہ لیلاً خلق اٰدم فاکرمہ جری اللہ فی حلل الانبیاء بشریٰ لک یا احمدی انت مرادی ومعی سرک سری انی ناصرک**‘‘

(حقیقت الوحی ص۷۸،۷۹، خزائن ج۲۲ ص۸۱،۸۲)

ترجمہ...... (جوخود مرزاقادیانی نے فرمایا ہے) ’’وہ پاک ذات وہی خدا ہے جس نے ایک رات میں تجھے سیر کرادیا۔ اس نے اس آدم کو پیدا کیا اور پھر اس کو عزت دی۔ یہ رسول خدا ہے۔ تمام نبیوں کے پیرائے میں یعنی ہر ایک نبی کی ایک خاص صفت اس میں موجود ہے۔ تجھے بشارت ہو اے میرے احمد (مرزاغلام احمد قادیانی) تو میری مراد اور میرے ساتھ ہے۔ تیرا بھید میرا بھید ہے۔ میں تیری مدد کروں گا۔‘‘

۲...... سورۂ البقرہ کی آیت نمبر۳۵ قرآن مجید میں اس طرح ہے: ’’**وقلنا یٰآدم اسکن انت وزوجک الجنۃ وکلا منہا رغدًا حیث شئتما ولا تقربا ہٰذہ الشجرۃ**

فتکونا من الظٰلمین‘‘

ترجمہ...... ’’پھر ہم نے آدم سے کہا کہ تم اور تمہاری بیوی دونوں جنت میں رہو اور یہاں بفراغت جو چاہو کھاؤ۔ مگر اس درخت کا رخ نہ کرنا ورنہ ظالموں میں شمار ہوگے۔‘‘

مگر بقول مرزا قادیانی ان پر وحی، یوں نازل ہوئی۔ (معاذ اللہ)

’’یا اٰدم اسکن انت وزوجک الجنۃ یا مریم اسکن انت وزوجک الجنۃ یا احمد اسکن انت وزوجک الجنۃ نصرت وقالوا لات حین مناص ان الذین کفروا وصدوا عن سبیل اللہ رد علیھم رجل من فارس شکر اللہ سعیہ‘‘

(حقیقت الوحی ص۷۶،۷۷، خزائن ج۲۲ ص۷۹،۸۰)

ترجمہ...... ترجمہ جو خود مرزا قادیانی نے فرمایا ہے: (معاذ اللہ) ’’اے آدم تو اور تیرے دوست بہشت میں داخل ہو۔ اے مریم تو اور تیرے دوست بہشت میں داخل ہو۔ اے احمدؐ (غلام احمد) تو اور تیرے دوست بہشت میں داخل ہو۔ تجھے مدد دی جائے گی اور مخالف کہیں گے کہ اب گریز کی جگہ نہیں۔ وہ لوگ جو کافر ہوئے اور خدا کی راہ کے مانع ہوئے ان کا ایک فارسی الاصل آدمی (مراد غلام احمد) نے رد کیا۔ خدا اس کی کوشش کا شکرگزار ہے۔‘‘

۳...... سورۃ اللھب کی پہلی دو آیات قرآن مجید میں یوں ہیں: ’’تبت یدا ابی لھب وتب ما اغنیٰ عنہ مالہ وما کسب‘‘

ترجمہ...... ’’ٹوٹ گئے ابولہب کے ہاتھ اور تباہ ہوگیا وہ اس کا مال اور جو کچھ اس نے کمایا وہ اس کے کسی کام نہ آیا۔‘‘

لیکن مرزا قادیانی پر بقول ان کے جب وحی نازل ہوئی تو اس طرح سے ہوئی (معاذ اللہ) ’’تبت یدا ابی لھب وتب ما کان لہ ان یدخل فیھا الا خائفا وما اصابک فمن اللہ الفتنۃ ھھنا فاصبر کما صبر اولوالعزم‘‘ (حقیقت الوحی ص۸۱، خزائن ج۲۲ ص۸۴)

اس کا ترجمہ اور تفسیر جو مرزا قادیانی نے خود کی ہے، تفسیر کو ترجمہ کے ساتھ ہی قوسین میں آسانی کے لئے دیا جارہا ہے۔

ترجمہ...... ’’ہلاک ہوگئے دونوں ہاتھ ابی لہب کے اور آپ بھی ہلاک ہوگیا (اس جگہ ابولہب سے مراد ایک دہلوی مولوی ہے جو فوت ہوچکا ہے اور پیشین گوئی پچیس برس کی ہے جو براہین احمدیہ میں درج ہے اور یہ اس زمانہ میں شائع ہوچکی ہے جب کہ میری نسبت تکفیر کا فتویٰ بھی ان مولویوں کی طرف سے نکلا تھا۔ تکفیر کے فتوے کے بانی بھی وہی دہلی کا مولوی تھا جس کا نام

خدا تعالیٰ نے ابولہب رکھا) اس کو نہیں چاہئے تھا کہ اس معاملہ میں دخل دیتا۔ مگر ڈرتے ڈرتے اور جو کچھ تجھے رنج پہنچے گا وہ تو خدا کی طرف سے ہے۔ اس جگہ ایک فتنہ برپا ہوگا۔ پس صبر کر جیسا کہ اولوالعزم نبیوں نے صبر کیا۔'' (ایضاً)

سبھی کو معلوم ہے قرآن مجید میں ابولہب رسول اللہ ﷺ کا چچا تھا۔ لیکن مرزا قادیانی نے نہایت عیاری سے اس کی تفسیر اس طرح فرمائی کہ اس کو اپنے مقصد کے لئے استعمال کر سکتیں۔ کیا یہ قرآن مجید کے ساتھ کھلا مذاق نہیں۔ کیا اس کے معروف معنوں کو چھوڑ کر اپنے مطلب کے لئے نئے معنی نہیں پہنائے ہیں۔

وحی ان پر صرف عربی میں ہی نہیں اتری بلکہ انگریزی، اردو، فارسی، عبرانی، جاپانی اور دنیا کی نہ جانے کن کن زبانوں میں اترتی رہی۔ ایک جگہ وحی اردو میں یوں اتری: ''خدا تیرے سب کام درست کرے گا اور تیری ساری مرادیں تجھے دے گا۔ رب الافواج اس طرف توجہ کرے گا۔ اس نشان کا مدعا یہ ہے کہ قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں۔''

(حقیقت الوحی ص۸۳،۸۴، خزائن ج۲۲ ص۸۶،۸۷)

ایک اور جگہ مزید فرماتے ہیں: ''انت منی بمنزلة عرشی انت منی بمنزلة ولدی'' تو مجھ سے بمنزلہ میرے عرش کے ہے تو مجھ سے بمنزلہ میرے فرزند کے ہے۔

(حقیقت الوحی ص۸۶، خزائن ج۲۲ ص۸۹)

آخر میں ہم ان کے تحریفی کمالات کا ایک نیا نمونہ پیش کرنا چاہتے ہیں کہ کس طرح مرزا قادیانی نے قرآن مجید کی دو مختلف آیات کو جوڑ کر اپنے مطلب کی بات نکالنے کی کوشش کی۔

سورۂ البقرہ کی آیت نمبر۱۲۵: ''واذ جعلنا البیت مثابة للناس وامنا واتخذوا من مقام ابراهیم مصلی وعهدنا الیٰ ابراهیم واسمٰعیل ان طهرا بیتی للطائفین والعاکفین والرکع السجود'' ﴿اور یہ کہ ہم نے اس گھر (کعبہ) کو لوگوں کے لئے مرکز اور امن کی جگہ قرار دیا تھا اور لوگوں کو حکم دیا تھا کہ ابراہیم علیہ السلام جہاں عبادت کے لئے کھڑا ہوتا ہے اس مقام کو مستقل جائے نماز بنالو اور ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کو تاکید کی تھی کہ میرے اس گھر کو طواف اور اعتکاف اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک رکھو۔﴾

اور دوسری جگہ سورۃ النساء میں سینتالیسویں آیت کا آخری حصہ یوں ہے: ''وکان امر الله مفعولا'' ﴿یاد رکھو کہ اللہ کا حکم نافذ ہوکر رہتا ہے۔﴾

اب مرزا قادیانی نے ان دونوں آیات محولہ بالا کے کچھ حصے لے کر اپنے اضافہ کے

ساتھ اس طرح فرمایا: (معاذ اللہ) ’’**فاتخذوا من مقام ابراهيم مصلّٰى انا انزلناه قريباً من القاديان وبالحق انزلناه وبالحق نزل صدق الله ورسوله وكان امر الله مفعولا الحمدلله الذى جعلك المسيح ابن مريم لايسئل عما يفعل وهم يسئلون اٰثرك الله علىٰ كل شئ**‘‘

ترجمہ جو مرزا قادیانی نے فرمایا: ’’سوتم اس ابراہیم کے مقام سے عبادت کی جگہ بناؤ یعنی اس نمونہ پر چلو ہم نے اس کو قادیان کے قریب اتارا ہے اور وہ عین ضرورت کے وقت اتارا ہے اور ضرورت کے وقت اترا ہے۔ خدا اور اس کے رسول کی پیش گوئی پوری ہوئی اور خدا کا ارادہ پورا ہونا ہی تھا۔ اس خدا کی تعریف ہے جس نے تجھے (مرزا غلام احمد) مسیح ابن مریم بنایا ہے۔ وہ اپنے کاموں سے پوچھا نہیں جاتا اور لوگ پوچھے جاتے ہیں۔ خدا نے تجھے ہر ایک چیز میں سے چن لیا۔‘‘ (حقیقت الوحی ص ۸۸،۸۹، خزائن ج ۲۲ ص ۹۱،۹۲)

قرآن مجید کی عبارت کو مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی وحی میں استعمال کیا ہے اور اس میں اپنی طرف سے اضافے فرمائے ہیں۔

قرآن مجید میں مقام ابراہیم کعبۃ اللہ کے اس مقام کو کہا گیا ہے جہاں سے کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کعبہ فرمائی تھی۔ آج تک وہ مقام بھی موجود ہے اور مقام ابراہیم کے نام سے موسوم ہے۔ طواف کعبہ کے بعد وہاں دو رکعت نفل ادا کرنے، مناسک طواف میں شامل ہیں۔ لیکن مرزا قادیانی نے اس آیت کے آگے ’’**قریباً من القادیان**‘‘ کے الفاظ بڑھا کر یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ آئندہ سے قادیان (نعوذ باللہ) مقام ابرہیم کے مترادف ہے۔

مندرجہ بالا عبارات ایک نہایت ہی مختصر نمونہ ہیں۔ اگر آپ حقیقت الوحی اور براہین احمدیہ کا مطالعہ کر سکیں (جن دونوں کتابوں کو احمدیوں کے دونوں فرقے مانتے ہیں) تو آپ یہ دیکھ کر حیران رہ جائیں گے کہ قرآن مجید کی کس قدر بے حرمتی کی گئی ہے اور مرزا قادیانی جس وحی کے مدعی ہیں وہ دراصل قرآن مجید کے ساتھ ایک کھلا مذاق ہے اور مسلمانوں کی دینی حمیت کے لئے ایک کھلا چیلنج ہے۔ اس طرح ہماری یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مرزا قادیانی اور احمدی حضرات دین میں فتنہ پردازی کرتے ہیں۔ یہ دروازہ ایک مرتبہ کھل گیا تو ان فتنوں کا سد باب مشکل ہو جائے گا اور قرآن مجید میں تحریف وتصریف کا ایک ایسا سلسلہ چل پڑے گا کہ ہر فتنہ پرداز نہ جانے اس میں کیا کیا فتنہ پردازی کرے۔

احمدیوں کی اشتعال انگیزیاں

احمدیوں کی مختصر سی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ابتداء سے ہی یہ تحریک امت مسلمہ کی دلآزاری کرتی رہی ہے اور ہمیشہ اس کی یہی کوشش رہی ہے کہ امت مسلمہ کو اشتعال دلا کر ان کی توجہ اصل مسئلہ سے ہٹا کر اس کا رخ تشدد اور لاقانونیت کی طرف موڑ دیا جائے۔ مرزاغلام احمد قادیانی کی تحریریں ایسی دلآزار اور اشتعال انگیز ہیں کہ کسی بھی غیرتمند اور باحمیت مسلم کا پیمانہ صبر لبریز کرنے کے لئے کافی ہے۔ اشتعال انگیزی ان کی تاریخ کا ایک نمایاں پہلو ہے۔

۱۹۵۳ء کے واقعات سے پوری طرح واضح ہو جاتا ہے کہ جونہی مسئلہ ختم نبوت اپنے منطقی نتیجہ کو پہنچنے والا تھا۔ انہوں نے اس پرامن تحریک کا رخ سازش سے تشدد اور لاقانونیت کی طرف موڑ کر اس کو امن وامان کا ایک مسئلہ بنادیا اور امت مسلمہ کی توجہ اصل مسئلہ سے ہٹانے میں کامیاب ہوگئے اور اس طرح انہیں اکیس برس تک من مانی کرنے اور کھل کھیلنے کا موقع مل گیا۔ اس عرصہ میں یہ حکومت کے ہر شعبہ میں قدم جمانے اور کلیدی آسامیاں حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے۔

اب جب کہ جناب شورش کاشمیری صاحب نے قوم کی توجہ دوبارہ اس ناسور کی طرف مبذول کرائی اور احمدیوں کو اقلیت قرار دینے کا مطالبہ اپنے منطقی نتیجہ پر پہنچنے والا تھا تو احمدیوں نے پھر اپنے پرانے ہتھکنڈے آزمائے اور ربوہ اسٹیشن کا انتہائی اشتعال انگیز واقعہ پیش آیا۔ چونکہ اس معاملہ کی تحقیقات ابھی تحقیقاتی کمیشن کر رہا ہے۔ اس لئے ہم اس پر کسی قسم کا تبصرہ کرنے سے قاصر ہیں۔ لیکن اس کے محرکات سے ہر شخص آگاہ ہے۔ ایک پرامن تحریک کو تشدد کا رنگ دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ تاکہ اس اشتعال انگیزی کے بعد لاقانونیت اور تشدد کا ایسا لامتناہی سلسلہ شروع ہو جائے کہ امن وامان کا مسئلہ کھڑا کر کے اصل معاملہ کو پھر سردخانہ میں ڈال دیا جائے اور انہیں پھر کھل کھیلنے کا موقع مل جائے۔

ہم ذیل میں احمدیوں کی اشتعال انگیزیوں کے چند نمونے پیش کر رہے ہیں:

۱...... ''اس کے (یعنی نبی کریم ﷺ کے) لئے چاند گرہن کا نشان ظاہر ہوا اور میرے لئے چاند اور سورج دونوں کا۔ اب کیا تو انکار کرے گا۔'' (اعجاز احمدی ص۷۱، خزائن ج۱۹ ص۱۸۳)

۲......

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں — اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شان میں

محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں

(از قاضی محمد ظہور الدین اکمل قادیانی منقول از اخبار پیغام صلح، لاہور، مورخہ ۱۴؍مارچ ۱۹۱۶ء)

۳...... ’’مجھ میں اور تمہارے حسین میں بڑا فرق ہے۔ کیونکہ مجھے تو ہر ایک وقت خدائی تائید اور مدد مل رہی ہے۔‘‘ (اعجاز احمدی ضمیمہ نزول المسیح ص۹۶، خزائن ج۱۹ص۱۸۱)

۴...... ’’اور میں خدا کا کشتہ ہوں اور تمہارا حسین دشمنوں کا کشتہ ہے۔ پس فرق کھلا کھلا اور ظاہر ہے۔‘‘ (اعجاز احمدی ضمیمہ نزول المسیح ص۸۱، خزائن ج۱۹ص۱۹۳)

۵...... ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو

اس سے بہتر غلام احمد ہے

(دافع البلاء ص۲۰، خزائن ج۱۸ص۲۴۰)

۶...... ’’یسوع کے ہاتھ میں سوائے مکروفریب کے کچھ نہ تھا۔ پھر افسوس یہ کہ نالائق عیسائی ایسے شخص کو خدا بنا رہے ہیں۔ آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے۔ تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔‘‘

(ضمیمہ انجام آتھم ص۷، خزائن ج۱۱ص۲۹۱)

۷...... ’’جو شخص تیری پیروی نہیں کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہیں ہوگا اور تیرا مخالف رہے گا وہ خدا اور رسول کی مخالفت کرنے والا جہنمی ہے۔‘‘

(تبلیغ رسالت ج۹ص۲۷، مجموعہ اشتہارات ج۳ص۲۷۵)

۸...... ’’کل مسلمانوں نے مجھے قبول کرلیا اور میری دعوت کی تصدیق کرلی۔ مگر کنجریوں اور بدکاروں کی اولاد نے مجھے نہیں مانا۔‘‘ (آئینہ کمالات اسلام ص۵۴۷، خزائن ج۵ص۵۴۷،۵۴۸)

۹...... ’’جو شخص میرا مخالف ہے اس کا نام عیسائی، یہودی اور مشرک رکھا گیا۔ وہ جہنمی ہے۔‘‘

(نزول مسیح ص۴، خزائن ج۱۸ص۳۸۲، تذکرہ ص۱۶۳)

۱۰...... ’’بلاشبہ ہمارے دشمن بیابانوں کے خنزیر ہوگئے اور ان کی عورتیں کتیوں سے بھی بڑھ گئیں۔‘‘ (نجم الہدیٰ ص۱۰، خزائن ج۱۴ص۵۳، درثمین ص۲۹۴)

۱۱...... ’’جو شخص ہماری فتح کا قائل نہ ہوگا تو صاف سمجھا جائے گا کہ اس کو ولدالحرام بننے کا شوق ہے۔‘‘ (انوار الاسلام ص۳۰، خزائن ج۹ص۳۱)

آپ خود ہی ملاحظہ فرمائیے کہ کیا یہ تحریریں کسی بھی مسلمان کو جو ذرا سی بھی دینی حمیت رکھتا ہو، اشتعال دلانے کے لئے کافی نہیں؟

ہمارا مطالبہ

ہم نے کوشش کی ہے کہ نہایت مختصر طور پر فتنہ احمدیت سے آپ کو روشناس کرادیں۔ اس مسئلہ کو سمجھنے کے بعد ہم منطقی طور پر اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ اس فتنہ کا جلد از جلد سدباب کیا جائے اور اس مسئلہ کو بلاتاخیراب ہمیشہ ہمیشہ کے لئے طے کر دیا جائے تاکہ یہ ناسور امت مسلمہ میں اور نہ پھیل جائے۔

ہم نہیں چاہتے کہ پاکستانی عوام اور حکومت میں ہمیشہ کے لئے ایک تصادم اور کشمکش کی صورتحال پیدا ہو جائے۔ جب بھی احمدیوں کے خلاف کوئی اقدام کرنے کا ارادہ کیا جاتا ہے تو عوام اور حکومت کا مؤقف ایک ہونے کے باوجود امن وامان کی ایسی صورتحال پیدا کر دی جاتی ہے کہ اصل دشمن کے بجائے ہم آپس میں دست وگریباں ہو جاتے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ جناب وزیراعظم پاکستان اور حکمران جماعت، جو خود بھی ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں، قومی اسمبلی میں ایک بل کے ذریعہ احمدیوں کو ایک غیر مسلم اقلیت قرار دے دیں۔

وہ مطالبات جو ہم قانونی طور پر قومی اسمبلی کے ذریعہ پاس کرانا چاہتے ہیں مندرجہ ذیل ہیں:

۱...... احمدیوں کو ایک غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔

۲...... ان کے مذہب کا نام ''قادیانیت'' یا ''مرزائیت'' رکھا جائے تاکہ امت مسلمہ سے ان کی کوئی مماثلت باقی نہ رہے۔

ان کا موجودہ نام ہمارے لئے دل آزاری کا باعث ہے۔

۳...... ان کے پاسپورٹوں میں بھی ترمیم کی جائے اور مذہب کے خانہ میں مرزائی یا قادیانی لکھا جائے۔

۴...... ایک کمیٹی تشکیل کی جائے جو ان کی تمام کتابوں کا بغور مطالعہ کرے اور جس میں امت مسلمہ کے عقائد سے متصادم عقیدے پائے جاتے ہیں تلف کر دیا جائے اور آئندہ کے لئے ان کی اشاعت ممنوع قرار دے دی جائے۔

۵...... جماعت احمدیہ کے زیراہتمام تمام تعلیمی اداروں کو قومیا لیا جائے۔

۶...... ربوہ کی وقف جائیداد اور احمدیوں کے تمام اوقاف محکمہ اوقاف کی تحویل میں دے دیئے جائیں۔

۷...... ربوہ کو کھلا شہر قرار دیا جائے اور اس میں ریاست در ریاست کی حالت کو ختم کیا جائے۔ وہاں پر آئندہ احمدی ملازمین کی تعیناتی پر پابندی لگا دی جائے۔

۸...... احمدیوں کو ملک کی تمام کلیدی آسامیوں سے ہٹا دیا جائے اور آئندہ کے لئے قانوناً ان آسامیوں پر تعینات کئے جانے کے مجاز نہ ہوں۔

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

در تحقیق مرض مالیخولیا مسیح قادیانی

یعنی

درد دل

بعجائبات طب

○

جناب حکیم عبدالعزیز چشتی صاحب

تفصیلی فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	نذر	۱۷۹
۲	درد دِل موسوم بہ عجائبات طب	۱۸۰
۳	دیباچہ	۱۸۰
۴	(الف) طبی کتابیں	۱۸۴
۵	(ب) مذہبی کتابیں	۱۸۴
۶	معذرت	۱۸۵
۷	فصل اوّل	۱۸۵
۸	فصل دوم	۱۸۶
۹	ذیابیطس	۱۸۷
۱۰	ذیابیطس کی ڈاکٹری تشریح	۱۸۸
۱۱	فصل سوم	۱۹۰
۱۲	فصل چہارم	۱۹۰
۱۳	مجمل کیفیت	۱۹۰
۱۴	گردوں کی تشریح	۱۹۱
۱۵	فصل پنجم	۱۹۲
۱۶	گردوں کی لاغری	۱۹۲
۱۷	ضعف گردہ	۱۹۳
۱۸	گردوں کی خرابی سے قلت باہ (قوت باہ کی کمزوری)	۱۹۳
۱۹	ضعف گردہ سے جریان	۱۹۳
۲۰	خرابی گردہ سے آلات تنفس دل اور پھیپھڑوں میں بیماریاں	۱۹۳
۲۱	قبض	۱۹۵
۲۲	دردسر پیسی دائمی	۱۹۷

۲۳	سہر(بے خوابی)	۱۹۷
۲۴	سدر دوار(دوران سر)	۱۹۷
۲۵	فصل ششم	۱۹۷
۲۶	مالیخولیا	۱۹۸
۲۷	معدہ کی قوت ہضم کی خرابی سے مالیخولیا	۱۹۸
۲۸	قبض سے مالیخولیا مراقی	۱۹۸
۲۹	خرابی جگر سے مالیخولیا	۱۹۸
۳۰	خرابی دل سے مالیخولیا	۱۹۸
۳۱	مالیخولیا کی تشریح	۱۹۹
۳۲	قسم اوّل......سارے بدن کی خرابی سے مالیخولیا	۱۹۹
۳۳	قسم دوم......مالیخولیا دماغی	۲۰۰
۳۴	قسم سوم......مالیخولیائے مراقی	۲۰۰
۳۵	فصل ہفتم	۲۰۱
۳۶	تشخیص مرض	۲۰۱
۳۷	مالیخولیا کے اسباب	۲۰۲
۳۸	علامات مالیخولیا	۲۰۲
۳۹	فصل ہشتم	۲۰۹
۴۰	میرے قتل کی بزدلانہ تخویف	۲۰۹
۴۱	فصل نہم	۲۱۱
۴۲	تبلیغ	۲۱۱
۴۳	پہلا گروہ مرزائی ہے	۲۱۱
۴۴	دوسری جماعت کثیر	۲۱۴
۴۵	تیسرا طبقہ قلیل تر	۲۱۴
۴۶	چوتھا گروہ	۲۱۴
۴۷	فصل دہم	۲۱۷
۴۸	میری دیگر تصانیف وتالیف	۲۲۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ناصر حقیقی اور معاون تحقیقی کی عنایات بے غایات اور افضال لازوال پر زبردست ترین، غیر متذبذب واثق اعتماد اور غیر متزلزل حق الیقین رکھتے ہوئے میرا دعویٰ ہے کہ:

الف...... مرزائی فرقوں کے ڈاکٹر یا حکیم اصحاب منفرداً یا مجموعاً قیامت تک بھی ''دردِ دل'' کی صحیح حقیقی اور معنوی تردید نہیں کر سکتے۔

ب...... جو شخص بھی صداقت کا درد رکھتے ہوئے ''دردِ دل'' کو غائر نظر سے ملاحظہ کرے۔ اگر مردود ازلی نہ ہو تو ایک لمحے کے لئے بھی مرزائیت کے باطل مسلمات کا پیرو رہنا انسانی ہتک تصور کرے اور نہ ہی کوئی مسلمان اسلامی مقدس اور متبرک مسلمات ترک کر کے مرزائیت کی مشرکانہ تعلیمات پر کاربند ہو۔

ج...... جس شخص کے ہاتھ میں دردِ دل ہو، خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم اس کے سامنے کسی مرزائی کا ٹھہرنا ایسا ہی ناممکن ہے جیسے مرزا قادیانی کو صحیح الدماغ ثابت کرنا۔

د...... مرزائی اعتقاد کے زہریلے جراثیم دردِ دل کا تریاقی نسخہ دیکھتے ہی یا تو وہیں کھیت رہ جاتے ہیں یا سر پر پاؤں رکھ کر ایسے بے حواس ہو کر بھاگتے ہیں کہ پیچھے پھر کر دیکھنا بھی بھول جاتے ہیں۔

ھ...... دردِ دل نے تمام مذہبی دنیا کو مرزائیوں کے ساتھ بحث مباحثہ کرنے سے بے نیاز کر دیا ہے۔

و...... مجھے مرزا قادیانی یا اس کے مقلدوں سے کسی قسم کا ذاتی رنج و کینہ نہیں ہے۔ واقعات نہایت نیک نیتی سے قلمبند کر کے نتائج اخذ کئے ہیں۔ کسی مذہبی یا طبی کتاب کی کوئی عبارت جزاً یا کلاً (مرزا قادیانی کی طرح تخیلاتی جوش میں) توڑ مروڑ کر اثبات دعویٰ میں مدد نہیں لی گئی۔ جس کا میں اور میرا دردِ دل صادق ترین گواہ ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

’’نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم‘‘

نذر

سالار کارواں ہے میر حجاز اپنا اس نام سے ہے باقی آرام جان ہمارا

توحید کے ازلی وابدی گلزار، رسالت کے دائمی وباقی مرغزار کو کفر وشرک کے عارضی وفانی بادخزاں کے مسموم جھونکوں سے بچانے کے لئے صوفیاء عظام میں ایک بزرگ فخر تصوف ذات والاصفات ہے جنہوں نے اپنی گرانقدر کامیاب زندگی کو خدا کے پسندیدہ دین فطرت (اسلام) کی نشرواشاعت، حفاظت وحمایت پر تن، من، دھن قربان کر رکھا ہے۔ اس خلوص مجسم، وارث خلق محمدی، مخصوص شخصیت کا عالم باعمل، فاضل بافضیلت کا درجہ مناسب وموزوں ہے۔ یہی وہ مبارک ومتدین ہستی ہے جس پر درویشی بجا طور پر فخر کرسکتی ہے اور جس کے متعلق سلطان الفقراء کا راست ترین فرمان ’’الفقر متی‘‘ صادق آتا ہے اور جو روحانی مہم کے مجاہد اکبر وغازی اعظم تصور ہوسکتے ہیں۔

اور جنہیں عقیدت شعار قلوب بابصیرت آنکھوں سے جامع درجات ولایت، وارث کمالات نبوت، دافع بدعت وضلالت، عامل کتاب المبین وسنت المتین، علمبردار شریعت وطریقت، مجدد وقت، قدوۃ السالکین، زبدۃ العارفین، رئیس المحدثین، حاجی الحرمین الشریفین، حنفی، نقشبندی، مجددی، عالی جناب والا قدر مولانا حافظ حضرت سید محمد جماعت علی شاہ صاحب علی پوری، امیر جماعت نقشبندیہ (ایداللہ بنصرہ دام اللہ فیوضھم وبرکاتھم) کے پیارے اور قابل عزت خطاب والقاب کی خوشنما اشکال میں دیکھنا اپنے لئے سعادت دارین تصور کرتی ہیں۔ یہی ہیں وہ سید القوم بزرگ جن کو صحیح معنوں میں خادم اسلام کے قابل صد عزت واحترام لقب کے اہل ہونے کا بجا اور حقیقی ترین فخر حاصل ہے۔ لہٰذا یہ عاجز ترین خادم الفقراء بھی اپنی اس احقر ترین خدمت اسلام کو صاحب موصوف کے نام نامی اور اسم گرامی پر معنون کرنے کا فخر حاصل کرتا ہے۔

گر قبول افتذ ہے عز و شرف

افضال خداوندی پر بھروسہ کرتے ہوئے قوی تریں امید ہے کہ شہنشاہ لولاک کی توجہ اور شاہ جماعت کی دعا سے میرے درد دل سے نکلا ہوا درد دل کا ذرہ صداقت، آفتاب حقیقت بن کر

اہل ایمان کے لئے توضیاء الابصار ہوگا اور فتنہ مرزائیت اس کے کفروشرک سوز شعاعوں سے ذلیل وخوار ہوگا۔ایسا ہونا طبعاً بھی لازمی ہے۔کیونکہ ؎

کوئی اندازہ کرسکتا ہےاس کے زور بازو کا — نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
ولایت بادشاہی علم اشیاء کی جہانگیری — یہ سب کیا ہیں فقط اک نقطہ ایمان کی تفسیریں

احقر واثم: عبدالعزیز چشتی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

''نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم''

درد دل موسوم بہ عجائبات طب

کفر کافر را و دین دیندار را — ذرہ دردِ دل عطار را
دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو — ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

دیباچہ

ہزار بار بشوئم دہن زمشک و گلاب — ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

پابند محسوسات، مملوخواہشات، غلام شہوات، حادث ومحدود، ناقص وناکمل، عارضی وفانی،ضعیف البنیان،ظلوم وجہول متشکل انسان اگر غیر محسوس فہم وادراک سے بالاتر حرص وہوا سے مبرہ،لذت وشہوات سے منزہ،احاطہ وحدود سے باہر،منتہی جمیع کمالات،نقائص وعیوب سے پاک ازلی وابدی،اعلیٰ وارفع علےٰ کل شئ قدیر. لیس کمثلہ شئ کی تحمید کا قصد کرے تو معبود کل کے حقیقی اور مبارک تریں عشق کے صادق تریں جذبہ کا ہی پرتو تصور ہوسکتا ہے ؎

شاد باش اے عشق خوش سودائے ما — ای طبیب جملہ علت ہائے ما
ای دوائے نخوت و ناموس ما — ای کہ افلاطون و جالینوس ما
عاشق صنع اوبا فربود — عاشق مصنوع او کافر بود

ورنہ یہ عاجز واحقر ترین ہستی خود فانی۔اس کے تمام خیالات واحساسات فانی ؎

ہرچہ اندیشی پزیرای فنا است — و آنکہ در اندیشہ نیاید آں خدا است

بادیہ ظلمت وضلالت میں گم گشتہ ایسے بحر عرفان انوار الٰہیہ کی مدحت سرائی کا شائق ہو جس کے واسطے خدائے پاک وقدوس کی ذات عالی صفات زبان وحی میں فرماتی ہے کہ''ان اللہ

وملائکة یصلون علی النبی‘‘ ۔

جوش الفت ہے وگرنہ کیا جانوں سخن دانی

شفیع، مطاع، نبی، کریم، قسیم، جسیم، نسیم، وسیم ۔

بلغ العلیٰ بکماله کشف الدجی بجماله حسنت جمیع خصاله صلو علیه واله

امابعد! یہ بندہ ناچیز اصحاب دانش وارباب بینش کی خدمت میں مؤدبانہ ومخلصانہ عرض کرتا ہے کہ تحقیق حقائق تفہیم دقائق تفتیش وتجسس صداقت وحقانیت اور تکمیل روحانیت کی غرض سے منصفانہ طریق پر مختلف فیہ مسائل کو سلجھانے کے لئے متانت ثقاہت اور سنجیدگی سے مہذبانہ لہجے میں فریق ثانی کی شخصی وجاہت عزت واحترام واجبہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے انسانی مدارج کی ترقی واستکمال کی خاطر تبادلۂ خیالات کوئی معیوب بات نہیں ہے۔ لیکن فرقہ مرزائیہ کے ساتھ بحث مباحثہ مناظرہ ومجادلہ سوا اس کے کہ خلیج مغائرت کو وسیع تر کیا جائے یا انبیاء پاک علیہ السلام وصلوٰۃ اور بزرگان دین متین کی عظیم الشان مقدس ہستیوں کی توہین وتذلیل کے دل ہلا دینے والے جگر سوز، فقرات سنے جائیں کوئی مفید نتائج پیدا نہیں کرسکتا۔

یہ فرقہ مرزائیہ جس کو میرے مسلم بزرگ، دشمن اسلام ومخالف بانی اسلام، دوست نما دشمن مار آستین، غیر مسلم حکومتوں کا ایجنٹ، اسلامی متحدہ قومیت میں افتراق، انشقاق، وانفقاق کا باعث، شیرازہ قومی کو منتشر وپراگندہ کرنے کا موجب سطوت وعظمت اسلام کی تذلیل وتضحیک کرنے کا سبب وغیرہم الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔

اور اس فرقہ کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی جس کو مسلمانان ہندوستان وعالم اسلام کافر، کاذب، بے دین، دجال، کذاب، مفسد، ذلیل، مفتری، شریر، پلید، خائن، ملعون، مردود، روسیاہ، شیطان، بدکار، خارج از اسلام وغیرہ وغیرہ خلاف شریعت حقہ ومخالف تہذیب ناموزوں صفاتی خطابوں سے مخاطب کرتے ہیں۔ آج سے ۴۱، ۴۲ برس پہلے جسم اسلام کے ہی اعضاء تھے۔ جن کی علیحدگی ایک افسوس ناک امر ہے اور اس علیحدگی سے بھی زیادہ تاسف اور حوصلہ شکن جو صورت ہے اور جس سے ہر دردمند اسلام کا دل خون ہورہا ہے، موجودہ حالات کی نزاکت ہے جو دن بدن نازک تریں شکل اختیار کرتی جاتی ہے۔

دنیا جانتی ہے کہ مرزا قادیانی کی ادعائے مجددیت کی تاریخ سے ہی مسلمانوں اور مرزائیوں میں سخت ترین قسم کی تحریری اور تقریری ختم نہ ہونے والی بے نتیجہ جنگ جاری ہے۔ جس کے

شرارے اب دوسرے اسلامی ممالک میں عموماً اور ہمسایہ اسلامی ملک دولت خداداد افغانستان میں خصوصاً پہنچنے لگ گئے ہیں۔ کچھ دنوں تک تو بعض نامعلوم وجوہات کے باعث مسلمانوں اور مرزائیوں میں عارضی سمجھوتہ ہوجانے کے سبب سے خفیف سا سکون پیدا ہوگیا تھا۔ مگر افغانستان میں مفسد وغدار نعمت اللہ نامی قادیانی کی سنگساری سے ہندوستان کی مرزائی فضا میں شور محشر بپا ہوگیا ہے۔

قادیانی اور لاہوری جماعتوں کے سرداروں اخباری ایڈیٹروں، نامہ نگاروں اور مبلغوں نے آسمان سر پر اٹھالیا ہے۔ ادھر اس بیہودہ شوروشر کو فرو کرنے کے لئے تمام پابند مذہب مسلمان اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ نعمت اللہ قادیانی باغی کے قتل کے جواز پر اشتہار، فتاویٰ، چھوٹے چھوٹے رسائل، ضخیم کتابیں لکھی جارہی ہیں۔ مرزائی بھی اپنی طاقت سے زیادہ بڑھ کر ان کی تردید اور اپنی تائید میں قرآن شریف کی آیات پاک اور متبرک احادیث نبویہ کی کتروبیونت میں اپنی کہنہ مشاقی کے جوہر دکھا کر خراج تحسین وصول کررہے ہیں۔

ضد وتعصب، ہار وجیت کے مذموم اور ناقابل عمل جذبات کے تاریک بادلوں نے انصاف، رواداری اور تسلیم کے مبارک اثرات کے نورانی چہرہ پر ایک سیاہ پردہ ڈال دیا ہے۔

مرزائی کرایہ کے مناظر پہلوانی حیثیت سے دنگلوں میں اتر کر مبارز طلبی کے نعرہ لگاتے پھرتے ہیں۔ مسلمان بھی اظہار صداقت میں کمی نہیں کرتے۔ مگر نتیجہ کیا ہوگا وہی ڈھاک کے تین پات۔

من جرب المجرب حلت بہ الندامۃ

اس نوزائید فرقہ مرزائیہ اور اس کے بانی مرزا قادیانی کے متعلق میرے بھی بعینہ وہی خیالات تھے جو دوسرے مسلمانوں کے ہیں۔ مگر میں بعض محمودی اور پیغامی مرزائیوں کا شکریہ ادا کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ جن کی غیر مسلمانہ اور معتر اضانہ طرز عمل نے مجھے اس دوست نما دشمن اسلام فرقہ اور اس کے بانی کی تعلیمات اور اعتقادات کے مطالعہ کا تحرک پیدا کیا اور خدا کا شکر ہے کہ قلیل ترین عرصہ میں ہی مرزا قادیانی بانی فرقہ کی اصلی اور صحیح ترین حالت میری سمجھ میں آگئی۔

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا — جو چیرا تو اک قطرہ خون نکلا

میں نے مرزا قادیانی کی ایک خودنوشتہ تحریر کو جوان کی مصنفہ کتاب اربعین میں بعنوان ''دردِ دل'' سے ایک دعوت قوم کو لکھی گئی ہے۔ بغور پڑھا تو معلوم ہوا کہ مرزا قادیانی کے متعلق جس قدر کذب وافتراء وغیرہ کے الزام لگائے جاتے ہیں۔ مرزا قادیانی تو شومئ قسمت سے ایک

سخت ترین دماغی مرض مالیخولیا میں مبتلا تھے۔ جس نے ان کو عجز اور درماندگی کی انتہائی منزل پر پہنچا دیا تھا۔ ان کے بیمار دماغ سے نکلے ہوئے تمام قسم کی خلاف تہذیب، منافی عقل، مخالف شریعت، باطل الہامات، ہر ایک طرح کے غیر شرع حیاء سوز مشرکانہ کشوف ورؤیائے کاذبہ سبب نوع کی خود غرضانہ، لغو اور قاتلانہ پیش گوئیاں حالت صحت کے افعال واشغال ہیں جو مالیخولیا فاسد تخیلات کی شکل میں ظاہر ہوئے ہیں اور کسی صحیح الدماغ ذی ہوش اور آخر بین انسان کی توجہ اور عمل کے قابل نہیں۔ مرزاقادیانی کی اس قابل رحم حالت نے میرے دل میں ایک سخت قسم کا درد اور تڑپ پیدا کی اور ساتھ ہی مرزاقادیانی کی اس خطرناک تباہ کن زہریلی تعلیمات کے بدترین اثرات سے مخلوقات خدا کو بچانے کے مبارک جذبات نے ادائیگی فرائض کے احساسات میں زبردست تحرک پیدا کیا۔ لہٰذا میں نے تہیہ کر لیا کہ ایک ایسی کتاب لکھوں جس کے ذریعہ مرزاقادیانی کو ان تمام الزامات سے جو لوگوں نے غلط فہمی سے ان کے ذمہ لگائے ہیں اور جن کا کسی قدر ذکر کر دیا گیا ہے بری الذمہ قرار دینے کے لئے بشری طاقت اور طبی لیاقت کے موافق ہر امکانی کوشش کروں۔ فرقہ مرزائیہ اور مسلمانوں کی باہمی کدورتوں اور رنجشوں کو دور کرنے کے لئے سعی بلیغ سے کام لوں اور غیر مسلم مذاہب کے ان تمام جھگڑوں کو ختم کرنے کے لئے جدوجہد کروں جو آئے دن مرزائیوں سے ہوا کرتے ہیں۔

جب یہ ثابت ہو جائے گا کہ بدقسمتی سے مرزاقادیانی کی دماغی حالت ہی ایسے امور کی متقاضی تھی کہ اس سے سوائے ایسے خلاف عقل سلیم اور مخالف دین متین کوئی صحیح اور مفید خلائق خیالات ظاہر ہی نہ ہو سکیں اور یہ کہ وہ طبعاً ایسا کرنے پر مجبور تھے تو پھر ان کی تعلیمات کے صدق وکذب پر کسی قسم کی بحث اور مباحثہ کی قطعی ضرورت نہ رہے گی اور یہ آئے دن کا کفر وتکفیر افتراق وانشقاق کا سلسلہ بھی خود بخود بند ہو جائے گا اور یہ تو بالکل صاف بات ہے کہ جب مرزاقادیانی کے تمام خلاف عقل، مخالف شریعت، دعاوی اعتقادات باطلہ اور خیالات فاسدہ ایک سخت ترین دماغی مرض کے نتائج ثابت ہوں گے اور پھر صحیح الدماغ مرزائی اصحاب کو ان کے ترک کر دینے اور اپنے اصلی پاک مذہب کی متبرک ومقدس تعلیمات اور مسلمات پر عمل پیرا ہونے سے کوئی امر مانع نہ ہوگا۔

اس کتاب کے مطالعہ کے بعد ہی اگر کوئی مرزائی دوست کسی ذاتی غرض یا ہار جیت کی مذموم ناقابل عمل جذبہ سے متاثر ہو کر تعصب اور ضد کو نہ چھوڑے یا عارضی چندروزہ زندگی کے لئے حیات ابدی کی دائمی برکات سے منہ موڑے اور حقیقت صادقہ سے واقفیت حاصل کرنے کے بعد

بھی نفسانیت اور رعونت سے احکام الٰہیہ کی عزت واحترام نہ کرے یا دنیاوی ناجائز شرم کے ناقابل عمل خیال سے متاثر ہوکر جادہ مستقیم سے منحرف رہنے پر ہی مصر رہے تو پھر مسلمانوں کو اختیار ہے کہ اس سے کسی قسم کا تعرض نہ کرتے ہوئے ’’**ختم اللہ علیٰ قلوبھم وعلیٰ سمعھم وعلیٰ ابصارھم غشاوۃ**‘‘ کے ماتحت سمجھ کر جس شرعی سلوک کا مستحق ہو جائز رکھیں۔

لیکن مرزا قادیانی کے متعلق میں پھر بھی یہی عرض کروں گا کہ ان کو ملکی یا مذہبی کوئی قانون بھی اس خاص موضوع پر کسی جرم کا مرتکب قرار نہیں دے سکتا۔ لہٰذا آپ بھی ان کی شان میں کوئی بات ایسی جائز نہ رکھیں جو شریعت حقہ کے خلاف اور منافی اخلاق ہو۔

میں نے نہایت نیک نیتی سے ایک اعلیٰ ترین مقصد کو پیش نظر رکھ کر صداقت وحقانیت کا درد لئے ہوئے یہ کتاب لکھی ہے اور طبی لحاظ سے بھی یہ کتاب کیا تو بلحاظ مضامین ومطالب اور کیا بخیال نتائج عجائبات طب میں شامل ہونے کے قابل ہے۔ لہٰذا اس کا نام بھی دردِ دل موسوم بہ عجائبات طب ہی مناسب وموزوں ہے۔

اس کی تصنیف اور تکمیل میں مفصلہ ذیل کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے۔

(الف) طبی کتابیں

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف یا مؤلف
۱	طب اکبر ہر دو جلد فارسی	مصنفہ حکیم محمد اکبر ارزانی شاہ مرحوم
۲......	مفرح القلوب فارسی	مصنفہ حکیم محمد اکبر ارزانی شاہ مرحوم
۳......	اکسیر اعظم فارسی ہر چہار جلد	مصنفہ علامہ حکیم محمد اعظم خان صاحب مرحوم
۴......	مخزن حکمت دوسرا ایڈیشن مطبوعہ ۱۹۱۰ء	مصنفہ جناب شمس الاطباء حکیم ڈاکٹر غلام جیلانی

(ب) مذہبی کتابیں

۱......	اربعین ودیگر کتب کثیرہ	مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی آنجہانی
۲......	معیار صداقت ج۲ نمبر۱۱	منجانب انجمن تائید الاسلام لاہور
۳......	کرشن قادیانی ج۲ نمبر۱	بشرح صدر
۴......	البیان فی حقیقت مرزا غلام وسید احمد خان	مؤلفہ مولانا امام دین صاحب گجراتی
۵......	عشرۃ کاملہ	مؤلفہ مولانا محمد یعقوب صاحب پٹیالہ
۶......	اعجاز التنزیل	مؤلفہ جناب خلیفہ محمد حسن صاحب پٹیالہ

تصانیف اور تالیف کتب میں تو بمصداق ’’الانسان مرکب من الخطا والنسیان ‘‘ بڑے بڑے علماء اور فضلاء بھی غلطیاں کیا کرتے ہیں اور مجھے تو علم وفضل کا دعویٰ ہی نہیں۔ آپ بفحوائے ’’انظر ما قال ولا تنظر الیٰ من قال ‘‘ درددل کے مضامین پر عمل کر کے اپنی ایمانی دولت کو بچائیں۔ غیر طبیب ناظرین کی خدمت میں عموماً اور طبیب حضرات کے حضور میں خصوصاً عاجزانہ التماس ہے کہ درد دل میں جو نقائص واسقام نظر آئیں درستی فرما کر آگاہی بخشیں تاکہ دوسری طباعت میں صحت کردی جائے۔

نیز طبابت پیشہ اصحاب اگر درددل کے حسن وقبح کے متعلق اپنی قیمتی اور مؤقر آراء سے مطلع فرمائیں گے تو نہایت شکریے کے ساتھ بطور تقریظات دوسری مکمل ایڈیشن میں درج کر دیئے جائیں گے اور اگر خدانخواستہ اس انسانی ہمدردی کے فرض کی ادائیگی میں کوئی امر مانع ہو تو پھر

مرا از تو امید نیکی نیست

’’بدمرساں‘‘ کو پیش نظر رکھ کر چشم پوشی فرماتے ہوئے وسیع اخلاق کا ثبوت دیں اور اس عاجز کو بھی اپنی نیک دعاؤں میں یاد رکھا کریں۔

بماند سالہا این نظم وترتیب زماہر ذرہ خاک افتادہ جائے
غرضے نقشے است کزما باز ماند کہ ہستی رانمے بینم بقائے
مگر صاحبدلے روزے برحمت کند درکار درویشاں دعائے

معذرت

میں نے ہرچند کوشش کی کہ میری اس کتاب کے مسودہ کو کسی صاحب علم وفضل کے ملاحظہ کا شرف حاصل ہو۔ لیکن ایسے نہ ہوسکا۔ لہٰذا جو کچھ بھی میری محدود اللیاقت دماغ سے نکل سکا قبولیت کی امید رکھتے ہوئے پیش کردیا گیا۔

از طفیل مقبلاں گردد قبول

ناچیز عبدالعزیز چشتی

فصل اوّل

بدگمانی ہے عبث مجھ میں نہیں کچھ باقی میرے بستر پہ ذرا دیکھو رکھا کیا ہے

مرزاغلام احمد قادیانی کی ناقابل کار صحت اور اس کی بدترین حالت کا خودنوشتہ اعتراف

حق برزبان جاری

چنانچہ (ضمیمہ اربعین نمبر۳ ص۴،۵، خزائن ج۱۷ ص۴۷۰،۴۷۱) میں ایک مضمون بعنوان ’’دردِ دل‘‘ سے ایک دعوت قوم کو، حوالہ قلم کرتے ہوئے یوں گوہر ریزی کرتے ہیں۔’’میں ایک دائم المریض آدمی ہوں اور وہ دو زرد چادریں جن کے بارہ میں حدیثوں میں ذکر ہے کہ دو زرد چادروں میں مسیح نازل ہوگا اور وہ دو زرد چادریں میرے شامل حال ہیں۔ جن کی تعبیر علم تعبیر الرؤیا کے روسے دو بیماریاں ہیں۔ سو ایک چادر میرے اوپر کے حصے میں ہے کہ ہمیشہ سردرد، دوران سر اور کمی خواب اور تشنج دل کی بیماری دورے کے ساتھ آتی ہے اور دوسری چادر جو میرے نیچے کے حصہ بدن میں ہے۔ وہ بیماری ذیابیطس ہے کہ ایک مدت سے دامن گیر ہے اور بسا اوقات سوسو دفعہ رات کو یا دن کو پیشاب آتا ہے اور اس قدر کثرت پیشاب سے جس قدر عوارض ضعف وغیرہ ہوتے ہیں وہ سب میرے شامل حال رہتے ہیں اور بسا اوقات میرا یہ حال ہوتا ہے کہ جب نماز کے لئے زینہ چڑھ کر اوپر جاتا ہوں تو مجھے اپنی ظاہر حالت پر امید نہیں ہوتی کہ زینہ کی ایک سیڑھی سے دوسری سیڑھی تک پاؤں رکھنے تک زندہ رہوں گا۔

اب جس شخص کی زندگی کا یہ حال ہے کہ ہر روز موت کا سامنا اس کے لئے موجود ہوتا ہے اور ایسے مریضوں کی نظیریں بھی موجود ہیں۔ تو وہ ایسی خطرناک حالت کے ساتھ کیوں کر افتراء پر جرأت کرسکتا ہے اور وہ کس صحت کے بھروسا پر کہتا ہے کہ میری ۸۰ برس کی عمر ہوگی۔ حالانکہ ڈاکٹر تجارب تو اس کو موت کے پنجہ میں پھنسا ہوا خیال کرتے ہیں۔ ایسے مرضوں والے مدقوق کی طرح گداز ہوکر جلد مرجاتے ہیں یا کاربنکل یعنی سرطان سے ان کا خاتمہ ہوجاتا ہے۔ تو پھر جس زور سے میں ایسی حالت پر خطر میں تبلیغ میں مشغول ہوں کیا کسی مفتری کا کام ہوسکتا ہے۔ جب میں بدن کے اوپر کے حصہ میں ایک بیماری اور بدن کے نیچے کے حصہ میں ایک دوسری بیماری دیکھتا ہوں تو میرا دل محسوس کرتا ہے کہ یہی وہ دو چادریں ہیں جس کی خبر جناب رسول اللہ ﷺ نے دی تھی۔‘‘

فصل دوم

این کرامت ولی ماچہ عجب گربہ شاشید گفت باران شد

ذیابیطس

یہ اس طرح کی بیماری ہے کہ جس قدر پانی پیا جائے اسی قدر تھوڑی دیر کے بعد خارج ہو۔لیکن بالارادہ اور اسی امر کا ذیابیطس اور سلسل بول میں فرق ہے اور اس کے اور نام بھی مشہور ہیں جیسے زلق الکلیہ، سلسل بول، دولابیہ، دواریہ، پرکاریہ، معطشہ، دیاسفوسں، فرامیس، مرض مجاری، معبر، استسقائے انمش۔

انمش: یونانی زبان میں مثانے کو کہتے ہیں اور لفظ استسقا اس واسطے شامل کیا گیا ہے کہ جس طرح استسقا میں پانی احشاء اور اندرونی اعضاء میں اکٹھا ہوتا ہے اسی طرح اس مرض میں پانی مثانہ میں جمع ہوتا ہے۔گویا وہی مواد ہوتا ہے جو اس عضو میں جمع ہوتا ہے۔

ذیابیطس: ذال معجمہ یائے مثناۃ تحتانیہ کی فتحہ (زبر) الف اور بائی موحدہ کی کسر (زیر) یائے مثناۃ کی سکون (جزم) طائے مہملہ اور س مہملہ کے ضمہ (پیش) سے مستعمل ہے۔ذیابیطس کے معنی ہیں یونانی زبان میں ڈول کے ہیں۔کیونکہ ڈول ایک جگہ سے پانی کو بھرتا ہے اور دوسری جگہ ڈال دیتا ہے۔اسی وجہ سے اس مرض کا یہ نام رکھا گیا ہے۔

ملاّ نفیس کا قول ہے کہ اس مرض کا نام سلسل بول ہے اور صاحب بحرالجواہر ملاّ نفیس کے قول کے خلاف ہے۔کیونکہ سلسل بول میں پیشاب بلاارادہ آتا ہے اور ذیابیطس میں ارادہ کے ساتھ آتا ہے اور قول تحقیق یہ ہے کہ نفیس ملاّ کا قول بے وجہ نہیں ہے۔کیونکہ جس وقت کمزوری کی زیادتی ہوگی اور پیشاب کے آلات میں سردی پیدا ہو جائے گی تو حبس اور امساک پیشاب کا نہ ہو سکے گا۔اس کی دو قسمیں ہیں۔

پہلی قسم تو یہ ہے کہ سؤ مزاج حار مفرط گردے میں پیدا ہو۔اس وجہ سے اس کی قوت جاذبہ پانی کو بکثرت کھینچی اور قوت ماسکہ چونکہ کمزور ہے اور ظرف چھوٹا ہے۔اس کو روک نہ سکے اور قوت دافع مثانہ کی طرف دفع کرے اور پھر گردہ مائیت کو جگر سے اور جگر ماساریقا سے اور ماساریقا معدے سے کھینچے۔اس سبب سے پیاس غالب ہو اور پانی پینے سے تسکین نہ ہو اور پانی کے اسی انجذاب کو جو ایک عضو دوسرے عضو سے جذب کرتا ہے۔یونانی زبان میں ذیابیطس (دولاب یعنی ڈول کہتے ہیں)

علامات: پیاس کی شدت۔یعنی جس وقت پانی پئیں فوراً ہی پانی کی ضرورت معلوم ہو نہ پیشاب کرتے وقت سوزش ہی ہو اور نہ ہی پیشاب کی رنگت میں تغیر واقعہ ہو۔جس وقت یہ عارضہ مستحکم ہو

جاتا ہے تو جگر کو کمزور اور جسم کو لاغر کر کے دق شیخوخیت پیدا کرتا ہے۔ تمام بدن پر خشکی کا غلبہ ہو کر چھلکے سے پیدا ہو جاتے ہیں۔ تروتازگی جاتی رہتی ہے۔ پھر جگر اور تمام اعضاؤں سے رطوبات کا اخراج ہو جاتا ہے اور یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ گردہ کی خرابی اس مرض کا باعث ہوا کرتی ہے۔ خواہ اس کا سبب گردے کا سومزاج ہو یا اس کے جسم کی لاغری یعنی کمزوری اور اگر گردے کی کمزوری کے ساتھ اس کے رگوں کی منہ کی کشادگی بھی شامل ہو جائے تو مائیت کو بہت جلدی جذب کرتی ہے اور مرض سخت تریں ہوتی ہے۔ ایسا ہی اگر گردے کی قوت ماسکہ کی کمزوری قوت جاذبہ کے ساتھ مل جائے تو انجذاب مائیت (پانی کا جذب ہونا) سخت تریں ہوتا ہے اور مرض بھی انتہاء درجہ کا ردی ہوتا ہے اور جس صورت میں گردے کی قوت ماسکہ کی کمزوری ہی باعث مرض ہو اور پھر اس کے ساتھ سومزاج مادی یا سا ذن شامل ہو جائے اس صورت میں بھی مرض سخت ترین ہوتا ہے۔ اس مرض میں کمی رطوبات کے باعث تھبج (چہرے کی بھر بھراہٹ) ربو (دمہ) عارض نہیں ہوا کرتا۔

کمی غذا کے باعث قوت بہت کم ہو جاتی ہے اور پسینہ بھی کم آیا کرتا ہے۔ شیریں، نمکین، تیز، چٹ پٹی، زیادہ مصالحہ دار، سخت حرکات تھکا دینے والی ورزش وغیرہ اور جماع سخت اور مضرترین چیزیں ہیں۔ حکیم سعیدؒ کا تجربہ ہے کہ یہ مرض خطرناک ہے۔ خصوصاً اگر جوانی کے بعد حادث ہو تو اس کے پنجے سے چھٹکارا نہایت مشکل سے ہوا کرتا ہے۔ کیونکہ جوانی کے بعد طولانی امراض قریباً ناقابل علاج ہی ہوا کرتی ہیں اور حکیم بقراط کا بھی یہی خیال ہے۔

دوسری قسم یہ ہے کہ نہایت کثرت سے ٹھنڈک پہنچے یا بہت ٹھنڈا پانی پینے سے خواہ اور اسباب سے سومزاج سرد کل جسم پر یا صرف گردے پر غالب ہو جائے اور واضح ہو کہ ذیابیطس سرد بہت کم ہوا کرتا ہے۔

علامت: اس کی یہ ہے کہ گرمی کی علامتیں تو نہ ہوں مگر پیاس موجود ہو اس لئے کہ ذیابیطس گرچہ سرد ہو۔ مگر پیاس سے خالی نہیں ہوتا اور یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اگر سردی صرف گردے میں پیدا ہو جائے گی تو پیاس بکثرت ہوگی۔ بہ نسبت اس کے کہ کل جسم میں سردی ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح سے یہ ذیابیطس سرد کی پیاس، ذیابیطس گرم کی پیاس کے برابر نہ ہوگی اور فرق ان دونوں کا ظاہر ہے۔ کیونکہ ان کے خواص جن کا ذکر کیا گیا ہے۔ بہت ہیں۔

ذیابیطس کی ڈاکٹری تشریح

اس قسم کی پیچیدہ بیماری ہے جو اکثر سالہا سال تک رہا کرتی ہے۔ جگر وغیرہ احشاء کی

بعض اہم افعال کی خرابی سے یہ مرض ہو جایا کرتا ہے۔ اس مرض میں پیشاب بکثرت اور شکر آمیز خارج ہوا کرتا ہے۔ شکر اس میں ایسی پائی جاتی ہے جیسے شکر انگوری اور اس کی مقدار عموماً ۱۰ گرین فی اونس پیشاب ہوا کرتی ہے۔ لیکن کبھی کبھی ۴۰ گرین فی اونس بھی پائی جاتی ہے اور کبھی بالکل برائے نام ہی ہوتی ہے۔ مریض کی بھوک پیاس تو بڑھ جاتی ہے۔ مگر جسم روز بروز گھٹتا جاتا ہے۔ پس اگر مناسب علاج نہ کیا جائے تو مرض ہمیشہ مہلک ثابت ہوا کرتا ہے۔

اسباب مرض: یہ مرض معموماً تیس برس کی عمر کے بعد ہوا کرتا ہے۔ مرد بہ نسبت عورتوں کے اس مرض میں زیادہ مبتلا ہوا کرتے ہیں۔ بعض مریضوں کو یہ مرض موروثی ہوا کرتا ہے۔ لیکن کثرت شراب خوری وعیاشانہ زندگی بسر کرنے سے اکثر یہ بیماری ہو جایا کرتی ہے۔ کثرت محنت دماغی، رنج وغم، فکر وتردد، یا سر کے ضرب وزخم سے یا دماغ میں رسولی وغیرہ کے پیدا ہو جانے سے بھی مرض ذیابیطس ہو جایا کرتا ہے۔ بلکہ دماغی محنت کرنے والوں کو اکثر یہ بیماری ہو جایا کرتی ہے۔ بعض اوقات ملیریا زہر یا زیادہ شیرینی کھانے سے بھی یہ بیماری ہو جاتی ہے۔ کبھی مرض آتشک بھی اس مرض کا سبب ہوا کرتا ہے۔

علامات مرض: یہ مرض خفیہ طور پر شروع ہوا کرتا ہے۔ پیشاب بار بار اور کثرت سے آتا ہے جس کی رنگت پھیکی پچالی گھاس کی مانند ہوا کرتی ہے۔ شبانہ روز میں پانچ چھ سیر یا اس سے بھی زیادہ پیشاب خارج ہوتا ہے۔ لیکن کبھی کبھی معمول کی نسبت کم بھی خارج ہوتا ہے۔ جس کا وزن مخصوص ۱۰۳۰ سے ۱۰۷۰ درجہ مقیاس البول تک ہوتا ہے۔ لیکن اگر اس میں البیومن یعنی رطوبت بیضیہ ہو تو پھر اس کا وزن متناسبہ کم بھی ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ۱۰۰۸ درجہ تک دیکھا گیا ہے۔ پیشاب میں شکر کی مقدار دس بارہ فیصدی تک ہوتی ہے اور شبانہ روز میں زیادہ سے زیادہ ۲۵ اونس تک شکر پیشاب میں خارج ہوا کرتی ہے۔ شکر کی موجودگی کے سبب پیشاب پر مکھیاں اور چیونٹیاں بکثرت جمع ہوتی ہیں اور جہاں پر پیشاب کیا جاوے وہاں شکر کی سفیدی خاکستری جم جاتی ہے اور وہاں سے میٹھی خمیر کی سی بو آیا کرتی ہے۔ منہ چپچپا اور خشک رہتا ہے۔ جس سبب سے شدت کی پیاس لگتی رہتی ہے۔ چنانچہ مریض دن رات میں پانچ سات سیر یا اس سے بھی زیادہ پانی پی جاتا ہے۔ بھوک بہت لگتی ہے۔ یہاں تک کہ مریض کو بھوک کا ہوکا ہو جاتا ہے۔ یعنی ادھر کھایا اور ادھر پھر بھوک لگی۔ اکثر قبض رہتی ہے۔ لیکن کبھی دست بھی آنے لگ جاتے ہیں۔ مریض کے منہ سے میٹھی میٹھی بو آتی ہے۔ جلد خشک اور کھردری ہو جاتی ہے۔ مریض روز بروز لاغر اور کمزور ہوتا جاتا ہے۔ قوت باہ جاتی رہتی ہے۔ ہاتھ پاؤں سرد، مگر تلوے اور ہتھیلیاں گرم رہتی ہیں۔ چہرہ دب جاتا ہے۔

پاؤں سوج جاتے ہیں۔ بینائی ناقص یا زائل ہوجاتی ہے۔ گردن یا پیٹھ پر کاربنکل (شب چراغ جو ایک قسم کا نہایت خراب پھوڑا ہوتا ہے) نکل آتا ہے۔ آخر کار مرض نمونیا (ذات الریہ) یا مرض تھائی سس (سل) ہوکر یا شدت ضعف سے مریض راہی ملک عدم ہوجاتا ہے۔

نوٹ…… انجام اس مرض کا ہمیشہ خراب ہوتا ہے۔

فصل سوم

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

یونانی اور ڈاکٹر طب کے بیان کردہ اسباب ذیابیطس کا خلاصہ

(۱) جماع کی کثرت یا جماع طویل و بے انزال مجامعت ومساس مفرط (زیادہ بوس وکنار) اور ممسک دواؤں کے استعمال سے جب گردوں کی چربی پگھل کر وہ خراب ہوجاتی ہیں یا کسی اور سبب یا اسباب سے ان میں نقص واقعہ ہوجاتا ہے تو اور امراض مجاری بول عموماً اور ذیابیطس خصوصاً پیدا ہوتا ہے۔ (۲) کثرت شراب خوری۔ (۳) عیاشی۔ (۴) دماغی محنت کی کثرت۔ (۵) یہ مرض عموماً تیس برس کے بعد ہوتا ہے۔ (۶) عورتوں کی نسبت مرد اس مرض میں زیادہ مبتلا ہوتے ہیں۔ (۷) موروثی ہوتا ہے۔ (۸) رنج وغم فکر وتردد۔ (۹) سر کا ضرب وزخم ورسولی۔ (۱۰) ملیریا زہر۔ (۱۱) میٹھی چیزوں کا زیادہ استعمال کرنا۔ (۱۲) مرض آتشک۔

مرزائی حضرات مرزا قادیانی کے مرض کے صحیح اسباب پر روشنی ڈالیں۔

فصل چہارم

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو خود ہی اپنے دام میں صیاد پھنس گیا

ذیابیطس یا کثرت پیشاب سے جس قدر عوارض ہوسکتے ہیں ان کی

مجمل کیفیت

یونانی اور ڈاکٹری طبی بیانات کو پڑھنے اور کتب طب کو مختلف مقامات سے بغور مطالعہ کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ کثرت پیشاب یعنی ذیابیطس سے گردے خراب ہوجاتے ہیں اور گردوں کی خرابی سے دردسر، دوران سر، کمی خواب، درد کمر، عام جسمانی کمزوری، خصیتین کا ضعف، زوال یا کمی قوت باہ۔

خرابی آلات غزائی: یعنی جگر اور اس کے متعلقہ اعضاء پتہ، طحال یا معدہ ماساریقا اور امعا کے

طبعی افعال میں نقص واقع ہو جاتا ہے۔
بربادی آلات تنفس: یعنی دل پھیپھڑے وغیرہ غرضیکہ تمام نظام جسم درہم برہم ہو جاتا ہے۔

صرف ایک ذیابیطس کی مرض سے انسانی بدن کی ظاہری اور باطنی قویٰ کا برباد ہو جانا طبابت پیشہ حضرات کے نزدیک تو باعث تعجب نہیں ہوسکتا۔ البتہ غیر طبیب اصحاب ضرور حیران ہوں گے۔ ان کے تعجب اور تردد کو دور کرنے کے لئے گردوں کی (جن سے اس مرض کا خاص تعلق ہے) تشریح کئے دیتا ہوں۔ پھر ناظرین کرام طبیب اور غیر طبیب صاف طور پر سمجھ لیں گے کہ گردوں کی خرابی سے آلات غزائی، اعضائے تنفس اور اعضائے باہیہ کا خراب ہو جانا لازمی ہے۔ جب ان مذکور الصدر اعضاؤں کی خرابی کی وجہ سمجھ میں آجائے گی تو پھر سارے نظام جسم کی خرابی کسی تعجب اور تردد کا باعث نہ رہے گی۔

گردوں کی تشریح

دونوں گردوں میں سے ہر ایک کم سرخ رنگ کے، تھوڑے سخت گوشت، زیادہ چربی وریدوں اور شریانوں سے مرکب ہے۔ سختی گوشت کا فائدہ یہ ہے کہ اس کا جوہر قوی ہو۔ تاکہ امتلائی مائیت سے جو تیز خلطوں کے ملنے سے تیزی لئے ہوئے ہوتی ہے متاثر نہ ہو اور جگر سے سوائے پتلی چیز کے اور کچھ جذب نہ کر سکے اور چونکہ وہ خون کے اجزاء کو اپنی غذائیت کے لئے مائیت سے حاصل کرتا ہے۔ اس واسطے اس کی سرخی زیادہ نہیں ہوتی اور اس کا جرم خشک ہے۔ قدرت نے اس میں چربی زیادہ پیدا کر دی ہے تاکہ چربی کی تری اپنی رطوبت سے اس کی خشکی کو اعتدال پر رکھے۔ وریدوں کا فائدہ غذا اور شریانوں کا نفع حیات، جیسا کہ ظاہر ہے۔ گردوں کے اصل جسم میں حس نہیں ہے اور حس کے نہ ہونے کا یہ فائدہ ہے کہ مادہ کی تیزی اور شوریت سے ان کو تکلیف نہ ہو۔

لیکن جھلییں جو اس پر محیط ہیں وہ زیادہ ذی حس ہیں تاکہ ہر آفت اور تکلیف کا احساس کر کے اس کے دفعیہ پر مستعد ہو جائیں اور ان کی جگہ پشت سے نیچے ہے جس کو کمر کہتے ہیں اور دائیں طرف کا گردہ بائیں گردے کی نسبت کسی قدر اونچا ہوتا ہے اور گردوں کا فائدہ یہ ہے کہ حدبۂ جگر سے بول کو جذب کر کے مثانہ کی طرف خارج کر دیں۔

اور یاد رکھنا چاہئے کہ ہر ایک گردے کے اندر ایک خالی جگہ ہے۔ جس میں جگر سے ایک رگ کے ذریعہ جس کو طالع کہتے ہیں مائیت آتی ہے۔ یہ رگ گردوں میں داخل ہو کر پھر اوپر آگئی ہے اور اسی واسطے اس کو طالع کہتے ہیں اور ہر ایک گردے سے ایک ایک رگ نکلتی ہے اور ان

دونوں کو طالعان کہتے ہیں اور جب اوپر جاتی ہیں تو پھیپھڑے اور دل میں پہنچتے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ گردے کی بیماریوں میں منہ سے بو آیا کرتی ہے۔ دل اور پھیپھڑوں کو غذا پہنچنے کا یہی راستہ ہے اوراس سے قدرت نے یہ نفع کہا ہے کہ دل اور پھیپھڑوں کو جو غذا پہنچتی ہے وہ لطیف اور مصفی ترین غذا ہو اور اکثر راستوں سے گزرنے کے باعث سبک ترین اور بہترین نضج یافتہ ہو۔

گردوں اور مثانہ کے درمیان جو راستہ ہے اس کو برنج یعنی موری آنجانہ (گھر کے پانی نکلنے کی موری) کہتے ہیں۔ مدعا یہ ہے کہ جو مائیت جگر سے گردوں کی طرف آتی ہے وہ خالص پانی نہیں ہوتی۔ بلکہ اس میں خون بھی ملا ہوا ہوتا ہے۔ پس گردے خون کو پانی سے الگ کر لیتے ہیں اوراس میں سے کسی قدر حصہ پھیپھڑے اور دل کی طرف بھیج دیتے ہیں اور باقی کو اپنی غذا میں صرف کرتے ہیں اور پانی کو مثانہ کی طرف دفع کر دیتے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ جب گردوں کی قوت ماسکہ یا ہاضمہ میں کمزوری واقعہ ہو جاتی ہے تو پیشاب رنگ دار آیا کرتا ہے۔ جیسا کہ ضعف جگر میں مفصل درج ہے۔

فصل پنجم

از مکافات عمل غافل مشو   گندم ز گندم بردید جوز جو

کثرت پیشاب سے ضعف اعضاء اور کمزوری اعضاء سے پیدا شدہ امراض کی تفصیل

فصل گذشتہ میں ان بیماریوں کی ایک اجمالی فہرست درج کی گئی ہے جو کثرت پیشاب سے عارض ہوتے ہیں۔ نیز گردوں کی تشریح بھی کردی گئی ہے جس سے بآسانی سمجھ آسکتی ہے کہ گردوں کی خرابی سے کون کون عضو خراب ہوسکتا ہے۔

اب اس فصل میں غیر طبیب حضرات قارئین کرام کو ان خراب شدہ اعضاؤں سے پیدا ہونے والے امراض کی تفصیل بتائے دیتا ہوں جس سے مطلب مطلوبہ کے سمجھنے میں کوئی دقت نہیں رہے گی۔ سب سے پہلے گردوں کی خرابی کے امراض کا ہی ذکر کرتا ہوں جو کثرت پیشاب کا سرچشمہ ہیں۔

۱...... گردوں کی لاغری

گردوں کی لاغری کے تین اسباب ہیں۔

اوّل...... سوء مزاج گردہ گرم ہو یا سرد، مادی ہو یا ساذج لیکن اکثر حرارت سے ہوا کرتی ہے۔

دوم...... جماع کی کثرت یا اسہالوں کی زیادتی۔

علامات: پیشاب کی کثرت اوراس کے رنگ کی سفیدی جسم کی لاغری قوت باہ میں کمی۔سر کے پچھلے حصے میں ہر وقت خفیف درد۔

۲......ضعف گردہ

اس کے بھی تین باعث ہیں۔ایک یہ کہ سومزاج عارض ہو۔دوسرا سبب لاغری گروہ۔ تیسرا سبب کثرت جماع یا کثرت پیشاب یا اس کے مجاری کشادہ ہو جائیں۔ضربہ، سقط، پیدل سفر کی تکالیف، زین سواریوں کی اذیت سے اس کا جرم سست ہو جائے۔

۳......گردوں کی خرابی سے قلت باہ (قوت باہ کی کمزوری)

کمزوری یا کوئی دوسری علت گردے میں ہو اس وجہ سے شہوت طبعی میں نقصان پہنچے اور یہ ظاہر ہے کہ شہوت طبعی اس وقت تک پوری نہ ہوگی جب تک گردہ طاقتور نہ ہوگا۔یہی سبب ہے کہ جس شخص کے گردوں میں حرارت معتدل ہوتی ہے۔اس کی منی زیادہ اور مباشرت پر زیادہ قوت رکھتا ہے۔

ضعف گردہ سے جریان

جب گردوں میں کمزوری پیدا ہو جائے اور شہوت کی زیادتی یا کثرت جماع، یا جماع بے انزال یا بوس وکنار کی افراط یا امساک پیدا کرنے والی دواؤں کے استعمال کی وجہ سے ان کی چربی پگھل کر جاری ہو جائے تو اس کو بھی جریان ہی کہتے ہیں۔حالانکہ یہ منی نہیں ہوتی بلکہ گردوں کی چربی ہے جو منی کی مشابہ ہوا کرتی ہے۔یہ جریان تمام قسم کے جریانوں سے بدترین قسم ہے جو تھوڑے دنوں میں ہی انسان کو کمزور اور ناتواں کر دیتی ہے۔

خرابی گردہ سے آلات تنفس دل اور پھیپھڑوں میں بیماریاں

گردے کی بیماریوں میں اکثر منہ سے بدبو آتی ہے اور تعجب نہیں کہ گردے کی امراض سے دل اور پھیپھڑوں میں (جو سانس کے آلات ہیں) امراض پیدا ہو جائیں اور یہ جملہ امور اس واسطے ہوتے ہیں کہ عنق کلیہ (گردہ) اور جگر میں شرکت ہے۔جیسا کہ گردوں کی تشریح میں بیان کیا گیا ہے۔

گردوں کی تشریح میں بتایا گیا ہے کہ جگر سے جو خون پانی میں مل کر گردوں میں آتا ہے گردے اس میں سے خون کے اجزاء کو علیحدہ کر کے نضج دے کر (پکا کر) قابل استعمال بنا کر دل اور پھیپھڑوں کی غذائیت کے واسطے بھیج دیتے ہیں اور خالص پانی بمعہ دیگر زہریلے اور مضر مواد کے

مثانہ کی طرف چلا جاتا ہے۔ جب گردے خراب ہو جاتے ہیں تو پھر صاف اور لطیف خون جو دل کی غذا ہے، ان کو میسر نہیں آتا۔ جس کی وجہ سے دل کمزور ہو جاتا ہے اور دل کی کمزوری کی وجہ سے جو امراض اس کو لاحق ہو سکتے ہیں ان میں سے ایک تو خفقان (طپیدن دل، دل دھڑکنا) ہے اور اس طرح کی اور بہت سی امراض رویہ وموذیہ حملہ آور ہوتے رہتے ہیں۔

کمزوری دل سے تقسیم خون کا سلسلہ بھی خراب ہو جاتا ہے۔ نیز اس کی کمزوری اور کمی رطوبت کے باعث دق، شیخوخیت کے حملہ سے بے وقوف نہیں رہ سکتے۔ گردوں کی خرابی سے جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے۔ پھیپھڑے بھی صاف اور لطیف خون سے محروم ہو جاتے ہیں۔ غذا کی کمی ان کی کمزوری کا باعث ہوگی اور اس ضعف سے ان میں سل اور ذات الریہ (نمونیا) جیسے خطرناک اور مہلک امراض کے قبول کی استعداد پیدا ہو جائے گی اور تنفس کی نالیوں میں بھی مختلف قسم کی امراض کے حدوث کا ہر وقت خطرہ اور خدشہ لگا رہے گا۔

جب دل اور پھیپھڑوں کے طبعی مزاج میں نقص واقعہ ہو جائے گا تو بادنسیم (آکسیجن، جو حیات حوانی کے واسطے لازمی اور لابدی ہے) کے دخول اور بخارات دخانیہ کے اخراج کا سلسلہ صحیح نہیں رہے گا اور صفائی خون کا کام ردی تریں طریق پر انجام پائے گا۔ دل اور پھیپھڑوں کی کمزوری کے یہ معنی ہوں گے کہ گویا صفائی اور تقسیم خون کی کل خراب ہوگئی ہے جس سے نظام جسم سارے کا سارا ہی برباد ہو گیا ہے۔ جب دل اور پھیپھڑے خراب ہوں جسم میں عام کمزوری ہو تو پھر دماغ جو سلطنت جسم کا بادشاہ ہے ایسے کمزور اور ناقابل کار ارکان سلطنت کی موجودگی میں کس طرح نظام مملکت کر سکتا ہے۔

کثرت پیشاب سے جب جگر خراب ہو جاتا ہے تو وہ تمام امراض جو ضعف جگر کو لازم ہیں جیسے خون صالح کی کمی یا عدم پیدائش خون کی خرابی یا سمیت (زہر) کے باعث کمزوری ولاغری جسم ضعف باہ، سستی یا نامردی، کمی یا کلیتاً زدا بینائی ہاتھ پاؤں کے تلوؤں کی جلن، پھوڑے، پھسیاں، کمی یا ابطال شہوت طعام، ضعف مرارہ وطحال، کمزوری معدہ امعا وغیرہ حادث ہو جایا کرتے ہیں۔

ضعف معدہ سے اتنی امراض پیدا ہوتی ہیں جن کی تفصیل کے لئے بجائے خود ایک دوسری ضخیم کتاب کی ضرورت ہے۔ لہٰذا یہاں پر صرف عام مشہور امراض کا ہی صرف ذکر کروں گا۔ چنانچہ صرف فساد ہضم کو ہی طبیبوں نے ام الامراض اور منبع اسقام قرار دیا ہے اور اس سے ہی بے شمار امراض پیدا ہو جایا کرتے ہیں۔

جیسا کہ شیخ بوعلی سینا علیہ الرحمتہ نے فرمایا ہے کہ فساد ہضم سے بہت سے ردی امراض جیسے مرگی، مالیخولیا، مراقی اور اسی طرح کی اور بہت سی بیماریاں پیدا ہو جایا کرتی ہیں اور یہ بات خاص طور سے یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جس غذا کا ہضم ردی ہو طبیعت اس کو قبول نہیں کرتی اور بعض دفعہ تو اس غذا کو جذب کرنے کی طرف راغب ہی نہیں ہوتی اور اگر ضرورت اور زیادہ حاجت کے وقت ایسی غذا کو جذب کرے بھی تو استسقا، سرطان، برص (پھل بیری) اور اسی طرح کی دوسری ردی تریں مرضوں کے حادث ہونے کا اندیشہ ہوا کرتا ہے اور یہ امر بھی قابل غور ہے کہ ہضم غذا کے لئے معدہ مخصوص عضو ہے۔ اس کو عضو مشترک کہتے ہیں۔ تمام اعضاء اس کے محتاج ہیں۔ اس کی خرابی سارے اعضاء جسم کی تباہی کا باعث ہے۔

ضعف معدہ اور کمزوری امعاء (انتڑیاں) سے قبض لازم ہے۔ جب معدہ کمزور ہو جاتا ہے تو امعاء بھی (جو معدہ کے ساتھ مشترک الافعال ہیں) اور معدہ کی طاقتور ہونے کی حالت میں مقوی اور کمزور ہونے کی صورت میں ضعیف ہو جایا کرتی ہیں۔ اپنے طبعی فعل کو ادا کرنے کے ناقابل ہو جاتی ہیں۔ جس کی وجہ سے قبض دائمی اور لازمی ہو جاتی ہے اور دوام قبض سے جو مضر صحت نتائج پیدا ہوتے ہیں اس سے ہر سمجھ دار اور صحیح الدماغ انسان واقف ہے۔ تاہم کسی قدر تشریحاً بیان کر دیا جائے تو توسیع معلومات کا باعث ہوگا۔

قبض

قبض دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک عارضی یا اتفاقی۔ دوسری دائمی یا عادتی۔

اسباب مرض: آنتوں میں کسی قسم کی رکاوٹ کا ہونا، اس کی حرکت اودیہ یعنی قوت دافعہ یا حرکت اخراجی کا ضعیف ہو جانا یا ان کی عروق جاذبہ کے فعل کا تیز ہو جانا۔ انتڑیوں میں رطوبت کا کم پیدا ہونا۔ صفرا کا اچھی طرح سے پیدا نہ ہونا۔ امعاء کا تشنج یا فالج وغیرہ کا مرض، ثقیل اغذیہ کا کھانا۔ سستی کاہلی یعنی ورزش نہ کرنا۔ یا کم از کم پیدل ہوا خوری نہ کرنا۔ ترشیات کا زیادہ استعمال کرنا۔ کثرت چاء وحقہ نوشی (کیونکہ کثرت حقہ نوشی سے امعاء کے ریشے سست ہو جاتے ہیں۔ اس لئے ان کی حرکت اخراجی سست ہو جاتی ہے) مرض بواسیر موٹاپا بعض عصبی امراض۔ رحم کے بعض امراض۔ وقت معمول پر رفع حاجت نہ کرنا۔ بعض اشخاص میں قبض کا سبب صرف کم پانی پینا ہی ہوتا ہے۔ کمر بند یا پیٹی کا کس کر باندھنا۔

نوٹ...... اگر جسم انسان میں جگر قدرتی پناہ نہ ہوتی تو دائمی قبض کے مریضوں کی عمر بہت کم ہوتی۔ کیونکہ فضلہ یعنی براز کے زیادہ دیر تک آنتوں میں رکے رہنے سے ٹوینز وغیرہ نہایت ہی فاسد وزہریلے مواد پیدا ہو جاتے ہیں۔لیکن جب جگر کی رطوبات ان سے ملتی ہیں تو وہ ناقص اور بے اثر ہو جاتے ہیں۔تاہم ان فاسد مواد کی وہ تھوڑی سی مقدار جو رطوبات جگر کے اثر سے بچ کر جسم کی مختلف بافتوں میں چلی جاتی ہیں۔وہ خون کے سرخ ذرات کو ضائع کر دیتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مرض انیمیا نقص الدم یا کمزوری کے خون کی شکایت ہو جاتی ہے۔اس لئے مذکورہ بالا فاسد مواد یا برازی زہر درحقیقت خون کو زہریلا بنا دیتی ہے۔

جب آدمی دماغی کام زیادہ کرتا ہے تو عصبی طاقت اسی طرف یعنی دماغ میں زیادہ صرف ہوتی ہے۔پس انتڑیوں کے پٹھے کمزور پڑ جاتے ہیں۔لہٰذا انتڑیوں کی حرکات بھی سست ہو جاتی ہیں۔اس لئے دماغی کام کرنے والوں مثلاً مصنفوں، مؤلفوں، ایڈیٹروں، بیرسٹروں، وکیلوں وغیرہ کو قبض کی عموماً شکایت ہوا کرتی ہے۔ نیز جب بعض اسباب سے یا کاہل وجودی سے عام جسمانی کمزوری کی شکایت ہو جاتی ہے تو اعصاب اور اعضائے مہضم کاہل و سست ہو جاتے ہیں۔ اس لئے انتڑیوں کی حرکات جن سے کہ غذا آگے کو دھکیلی جاتی ہے وہ بھی کمزور ہو جاتی ہے اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دائمی قبض کی شکایت ہو جاتی ہے۔مردوں کی نسبت عورتوں خصوصاً حاملہ عورتوں کو قبض زیادہ ہوا کرتی ہے اور یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ دائمی قبض سے بسبب براز کے رکے رہنے کے عورتوں کو اکثر رحم کی اپنی جگہ سے ٹل جانے کی شکایت ہو جایا کرتی ہے۔

علامات مرض: رفع حاجت کے وقت زیادہ دیر لگتی ہے۔خشک سیاہی مائل اور متعفن براز مشکل سے خارج ہوتا ہے اور کبھی رفع حاجت کے وقت سختی براز کی وجہ سے خون یا بلغم بھی آجاتی ہے۔ براز کے زیادہ دیر تک آنتوں میں رکے رہنے سے متعفن ہوائیں پیدا ہو کر باعث نفخ ہوتی ہیں۔ نیز معدہ وامعا، جگر دلیلیہ اپنے افعال درستی سے انجام نہیں دیتے۔جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ طبیعت سست رہتی ہے۔حواس کند ہو جاتے ہیں اور مزاج چڑچڑا ہو جاتا ہے۔ اکثر دردسر کی شکایت رہتی ہے۔خصوصاً دماغ کے پچھلے حصہ میں حافظہ کمزور ہو جاتا ہے۔دل دھڑکتا ہے۔جسم کی رنگت زرد ہو جاتی ہے اور آخرکار مرض مراق ہو جاتا ہے۔

دردسر پیسی دائمی

کثرت پیشاب یا ذیابیطس سے تمام جسم کی رطوبات صالح خازن ہوتی رہتی ہیں جس کی وجہ سے تمام جسم میں خشکی کا غلبہ ہوکر جلد خشک اور کھردری ہو جاتی ہے۔ شدت خشکی سے دماغ میں پوست کا زور ہو جاتا ہے۔ دردسر پیسی یعنی خوائی دائمی ہو جاتا ہے اور اس کو طبی اصطلاح میں خفہ بھی کہتے ہیں۔

اور اگر ایسی حالت میں جب کہ کثرت پیشاب سے رطوبات صالح پرورش کنندہ جسم خارج ہو جانے سے جسم اور دماغ وغیرہ سب پر خشکی کا تسلط ہو چکا ہو تو عرصہ دراز کے بعد جماع یا احتلام کا اتفاق ہو جائے تو دردسر جماعی پیسی جو خفہ کی قسم سے ہے۔ عارض ہو جایا کرتا ہے۔

سہر (بے خوابی)

اس مرض کے مختلف اسباب ہوتے ہیں۔ مثلاً بدہضمی، نفخ شکم، قبض، جگر کے فعل کی خرابی کثرت چاء وقہوہ نوشی، رنج وغم وفکر، دلی جوش، کثرت مطالعہ، بعض امراض دل ودماغ، ایام عمل، مرض یرقان، بخار کا ابتدائی درجہ، کمی خون، نقرس وغیرہ۔

بے خوابی اکثر دیوانگی کی ایک علامت منذرہ ہوتی ہے۔

سدر دوار (دوران سر)

اسباب مرض: عام کمزوری، خرابی خون، کثرت مباشرت، بدہضمی، منشیات کا زیادہ استعمال، کثرت حقہ نوشی، اعصابی امراض، دل جگر گردوں کے بعض امراض۔

فصل ہذا کو بغور مطالعہ کرنے سے یہ بات بالکل صاف طریق پر ثابت ہوگئی ہے کہ مرزا قادیانی کا دردسر، دوران سر، کمی خوب، تشنج دل (خفقان) مرض ذیابیطس کا عرض ہیں نہ کہ علیحدہ علیحدہ اصل مرض اور تمام دوسرے عوارض عام جسمانی کمزوری ناتوانی وغیرہ ذیابیطس کے ہی نتائج ہیں۔

فصل ششم

لها ما کسبت علیها ما اکتسبت

از ماست کہ بر ماست

گل وگل چیں کا گلہ بلبل خوش لہجہ نہ کر تو گرفتار ہوئی اپنی صدا کے باعث

مالیخولیا

گذشتہ فصلوں کو پڑھ کر معمولی ساغور کرنے پر بھی ہر سمجھ دار اور ذی عقل انسان بلاتامل اس نتیجہ پر پہنچ جاتا ہے کہ اس قدر کثرت پیشاب سے جسم انسان کی تمام اعضاء کیا تو بلحاظ افرادی اور کیا بخیال اجتماع حیثیت کے خراب ہو جاتے ہیں اور ان کے طبعی وظائف میں فرق آ جانے سے کمزور ناتواں بدن پر ہر ایک قسم کی بیماری کا حملہ غیر یقینی نہیں ہوتا۔ چنانچہ اعضاؤں کی خرابی سے پہلے تو منفرداً اور مختصراً حدوث مرض مالیخولیا کا بیان کئے دیتا ہوں۔ پھر مجموعاً اور کسی قدر تفصیلاً بیان کروں گا۔

۱......معدہ کی قوت ہضم کی خرابی سے مالیخولیا

شیخ علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں کہ سوء ہضم سے بہت سی ردی بیماریاں جیسے مرگی، مالیخولیائی مراقی اور اسی طرح کی اور بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

۲......قبض سے مالیخولیا مراقی

براز کے زیادہ دیر تک آنتوں میں رکے رہنے سے متعفن ہوائیں پیدا ہو کر باعث نفخ ہوتے ہیں۔ نیز معدہ، امعاء، جگر لبلبہ اپنے افعال درستی سے انجام نہیں دیتے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ طبیعت سست رہتی ہے حواس کند ہو جاتے ہیں۔ مزاج چڑچڑا ہو جاتا ہے۔ اکثر دردسر کی شکایت رہتی ہے۔ خصوصاً خصوصاً دماغ کے پچھلے حصہ میں حافظہ کمزور ہو جاتا ہے۔ دل دھڑکتا ہے جس کی رنگت زردی مائل ہو جاتی ہے اور آخر کار مرض مراق ہو جاتا ہے۔

۳......خرابی جگر سے مالیخولیا

کبھی عضو فاعل یعنی جگر کی حرارت کی زیادتی سے خون میں احتراق پیدا ہو جاتا ہے اور وہ سوداوی ردی فضلوں کو دفع کرنے سے عاجز ہو جایا کرتا ہے تو مادہ سوداوی کی زیادتی سے مالیخولیا کا مرض حادث ہو جاتا ہے۔

۴......خرابی دل سے مالیخولیا

شیخ علیہ الرحمتہ نے فرمایا ہے کہ اس کا کچھ تعجب نہیں کہ مالیخولیا کا مبدأ دل سے شروع ہو۔ اگرچہ اس مرض کا استحکام دماغ میں ہو۔ کیونکہ یہ ممکن ہے کہ اوّلاً دل کا مزاج فاسد ہو جائے۔ پھر دماغ اس کا تابع ہو۔ خواہ پہلے دماغ کا مزاج فاسد ہو۔ بعدہ دل کا مزاج فاسد ہو جائے یا روح قلب کا مزاج فاسد ہو اور اس روح میں سے جو روح دماغ کی جانب جاتی ہے۔ وہ فاسد ہو اور

دماغ کو بھی فاسد کرے۔ کیونکہ روح دماغی قلبی روح کے ساتھ ملی ہوئی ہے اور روح دماغی اسی روح قلبی کی جوہر سے ہے۔

اعضاؤں کی خرابی سے منفرداً مالیخولیا ہونے کا بیان کیا جاچکا ہے۔ اب اس کی مجموعی خرابی کے سبب سے مالیخولیا حادث ہونے کا بیان کرنے سے پہلے مالیخولیا کی تشریح کر دیتا ہوں تاکہ سمجھنے میں آسانی ہو۔

مالیخولیا کی تشریح

مالیخولیا اس کو کہتے ہیں کہ ظن اور فکر طبیعت کے انداز کے موافق نہ رہیں اور یہ مرض صرف ایسے لوگوں کو ہوتا ہے جن کا مزاج سوداوی ہو۔

اس مرض کا کلی سبب یہ ہے کہ دماغ میں کوئی آفت پہنچے اور اس کی وجہ سے دماغی قوتوں کے افعال باطل ہوجائیں یا ان میں کمی واقعہ ہو جائے۔ خواہ پریشان ہو جائیں۔ سب کے ضعف اور قوت کے موافق۔

اور اس کے اسباب جزئیہ سودائے طبعی یا مرہ سودا ہے اور مرہ سودائی، سودائی ناطبعی ہے جو کہ ہر خلط کے احتراق سے پیدا ہوتا ہے۔ اب جاننا چاہئے کہ مالیخولیا بحیثیت اسباب مختلف اپنی بقسمت کلی تین قسموں پر منقسم ہوتا ہے۔

قسم اوّل...... سارے بدن کی خرابی سے مالیخولیا

یہ ہے کہ مرہ دودا خواہ سودائے طبعی سے سوائے سر کے تمام بدن ممتلی ہو اور سیاہ بخارات بدن سے دماغ کی طرف جائیں اور اس مرض کا سبب ہوں اور مراد طبعی سے یہ ہے کہ سودائی سوختہ نہ ہو۔ والا اس اعتبار سے کہ جس قدر ضرورت ہے اگر اس سے زیادہ ہے تو اس کو ناطبعی کہہ سکتے ہیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ جب تک کوئی خلط مقدار طبعی سے زائد نہ ہوگی بیماری پیدا نہیں کر سکے گی۔

اور اس قسم کی علامت کلی لاغری اور ناطاقتی بدن ہے۔

کثرت پیشاب سے جب رطوبات جسم خارج ہوتی رہتی ہیں تو باقی رطوبات کثیف سے پوست کے باعث دماغ میں خشکی پیدا ہو جانے کے سبب سے دردسر، دوران سر، کمی خواب، بطریق دوام لاحق ہوجاتی ہیں۔ جیسا کہ فصل پنجم میں مختصراً بیان کیا جاچکا ہے۔

جب دماغ میں خشکی کا غلبہ ہوگا۔ دردسر، دوران سر۔ کمی خواب ہروقت تکلیف کا باعث ہوں گی۔ ادھر جسم میں بھی خشکی ہوگی اور ان عوارضات کی پیدائش کا اصلی سبب یعنی ذیابیطس بھی موجود ہوگا جو ازیاد عوارضات میں ممد اور معاون ہے۔ اس پر دماغی محنت کی کثرت، خلوت وتنہائی،

مسائل دقیقہ کا حل۔ باریک بینی کا اضافہ ایسا مالیخولیا پیدا کرے گا جو عسرالبرا اور ناممکن العلاج ہوگا۔
چنانچہ اطباء نے اس کو اس طرح بیان فرمایا ہے کہ:

قسم دوم...... مالیخولیا دماغی

وہ ہے کہ مرہ سودا صرف سر میں متمکن ہو اور تمام بدن میں منتشر نہ ہو۔ لیکن ممکن ہے کہ باوجود دماغ میں متمکن ہونے کے اس میں سے کسی قدر بعض اجزائے بدن سے بھی تعلق رکھے اور یہ قسم مالیخولیا کی بدترین اقسام سے ہے اور اس قسم کا مالیخولیا ایسے دقیق الفکر انسانوں کو ہوا کرتا ہے جو دن رات باریک مسائل کو حل کرنے میں لگے رہتے ہیں۔ اسی واسطے حکیم رفس نے کہا ہے کہ یہ مرض حکمائے فلاسفہ جیسے افلاطون اور اسی طرح کے اور فضلاء کو بھی عارض ہوا ہے۔

اور علامہ طبری نے کہا ہے کہ میں نے بہت سے فاضلوں کو دیکھا کہ تنہا رہنے لگے۔ سوائے علم کے دیگر تمام اشغال ترک کر دیئے اور آدمیوں سے اجتناب کر لیا۔ پس ان کے اخلاط جل گئے اور ان کو مالیخولیا ہوگیا۔ چنانچہ ان میں سے ایک فارابی ہے اور علاوہ اس کے اور بہت سے آدمی ہیں۔

علامات: مریضان مالیخولیا کے توہمات اکثر ایسے کاموں کی قسم سے ہوتے ہیں جو حالت صحت میں کیا کرتے تھے اور جن میں شغل رکھتے تھے۔ مثلاً اگر مریض حالت صحت میں عقیل وفہیم تھا تو پیغمبری معجزات اور کرامات کا دعویٰ کرتا ہے۔

اپنی سب باتوں کو خدا کی طرف سے جانتا ہے۔ خلق خدا کو مذہبی تبلیغ کرتا ہے اور اپنا ماننا ضروری بتاتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس اسی قسم کی اور اور باتیں بھی بتایا کرتا ہے۔

قسم سوم...... مالیخولیائے مراقی

یہ اس طرح پر ہوتا ہے کہ تیز خلط سوداوی، معدہ، ماساریقا، طحال یا مراقی میں جمع ہو جائے۔ پھر جس عضو میں اس کے جمع ہونے کی جگہ ہے۔ اس سے سیاہ بخارات اٹھ کر دماغ میں پہنچیں اور اس مرض کو پیدا کریں اور مادہ مذکور ان اعضاؤں میں جس عضو میں متمکن ہوتا ہے مراق میں نفخ ضرور پیدا کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کا نام مراق تجویز کیا گیا ہے اور بوجہ نزوم نفخ اس کو مالیخولیا نافخہ اور نفخہ مراقیہ بھی کہتے ہیں۔

علامات: قبض طبع زائد از عادت، ہاتھ پاؤں کے تلوؤں کی جلن، بعض وقت غشی، دردسر، دوران سر، کمی خواب، تشنج دل (خفقان) کبھی آنکھوں کے سامنے بجلی کوندتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ نسیان، خواب میں دھواں اور اندھیرا نظر آتا ہے۔ جن کاموں میں جلدی کی ضرورت نہ ہو ان میں مریض

جلدی کرتا ہے جو کام شرعاً جلدی کرنے چاہئیں۔ ان میں دیر کرتا ہے۔ طیش، دیرپا کینہ اور عناد ایسے سہل کاموں کی انجام دہی میں دیر کرتا ہے۔ جن میں جلدی کی ضرورت ہو۔ مریض میں خودی کے خیالات پیدا ہو جاتے ہیں اور وہ ہر ایک بات میں مبالغہ کرتا ہے۔

ڈاکٹری طب نے مالیخولیا کے اسباب حسب ذیل بیان کئے ہیں:

اکثر یہ مرض سرسام، حمایات حادہ (تیز تپ) یا جنون کے بعد ہو جایا کرتا ہے۔ کبھی موروثی ہوتا ہے۔ ضعف دماغ، کمزوری خون، رنج وغم، کثرت، مجامعت یا جلق، کثرت محنت دماغی، بیداری، ادق مسائل کے حل کرنے میں شب وروز، غوروخوض کرنا، حبس خون بواسیر۔

عورات میں مرض اختناق الرحم واحتباس طمث، معدہ، جگر، طحال کے افعال میں فتور آجانے کے باعث بھی یہ مرض ہو جایا کرتا ہے۔

فصل ہفتم

خاک دیکھی سیر ہم نے عالم ایجاد میں پر نہ نکلے تھے کہ آئے خانہ صیاد میں

تشخیص مرض

مرزاقادیانی کو کس قسم کا مالیخولیا تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

’’سبحانک لا علمنا الاما علمتنا انک انت العلیم الحکیم‘‘

طبیب اور غیر طبیب ذی عقل اصحاب اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ صحیح ترین اور یقینی قابل اعتبار تشخیص اور تحقیق مرض تو اسی صورت میں ہوسکتی ہے جب کہ مریض سامنے ہو۔ مگر میرے زیر تشخیص مریض عقیل وفہیم تھے۔ ان کی خودنوشتہ تحریر سے انشاء اللہ تعالیٰ ایسی صحیح ترین اور قابل اعتبار تحقیق مرض کروں گا کہ مرزاقادیانی کے مخالف وموافق عش عش کر اٹھیں گے۔

لیجئے پہلے تو مالیخولیائی اسباب وعلامات کو جو گزشتہ فصل میں بیان کئے گئے ہیں۔ خلاصۃً یہاں درج کئے دیتا ہوں تاکہ آپ کو گذشتہ فصل کو دوبارہ ملاحظہ فرمانے کی ضرورت نہ رہے اور پھر ہر ایک سبب اور علامت کو منفرداً مرزاقادیانی کے خودنوشتہ بیان کے مطابق ان کے جسم پر منطبق کر کے اپنے دعویٰ کو ثبوت کروں گا۔ ’’وما توفیقی الا باللہ‘‘

مالیخولیا کے اسباب

کبھی مرض سرسام جنون اور سخت تپوں کے بعد مالیخولیا ہوجایا کرتا ہے۔ بعض حالتوں میں موروثی بھی ہوتا ہے۔ ضعف دماغ، کمزوری خون، رنج وغم، کثرت جماع، جلق، بیداری، ادق مسائل کا حل، جبس خون بواسیر، دردسر، دوران سر انتہائی عقلمندی اور باریک بینی، علوم فکریہ میں غائر نظری ہر ایک قسم کے آدمیوں سے علیحدگی خلوت وتنہائی جس میں غور خوض بھی کرنا پڑے۔ حدوث مالیخولیا کے باعث ہوتے ہیں۔ جگر معدہ، گردے، طحال، مراق کی خرابی سے بھی مرض مالیخولیا عارض ہوا کرا ہے۔

علامات مالیخولیا

لاغری وناطاقتی بدن۔ اگر مریض حدوث مرض سے پہلے عقلمند اور فہمیدہ ہونے کے ساتھ مذہبی انہماک بھی رکھتا تھا تو پیغمبری کا دعویٰ کرتا ہے۔ اپنے بعض اتفاقی واقعات کو معجزات اور کرامات بتاتا ہے۔ اپنی سب باتوں کو خدا کی طرف سے جانتا ہے۔ خلقت خدا کو مذہبی تبلیغ کرتا ہے اور اپنا ماننا ضروری بتاتا ہے۔

قبض طبع زائد از عادت۔ ہاتھ پاؤں کے تلوؤں کی جلن، بعض وقت غشی، دردسر، دوران سر، کمی خواب، تشنج دل (خفقان) کبھی آنکھوں کے سامنے بجلی کوندتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ نسیان: خواب میں دھواں اور اندھیرا نظر آتا ہے۔ جن کاموں میں جلدی کی ضرورت نہ ہو ان میں مریض جلدی کرتا ہے اور جو کام شرعاً جلدی کرنے چاہئیں ان میں دیر کرتا ہے۔ طیش دیرپا عناد اور کینہ ایسی سہل کاموں میں انجام دہی میں دیر کرتا ہے جن میں جلدی کی ضرورت ہو۔

مریض میں خودی کے خیالات آجاتے ہیں اور وہ ہر ایک بات میں مبالغہ کرتا ہے۔ اب ان اسباب اور علامات کو فرداً فرداً مرزا قادیانی کی خودنوشتہ تحریروں کے مطابق صاحب موصوف کی ذات پر منطبق کئے دیتا ہوں۔ جس کے مطالعہ سے بغیر کسی مزید حاشیہ آرائی کے ہی ہر عقلمند انسان طبیب ہو یا غیر طبیب مرزا قادیانی کے مرض کے صحیح ترین حالات سے واقف ہوجائے گا۔

مالیخولیا کے اسباب	تطبیق
سرسام کے بعد مالیخولیا	مرزا قادیانی کو سرسام غالباً کبھی نہیں ہوا۔
سخت تپ کے بعد مالیخولیا	مرزا قادیانی کو حدوث مالیخولیا کا باعث سخت تپ نہیں ہے۔
جنون کے بعد مالیخولیا	مرزا قادیانی کو مالیخولیا سے پہلے جنون نہیں تھا۔
موروثی ہوتا ہے۔	مرزا قادیانی نے خود پیدا کیا ہے۔
ضعف دماغ	بلاشک وشبہ مرزا قادیانی کا دماغ اتنا ہی ضعیف تھا۔

کمزوری خون	مریض ذیابیطس کے خون کی کمزوری اور اس کی زہریلی کیفیت مسلمہ ہے۔
رنج وغم	ابتدائی حالت میں تنگدستی، امتحان مختاری میں ناکامی سے رنج وغم ہوا۔
کثرت مجامعت	ذیابیطس زبردست شاہد ہے۔
جلق (مشت زنی)	واللہ اعلم بالصواب۔
بیداری	تمام اطباء متفقہ طور پر مانتے ہیں کہ تمام قسم کا مالیخولیا خصوصاً اور جنون پیدا کرنے میں عموماً دائمی بیداری یا کم خوابی کا خاص دخل ہے۔ چنانچہ قرآن مجید نے فرمایا کہ ''وجعلنا نومکم سباتاً'' یعنی ہم نے نیند کو تمہارے لئے راحت کا سبب بنایا اور حقیقتاً جسمانی صحت خصوصاً قوائے دماغیہ کی درستی کا دارومدار خالص اور سچی نیند پر موقوف ہے۔ چنانچہ کتب طب میں مسطور ہے کہ ''النوم حالت طبیعۃً یغو الروح فیہ طلبا الاجمام وجودت الھضم'' یعنی نیند ایک طبعی حالت ہے جس میں روح اجمام اور جودت ہضم حاصل کرنے کے لئے باطن کی طرف حرکت کرتا ہے۔ بلاشبہ قیام صحت اور لقائے حیات کے لئے جاندار مخلوق یعنی حیوانات اور نباتات کے لئے نیند ضروری ہی نہیں بلکہ لازمی ہے۔ بیداری میں جو متواتر قوت صرف ہوتی رہتی ہے اس کی تلافی صرف نیند ہی سے ہوتی ہے۔ یعنی بیداری کی حالت میں جو اعصابی قوت صرف ہوتی رہتی ہے وہ آرام اور خواب سے ہی بحال ہوسکتی ہے۔ پس اگر کافی نیند حاصل نہ کی جائے تو نہ صرف سستی، کاہلی، دردسر، ضعف دماغ اور ضعف بصارت کی شکایت پیدا ہو جاتی ہے۔ بلکہ متواتر بے خوابی اکثر دیوانگی کا پیش خیمہ ہوا کرتی ہے اور مرزاقادیانی تو اس نعمت عظمیٰ سے شروع جوانی میں ہی محروم ہو چکے تھے۔ ان کے قویٰ دماغی کے فتور میں منجملہ اور بہت سے اسباب کے بزرگ تیں سبب یہی بے خوابی ہی تصور ہوسکتا ہے۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں کہ میں دائم المریض آدمی ہوں۔ دردسر، دوران سر، کمی خواب کو میرے ساتھ دائمی محبت ہے۔
ادق (دقیق ترین مسائل) حل کرنے میں شب وروز غوروخوض کرنا	عیاں راچہ بیاں دفتروں کے دفتر موجود ہیں۔
حبس خون بواسیر	مرزاقادیانی کا تمام خون اگر کچھ تھا تو وہ سوداوی تھا۔ جو مرض بواسیر کے لئے ضروری ہے۔ لیکن بندش کے واسطے یقینی طور پر نفی یا اثبات میں رائے قائم نہیں کی جاسکتی۔
دردسر دوران سر	خود معترف ہیں کہ دردسر و دوران سر میرے جسم کی جز ولاینفک ہیں۔
انتہائی عقلمندی	قادیان میں جو کچھ نظر آرہا ہے اسی کا نتیجہ ہے۔ ورنہ کہاں تو مرزاقادیانی کی نان شبینہ کی محتاجی اور کہاں میاں بشیرالدین صاحب کی ''ان اللہ لا یحب المسرفین'' کی پاک تعلیم پس پشت ڈال کر سیاحت یورپ پر لاکھوں روپے کی بربادی۔

باریک بینی	باریک بینی قرآنی دقائق ومعارف وحقائق سمجھنے یا بالفاظ دیگر احکام الٰہی کو اپنے مفید مطلب بنانے میں مرزا قادیانی کو ایسا یدطولیٰ حاصل تھا جو کسی تشریح وتوجیہ کا محتاج
	نہیں ہے اور یہ آپ کی تعلیم کا پرتو ہے کہ ہر مرزائی تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ قرآن کریم کا مفسر ہے اور ہر ایک آیت شریف کے معانی کو اپنے مطلب کا بنانے میں خاصہ ملکہ رکھتا ہے۔
علوم فکریہ میں غائرنظری	اس کے متعلق کچھ تحریر کرنا تحصیل حاصل کا حکم رکھتا ہے۔ ہر وضیع شریف واقف ہے۔
ہر قسم کے آدمیوں سے علیحدگی، خلوت اور انتہائی جس میں غور وخوض بھی کرنا پڑے	خود معترف ہیں۔ چنانچہ براہین احمدیہ کے ص۹۵، خزائن ج۱ ص۸۵ پر ایک نظم لکھتے ہیں جس کا صرف ایک آخری شعر اس سبب کا پورا اور مکمل جواب ہے۔ فرماتے ہیں جوانی ہم اندریں باختم دل از غیر ایں کار پر داختم میں نے اپنی جوانی کو اس میں خرچ کیا۔ سوائے مطالعہ کتب اور غور وفکر باقی سب کام چھوڑ دیئے۔
جگر، معدہ، گردے، طحال، مراق کی خرابی مالیخولیا پیدا کرنے کا باعث ہو	آپ کے جسم کا تمام نظام درہم برہم ہو چکا تھا اور وہ عجز ودرماندگی کی انتہائی حالت میں وبال جان، تکلیف دیہہ، روح فرسا زندگی کی ناخوشگوار گھڑیاں گزارتے رہے ہیں۔ چنانچہ ان کا درد دل سے لکھا ہوا بیان زندہ شاہد موجود ہے۔ ایک اور جگہ لکھتے ہیں۔ ایک سطر لکھنے سے دوران سر شروع ہو جاتا ہے۔ دل ڈوبنے لگتا ہے۔ حالت خطرناک اور مسلوب القویٰ ہوں۔ ایسا ہی میری بیوی بھی دائم المریض امراض رحم وجگر میں مبتلا ہے۔ وزیرے چنیں شہریارے چناں
علامات مالیخولیا	**مطابقت**
لاغری اور ناطاقتی بدن	مرزا قادیانی کا جسم لاغری اور کمزوری کا مجسمہ تھا۔ آپ کے درد دل سے لکھے ہوئے دردناک بیان کو جو کتاب ہذا کی پہلی فصل میں مفصل درج ہے۔ پھر ایک دفعہ بغور ملاحظہ فرمائیں تاکہ آپ کو مرزا قادیانی کی انتہائی درماندگی اور ردی تریں صحت کا حال معلوم ہو جائے۔
اگر مریض حدوث مرض سے پہلے عقیل وفہیم تھا اور مذہبی انہماک بھی رکھتا تھا تو (الف) پیغمبری کا دعویٰ کرتا ہے۔	وہ تمام دعاوی جن میں مریض انسانی حیثیت میں رہے کمی مادۂ مرض کی دلیل ہے۔ مرزا قادیانی چونکہ مرض کے انتہائی منازل طے کر چکے ہیں۔ اس لئے فرماتے ہیں کہ: ''رائت انی عین اللّٰہ'' میں نے دیکھا کہ میں بالکل خدا ہوں۔ (کتاب البریہ ص۷۸، خزائن ج۱۳ ص۱۰۳)
(ب) اپنے بعض اتفاقی واقعات کو معجزات اور کرامات بتاتا ہے۔	قتل لیکھرام، طاعون، زلزلہ طوفان باد وباران جنگ وجدل، دنیا کے ہر حصہ میں اسلام کی خرابی اور مسلمانوں کی بربادی، آخریں زمانہ کی تمام ایجادات، ہوائی جہاز، لمبی مار کی توپیں، زہریلی گیس، غرضیکہ تمام ہلاکت آفریں اسلحہ آتشیں وغیرہ وغیرہ۔ جن سے مخلوق خدا کو جانی اور مالی نقصان پہنچے۔ مرزا قادیانی کی صداقت کے نشان معجزہ اور کراماتیں ہیں۔

(ج) اپنی سب باتوں کو خدا کی طرف سے جانتا ہے۔	مرزا قادیانی فرماتے ہیں کہ: (۱) میری وحی ایسی یقینی ہے جیسے قرآن۔ (۲) مجھ پر وحی ہوئی: ’’ وما ینطق عن الھویٰ ان ھوالا وحی یوحی ‘‘ یعنی مرزا قادیانی اپنی خواہش سے نہیں بولتا بلکہ وہی کہتا ہے جو اس پر وحی ہوتی ہے۔ مرزا احمد بیگ صاحب کو لکھتے ہیں: (۳) آپ کی لڑکی محمدی بیگم سے میرا آسمان پر نکاح ہو چکا ہے اور مجھ کو اس الہام پر ایسا ہی یقین ہے۔ جیسے ’’لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ‘‘ پر۔
(د) خلقت خدا کو مذہبی تبلیغ کرتا ہے اور اپنا ماننا ضروری بتاتا ہے۔	عیاں راچہ بیان فرماتے ہیں کہ جو شخص تیری پیروی نہ کرے گا اور بیعت میں داخل نہ ہوگا اور تیرا مخالف رہے گا۔ وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا جہنمی ہے۔ (معیار الاخیار ص۸، مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۲۷۵) (۲) خدا نے میرے پر ایمان لانے کے واسطے تاکید کی ہے۔ میرا دشمن جہنمی ہے۔ (انجام آتھم ص۶۴، خزائن ج۱۱ ص۶۲) (۳) بہر حال خدا نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں اور وہ خدا کے نزدیک قابل مواخذہ ہے۔ (الذکر الحکیم نمبر۴ ص۲۳، تذکرہ ص۶۰۷، طبع سوم) (۴) ہم پر کئی سال سے وحی نازل ہورہی ہے۔ اس لئے ہم نبی ہیں۔ (بدر مورخہ ۵؍مارچ ۱۹۰۸ء، ملفوظات ج۱۰ ص۱۲۸) مرزا قادیانی کے مرید خلیفہ اوّل مولوی نوردین کہتے ہیں۔ اسم او اسم مبارک ابن مریم مے نہند آں غلام احمد است و میرزائے قادیان گر کسے آرد شکے در شان او آں کافر است جائے او باشد جہنم بے شک وریب و گمان (الحکم مورخہ ۱۷؍اگست ۱۹۰۸ء)
قبض طبع زائد از عادت ہاتھ پاؤں کے تلوؤں کی جلن۔	مریضان ذیابیطس کو لازم ہے اور مرزا قادیانی اس میں بری طرح گرفتار تھے۔ مریضان ذیابیطس اور مالیخولیائے مراقی دونوں کے لئے لازمی ہیں۔
بعض وقت غشی ہو جاتی ہے۔ دردسر ودوران سر کمی خواب۔	لاریب مرزا قادیانی فرماتے ہیں سر چکراتا ہے۔ دل ڈوبنے لگتا ہے۔ خود فرماتے ہیں کہ دردسر دوران سر کمی خواب تو ہر وقت لازمی ہیں۔
تشنج دل خفقان	تشنج دل (خفقان) دورہ سے حملہ کرتا ہے۔
کبھی آنکھوں کے سامنے بجلی کوندتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔	بے شک یہی وہ بجلی کے چمکارے تھے جن کو مرزا قادیانی تجلیات نور سمجھتے تھے اور ان کو جادۂ مستقیم سے دور گرادینے کا باعث ہوئے۔

نسیان	مرزا قادیانی ردی ترین نسیان میں گرفتار تھے۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مدت صلیب لکھتے وقت ایک ہی کتاب میں جو الہامی بھی بتائی جاتی ہے اتنا ثبوت نسیان پیش کیا ہے کہ کسی مزید ثبوت کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ چنانچہ: (۱)(ازالہ اوہام ص ۲۴۸، خزائن ج ۳ ص ۲۲۵) میں تین گھنٹہ۔ (۲)(ازالہ اوہام ص ۳۴۳، مسیح ہندوستان میں ص ۲۰، خزائن ج ۱۵ ص ۲۲) میں دو گھنٹہ۔ (۳)(ازالہ اوہام ص ۳۸۱، خزائن ج ۳ ص ۲۹۶) میں صرف چند منٹ مدت صلیب درج ہے۔
خواب میں دھواں اور اندھیرا نظر آتا ہے۔	یہی وہ دھواں اور اندھیرا تھا جو بربادئ دنیا کے لئے مختلف اشکال طاعون وزلزلہ وغیرہ کی ہیبت ناک، دہشت افزا صورتوں میں ظاہر ہوا کرتا تھا اور اسی مالیخولیائی دھوئیں اور تاریکی خواب سے مرزا قادیانی کی نظر میں دنیا تیرہ وتار نظر آیا کرتی تھی اور یہی تخیلاتی دھواں اور اندھیرا ہے جسے مرزا قادیانی اور ان کی امت نبوت ورسالت کا معجزاتی نشان صداقت سمجھتے رہے ہیں اور اس وقت تک سمجھتے رہیں گے جب تک اس مالیخولیائی کے دھوئیں اور سیاہی کا پردہ ان کی آنکھوں پر پڑا رہے گا۔
جن کاموں میں جلدی کی ضرورت نہ ہو ان میں مریض جلدی کرتا ہے۔	بلاشبہ مرزا قادیانی نے بہشتی مقبرہ اور منارہ مسیح تیار کر کے اس علامت کی خوب تصدیق کی۔
جو کام شرعاً جلدی کرنے چاہئیں ان میں دیر کرتا ہے	لاریب۔ مرزا قادیانی نے باوجود اس قدر امیر ہونے اور مکہ معظّمہ یا مدینہ منورہ میں مرنے کی الہام کی تھی۔ فریضہ حج ادا کرنے میں دیر ہی کر کے اپنی بیماری کا ناقابل تردید ثبوت بہم پہنچایا۔
طیش (ناقابل برداشت غصہ)	اس مرض نے مرزا قادیانی میں اس قدر طیش پیدا کر دیا تھا جس پر تہذیب اور اخلاق قیامت تک آٹھ آٹھ آنسو روئیں گے۔ میں یہاں مختصراً اور مدلل دو عملی مثالیں پیش کروں گا جن سے مرزا قادیانی کے طیش کا صحیح ترین اندازہ لگ جائے گا۔ مثال اوّل جب باوجود موہومی آسمانی الہامی دھمکیوں اور دنیاوی شرمناک حیا سوز منافی خودداری چالوں کے محمدی بیگم کا نکاح مرزا قادیانی سے نہ ہوا تو اپنی مطلوبہ، محبوبہ، مرغوبہ کے ملنے سے مایوسی کے طیش میں اپنی محترم پاک دامن بیوی زوجہ اوّل اور اس کے بطن سے پیدا شدہ دو قابل اور دیندار بے قصور لڑکوں مرزا سلطان احمد بیگ اور فضل احمد بیگ سے قطع تعلق کر لیا۔ (دیکھو اشتہار نصرت دین وقطع تعلق از اقارب مخالف دین) (دوسری مثال) جب مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری مورخہ ۱۰؍جنوری ۱۹۰۳ء کو ان کی پیشین گوئیاں جھوٹی ثابت کرنے کے لئے قادیان گئے تو ان کے قاصدوں کے روبرو مولانا صاحب کو پس پشت ایسی مغلظات سنائیں جن کی کسی چوہڑے اور چمار سے بھی توقع نہیں ہوسکتی تھی۔ غصہ سے جسم کانپ رہا تھا اور منہ سے گالیاں دیتے جاتے تھے۔ (دیکھو الہامات مرزا قادیانی)

نعوذ باللہ منہا ! آپ کی انتہائی عناد اور کینہ کی زد سے خدا کے مقبول اور برگزیدہ انسانوں سے کوئی بچ نہیں سکا۔ چنانچہ خدا کے الوالعزم بزرگ اور پاک نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق آپ کے خیالات کا خفیف سا حصہ تحریر کرتا ہوں۔ پھر آپ بمصداق ؎ قیاس کن زگلستان من بہار مرا ان کے عناد و کینہ کا صحیح اندازہ لگا سکتے ہیں۔ (نقل کفر کفر نباشد) فرماتے ہیں کہ آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے۔ تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں۔ جن کے خون سے آپ کے وجود کا ظہور ہوا۔ (ضمیمہ انجام آتھم ص۷، خزائن ج۱۱ ص۲۹۱) ایسے الوالعزم پیغمبر (جس کی تقدیس کی قرآن کریم گواہی دیتا ہے) کی اس قدر توہین اس دیرپا عناد اور کینہ ہی کا نتیجہ ہے جو آپ کو اپنے مدمقابل عیسائی پادریوں سے ہے۔ جن کی شان میں فرماتے ہیں۔ پادریوں نے شرارت پر کمر باندھی ہے۔ شوخی سے ناچتے پھرے۔ ان کی نہایت پلید اور بدذات لوگوں نے گالیاں نکالیں۔ ’’لعنت ہے تم پر اگر نہ آؤ اور سڑے گلے مردے (حضرت مسیح) کا میرے زندہ خدا کے ساتھ مقابلہ نہ کرو۔‘‘ (ضمیمہ رسالہ انجام آتھم ص۶۲، خزائن ج۱۱ ص۳۴۶)	دیرپا عناد اور کینہ
واقعی درست ہے مرزا قادیانی کو اپنے اعتقادات باطلہ، خیالات فاسدہ اور دعاوی کاذبہ سے نہایت جلدی توبہ کرنی چاہئے۔ جو آخیر وقت تک نصیب نہ ہوئی اور اسی ظلمت وضلالت کی حالت میں ہی داعی ہیضہ کو لبیک کہہ کر چل دیئے اور افسوس کہ انجام بخیر نہ ہوا۔	ایسے کاموں کی انجام دہی میں دیر کرتا ہے جو جلدی کرنے چاہئیں۔
محمدؐ کے خدا کی قسم جس کی ذات احد کے لئے ہی خودی زیبا وشایاں ہے۔ میرے زیر بحث مریض مرزا قادیانی میں اس موذی مرض نے اس قدر خودی پیدا کر دی تھی کہ ان کو خودی کا مجسمہ کہنا بھی ان کی صحیح ترین حالت کا نقشہ نہیں کھینچ سکتا۔ اگر خدا سے اوپر بھی کوئی ہستی ہوتی تو اسے بھی اپنے لئے ہی مخصوص کرتے۔ آپ کے مالیخولیائی خودی کے فاسد خیالات کے بے شمار دفتروں سے صرف ایک مثال نموناً پیش کئے دیتا ہوں۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ: خدا تعالیٰ میرے وجود میں داخل ہوگیا۔ میرا غضب، میرا حلم اور تلخی وشیرینی حرکت وسکون اسی کا ہوگیا اور اسی حالت میں میں یوں کہہ رہا تھا کہ ہم ایک نیا نظام اور نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں۔ سو میں نے پہلے تو آسمان اور زمین کو اجمالی صورت میں پیدا کیا۔ جس میں کوئی ترتیب اور تفریق نہ تھی۔ پھر میں نے منشائے حق کے موافق اس کی ترتیب اور تفریق کی اور میں دیکھتا تھا کہ میں اس کی خلق پر قادر ہوں۔ پھر میں نے آسمان دنیا کو پیدا کیا اور کہا کہ ’’انا زینا اسما الدنیا بمصابیح ‘‘ پھر میں نے کہا کہ ہم انسان کو مٹی کے خلاصے سے پیدا کریں گے۔‘‘ (آئینہ کمالات اسلام ص۵۶۴، ۵۶۵، کتاب البریہ ص۷۸،۷۹، خزائن ج۱۳ ص۱۰۴،۱۰۵)	مریض میں خودی کے خیالات پیدا ہو جاتے ہیں اور ہر ایک بات میں مبالغہ کرتا ہے۔

مالیخولیا کے اسباب اور علامات پر غور کرنے سے نہ صرف یہ احقر بلکہ تمام دنیا کے غیر طبیب ذی ہوش اصحاب عموماً اور طبابت پیشہ حضرات بلاتفریق مذہب وملت خصوصاً بے شک وشبہ بلاخوف تردید نہایت ہی اطمینان قلب سے اس نتیجہ پر پہنچ جائیں گے کہ مرزا قادیانی تمام اقسام کے مالیخولیا کا زندہ مجسمہ تھے اور ان کی دماغی حالت اسی قسم کے تخیلات فاسدہ، اعتقادات باطلہ اور دعاوی کاذبہ خلاف عقل سلیم مخالف دین متین کی ہی متقاضی تھی۔

انہی تخیلات فاسدہ کی ظلمت وضلالت دہریت کے ردی ترین مواد متعفنہ سے شرک وبدعت، انفقاق، انشقاق، افتراق کے زہریلے جراثیم پیدا ہوکر دنیائے اسلام کے متبرک ومقدس ایمانی اجسام میں اپنی خطرناک سمیت (زہر) ہر جائز وناجائز طریق پر سرایت کرنے کی ناپاک وشرمناک، نامبارک جدوجہد میں شب وروز غلطاں وپیچاں ہیں اور اس کو بخیال باطل خود تبلیغ اسلام کا مبارک نام دے کر ''برعکس نہند نام زنگی کافور'' کے مصداق بنتے ہیں۔

مباش ازآں قومے کہ بفریبند
حق را بسجودے و نبی را بہ درودے

بہرحال ناصر حقیقی اور معاون تحقیقی کی عنایات بے غایات سے بوجہ احسن ثابت کردیا ہے کہ مرزا قادیانی کے تمام دعاوی کاذبہ اور تعلّی باطلہ مالیخولیائی تخیلاتی بڑے زیادہ وقیع نہیں جو کسی صحیح الدماغ عقیل وفہیم انسان کی توجہ اور عمل میں نہ آئیں۔

اب مجھے صرف یہ بتانا ہے کہ مرزا قادیانی اس موذی مرض میں کب گرفتار ہوئے۔ لو یہ باریک اور پیچ دار مسئلہ ہے۔ مرزا قادیانی نے خود ہی حل کردیا ہوا ہے۔ یعنی جس طرح حقیقی مسیح کو نزول زمین سے پہلے دو زرد رنگ کی چادروں میں ملبوس ہونا ضروری ہے۔ اسی طرح ذیابیطسی مالیخولیائی مسیح کو بھی دعویٰ سے قبل ہی گرفتار مرض ہونا لازمی ہے۔ باقی رہا یہ امر کہ مرزا قادیانی کی موہومی چادریں دو ہیں یا ایک۔ سو اس کے متعلق بھی مفصل مکمل اور مدلل ترین طریق پر ثابت کیا جاچکا ہے کہ صرف ایک ہی ذیابیطسی (پیشابی) چادر ہے۔ جو مرزا قادیانی کے سارے جسم پر پھیلی ہوئی تھی۔ اس نے نہ صرف آپ کی ظاہری قوتوں کو خراب کردیا تھا۔ بلکہ باطنی قویٰ کا بھی صفایا کر کے آپ کو برکات دارین سے محروم کردیا تھا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ مرزا قادیانی پہلے تو مرض ذیابیطس میں مبتلا ہوئے۔ اس کے باعث آپ کا سارا نظام جسم خراب ہوکر مالیخولیائی ناقابل علاج میں گرفتار ہوگئے۔ جس کی وجہ سے تمام قسم کی خلاف عقل مخالف شریعت دعاوی کا اظہار ہوا اور بس۔

میرا یہ عرض کر دینا غالباً نامناسب نہ ہوگا کہ مرزاقادیانی کے قوائے دماغی میں فتور کے متعلق میری یہ تحقیقات کوئی جدید اور انوکھی نہیں ہے۔ بلکہ اور بھی بہت سے ایسے لوگ ہیں جو مرزاقادیانی کے اختلاط حواس کے قائل ہیں۔ چنانچہ پادری جے دانیل صاحب، مولانا پیر بخش صاحب سیکرٹری انجمن تائید الاسلام لاہور، مولانا محمد یعقوب صاحب مؤلف عشرہ کاملہ، ریاست پٹیالہ کی تحریری شہادتیں موجود ہیں۔

فرق صرف اس قدر ہے کہ مذکورہ الصدر اصحاب نے مرزاقادیانی کے خلاف شرع شریف مخالف عقل سلیم اقوال اور افعال سے یہ رائے قائم کر لی تھی۔ میں نے مرزاقادیانی کی خود نوشتہ تحریر کو طبی قوانین کے ماتحت رکھ کر اپنے دعویٰ کو ایسی زبردست مکمل و مدلل ترین طریق پر ثابت کیا ہے کہ کسی صحیح الدماغ منصف مزاج حق پسند اور طالب صداقت کو اس کے مان لینے کے سوا چارہ ہی نہیں اور نہ ہی متعصب ضدی منکروں سے قیامت تک اس کی صحیح حقیقی اور معنوی تردید ہو سکتی ہے۔ اسی لئے تو حکمت کی خدا نے تعریف فرمائی ہے۔

گفت حکمت را خدا خیر کثیر
ہر کجا ایں خیر را بینی بگیر

فصل ہشتم

ثبت است برجریدہ عالم دوام ما
ای بیخبر از لذت شرب مدام ما

میرے قتل کی بزدلانہ تخویف

کتاب ہذا کی تصنیف کے دوران میں مرزائیوں نے ہر ممکن کوشش کی کہ میں تیاری کتاب سے رک جاؤں۔ مگر جب انہیں اپنی ان بالواسطہ کوششوں میں ناکامی ہوئی تو پھر ایک آخری مگر شرمناک مذبوحی اور بزدلانہ کوشش کی تاکہ مرزائی ڈھول کا پول کھلنے سے مرزائیت کی باطل پرستی کے تاروپود نہ بکھر جائیں۔ میں ذاتیات میں الجھنا طبعاً ناپسند کرتا ہوں اور گو موت وحیات کا مسئلہ ہے۔ تاہم میں اپنے اصول کو توڑنا اخلاقی کمزوری سمجھتا ہوں۔ صرف اسی قدر ظاہر کر دینا کافی ہوگا کہ ۲۰؍دسمبر ۱۹۲۴ء کو لاہوری مرزائی جماعت کے ایک معزز رکن جو اپنے باطل خیال میں متانت، ثقاہت اور عالم وفاضل ہونے کے بھی مدعی ہیں۔ میرے پاس تشریف لائے۔ ادھر ادھر کے چند تمہیدی فقرات کے بعد فرمانے لگے کہ اس کتاب کی تصنیف تمہارے لئے نہایت

خطرناک اور مہلک ثابت ہوگی۔ مجھے تمہاری زندگی پر رحم آتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ!

آپ کے درد بھرے الفاظ سے مترشح ہوتا تھا کہ میرے قتل کے مشروط فتویٰ پر مرزائی لاہوری جماعت کے صدر نے دستخط کر کے کسی باطل پرست فدائی کے حوالہ کر دیا ہے۔

میں نے آنجناب کے اس خیر اندیشانہ مشورے کا شکریہ ادا کر کے عرض کر دیا کہ میں تو اپنے خیال میں نہ صرف مسلمانوں کو فتنہ مرزائیت سے بچانے کے نیک مقصد کو پیش نظر رکھ کر ایک بہترین خدمت اسلام کر رہا ہوں بلکہ مرزائیوں کو بھی بنی نوع انسان سمجھ کر بادیہ ظلمت وضلالت سے نکال کر توحید ورسالت کی نورانی سرزمین میں دوبارہ واپس لانے کے لئے ساعی ہوں۔

اور جیتے جی (درد دل) کی تکمیل سے باز نہیں رہ سکتا۔ جو مرزائی اعتقادات کے زہریلے جراثیم کے واسطے تریاق افاعی کا حکم رکھتا ہے۔ آپ بمعہ اپنی تمام باطل پرست جماعت کے میری جان لینے کی ناپاک کوشش میں جو کچھ بھی کر سکتے ہیں بڑے شوق سے عمل میں لائیں۔

چنانچہ یہ سن کر آنجناب تو غم وغصہ میں بھرے ہوئے مایوسانہ ندامت لئے ہوئے چلے گئے اور میں خدا کے فضل وکرم سے اس کی حفاظت ومدد پر بھروسہ کئے ہوئے درد دل کی تکمیل میں مصروف رہا۔ جو تیار ہوکر آپ کے ملاحظہ کا فخر حاصل کر رہا ہے ۔

دشمن چہ کند چو مہربان باشد دوست

نہ صرف یہ عاجز بلکہ تمام دنیا کے ذی ہوش انسان جنہیں علم تاریخ سے کچھ بھی دلچسپی ہے۔ بلاتفریق مذہب وملت عموماً اور مسلمان حضرات خصوصاً اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک زمانہ سے لے کر ہی اس وقت تک باطل پرستوں کے ظالم، خدا ناترس بے رحم درندہ صفت بے باک ہاتھوں سے پرستاران توحید کی برگزیدہ مقدس، بہترین ومنتخب زمانہ ہستیاں جام شہادت نوش فرمانے کا فخر حاصل کرتے رہے ہیں۔

اگر اس ضمن میں میرے ایسے ہمہ تن گنہگار، احقر وعاجز تریں انسان کو مرزائی جماعت کے کسی باطل پرست حسن بن صباح فدائی کے ہاتھ سے حیات ابدی نصیب ہو جائے تو ازیں چہ بہتر ۔

کشتگان خنجر تسلیم را
ہر زماں از غیب جان دیگر است

میرے گذارش کردہ مندرجہ بالا چند سطور لفاظی ہی نہیں ہیں۔ بلکہ یہ ایک حقیقت صحیح ترین ہے۔ جو اقرار باللسان کے ساتھ تصدیق بالقلب کا درجہ حاصل کئے ہوئے ہے۔ محمدؐ کے خدا

کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری یہ ناچیز جان ہے۔ اگر اس صراط مستقیم میں جو خدا کی صادق تریں پاک اور مقدس برگزیدہ اور مکمل انسان نے گم گشتگان بادیۂ شرک وکفر کو ابدی جہنم سے بچانے کے لئے خدا کے حکم سے تیار کیا ہے۔ قیامت تک زندہ ہوکر ہوکر بار بار قتل کیا جاوے تو بھی آں ذات والاصفات کے احسانات کا شمہ بھی ادا نہیں ہو سکے گا جو آپ کی ذات پاک نے دین فطرت سکھلانے کے لئے ناقابل برداشت حوصلہ شکن مایوس کن صدمات، روح فرسا تکالیف جانکاہ برداشت کر کے بنی نوع انسان پر کئے ہیں۔

سچ جانئے کہ میرا یہ عرض کرنا ذاتی حفاظت کے واسطے نہیں ہے۔ بلکہ اس واقعہ کے اظہار سے فوائد عظیمہ حاصل ہونے کا امکان ہے۔

بزرگ ترین فائدہ تو یہ ہے کہ اس واقعہ کی اشاعت سے فرقہ مرزائیہ کی شرمناک گمراہ کن پیچ دار قاتلانہ پیش گوئیوں کے ابلہ فریب دعاوی باطلہ کی اصلیت کا پتہ لگ جائے گا۔ نیز اس امر پر بھی روشنی پڑ جائے گی کہ اس باطل فرقہ کے لوگ حق وصداقت کو چھپاتے اور اپنی زہریلی مشرکانہ اعتقادات پھیلانے کے لئے ناجائز ناپاک سفیہانہ ذلیل تدابیر پر عمل پیرا ہونے سے بھی نہیں چوکتے۔

اور نیز بھولے بھالے مسلمان اس فرقہ کی ذیابیطسی موہومی پیغمبر کی مصنوعی معجزانہ کراماتی پیش گوئیوں کی بھول بھلیاں میں پھنس کر گراں بہا اسلامی متاع ایمان کو مرزائیت کے کھوٹے داموں پر فروخت نہ کریں گے۔ انشاءاللہ تعالیٰ!

فصل نہم

اگر بینم کہ نابینا و چاہ است
اگر خاموش بنشینم گناہ است

تبلیغ

ساری دنیا کے صحیح الدماغ اور عقل سلیم سے بہرہ ور انسانوں کی دلی توجہ کے قابل۔

مرزا قادیانی کی نیرنگ خیال مجموعہ اختلافات، تعلیمات کے اثرات نے پابند مذاہب انسانوں کو مختلف الخیال ہونے کی حیثیت سے چار گروہوں میں تقسیم کر دیا ہوا ہے۔

پہلا گروہ مرزائی ہے

ان لوگوں کو مسلم اور غیر مسلم اقوام تو مرزائی کہتے ہیں لیکن وہ اپنی مقررہ اصطلاح کے

مطابق احمدی کہلوانا پسند کرتے ہیں۔ یہ گروہ بھی مرزا قادیانی کی بوقلموں تعلیمات کی پیچ دار اعتقادی الجھنوں میں گرفتار ہوکر مختلف فرقوں میں منقسم ہوگیا ہے۔ جن میں سے دو بڑے اور باہمی رقیب فرقے قابل ذکر ہیں۔

الف...... قادیانی مرزائی یا محمودی جماعت: یہ جماعت مرزا قادیانی کے نورنظر میاں بشیرالدین محمود کی قیادت میں ہے اور اپنے مدمقابل اور حریف فرقہ (لاہوریہ) پیغامیہ کی اصطلاع میں محمودی کہلاتی ہے۔ یہ لوگ مرزا قادیانی کے تمام دعاوی کو بلاکم وکاست بغیر کسی قسم کی ترمیم وتنسیخ کے صحیح مان کر مرزا قادیانی کے دعاوی کو کلیتاً یا جزئیتاً نہ ماننے والوں کو (جن میں لاہوری جماعت کے مرزائی جوان کی اصطلاح میں پیغامی کہلاتے ہیں) بھی شامل ہیں۔ ''کافر مطلق'' جانتے ہیں اور ان کا اعتقاد ہے کہ جب تک مرزا قادیانی کو بمعہ ان کے تمام دعاوی کے مامور من اللہ نبی نہ مانا جائے خدااور اس کے حقیقی رسول حضرت محمد ﷺ پر ایمان اور عمل کچھ فائدہ نہیں دیتا۔

گویا تمام دنیا کی نجات کا دارومدار مرزا قادیانی کی بیعت پر منحصر ہے۔ اس فرقہ کے مسلمات کی رو سے ہر شخص حتیٰ کہ کنجر، ڈوم اور رنڈیوں کو بھی الہام ہوسکتے ہیں اور یہ کہ فاسقہ عورت (طوائف) یار بہ بروبادہ بہ سر حرام کاری کی حالت میں سچی خواب دیکھ لیتی ہے۔

نیز ہرکس وناکس تمام لذات دنیاوی سے بہرہ ور ہوتا ہوا تھوڑی سی ریاضت سے ہی نبی ہوسکتا ہے۔ چنانچہ ان اعتقادات کے ماتحت اس قادیانی مرکزی فرقہ کے مقلدوں سے جگہ بہ جگہ نبی پیدا ہوتے چلے جارہے ہیں اور ان مرزائی مسلمات کی تحت میں یہ سلسلہ نبوت اس وقت تک وسیع ہوتا جائے گا جب تک ان مصنوعی نبیوں کی تعداد ان کے مقلدوں کے شمار سے زیادہ نہ بڑھ جائے اور ان آرام طلب، تن آسان، ناقابل کار، حرام خور، فرضی نبیوں کو جو طبعی طریق پر ضروریات زندگی پورا کرنے کے نااہل ہیں۔ محنت ومزدوری سے پیٹ پالنے پر مجبور نہ ہونا پڑے۔ قادیانی مرزائی کہتے ہیں کہ موجودہ خلیفۃ المسیح میاح بشیرالدین صاحب کو بھی مکالمہ ومکاشفہ الٰہیہ کا شرف حاصل ہوگیا ہے۔ ''دریں چہ شک'' بیٹا باپ کی ہر جائیداد کا جائز وارث ہوتا ہے۔ اس فرقہ کی اخلاقی جرأت قابل تعریف ہے کہ اپنے اعتقادات باطلہ کی نشرواشاعت میں کسی قسم کی لاگ ولپیٹ سے کام نہیں لیتا۔

اور مرزا قادیانی کو مامور من اللہ ثابت کرنے کے لئے تمام انبیاء علیہ السلام صوفیائے کرام اور علماء عظام کی متبرک ہستیوں کو غیر مسلمانہ اعتراضات کا تختہ مشق بنانا اپنا مذہبی مقدس پاک اور آسمانی حق تصور کرنا ہے۔

ب...... لاہوری (پیغامی مرزائی): یہ فرقہ مولانا محمد علی صاحب کی سرعسکری میں ہے۔ اس طبقہ کے مرزائیوں کو قادیانی مرزائی اپنی اصطلاع میں پیغامی کہتے ہیں اور ان لوگوں کو ان کے خیال کے مطابق محمودی مرزائیوں سے وہی نسبت ہے جو پراٹسٹنٹ فرقہ کے عیسائیوں کو رومن کیتھولک نصرانیوں سے ہے۔ یہ لوگ محمودی مرزائیوں کی نسبت زیادہ تعلیم یافتہ، روشن خیال، محقق اور صداقت پسند ہونے کے مدعی ہیں۔

یہ جماعت بظاہر مرزا قادیانی کو نبی نہیں مانتے۔ مگر لاہوری مرزائیوں کا یہ دعویٰ قطعی بے دلیل ہے۔ اس جماعت کے لوگ قادیانی مرزائیوں کی نسبت اخلاقاً نہایت کمزور ہیں اور خدا معلوم کن سنہری روپہلی مصلحتوں کے باعث اپنے صحیح ترین خیالات واعتقادات کو غلط تاویلات کی فلسفیانہ چادر کی تہہ میں چھپائے ہوئے ہیں۔ جن مسلم اصحاب کو کبھی کسی لاہوری مرزائی سے تبادلۂ خیالات کا اتفاق ہوا ہو وہ اوچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ لوگ مرزا قادیانی کو مامور من اللہ ثابت کرنے کے لئے تمام انبیاء علیہم السلام خصوصاً خیرالرسل سرور انبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات بابرکات ستودہ صفات پر کافرانہ اعتراضی رنگ میں ناجائز ناپاک دل آزار رکیک حملے کرنے میں قادیانی مرزائیوں سے بدرجہا بڑھے ہوئے ہیں۔

میں کسی شخص کی ذاتی مذموم خصائل پر روشنی ڈالنا فطرتاً اچھا خیال نہیں کرتا۔ ورنہ بہت سے ایسے لاہوری مرزائی پیش کئے جاسکتے ہیں جو اپنے خیال میں تہذیب وشائستگی کے مجسمہ ہیں۔ لیکن ہمارے آقا ومولا سرور کونین کی ذات مقدس پر خلاف تہذیب ناواجب خلاف واقعہ حملے کرنے میں تمام غیر مسلم اقوام سے کہیں زیادہ بے باک، دلیر، دریدہ دہن (منہ پھٹ) ہیں۔ ان لوگوں کی یہ منکرانہ تہذیب سوز، منافی اخلاق، بے باک جرأت، بے خوف جسارت بھی حقیقتاً مرزائی مالیخولیائی اعتقادات کے ہی شرمندہ احسان ہے جن کو یہ لوگ عمداً چھپائے ہوئے ہیں۔

میں اپنی ان عرض کردہ چند سطور کے ثبوت میں لاہوری مرزائیوں کے ایک ایسے مشہور ومعزز رکن کے اعتقادات کو پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں جو بلاد مغربیہ کے مشہور ومعروف مرزائی مبلغ ہیں اور غالباً لاہوری مرزائیوں کے نزدیک ان کا درجہ اگر ان کے امیر مولانا محمد علی صاحب سے زیادہ نہیں تو کسی صورت سے کم بھی نہیں ہے۔

یہ بزرگوار خواجہ کمال الدین صاحب ہیں۔ جنہوں نے اپنے خیال میں قرآن مجید کی آیات پاک سے مرزا قادیانی کو نبی اور خدا کا رسول ثابت کیا ہے اور ان کے منکر کو جہنمی ٹھہرایا ہے۔

(صحیفہ آصفیہ مصنفہ خواجہ صاحب ص۱۰، لغایت ۳۰،۳۱)

خواجہ صاحب نے اسی پر بس نہیں کی۔ بلکہ ایسا بڑھ کر قدم مارا ہے جس کو فرزندان اسلام کا ادنیٰ ترین کم علم انسان بھی اسلامی مقدس توحیدی تعلیم کی سخت توہین خیال کرتا ہے۔

حضرت خواجہ صاحب فرماتے ہیں:

''اور یہ بات سچ ہے کہ جس قادر مطلق نے کرشن کو ایک وقت میں ظاہر کیا اور وہ طاقت رکھتا ہے کہ اگر ضرورت پڑے تو کرشن جیسے لاکھوں انسان اپنا مظہر کر کے پیدا کرے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ پہلے تو حضرت رسول کریم ﷺ کے ذریعہ کرشن نے عرب میں اوتار لیا اور پھر آج کل مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود کرشن اتار ہو کر آئے۔''

(کرشن اوتار مصنفہ خواجہ کمال الدین صاحب ص۳۰،۳۶)

غرضیکہ جس طرح قادیانی مرزائی ظلمت وضلالت، شرک وکفر کی عمیق غار میں گرے ہوئے ہیں۔ اس سے زیادہ لاہوری جماعت کے مرزائی مذہب حقہ کے صراط مستقیم سے کوسوں دور جا پڑے ہیں۔ اس باطل پرست فرقہ کی تردید میں علمائے اسلام نے سینکڑوں کتابیں تصنیف وتالیف فرمائی ہیں۔ جسے خدا ورسول سے محبت ہو ہر جگہ سے دیکھ سکتا ہے۔ میں تو یہاں صرف اسی قدر عرض کروں گا کہ قطع نظر اس کے کہ مسلم مسلمات کی رو سے کسی جدید نبی کی ضرورت نہیں۔

مرزا قادیانی کے تمام الہامات، کشوف، رویائے کاذبہ اور پیش گوئیاں بذات خود اور بہ نفس کثیف ایسی خلاف شرع، مخالف عقل، ناپاک، ناقابل فہم وعمل ہیں کہ اپنی مختلف ومتضاد بیانات کی وجہ سے اپنی آپ ہی تردید ہیں۔ کسی مزید خارجی تردید کی ضرورت نہیں۔

دوسری جماعت کثیر

مرزا قادیانی کے تمام دعاوی کو سرے سے ہی غلط قرار دے کر ان کو کافر، کاذب، بے دین، دجال، کذاب، مفسد، ذلیل، مفتری، شریر، پلید، خائن، ملعون، مردود، روسیاہ، شیطان، بدکار اور خارج از اسلام وغیرہ وغیرہ برے الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔

تیسرا طبقہ قلیل تر

جو مذہبی دنیا سے ایسے لوگوں پر مشتمل ہے جو مرزا قادیانی کو کاذب ومفتری بھی کہتا ہے اور ان کے قوائے عقلیہ میں فتور کا بھی قائل ہے۔

چوتھا گروہ

جو مرزا قادیانی کے تمام قسم کے الہامات، کشوف اور پیش گوئیوں کو ایک سخت ترین قسم کی

دماغی مرض مالیخولیا کے نتائج تصور کرتے ہیں۔

مرزا قادیانی کے مخالف اگر انتہائی باریک بینی سے کام لے کر اعتراض کریں تو صرف اس قدر کہہ سکتے ہیں کہ چونکہ ان امراض خبیثہ کی پیدائش میں مرزا قادیانی کے اعمال وافعال بھی قوی اسباب شمار کئے جاسکتے ہیں۔ لہٰذا ان امراض ردیہ کی قبیح نتائج کی ذمہ داری ہی آپ پر عائد ہوتی ہے اور مخالفوں کا یہ خیال اس وقت تک ایک طرح سے درست بھی ہے۔ جب تک مرزا قادیانی کی مرض ذیابیطس کے اسباب صحیحہ روشنی میں نہ لائے جائیں۔ گذشتہ فصول اور فصل ہذا کی ان چند سطور معروضہ بالا سے مرزائی فرقوں کے اعتقادات پر کافی روشنی پڑ چکی ہے۔ نیز ان گروہوں کی توہمانہ باطل پرستی ایسی عام مشہور ہوچکی ہے کہ کسی مزید تشریح وتوجیہہ کی محتاج نہیں ہے اور ساری مذہبی دنیا میں یہی ایک مسلم نما غیر مسلم ایسا گروہ ہے جس کو دین حقہ کی تبلیغ تمام دیگر غیر مسلم اقوام کی نسبت زیادہ ضروری ہے اور یہی وہ قابل رحم کئی فرقوں کا مجموعہ انسانی طبقہ ہے جو مسلمانوں کی تبلیغی مدد کا محتاج ترین گروہ ہے۔

لہٰذا میں بھی اس تبلیغی فرض کی ادائیگی کو اپنا فطرتی اور پیدائشی سمجھتے ہوئے سب سے پہلے جمیع اقسام کے مرزائی حضرات کی خدمت میں ہدیہ تبلیغ پیش کر کے نہایت عجز وخلوص سے ببانگ دہل بالکل صاف صاف عرض کئے دیتا ہوں کہ مرزا قادیانی کے سب کے سب خلاف تہذیب منافی عقل مخالف شریعت باطل الہامات ہر ایک طرح کی غیرشرع حیاء سوز شرمناک، مشرکانہ اور ملحدانہ کشوف وخواب سب نوع کی خودغرضانہ مبنی برنفس پرستی، لغو، پیچ دار، قاتلانہ پیش گوئیاں حالت صحت کے افعال واشغال ہیں جو مالیخولیائی فاسد تخیلات کی شکل میں ظاہر ہوئے ہیں اور کسی صحیح الدماغ، ذی ہوش، آخربیں انسان کی توجہ اور عمل کے قابل نہیں

میں زبردست ترین یقین صحیح ترین علم اور صادق ترین واقعات کی بناء پر بلاخوف تردید اعلان کرتا ہوں کہ جو لوگ مرزا قادیانی کی ان ملحدانہ، مالیخولیائی نیرنگ خیالات کو احکام الٰہی سمجھ کر ان کی پیروی کرنا اپنا مذہبی فرض اور ذریعہ نجات سمجھتے ہیں۔ وہ حقیقتاً شرک وکفر ظلمت وضلالت کے لق ودق صحرائے ناپیدا کنار میں آب حقانیت کے دھوکہ میں سیراب ضلالت کے پیچھے دوڑے جارہے ہیں۔ جس کا نتیجہ ’’خسر الدنیا والآخرۃ‘‘ کے سوا کچھ برآمد نہیں ہوگا اور یہی وہ لوگ ہیں جن کے بارہ میں قرآن حکیم نے فتویٰ صادر فرمایا ہوا ہے: ’’وما یتبع اکثرھم الا الظن وان الظن لا یغنی من الحق شیئاً‘‘

اس کلام پاک کا علامہ حضرت اقبالؒ نے بہ تغیر زبان ان الفاظ میں ترجمہ کیا ہے۔

ساحر الموت نے تجھ کو دیا برگ حشیش
اور تو اسے سمجھا کہ ہے شاک نبات

مرزائی صاحبان! اگر درحقیقت آپ حق وصداقت کے طالب ہیں تو نفسانیت رعونیت، تعصب اور ہٹ دھرمی کے ناپاک جذبات ناجائز عارضی اور فانی ناقابل عمل دنیاوی شرم کی ہار جیت کی مذموم تاثرات کو ترک کر کے درد دل کو تحقیق حقائق اور تفتیش صداقت کا درد لئے ہوئے غائر نظر سے ملاحظہ فرمائیں۔ آپ کو صاف طور پر معلوم ہو جائے گا کہ مرزا قادیانی ایک عاجز ترین درماندہ قابل رحم مجبور ومعذور مریض تھے۔ ان کے بیمار دماغ سے نکلے ہوئے کسی مالیخولیائی فاسد خیال کو الہام، کشف، پیشین گوئی سمجھنا بھی خالص مالیخولیا ہی ہے جو کسی دور فہم نکتہ رس عقلمند انسان کے لئے زیبا وشایاں نہیں ہوسکتا۔ خدا کے فضل وکرم پر بھروسہ کرتے ہوئے میرا پرزور دعویٰ ہے کہ آپ کو اس کتاب کے ملاحظہ سے مرزا قادیانی کے صحیح ترین حقیقی اور معنوی حالت کا پورا پورا پتہ لگ جائے گا اور آپ فوراً ہی کرشنائی مشرکانہ تعلیم کی گنگا جمنی چشموں سے روحانی پیاس بجھانے کی بجائے حضور سرور الانبیاء ختم المرسلین ﷺ کی پاک مقدس اور بابرکات توحیدی تعلیمات کے کوثری چشموں سے حیات ابدی کی جام وحدت نوش فرمانے کے لئے صادقانہ طلب کے جوش میں بیخود آنا دوڑتے آئے گی اور سعید افی بطن امہ کا ثبوت دیں گے اور اس بازگشت کو جو اسلامی شریعت کی پاک اصطلاح میں توبہ کے متبرک اور پیارے نام سے معروف ہے۔ اپنے لئے سعادت دارین کا ذریعہ تصور فرمائیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ! خدانخواستہ اگر آپ کی جماعتیں دنیاوی اغراض کو دین حقہ پر ترجیح دے کر جادۂ مستقیم سے منحرف رہنے پر ہی بمصداق ؎

العادۃ فی الطبیۃ الثانیۃ مصر رہیں۔

تو کان کھول کر سنیں اور یاد رکھیں کہ وہ دن عنقریب آنے والا ہے جب دین فطرت کے منکروں سے ''یقول الکافر یلیتنی کنت ترابا'' کی دردناک صداؤں کے سوائے کچھ بن نہیں پڑے گا ؎

خیرے کن اے فلان و غنیمت شمار عمر
زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلان نماند

دنیا روزے چند آخر کار با خداوند۔

میں نے نہایت نیک نیتی سے مرزا قادیانی کی اصل حالت آپ کے سامنے پیش کر کے مسلمانان عالم کی طرف سے تبلیغ کا اہم ترین فرض احسن تریں طریق پر ادا کر دیا اور مسلمانوں کا فرض بھی اسی قدر ہے۔ ’’وما علینا الا البلاغ‘‘

صرف مرزا قادیانی کے صحیح ترین اور حقیقی حالت کا نقشہ اسلامی اور مرزائی دنیا میں پیش کر دیں تاکہ مسلم اقوام تو ان کی مالیخولیائی فاسد تخیلاتی زہریلی اور تباہ کن تعلیمات کے بدترین اثرات سے محفوظ و مامون رہیں اور مرزائی جماعتیں اگر اللہ کی توفیق ان کے شامل حال ہو تو اسلام کی پاک اور مقدس ترین تعلیم پر دوبارہ عامل ہو کر صداقت پسندی کا ثبوت دیں۔

اور بفرض محال مرزائی اصحاب اگر کسی سبب یا اسباب کے ماتحت اپنی اس باطل پرستی کو ترک کر کے دین حقہ کو ابدی اور لازوال برکات سے مستفیض نہ ہوں تو پھر ان سے ہر ایک قسم کا مناظرہ ومجادلہ وغیرہ ترک کر کے بحکم آیت کریمہ ’’لکم دینکم ولی دین‘‘ ان کے اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے تاکہ قدرت کا زبردست ترین ہاتھ اپنی سنت جاریہ کے مطابق دوسری ابطال پرست اقوام کی طرح ان کو بھی نیست ونابود کرے۔

تمام غیر مسلم اقوام کے ذی ہوش ارباب کے لئے بھی مناسب ترین طریق کار بھی یہی ہے کہ مرزائی صاحبان کے ساتھ مذہبی مباحثہ کو تضیع اوقات کے مترادف سمجھ کر کلیتاً ترک کر دیں۔

فصل دہم

نالۂ بلبل شیدا تو سنا ہنس ہنس کے
اب جگر تھام کے بیٹھو میری باری آئی

مرزا قادیانی نے اپنی مالی کمزوری پر غالب آنے کے لئے جو طریقہ اختیار کیا وہ کسی تعریف وتحسین کا مستحق قرار نہیں دیا جاسکتا۔ آپ نے نہایت بے صبری کا ثبوت دیتے ہوئے ’’ایاک نستعین‘‘ کے پاک فرمان کو فراموش کر کے ’’ان اللہ غنی انتم الفقراء‘‘ کی مقدس ارشاد کو پس پشت ڈال کر اپنے ایسے محتاج دنیاداروں کے دروازوں پر کاسۂ گدائی ہاتھ میں لئے ہوئے دست سوال دراز کیا۔ اگرچہ ان کی عاجزانہ التجاؤں پر مقتدر اور مخیرّ مسلم بزرگوں نے بمصداق آیت کریمہ ’’واما السائل فلا تنہر‘‘ سائل کی حیثیت سے زیادہ بخش دیا۔ متوسط درجہ اور غریب طبقہ کے فدائیان وشیدایان اسلام نے بھی مرزا قادیانی کی ان ابلہ فریب لجاجت آمیز خودغرضانہ التجاؤں کو خدمت دین متین تصور کر کے روپیہ کا منہ برسا دیا اور گو مرزا قادیانی نے بھی

اس روپیہ سے بمصداق مال مفت، دل بے رحم نہ صرف اپنی نفس پرستی کی بلکہ اسلام اوراہل اسلام کی تخریب کے لئے بھی مستقل داغ بیل ڈال دی۔ مگراس ارزل ترین حصول زر سے اپنی اخلاقی اورایمانی کمزوری کا اس قدر زبردست ترین ناقابل تردید ثبوت بہم پہنچادیا جوابدالآباد تک کلنک کا ٹیکہ بن کر صفحہ ہستی پرجلی قلم سے کندہ رہے گا۔

جن لوگوں کوخدا کی نصرت ومعاونت پرحق الیقین نہیں ہوتا ان سے اسی قسم کے ننگ انسانیت، شرافت سوز، منافی خودداری اعمال وافعال کا صدورہوا کرتا ہےاورایسے لوگ حقیقتاً درگاہ الٰہی سے بہت دورافتادہ ہوتے ہیں۔

چوں نبدہٗ خدائے خویش خواند
باید کہ خبر خدا نداند
ہر سو دود آنکش زور خویش براند
وآں را کہ بخواند بدر کس ندواند
بدبخت کسے کہ سر بتابد زیں در
کہ در دیگر نیابد

مخبر صادق ﷺ کا صادق ترین فرمان ہے کہ گداگر پر بھوک یعنی بے صبری کے ستر دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ چنانچہ مرزاقادیانی کی تمام زندگی اس فرمان کی عملی تصدیق کر رہی ہے۔ مرزاقادیانی اخیروقت تک مختلف طریقوں سے زرطلبی میں ’’ھل من مزید‘‘ کے صبر شکن نعرہ ہائے لگاتے ہوئے چل دیئے۔

گفتا چشم تنگ دنیا دار را
یا قناعت پر کند یا خاک گور

کے زریں مقولہ کی تصدیق کرتے ہوئے عملی نمونہ پیش کر گئے تو کیا یہ عاجز بھی مرزاقادیانی کی طرح اس مالی دقت کورفع کرنے کی کوشش کرے گا۔ ’’لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم‘‘ بھلا کبھی کوئی مسلمان بھی شرک کے مترادف اورتوکل کے منافی طریق کا راختیار کرنے کی جرأت کرسکتا ہے۔ جب کہ ’’ومن یتوکل علیٰ اللہ فھو حسبہ‘‘ کی پاک آسمانی تعلیم اس کے پیش نظر ہواورحضورسرورالمتوکلین حضرت محمد ﷺ کی متوکلانہ پاک اورعملی زندگی خضر راہ ہواوررہبر کامل نے اپنی بے باک متوکلانہ شجاعت سے نموناً سکھلا دیا ہو کہ مایوس ترین حالتوں

میں بھی جب کہ دنیا کے تمام ظاہری اسباب حصول مدعا منقطع ہو چکے ہوں۔ رحیم وکریم مالک کی ذات اپنے عاجز مگر متوکل غلام کی مدد کرتی ہے۔

اور چارہ کار بندہ بداند چوں ہیچ وسیلتے نماند

اور حقیقتاً جس شخص کے پاس خدا کے عطاء کئے ہوئے صحیح وسالم اعضاء جسم اور ہزار دولتوں کے برابر صحت جیسی دولت ونعمت موجود ہو اس کو کسی بڑے سے بڑے دنیادار کی بھی کوئی محتاجی نہیں ہے۔

ہر کہ نان از عمل خویش خورد
منت حاتم طائی بزد

حاصل کلام یہ ہے کہ اس مالی دقت پر غالب آنے کے لئے میں نے دوبارہ سخت ترین جانکاہ اور دماغ سوز شبانہ روز محنت کر کے درد دل موسوم بہ عجائبات طب کا خلاصہ تیار کر کے طباعت کے لئے مکمل کرلیا ہے جو فوراً اردو میں چھپوا کر ہندوستان کی مسلم آبادی میں عموماً اور دولت مستقلہ افغانستان کی اسلامی آبادی اور سلطنت کو فرقہ باطلہ مرزائیہ کی مفسدانہ اور باغیانہ ریشہ دوانیوں کی ناکام شوروشر سے محفوظ ومامون رکھنے کے لئے تمام قلمرو میں خصوصیت سے تقسیم کر دیا جائے گا۔ اگر اس سے مقصد مطلوبہ حاصل ہو جائے تو فہو المراد۔ ورنہ اگر خداوند جہاں وقطب دائرہ زمان سلطان المعظم عالم وعادل کہف الفقرا ملاذ الغربا مربی الفضلا محبّ الاتقیا غیاث الاسلام والمسلمین مظفر الدنیا والدین ناصر اہل ایمان حضرت غازی محمد امان اللہ خان ملکہ واجلالتہ وحشمتہ کی سرکار عالی اور دربار متعالی سے فرمان صادر ہو۔

تو پھر فارسی زبان میں چھپوا کر وسیع پیمانہ پر ملک میں تقسیم کرنے کے لئے بارگاہ خسروی میں ابلاغ کرنے کا فخر حاصل کروں۔ تاکہ مرزائیوں کی ذیابیطسی (پیشابی) مالیخولیائی (موہومی) پیغمبر اور خدا کی صحیح ترین حقیقی اور معنوی حالت سے واقفیت حاصل کر کے فرزندان اسلام کا کوئی فرد واحد بھی مرزا قادیانی کے بیمار اور ناقابل کار دماغ سے نکلے ہوئے مجذوبانہ بڑوں کے تباہ کن زہریلے اثرات سے مسموم نہ ہو۔

اور اگر اس مختصر ایڈیشن درد دل کی تردید میں اپنی مقررہ عادت کے مطابق مرزائی فرقوں کے طبابت پیشہ حضرات منفرداً یا مجموعاً حق وصداقت سے منہ موڑ کر ''الشقی شقیی فی

بطن امہ‘‘ کا ثبوت دیتے ہوئے طبع آزمائی کریں تو پھر اس مفصل ومکمل کتاب کو جس میں مرزا قادیانی کی خود نوشتہ تحریروں سے ان کی اخلاقی حالت کے پوست کندہ حیرتزا تعجب افزا حالات درج ہیں۔ فوائد عامہ اور منافعہ مرزائیہ کے لئے طبع کرا کر سعادت دارین حاصل کروں۔

للہ الحمد ٹھکانے لگی محنت میری
طے ہوئی آج کی منزل میں مسافت میری

فقط: والسلام مع الادب والاکرام علی من اتبع الہدیٰ

عاجز واحقر ترین بندہ ناچیز حکیم عبدالعزیز چشتی نقشبندی ماہر ومعالج امراض مخصوصہ رجال ونسوان موجد اکسیر طاعون۔ مصنف ومؤلف کتاب ہذا۔ رہنما مرداں، زنانہ مشیر، لخت جگر، درس عبرت۔ مالک فریدیہ دارالشفا ودارالکتب پاک پتن شریف ضلع خاص پنجاب ہندوستان

میری دیگر تصانیف وتالیف

’’دوزرد چادریں‘‘

اس نادر کتاب میں طبی طریق پر ثابت کیا گیا ہے کہ قادیانی موہومی مسیح نے اپنی خود پیدا کردہ شرمناک بیماریوں کو حقیقی مسیح علیہ السلام کی دوزرد رنگ کی چادروں سے (جنہیں وہ بوقت نزول از آسمان زیب بدن کئے ہوں گے) جو مطابقت دی ہے وہ قطعی غلط ہے اور مرزا قادیانی کی تمام بیماریاں صرف ایک ہی ذیابیطس (پیشابی) چادر کا پھیلاؤ یعنی عرض مرض ہیں، نہ کہ علیحدہ علیحدہ۔ اصل مرض اس عجیب وغریب کتاب نے مرزا قادیانی کی مالیخولیائی تخیلاتی تطبیق اور تعلیمات کو ان کی ذیابیطسی چادر میں لپیٹ کر کھاری سمندر میں پھینک دیا۔

لاہوری (پیغامی) مرزائیوں کی اعتقادی فارسی نظم منظومہ مرزا قادیانی کو جوان کے مسلمہ جریدہ پیغام صلح کے صفحہ اوّل پہ درج ہوا کرتی ہے۔ شریعت کی معیار پر کس کر بتایا گیا ہے کہ تمام فرقوں کے مرزائیوں کو جن میں لاہوری (پیغامی) مرزائی بھی شامل ہیں۔ اسلام سے اتنی ہی دوری ہے جتنا مرزا قادیانی کے دماغ سے عقل سلیم کو۔

ہر لحاظ سے کتاب قابل دید ہے۔ قیمت صرف ایک روپیہ

ملنے کا پتہ: مہتمم فریدیہ دارالشفاء ودارالکتب پاک پتن شریف

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

الدفع لتلبیسات الملحدین

جناب رحمت اللہ میراں بخش لدھیانوی صاحب

حامداً ومصلیاً. اما بعد! برادران اسلام کی خدمت میں یہ خاکسار ذرہ بے مقدار عرض کرتا ہے کہ فریب خوردہ جماعت مرزائیہ کراچی نے تین ٹریکٹ یکے بعد دیگرے شائع کئے۔ ہرسہ رسائل میں انہوں نے اس امر کے ثابت کرنے کی سعی لاحاصل کی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع بجسد عنصری الیٰ السماء نہیں ہوا بلکہ وہ فوت ہو چکے اور کہ جن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی خبر احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں دی گئی ہے وہ مرزا قادیانی بذات خود ہیں۔ جماعت مرزائیہ نے اپنے ٹریکٹ نمبر۳ میں بڑے فخر کے ساتھ اعلان کیا کہ ہمارے رسائل کا جواب کوئی مسلمان نہ کراچی سے اور نہ سارے سندھ سے آج تک لکھ سکا اور نہ لکھ سکتا ہے۔ لہٰذا اس عاجز وناچیز نے محض برائے دفع ضرر مغالطات قادیانیہ ایک رسالہ بعنوان ''القول الحق'' تحریر کر کے جماعت مرزائیہ کے دلائل باطلہ اور تاویلات فاسدہ (جواس فریب خوردہ) جماعت مرزائیہ کے ساختہ وپراختہ نہیں۔ بلکہ ان کے پیرومرشد مرزا قادیانی کے پیش کردہ ہیں اور جن کی تردید علماء اسلام متعدد رسائل اور کتب اور اخبارات کے ذریعہ مرزا قادیانی آنجہانی کے زمانہ ہی میں کر چکے ہیں کا تاروپود بکھیر کر رکھ دیا۔ لیکن جو جماعت گمراہ اور فریب خوردہ ہو اس کو آفتاب کی روشنی میں بھی تاریکی نظر آتی ہے اور اس سے انصاف اور تحقیق حق کی امید رکھنا عبث ہے۔ چنانچہ بابو اللہ داد قادیانی نے دیدہ دلیری اور ڈھٹائی سے میرے ان دس اعتراضات کا جو میں نے اپنے ٹریکٹ ''القول الحق'' میں مرزا قادیانی کے دعویٰ نبوت کے کذب اور افتراء پروارد کئے ہیں جو اب اپنے ٹریکٹ نمبر۴ بعنوان ''دس سوالوں کا جواب'' میں تحریر کیا ہے۔ بابو صاحب کے نزدیک سفید کاغذ کو صرف سیاہ کر دینا جواب ہوسکتا ہے۔ ورنہ یہ وہ سوالات اور اعتراضات ہیں جن کا جواب خود مرزا قادیانی اپنی زندگی میں بھی نہ دے سکے اور اس جہاں سے خائب وخاسر ہوکر رخصت ہوئے۔ بابو صاحب نے جو حوالہ جات کتاب اللہ اور احادیث رسول اللہ سے نقل کر کے اپنے مدعا کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے ان کا صحیح مفہوم اور مراد بیان کرنے سے پیشتر میں اس جماعت کا اور اس کے بانی کا مسلک اپنے برادران اسلام پر ظاہر کرنا چاہتا ہوں تاکہ ان پر جماعت مرزائیہ کے ڈھول کا پول کھل جائے اور اس طرح سے وہ ایسے دشمنان اسلام اور اسلامیان کے کید ومکر سے محفوظ رہ سکیں۔

مرزا قادیانی آنجہانی کا نصب العین اور مطمح نظر یہ رہا ہے کہ جس طرح سے ممکن ہو صادق ومصدوق نبی عربی خاتم المرسلین والنّبیین ﷺ کے نام لیواؤں کو حضور علیہ السلام کی غلامی سے نکال کر اپنا حلقہ بگوش بنالیں اور اس طرح سے اپنی جمعیت اور طاقت کو بڑھائیں اور اس دنیا

ناپائیدار میں شاہانہ اور امیرانہ ساز وسامان کے ساتھ زندگی بسر کریں اور ہزار ہا روپوں کی جائیداد اپنی اولاد کے لئے پیدا کرلیں۔ چنانچہ مرزا قادیانی کی زندگی کے حالات سے جو لوگ واقف ہیں ان کو معلوم ہے کہ کس طرح سے وہ فاخرانہ اور امیرانہ زندگی بسر کرتے تھے اور ایسے ہی جو جماعت مرزا قادیانی کے دام تزویر میں پھنس چکی ہے وہ مسلمانوں کو فریب اور دجل سے مرزا قادیانی کی غلامی میں داخل کرنا چاہتی ہے۔ معاذ اللہ! اور اگر کوئی ان کی مخالفت پر کمربستہ ہو جاتا ہے تو اس کو قتل کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ شہادت کے طور پر ایک بے گناہ مسلمان مسمی محمد حسین کا قتل اور مولوی عبدالکریم صاحب مالک اخبار مباہلہ کے مکان کو آگ لگانا اور مولوی صاحب اور ان کے رفقاء کا قادیان سے اخراج پیش کیا جاسکتا ہے۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میاں محمد حسین صاحب کا قتل جماعت مرزائیہ کے ایک فرد کا ذاتی فعل ہے تو اس کی تردید کے لئے اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ اس قاتل کو جب تختہ دار پر لٹکایا گیا تو خلیفہ قادیان نے اس کے جنازہ کو کندھا دیا اور اس کو شہید کا لقب دیا۔ بخلاف اس کے راجپال کے قاتل میاں علم الدین شہید کے فعل کو خلیفہ قادیان ایک مجنونانہ فعل قرار دیتا اور اس پر نفرت اور حقارت کا اظہار کرتا ہے۔ یہاں سے ہی معلوم ہوا کہ حضرت نبی عربی ﷺ کے ساتھ ان کی کتنی محبت ہے۔

مرزا قادیانی اور ان کی گمراہ امت زبانی دعویٰ کیا کرتے ہیں کہ رسول مقبول ﷺ سے ان کو کمال محبت وعقیدت ہے۔ لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے۔ جیسا کہ واقعہ مذکورہ بالا سے ظاہر ہے اور مشتے نمونہ از خروارے مرزا قادیانی کا کلام پیش کرتا ہوں جو اپنے معنوں میں بالکل ظاہر وبیّن ہے۔ مرزا قادیانی اپنے آپ کو صرف نبی عربی ﷺ کے ساتھ تساوی اور برابری کا ہی درجہ نہیں دیتے بلکہ فوقیت اور برتری کا دعویٰ کرتے ہیں۔ چنانچہ ان کے اشعار ملاحظہ ہوں۔

انبیاء گرچہ بودہ اند بسے   من بعرفان نہ کمترم زکسے
دادہ اند ہمہ انبیاء راجام   داد آن جام را مرابتمام
کربلائیست سیر ہر آنم   صد حسین است درگریبانم

(نزول المسیح ص۹۹، خزائن ج۱۸ ص۴۷۷)

حضرات! مرزا قادیانی اور ان کی فریب خوردہ امت کا سلسلہ بعینہ ان سے پہلے مدعیان نبوت مہدویت اور امامت کے مثل ہے۔ اعنی مسیلمہ کذاب، اسود عنسی، صالح بن طریف اور مہدی سوڈانی اور حسن بن صباح وغیرہم۔ ان مدعیان نبوت میں سے دو نے تو حضور ﷺ کے زمانہ میں ہی دعویٰ کیا ہے۔ مسیلمہ کذاب مرزا قادیانی کی طرح کہتا ہے کہ میں آپ کا تابع ہوں۔

مجھ کو صرف نبوت میں شریک کر لیجئے۔ اس وقت آپ کے ہاتھ میں ایک چھڑی کھجور کی تھی۔ آپ فرماتے ہیں اگر تو یہ بھی طلب کرے تو ہرگز نہ دوں گا۔ مسیلمہ کذاب نے اہل اسلام کے ساتھ جنگ کی۔ حتیٰ کہ ستر اصحاب رسول اللہ ﷺ کو شہید کیا۔ بالآخر زمانہ خلافت صدیق اکبرؓ میں حضرت خالدؓ سیف اللہ نے اس دجال کذاب اور اس کی امت گمراہ کو قتل کر کے جہنم رسید کیا۔ حسن بن صباح اور صالح بن طریف نے شاہان اسلام سے جنگیں کی ہیں اور ان کا بڑا عروج ہوا۔ ملکوں پر حکومت کرتے رہے ہیں۔ چونکہ ان مدعیان نبوت وامامت کا سلسلہ کذب وافتراء پر مبنی تھا۔ آخر کار ہلاک ہوئے اور اس وقت دنیا میں ان کا کوئی نام لیوا موجود نہیں۔ مرزا قادیانی نے تو حکومت اور سلطنت کا خواب بھی نہیں دیکھا۔ ساری عمر گورنمنٹ برطانیہ کو یہ مسیح ثانی اور مہدی آخرزمان ٹیکس ادا کرتے رہے۔ اس مختصر تمہید کے بعد میں اصل مطلب کی طرف آتا ہوں میں ملحد قادیانی بابو اللہ داد کی تحریر کا ردسلسلہ وار دلائل قاطعہ اور براہین ساطعہ سے تحریر کرتا ہوں اور چیلنج دیتا ہوں کہ بابو صاحب میرے اور اپنے درمیان کوئی حکم مقرر کریں۔ پھر پبلک کو معلوم ہوگا کہ کس کے دلائل زبردست ہیں۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتے اور یقین ہے کہ وہ ہرگز ایسا نہیں کریں گے۔ چونکہ خود مرزا قادیانی کا یہی شیوہ رہا ہے کہ گھر کی چاردیواری میں بیٹھ کر تیر اور تکے چلایا کرتے تھے۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار تم سے ؎ یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

چنانچہ مولانا ثناء اللہ خود قادیان تشریف لے گئے اور مرزا قادیانی کو ان کے مکان پر جا کر للکارا کہ آیئے آپ کے دولت کدہ پر حاضر ہوا ہوں۔ اگر ہمت ہے تو مجھ سے مناظرہ کر لیجئے۔ لیکن مرزا قادیانی اپنی بیت معلیٰ میں چھپ کر بیٹھ گئے۔ باہر نہ نکلے پر نہ نکلے۔ بس میں اس امر کے فیصلہ کو منصف مزاج اصحاب اور حق پسند ارباب کی رائے کے سپرد کرتا ہوں۔ بابو اللہ داد صاحب اپنے ٹریکٹ نمبر۴ میں لکھتے ہیں کہ آنحضور ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا: ''**لا تخیرونی علیٰ موسیٰ**'' یعنی مجھے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت مت دو۔

اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ کو ایک مدت تک (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اپنی فضیلت کا علم نہ تھا۔ بعد میں فضیلت کا دعویٰ کیا اور کہ مرزا قادیانی کا کرشن اور مہدی اور پھر نبی بننا اسی قبیل سے ہے۔

بت کریں دعویٰ خدائی ؎ دیکھو یہ شان کبریائی

یہ کس قدر حضرت رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی ہے جس کا ارتکاب سوائے مرزا قادیانی اور اس کی امت کے اور کوئی مسلمان نہیں کر سکتا۔ ''**فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم**

لا تعلمون (الانبیاء:۷) ’’بابو صاحب اگر آپ نے کسی استاد محقق سے علم حدیث پڑھا ہوتا تو اس حدیث کا مفہوم غلط نہ سمجھتے۔ آپ تو محض مرزا قادیانی کی کورانہ تقلید کر رہے ہیں۔ آیئے! ہم حدیث کا صحیح مفہوم بتلاتے ہیں۔

ایک دفعہ ایک صحابی اور ایک یہودی کے درمیان گفتگو ہو رہی تھی۔ اثنائے بحث میں یہودی نے اپنی قسم میں کہا ’’لا والذی اصطفٰی موسیٰ علے العٰلمین فرفع المسلم یده فلطم بها وجه الیهودی فقال ای خبیث او علیٰ محمد ﷺ فجاء الیهودی الیٰ لنبی ﷺ فاشتکی علی المسلم فقال لا تفضلونی علیٰ الانبیاء‘‘

(تفسیر ابن کبیر مطبوعہ مصر جلد دوم ص۳)

یہی مفہوم حدیث امام مسلم ’’لا تخیرونی علیٰ موسیٰ‘‘ کا ہے جو بابو صاحب نقل کرتے ہیں۔ یعنی یہ الفاظ جناب علیہ السلام نے تادیباً لامتہ وتواضعاً لنفسہ فرمائے۔ ورنہ حضور ﷺ عالم ارواح میں ہی افضل الانبیاء وسید المرسلین ہیں۔ جیسا کہ آیہ شریف ’’اذا اخذ اللّٰه میثاق النّبیین لما اٰتیتکم (آل عمران:۸۱)‘‘ سے ظاہر ہے۔ آگے چل کر بابو صاحب کہتے ہیں کہ جماعت مرزائیہ (تہذیب ملاحظہ ہو) بابو صاحب لفظ جماعت مرزائیہ کو خلاف تہذیب خیال کرتے ہیں۔

حضرات! بابو صاحب نے جو تہذیب آمیز الفاظ اپنے ٹریکٹ زیر بحث میں استعمال کئے ہیں۔ آپ ملاحظہ فرما چکے۔ اب مسیلمہ پنجاب کی تہذیب بغور ملاحظہ فرمایئے۔ مرزا غلام احمد قادیانی آنجہانی اپنی کتاب (آئینہ کمالات ص۵۴۷، خزائن ج۵ ص۵۴۷،۵۴۸) میں یوں گوہر افشانی کرتے ہیں۔ یعنی سب مسلمان مجھے قبول کرتے ہیں اور میری دعوت کو مانتے ہیں۔ مگر زانیہ عورتوں کی اولاد یعنی حرامزادے نہیں مانتے۔ یعنی جو مرزا قادیانی کو نبی نہیں مانتا ہے وہ حرامزادہ ہے۔ (ذرا ملاحظہ ہو پنجابی نبی کی تہذیب اور اخلاقی نمونہ)

۲...... ’’میرے مخالف جنگلوں کے سور ہیں اور ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھ کر ہیں۔‘‘

(رسالہ نجم الہدیٰ ص۱۰، خزائن ج۱۴ ص۵۳)

۳...... ’’اے بدذات فرقہ مولویان۔ اے یہودی خصلت مولویو۔‘‘

(انجام آتھم ص۲۱، خزائن ج۱۱ ص۲۱)

۴...... ’’لدھیانہ میں مولوی سعد اللہ صاحب نو مسلم تھے جنہوں نے تمام گھر بار کنبہ برادری چھوڑ کر اسلام قبول کر کے علم دین حاصل کیا۔ ان کو مخاطب کر کے کہتے ہیں۔ اے زانیہ کے بیٹے (یعنی حرامزادے) اگر تو ذلت سے نہ مرا تو میں جھوٹا ہوں۔‘‘ (تتمہ حقیقت الوحی ص۱۵، خزائن ج۲۲ ص۴۴۶)

۵...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام جن کی نسبت خدا تعالیٰ نے رسول اللہ، روح اللہ ''وجیھا فی الدنیا والاٰخرہ '' فرمایا ہے۔ لیکن مرزا قادیانی کے جواہر ریزے ملاحظہ ہوں۔ ''مسیح کا چال چلن کیا تھا کہ کھاؤ، پیو، شرابی، نہ زاہد، نہ عابد نہ حق کا پرستار، متکبر، خود بیں، خدائی کا دعویٰ کرنے والا۔'' (مکتوبات احمدیہ ج۳ ص۱۸۹)

اور سنئے اور غور سے سنئے۔ ''یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے اس کا سبب تو یہ تھا کہ عیسیٰ شراب پیا کرتے تھے۔ شاید کسی بیماری کی وجہ سے یا پرائی عادت کی وجہ سے۔'' (کشتی نوح ص۶۵، خزائن ج۱۹ ص۷۱)

ناظرین کرام! اس موقع پر ہم خاص اہل اسلام سے نہیں بلکہ ہر انسان سے انسانیت کے نام پر اپیل کرتے ہیں کہ ذرا انصاف سے اس امر کا فیصلہ کریں کہ کیا کوئی مہذب اور با اخلاق انسان ایسے بیہودہ الفاظ استعمال کیا کرتا ہے۔ چہ جائیکہ ایک نبی ایسے الفاظ اپنی زبان سے نکالے۔

بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر

بابو صاحب ص۲۰ پر لکھتے ہیں کہ مولوی محمد ایوب بیگ صاحب نے کسی تفسیر سے ابن عباسؓ کا قول دکھایا تھا کہ وہ حیات مسیح کے قائل ہیں نہ وفات مسیح کے۔ **لعنت اللہ علیٰ الکذبین!**

مولوی صاحب موصوف نے خود ابن عباس کی تفسیر پیش کی تھی۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمۂ آفتاب راچہ گناہ

بابو صاحب لکھتے ہیں کہ صحیح بخاری میں ابن عباسؓ نے ''متوفیک'' کی تفسیر ''ممیتک'' کی ہے۔ سنئے ذرا گوش ہوش سے تعصب کی پٹی آنکھ سے اتار کر سنئے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ابن عباس عیسیٰ کی موت کے بعد نزول کے قائل ہیں۔ ابن عباسؓ نے ''متوفیک'' کے معنے ''ممیتک'' کئے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ آیت میں تقدیم وتاخیر ہے۔ ''ای ممیتک بعد نزولک'' اور آپ کو معلوم نہیں آپ کیا جانیں۔ اگر علم نحو کی ابتدائی کتاب نحو میر ہی پڑھی ہوتی تو سمجھ جاتے کہ آیت میں واؤ حرف عطف آیا ہے۔ اس میں ترتیب نہیں ہوتی۔ دیکھو کافیہ ابن حاجبؒ ''الواؤ للجمع مطلقاً لا ترتیب فیھا'' یعنی واؤ مطلقاً جمع کے لئے ہوتی ہے۔ اس میں ترتیب نہیں ہوتی۔ سنئے ابن عباس کا قول: ''عن ابن عباس فی قولہ انی متوفیک ورافعک الی ثم متوفیک فی اٰخر الزمان'' (درمنثور تفسیر ابی السعود)

پس ثابت ہوا کہ حضرت ابن عباسؓ کا اعتقاد یہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں اور آخری زمانہ میں پھر نزول فرمائیں گے۔ نکاح کریں گے۔ ان کی

اولاد ہوگی۔ پھر انتقال فرما کر حضور نبی عربی علیہ السلام کے مقبرہ میں دفن ہوں گے۔ جیسا کہ حدیث مشکوٰۃ المصابیح باب نزول المسیح سے ظاہر ہے۔

’’فیتزوج ویولد له ویدفن معی فی قبری‘‘ یعنی مخبر صادق علیہ السلام کا اس امر کی خبر دینا کہ وہ نکاح کریں گے۔ ان کے اولاد ہوگی۔ صاف ثابت کرتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وہی نبی ناصری ہیں جنہوں نے اپنی بعثت کے زمانہ میں نکاح نہیں کیا۔ اب دوبارہ تشریف لانے پر نکاح کریں گے۔

لیجئے! آپ کو توفی کے معنے سمجھائے دیتے ہیں۔ لفظ توفی وفاء سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنے پورا کرنا۔ چنانچہ لسان العرب میں ہے۔’’الوفاء ضد الغدر یقال وفیٰ بعهده واوفیٰ تقول العرب توفیت منه الدراهم‘‘ عرب کہتے ہیں میں نے اس سے اپنے درہم پورے پورے لے لئے۔ تفسیر بیضاوی میں ہے۔’’فلما توفیتنی بالرفع الی السماء‘‘ یعنی خدایا جب تو نے مجھ کو آسمان پر اٹھا لیا۔

ابن عساکر نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے۔’’فعند ذلک ینزل اخی عیسیٰ ابن مریم من السماء‘‘ دیکھئے ذرا آنکھ کھول کر دیکھئے۔ اس روایت میں تصریحاً لفظ من السماء موجود ہے جو شخص باوجود ایسے تصریحات نزول مسیح علیہ السلام من السماء سے انکار کرتا ہے۔ وہ ملحد اور ہٹ دھرم ہے ؎

ہمارا کام سمجھانا ہے یارو
پھر آگے چاہو تم مانو نہ مانو

بابو صاحب لکھتے ہیں:’’والذین یدعون من دون اللّٰہ الٰهاً اٰخر‘‘ آیت سے ثابت ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوگئے۔ چونکہ آیت کے معنے ہیں کہ جن کو یہ مشرکین اللہ تعالیٰ کے سوائے پکارتے ہیں۔ وہ کچھ پیدا نہیں کر سکتے۔ حالانکہ وہ خود مخلوق ہیں۔’’اموات غیر احیاء‘‘ یعنی مردہ ہیں زندہ نہیں۔

جناب من آپ محض مرزا قادیانی کی تقلید کرنا جانتے ہیں۔ قرآن شریف کے فہم اور ادراک سے آپ کو کوئی حصہ نہیں ملا ؎

ترا از کاف کافر ہم خبر نیست
تو اسرار قرآنی راچہ دانی

آیئے آیت شریف کا مطلب سنئے۔ مشرکین مکہ کا رد ہے۔ جو لکڑی اور پتھر کے اصنام اپنے ہاتھوں سے بنا کر پوجتے تھے۔ یعنی وہ بت محض بے جان ہیں۔ اس سے کہاں ثابت ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام فی الحال وفات پاچکے۔

جب کہ آیت بل رفعہ اللہ الیہ اور متعدد احادیث صحیح سے ثابت ہے کہ وہ آسمان پر زندہ موجود ہیں اور آخر زمانہ میں نزول فرمائیں گے۔

بابو صاحب لکھتے ہیں۔’’لو کان موسیٰ وعیسیٰ حیین ‘‘اس سے بابو صاحب ثابت کرتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ نہیں۔ ورنہ نبی عربی ﷺ ایسے الفاظ کیوں فرماتے۔ حضرات آپ نے کسی سے حدیث پڑھی بھی ہے یا مرزا قادیانی کی دسترخوان کی ریزہ چینی کرنا چاہتے ہیں۔اس حدیث کا سیاق بتلا رہا ہے کہ یہودی کہتے تھے کہ موسیٰ علیہ السلام آخرالنّبیین ہیں اور ایسے ہی نصاریٰ کہتے تھے حضور علیہ السلام نے اظہار حقیقت کے لئے فرمایا کہ اگر وہ اس زمانہ میں موجود ہوتے تو میری شریعت کی اتباع کے سوا چارہ نہ تھا۔عیسیٰ علیہ السلام کو کون کہتا ہے کہ اس دنیا میں زندہ موجود ہیں۔

ہم تو یہی کہتے ہیں کہ وہ آسمان پر زندہ ہیں۔ دنیا پر زندہ موجود نہ ہونا آسمان پر زندہ ہونے کے منافی نہیں۔ مکان مختلف ہیں۔ تناقض میں وحدات ثمانیہ شرط ہیں۔ منجملہ ان کے وحدت مکان ہے۔ آپ کیا جانتے ہیں کہ تناقض کس بلا کا نام ہے اور منطق کس کو کہتے ہیں۔

نکتہ شناس نہ دلبرا خطائے ایں جاست

بابو اللہ داد صاحب مجھ کو چیلنج دیتے ہیں کہ اگر میں آیت ’’متوفیک ورافعک ‘‘ میں یا کسی دوسرے آیت سے مسیح کے متعلق زندہ اور آسمان پر اٹھائے جانے کے الفاظ دکھا دوں تو مبلغ ایک سو روپیہ انعام کا وعدہ ہے۔

چشم ماروشن دل ماشاد

آپ کا چیلنج منظور، آیئے۔ کوئی حکم مقرر کیجئے۔ مگر افسوس کہ آپ ہرگز ہرگز کوئی حکم مقرر نہیں کریں گے۔ کیونکہ ہم کو معلوم ہے کہ آپ کے پیرومرشد مرزا قادیانی آنجہانی اور ان کی امت فریب خوردہ کی پرانی رسم ہے کہ جیسے اشتہاری حکیم اور ڈاکٹر اپنے نسخہ دفع جریان واحتلام وسرعت انزال کے لئے انعام کا اخباروں میں اعلان کر دیتے ہیں۔ لیکن اہل عقل ودانش ان کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ ایسے ہی آپ بھی اپنی دعویٰ کے لئے انعام کا اعلان کر دیا کرتے ہیں۔ لیکن کبھی کوئی حکم مقرر نہیں کرتے جو فریقین کے درمیان محاکمہ کرے۔ اگر ہمت ہے تو مرد میدان بن کر ایسا کیجئے انشاء اللہ آپ کو مبلغ ایک سو روپیہ ہمارے نذر کرنا پڑے گا۔ جیسے آپ کے جماعت کے ایک فرد قاسم علی نے ایک دفعہ حکم مقرر کر کے لدھیانہ میں مبلغ تین سو روپیہ مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری فاتح قادیان کی بھینٹ چڑھائے تھے۔

اب جواب سنئے! لغت کی کتاب صراح میں ہے رفع بمعنے برداشتن وھو خلاف الوضع۔ یعنی رفع کے معنے اوپر کی طرف اٹھاتا ہے۔ برخلاف لفظ وضع کے کہ اس کے معنے نیچے رکھنا ہے۔ لغت کی کسی کتاب میں رفع کے معنے عزت کی موت نہیں آئے۔ (جیسا کہ مرزاکادیانی کو وہم ہوا ہے) اور نہ کسی محاورہ میں اس کا استعمال ہے۔ یہ صرف مرزاکادیانی کا تصرف فی اللغۃ ہے۔ قرآن اور حدیث اور لغت کو اپنی ہوائے نفسانی کے تابع کر رہے ہیں۔

(صحیح بخاری باب فضل الکھف ونیز مشکوٰۃ المصابیح ص۱۷۶) میں ہے۔ ''رفع راسہ الیٰ السماء'' یعنی اس نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا۔ ''یرفع الیہ عمل اللیل قبل عمل النھار'' یعنی رات کا عمل خدا کی طرف مرفوع ہوجاتا ہے۔ پیشتر اس کے کہ دن کا عمل صادر ہو۔ (صحیح مسلم)

''فرفعہ الیٰ یدہ. ای رفعہ الیٰ غایۃ طول یدہ یراہ الناس فیفطرون'' یعنی آنحضرت ﷺ نے پیالہ اپنے دست مبارک کی لمبائی کے برابر اوپر اٹھایا تاکہ لوگ اسے دیکھ لیں اور روزے افطار کریں۔ (مجمع البحار ص۲۳)

''ورفع ابویہ علی العرش'' یعنی حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والدین کو تخت پر چڑھا کر بٹھایا۔ (سورہ یوسف)

مصباح منیر میں ہے۔ ''فالرفع فی الاجسام حقیقۃ فی الحرکۃ والانتقال وفی المعانی علیٰ ما یقتضیہ المقام'' یعنی لفظ رفع جسموں کے متعلق حقیقی معنے کے رو سے حرکت اور انتقال کے لئے ہوتا ہے اور معانی کے متعلق جیسا موقع ومقام ہو ویسی مراد ہوتی ہے۔

بابو صاحب آپ کیوں ایسے امور میں دخل انداز ہوتے ہیں جن کے آپ اہل نہیں ہیں۔ آپ ناحق لغت اور نحو کا مسئلہ چھیڑتے ہیں۔ آپ لغت اور نحو سے بالکل بے خبر ہیں۔ محض مرزاقادیانی کی قئے چاٹ کر شہرت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ''افلا یتدبرون القرآن ام علی قلوب اقفالھا'' کیا وہ قادیانی قرآن کو تدبیر سے نہیں پڑھتے یا ان کے دلوں پر تالے لگ گئے ہیں۔

''ولما اتیٰ عیسیٰ بھذہ الآیات البینات قصد الیھود بقتلہ فخلصہ اللہ منھم ورفعہ اللہ الیٰ السماء'' (فتح البیان ج۲)

یعنی جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ روشن نشانات (معجزات) دکھلائے تو یہود نے آپ کے قتل کا مقصد کیا۔ سو خداتعالیٰ نے آپ کو ان میں سے صاف نکال لیا اور آسمان کی طرف اٹھالیا۔ بس اس سے ثابت ہوگیا کہ رفع الیہ کے معنے آسمان پر اٹھانے کے ہیں۔ جیسا کہ تمام کتب

لغت اور تفاسیر اس پر شاہد ہیں۔

اے کادیانی عمامہ وجبہ پوش بزرگو! کیا تم میں سے کوئی ہے جو مرد میدان بن کر یہ ثابت کرے کہ رفع کے معنے عزت کی موت ہیں اور بس۔ ہم ایک ہزار روپیہ انعام کا وعدہ کرتے ہیں۔

خلق اللہ للحروب رجالاً ورجالاً لقصعۃٍ وثرید

یعنی خداتعالیٰ نے بعض آدمیوں کو تو جنگ کے لئے پیدا کیا اور بعض کو صرف پیالے اور ثرید یعنی پیٹ بھرنے کے لئے بنایا ہے۔

اے فلک دل جلوں سے پڑا تجھ کو کبھی کام نہیں جلا کے خاک نہ کردوں تو داغ میرا نام نہیں

بابو صاحب میرے اعتراض کا جواب تحریر کرتے ہیں۔ بعض زبان کو (بابو صاحب کے الفاظ میں) نہ سمجھنے کی ایک ہے کسی یعنی بابو صاحب اس اعتراض کا یہ جواب دیتے ہیں۔ اگر مرزاقادیانی انگریزی زبان نہیں جانتے تھے تو انگریزی میں الہام کیسے بنالیا۔ بندۂ خدا یہ ہے تو ہم کہتے ہیں کہ خودساختہ الہام ہیں۔ ''الکذوب یصدق'' یعنی جھوٹا کبھی سچ کہہ دیا کرتا ہے۔

سنئے! اعتراض یہ ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ اپنی نبی مخاطب کو ایسی زبان میں الہام کرسکتا ہے جس زبان کا اس کا مخاطب عالم نہ ہو۔ ہرگز نہیں۔ یہ فعل لغو اور خلاف عقل ٹھہرتا ہے۔ معاذ اللہ! ایسے فعل کی نسبت خداتعالیٰ کی طرف ملائے۔ چونکہ جو شخص ایک زمان کو بالکل نہ جانتا ہو۔ دوسروں کو کیسے بیان کرے گا۔

او خویش گم ست کرا رہبری کند

اس واسطے قرآن پاک کا فیصلہ موجود ہے۔ ''ما ارسلنا من رسولٍ الابلسان قومہ یبین لھم'' یعنی ہم نے کسی نبی کو نہیں بھیجا۔ مگر اس کی قوم کی زبان میں تاکہ ان کو بیان کرے۔

بابو صاحب ص۶ پر فرماتے ہیں کہ جب تک آنحضرتﷺ کی قبر کو اکھاڑا نہ جائے تب تک اس میں کسی دوسرے نئے کی لاش دفن نہیں کی جاسکتی۔ بابو صاحب افسوس اگر آپ نے عربی کی ابدائی تعلیم بھی حاصل کی ہوتی تو یہ اعتراض کر کے اپنے لاعلمی کا ثبوت نہ دیتے۔ قبر عربی لفظ ہے۔ جن کے معنے مقبرہ کے بھی ہیں۔ جو لوگ حج کو جاتے ہیں ان کو معلوم ہے کہ حضرت رسول اللہﷺ اور حضرت عمرؓ کی قبروں کے درمیان جگہ خالی چھوڑی ہوئی ہے۔ جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام دفن ہوں گے۔ آپ نے حج کیوں کرنا ہے۔ آپ کے پیرومرشد نے بھی حج جو فرض ہے ادا نہیں کیا۔ کادیانی امت بجائے مکہ معظّمہ کے کادیان کا حج کرتی ہے۔

بابو صاحب ص ۷ میں حدیث ’’کیف اذانزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم ‘‘نقل کر کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حالانکہ اس سے روز روشن کی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ نزول کا ثبوت ملتا ہے۔ یعنی تمہارا کیا حال ہوگا۔ جب کہ تم میں عیسیٰ ابن مریم نازل ہوگا اور وہ تمہارا امام ہوگا۔ بتایئے! اس میں مرزاغلام احمد قادیانی کا نام کہاں سے آ گیا۔ یعنی وہ شریعت محمدی کے تابع ہوں گےاور قرآن پر عمل کریں گے۔

جواب نمبر۲...... بابو صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے شعر کہے ہیں اور حوالہ کتاب المغازی بخاری شریف کا دیا ہے۔ علماء امت کا اتفاق ہے کہ نبی عربی علیہ السلام نے کوئی شعر نہیں کہا۔ جو چند ابیات کتاب المغازی میں ہیں وہ شعر نہیں بلکہ کلام موزوں ہے۔ چنانچہ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں:’’لیس بموزون‘‘ (دیکھو حاشیہ بخاری ج۲ص ۵۸۸، مطبوعہ مجتبائی)

بابو صاحب کہتے ہیں کہ’’وما علمنه الشعر ‘‘سے مراد جھوٹے اور لغو اشعار مراد ہیں۔ میں چند اشعار بابو صاحب کے خانہ ساز نبی کے تبرکاً پیش کرتا ہوں۔ مولوی سعد اللہ صاحب لدھیانوی کفر کو چھوڑ کر داخل اسلام ہوئے۔ دین حقہ کو محنت شاقہ سے حاصل کیا۔ عالم بنے،ان کی فیضان صحبت سے کئی شخص داخل اسلام ہوئے۔ نہایت متبع سنت تھے۔ان کی نسبت مرزا قادیانی کی گوہر افشانی سنئے۔

ایک سگ دیوانہ لدھیانہ میں ہے آج کل وہ خرشتر خانہ میں ہے
بد زبان بد گوہر و بد ذات ہے اس کی نظم و نثر واہیات ہے
آدمیت سے نہیں ہے اس کو مس ہے نجاست خوار و وہ مثل گس

(دوغلا استاد اس کا پیر ہے)

ایسے ہی بہت سے ناشائستہ الفاظ ہیں۔’’لا حول ولا قوۃ الا باللہ‘‘

ناظرین! یہ ہیں قادیانی مدعی رسالت کی گل افشانیاں اوران کے اخلاق کریمہ کی پھل جھڑیاں۔اس پر’’وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ‘‘ کا الہام بھی ہے۔شاید مرزا قادیانی کا ملہم اس فن (گالی گلوچ اور بدزبانی) کا کوئی بڑا استاد ہے۔

جواب نمبر۳...... بابو صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے (نعوذ باللہ) چاند سورج اور ستاروں کو رب قرار دیا اور یہ بالاتفاق شرک نہیں۔ بے شک مرزا قادیانی اوران کے

امتیوں کے نزدیک شرک نہ ہوگا۔ بابو صاحب اس کا مطلب یہ نہیں ہے جو آپ نے فرمایا۔ آپ عربی جانتے نہیں ہیں۔ خواہ مخواہ ذلیل ہوتے ہیں۔ سنئے! عربی میں ہمزہ استفہام اکثر محذوف ہوتا ہے۔ یہاں پر بھی ہمزہ استفہام محذوف ہے۔ اصل میں ''اھٰذا ربی'' ہے۔ یعنی کیا یہ میرا خدا ہوسکتا ہے۔ مراد ابراہیم علیہ السلام کی ستارہ پرستوں پر تعریض ہے۔ بابو صاحب اب تو غلط عقیدہ باطلہ مرزائیہ کو چھوڑ کر مسلمان ہو جائیں۔

جواب نمبر۴...... بابو صاحب لکھتے ہیں کہ اگر یہودی کے پاس زرہ رہن رکھی جاسکتی ہے تو مرزا قادیانی بھی خر دجال سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ خوب کہی۔ کون سی حدیث میں لکھا ہے کہ مسیح موعود دجال کے گدھے پر سوار ہوگا۔ البتہ دجال ضرور سوار ہوگا۔

جواب نمبر۵...... ''وورث سلیمان داؤد'' کیا اس سے مراد مال وخزانے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ وراثت نبوت وعلم مراد ہے آپ کیا جانیں۔

جواب نمبر۷...... آنحضرت فرماتے ہیں کہ میں چند قراریط کے عوض بکریاں چرایا کرتا تھا۔ بابو صاحب اس سے ثابت ہوگیا کہ مرزا قادیانی خلاف شریعت قانون سیکھ کر امتحان دے سکتے ہیں اور پھر فیل ہو جائیں۔ بابو صاحب اس کو دینی امتحان کہتے ہیں۔ خوب!

جواب نمبر۹...... بابو صاحب لکھتے ہیں کہ جیسے عورتوں کو حیض آتا ہے مردوں کو بھی آتا ہے اور بچہ بھی پیدا ہوتا ہے۔ اس کے جواب میں مجھے بابو صاحب فرماویں کہ آپ کو اسلام چھوڑ کر قادیانی ہوئے کئی سال ہوگئے ہیں۔ بابو صاحب اللہ داد کو کتنی دفعہ حیض آیا اور کتنے بچے جنے۔ اگر ایسا ہی ہے کہ قادیان امت کے مرد بھی بچے جنتے ہیں تو ضرور تھا کہ قادیانی آبادی بڑھ جاتی۔ برخلاف اس کے دن بدن قادیانی امت گھٹتی جاتی ہے۔

جواب نمبر۱۰...... بابو صاحب فرماتے ہیں کہ قرآن میں ہے: ''فاذکروا اللہ کذکرکم اٰبائکم'' خدا کو اپنے باپوں کی طرح یاد کرو۔ یعنی خدا تمہارا باپ ہوا۔ بابو صاحب قرآن کی ایسی غلط تحریف مت کرو اور خدا سے خوف کرو۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اپنے خدا کو ایسے طریق پر یاد کرو۔ جیسے تم اپنے باپ دادوں کو یاد کیا کرتے ہو۔ یہاں تشبیہ ذکر اللہ کو ذکر اباء کے ساتھ ہے نہ تشبیہ اللہ تعالیٰ کی آباء کے ساتھ۔

جو نہ سمجھے اس بت کو خدا سمجھے

''واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الانبیاء وخاتم المرسلین واٰلہ وصحبہ اجمعین''

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

خاتم النبیّین

ایک دلچسپ مذہبی مکالمہ

○

نا معلوم الاسم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

گرمی کا موسم گزر چکا، برسات کا آغاز ہے۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے۔ چاروں طرف سے کالی کالی گھٹائیں آنی شروع ہوگئیں۔ اتنے میں بادل گرجنے لگا اور بجلی چمکنے لگی۔ سید وزیر حسن صاحب جو محکمہ تعمیرات کے اعلیٰ افسر ہیں اپنے گول کمرہ میں اخبار کا ملاحظہ فرمارہے تھے۔ نوکر سے کہا کہ دروازہ کمرہ کا کھول دو۔ آج پروردگار نے ہمارے حال پر رحم فرمایا ہے کہ ابر رحمت برسنے لگا ہے۔ نوکر: حضور بہت اچھا۔

چنانچہ نوکر نے دروازے کھول دیئے۔ ابھی بارش شروع نہیں ہوئی تھی کہ شیخ یعقوب علی صاحب معہ اپنے دوست کے تشریف لائے۔ دونوں صاحب مزاج پرسی کے بعد سامنے کی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ ادھر ادھر کی باتیں ہونے کے بعد شیخ یعقوب علی صاحب نے مالک مکان سید وزیر حسن سے سلسلہ کلام اس طرح شروع کیا۔

شیخ صاحب...... سید صاحب! میں جب دیکھتا ہوں آپ اخبارات ہی کا مطالعہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ کبھی کسی مذہبی کتاب کو پڑھتے ہوئے میں نے نہیں دیکھا۔

سید صاحب...... یہ سچ ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے بچپن سے لے کر جوانی تک اگر مطالعہ کیا ہے تو وہ سکولوں اور کالجوں کی مروجہ کتابیں ہیں۔ مذہبی کتابوں کا مطالعہ اس وقت کیا جاتا جب ان کے پڑھنے کا بھی موقع ملتا۔

شیخ صاحب...... یہ صحیح ہے کہ آپ کو کالجوں اور سکولوں میں مذہبی تعلیم یا مذہبی کتابوں کے پڑھنے کا موقع نہیں مل سکا۔ مگر اب تو آپ کو فرصت ہے۔ آپ مذہبی کتابوں کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔

سید صاحب...... اب فرصت تو ہے مگر کون اب اتنی محنت اٹھا سکتا ہے کہ عربی کی کتابوں کا درس پورا کر سکے۔ جب تک زبان عربی میں پوری مہارت حاصل نہ ہو آدمی کس طرح مذہبی کتابوں کا مطالعہ کر سکتا ہے۔

شیخ صاحب...... اس زمانہ میں اس کی کیا ضرورت ہے کہ آدمی ضرور عربی زبان میں پوری مہارت حاصل کرے اور اس کے بعد مذہبی کتابوں کا مطالعہ کرے۔ آج کل تمام مذہبی کتابوں کا اردو، انگریزی وغیرہ زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ جس کی وجہ سے انسان بآسانی مذہبی مسائل سے واقف ہو سکتا ہے۔

www.amtkn.com www.facebook.com/amtkn313 www.emaktaba.info

سید صاحب...... یہ بھی سچ ہے۔ آپ کے خیال میں مذہبی کتابوں کا سلسلہ کون سا زیادہ مفید اور اس قابل ہے کہ میں اس کا مطالعہ کیا کروں۔

شیخ صاحب...... اگر آپ مجھ سے پوچھتے ہیں تو اس زمانہ میں سلسلہ احمدیہ کی تصنیفات سب سے زیادہ مفید اور کار آمد ہیں۔ اگر آپ اسلام کی سچائی اور صداقت کو دیکھنا چاہتے ہیں تو سلسلہ احمدیہ کی کتابیں سب میں عمدہ ہیں۔

سید صاحب...... سلسلہ احمدیہ سے آپ کی کیا مراد ہے؟

شیخ صاحب...... حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی، مسیح موعود، مہدی مسعود اور ان کے مبائعین کی لکھی ہوئی کتابیں۔

سید صاحب...... کیا آپ بھی ان کے سلسلہ میں داخل ہیں؟

شیخ صاحب...... اس سے آپ کو کیا سروکار۔ میں داخل تو نہیں ہوں۔ مگر میں نے ان کی اکثر کتابوں کو پڑھا ہے جس سے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ان کی کتابیں جس قدر اسلام کی حمایت واشاعت میں کار آمد ہیں وہ کسی دوسرے عالم یا بزرگ کی نہیں۔

سید صاحب...... ایسا ہی ہوگا مگر لوگ ان کو اچھا نہیں سمجھتے۔

شیخ صاحب...... لوگوں کا اچھا نہ سمجھنا ان کی سمجھ کی غلطی ہے۔ ورنہ ان میں کوئی بات ایسی نہیں کہ جو خلاف اصول اسلام وایمان ہو۔ ناحق کسی کو بدنام کرنا یہ کوئی خوبی کی بات نہیں۔

سید صاحب...... میں سنتا ہوں کہ مرزا قادیانی نے نبی ورسول ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اگر یہ صحیح ہے تو خاتم النّبیین کا کیا مطلب ہے؟

شیخ صاحب...... وہ تو یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو جو خاتم النّبیین نہیں مانتا اور حدیث ''لا نبی بعدی'' پر ایمان نہیں رکھتا وہ کافر ہے۔ مرزا صاحب کا مشہور قول ہے۔

ہر نبوت را بروشد اختتام

سید صاحب...... پھر تمام مسلمان یہ کیوں کہتے ہیں کہ مرزا قادیانی اور ان کے معتقدین ختم نبوت کے منکر ہیں؟

شیخ صاحب...... اس کی وجہ یہ ہے کہ مرزا قادیانی کہتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ بے شک خاتم النّبیین ہیں اور آپ کے بعد تا قیامت کوئی صاحب شریعت نبی یا مستقل جو بطور خود ہو ایسا نبی ہرگز اسلام میں قدم نہیں رکھ سکتا۔ لیکن اسلام کا ہی ایک امتی آپ ﷺ کا غلام ہو کر آپ کی غلامی میں فنافی الرسول کے درجہ تک پہنچ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو نبی کا خطاب عنایت کرتا ہے۔

سید صاحب...... پھر ختم نبوت کا کیا مطلب ہوا؟

شیخ صاحب...... ختم نبوت کے یہ معنی ہیں کہ آنحضرت ﷺ پر نبوت کے تمام مراتب درجات کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ اب آپ جیسا اور آپ کے برابر کوئی نبی پیدا نہیں ہو سکتا۔ آپ کی اتباع اور محبت کے بغیر کسی کو نبوت نہیں مل سکتی۔

سید صاحب...... جب آنحضرت ﷺ کے بعد نبی آتے رہیں گے تو پھر آپ ﷺ کن معنوں میں خاتم النّبیین ہوئے۔ یہ سمجھ میں نہیں آیا۔ مندرجہ بالا بیان سے تو ختم نبوت کا انکار ہی معلوم ہوتا ہے۔

شیخ صاحب...... یہ بھی لوگوں کی غلطی ہے اور ان کو دھوکا یہ ہوا ہے کہ انہوں نے خاتم النّبیین کے معنے ہی نہیں سمجھے۔ جس طرح سے لوگوں نے آج تک اس مسئلہ کو سمجھ رکھا ہے۔ اس میں تو کوئی خوبی نہیں بلکہ جو معنی اس کے حضرت مرزا صاحب نے بیان فرمائے ہیں وہ ایسے ہیں کہ اس سے حضرت نبی کریم ﷺ کی شان بلند اور دوبالا ہوتی ہے۔

سید صاحب...... وہ کیا ہیں؟

شیخ صاحب...... نبوت دو طرح کی ہے۔ ایک تشریعی، دوسری غیر تشریعی۔ تشریعی نبوت تو بیشک ختم ہو چکی ہے۔ مگر غیر تشریعی کا دروازہ قیامت تک کھلا ہے۔

سید صاحب...... تشریعی اور غیر تشریعی سے کیا مراد ہے؟

شیخ صاحب...... تشریعی اور غیر تشریعی یہ نبوت کے دو اجزاء ہیں۔ ایک اوامر و نواہی جیسے نماز، روزہ، حج وغیرہ اور دیگر طرق عبادات۔ حق العباد۔ حلال وحرام وغیرہ دوسرا بشارات وانذارات وغیرہ۔ آنحضرت ﷺ کے بعد جزوی نبی یا دوسرے لفظوں میں غیر تشریعی نبی آتے رہیں گے۔ البتہ پہلا بند ہے کوئی صاحب شریعت نبی نہیں آسکتا۔

سید صاحب...... میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ میں نے دینی تعلیم حاصل نہیں کی اور نہ مذہبی کتابوں کے مطالعہ کا موقع مل سکا ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میرے پڑوس میں ایک مولوی محمد عبدالرحمٰن صاحب رہتے ہیں انہوں نے غالباً تمام مروجہ درسی کتب دینیہ کو پڑھا ہے اور شاید کسی دینی مدرسہ میں کامیاب ہونے کی سند بھی ان کے پاس ہے۔ ان کو بلا لیا جائے تو اس مسئلہ کا تصفیہ ہو جاتا ہے۔

شیخ صاحب...... ان مولویوں نے ہی تو دنیا بھر میں جھگڑے پھیلا رکھے ہیں۔ جب آپ خدا کے فضل سے میری باتوں کو سمجھ سکتے ہیں تو پھر مولوی کے بلانے کی کیا ضرورت ہے؟

سید صاحب...... اگر مولوی صاحب ایسے ہوں کہ جنہوں نے کبھی کسی طرح کے لڑائی جھگڑے میں حصہ نہ لیا ہو اور نہایت متین و سنجیدہ بزرگ ہوں تو ان کے بلانے میں کیا ہرج ہے۔ اگر آپ کو احقاق حق منظور ہے تو آپ مجھ کو ضرور اجازت دیں کہ تھوڑی دیر کے لئے مولوی صاحب کو بلا لیا جائے۔

شیخ صاحب...... اچھا۔

سید وزیر حسن صاحب نے اپنے نوکر کو مولوی صاحب کو بلانے کے لئے بھیج دیا۔ دو چار منٹ گزرے تھے کہ مولوی صاحب تشریف لے آئے اور السلام علیکم کہہ کر بیٹھ گئے۔ مزاج پرسی اور معمولی پان سپاری کی تواضع کے بعد سید وزیر حسن صاحب نے سلسلہ گفتگو شروع کیا۔

سید صاحب...... مولوی صاحب! آپ کو اس وقت تکلیف دینے کی یہ ضرورت لاحق ہوئی ہے کہ اس وقت ایک مذہبی مسئلہ میں آپ سے کچھ دریافت کرنا ہے۔ امید ہے کہ آپ نہایت اطمینان اور متانت سے ٹھیک ٹھیک فیصلہ فرماویں گے۔ میں آپ کو اپنی طرف سے نیابتاً شیخ صاحب کا جواب دینے کے لئے تکلیف دیتا ہوں۔

مولوی صاحب...... مسئلہ کیا ہے آپ یا شیخ صاحب شوق سے دریافت کریں۔

شیخ صاحب...... مسئلہ ختم نبوت کا ہے۔ میں نے دوستانہ حیثیت سے ایک بات سید صاحب سے عرض کی تھی۔ باتوں باتوں میں یہ مسئلہ بھی دریافت میں آ گیا ہے۔ مجھ کو بھی ایک عرصہ سے اس مسئلہ میں خلجان ہے۔ اگر آپ حل فرمادیں گے تو ممنون ہوں گا۔

مولوی صاحب...... آپ کیا کہتے ہیں۔ اس مسئلہ میں آپ کو کیا خلجان ہے۔

شیخ صاحب...... جس طور سے آج تک ختم نبوت کو مانا گیا ہے اس میں تو مجھ کو کوئی خوبی نظر نہیں آتی کہ اب قیامت تک کسی کو منصب نبوت نہیں مل سکتا۔ ہم نے قرآن شریف میں بسم اللہ کی ''ب'' سے لے کر ''والناس'' کی ''س'' تک کسی ایک جگہ ایسا حکم (کہ آئندہ انعام نبوت نہیں دیا جائے گا) نہیں پایا۔ معلوم نہیں کہاں سے جبہ پوشوں نے یہ نکال لیا کہ امت محمدیہ اس نعمت سے تاقیام قیامت ہمیشہ محروم الارث ہو چکی ہے۔ کئی ایک ملاؤں سے بھی زبانی گفتگو کا موقع ملا اور پوچھا تو وہ لوگ نہایت بے باکی سے اپنے اس نامعقول دعوے پر قرآن کریم کی اس آیت سے استدلال کرتے ہیں۔ ''ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النّبیین (احزاب:۴۰)'' اور ساتھ ہی ایک دو حدیث بھی پیش کر دیتے ہیں اور وہ یہ کہ

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتا اور بخاری میں روایت ہے کہ: ’’لا نبی بعدی ‘‘یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ یہ ہے ان دشمنان دین وخاتم النّبیین کا عقیدہ اوراس کے دلائل جس کے ذریعہ سے یہ دوست بن کر اسلام کی اور خاتم الانبیاء کی اس خصوصیت کو مٹانا چاہتے ہیں اور مشرکین عرب سے بڑھ کر آنحضرت ﷺ کو ابتر اور لاولد قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ اس سے مراد ختم نبوت تشریعی تھا اور بس۔ جزوی نبوت یا ظلی اور بروزی یا آسان اور عام فہم الفاظ میں غیر تشریعی نبوت کا ختم ہونا ہرگز مراد نہیں ہوسکتا۔ آنحضرت ﷺ کی اتباع سے جزوی نبوت کا دروازہ قیامت تک کھلا ہے۔ جو آپ کی نبوت کی ایک بڑی خصوصیت اور نمایاں کمال ہے۔

مولوی صاحب...... آپ نے جبہ پوشوں کے جن دلائل کو بیان فرمایا ہے اس سے تو ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ نبوت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تشریعی اور دوسری غیر تشریعی۔ بلکہ یہی معنی آج تک تمام دنیا کے علمائے محدثین اور مفسرین نے کئے ہیں جو ان جبہ پوشوں کے نزدیک صحیح ہیں اور خود حضرت مرزا صاحب نے بھی یہی معنی بیان کئے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

۱...... ’’کیا ایسا بدبخت مفتری جو خود رسالت ونبوت کا دعویٰ کرتا ہے قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے اور آیت:’’ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النّبیین ‘‘کو خدا کا کلام یقین رکھتا ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ میں بھی آنحضرت ﷺ کے بعد نبی ورسول ہوں۔‘‘ (انجام آتھم ص۲۷، خزائن ج۱۱ ص۲۷)

۲...... ’’بھلا مجھ سے یہ ہوسکتا ہے کہ میں نبوت کا دعویٰ کر کے کافر بنوں۔‘‘

(حمامتہ البشریٰ ص۹۷، خزائن ج۷ ص۲۹۷)

باقی رہی یہ بات کہ ختم نبوت کے وہ معنی صحیح نہیں جو آج تک سمجھے گئے ہیں۔ یہ بھی آپ کا کہنا اس سے غلط ثابت ہوا۔ البتہ ہم کو نبوت کی اس تقسیم سے انکار ہے۔ کیونکہ اس کا ثبوت نہ قرآن کریم سے ہے اور نہ حدیث شریف سے۔ نہ کسی فقہ کی کتاب سے۔ اس لئے یہ معنی بھی غلط ہیں کہ’’جزوی نبوت کا دروازہ قیامت تک کھلا ہے۔‘‘ حضور سرور عالم (ﷺ) کی یہ خصوصیت کیا کم ہے کہ آپ تمام نبیوں اور رسولوں کے آخر میں نبی آخرزمان ہوکر آئے ہیں۔ قرآن کریم وحدیث شریف میں جس کو رسول یا نبی کہا گیا ہے۔ آپ ان سب کے خاتم ہیں۔ یعنی سب کے آخر میں آنے والے ہیں۔ جس طرح سورج تمام تاروں کے بعد سب کے آخر میں صبح کو نکلتا ہے اور بے شمار تاروں کی روشنی چھپ جاتی ہے اور ایک سورج کی روشنی ان بے شمار تاروں کی روشنی سے بہت زیادہ ہوتی ہے۔ حضور سرور عالم ﷺ کا آفتاب نبوت اس لئے آخر میں چمکا تا کہ دنیا پر واضح ہوجائے اور

اہل عالم اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرلیں کہ حضور ﷺ کا وہ مرتبہ عالی ہے کہ آپ کے فیوضات اور انوار نبوت کے بعد کسی کا چراغ نہیں جل سکتا۔ تمام دوسرے انبیاء مثل تاروں کے ہیں اور آپ مثل آفتاب کے ہیں۔ قیامت تک آپ کی نبوت کی روشنی چمکتی رہے گی اور جس طرح سورج کے غروب ہوتے ہی دن کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح آپ کی نبوت کے ختم ہوتے ہی دنیا کا خاتمہ ہو جائے گا۔ آپ کی نبوت کے زمانہ میں کوئی نبی کسی طرح کا نہیں آئے گا اور چونکہ اب کام دوچار لاکھ نبیوں کے بھیجنے سے بھی نہیں چل سکتا۔ اس لئے ’’علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل‘‘ اور ’’العلماء ورثۃ الانبیاء‘‘ کے مطابق علماء وہی کام کریں گے جو انبیائے بنی اسرائیل کرتے تھے۔ آفتاب کے نکل آنے کے بعد پھر تاروں کی روشنی کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے؟ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید وحدیث شریف نے کسی بزرگ پر ایمان لانے کو فرض واجب نہیں بتایا۔ قرآن کریم میں جابجا حضرت نبی اکرم ﷺ پر اور انبیائے سابقین پر ایمان لانے کو فرمایا ہے۔ یہ کہیں نہیں فرمایا کہ جو انبیاء بعد کو آئیں گے ان پر بھی ایمان لاؤ۔ بلکہ آپ کو صاف طور پر خاتم النّبیین فرمایا۔

یہ حضور سرور عالم (ﷺ) کی خاص خصوصیت ہے جس قدر انبیاء بھیجے گئے وہ سب بمنزلہ مقدمۃ الجیش کے تھے اور آنحضرت ﷺ سلطان الانبیاء سرور عالم ہیں۔ آپ کے بعد کسی جدید نبی کی ضروری نہیں۔ کیونکہ خداوند پاک نے آپ کی امت کے علماء کو یہ شرف دیا ہے کہ انبیائے بنی اسرائیل جو کام کرتے تھے وہی علمائے امت کریں گے۔ صرف ان کا نام اور عہدہ نبوت کا نہ ہوگا۔ مرتبہ اور ثواب گو کتنا ہی زیادہ ہوگا۔ مگر وہ نبی اور رسول نہیں کہلا سکتے۔ کیونکہ یہ خاتم النّبیین کے خلاف ہے اور اس سے ختم نبوت کی شان پر حرف آتا ہے۔

شیخ صاحب...... یہ بے شک اس صورت میں ٹھیک ہے کہ جب خاتم النّبیین کے معنی ختم نبوت کرنے والا ہوں۔ اس کے معنی ختم کرنے والا بڑی غلطی ہے جو نہ کسی لغت میں ہیں نہ کسی آیت وحدیث سے ثابت ہے۔ خاتم گو اس کا مادہ ختم ہے جس کے ایک معنی ختم کرنے والا بھی ہیں۔ مگر بروئے قرآن مجید یا محاورات عرب ولغت ایک جگہ بھی نہیں آتے۔ اس لئے اگر منشائے خداوندی یہ ہوتا تو آپ ﷺ کو ’’خاتم النبیین‘‘ یا ’’آخر النبیین‘‘ کہنا چاہئے تھا جو لوگ اس کے معنی آخر کرنے والا یا تمام کرنے والا یا ختم کرنے والا کرتے ہیں۔ وہ نادان ہیں اور ان کے اس فعل کا نام تحریف معنوی رکھو یا حماقت۔ بہر حال ہے مغالطہ دہی۔

(ماخوذ از کتاب بقائے نبوت فی خیر امت ص ۷۷)

مولوی صاحب...... آپ کو دھوکا ہوا ہے۔’’خاتم النّبیین ‘‘ کے معنی لغت میں اور محاورہ عرب میں’’آخر النّبیین ‘‘ کے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ تمام انبیاء اور ہر قسم کے نبیوں کے بعد آنے والے پھر آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی کسی قسم کا آنے والا نہیں۔ آپ کو اگر حضرت مرزا صاحب کی کتابیں پڑھنے کا موقع ملا ہے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ خود مرزا قادیانی نے بھی قرآن کریم کی اسی آیت سے ختم نبوت پر استدلال کیا ہے۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں:’’ **واما النبوۃ التی تامۃ کاملۃ جامعۃ بجمیع کمالات الوحی فقد اٰمنا بانقطاعها من یوم نزل فیه وما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النّبیین** ‘‘

(توضیح المرام ص۲۰، خزائن ج۳ ص۶۱، دین الحق ص۶۴)

اس کا ترجمہ الفاظ سے اس کے نیچے لکھا ہے۔

’’لیکن وہ نبوت تامہ کاملہ جو تمام کمالات وحی کی جامع ہے۔ پس تحقیق ہم اس کے منقطع ہونے پر ایمان لا چکے ہیں۔ اس روز سے جب کہ یہ آیت نازل ہوئی کہ نہیں ہیں محمد ﷺ باپ کسی کے تمہارے مردوں میں سے۔ لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور تمام انبیاء کے خاتم (مہر)‘‘

(دین الحق ص۲۴)

اب آپ کا یہ کہنا کہ اس کے معنی ختم کرنے والا، یا آخر کرنے والا نادان ہے اور دھوکا باز۔ سو اس کے جواب میں گزارش ہے کہ یہی معنی قرآن میں ہیں اور یہی معنی حضرت نبی کریم ﷺ نے کئے ہیں اور یہی معنی تمام مفسرین اور محدثین اور فقہاء کے نزدیک مسلم ہیں جن کو سلسلہ وار ذیل میں بیان کیا جاتا ہے۔

۱...... لسان العرب جو عربی لغت کی نہایت مستند کتاب ہے اس میں لکھا ہے کہ:’’ **ختام الوادی اقصاہ وختام القوم وخاتمهم اٰخرهم وفی التنزیل الحمید ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولٰکن رسول اللّٰہ وخاتم النّبیین ای اٰخرهم** ‘‘ عرب اپنی بول چال میں جو ختام الوادی کہتے ہیں اس کے معنی ہیں اس میدان کی انتہاء یعنی جس مقام پر میدان کی انتہاء ہوئی ہے۔ اسے ختام الوادی کہتے ہیں۔ اسی طرح جب اہل عرب لفظ ختام کو یا خاتم کو قوم کی طرف مضاف کرتے ہیں وہ خاتم القوم یا خاتم القوم کہتے ہیں تو اس کے معنی آخر قوم کے ہوتے ہیں۔ (یعنی جسے خاتم القوم کہیں اس کے معنی یہ ہیں کہ ساری قوم کا آخر) جیسا کہ قرآن مجید کی آیت’’ **ما کان محمد...... الخ** ‘‘ میں خاتم کے معنی اٰخرہم کے ہیں۔

۲...... قاموس اوراس کی شرح تاج العروس میں ہے کہ:''الخاتم من کل شئ عاقبته وآخرته والخاتم آخر القوم کالخاتم ومنه قوله تعالیٰ وخاتم النّبیین ای آخرهم'' ہر شئے کے انجام کو خاتم کہتے ہیں۔ اسی طرح خاتم القوم آخر قوم کو کہتے ہیں اور قرآن مجید میں جو خاتم النّبیین ہے اس کے معنی آخرالنّبیین کے ہیں۔ اس لئے قرآن کریم میں حضور سرور عالمﷺ کو آخرالنّبیین فرمایا گیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ حضور تمام انبیاء کے آخر میں آئے ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

قرآن کریم میں ''ختم'' (بالفتح) تین ہی جگہ آیا ہے اور تینوں جگہ اس کے معنی ختم کر دینے یا بند کر دینے کے ہی آئے ہیں۔ مہر کے معنوں میں ایسی مہر مراد ہے جو بند کر دے پھر نہ کھل سکے۔ مثلاً:

۱...... ''ان الذین کفروا سوآء علیهم ء انذرتهم ام لم تنذرهم لا یؤمنون ختم الله علی قلوبهم وعلیٰ سمعهم (سوره بقره)'' ﴿وہ جو کافر ہیں ان کے لئے برابر ہے کہ تو ان کو ڈرائے یا نہ ڈرائے وہ نہ مانیں گے۔ خدا نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر کر دی ہے۔﴾

۲...... ''قل ارایتم ان اخذ الله سمعکم وابصارکم وختم علی قلوبکم من اله غیر الله یاتیکم به (انعام)'' ﴿(اے پیغمبر) ان لوگوں سے پوچھو کہ بھلا دیکھو تو سہی اگر خدا تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں چھین لے اور تمہارے دلوں پر مہر لگا دے تو خدا کے سوا اور کوئی معبود ہے کہ یہ نعمتیں تم کو دلا دے۔﴾

۳...... ''افرایت من اتخذ اله هوه واضله الله علیٰ علم وختم علی سمعه وقلبه (جاشیه)'' ﴿بھلا دیکھ تو جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود ٹھہرایا اور باوجود علم کے اللہ نے اسے گمراہ کیا اور ان کے کان اور دل پر مہر لگائی۔﴾

ان مندرجہ بالا آیات قرآنی میں ''ختم'' کے معنی ایسی مہر کے ہیں جو ختم کر دینے یا بند کر دینے کے ہے۔

۴...... تفسیر خازن میں ہے کہ:''خاتم النّبیین وآخرهم الذی ختمهم او ختموا به علی قراة عاصم بالفتح'' ﴿خاتم النّبیین کے معنی آخرالنّبیین کے ہیں یا تو ایسا کہ جس نے نبیوں کے آنے کو بند کر دیا یا اس پر نبیوں کا آنا ختم کر دیا۔﴾

پھر فرماتے ہیں:''خاتم النّبیین ختم به النبوة فلا نبوة بعده'' یعنی خاتم النّبیین سے یہ مراد ہے کہ نبوت اس پر ختم کی گئی۔ پس اس کے بعد کوئی نبوت باقی نہیں۔

۵...... قرآن کریم سے تو یہ مسئلہ حل ہوگیا۔ اب حضرت نبی کریم (ﷺ) نے جو کچھ اس کی تفسیر اور تشریح میں ارشاد فرمایا ہے وہ بھی سن لیجئے تاکہ معلوم ہو جائے کہ خود حضورﷺ نے بھی ’’خاتم النّبیین‘‘ کے معنی آخرالنّبیین ہی کے کئے ہیں۔ چنانچہ حضورﷺ نے فرمایا کہ:’’ مثلی ومثل الانبیاء کمثل قصر احسن بنیانه ترک منه موضع لبنة فطاف به النظار یتعجبون من حسن بنیانه الا موضع تلک اللبنة فکنت انا سددت موضع اللبنة ختم بی البنیان وانا خاتم النّبیین (متفق علیه مشکوٰة شریف باب فضائل سید المرسلین) ‘‘ ﴿میری اور پچھلے نبیوں کی مثال بالکل اس شخص کی سی ہے جس نے ایک نہایت خوشنما مکان بنایا۔ لیکن اس کے کسی کونے میں صرف ایک اینٹ کی کسر رہ گئی۔ پھر لوگوں نے خوب گھوم پھر کے دیکھا اور بہت خوش ہوئے۔ تاہم ان کو یہ کہنا پڑا کہ آخر یہ اینٹ کیوں نہ رکھی گئی۔ تو یقین کرو کہ وہ آخری اینٹ میں ہوں اور اسی لئے میں خاتم الانبیاء ہوں۔﴾

حضورﷺ نے صاف لفظوں میں فرمادیا کہ سلسلہ رسالت کو مجھ پر ختم کر دیا گیا ہے۔ اب میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ قصر شریعت کی آخری اینٹ نے اس کمی کو پورا کر دیا۔ جس کی وجہ سے دین الٰہی کی عظیم الشان عمارت تمام دنیا کو بدنما نظر آتی تھی۔ پھر حضور نے فرمایا:

۶...... ’’فضلت علی الانبیاء بست اعطیت جوامع الکلم ونصرت بالرعب واحلت لی الغنائم وجعلت لی الارض مسجداً وطهوراً وارسلت الی الخلق کافة وختم بی النبیون (رواہ مسلم ج۱ ص۱۹۹، مشکوٰة ص۵۱۲) ‘‘ ﴿میں دوسرے انبیاء پر چھ چیزوں کی وجہ سے فضیلت دیا گیا ہوں۔ (۱) مجھ کو جوامع الکلم کا شرف بخشا گیا۔ (۲) رعب کے ساتھ فتح مندی دی گئی۔ (۳) مال غنیمت میرے لئے حلال کیا گیا۔ (۴) تمام زمین میرے لئے مسجد بنائی گئی۔ (۵) تمام خلقت کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ (۶) سب نبیوں کے آخر میں آیا ہوں۔﴾

۳...... ’’وانا العاقب الذی لیس بعده نبی (متفق علیه، مشکوٰة شریف) ‘‘ ﴿حضور نے فرمایا کہ میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہے جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔﴾

۴...... ابن ماجہ میں ابوامامۃ الباہلی سے دجال کے بیان میں ایک طویل حدیث مروی ہے۔ اس میں حضور نے اپنی امت سے خطاب کر کے فرمایا کہ:’’ انا اٰخر الانبیاء وانتم اٰخر الامم (ابن ماجه) ‘‘ ﴿میں تمام انبیاء کے آخر میں ہوں اور تم سب امتوں کے آخر میں ہو۔ میرے بعد نہ کوئی نبی ہے اور نہ تمہارے بعد کوئی دوسری امت۔﴾

۵...... ابوموسیٰ شعری کہتے ہیں کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے اپنے متعدد نام بیان فرمائے ہیں اور فرمایا ہے کہ:’’انا محمد واحمد والمقفٰی (صحیح مسلم)‘‘ ﴿میں محمد ہوں اور احمد ہوں اور مقفٰی ہوں۔﴾

اور مقفٰی کے معنی محدثین نے وہی بیان کئے ہیں جو عاقب کے ہیں۔یعنی آخرالانبیاء (جس کے بعدکوئی نبی نہیں ہے) دیکھونووی شرح مسلم وغیرہ۔

۶...... حضرت نبی کریم ﷺ نے اس مسئلہ کواس حدیث شریف میں بالکل صاف کردیا اور فرمایا کہ:’’انی اخر الانبیاء وان مسجدی اخر المساجد (صحیح مسلم، کنزالعمال ج۱۲ ص۲۷۰)‘‘ ﴿میں تمام نبیوں کے آخر میں آیا ہوں اور میری مسجد (بزرگی اور شرف نبوت کے لحاظ سے) آخری مسجد ہے۔نہ اب کوئی نیا نبی آئے گا اور نہ کسی مسجد کو ایسا شرف حاصل ہوگا۔﴾

۷...... حضور ﷺ نے اس تمام قضیہ کو فیصل کرنے کے لئے یہاں تک فرمادیا کہ: ’’سیکون کذابون ثلٰثون کلهم یزعم انه نبی الله وانا خاتم النّبیین لا نبی بعدی (رواه ابوداؤد ج۲ ص۱۲۷، والترمذی ج۲ ص۴۵، مشکوٰة شریف کتاب الفتن)‘‘ ﴿عنقریب میری امت میں تیس جھوٹے دجال ظاہر ہوں گے (ان کی علامت یہ ہے کہ) ہر ایک ان میں کا خیال کرے گا کہ وہ اللہ کا نبی ہے (تم یادرکھوکہ) میں خاتم النّبیین ہوں میرے بعدکوئی نبی نہیں ہوسکتا۔(یعنی میرے بعد کسی کونبوت کا مرتبہ نہ ملے گا اور جو نبوت کا دعویٰ کرے گا وہ بڑا جھوٹا ہوگا)﴾

اس حدیث شریف نے خاتم النّبیین کی صحیح تفسیر فرمادی کہ میں آخرالنّبیین ہوں۔ میرے بعدکوئی نبی کسی قسم کا مبعوث نہیں ہوگا۔اس سے بالیقین ثابت ہوا کہ حضورانور کے بعد جو شخص نبوت کا دعویٰ کرے (جس طرح مرزاقادیانی نے علانیہ کیا) وہ قرآن وحدیث کی رو سے کاذب ہے۔

اس حدیث شریف سے کئی باتیں اور بھی معلوم ہوگئیں۔اوّل یہ کہ خود حضور نے اپنی امت کوآگاہ فرمادیا کہ میرے بعد میری امت میں تیس جھوٹے مدعیان نبوت پیدا ہوں گے۔

دوسری یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ ان جھوٹے دجالوں کی نشانی یہ بھی ہوگی کہ اپنے آپ کوحضور کی امت میں شمار کر کے باوجود دعویٰ امتی کے نبوت کے مدعی ہوں گے۔جیسا کہ مرزاقادیانی اوران کے معتقدین کا خیال اور دعویٰ ہے۔

تیسری بات یہ روشن ہوگئی کہ ان کے جھوٹے ہونے کی علامت کے لئے یہی کافی ہے کہ میں خاتم النّبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ جب کوئی ان میں سے ظاہر ہوکر دعویٰ نبوت کرے اس کے بطلان کے لئے یہی دلیل بس ہے کہ میرے بعد کسی کو نبوت کا مرتبہ نہیں ملے گا۔

چوتھی بات یہ واضح ہوگئی کہ خاتم کی اضافت نے اور ''لانبی بعدی'' کے لائے نفی جنس نے ہر قسم کے نبی کی نفی کر دی۔ جس سے قطعی اور یقینی طور سے ثابت ہوگیا کہ حضور کے بعد تشریعی غیر تشریعی، امتی، غیر امتی، ظلی، بروزی کسی قسم کا نبی نہیں ہوگا۔ بلکہ جو حضور کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے گا وہ جھوٹا ہوگا۔ خصوصاً جو امتی نبی ہونے کا مدعی ہو (جیسا کہ مرزا قادیانی ہیں) اس کا جھوٹا ہونا تو آفتاب نیمروز کی طرح روشن ہوگیا اور اس حدیث شریف کے الفاظ اور معنی پر نظر کرنے کے بعد جب واقعات پر نظر کی جاتی ہے اور دیکھا جاتا ہے کہ حضور کے بعد بعض لوگوں نے نبوت تشریعی کا بھی دعویٰ کیا ہے۔ جیسے صالح بن طریف متقدمین میں اور بہاؤاللہ بابی متاخرین میں اور بعض غیر تشریعی نبوت کے مدعی ہوئے جیسے ابوعیسیٰ وغیرہ۔ ان سب کے جھوٹا ہونے کی دلیل بھی حدیث ہے۔ کیونکہ خود حضور ﷺ نے فرمایا دیا کہ میں ''آخر النّبیین'' ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا جو نبوت کا مدعی ہوگا وہ جھوٹا ہوگا۔

پانچویں بات یہ روز روشن کی طرح صاف ہوگئی کہ اگر مرزا قادیانی کے یہ معنی تسلیم کر لئے جائیں کہ خاتم سے مراد یہاں آخر یا ختم کرنے والا نہیں ہیں۔ بلکہ انبیاء کی مہر اور زینت ہیں تو اس حدیث کا کوئی مطلب ہی نہیں رہتا۔ بلکہ الٹا مطلب کو بگاڑ دیتا ہے۔ کیونکہ حضور ﷺ کا مطلب یہاں ان جھوٹے نبیوں کو جھوٹا ثابت کرنے کی دلیل بیان فرماتا ہے۔ پہلے ارشاد ہوا کہ میری امت میں جھوٹے نبوت کا دعویٰ کرنے والے پیدا ہوں گے۔ پھر ان کی شناخت کے لئے یہ علامت بیان فرمائی کہ ان میں ہر ایک نبوت کا مدعی ہوگا۔ اس کے بعد ان کے بطلان دعویٰ کی دلیل میں ارشاد ہوا کہ میں خاتم النّبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ پس صاف ظاہر ہوگیا کہ حضور ﷺ کا منشاء یہ ہے کہ خدا نے مجھے خاتم النّبیین بنایا ہے۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ اس لئے مدعیان نبوت کا دعویٰ کرنا ان کے جھوٹے ہونے کی دلیل ہے۔

ساتویں دلیل یہ بھی معلوم ہوگئی کہ حضور ﷺ کا منشاء اگر یہاں آخر النّبیین کا بیان کرنا نہ ہوتا تو خاتم النّبیین کے بعد جملہ ''لا نبی بعدی'' کا اضافہ نہ کیا جاتا۔ جب اضافہ کیا گیا تو

ظاہر ہے کہ بلاسبب وبلاوجہ نہیں کیا گیا۔ بلکہ اس سے واضح ہوگیا کہ ''انا خاتم النبیین'' کے یہی معنی ہیں کہ میں آخرالنّبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کسی مدعی نبوت کے جھوٹے ہونے کی اس کا دعویٰ ہی دلیل ہے۔

آٹھویں بات یہ معلوم ہوگئی کہ جملہ ''انا خاتم النّبیین'' کے بعد ''لا نبی بعدی'' کا جب ارشاد ہوا تو گویا خود حضورﷺ نے اس کی شرح فرمادی کہ میرے بعد کوئی کسی طرح کا نبی نہیں۔ کوئی مدعی نبوت خواہ کسی قسم کی نبوت کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے اور یہ بات ایک ادنیٰ طالب علم بھی جو عربی داں ہو جانتا ہے کہ یہاں ''لا'' نفی جنس کا ہے اور لفظ نبی نکرہ ہے۔ اس لئے ہر قسم کی نفی ہوگئی۔ خواہ وہ تشریعی نبوت کا مدعی ہو یا غیر تشریعی۔ امتی ہو کر دعویٰ نبوت کرتا ہو یا غیر امتی۔ اپنی نبوت کا نام جزوی نبوت رکھتا ہو۔ یا جعلی، ظلی یا بروزی نبوت کا دعویدار ہو یا غیر مستقل کا حقدار بنتا ہو۔ سب نبوت کی فرضی قسموں کا حضور نے اس جملہ سے خاتمہ کردیا۔

نویں بات یہ بھی واضح ہوگئی کہ قرآن کی تفسیر سب سے زیادہ صحیح اور قابل وثوق وہی ہے جو خود صاحب وحی نے اپنی زبان فیض ترجمان سے کی ہو۔ اس حدیث سے آیت قرآنیہ ''ولٰکن رسول اللہ وخاتم النّبیین'' کی تفسیر خود صاحب وحی نے کردی کہ اس کے معنی آخر النّبیین کے ہیں اور حضورﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔ حضورﷺ کی تفسیر بھی الہام خداوندی سے ہوئی۔ کیونکہ اس میں آئندہ زمانہ میں جھوٹے نبیوں کے پیدا ہونے کی پیشین گوئی ہے۔ اس سے یہ بات بالکل صاف ہوگئی کہ لفظ خاتم النّبیین کے معنی فقط آخرالنّبیین کے ہیں۔ محاورہ عرب اور لغت سے بھی یہی ثابت ہوتے ہیں۔ قرآنی آیات بھی اس کی مؤید ہیں اور خود صاحب وحی نے اس کی یہی تفسیر کی ہے۔ اب اگر کوئی اور معنی سمجھتا ہو تو اس کا فرض ہے کہ وہ ان دلائل سے اپنی بات کو ثابت کر دکھائے۔

شیخ صاحب...... قرآن شریف کی آیات اور احادیث اور محاورہ عرب ولغت سے جیسا کہ آپ نے بیان فرمایا ہے خاتم النّبیین کے معنی اگر آخرالنّبیین ہی مان لئے جائیں تو اب سوال یہ ہوگا کہ ایسی صورت میں آنحضرتﷺ پر نبوت کے ختم کردینے اور آئندہ اس فیض ربانی کے بند کردینے میں کیا فائدہ خدا کو مدنظر تھا۔ بظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ خلق خدا کو ایک بہت بڑے انعام سے محروم کردیا گیا۔

مولوی صاحب...... یہ آپ کا خیال ہے بلکہ خدائے پاک نے اس میں کئی مصلحتیں رکھی ہیں۔

پہلی حکمت: یہ ہے کہ نبوت کا درجہ عطاء کرنے سے کئی ایسے حقوق ہیں کہ جو نبی کو دینے پڑتے ہیں۔ مثلاً اس نبی کا امتی کہلانا، اس کا کلمہ پڑھنا، اس کی ہی کامل تابعداری کرنا، اس کو اپنا شفیع جاننا، اس کو اپنا محبوب سمجھنا، جس طرح سلطنت ظاہری کے مالک بادشاہ کی رعایا اسی کی رعایا کہلاتی رہے۔ اس کا سکہ برتتی ہے۔ اسی سے دادرسی چاہتی ہے۔ اسی طرح امتی اپنے نبی سے معاملہ کرتا ہے۔ خدائے پاک نے جب حضرت نبی کریم ﷺ کو اپنا حبیب اور رسول بنایا تو شرف خاتم النّبیین سے مشرف فرما کر آئندہ کے لئے کسی دوسرے کو نبی اور رسول بنانے کا خاتمہ کر دیا تاکہ تاقیام قیامت کسی دوسرے کی سلطنت روحانی قائم نہ ہو اور سب مؤمنین کاملین حضور سرور عالم ﷺ ہی کے امتی کہلائیں۔ انہیں کا کلمہ پڑھیں۔ انہیں کو اپنا شفیع سمجھیں۔ انہیں کو اپنا محبوب سمجھیں۔ انہیں کی کامل تابعداری کریں۔ انہیں کی رعایا کہلائیں اور انہیں کا سکہ برتیں اور یہ ظاہر ہے کہ اگر نبوت کا دروازہ کھلا رہتا تو لوگ اپنے اپنے نبیوں سے مذکورہ بالا معاملہ کرتے۔ جیسا کہ مرزاقادیانی کے ساتھ ان کے ماننے والے کر رہے ہیں اور آج بڑے زور وشور سے کہہ رہے ہیں کہ مرزاقادیانی نبی ہیں اور بعض عظیم المرتبت انبیاء سے افضل ہیں اور جو ان کو نہیں مانتا وہ کافر ہے۔

دوسری حکمت: یہ ہے کہ قرآن حکیم اور کتب تواریخ وغیرہ کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب کسی سچے نبی نے بھی دعوئے نبوت کیا ہے تو بعض پہلے نبی کے ماننے والوں نے بھی انکار کیا اور وہ مسلمان نہ رہے۔ جہنم کے مستحق ہوئے۔ قدرت خداوندی نے نہ چاہا کہ حضور کے بعد کسی منصب نبوت سے سرفراز کرے۔ کیونکہ اگر حضور کے بعد بھی نبی پیدا ہوتے رہتے تو حسب عادت بعض آپ کے امتی بھی ان سے انکار کرتے اور جہنم کے مستحق ہوتے اور یہ آپ ﷺ کی شان رحمت کے خلاف ہوتا کہ آپ ﷺ پر ایمان لانے والے آپ ﷺ کے امتی بھی جہنم میں جائیں۔ ایک صحیح المذاق انسان تو کبھی اس کو پسند نہیں کر سکتا کہ وہ حضور کے امتیوں کو دوزخ میں بھیجے جانے کو پسند کر سکے۔ یہ مرزاقادیانی اور ان کے امتیوں ہی کا حصہ ہے کہ وہ رحمتہ اللعالمین کی کروڑوں کامل الایمان اور اراسخ العقیدہ امتیوں کو جہنمی کہتے ہیں اور اس کی وجہ وہی بیان کی جاتی ہے کہ جس کے سبب سے خداوند پاک نے سلسلہ نبوت کو ختم کر دیا تھا کہ نہ کوئی دوسرا نبی پیدا ہو اور نہ اس کے انکار کی وجہ سے امت محمدیہ دوزخ میں جائے۔ دور جانے کی ضرورت نہیں۔ خود مرزاقادیانی ہی کو دیکھ لیجئے۔ ان کے دعوئے نبوت سے پہلے دنیا میں مردم شماری کے لحاظ سے جو چالیس کروڑ مسلمان

کہے جاتے تھے انہوں نے اپنے نبوت کے دعوے کے ساتھ ہی ان سب کو کافر بنا دیا اور صاف لکھ دیا کہ ''مسیح موعود (یعنی میرا) نہ ماننے والا ویسا ہی کافر ہے جیسا جناب رسول اللہ ﷺ کا نہ ماننے والا۔'' (حقیقت الوحی ص۱۷۹، خزائن ج۲۲ ص۱۸۵)

اس کے علاوہ اور کئی مقامات پر مخالفین اور منکرین کو جہنمی فرمادیا ہے۔

(انجام آتھم ص۶۲، خزائن ج۱۱ ص۶۲)

تیسری حکمت: قرآن کریم کی تعلیم انتہائی درجہ پر نازل ہوئی ہے۔ خدائے پاک نے اپنی شریعت کو کامل واکمل کر دیا۔ شریعت کے لئے اب یہ ضرورت درپیش نہیں کہ اس کے بعد اور کوئی کتاب بھی آئے۔ کیونکہ کمال کے بعد اور کوئی درجہ باقی نہیں رہا۔ جب کہ قرآن حمید کے اصول حقہ کا محرف اور مبدل ہو جانا پھر اس کے ساتھ تمام خلقت پر تاریکی شرک اور مخلوق پرستی کا چھا جانا عندالعقل محال اور ممتنع ہوا۔ تو نئی شریعت اور نئے الہام کے نازل ہونے میں بھی امتناع عقلی لازم آیا۔ کیونکہ جو امر مستلزم محال ہو وہ بھی محال ہوتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ حقیقت میں خاتم الرسل ہیں۔ (براہین احمدیہ ص۱۰۹ حاشیہ نمبر۹)

جب شریعت کامل ومکمل ہو چکی تو اب کسی نبی کے بھیجنے کی کیا ضرورت باقی رہی۔ اب قرآن مجید کامل تعلیم ہمارے اور ہماری آئندہ نسلوں کے لئے کافی ہے۔ لہٰذا حکمت خداوندی نے دروازہ نبوت کو آئندہ کے لئے بند کر دیا۔

چوتھی حکمت: یہ بھی تھی جب حضرت سیدالمرسلین ﷺ جیسے کامل نبی کا ظہور ہو گیا کہ جن سے زیادہ کامل کوئی دوسرا نہیں ہوسکتا۔ تو اب کامل نبی کے بعد ناقص نبی کی کیا ضرورت باقی رہ گئی؟ ناقص کے بعد کامل کا آنا تو معقول ہے۔ کیونکہ ناقص کی تکمیل کامل کرتا ہے۔ ناقص نبی، کامل نبی کی ہرگز تکمیل نہیں کرسکتا اور کامل نبی کی تعلیم چھوڑ کر ناقص نبی کی تعلیم کون قبول کرسکتا ہے۔ حکمت خداوندی نے اس لحاظ سے آئندہ ناقص اور جزوی نبیوں کا آنا بند کر دیا تاکہ کوئی خالص سونے کو چھوڑ کر جھوٹے اور مشتبہ مال کا خریدار ہو کر اپنا نقصان نہ کرے۔

پانچویں حکمت: یہ بھی کہ خدائے پاک نے حضور کی امت کو وہ شرف عنایت فرمایا کہ جو کسی دوسرے نبی کی امت کو نہیں بخشا۔ یعنی یہ کہ انبیائے بنی اسرائیل جو کام کرتے تھے وہی علمائے امت کریں گے اور یہ ظاہر ہے کہ اگر کسی بادشاہ کے معمولی غلام وہ کام کرسکیں کہ جو دوسرے بادشاہ خود کرتے ہیں تو اس بادشاہ کی کس قدر عزت وعظمت دوبالا ہوگی کہ جس کے غلام وہی کام کرتے

ہیں کہ جو دوسرے بادشاہ خود کرتے ہیں۔ یہ آپ کی شان کو بلند وارفع کرنے والی بات ہے نہ کہ جیسا آپ لوگ سمجھتے ہیں۔

چھٹی حکمت: یہ تھی کہ تجربہ اس کا شاہد ہے کہ جس قدر مدعی نبوت زیادہ ہوں گے خواہ وہ سچے ہو یا جھوٹے، ان کے ماننے والے دوسرے نبیوں کے ماننے والوں سے ضرور اختلاف رکھیں گے اور یہی اختلاف تمام فسادوں اور جھگڑوں کا باعث ہوتا ہے۔ یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اوران کے ماننے والوں کے ساتھ جو کیا وہ ظاہر ہے۔ عیسائیوں نے حضرت نبی کریم ﷺ اور آپ کے پیروؤں کے ساتھ جو معاملہ کیا وہ بھی پوشیدہ نہیں۔ حکمت خداوندی نے اس فتنہ وفساد کے دروازے ہی کو بند کر دیا کہ نہ کوئی نبی دنیا میں آئے اور نہ یہ فساد کی صورت قائم ہو۔ خود مرزا قادیانی اوران کے عقیدت مندوں کا معاملہ ہی اس کا شاہد ہے کہ نبوت کا دروازہ بند کر دینے کی کس قدر ضرورت تھی۔ ایک ہی مدعی نبوت نے کروڑوں مسلمانوں کو آ کر کافر بنادیا اور اپنی مٹھی بھر جماعت ہی کو مؤمن اور مسلم شمار کیا۔ کوئی ہے کہ اس راز کو سمجھے؟

شیخ صاحب...... یہ سب کچھ سہی مگر اس کا کیا جواب ہے کہ جب بنی اسرائیل کے نبی موسیٰ کی شریعت پر عمل کر کے نبی بن گئے تو یہ بڑی شرم کی بات ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد لوگ نبی نہ ہوں۔ حضرت موسیٰ تو بانی خاندان نبوت تھے اوران کے آثار وبرکات سے ان کی امت میں کثیر تعداد انبیاء ہوئے۔ جن میں سے ایک حضرت مسیح علیہ السلام بھی ہیں۔ مگر محمد (ﷺ) محمد شاہ رنگیلے کی طرح خاندان نبوت کے بربادکن اور ایسے بے فیض ہیں کہ قیامت تک ان کی اتباع سے کوئی ادھورا سا نبی بھی نہ ہوگا اور نہ اب تک کوئی ہوا ہے اور شریعت موسوی کی اتباع سے تو بنی اسرائیل کی عورتوں تک کو مکالمہ الٰہی کا شرف ملا۔ مگر اسلام ایسا بے پھل درخت ہے کہ اس پر عمل کرنے والا کسی سرسبزی وشادابی یا پھل پھول وبرگ وبار کی بو تک نہیں پا سکتا۔

(ماخوذ از بقائے نبوت فی خیر امت ص۴۲)

مولوی صاحب...... دربار رسالت میں جن گستاخانہ الفاظ سے پیش آنا آپ لوگوں کی عادت ہے اس کا تو کوئی جواب ہمارے پاس نہیں۔ البتہ نفس معاملہ کی نسبت عرض ہے کہ نہ تو نبوت کسی شخص کا خاص حصہ ہے نہ سلطنت کسی خاص کارگزاری کا صلہ۔ یہ ہر دو منصب محفل فضل ورحمت وبخشش وجود اور کرم خداوندی سے حاصل ہوتے ہیں۔ نہ عقل وعمل سے نہ جبر وظلم سے۔ نہ انسانی منصوبوں ومشوروں سے۔ نبوت خدائے علیم کا عطیہ ہے جو ہر ایک انسان کی قابلیت اور لیاقت

فطرت سے بخوبی واقف ہے۔ ’’الله اعلم حیث یجعل رسالته‘‘ جیسا کہ بادشاہت اور حکومت دنیا بلاکسی مزعومی استحقاق کے موہوبہ آسمانی ہے نہ منصوبہ انسانی۔ ایسا ہی نبوت ورسالت بھی بلاکسی خاص حق وپاداش وغیرہ کے خاص عطائے الٰہی ہے۔ مختصر یہ کہ یہ ثابت شدہ صداقت ہے کہ سلطنت ورسالت ہر دو وہبی ہیں نہ کسبی۔ پس نتیجہ یہ نکلا کہ نہ کسی کی اتباع سے نہ کسی عبادت وریاضت سے۔ نہ کسی عمل وکسب سے انسان نبی بن سکتا ہے۔ جتنے نبی آج تک مبعوث ہوئے ان کی نبوت کسی کی اتباع سے نہ تھی۔ بلکہ بذات خود نبی تھے اوران کی نبوت عطیہ الٰہی تھی۔ جب یہ درست ہے تو پھر اعتراض ہی کیا ہے؟ ناحق اس پر لے دے کرنا کسی مومن باللہ کا کام نہیں۔ جب حضور کے غلاموں میں نبوت کے کاروبار کو جاری رکھنے اور فروغ دینے کی قابلیت دربار خداوندی سے عطاء ہوچکی ہے تو پھر کسی کو نبی بنانے کی کیا ضرورت تھی۔

شیخ صاحب...... اگر اس کو تسلیم کرلیا جائے تو جس خلافت روحانی کا وعدہ قرآن کریم میں دیا گیا تھا وہ کہاں جائے گی؟ اللہ تعالیٰ تو قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ: ’’وعدالله الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنهم فی الارض (نور)‘‘ ﴿تم لوگوں میں جو ایمان لائے اور عمل صالح کرتے ہیں ان سے خدا کا وعدہ ہے کہ ان کو خلافت ضرور دے گا جیسے ان لوگوں کو خلافت عطاء کی جو ان سے پہلے ہوگزرے ہیں۔﴾

اس خلافت سے دو قسم کی خلافت کا وعدہ دیا گیا ایک روحانی اور ایک جسمانی۔ جسمانی خلافت کو سب مانتے ہیں۔ مگر خلافت روحانی کا مسئلہ حضرت مرزاصاحب نے آکر دنیا کو سمجھایا کہ آنحضرت کا کمال یہ ہے کہ ان کے بعد ان کے روحانی خلیفے ہوتے رہیں گے جو آکر دنیا میں دین اسلام کی اشاعت کرتے رہیں گے اور یہ ظاہر ہے کہ نبی کا خلیفہ نبی ہی ہونا چاہئے۔

مولوی صاحب...... اس آیت پاک کی تفسیر میں تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ اس سے مراد صرف خلافت ظاہری یعنی سلطنت مراد ہے اور یہ وعدہ پورا ہوا۔ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی مرتضیٰ (رضی اللہ عنہم) بادشاہ ہوئے۔ ان کے بعد اور خلفاء ہوتے رہے اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہوا۔ مگر اس آیت میں یا کسی اور آیت میں یہ وعدہ ہرگز نہیں ہے کہ: ’’تم میں ہم نبی پیدا کریں گے۔‘‘ اگر اس سے خلافت روحانی وجسمانی بھی مراد لی جائے تو کچھ ہرج کی بات نہیں۔ کیونکہ صحابہ کرامؓ کے متعلق یہ کہنا کہ ان کی دنیاوی ترقی یہ ہے اور روحانی ترقی یہ ہے۔ بالکل غلط ہے۔ انہوں نے تو صرف ایک جامع ترقی کی ہے جو روحانی اور دنیاوی

دونوں ترقیوں پر مشتمل ہے۔ ان کی خلافت کو ہم روحانی بھی کہہ سکتے ہیں اور دنیاوی بھی۔ لیکن دیکھنے کے قابل یہ بات ہے کہ جن کی خلافت پر تمام امت کا اجماع ہے اور جن کی نسبت خود جناب مرزا صاحب اور ان کے متبعین کو دعویٰ ہے کہ وہ ان کے مداح اور خاک پاء[1] ہیں۔ انہوں نے کبھی اپنی خلافت کو نبوت ورسالت سے تعبیر نہیں کیا اور نہ وہ کسی قسم کی نبوت ورسالت کے مدعی ہوئے اور نہ آج تک تیرہ صدیوں میں کسی نے ان کو جزوی نبی تسلیم کیا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ آج اس خلافت کو نبوت ورسالت سے تعبیر کیا جارہا ہے؟

حضرت نبی کریم ﷺ نے اس آیت کی تفسیر بھی خود ہی فرمادی اور اس خلافت کا ہمیشہ کے لئے فیصلہ فرمادیا۔ چنانچہ حضور نے ارشاد فرمایا کہ:

۱...... ’’**کانت بنو اسرائیل تسوسھم الانبیاء کلما ھلک نبی خلفه نبی وانه لا نبی بعدی وسیکون خلفاء فیکثرون** (بخاری شریف، مشکوٰۃ شریف) ‘‘ ﴿بنی اسرائیل کی حکومت انبیاء کے ہاتھ میں تھی۔ جب ایک نبی انتقال کرتا تو دوسرا نبی اس کا خلیفہ بنادیا جاتا۔ لیکن میرے بعد ایسا نہیں ہوگا۔ کیونکہ (میں خاتم النّبیین ہوں) میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ البتہ میرے کثرت سے خلیفہ ہوں گے جو اس کام کے وارث ہوں گے۔﴾

۲...... یہی وجہ تھی کہ حضور ﷺ نے حضرت عمر فاروقؓ کی نسبت ارشاد فرمایا کہ: ’’**لو کان بعدی نبیا لکان عمر ابن الخطاب** (ترمذی شریف ومشکوٰۃ شریف) ‘‘ ﴿اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر بن الخطابؓ کا حق تھا۔ (چونکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔ اس لئے عمر بن خطاب نبی نہیں بن سکتے)﴾

۳...... تمام امت نے اسی لئے اتفاق کیا ہے کہ حضرت علیؓ خلیفہ ہیں نبی نہیں۔ کیونکہ حضور انور ﷺ نے ان کی نسبت ارشاد فرمایا کہ: ’’**انت منی بمنزلة ھرون من موسیٰ الّا انه لا نبی بعدی** (بخاری ومسلم) ‘‘ ﴿(اے علی) تیری مثال بالکل ہارون اور موسیٰ کی ہے (فرق صرف یہ ہے کہ) میرے بعد کوئی نبی نہیں۔﴾

حضور ﷺ نے اس حدیث میں صاف فرمادیا کہ موسوی سلسلہ کی مماثلت تامہ کی یہاں ضرورت نہیں۔ موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ ہارون نبی تھے۔ مگر میرے خلیفہ علی نبی نہیں۔ کیونکہ میں خاتم النّبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی دوسرا نبی نہیں کہلاسکتا۔ اس سے یہ مسئلہ بھی غلط ثابت ہوگیا

[1] مرزا قادیانی لکھتے ہیں کہ: ’’میرے لئے یہی فخر کافی ہے کہ میں ان لوگوں کا مداح اور خاک پاء ہوں۔‘‘ (کتاب دین الحق ص۸۸)

کہ ’’نبی کا خلیفہ نبی ہونا چاہئے۔‘‘ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو حضور ﷺ فرماتے کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ ہارون علیہ السلام نبی تھے ایسا ہی حضرت علیؓ بھی میرے بعد خلیفہ اور نبی ہوں گے۔ بلکہ حضور ﷺ تو یہ فرماتے ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اس لئے اے علیؓ تم نبی نہیں ہوسکتے۔

اگر حضور ﷺ کے بعد نبی نہ ہونا حضور ﷺ کی شان کے منافی ہے۔ تو کل کو کوئی اگر یہ کہے کہ خدا کی شان پر اس سے دھبہ لگتا ہے کہ وہ اپنے مثل کسی کو خدا یا خالق نہیں بنا سکتا تو کیا جواب ہوگا؟ بعینہ یہی صورت آپ کے کہنے کی ہے کہ: ’’حضور ﷺ نے آکر اس سلسلہ نبوت کو بند کر دیا۔ جو آپ کی شان پر ایک قسم کا دھبہ ہے۔‘‘

بہرحال حضرت نبی کریم ﷺ کی شان اور آپ کے ارشادات پر جب غور کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ نہ اب کسی نئے نبی کی ضرورت باقی ہے اور نہ کوئی نیا نبی بن سکتا ہے۔ بلکہ ہر قسم کی نبوت کا مدعی اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے اور اسی پر تمام فقہائے امت کا اجماع ہے۔ مثال کے طور پر یہ بھی سن لیجئے۔

۱...... فقہ اکبر میں ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں: ’’**ودعوی النبوة بعد نبینا علیه الصلوٰة والسلام کفر بالاجماع**‘‘

’’حضرت نبی کریم ﷺ کے بعد (کسی قسم کی) نبوت کا دعویٰ کرنا بالاتفاق کفر ہے۔‘‘

۲...... الاشباہ والنظائر (۲) میں ہے۔ ’’**اذا لم یعرف ان محمداً صلی الله علیه وسلم اٰخر الانبیاء فلیس بمسلم انه من ضروریات**‘‘

’’جس نے حضرت نبی کریم ﷺ کو آخرالانبیاء نہ مانا وہ مسلمان نہیں۔ کیونکہ آپ کو آخرالانبیاء ماننا ضروریات دین سے ہے اور جو اس کا منکر ہے وہ چونکہ ضروریات دین کا منکر ہے۔ اس لئے وہ کافر ہے۔‘‘

۳...... تفسیر کشاف میں ہے کہ: ’’**باب حکم المرتد وهو الذی یکفر بعد اسلامه نطقا او اعتقاداً اوشکاً او فعلام (الیٰ ان قال) او ادعی النبوة اوصدق من ادعاها بعد النبی ﷺ کفر لانه مکذب بقول الله تعالیٰ ولکن رسول الله وخاتم النّبیین ولقوله علیه السلام وانه لا نبی بعدی** (کشاف القناع عن متن الامتناع)‘‘

’’باب ہے حکم مرتد میں اور وہ وہ ہے کہ جو اسلام لانے کے بعد زبانی یا اعتقادی طور پر یا ازروئے شک یا اپنے فعلوں کے کفر کرے (یہاں تک کہا کہ) یا نبوت کا دعویٰ کرے یا مدعی نبوت

کو سچا جانے۔ حضرت نبی کریم ﷺ کے بعد وہ کافر ہے۔ کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کے اس قسم کہ ’’وہ اللہ کے رسول اور خاتم النّبیین ہیں اور حضور علیہ السلام کے اس ارشاد کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں‘‘ کو جھٹلاتا ہے۔‘‘

۴...... ’’فمن ادعی النبوة اوصدق من ادعاها کفر لانه مکذب الله تعالیٰ فی قوله لکن رسول الله وخاتم النّبیین والحدیث لا نبی بعدی وفی الخبر لا تقوم الساعة حتیٰ یخرج ثلاثون کذاباً یزعم انه رسول الله (شرح منتهی الارادات)‘‘

’’جو شخص نبوت کا دعویٰ کرے یا اس کی تصدیق کرے وہ کافر ہے۔ کیونکہ ایسا شخص اللہ تعالیٰ کے قول ’’لکن رسول الله وخاتم النّبیین‘‘ اور حدیث ’’لا نبی بعدی‘‘ اور اس حدیث کہ ’’قیامت قائم نہیں ہوگی، جب تک تیس[۱] جھوٹے دجال پیدا نہیں ہولیں گے۔ جن میں کا ہر ایک خیال کرے گا کہ وہ اللہ کا رسول ہے‘‘ کو جھٹلاتا ہے اور اس پر ایمان نہیں رکھتا۔‘‘

۵...... ’’اذا لم یعرف الرجل ان محمداً ﷺ اٰخر الانبیاء علیهم وعلیٰ نبینا الصلوٰة والسلام فلیس بمسلم وکذالک لوقال انا رسول الله اوقال بالفارسیة من پیغمبرم یکفر انکار اٰیة من القراٰن کفرو (فتاویٰ عالمگیری)‘‘

’’جب تک کوئی شخص یہ نہیں پہچان لیتا کہ حضرت محمد ﷺ سب نبیوں کے آخر (یعنی ختم کرنے والے) ہیں وہ مسلمان نہیں۔ ایسا ہی جو شخص کہتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں یا فارسی زبان میں کہا کہ میں پیغمبر ہوں کافر ہے۔ کیونکہ قرآن شریف کی ایک آیت کا انکار کرنا بھی کفر ہے۔‘‘

۶...... شرح شفا میں پوری تفصیل سے اس مسئلہ پر روشنی ڈالی گئی ہے اور آخر میں جا کر لکھا ہے: ’’واجمعة الامة علیٰ حمل هذا الکلام علیٰ ظاهره وان مفهومه المراد به دون تاویل ولا تخصیص فلا شک فی کفر هٰؤلاء الطوائف کلها قطعاً اجماعاً وسمعاً (شرح شفا ص ۳۶۲)‘‘

’’اور اس بات پر تمام امت کا اجماع ہے کہ یہ تمام کام ظاہر پر مبنی ہے جو لکھے ہوئے اور ظاہر معنی میں یہی مراد ہیں اس میں کسی قسم کی تاویل کی گنجائش نہیں۔ پس یہ سب مدعی نبوت وغیرہ قطعاً اجماعاً اور سمعاً کافر ہیں۔‘‘

[۱] اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ قیامت تک تیس ہی جھوٹے آئیں گے اور ان کے سوا اگر اور مدعی ہوں گے تو سچے ہوں گے۔ بلکہ حضور انور ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد جو نبوت کا دعویٰ کرے گا وہ جھوٹا ہوگا۔ اگرچہ تیس ہزار مدعی ہوں۔ یہ کثرت کے لئے بیان ہوا ہے۔

اس قدر تصریحات کے ہوتے ہوئے پھر نبوت کے دروازے بند ہو جانے کا انکار کرنا کس قدر دلیری اور ہٹ دھرمی ہے۔ اگر خاتم النّبیین سے مراد یہی ہے کہ حضور ﷺ کے بعد نبی آتے رہیں گے تو یہ بتا دیا جائے کہ پھر اس سے ثابت ہوا کہ آپ کے بعد نبوت حقیقی کا دروازہ بند ہے یا تشریعی نبی نہیں آئیں گے۔ بلکہ غیر مستقل اور غیر تشریعی یا ظلی اور بروزی نبی آیا کریں گے؟

شیخ صاحب...... یہ بھی حدیث سے ثابت ہے۔ کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ: ''لم یبق من النبوۃ الا المبشرات'' ﴿اب نبوت باقی نہیں رہی۔ البتہ اچھے خواب باقی ہیں۔﴾

اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے بعد جزوی نبی یا دوسرے الفاظ میں غیر تشریعی نبی آتے رہیں گے۔

مولوی صاحب...... یہ بے شک حدیث میں ہے اور حدیث بھی صحیحین کی ہے۔ اس کی صحت پر امت محمدیہ کا اتفاق ہے۔ مگر جو معنی آپ لوگ سمجھتے ہیں وہ صحیح نہیں۔ مسلم شریف کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور ﷺ کا یہ ارشاد مرض موت میں تھا۔ ایسی حالت میں حضور ﷺ کا یہ ارشاد فرمانا اس بات کی صاف دلیل ہے کہ حضور ﷺ اپنی امت کو آگاہ فرماتے ہیں بلکہ متنبہ کرتے ہیں کہ دیکھو نبوت ختم ہوگئی۔ میری نبوت کے بعد جو نبوت کا مدعی ہو اسے جھوٹا سمجھنا۔ البتہ بعض لوگوں کو سچے خواب آیا کریں گے۔ ان خوابوں کی وجہ سے ان کو دعوائے نبوت میں سچا نہ سمجھ لینا اور یہی اس کا جواب حضور ﷺ نے اپنی زبان پاک سے ارشاد فرمایا۔ جب صحابہ کرامؓ نے عرض کیا۔ ''قالوا وما المبشرات قال الرؤیا الصالحۃ (بخاری ومسلم)'' ﴿مبشرات سے کیا مراد ہے؟ حضور نے فرمایا وہ سچے خواب ہیں۔﴾

حضور ﷺ کا مطلب بالکل صاف ہے کہ حضور انور کے بعد نبوت باقی نہیں رہی۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ البتہ خواب باقی ہیں جو آپ کی امت کے کاملین کے لئے ایک چیز باقی ہے۔ ان کو سچے خواب ہوتے رہیں گے۔ جس سے وہ واقعات آئندہ سے لوگوں کو آگاہ کرتے رہیں گے جن سے ان کو بشارت ہوتی رہے گی۔ اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ جس کو امام احمد اور ابن ماجہ اور طبرانی روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''ذہبت النبوۃ وبقیۃ المبشرات'' ﴿نبوت تو ختم ہو چکی ہے (صرف) مبشرات باقی ہیں۔﴾

اس حدیث کو طبرانی اور ابن خزیمہ جیسے دو بڑے محدثوں نے صحیح کہا ہے اور اسی مضمون کی ایک حدیث محدث ابی یعلی نے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ: ''ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت ولا نبی ولا رسول بعدی'' ﴿رسالت اور نبوت منقطع ہوگئی۔ میرے

بعد اب نہ کوئی نبی ہوگا اور نہ رسول ہوگا۔﴾

ان تمام احادیث پر غور کرنے سے کسی طرح کا شک وشبہ نہیں رہ سکتا کہ حضور انور ﷺ کے بعد منصب نبوت باقی نہیں رہا۔ اب جو نبوت کا دعویٰ کرے گا وہ جھوٹا ہے۔ آپ کا ناحق ایسے ضعیف اور بودے دلائل سے کام چلانے کی کوشش کرنا لاحاصل ہے۔ البتہ اگر کوئی زبردست دلیل موجود ہو تو اس کو پیش کیجئے۔ مگر دلیل ایسی ہو کہ جس میں ناحق باتیں بنانے کی ضرورت نہ ہو۔ بلکہ صراحتاً مذکور ہو کہ حضور ﷺ کے بعد غیرتشریعی یا جزوی نبی آتے رہیں گے۔

شیخ صاحب...... ایک دوسری حدیث صراحتاً ثابت کرتی ہے کہ حضور ﷺ کے بعد جزوی نبوت باقی ہے اور وہ حدیث یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ: ''ان من امتی محدثین ومعلمین ومکلمین وان عمر منهم'' ﴿میری امت میں محدث ومعلم ومکلم ہوتے رہیں گے اور عمرؓ انہیں میں سے ہیں۔﴾

بنابریں جب کہ امت محمدیہ میں سے بھی یہ شرف کسی کو حاصل ہوا تو وہ لاریب پایہ نبوت کو پہنچا اور جزوی نبی ہوا۔

مولوی صاحب...... یہ حدیث تو جہاں تک میرا خیال ہے کسی حدیث کی کتاب میں میری نظر سے نہیں گذری۔ لیکن اس میں کوئی ہرج بھی نہیں۔ اس حدیث میں بھی کوئی لفظ ایسا نہیں جس سے غیرتشریعی نبوت ثابت ہوتی ہو۔ البتہ ایجاد بندہ قابل داد ہے کہ کس طرح سے اپنا مطلب نکالنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس حدیث میں حضرت عمر فاروقؓ کا نام آیا ہے۔ اس لئے اس کا جواب بہت آسان لفظوں میں پیش کر دیا جاتا ہے۔ اگر کسی اور بزرگ کا نام ہوتا تو شاید اس حدیث پر ردوکد کرنے کی ضرورت پڑتی۔ سنئے! بخاری شریف میں یہ مضمون اس طرح مروی ہے کہ حضور انور ﷺ نے فرمایا کہ: ''انه كان فيما مضىٰ قبلكم من الامم محدثون وانه ان كان في امتي هذه فانه عمر ابن الخطاب'' ﴿تم سے پہلی امتوں میں محدث گزرے ہیں۔ میری امت میں یہ شرف عمر ابن الخطاب کو حاصل ہے۔﴾

لیکن اس کی حقیقت بھی خود حضور انور ﷺ نے فرمادی اور شاید اسی لئے فرمائی کہ حضور ﷺ کو معلوم تھا کہ آئندہ چل کر ایسے لوگ پیدا ہونے والے ہیں کہ جو کہیں گے کہ: ''محدث بھی ایک معنی سے نبی ہی ہوتا ہے۔'' (توضیح المرام ص۱۸، خزائن ج۳ ص۶۰)

حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''قد كان قبلكم من بني اسرائيل رجال يكلمون من غير ان يكونوا انبياء فان يكن في امتي احد فعمر'' (بخاری شریف)

﴿تم سے پہلے بنی اسرائیل میں ایسے لوگ بھی تھے جن کو شرف مکالمہ بخشا جاتا تھا مگر وہ نبی نہیں ہوتے تھے۔ میری امت میں ایسا شخص عمرؓ ہے کہ جو نبی تو نہیں مگر شرف مکالمہ سے مشرف ہے۔﴾

اس حدیث سے صاف ظاہر ہوگیا کہ محدث ومکلم نبی نہیں ہوتا۔ پس آپ کی یہ دلیل بھی غلط ثابت ہوگئی۔ بلکہ اس حدیث سے الٹا آپ پر الزام بھی قائم ہوگیا۔

شیخ صاحب...... اگر اس دلیل سے ہمارا مقصد حاصل نہیں ہوتا تو کیا حرج ہے۔ ہمارے پاس قرآن کی آیت موجود ہے جو صاف کہہ رہی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد بھی نبی ورسول آتے رہیں گے۔ تاکہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل میں حسب منطوق آیہ ’’**وقفینا من بعده بالرسل**‘‘ پے درپے رسول آتے رہے۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ (جو مثیل موسیٰ ہیں) کی امت میں بھی رسول آتے رہیں گے۔ تاکہ مماثلت کامل طور پر ثابت ہو اور وہ آیت یہ ہے کہ: ’’**یٰبنی اٰدم اما یاتینکم رسل منکم یقصمون علیکم اٰیٰتی** (اعراف)‘‘ ﴿اے بنی آدم! اگر تمہارے درمیان سے تم پاس رسول آئیں اور میری آیات تمہیں سنائیں۔﴾

جس سے ثابت ہے کہ بہت سے رسول آتے رہیں گے۔ اگر نبوت ورسالت کا دروازہ بند کردیا گیا تھا تو رسولوں کے آنے کا وعدہ کیوں دیا گیا؟

مولوی صاحب...... یہ آیت بے شک قرآن مجید میں ہے۔ مگر اس کا مطلب جو آپ سمجھے ہیں وہ نادرست ہے۔ اس آیت کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ حضور انور ﷺ کے بعد قیامت تک رسول آتے رہیں گے۔ کیونکہ یہ معنی اس لحاظ سے بھی غلط ہیں کہ مرزاقادیانی اور ان کے ماننے والوں کے خیالات کے بھی خلاف ہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک نبی صرف ایک مرزاقادیانی ہی ہیں اور وہی منصب نبوت کے قائل ہیں۔ چنانچہ رسالہ تشحیذ الاذہان بابت ماہ جنوری ۱۹۱۴ء میں لکھا ہے کہ:

’’پہلی خصوصیت: آپ (یعنی مرزاقادیانی) نبی اللہ ہیں اور امت محمدیہ میں یہ خطاب صرف آپ ہی کو ملا۔‘‘

(اسی کے صفحہ۳ پر لکھا ہے کہ مرزاقادیانی فرماتے ہیں کہ)’’اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس امت میں سے گذر چکے ہیں ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا ہوں اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں۔ کیونکہ کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ اس میں شرط ہے اور وہ شرط ان میں پائی نہیں جاتی اور ضرور تھا کہ ایسا ہوتا تاکہ آنحضرت ﷺ کی پیشین گوئی صفائی سے پوری ہوجاتی۔ کیونکہ اگر دوسرے صلحاء جو مجھ سے پہلے گذر چکے ہیں وہ بھی

اس قدر مکالمہ ومخاطبۂ الٰہیہ اور امور غیبیہ سے حصہ پالیتے تو اس صورت میں آنحضرت ﷺ کی پیشین گوئی میں ایک رخنہ پڑ جاتا۔ اس لئے خداتعالیٰ کی مصلحت نے ان بزرگوں کو اس نعمت کو پورے طور پر پانے سے روک دیا۔ جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ ایسا شخص ایک ہی ہوگا تاکہ وہ پیشین گوئی پوری ہو جائے۔'' (حقیقت الوحی ص ۳۹۱، خزائن ج ۲۲ ص ۴۰۶)

پس اگر یہ مانا جائے کہ اکثر رسول پے درپے آتے رہیں گے تو مرزاقادیانی کا مذکورہ بالا دعویٰ اور استدلال غلط ہو جاتا ہے اور اگر مرزاقادیانی کا مندرجہ بالا ارشاد صحیح ہے تو اس آیت سے استدلال پکڑنا باطل ثابت ہوا۔

۱...... حقیقی جواب اس کا یہ ہے کہ علامہ سیوطی درمنثور میں اور امام ابن جریر طبری میں سند ہے۔ یہ روایت کرتے ہیں کہ یہ آدم علیہ السلام کے خروج جنت کے وقت کا ان کی اولاد اوّلین کو خطاب کا ذکر ہے۔ چنانچہ ہزاروں لاکھوں نبی دنیا میں پے درپے آتے رہے جن کے اخیر میں حضور انور ﷺ خاتم النّبیین ہوکر مبعوث ہوئے اور خداتعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ: ''قل یایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً (اعراف)'' ﴿(اے نبی) تو کہہ، لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوکر آیا ہوں۔﴾

اور پھر فرمایا: ''وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین (انبیاء)'' ﴿(اے محمد!) ہم نے تجھے جہاں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔﴾

آپ ﷺ کی رسالت اب آئندہ تمام زمانوں میں رہے گی۔ آپ ہی رحمت الٰہی کا ایک واحد ذریعہ ہیں۔

۲...... اگر نبوت کا سلسلہ بذریعہ رسل دنیا میں قائم رہتا تو قرآن کریم میں یوں ارشاد ہوتا کہ یارسول اللہ! آپ کے بعد بھی مومنوں کو پیچھے آنے والے رسولوں کی نبوت ووحی پر ایمان لانا ہوگا۔ حالانکہ ایسا نہیں۔ بلکہ ارشاد ہوا کہ:

الف...... ''انا اوحینا الیک کما اوحینا الیٰ نوح والنّبیین من بعدہ (نساء)'' ﴿(اے محمد!) ہم نے تیری طرف ایسی وحی بھیجی ہے جیسی ہم نے نوح علیہ السلام اور اس کے بعد اور نبیوں کی طرف بھیجی تھی۔﴾

ب...... ''والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک (بقرہ)'' ﴿جو یقین کرتے ہیں جو کچھ تجھ پر اترا اور جو کچھ تجھ سے پہلے اترا (یعنی دوسرے انبیائے سابقین پر)﴾

ان آیات سے ظاہر ہے کہ صرف آنحضرت ﷺ کی وحی اور ماسوائے اس کے اور انبیائے سابقین کی وحی پر بھی ایمان لانا ضروری ہے۔ تمام قرآن کریم میں اوّل سے آخر تک کوئی بھی ایسی ہدایت اور آیت موجود نہیں کہ جس میں لکھا ہو کہ ’’وما انزل من بعدک ‘‘ آپ ﷺ کے بعد کے رسولوں کے الہام و وحی پر بھی ایمان لانا فرض ہے۔

جس سے صاف ظاہر ہے کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی و رسول نہیں۔ بلکہ برخلاف اس کے حضور ﷺ اپنی امت کو متنبہ فرماتے ہیں کہ میرے بعد جھوٹے نبی پیدا ہوں گے اور ان کی نشانی یہ ہوگی کہ وہ میرے امتی بن کر نبوت کا دعویٰ کریں گے۔ سوتم سن رکھو! میں خاتم النّبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

شیخ صاحب...... آپ کے دلائل نے میری ساری منطق کا ستیاناس کر دیا ہے۔ میرا تو خیال تھا کہ ان باتوں کا جواب علماء کے پاس نہیں۔ مگر آپ کی گفتگو سے معلوم ہوگیا ہے کہ مسلمانوں نے کچھ سوچ سمجھ کر ہی مرزا قادیانی کے دعاوی کو تسلیم نہیں کیا۔ مگر ابھی دو ایک باتوں کا تصفیہ آپ سے کرنا باقی ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ جب قرآن کریم میں حضرت نبی کریم ﷺ کو مؤمنوں کا روحانی باپ قرار دیا ہے اور آپ کی ازواج مطہرات کو مؤمنوں کی مائیں قرار دیا ہے تو حضور ﷺ اسی صورت میں باپ ہو سکتے ہیں کہ ان کی اولاد نبی ہو اور نبوت کی وارث ہو۔ جیسا کہ انبیائے بنی اسرائیل میں تھا۔

مولوی صاحب...... اس سے کس مسلمان نے انکار کیا ہے کہ حضور انور ﷺ تمام مؤمنوں کے روحانی باپ ہیں۔ مگر اس سے یہ کیسے لازم آتا ہے کہ آپ ﷺ کی اولاد نبی ہے بلکہ حضور ﷺ کی اولاد نرینہ اس لئے دنیا میں زندہ نہ رہی کہ اگر وہ نبی نہ بنتی تو بعض نافہموں کو یہ بھی کہنے کا موقع ملتا کہ انبیائے سابقین میں بعض نبی ایسے بھی ہوئے ہیں کہ خود بھی نبی تھے اور ان کے بیٹے بھی نبوت کے وارث ہوئے۔ چونکہ حضور ﷺ کی اولاد نبی نہیں۔ اس لئے شاید مرتبہ میں ان سے کم ہوں گے۔ اس سے آپ کی شان رسالت پر دھبہ لگتا۔ حکمت خداوندی نے اس کا موقع نہیں دیا کہ وہ ایسی گفتگو کر سکیں۔ جب حضور ﷺ کی روحانی اولاد بنی اسرائیل کے انبیاء کا کام دے رہی ہے تو اس کی کیا ضرورت ہے کہ خواہ مخواہ ان کو نبی یا رسول بنانے کی کوشش کی جائے۔

شیخ صاحب...... اگر ایسا ہی ہے تو مجتہد زمانہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے خاتم النّبیین کی تفسیر کرتے ہوئے یہ کیوں فرمایا کہ: ’’قولوا انہ خاتم النّبیین ولا تقولوا انہ لا نبی بعدہ (مجمع بحار الانوار)‘‘ ﴿یہ تو کہو کہ حضور خاتم النّبیین ہیں۔ مگر یہ نہ کہو کہ ان کے بعد کوئی نبی نہیں۔﴾

مجمع بحارالانوار لغت حدیث کی ایک مشہور کتاب ہے اس میں یہ روایت آج تک لکھی ہوئی موجود ہے۔

مولوی صاحب...... شکر ہے کہ آپ کو ڈھونڈھ ڈھانڈھ کر ایک سند تو ملی۔ مگر شاید آپ کو مرزا قادیانی کا یہ قول یاد نہیں رہا کہ ''احمدی وہ ہوگا جو قال اللہ اور قال الرسول کو اپنی ہدایت کی راہ میں دستور العمل قرار دے گا۔''

۱...... یہ قول صحیح حدیث کی کسی کتاب میں مذکور نہیں۔ نہ اس کے راویوں کا پتہ ہے۔ صرف ایک لغت کی کتاب میں موجود ہے۔ جس سے استدلال کرنا کسی حالت میں جائز نہیں۔

۲...... حضور انور ﷺ کے صاف صاف الفاظ جو صحیح اور مستند کتب بخاری اور مسلم اور دیگر صحاح کی کتابوں میں آچکے ہیں۔ ان کے مقابلہ میں ایسا بے سند قول پیش کرنا کیا حیثیت رکھتا ہے۔ حضور انور ﷺ کے مقابلہ میں حضرت صدیقہؓ کے قول سے سند پکڑنا نہایت غلط اصول ہے جو کبھی کسی عقلمند اور اہل علم کے سامنے پسندیدہ نہیں ہوسکتا۔

اور اگر تھوڑی دیر کے لئے مان لیا جائے کہ اس قول کو سنداً پیش کیا جاسکتا ہے تو پھر بھی کچھ فائدہ نہیں ہوسکتا۔

۳...... کیونکہ حضرت صدیقہؓ کا اصل مطلب اور مقصد یہ ہے کہ حضور ﷺ کو خاتم النّبیین تو کہو۔ مگر یہ نہ کہو کہ ان کے بعد کوئی رسول نہ آئے گا۔ کیونکہ حضور ﷺ کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو نبی اللہ ہیں ظاہر ہوں گے اور وہ آکر آپ ﷺ کی شریعت کی تابعداری کریں گے۔ حضرت صدیقہؓ کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ حضور ﷺ کے خاتم النّبیین ہونے کے بعد قیامت تک پے در پے رسول آتے رہیں گے۔

۴...... جس موقعہ پر مصنف کتاب نے اس قول کو درج کیا ہے۔ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول من السماء کے بارے میں ہے اور مصنف نے اس قول کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے نازل ہونے کی سند میں پیش کیا ہے۔ ''نؤ من ببعض و نکفر ببعض'' پر عمل کرنا یہ کہاں کی صداقت اور ایمانداری ہے؟

شیخ صاحب...... یہ قول تو فی الواقع ایسا ہی معلوم ہوتا ہے جیسا کہ آپ نے بیان فرمایا ہے۔ اب صرف یہ بتادیجئے کہ حضرت شیخ الاکبر ابن عربی نے پھر یہ کیوں لکھا ہے کہ: ''فما ارتفعت النبوة بالکلیة لهٰذا قلنا ارتفعت نبوة التشریع فهٰذا معنی لا نبی بعده (فتوحات مکیه) '' { نبوت بالکل نہیں اٹھ گئی۔ بلکہ تشریعی نبی نہیں آئے گا۔ یہی معنی ہیں ''لا نبی بعدی ''

کے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ صاحب شریعت کوئی نبی اب نہیں آسکتا۔

مولوی صاحب...... اکثر لوگ شیخ الاکبر کے اس مضمون کو بڑی حیرت سے سنتے ہیں اور مرزا قادیانی کے معتقدین اس کو بڑے زور وشور سے پیش کیا کرتے ہیں اور سننے والے حیران رہ جاتے ہیں کہ اتنا بڑا شیخ بھی یہی کہتا ہے کہ نبوت غیرتشریعی باقی ہے۔ مگر یہ حیرت واستعجاب صرف اسی وقت تک رہتا ہے جب تک اس کی حقیقت سمجھ میں نہیں آتی۔

سنو! شیخ الاکبر کی مراداس سے وہ نبوت نہیں جو قادیانی حضرات مراد لیتے ہیں۔ بلکہ ان کی مراداس سے ولایت ہے۔ چنانچہ شیخ الاکبر اپنے قول کی تائید میں اپنے پیرومرشد کی دعا نقل کرتے ہیں کہ:

۱...... ’’کان شیخنا ابو العباس ابن العریف الصنهاجی یقول فی دعائه اللهم انک سددت باب النبوة والرسالة دوننا ولم تسد باب الولایة (فتوحات مکیه ج۲ ص۱۲۸)‘‘

’’ہمارے شیخ ابوالعباس ابن العریف الصنہاجی اپنی دعا میں فرماتے تھے کہ الٰہی! تو نے نبوت ورسالت کا دروازہ تو ہمارے لئے بند کردیا ہے(لیکن) ولایت کا دروازہ تو بند نہیں کیا ہے۔‘‘

پھر فتوحات مکیہ کی جلد۲ص۷۶ پر فرماتے ہیں کہ:

۲...... ’’اسم النبی زال بعد رسول اللہ ﷺ‘‘

’’حضرت نبی کریم ﷺ کے بعد نبی کا نام بھی نہیں رہا۔‘‘

پھر اسی جلد۲ص۳باب۷۳ میں فرماتے ہیں کہ:

۳...... ’’وسددنا باب اطلاق لفظ النبوة علیٰ هذ المقام‘‘

’’مقام غیرتشریعی نبوت (یعنی ولایت) میں ہم نے نبی کہلانے کا دروازہ بند کردیا۔‘‘

۴...... ان متذکرہ صدر عبارات سے ظاہر ہوگیا کہ شیخ الاکبر کے نزدیک نبوت غیرتشریعی سے مراد ولایت ہے اور نبوت کے لغوی معنی مراد ہیں نہ شرعی اور اسی لئے آپ لکھتے ہیں:’’وان کانوا فی النبوة اللغویة‘‘ جس سے ثابت ہوگیا کہ نبوت کی تقسیم بالفاظ دیگر نبوت لغویہ اور نبوت شرعیہ ہوگی۔ نبوت شرعیہ کی ممانعت خود شیخ کے کلام سے واضح ہوچکی ہے۔ پس اس کو سند کے لئے پیش کرنا کس قدر زبردستی اور دھوکا دہی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ صوفیہ کے کلام میں اکثر ایسے استعارات ہوتے ہیں مگر وہ کسی مسئلہ میں دلیل شرعی نہیں بن سکتے۔ جیسے خم، خمخانہ، میخانہ، ساقی، شراب وغیرہ۔ اصطلاحات صوفیہ تمام تصوف کی کتابوں میں موجود ہیں۔ چاہے ان کی حقیقت کوئی دوسری ہو یا نہ ہو۔ مگر وہ شرعی مسئلہ میں سند نہیں ہوسکتے اور نہ کسی دوسرے آدمی کو حق ہے کہ وہ ان کی وجہ سے ان پر

کوئی فتویٰ صادر کر سکے۔ یہی حال شیخ کی اس نبوت غیر تشریعی یعنی ولایت کا ہے۔

شیخ صاحب...... آپ کے نزدیک مولانا رومی کے اس قول کا کیا مطلب ہے ۔

او نبی وقت خویشن است ای مرید

مولوی صاحب...... یہ قول بھی شیخ الاکبر کے قول ہی کی طرح ہے۔ مولانا نے شیخ ومرشد کی فضیلت اوراس کی اہمیت کے لئے فرمادیا ہے۔ نہ مولانا اس کے قائل ہیں کہ نبوت کا دروازہ کھلا ہے اور نہ اس کے قائل ہیں کہ کوئی شخص نبی کہلانے کا اب مجاز ہے۔ بلکہ مولانا نے ’’علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل ‘‘ کی تشریح میں شیخ وقت کو تشبیہ اور استعارہ کے طور پر لکھ دیا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ ایسے اقوال کسی مسئلہ شرعی میں سند نہیں ہوسکتے۔ آپ کسی مفسر یا محدث یا کسی فقیہ کے فتویٰ کو پیش کیجئے۔ یہ سب باتیں یار لوگ محض دھوکہ دہی کے لئے پیش کیا کرتے ہیں۔ ورنہ وہ خود بھی خوب جانتے ہیں کہ ان دلائل سے کبھی کامیابی نہیں ہوسکتی۔

شیخ صاحب...... آپ کے پاس کوئی اور ثبوت ختم نبوت کا ہو تو میں اس کو بھی سننا چاہتا ہوں۔ میرے دل میں جتنے شبہات تھے ان کا تو ازالہ ہو چکا ہے اور اس مسئلہ کی اصلیت میرے ذہن نشین ہوچکی ہے۔

مولوی صاحب......

۱...... یہ تو آپ سن چکے ہیں کہ خاتم النّبیین میں خاتم سے ایسی مہر مراد ہے جس کے معنی بند کرنے کے ہیں۔ اب دروازہ نبوت بند ہوگیا ہے۔ کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔

۲...... یہ بھی مفصل بیان ہو چکا ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے خاتم النّبیین کے معنی آخر النّبیین کئے ہیں۔

۳...... قرآن کریم کی آیات سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ خاتم النّبیین کے معنی ختم نبوت کے ہیں۔

۴...... شریعت کامل ومکمل ہوچکی۔ اب کسی نبی کی ضرورت نہیں۔

۵...... کامل نبی کے بعد ناقص نبی کی کوئی ضرورت نہیں۔ کامل کی موجودگی میں ناقص کی خریداری کرنے والا عقلمند نہیں کہلاسکتا۔ اس کی اب کیا ضرورت ہے کہ حضور انور ﷺ جیسے کامل واکمل رسول کے بعد ناقص اور جزوی نبی مانا جائے۔

۶...... جب حضور ﷺ نے خود ایسے مدعیان نبوت کو جو آپ کے بعد ہوں گے اور اپنے آپ کو نبی خیال کریں گے دجالون، کذابون (جھوٹے دجال) فرمایا ہے۔ تو ایسی حالت میں کسی مدعی

نبوت کو مان کر کانٹوں پر لوٹنے کی کیا ضرورت ہے؟

۷...... اب بالمقابل حضور انور ﷺ کے ارشادات کے کسی دوسرے شخص کے قول کو ماننا یا بالمقابل صحیحین یا دیگر کتب احادیث کے ادھر ادھر کے غیر مستند اقوال یا ضعیف اور موضوع احادیث سے غیر تشریعی نبوت کا مسئلہ نکالنا یا الہام کی بناء پر نبوت کا دعویٰ کرنا فی الحقیقت حضرت نبی کریم ﷺ کی تعلیم اور تفسیر سے گویا انکار کرنا ہے۔

۸...... خداوند پاک قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے:''اطیعوا اللہ ورسولہ'' خدا اور اس کے رسول کی تابعداری کرو۔

اگر دروازہ نبوت بند نہ ہوتا اور حضور انور ﷺ کے بعد کوئی نبی آنے والا ہوتا تو بجائے رسول واحد کے رسل جمع کا لفظ ہوتا۔

۹...... اگر ناقص نبوت کا دروازہ کھلا ہے تو ان تیرہ صدیوں میں کون کون ناقص نبی بنا۔ (اور جب کہ بقول مرزا قادیانی کہ نبی کی علامت یہ ہے کہ اپنی نبوت کا تحدی کے ساتھ دعویٰ بھی کرے) تو کس کس نے دعویٰ کیا؟ کیا چونکہ کسی صاحب ایمان اور راست باز آدمی نے آج تک دعویٰ نبوت نہیں کیا۔ اس واسطے ثابت ہے کہ نبوت کا دروازہ حضرت نبی کریم ﷺ کے بعد بند ہے۔ محض مجددین کی بحث سے یہ مسئلہ حل نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ یہ بھی ظاہر ہے کہ کسی مجدد نے آج تک نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ بلکہ سب نے یہی لکھا ہے کہ نبوت کا مدعی ان کے نزدیک بھی کافر ہے۔

۱۰...... حضرت امام غزالیؒ (جن کو مجدد بھی کہا جاتا ہے) مکاشفات القلوب (باب ۱۱۱) میں تحریر فرماتے ہیں کہ:''حضرت جبرائیل علیہ السلام بوقت وفات آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ میرا زمین پر آخری دفعہ کا اترنا ہے۔ اب وحی بند ہوگئی۔ اب مجھے دنیا میں آنے کی ضرورت نہیں رہی۔ آپ ﷺ کے واسطے میرا آنا ہوا کرتا تھا۔ اب میں اپنی جگہ پر قائم رہوں گا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت انور ﷺ کی لاش مبارک پر کھڑے ہوکر درود پڑھنے لگے اور روکر کہنے لگے کہ یا رسول اللہ! آپ ﷺ کے مرنے سے وہ بات منقطع ہوگئی جو کسی نبی اور رسول کے مرنے سے منقطع نہ ہوئی تھی۔ یعنی جبرائیل کا نازل ہونا۔ جب وحی کا آنا ہی بند ہے تو کسی کا رسول بننا بھی منع ہے۔ البتہ الہام الٰہی کا دروازہ کھلا ہے۔ وہ اولیائے امت کو ہمیشہ ہوتا رہے گا۔ مگر الہام کی وجہ سے کوئی مدعی نبوت نہیں ہوسکتا اور نہ کسی کا الہام کسی کے لئے دین میں سند ہوسکتا ہے۔''

شیخ صاحب...... مولوی صاحب آپ نے جو کچھ فرمایا ہے وہ میرے ذہن نشین ہوگیا ہے

اور میں سمجھ گیا ہوں کہ جناب رسول خدا ﷺ کے بعد منصب نبوت باقی نہیں رہا۔ اس لئے اب جو دعویٰ نبوت کرے گا وہ جھوٹا ہے۔ اس کے جھوٹے ہونے میں کسی طرح کا شک وشبہ نہیں ہے۔ جو لوگ خواہ مخواہ بعض آیات قرآنیہ پیش کر کے نبوت کو ثابت کرتے ہیں ان کی محض جہالت اور لاعلمی ہے۔ مگر وفات اور حیات مسیح کا مسئلہ ابھی باقی ہے۔ اس میں بہت سے خدشات موجود ہیں۔ اگر آپ اس کو بھی حل فرمادیں تو بے حد شکر گزاری کا موجب ہوگا۔

مولوی صاحب...... حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات اور حیات کا مسئلہ بھی سمجھا دیا جائے گا۔ مگر جب ہم نے مرزا قادیانی کے دعویٰ نبوت کو غلط ثابت کر دکھایا ہے۔ اب ہمیں حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات وممات پر بحث کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ مرزا قادیانی کے غلط دعاوی کو چھپانے کے لئے خواہ مخواہ حضرت مسیح کی حیات وممات کی فضول بحث چھیڑی جاتی ہے۔ اگر حضرت مسیح مر گئے اور کوئی دوسرا مسیح موعود ہے تو وہ ایک مقدس راست باز ہوگا۔ جس کا جھوٹا ہونا قرآن وحدیث اور اس کے اپنے اقوال سے ثابت ہو۔ وہ مسیح موعود کیسے بن سکتا ہے؟

سرکاری محکمہ میں جگہ خالی ہونے سے اسی شخص کو وہ اسامی مل سکتی ہے جس کے پاس سٹرفکیٹ کامیابی کا موجود ہو اور جس نے کوئی امتحان پاس نہیں کیا وہ اپنے معتبر ہونے اور اچھے چال چلن کو ثابت نہیں کر سکتا۔ وہ اس جگہ کا کس طرح مستحق ہوسکتا ہے۔ یہ یار لوگوں کی محض چالاکی ہے کہ انہوں نے مرزا قادیانی کے غلط دعاوی اور ان کے کذب پر پردہ ڈالنے کے واسطے حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات وممات کو اپنی سپر بنا رکھا ہے اور اگر آپ کی مرضی ہے تو پھر کسی دوسرے موقع پر آپ کی اس مسئلہ میں بھی تسلی کرادی جائے گی۔

شیخ صاحب...... اللہ تعالیٰ آپ کو اجر عظیم دے۔ آپ نے میرا ایمان بچانے میں میری دستگیری فرمائی۔ انشاء اللہ تعالیٰ کسی دوسرے موقع پر فرصت نکال کر اور حاضر خدمت ہوکر پھر حیات مسیح کے مسئلہ کو سمجھ لوں گا۔

سید صاحب...... حضرت مولوی صاحب کا شکریہ بھی ضروری ہے کہ ان کی وجہ سے ہم کو آج اس بحث کے سننے کا موقع نصیب ہوا اور ہم کو بے حد خوشی ہوئی ہے کہ شیخ صاحب کے خیالات کی اصلاح ہوگئی ہے۔ اب رات کے قریباً ۲ بج چکے ہیں۔ (گھڑی دیکھ کر) ہاں ٹھیک اڑھائی بجے کا وقت ہے۔ اب آپ لوگ بھی جاکر استراحت فرمائیں۔

مولوی صاحب...... اور شیخ صاحب السلام علیکم کہہ کر رخصت ہوئے اور سید وزیر حسن صاحب اپنے پلنگ پر جاکر لیٹ گئے اور اس طرح سے اس مذہبی مکالمہ کا خاتمہ ہوا۔

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

کلمۂ حق

حضرت مولانا محمد حسین سرحدی صاحب

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قال اللہ تبارک وتعالیٰ

تعاونوا علے البر والتقویٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان
(یعنی آپس میں مدد کرو نیکی اور پرہیزگاری میں اور مدد نہ کرو گناہ اور ظلم میں)

پاکستان بن جانے کے بعد یہ خیال تھا کہ اور کچھ ہو یا نہ ہو، کم ازکم اتنا ضرور ہوگا کہ یہ فتنۂ مرزائیت ختم ہو جائے گا۔ جس کا ناپاک پودا شوکت اسلامی کی تخریب کے لئے انگریز کے ناپاک ہاتھوں سے لگایا گیا تھا۔ لیکن دیکھنے میں آیا کہ پہلے کی نسبت اس وقت یہ فتنہ زیادہ پھیلتا جارہا ہے اور کمی نہیں بلکہ زیادتی ہورہی ہے۔

غضب یہ کہ مرزائی اسلام سے نکل کر رسول کریم ﷺ کی عزت وناموس اور مسلمانوں کے ایمان کے ڈاکو ہوتے ہوئے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر رہے ہیں اور یہ بھی اس لئے کہ مسلمانوں کے خلاف اپنی ناپاک کوششوں اور دجالی فریب کاریوں میں پورے طور پر کامیاب ہوسکیں اور اسی واسطے ارتداد سے توے کی طرح سیاہ اور دجالیت سے بھرے چہرہ پر اسلامی نقاب ڈالنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں۔

بناء بریں اہل اسلام نے ضروری سمجھا کہ فی الحال موجودہ ماحول میں حضور پرنور ﷺ کی عزت وناموس اور اپنے ایمان کی حفاظت کی خاطر نیز مسلمانان پاکستان کے دنیاوی اور ملکی حقوق کے بچاؤ کے لئے حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا جائے کہ:

۱...... مرزائیوں کو قانوناً مسلمانوں سے الگ اقلیت قرار دیا جائے۔

۲...... سرظفر اللہ خاں مرزائی کو فوراً وزارت سے ہٹادیا جائے اور یہ مقدس امانت کسی مسلمان کے سپرد کی جائے۔

۳...... مرزائیوں کی اس کافرانہ تبلیغ کو فی الفور بند کر دیا جائے جس سے کہ مسلمانوں کے ایمان پر ڈاکہ ڈالا جارہا ہے۔

مسلمانوں کا یہ مطالبہ ایسا صاف اور واضح ہے کہ کوئی بھی انصاف اور عقل رکھنے والا

انسان اس کے جائز نہیں بلکہ واجب القبول ہونے میں شک نہیں کر سکتا۔ مگر نہ معلوم حکومت پاکستان کے حکام کو کیا سوجھی اور کس غلط فہمی میں مبتلا ہوئے۔ بجائے اس کے کہ مسلمانوں کا یہ جائز اور حکومت پاکستان کے لئے انسانی اور اسلامی قانون کے ماتحت واجب القبول مطالبہ کو فوراً مان کر عمل میں لے آتے۔ الٹے بگڑ بیٹھے اور ان کی اسلامی اور مذہبی تبلیغ پر ہی پابندی لگادی۔ جس سے کہ اہل اسلام کے دلوں میں رنج وغم کی لہر دوڑ گئی اور مجبوراً قدرتی طور پر حکومت پاکستان کے موجودہ ارباب اختیار کے متعلق قسم قسم کے خیالات وشبہات پیدا ہونے لگے۔

رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ: ''الدین النصیحة لله ورسوله ولأئمة المسلمین وعامتهم ''یعنی دین اس چیز کا نام ہے کہ خیرخواہی کی جائے۔ اللہ کے لئے اور اس کے رسول کے لئے اور مسلم حاکموں کی اور عام مسلمانوں کی۔ (بخاری جلد۱ ص۱۳ تعلیقاً)

اس ارشاد نبوی ﷺ کی رو سے ضروری معلوم ہوا کہ حکومت پاکستان کے مسلم حکام کی خدمت میں حقیقت حال کو واضح کر دیا جائے اور اگر وہ کسی وجہ سے کسی غلط فہمی میں مبتلا ہوں تو وہ دور ہو جائے۔ سو گذارش ہے کہ اہل اسلام کا تو یہ قطعی فیصلہ ہے کہ جو لوگ جناب رسول کریم ﷺ کے بعد کسی مدعی نبوت کو مان لیں۔ وہ مسلمانوں میں شامل نہیں رہ سکتے۔ بلکہ فوراً اسلام اور اہل اسلام سے کٹ جاتے ہیں۔

لیکن مرزا غلام احمد قادیانی کا بھی اپنے ماننے والوں کے متعلق یہی فیصلہ ہے کہ اس کی جماعت مسلمانوں سے کلی طور پر علیحدہ اور الگ ہے اور اس غرض کے لئے اس نے حکومت میں درخواست بھی دی تھی کہ اس کی جماعت کی خانہ پری سرکاری کاغذات میں الگ کی جائے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے: ''چونکہ اب مردم شماری کی تقریب پر سرکاری طور پر اس بات کا التزام کیا گیا ہے کہ ہر ایک فرقہ جو دوسرے فرقوں سے اپنے اصولوں کے لحاظ سے امتیاز رکھتا ہے۔ علیحدہ خانہ میں اس کی خانہ پری کی جائے اور جس نام کو اس فرقہ نے اپنے لئے پسند اور تجویز کیا ہے۔ وہی نام سرکاری کاغذات میں اس کا لکھا جائے۔ اس لئے ایسے وقت میں قرین مصلحت سمجھا گیا ہے کہ اپنے فرقہ کی نسبت ان دونوں باتوں کو گورنمنٹ عالیہ کی خدمت میں یاد دلایا جائے اور نیز اپنی جماعت کو

ہدایت کی جائے کہ وہ مندرجہ ذیل تعلیم کے موافق استفسار کے وقت لکھوائیں۔‘‘

(اشتہار واجب الاظہار ص الملحقہ تریاق القلوب ص ۳۸۹، خزائن ج ۱۵ ص ۵۱۷)

پھر نام کے بارے میں لکھتا ہے کہ: ’’مناسب معلوم ہوا کہ اس فرقہ کا نام فرقہ احمدیہ رکھا جائے۔‘‘ (اشتہار واجب الاظہار ص ۴، تریاق القلوب ص ۳۹۹، خزائن ج ۱۵ ص ۵۲۷)

اور پھر اسی کے مطابق اپنے ماننے والوں کو تلقین بھی کی کہ تمام اہل اسلام سے الگ تھلگ رہیں اور کلی طور پر مسلمانوں کو ترک کر دیں۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ: ’’تمہیں دوسرے فرقوں کو جو دعویٰ اسلام کرتے ہیں، بکلی ترک کرنا پڑے گا اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔ پس تم ایسا ہی کرو۔ کیا تم چاہتے ہو کہ خدا کا الزام تمہارے سر پر ہو اور تمہارے عمل حبط ہو جائیں اور تمہیں کچھ خبر نہ ہو۔‘‘ (اربعین نمبر ۳ ص ۲۸ حاشیہ، خزائن ج ۱۷ ص ۴۱۷)

ایک اور مقام پر اپنے آپ کو ذوالقرنین بتلا کر مسلمانوں اور عیسائیوں کے مقابلہ میں اپنی جماعت کو علیحدہ قوم قرار دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ: ’’غرض ذوالقرنین کے معنے ہیں دو صدیاں پانے والا۔ اب خدا تعالیٰ نے اس کے لئے تین قوموں کا ذکر کیا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ پہلی قوم جو مغرب میں ہے اور آفتاب وہاں غروب ہوتا ہے اور وہ تاریکی کا چشمہ ہے۔ یہ عیسائیوں کی قوم ہے۔ جس کا آفتاب صداقت غروب ہوگیا اور آسمانی حق اور نور ان کے پاس نہیں رہا۔

دوسری قوم اس کے مقابل میں وہ ہے جو آفتاب کے پاس ہے۔ مگر آفتاب سے فائدہ نہیں اٹھا سکتی یہ مسلمانوں کی قوم ہے۔ جن کے پاس آفتاب صداقت قرآن شریف اس وقت موجود ہے۔ مگر ’’دابۃ الارض‘‘ (اسلامی علماء) نے ان کو بے خبر بنا دیا ہے اور وہ اس سے ان فوائد کو حاصل نہیں کر سکتے۔ بجز جلنے اور دکھ اٹھانے کے، اب ایک تیسری قوم ہے جس نے ذوالقرنین سے التماس کی کہ یاجوج ماجوج کے در سے بند کر دے تاکہ وہ ان کے حملوں سے محفوظ ہو جاویں۔ وہ ہماری قوم ہے۔ جس نے اخلاص اور صدق دل سے مجھے قبول کیا۔ خدا تعالیٰ کی تائیدات سے میں ان حملوں سے اپنی قوم کو محفوظ کر رہا ہوں جو یاجوج ماجوج کر رہے ہیں۔‘‘

(زندہ نبی اور زندہ مذہب ص ۵۵)

اسی کے مطابق ایک اور مقام پر لکھتا ہے کہ: ’’دھوپ میں جلنے والے وہ لوگ ہیں جنہوں نے مسلمانوں میں سے، مجھے قبول نہیں کیا اور کیچڑ کے چشمے میں تاریکی میں بیٹھے والے عیسائی ہیں جنہوں نے آفتاب کو نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا اور وہ قوم جن کے لئے دیوار بنائی گئی وہ میری جماعت ہے۔‘‘ (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱۴۷، خزائن ج۲۱ ص۳۱۴)

اور پھر اس بات کی تائید میں کہ وہ خود اور اس کے ماننے والے ہر لحاظ سے مسلمانوں سے الگ تھلگ ہیں۔ لکھتا ہے: ’’اس فرقہ میں تلوار کا جہاد بالکل نہیں اور نہ اس کی انتظار ہے۔ بلکہ یہ مبارک فرقہ نہ ظاہر طور پر اور نہ پوشیدہ طور پر جہاد کی تعلیم کو ہرگز جائز نہیں سمجھتا اور قطعاً اس بات کو حرام جانتا ہے کہ دین کی اشاعت کے لئے لڑائیاں کی جائیں۔‘‘

(اشتہار واجب الاظہار ص۱، خزائن ج۱۵ ص۵۱۷،۵۱۸)

اور یہ بھی لکھتا ہے کہ: ’’ہم بارہا لکھ چکے ہیں کہ قرآن شریف ہرگز جہاد کی تعلیم نہیں دیتا۔‘‘ (ضمیمہ رسالہ جہاد ص۱۰، مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۲۵۰)

نیز لکھتا ہے کہ: ’’یاد رکھو کہ اسلام میں جو جہاد کا مسئلہ ہے میری نگاہ میں اس سے بدتر اسلام کو بدنام کرنے والا اور کوئی مسئلہ نہیں۔‘‘

(اشتہار ’’اپنی جماعت کے لئے ضروری نصیحت‘‘ مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۵۸۴)

پھر یہ بھی لکھا ہے کہ: ’’میرا مذہب جس کو میں بار بار ظاہر کرتا ہوں، یہی ہے کہ اسلام کے دو حصے ہیں۔ ایک یہ کہ خداتعالیٰ کی اطاعت کریں۔ دوسرے اس سلطنت کی جس نے امن قائم کیا ہو۔ جس نے ظالموں کے ہاتھ سے اپنے سایہ میں ہمیں پناہ دی ہو سو وہ سلطنت برطانیہ ہے۔‘‘ (اشتہار گورنمنٹ کی توجہ کے لائق ص۳، مندرج شہادۃ القرآن، خزائن ج۶ ص۳۸۰)

نیز یہ بھی لکھا ہے: ’’میرے نزدیک واجب التعظیم اور واجب الاطاعت اور شکرگذاری کے لائق گورنمنٹ انگریزی ہے۔ جس کے زیر سایہ امن کے ساتھ یہ آسمانی کاروائی میں کر رہا ہوں۔‘‘ (اشتہار حسین کامی سفیر سلطان روم، مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۴۱۵)

پھر یہ ارشاد بھی ملاحظہ ہو کہ: ’’ہم لندن کے بازاروں میں دین اسلام کی تائید کے لئے

وہ وعظ کر سکتے ہیں جس کا خاص مکہ معظمہ میں میسر آنا ہمارے لئے غیر ممکن ہے۔‘‘

(ست بچن ص۱۵۳، خزائن ج۱۰ص۲۷۷)

اور یہ بات اس نے درست کہی ہے۔ کیونکہ جس کا مذہب یہ ہو کہ اسلام انگریز کی اطاعت کا نام ہے۔ اس کے اسلام کی تبلیغ مکہ معظمہ میں کب ہو سکتی ہے۔ ایسے اسلام کی تبلیغ تو ملکہ وکٹوریہ کی گلیوں میں ہو سکتی ہے۔ جس کی محبت نے انگریز کی اطاعت کو فرض اور اسلام کا حصہ قرار دے دیا تھا۔ چنانچہ لکھتا ہے کہ: ’’چونکہ یہ مسئلہ تحقیق شدہ ہے کہ دل کو دل سے راہ ہوتا ہے۔ اس لئے مجھے ضرورت نہیں کہ میں اپنی زبان کی لفاظی سے اس بات کو ظاہر کروں کہ میں آپ (ملکہ وکٹوریہ) سے دلی محبت رکھتا ہوں اور میرے دل میں خاص طور پر آپ کی محبت، اور عظمت ہے۔ ہماری دن رات کی دعائیں آپ کے لئے آب رواں کی طرح جاری ہیں۔‘‘

(ستارہ قیصرہ ص۹، خزائن ج۱۵ص۱۱۹)

’’یہ مسیح موعود جو دنیا میں آیا تیری ہی وجود کی برکت اور دلی نیک نیتی اور سچی ہمدردی کا ایک نتیجہ ہے۔‘‘ (ستارہ قیصرہ ص۸، خزائن ج۵ص۱۱۸)

اور پھر واجب الاطاعت اور واجب التعظیم گورنمنٹ انگریزی کی توجہ عنایت اپنی طرف مبذول کرانے کی خاطر یہ بھی لکھتا ہے کہ: ’’اس جگہ بارہا بے اختیار دل میں یہ بھی خیال گذرتا ہے کہ جس گورنمنٹ کی اطاعت اور خدمت گذاری کی نیت سے ہم نے کئی کتابیں مخالفت جہاد اور گورنمنٹ کی اطاعت میں لکھ کر دنیا میں شائع کیں اور کافر وغیرہ اپنے نام رکھوائے اسی گورنمنٹ کو اب تک معلوم نہیں کہ ہم دن رات کیا خدمت کر رہے ہیں۔‘‘

(اشتہار المنار مجموعہ اشتہارات ج۳ص۳۴۵)

اپنی جماعت کے متعلق بھی لکھتا ہے کہ: ’’یہ ایک ایسی جماعت ہے جو سرکار انگریزی کی نمک پروردہ اور نیک نامی حاصل کردہ اور مورد مراحم گورنمنٹ ہیں۔‘‘

(اشتہار بحضور نواب لیفٹیننٹ گورنر بہادر مجموعہ اشتہارات ج۳ص۲۰)

اور صریحاً تعلیم قرآن کے خلاف اور اہل اسلام کے اعتقاد کے بالمقابل حضرت عیسیٰ

علیہ السلام کے بارے میں لکھتا ہے کہ: ’’اس کو جھوٹ بولنے اور بدزبانی کرنے اور گالیاں نکالنے کی عادت تھی اور اس کے ہاتھ میں سوائے مکروفریب کے اور کچھ نہ تھا اور تین پشتوں تک اس کی دادیاں اور نانیاں زناکار اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے اس کا وجود ظہور پذیر ہوا۔‘‘

(ضمیمہ انجام آتھم ص۵،۷، خزائن ج۱۱ ص۲۸۹،۲۹۱)

ان تمام دل خراش اور گستاخانہ خرافات وکفریات کے علاوہ جو سب سے بڑی چیز ہے اور ان تمام کفریات کے لئے بنیاد ہے۔ جس کے ساتھ خدا اور اس کے رسول کی تکذیب لازم آتی ہے اور جس کے ساتھ انسان فوراً ہی اسلام اور اہل اسلام سے کٹ جاتا ہے۔ وہ حضورﷺ کے بعد دعویٰ نبوت ہے اور یا آپﷺ کے بعد کسی مدعی نبوت کو مان لینا ہے۔ چنانچہ اس بارے میں مرزاغلام احمد لکھتا ہے کہ: ’’میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں۔‘‘

(مرزاقادیانی کا خط اخبار عام کے نام، مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۵۹۷)

اور یہ بھی لکھتا ہے کہ: ’’اس امت میں نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا۔‘‘ (حقیقت الوحی ص۳۹۱، خزائن ج۲۲ ص۴۰۶،۴۰۷)

اور پھر لکھتا ہے کہ: ’’جو مسلمان مجھے نہیں مانتے اور میرے دعویٰ کی تصدیق نہیں کرتے وہ کنجریوں زناکار عورتوں کی اولاد ہیں۔‘‘ (آئینہ کمالات ص۵۴۹، خزائن ج۵ ص ایضاً)

اور اس کا لڑکا بشیرالدین محمود جو اس وقت اس کا جانشین ہے وہ کہتا ہے کہ: ’’یہ بالکل صحیح بات ہے کہ ہر شخص ترقی کر سکتا ہے اور بڑے سے بڑا درجہ پا سکتا ہے۔ حتیٰ کہ محمد رسول اللہﷺ سے بھی بڑھ سکتا ہے۔‘‘ (اخبار الفضل قادیان دارالامان مورخہ ۱۷؍جولائی ۱۹۲۲ء)

ان کھلے واقعات اور حقائق کو پیش کر کے حکومت پاکستان کے ارباب اختیار کی خدمت میں یہ التماس کرنے کی جرأت کرتا ہوں کہ لِلّٰہ آپ ان حقائق کی روشنی مین حقیقت حال معلوم کرنے کی کوشش کیجئے اور حاکم ہونے کے لحاظ سے جس طرح بے گناہ لوگوں کی مالی اور جانی حفاظت آپ کے ذمہ ہے اس سے کہیں بڑھ کر ان کے ایمان کی حفاظت کرنا آپ کے لئے ضروری ہے۔ تو اس بناء پر ’’تعاونوا علی البر والتقویٰ ولا تعاونوا علی الاثم

والعدوان‘‘

ارشاد خداوندی کو سامنے رکھ کر سوچئے کہ اس وقت ایماندارانہ طور پر آپ کا فرض کیا ہے اور کیا اسے انجام دیا جارہا ہے اور اگر وہ فرض ادا نہیں ہوتا تو اس کا انجام کیا ہوگا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم یہاں کسی وجہ سے خدا ورسول کے دشمنوں کا ناجائز طور پر ساتھ دیں اور قیامت کے دن ہمیں ندامت اٹھانی پڑے اور ’’وکذلک نولی بعض الظالمین بعضاً بما کانوا یکسبون‘‘ کے زیر ہدایت جب کہ مختلف قسم کے مجرموں کو ایک دوسرے کے ساتھ ملایا جائے گا۔ کہیں اس دن ایسا نہ ہو کہ فرشتے ہمیں ساقی کوثرﷺ کے کنارہ عاطفت سے کھینچ کر دجالین کی صف میں کھڑا کر دیں کہ تم نے دنیا میں ان کا ساتھ دیا تھا۔ اب ان کے ساتھ ہی رہنا ہوگا۔ نعوذ باللہ من ذالک!

اللہ ہمیں اس ذلت وخواری سے محفوظ رکھے۔ آمین!

حکومت پاکستان کے مسلم حکام کو دینی بھائی سمجھ کر نصیحت اور ہمدردی کے طور پر میں نے یہ کلمۂ حق کہہ دیا ہے اور امید واثق رکھتا ہوں کہ اس ناچیز کا یہ ’’کلمۂ حق‘‘ بے اثر نہیں رہے گا۔

’’وما علینا الا البلاغ‘‘

احقر العباد محمد حسین عفی عنہ، فاضل دیوبند

تقریظ بسیط

(حضرت مولانا مولوی خالد محمود صاحب، فاضل دیوبند)

اتحاد وایتلاف کی غلط فہمی میں حد غلو تک پہنچنے والے حضرات کے لئے جو نصوص کتاب وسنت سے بے اعتنائی برتتے ہوئے کفر واسلام کے بنیادی اور حقیقی امتیازات کو فراموش کر کے دنیا کو ایمان کی روحانی شعاعوں سے محروم کر دینا چاہتے ہیں۔ مقام عبرت ونصیحت ہے کہ قرآن پاک جس نے وحدت واتحاد کا ساری دنیا کو سبق دیا۔ ایمان وکفر جیسے نازک معاملہ میں خود ہی فارق وفاصل ہوکر مومن کو کافر سے اور کافر کو مومن سے علیحدہ قرار دیتا ہے۔ ’’ھو الذی خلقکم فمنکم کافر ومنکم مومن‘‘ اگر ایک طرف ’’لا تفرقوا‘‘ ارشاد فرمایا اور اپنا نام قرآن رکھا۔ یعنی ملانے والا تو دوسری طرف اپنا نام فرقان بھی رکھا۔ یعنی ’’تفریق کرنے والا‘‘ دعوت اتحاد کا

مقصد یہ ہے کہ جملہ نسلی، ملکی اور ذاتی امتیازات ختم ہونے چاہئیں تاکہ دین واحد ہو جائے۔ ’’لیکون الدین کله لله‘‘ اور دعوت فرقان کا مقصد یہ ہے کہ ایک امتیاز ضرور باقی رہنا چاہئے اور وہ حق وباطل اور کفر واسلام کا امتیاز ہے۔ ’’انه لقول فصل وما هو بالهزل‘‘

قرآن پاک ایسے فساد پرور اتحاد کا شدید مخالف اور اپنی شان فرقانیت میں نہایت سخت ہے۔ وہ اس بات کو برداشت نہیں کرتا کہ برائی اپنی صورت پر قائم رہتے ہوئے نیکی کے ساتھ رل جائے اور تاریکی اپنی سیاہی کے باوجود نور میں مل جائے اور اس طرح نہ نیکی نیکی رہے اور نہ بدی بدی، ظلمت ظلمت رہے اور نہ روشنی روشنی۔ یاد رکھئے! قیاس ہی وہ تاریکی ہے جس میں ہر شئے کا اصلی وجود پہلے مشتبہ اور آخرکار معدوم وحل ہو جاتا ہے۔ مسلمانوں کی پچھلی سات صدیوں کی تاریخ قومی تنزل کا سبب اوّل اسی حقیقت کو شمار کرتی ہے۔

امت مرزائیہ اور امت مسلمہ کی موجودہ کشمکش میں یہی عمل ہمارے ارباب حل وبسط کا ہے کہ مسلمان باوجودیکہ آنحضرت ﷺ کے بعد ہر مدعی نبوت کو دجال وکذاب اور مرتد سمجھتے ہیں اور مرزائی باوجودیکہ مرزاغلام احمد قادیانی کو خدا کا نبی مانتے ہیں۔

’’مسلمان باوجودیکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایک اولوالعزم معصوم پیغمبر اور ان کے خاندان کو از روئے قرآن پاک طاہر ومطہر مانتے ہیں اور مرزائی باوجودیکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو شرابی، زانیہ عورتوں سے اختلاط رکھنے والا اور ان کے خاندان کو از روئے کتب مرزاغلام احمد زناکار عورتیں اور کنجریاں سمجھتے ہیں۔‘‘ ہمارے ارباب اقتدار، برطانوی مکتب فکر کے ماتحت دونوں کو ایک قوم شمار کر رہے ہیں۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ استقلال ملت اوّل مشتبہ ہو جائے اور آخرکار معدوم ہو جائے۔

مرزاغلام احمد قادیانی کا کفر وارتداد بینات میں سے ہے اور اس کے ساتھ نسبت عقیدت رکھنے والے تمام لوگ باتفاق جمیع اہل اسلام مرتد اور خارج عن الاسلام ہیں اور یہ امر ان کے خارج عن الملت اور خارج عن القوم ہونے کو مستلزم ہے۔ چنانچہ قرآن پاک نے مرتدین کو ایک علیحدہ قوم شمار کیا ہے۔

’’کیف یھدی اللہ قوماً کفروا بعد ایمانھم وشھد وان الرسول حق وجاء ھم البینٰت واللہ لا یھدی القوم الظالمین ‘‘﴿ کیونکر ہدایت کرے اللہ اس قوم کو جو اپنے ایمان لانے کے بعد اور اپنے اس اقرار کے بعد کہ رسول سچے ہیں کافر ہوگئے اور اللہ تعالیٰ ایسے ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں کرتے۔﴾

تاجدار ختم نبوت بھی دین چھوڑنے والے کو جماعت یعنی ’’قوم کا چھوڑنے والا‘‘ قرار دیتے ہیں۔ فقیہ الامت سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود نقل کرتے ہیں۔

’’............ لا یحل دم امرئ مسلم یشھد ان لا الہ الا اللہ وانی رسول اللہ الّا باحدیٰ ثلٰث النفس بالنفس والثیب الزانی والمفارق لدینہ التارک الجماعۃ (صحیح بخاری ج۲ ص۱۰۱۶) ‘‘﴿جو مسلمان شہادت دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور یہ کہ میں اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا ہوں۔ اس کا خون حلال نہیں سوائے ان تین باتوں میں سے کسی ایک کے ساتھ قاتل ہو‘ یا شادی شدہ ہوکر زانی ہو‘ اور یا دین چھوڑ کر جماعت (قوم) چھوڑنے والا ہو۔﴾

شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے ’’المفارق لدینہ ‘‘ کا سب سے پہلا مصداق مرتد کو شمار کیا ہے۔ اس ارشاد نبوی نے آفتاب کی طرح واضح کردیا کہ اگر کوئی دین سے علیحدہ ہو جائے تو اس کا جماعت یا قوم سے علیحدہ ہو جانا لازمی ہے۔

یادرکھئے! مسلمان ایک مستقل قوم ہیں جو کافر یا مرتد ہوں وہ اس قوم میں شمار نہیں رہ سکتے۔

’’عن ابن عباس ان النبی ﷺ لقی الراکبون اذا باالروحأ فقال من القوم قالوا المسلمون (الحدیث صحیح مسلم ج۱ ص۴۳۱) ‘‘﴿حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ حضور مقام ’’روحاء‘‘ پر کچھ سواروں سے ملے اور پوچھا تم کون سی قوم ہو، انہوں نے کہا ’’مسلمان‘‘﴾

انہیں اسلامی تصریحات سے جو قطع ویقین کا درجہ رکھتی ہیں متاثر ہوکر نقاش پاکستان علامہ اقبالؒ نے حکومت سے مطالبہ کیا تھا۔

’’میری رائے میں حکومت کے لئے بہترین طریق کار یہ ہوگا کہ وہ قادیانیوں کو ایک

علیحدہ جماعت تسلیم کرلے۔‘‘ (حرف اقبال ص۱۲۸)

پھر لطف یہ ہے کہ امت مرزائیہ کی بھی سماجی اور ثقافتی پالیسی یہی رہی ہے کہ وہ غیروں سے الگ ہے۔ (اخبار الفضل قادیان ج۵ ص۶۹،۷۰، مورخہ ۲۶؍فروری،۲؍مارچ ۱۹۱۸ء) لکھا: ’’کیا مسیح ناصری نے اپنے پیروؤں کو یہود بے بہبود سے الگ نہیں کیا۔ کیا وہ انبیاء جن کی سوانح کا علم ہم تک پہنچا ہے اور ہمیں ان کے ساتھ جماعتیں بھی نظر آتی ہیں۔ انہوں نے اپنی ان جماعتوں کو غیروں سے الگ نہیں کردیا۔ ہر ایک شخص کو ماننا پڑے گا کہ بیشک کیا ہے پس اگر مرزاقادیانی نے بھی جو کہ نبی اور رسول ہیں اپنی جماعت کو منہاج نبوت کے مطابق غیروں سے الگ کردیا تو نئی اور انوکھی بات کون سی کی۔‘‘ (قادیانی مذہب ص۶۴۱)

۲...... ’’یہ جو ہم نے دوسرے مدعیان اسلام سے قطع تعلق کیا ہے اوّل تو یہ خداتعالیٰ کے حکم سے تھا نہ اپنی طرف سے اور دوسرے وہ لوگ ریاپرستی اور طرح طرح کی خرابیوں میں حد سے بڑھ گئے ہیں اور ان لوگوں کو ان کی ایسی حالت کے ساتھ اپنی جماعت کے ساتھ ملانا، ان سے تعلق رکھنا ایسا ہی ہے جیسا کہ عمدہ اور تازہ دودھ میں بگڑا ہوا دودھ ڈال دیں جو سڑ گیا ہے اور اس میں کیڑے پڑ گئے ہیں۔ اسی وجہ سے ہماری جماعت کسی طرح ان سے تعلق نہیں رکھ سکتی اور نہ ہمیں ایسے تعلق کی حاجت ہے۔‘‘ (ارشاد مرزاغلام احمد قادیانی رسالہ تشحیذ الاذہان قادیان ج۶ نمبر۸ ص۱۵۱)

۳...... ’’غیر احمدیوں سے ہماری نمازیں الگ کی گئیں۔ ان کو لڑکیاں دینا حرام قرار دیا گیا۔ ان کے جنازے پڑھنے سے روکا گیا۔ اب باقی کیا رہ گیا جو ہم ان کے ساتھ مل کر کرسکتے ہیں۔ دو قسم کے تعلقات ہوتے ہیں۔ ایک دینی دوسرے دنیاوی۔ دینی تعلق کا سب سے بڑا ذریعہ عبادت کا اکٹھا ہونا ہے اور دنیوی تعلقات کا بھاری ذریعہ رشتہ وناطہ ہے۔ سو یہ دونوں ہمارے لئے حرام قرار دیئے گئے۔‘‘ (کلمۃ الفصل مصنفہ مرزابشیراحمد مندرجہ رسالہ ریویو آف ریلیجنز ص۱۶۹ نمبر۴ ج۱۴)

پس جب کہ امت مرزائیہ بھی اپنے آپ کو مسلمانوں سے کلی طور پر الگ سمجھتی ہے۔

(دیکھو اربعین نمبر۳ ص۲۸ حاشیہ، خزائن ج۱۷ ص۴۱۷)

اور مسلمان بھی اسے مرتد اور خارج عن الملت قرار دیتے ہیں تو مقام تعجب ہے کہ

ہماری حکومت کو اسے مسلمانوں سے علیحدہ قرار دینے میں کون سی چیز مانع ہے۔ پھر جب کہ پاکستان کا سنگ بنیاد بھی اسلامی قومیت کی ہی امتیازی حدود تھیں تو مقام حیرت ہے کہ اسی تصور حیات کے داعی صرف اس کے لئے زیرعتاب سمجھے جارہے ہیں کہ اب اس کی زد براہ راست فرنگی کے خودکاشتہ پودے پر پڑ رہی ہے۔

حکومت پاکستان کا فرض ہے کہ نزاکت وقت کا صحیح جائزہ لیتے ہوئے تدبر وبصیرت سے کام لے اور تانفاذ دستور اسلامی امت مرزائیہ کو مسلمانوں سے الگ مرتد اقلیت قرار دے۔ نیز مملکت پاکستان کی کلیدی آسامیوں سے ان تمام مرزائیوں کو برطرف کردے۔ جن کے ناپاک ارادے یہ ہیں: ’’حکومت ہمارے پاس نہیں کہ ہم جبر کے ساتھ ان لوگوں کی اصلاح کریں اور ہٹلر یا مسولینی کی طرح جو شخص ہمارے حکموں کی تعمیل نہ کرے اسے ملک سے نکال دیں اور جو ہماری باتیں سنے اور ان پر عمل کرنے پر تیار نہ ہو اسے عبرت ناک سزائیں دیں۔ اگر حکومت ہمارے پاس ہوتی تو ہم ایک دن کے اندر اندر یہ کام کر لیتے۔‘‘

(تقریر مرزامحمود، مندرجہ اخبار الفضل قادیان ج۲۳ نمبر۲۷۹، از قادیانی مذہب ص۵۹)

یہ چند ضروری باتیں تھیں جو اجمالاً عرض کی گئی ہیں۔ پوری تفصیل آپ کو ’’کلمہ حق‘‘ میں اپنے مالہ وماعلیہ کے ساتھ ملے گی۔ میں نے اس رسالے کو شروع سے لے کر آخر تک دیکھا اور محققانہ اور مناظرانہ ہر اعتبار سے درست اور جامع پایا۔ استدلال میں ہر باریک سے باریک مقام پر بھی حوالہ پیش کیا گیا ہے۔ اﷲتعالیٰ حبی المکرّم مولانا محمد حسین صاحب کو ہر مستفید ومسترشد کی طرف سے جزائے خیر دے کر اس دور پرفتن میں شبانہ روز محنت کے ساتھ تاج وتخت ختم نبوت میں اپنی عقیدت کے پھول پیش کر رہے ہیں اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کی ادائیگی میں سرگرم ہیں۔ حضرت امام العصر المحدث الکبیر شاہ صاحبؒ کا ارشاد ہے۔

’’دعوا کل امرٍ واستقیموا المادھیٰ…… وقد صار فرض العین عند عیان‘‘ اﷲتعالیٰ امت مرحومہ پر فضل فرمائے اور اس دور ابتلاء میں اسے قادیانی شقی ازلی کے فتنہ سے نجات دلائے۔ آمین!

العبد الفقیر: خالد محمود امرتسری، سیالکوٹ

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

قادیانیوں کی عریاں تصویریں

○

جناب سلطان صاحب لاہوری

تفصیلی فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	حسن آوارہ	۲۸۱
۲	چھٹتی نہیں یہ منہ سے کافر لگی ہوئی	۲۸۱
۳	میں ہوں گناہ تو گناہگار کون ہے؟	۲۸۲
۴	چبھتا سوال انوکھا جواب	۲۸۳
۵	کیوں؟ کیوں؟ کیوں؟	۲۸۳
۶	جوان عورت جوان جذبہ	۲۸۳
۷	عاشق نامراد کا خواب	۲۸۳
۸	ایک اور شیطانی خواب	۲۸۴
۹	تیرا دل تو ہے صنم آشنا	۲۸۴
۱۰	اس بازار میں	۲۸۴
۱۱	قادیانی کوک شاستر	۲۸۵
۱۲	قادیانی فقہ	۲۸۷
۱۳	ننگا کلام	۲۸۹
۱۴	عشقیہ شاعری	۲۸۹
۱۵	ہمدم دیرینہ کے سنسنی خیز مشاہدات	۲۸۹
۱۶	جنسی خطبے کے حوالہ جات	۲۹۰
۱۷	پردے کا قادیانی فتویٰ	۲۹۰
۱۸	فاختائیں، سنہری پنجرے میں	۲۹۰
۱۹	الزام جوانی کی وفا	۲۹۱
۲۰	واقفان راز کے قلم سے	۲۹۱

۲۱	لباس اترتا ہے	۲۹۲
۲۲	فرانس کا ناچ گھر	۲۹۳
۲۳	حلفیہ شہادت	۲۹۳
۲۴	یہ حمل کس کا تھا؟	۲۹۴
۲۵	نابالغ بیٹی کی شلوار	۲۹۵
۲۶	شہادت نمبر:۴	۲۹۵
۲۷	سنسنی خیز	۲۹۶
۲۸	یہ کیا ہے؟	۲۹۶
۲۹	بیٹے کا مؤدبانہ بیان	۲۹۶
۳۰	اندھے موڑ	۲۹۷
۳۱	بھاوجہ پر دست درازی	۲۹۷
۳۲	ایک ملفوظ	۲۹۸
۳۳	عصمتوں کا مقتل	۲۹۸
۳۴	خلیفۂ قادیان اور لواطت	۲۹۸
۳۵	اخبارات بھی گواہ ہیں	۲۹۹
۳۶	بیوی کی یاد میں	۲۹۹
۳۷	یہ تفریح ہے؟	۲۹۹
۳۸	لڑکیوں کے جھرمٹ میں	۳۰۰
۳۹	استغفراللہ، استغفراللہ، استغفراللہ	۳۰۰
۴۰	قادیانی مسیح موعود اور قرآن	۳۰۰
۴۱	تذکرہ فاعل ومفعول کا	۳۰۱
۴۲	دود چراغ محفل	۳۰۱
۴۳	نسخہ ارتداد	۳۰۱

۴۴	یہ میں ہی تھا	۳۰۱
۴۵	ایک خط	۳۰۲
۴۶	اہلیہ کے دھوکا میں	۳۰۳
۴۷	چھاتیوں سے پکڑنا چاہا	۳۰۴
۴۸	اس رات کی بات	۳۰۴
۴۹	غسلخانے کی کہانی	۳۰۵
۵۰	قصر خرافات میں نسوانی سسکیاں	۳۰۵
۵۱	جلی حروف میں سرخیاں	۳۰۶
۵۲	قادیان شکن ایک خبر	۳۰۶
۵۳	ہوٹل سسل کی رونق عریاں	۳۰۷
۵۴	ایک لہولہان نظم	۳۰۷
۵۵	اطالوی رقاصہ کا ''الفضل'' میں اعتراف	۳۰۷
۵۶	اور بات پھیل گئی	۳۰۷
۵۷	پھر کیا ہوا؟	۳۰۸
۵۸	مجھے اتنا مزہ آیا	۳۰۸
۵۹	دیوان سنگھ مفتون کے نام	۳۰۹
۶۰	نیچر کا انتقام	۳۰۹
۶۱	بستر بیت الخلا بن گیا	۳۱۰
۶۲	لاعلاج مرض سے معزولی	۳۱۰
۶۳	لاش کو سنوارا گیا	۳۱۱
۶۴	قادیانی حوریں مسلمانوں کے تعاقب میں	۳۱۱
۶۵	دیوار کی اوٹ میں	۳۱۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

’’مقدس بازی گر کو معصوم لڑکیوں کے کپڑے اتار پھینکنے کا کتنا سلیقہ تھا۔ قادیانی خلیفہ کے عشرت کدے میں جانے والی ہر عورت اپنا شباب لٹوا اور عزت گنوا کر آتی، اس کو صرف حسیناؤں کے ننگے بدن تسکین دیتے۔ نئے نویلے الہڑ روپ اور خوبصورت عورتوں کے پستان سے کھیلتے رہنا ہی اس کی ہیجانی طبیعت کو راس تھا۔‘‘

کالی شلوار اور سیاہ چادر کسی اور کا موضوع ہے اپنا ذوق نہیں۔ چونکہ داغ ندامت اور اظہار حقیقت میں بہت فاصلہ ہے۔ اس لئے اہل قلم پر یہ قدغن نہیں لگائی جاسکتی کہ وہ واقعۂ زنا کو پاکیزہ الفاظ میں بیان کریں۔ کوئی ایسا کرنا چاہے بھی تو یہ ممکن کب ہے؟ اگر بات ازار بند کھولنے، چھاتیاں ٹٹولنے اور ثمر جوانی مسلنے کی ہو تو لکھنے والا کیا کرے؟ پائل کی چھن چھن، تنفس کی الجھن اور طبلے کی دھن دھن شائستہ تحریر میں کیسے سما سکتی ہے۔ مچلتے بدن، چنچل چہرے، بہکی نظریں اور شرابی فقروں کے رسیا کو ہم گلچیں تو نہیں کہیں گے۔ جہاں بھوکی نگاہیں حسینوں، بیباک ہاتھ سینوں اور لپکتے ہوئے پاؤں زینوں کی جانب دکھائی دیں، وہاں چراغ گل کر دیئے جانے کا سبب میں بھی جانتا ہوں اور آپ بھی۔

عصمتیں ہیں جس طرح سڑکوں پر ٹوٹے آئینے
جانے اس بستی کی بربادی کہاں تک جائے گی

ربوہ کا قصر خلافت روحانی تشنج اور جسمانی تلذذ کا ماحصل ہے۔ یہ عزتوں کا بوچڑ خانہ ہے اور عصمتوں کا کمیلا...... ننگی فوٹو مکروہ خدوخال...... مکروفریب کے خفیہ گوشے...... اندھے موڑ...... پیر کنشت کی رنگ رلیاں...... سنہری زلفوں کا دھکتا آلاؤ...... پیشانی پر دامن عصمت کے لہو کے قشقے کی جھلکار...... ہونٹوں پر دوشیزاؤں کی شرم گاہیں سہلانے کا داغ...... نگاہوں سے نپ نپ کے کرایہ طے ہونا...... اعضاء نمائی...... مرتشی کا ضمیر...... وقار و کردار کا مرگھٹ...... ایک نہ ایک غنچہ نارسیدہ کی پامالی...... مرقد اتقا...... سارنگی کی میٹر...... سرخ دوپٹوں کا جنازہ...... اٹھتی جوانیاں...... اور بوسیدہ مسہری...... ریاکاریوں کی دیوار...... خباثتوں کے حصار...... یہ ہے قادیانی پردہتوں کی جمع شدہ تمام پونجی۔

قصر خرافات کا سنگین راز یہ ہے کہ وہاں ہر شب، شب یلدا ٹھہرتی ہے۔ تقدیس کے قحبہ خانے میں جانے کیا کیا ہوتا رہا ہے؟ جو کچھ ہم جانتے ہیں، ان میں...... ظالم شراب ہے یہ ظالم شراب ہے...... اطالوی حسینہ...... مس روفو ایک قیامت...... حقیقت پسند پارٹی کے انکشافات...... ایک احمدی خاتون کا بیان...... چاردیواری کے راز گھر کے بھیدی کی زبان سے...... نوجوان لڑکیاں خلافت مآب کے چنگل میں...... امرد پرستی...... مستورات کی بھڑکتی چھاتیاں...... تین سہیلیاں تین کہانیاں...... مرزا محمود کی ایک بیوی کا خط...... سادہ روحوں کی پوجا...... غیور پٹھان کا کمرہ حور و غلمان کے نرغہ میں...... حلفیہ شہادتیں...... جنسی نبوت کا جنس بازار...... میدان معصیت اور دستاویزات...... دریا کے کنارے...... جسم فروشی کا دھندہ...... شہر سدوم کے باسی...... بیٹی کے بستر پر...... تاریخ محمودیت کے چند اہم مگر پوشیدہ اوراق...... یہ تھا قادیانی مذہب کا طویل، مختصر تعارف۔

راقم الحروف اپنے قلم کو اس عنوان سے آلودہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ قلم جو...... کے لئے وقف ہو، اسے مغلظ حوالوں میں الجھا دینا باعث شرم ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ بوس و کنار، چھیڑ چھاڑ اور لپٹا لپٹی کا نقشہ کھینچ دینا بھی ایک طرح سے فحش نگاری یا برائیوں کو مزید ہوا دینے کے زمرہ میں ہی آتا ہے۔ آپ پوچھ سکتے ہیں کہ پھر مجھے یہ داستان رقم کرنے کی کیا سوجھی؟ میں فقط یہ چاہتا ہوں کہ قادیانی احباب پر ان پیشوایان مذہب کی عفریت و عفونت، جنسی دلدلوں، مہذب ہیرامنڈی، شغل بغلگیری، سحر شب گزیدہ، اجالا داغ داغ اور مرزائی سرکس کے درون خانہ مناظر کا بھید کھل جائے۔ انہیں معلوم ہو کہ ایوان خلافت میں صرف عقیدتوں کا خراج ہی بھینٹ نہیں چڑھتا۔ مختلف حیلے بہانوں سے عصمتیں بھی لٹتی رہی ہیں۔ عوام کو پتہ چلے کہ ایک احمدی خلیفہ کے محکمۂ جنسیات نے ''شکار'' گرفت میں لانے کی خاطر کتنے دلکش پھندے لگا رکھے تھے۔ مقدس بازیگر کو معصوم لڑکیوں کے کپڑے اتار پھینکنے کا کتنا سلیقہ تھا۔ قادیانی خلیفہ کے عشرت کدے میں زیارت کو جانے والی ہر عورت اپنا شباب لٹوا اور عزت گنوا کر آتی۔ اس کو صرف حسیناؤں کے ننگے بدن تسکین دیتے۔ نئے نویلے الہڑ روپ اور خوبصورت عورتوں کے پستان سے کھیلتے رہنا ہی اس کی ہیجانی طبیعت کو راس تھا۔ قادیان اور ربوہ میں ایوان خلافت کے بھیدی بتاتے ہیں کہ قادیانی ملت کے خلیفہ ثانی مرزا محمود کے پلنگ پر کئی دفعہ ٹوٹی ہوئی چوڑیاں دیکھی گئیں۔ لہو کے دھبوں کی وجہ سے ہر صبح چادر بدلنا پڑتی۔ شب کے سکوت میں نسوانی سسکیاں اور سحر کے اجالے میں بستر کی معنی خیز

شکنیں اپنی زبان میں رات کا پورا افسانہ کہہ سناتی تھیں۔ خلیفہ صاحب میاں محمود کی جمالیاتی حس، رنگین مزاجی اور تنہائیوں کا خلاصہ کسی شاعر نے یوں بیان کیا ہے۔

تمام شب تمہیں تنہا برہنہ رکھیں گے
ہم آج پھر تیری ہمت کو آزمائیں گے

حسن آوارہ

یہ جرم ہوس رانی اور چوما چاٹی ''رائل فیملی'' کے کسی مخصوص فرد پر موقوف نہیں۔ بلکہ ان کے بانی سلسلہ مرزا غلام احمد قادیانی بھی لڑکپن میں ایک دل جلے عاشق کے ہتھے چڑھ گئے تھے۔ یہ داغ محبت بہت ہی رسوا کن تھا۔ وہ غنڈہ جانے کب تک اپنے ہرجائی معشوق کا جوبن لوٹتا رہا۔ تاہم ان کی سادہ آٹوگراف پر اس کم بخت کے وحشیانہ دستخط ہمیشہ کے لئے ثبت ہوکر رہ گئے......

مرزا قادیانی کے حقیقی بیٹے صاحبزادہ بشیر احمد اس واقعہ کے متعلق لکھتے ہیں: ''بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ ایک دفعہ اپنی جوانی کے زمانہ میں حضرت مسیح موعود تمہارے دادا کی پنشن وصول کرنے گئے تو پیچھے پیچھے مرزا امام الدین بھی چلے گئے۔ جب آپ نے پنشن وصول کر لی تو وہ آپ کو پھسلا کر اور دھوکہ دے کر بجائے قادیان لانے کے باہر لے گیا اور ادھر ادھر پھراتا رہا۔ پھر جب اس نے سارا روپیہ اڑا کر ختم کر دیا تو آپ کو چھوڑ کر کہیں اور چلا گیا۔ حضرت مسیح موعود اس شرم سے واپس گھر نہیں آئے...... اس لئے آپ سیالکوٹ شہر میں ڈپٹی کمشنر کی کچہری میں قلیل تنخواہ پر ملازم ہوگئے۔'' (سیرت المہدی ج۱ ص۴۳، روایت نمبر۴۹)

چھٹتی نہیں یہ منہ سے کافر لگی ہوئی

مرزا قادیانی کو شراب کی شروع سے لت تھی۔ وہ بوتلوں میں ناچتے ہوئے پانی سے کسی طور مکھ نہ موڑ سکتے۔ زندگی زندہ دلی کا نام ہے اور بنتی نہیں بادہ وساغر کہے بغیر۔ مذکور کے ایک مرید خاص بیان فرماتے ہیں: ''حضور (مرزا قادیانی) نے مجھے لاہور سے بعض اشیاء لانے کے لئے ایک فہرست لکھ کر دی۔ جب میں چلنے لگا تو پیر منظور محمد صاحب نے مجھے روپیہ دے کر کہا کہ دو بوتل برانڈی کی میری اہلیہ کے لئے پلومر کی دکان سے لیتے آویں۔ میں نے کہا کہ اگر فرصت ہوئی تو لیتا آؤں گا۔ پیر صاحب فوراً حضرت اقدس کی خدمت میں گئے اور کہا کہ حضور، مہدی حسین میرے لئے برانڈی کی باتلیں نہیں لائیں گے۔ حضور ان کو تاکید فرمادیں۔ حقیقتاً میرا ارادہ لانے کا نہ تھا۔ اس پر حضور اقدس (مرزا قادیانی) نے مجھے بلا کر فرمایا کہ میاں مہدی حسین!

جب تک تم برانڈی کی بوتلیں نہ لےلو لاہور سے روانہ نہ ہونا۔ میں نے سمجھ لیا کہ اب میرے لئے لانا لازمی ہے۔ میں نے پلومر کی دکان سے دو بوتلیں برانڈی کی غالباً چار روپیہ میں خرید کر پیر صاحب کو لادیں۔ ان کی اہلیہ کے لئے ڈاکٹروں نے بتلائی ہوں گی (شاید)''

(اخبار الحکم قادیان ج ۳۹ نمبر ۲۵، مورخہ ۷/نومبر ۱۹۳۶ء)

ایک خط میں مرزا قادیانی بقلم خود تحریر کرتے ہیں: ''اس وقت میاں یار محمد بھیجا جاتا ہے۔ آپ اشیاء خوردنی خود خرید دیں اور ایک بوتل ٹانک وائن کی پلومر کی دکان سے خرید دیں۔ مگر ٹانک وائن چاہئے، اس کا لحاظ رہے۔ باقی خیریت ہے۔'' (خطوط امام بنام غلام ص ۵)

ٹانک وائن کیا بلا ہے۔ اس کی حقیقت بھی مرزا قادیانی کے چاہنے والوں میں سے ایک کی زبانی سنتے جائیں۔

''ٹانک وائن کی حقیقت لاہور میں پلومر کی دکان سے ڈاکٹر عزیز احمد صاحب کی معرفت معلوم کی گئی۔ ڈاکٹر صاحب جواباً تحریر فرماتے ہیں۔ حسب ارشاد پلومر کی دکان سے دریافت کیا گیا، جواب حسب ذیل ملا۔ ٹانک وائن ایک قسم کی طاقتور اور نشہ دینے والی شراب ہے جو ولایت سے سربند بوتلوں میں آتی ہے۔'' (سودائے مرزا ص ۳۹ حاشیہ، مصنفہ حکیم محمد علی)

میں ہوں گناہ تو گناہگار کون ہے؟

مرزا قادیانی کو اپنی نامردی کا پختہ یقین تھا۔ ایسے میں شادی ہوئی، جانے کس نے زوجگی کا خراج وصول پایا کہ سلسلہ اولاد شروع ہو جاتا ہے۔ نسب پر شک کرنے والے ہم کون ہوتے ہیں۔ مگر کوئی شخص اگر خود ہی یہ راز اگل دے تو ''گناہگار'' کا سراغ ملے نہ ملے ''گناہ'' کا بہر حال پتہ چل جاتا ہے۔ یوں دکھائی دیتا ہے کہ ان کے ہم نفس حکیم نورالدین صاحب کی قوت باہ نے یہ کمی اپنے طور پر پوری کردی۔ بیگمات کی ویران راتیں حکیم صاحب کے دم سے آباد ہو گئیں۔ الغرض اقبال جرم خود مجرم کی عبارت میں دیکھئے۔

''جس قدر ضعف دماغ کے عارضہ میں یہ عاجز مبتلا ہے۔ مجھے یقین نہیں کہ آپ کو ایسا ہی عارضہ ہو۔ جب میں نے شادی کی تھی تو مدت تک مجھے یقین رہا کہ میں نامرد ہوں۔ آخر میں نے صبر کیا...... اور ضعف قلب تو اب بھی اس قدر ہے کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔''

(مکتوبات احمدیہ ج ۲ ص ۲۷، جدید ایڈیشن)

''آدھے قد کا شخص بھی پورا ہو سکتا ہے۔''

شیش محل کے چند دیگر گھناؤنے اور سنسنی خیز انکشافات کو بھی معہ حوالہ پڑھ لیں۔

چبھتا سوال انوکھا جواب

''سوال ششم (از محمد حسین قادیانی) حضرت اقدس (مرزاغلام احمد قادیانی) غیرعورتوں سے ہاتھ پاؤں کیوں دبواتے ہیں؟''

جواب (از فضل حکیم دین قادیانی) وہ نبی معصوم ہیں۔ ان سے مس کرنا اوراختلاط منع نہیں۔ بلکہ موجب رحمت وبرکات ہے۔ (اخبار الحکم قادیان مورخہ ۱۷/اپریل ۱۹۰۷ء)

کیوں؟ کیوں؟ کیوں؟

''میری بیوی...... پندرہ برس کی عمر میں دارالامان میں حضرت مسیح موعود کے پاس آئیں۔'' (غلام محمد قادیانی کا مضمون مندرجہ الفضل اخبار مورخہ ۳۰/مارچ ۱۹۲۸ء ص۶،۷)

جوان عورت جوان جذبہ

''بیگم ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ میں ۳ماہ کے قریب حضرت اقدس (مرزاغلام احمد قادیانی) کی خدمت میں رہی ہوں۔ گرمیوں میں پنکھا وغیرہ اسی طرح کی خدمت کرتی تھی۔ بسا اوقات ایسا ہوتا کہ نصف رات یا اس سے زیادہ مجھ کو پنکھا ہلاتے گزر جاتی تھی۔ مجھ کو اس اثناء میں کئی دفعہ ایسا موقعہ پیش آیا کہ عشاء کی نماز سے لے کر صبح کی اذان تک مجھے ساری رات خدمت کرنے کا موقعہ ملا۔ پھر بھی اس حالت میں مجھ کو نہ نیند نہ غنودگی نہ تھکان معلوم ہوئی۔ بلکہ خوشی اور سرور پیدا ہوتا تھا۔'' (سیرۃ المہدی ج۳ ص۲۷۳)

عاشق نامراد کا خواب

''۲۵/جولائی ۱۸۹۲ء، مطابق ۲۰ذی الحجہ ۱۳۰۹ھ روز دوشنبہ۔ آج میں نے بوقت صبح صادق ساڑھے چار بجے دن کے خواب میں دیکھا کہ ایک حویلی ہے۔ اس میں میری بیوی والدۂ محمود اور ایک عورت بیٹھی ہے۔ تب میں نے ایک مشک سفید رنگ میں پانی بھرا ہے اور اس مشک کو اٹھا کر لایا ہوں اور وہ پانی لاکر ایک اپنے گھڑے میں ڈال دیا ہے۔ میں پانی کو ڈال چکا تھا کہ وہ عورت جو بیٹھی ہوئی تھی یکا یک سرخ اور خوش رنگ لباس پہنے ہوئے، میرے پاس آگئی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک جوان عورت ہے۔ پیروں سے سرتک سرخ لباس پہنے ہوئے۔ شاید جالی کا کپڑا ہے۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ وہی عورت ہے جس کے لئے اشتہار دیئے تھے۔ (یعنی محمدی بیگم) لیکن اس کی صورت میری بیوی کی صورت معلوم ہوئی۔ گویا اس نے دل میں کہا کہ میں آگئی ہوں۔ میں نے کہا یا اللہ آجاوے اور پھر وہ عورت مجھ سے بغل گیر ہوئی۔ اس کے بغل گیر ہوتے

ہی میری آنکھ کھل گئی۔ فالحمدللہ علیٰ ذالک! اس سے دو چار روز پہلے خواب میں دیکھا تھا کہ روشن بی بی میرے دالان کے دروازے پر آ کھڑی ہوئی ہے اور میں دلان کے اندر بیٹھا ہوں۔ تب میں نے کہا کہ آ، روشن بی بی اندر آ جا۔“ (تذکرہ ص ۱۹۷، مجموعہ الہامات ومکاشفات مرزا غلام احمد قادیانی)

ایک اور شیطانی خواب

”۱۴/اگست ۱۸۹۲ء مطابق ۲۰/محرم ۱۳۰۹ھ آج میں (مرزا غلام احمد قادیانی) نے خواب میں دیکھا کہ محمدی بیگم جس کی نسبت پیش گوئی ہے، باہر تکیہ میں معہ چند کس کے بیٹھی ہوئی ہے اور بدن سے ننگی ہے اور نہایت مکروہ شکل ہے۔“

”خاکسار عرض کرتا ہے کہ خوابوں کا مسئلہ بھی بڑا نازک ہے، کئی خوابیں انسان کی دماغی بناوٹ کا نتیجہ ہوتی ہیں اور اکثر لوگ ان کی حقیقت کو نہیں سمجھتے۔“

(تذکرہ ص ۱۹۸، ۱۹۹، سیرۃ المہدی ج ۳ ص ۱۱۴)

تیرا دل تو ہے صنم آشنا

”حضور (مرزا قادیانی) کسی تکلیف کی وجہ سے مسجد نہ جاسکتے تھے تو اندر عورتوں میں نماز باجماعت پڑھاتے تھے اور حضرت بیوی صاحبہ (مرزا قادیانی کی اہلیہ) صف میں نہیں کھڑی ہوتی تھیں۔ بلکہ حضرت صاحب کے ساتھ کھڑی ہوتی تھیں۔“

(تقریر مفتی محمد صادق قادیانی، مندرجہ اخبار الفضل قادیان مورخہ ۱۷/جنوری ۱۹۲۵ء)

اس بازار میں

”حضرت مسیح موعود کے اندرون خانہ ایک نیم دیوانی عورت بطور خادمہ کے رہا کرتی تھی۔ ایک دفعہ اس نے کیا حرکت کی کہ جس کمرے میں حضرت بیٹھ کر لکھنے پڑھنے کا کام کرتے تھے وہاں ایک کونے میں کھرا رکھا ہوا تھا۔ جس کے پاس پانی کے گھڑے رکھے تھے۔ وہاں اپنے کپڑے اتار کر اور ننگی بیٹھ کر نہانے لگ گئی۔ حضرت صاحب اپنے کام تحریر میں مصروف رہے اور کچھ خیال نہ کیا کہ وہ کیا کرتی ہے؟“ (ذکر حبیب مؤلفہ مفتی محمد صادق ص ۳۸)

ہنر آتا ہے اسے اپنے عیبوں کے چھپانے کا
وہ اپنے قد سے بھی لمبی قبائیں رکھتا ہے

مرزا قادیانی کی جمالیاتی حس بہت مشہور تھی۔ لڑکیوں کے انتخاب میں انہیں بڑا درک حاصل تھا۔ رنگ کیسا ہے، قد کتنا ہے، اس کی آنکھوں میں کوئی نقص تو نہیں، ناک، ہونٹ، گردن،

دانت اور چال ڈھال وغیرہ کو خاص طور پر مدنظر رکھتے...... الغرض محرر سطور خطرۂ طوالت کے پیش نگاہ بھانو، زینب بیگم، مائی تابی، مائی کاکو، مائی رسول بی بی اور مائی فجو کے تذکروں کو ضبط تحریر میں نہیں لاسکتا۔ اگر اس پہلو سے دلچسپی ہو تو اصل ماخذ سے رجوع کریں۔

(سیرۃ المہدی ج۳ص ۲۹۶، ۲۱۰، ۲۷۳، ۲۴۴، ۶۱۳ وغیرہ)

قادیانی کوک شاستر

کہتے ہیں کہ جو کچھ برتن کے اندر ہوتا ہے وہی باہر ٹپکتا ہے۔ قادیانی جماعت کے بانی آنجہانی مرزاقادیانی جس طرح ظاہری طور پر بدصورت تھے، اسی طرح باطنی طور پر بھی بدسیرت تھے۔ قادیانی امت انہیں ’’سلطان القلم‘‘ کہتی ہے۔ ذیل میں ’’سلطان القلم‘‘ کی تحریر کا ایک اقتباس پیش خدمت ہے۔ وگرنہ مرزاقادیانی کی ساری کتابیں ایسی ہی تحریروں سے بھری ہوئی ہیں۔ اس سے اندازہ لگائیں کہ کیا یہ کسی شریف انسان کی تحریر ہوسکتی ہے اور کیا قادیانی ذریۃ البغایا اس تحریر کو اپنے گھر پڑھتے ہیں؟

’’ایک معزز آریہ کے گھر میں اولاد نہیں ہوتی۔ دوسری شادی کر نہیں سکتا کہ وید کی رو سے حرام ہے۔ آخر نیوگ کی ٹھہرتی ہے۔ یار دوست مشورہ دیتے ہیں کہ لالہ صاحب نیوگ کرائیے اولاد بہت ہو جائے گی۔ ایک بول اٹھتا ہے کہ مہر سنگھ جو اسی محلہ میں رہتا ہے اس کام کے بہت لائق ہے۔ لالہ بہاری لال نے اس سے نیوگ کرایا تھا۔ لڑکا پیدا ہوگیا۔ یہ لالہ لڑکا پیدا ہونے کا نام سن کر باغ باغ ہوگیا۔ بولا مہاراج آپ ہی نے سب کام کرنے ہیں۔ میں تو مہر سنگھ کا واقف بھی نہیں۔ مہاراج شریر النفس بولے کہ ہاں ہم سمجھا دیں گے۔ رات کو آجائیے گا۔ مہر سنگھ کو خبر دی گئی۔ وہ محلہ میں ایک مشہور قمار باز اوّل نمبر کا بدمعاش اور حرامکار تھا۔ سنتے ہی بہت خوش ہوگیا اور انہیں کاموں کو وہ چاہتا تھا۔ پھر اس سے زیادہ اس کو کیا چاہئے تھا۔ ایک نوجوان عورت اور پھر خوبصورت شام ہوتے ہی آموجود ہوا۔ لالہ صاحب نے پہلے ہی دلالہ عورتوں کی طرح ایک کوٹھری میں نرم بستر بچھوا رکھا تھا اور کچھ دودھ اور حلوا بھی دو برتنوں میں سرہانے کے طاق میں رکھوا دیا تھا تاکہ اگر بیرج داتا کو ضعف ہو تو کھا پی لیوے۔ پھر کیا تھا آتے ہی اس بیرج داتا نے لالہ دیوث کے نام وناموس کا شیشہ توڑ دیا اور وہ بدبخت عورت تمام رات اس سے منہ کالا کراتی رہی اور اس پلید نے جو شہوت کا مارا تھا نہایت قابل شرم اس عورت سے حرکتیں کیں اور لالہ باہر کے دالان میں سوئے اور تمام رات اپنے کانوں سے بے حیائی کی باتیں سنتے رہے۔ بلکہ تختوں کی دراڑوں سے مشاہدہ بھی کرتے رہے۔ صبح وہ خبیث اچھی طرح لالہ کی ناک کاٹ کر

کوٹھری سے باہر نکلا۔ لالہ تو منتظر ہی تھے۔ دیکھ کر اس کی طرف دوڑے اور بڑے ادب سے اس پلید بدمعاش کو کہا سردار صاحب رات کیا کیفیت گذری۔ اس نے مسکرا کر مبارک باد دی اور اشاروں میں جتا دیا کہ حمل ٹھہر گیا۔ لالہ دیوث سن کر بہت خوش ہوئے اور کہا کہ مجھے تو اسی دن سے آپ پر یقین ہو گیا تھا جب کہ میں نے بہاری لال کے گھر کی کیفیت سنی تھی۔ پھر اس کے بعد مہر سنگھ تو رخصت ہوا اور لالہ گھر کی طرف خوش خوش آیا اور اسے یقین تھا کہ اس کی استری رام دی بہت ہی خوشی کی حالت میں ہوگی۔ کیونکہ مراد پوری ہوئی۔ لیکن اس نے اپنے گمان کے برخلاف اپنی عورت کو روتے پایا اور اس کو دیکھ کر تو وہ بہت ہی روئی۔ یہاں تک کہ چیخیں نکل گئیں اور ہچکی آنی شروع ہوئی۔ لالہ نے حیران سا ہو کر اپنی عورت کو کہا کہ ''ہے بھاگوان آج تو خوشی کا دن ہے کہ دل کی مرادیں پوری ہوئیں اور بیج ٹھہر گیا۔ پھر تو روتی کیوں ہے۔'' وہ بولی میں کیوں نہ روؤں تو نے سارے کنبے میں میری مٹی پلید کی اور اپنی ناک کاٹ ڈالی اور ساتھ ہی میری بھی۔ اس سے بہتر تھا کہ میں پہلے ہی مر جاتی۔ لالہ دیوث بولا کہ یہ سب کچھ ہوا مگر اب بچہ ہونے کی بھی کس قدر خوشی ہوگی۔ وہ خوشیاں بھی تو تو ہی کرے گی۔

بیٹے کا سن کر عورت زہر خندہ ہنسی اور کہا کہ تجھے کس طرح اور کیونکر یقین ہوا کہ ضرور بیٹا ہوگا۔ اوّل تو پیٹ ہونے میں ہی شک ہے اور پھر اگر ہو بھی تو اس بات پر کوئی دلیل نہیں کہ لڑکا ہی ہوگا۔ کیا بیٹا ہونا کسی کے اختیار میں رکھا ہے۔ کیا ممکن نہیں کہ حمل ہی خطا جائے یا لڑکی پیدا ہو۔ لالہ دیوث بولے کہ اگر حمل خطا گیا تو میں کھڑک سنگھ کو جو اسی محلّہ میں رہتا ہے نیوگ کے لئے بلاؤں گا۔ عورت نہایت غصہ سے بولی کہ اگر کھڑک سنگھ بھی کچھ نہ کر سکا تو پھر کیا کرے گا۔ لالہ بولا کہ تو جانتی ہے کہ نرائن سنگھ بھی ان دونوں سے کم نہیں۔ اس کو بلاؤں گا۔ پھر اگر ضرورت پڑی تو جیمل سنگھ، لہنا سنگھ، بوڑ سنگھ، جیون سنگھ، صوبا سنگھ، خزان سنگھ، ارجن سنگھ، رام سنگھ، کشن سنگھ، دیال سنگھ سب اس محلے میں رہتے ہیں اور زور قوت میں ایک دوسرے سے بڑھ کر ہیں۔ میرے کہنے پر سب حاضر ہو سکتے ہیں۔ عورت بولی کہ میں اسی سے بہتر تجھے صلاح دیتی ہوں کہ مجھے بازار میں ہی بٹھا دے۔ تب دس بیس کیا ہزاروں لاکھوں آ سکتے ہیں۔ منہ کالا جو ہونا تھا وہ تو ہو چکا۔ مگر یاد رکھ کہ بیٹا پھر بھی اپنے بس میں نہیں اور اگر ہوا بھی تو تجھے اس سے کیا جس کا وہ نطفہ ہے آخر وہ اسی کا ہوگا اور اسی کی خو بو لائے گا۔ کیونکہ وہ درحقیقت اسی کا بیٹا ہے۔ اس کے بعد رام دہی نے کچھ سوچ کر پھر رونا شروع کر دیا اور دور دور تک آواز گئی اور آواز سن کر ایک پنڈت نہال چند نام دوڑا آیا اور آتے ہی کہا کہ لالہ سکھ تو ہے یہ کیسی رونے کی آواز آئی۔ لالہ ناک کٹا چاہتا تو نہیں تھا کہ نہال چند کے

آگے قصہ بیان کرے۔ مگر پھر اس خوف سے کہ رام دئی اس وقت غصہ میں ہے۔ اگر میں بیان نہ کروں تو وہ ضرور بیان کردے گی۔ کچھ کھسیانا سا ہو کر زبان دبا کر کہنے لگا کہ مہاراج آپ جانتے ہیں کہ وید میں وقت ضرورت نیوگ کے لئے آ گیا ہے۔ سو میں نے بہت دنوں سوچ کر رات کو نیوگ کرایا تھا۔ مجھ سے یہ غلطی ہوئی کہ میں نے نیوگ کے لئے مہر سنگھ کو بلالیا۔ پیچھے معلوم ہوا کہ میرے دشمن کرم سنگھ کا بیٹا اور نہایت شریر آدمی ہے وہ مجھے اور میری استری کو ضرور خراب کرے گا اور وہ وعدہ کر گیا ہے کہ میں یہ ساری کیفیت خوب شائع کروں گا۔ نہال چند بولا کہ درحقیقت بڑی غلطی ہوئی اور پھر بولا کہ وساوامل تیری سمجھ پر نہایت ہی افسوس ہے کہ تجھے معلوم نہ تھا کہ نیوگ کے لئے پہلا حق برہمنوں کا ہے اور غالباً یہ بھی تجھ پر پوشیدہ نہیں ہوگا کہ اس محلّہ کی تمام کھترانی عورتیں مجھ سے ہی نیوگ کراتی ہیں اور میں دن رات اسی سیوا میں لگا ہوا ہوں۔ پھر اگر تجھے نیوگ کی ضرورت تھی تو مجھے بلالیا ہوتا۔ سب کام سدھ ہو جاتا اور کوئی بات نہ نکلتی۔ اس محلّہ میں اب تک تین ہزار کے قریب ہندو عورتوں نے نیوگ کرایا ہے۔ مگر کیا کبھی تم نے اس کا ذکر بھی سنا یہ پردہ کی باتیں ہیں۔ سب کچھ ہوتا ہے۔ پھر ذکر نہیں کیا جاتا۔ لیکن مہر سنگھ تو ایسا نہیں کرے گا۔ ذرا دو چار گھنٹوں تک دیکھنا کہ سارے شہر میں رام دئی کے نیوگ کا شور و غوغا ہوگا۔ لالہ دیوث بولا کہ درحقیقت مجھ سے سخت غلطی ہوئی اب کیا کروں۔ اس وقت شریر پنڈت نے جو بباعث نہ ہونے رسم پردہ کے رام دئی کو دیکھ چکا تھا کہ جوان اور خوش شکل ہے۔ نہایت بے حیائی کا جواب دیا کہ اگر اس وقت رام دئی مجھ سے نیوگ کرے تو میں ذمہ دار ہوں کہ مہر سنگھ کے فتنہ کو میں سنبھال لوں گا اور پہلا حمل ایک شکی بات ہے۔ اب بہرحال یقینی ہو جائے گا۔ تب وساوامل دیوث اس بات پر بھی راضی ہوگیا۔'' (آریہ دھرم مصنفہ مرزا قادیانی ص ۲۶ تا ۲۹، خزائن ج ۱۰ ص ۳۱ تا ۳۴)

قادیانی فقہ

۱...... مرزا غلام احمد قادیان: میاں محمود احمد خلیفہ قادیان۔

۲...... عزیزہ بیگم: میاں محمود احمد خلیفہ قادیان کی بیوی۔

۳...... ابوبکر صدیق: عزیزہ بیگم اور مسماۃ سلمیٰ کے والد۔

۴...... مسماۃ سلمیٰ: ابوبکر صدیق کی لڑکی، جس کا عدالتی بیان درج ذیل ہے۔

۵...... احسان علی: ایک قادیانی دوا فروش قادیان میں۔

''میرے باپ کا نام ابوبکر صدیق ہے۔ وہ مرزا محمود قادیانی کا خسر ہے۔ میں بھی مرزا

محمود قادیانی کے گھر میں تقریباً (۵) سال رہی ہوں۔ میں مستغیث احسان علی کو جانتی ہوں۔ چار سال ہوئے میں مرزا محمود قادیانی کے لڑکے کی دوائی لینے احسان علی کی دوکان پر گئی تھی۔ میں نسخہ لے کر اس کی دوکان پر گئی تھی۔ اوّل احسان علی نے میرے ساتھ مخول کرنا شروع کیا اور پھر مجھ سے کہا کہ میں مضربوں کے کمرے میں جاؤں۔ اس دوسرے کمرے میں اس نے مجھے لٹایا اور میرے ساتھ بدفعلی کرنے کی کوشش کری تھی۔ لوگ میرے رولا کرنے سے اکٹھے ہوگئے اور دروازہ کھلایا اور احسان علی کو لعنت اور ملامت کری تھی۔ احسان علی نے میرے ساتھ بدفعلی کرنی شروع کری تھی۔ میں نے گھر جا کر عزیزہ بیگم کے پاس شکایت کری تھی اور اس وقت مرزا محمود قادیانی وہاں موجود تھے۔ ان ایام میں عزیزہ کے پاس رہتی تھی۔ مرزا محمود قادیانی نے احسان علی کو بلایا اور لعنت ملامت کری اور احسان علی کو کہا کہ قادیان سے نکل جاؤ۔ احسان علی نے معافی مانگی اور مرزا محمود قادیانی نے حکم دیا کہ اگر احسان علی دس جوتے کھالیوے تب اس کو معاف کیا جاتا ہے ٹھہر سکتا ہے۔ چنانچہ احسان علی نے اس کو قبول کیا اور میں نے اس کو دس جوتے لگائے تھے یہ جوتیاں مرزا محمود قادیانی کے سامنے ماری تھیں…… جب کہ میں نے احسان علی کو جوتیاں ماری تھیں تو تین چار آدمی اکٹھے ہوگئے۔ ان ایام میں میں بغیر پردہ کے باہر پھرا کرتی تھی۔ اس کے بعد میں سودا لینے بازار گئی۔'' (مسماۃ سلمٰی کی حلفیہ شہادت جو اس نے بتاریخ ۱۰/جولائی ۱۹۳۵ء ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع امرتسر کی عدالت میں ادا کی۔ بمقدمہ ازالہ حیثیت عرفی زیر دفعہ نمبر ۵۰۰ احسان علی بنام محمد اسماعیل نمبری ۲/۸۶ مرجوعہ ۱۷/جولائی ۱۹۳۵ء مفصلہ ۲۱/ستمبر ۱۹۳۵ء قادیانی مذہب مؤلفہ پروفیسر محمد الیاس برنی طبع پنجم ص۸۲۴)

مرزا قادیانی وید پر تنقید کرتے ہوئے آریوں کے خدا کے بارے میں لکھتے ہیں:

''پرمشیر ناف سے دس انگل نیچے ہے سمجھنے والے سمجھ لیں۔'' (چشمہ معرفت ص۱۰۹، خزائن ج۲۳ ص۱۱۴)

قادیانی لٹریچر میں اس قسم کی فحش باتیں بھی نقل کی گئی ہیں۔ جن کے نقل کرتے ہوئے شرافت بھی لرزتی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں کہ ایک مخالف کی بات کو کن مخرب اخلاق، حیا سوز اور گندے الفاظ میں نقل کیا ہے۔

''دیکھو جی مرزا رات کو………… اور کہہ دیتا ہے کہ مجھے یہ الہام ہوا ہے اور وہ الہام ہوا ہے۔ میں مہدی ہوں، میں مسیح ہوں۔'' (تذکرۃ المہدی ص۱۵۷، مؤلفہ پیر سراج الحق، مطبوعہ جون ۱۹۱۵ء)

مرزا قادیانی کی مخرب اخلاق اور حیا سوز شاعری کا نمونہ ملاحظہ فرمائیں۔

ننگا کلام

چپکے چپکے حرام کروانا آریوں کا اصول بھاری ہے
نام اولاد کے حصول کا ہے ساری شہوت کی بے قراری ہے
بیٹا بیٹا پکارتی ہے غلط یار کی اس کو آوہ وزاری ہے
دس سے کروا چکی ہے زنا لیکن پاک دامن ابھی بیچاری ہے
زن بیگانہ پر یہ شیدا ہیں جس کو دیکھو وہی شکاری ہے
ہے قوی مرد کی تلاش انہیں خوب جورو کی حق گذاری ہے
تاکہ کروائیں پھر اسے گندی پاک ہونے کی انتظاری ہے

(آریہ دھرم ص۷۶،۷۷، خزائن ج۱۰ص۷۶،۷۷)

عشقیہ شاعری

مرزا بشیر احمد سیرۃ المہدی میں مرزا قادیانی (اپنے والد) کے عشقیہ اشعار نقل کرتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

عشق کا روگ ہے کیا پوچھتے ہو اس کی دوا ایسے بیمار کا مرنا ہی دوا ہوتا ہے
کچھ مزا پایا مرے دل، ابھی کچھ پاؤ گے تم بھی کہتے تھے کہ الفت میں مزا ہوتا ہے

سبب کوئی خداوند بنا دے
کسی صورت سے وہ صورت دکھا دے
کرم فرما کے آ او میرے جانی
بہت روئے ہیں اب ہم کو ہنسا دے

مرے بت اب سے پردہ میں رہو تم کہ کافر ہو گئی خلقت خدا کی

(سیرت المہدی ج۱ص۲۳۲،۲۳۳ مصنفہ مرزا بشیر احمد قادیانی)

ہمدم دیرینہ کے سنسنی خیز مشاہدات

عبدالرزاق مہتہ صاحب، میاں مرزا محمود احمد کی خلوتوں کے ساتھ رہے ہیں۔ جماعت احمدیہ میں ان کی ممتاز حیثیت کسی تعارف کی محتاج نہ تھی۔ ان کے والد بھائی عبدالرحمان صاحب نے خود کو قادیانیت کے لئے وقف کر رکھا تھا۔ ان کی شہادت یقیناً غیر معتبر نہیں ہوسکتی۔ مہتہ صاحب کے بقول: ''میری داستان مظالم کی کماحقہ، تائید'' گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے'' کو کیونکر

جھٹلایا جاسکتا ہے۔ اہالیان ربوہ کی ماؤں، بہنوں، بیٹیوں، بہوؤں کی عزت وعصمت سے کھیلے، حمل کیئے اور رکھے نام دوسروں کے، اپنی تقدس مآبی کا سکہ بٹھانے کو۔ پوچھا جائے وہ کون سے دوسرے ہیں جن سے کن کو حمل ہوا اور پھر کیا سزا دی...... تعلیم الاسلام سکول (کالج کے تالاب) میں غلام رسول پٹھان دکاندار کی ابھرتی جواں سال خوبصورت بیٹی کا مرنا...... ام وسیم کے گھر کے کوڑے کباڑے کے کنستر سے نوزائیدہ بچے کی نعش ملنا اور خاکروبہ کے شور وغل پر انعام واکرام دے کر خاموش کروایا جانا۔'' (روحانی شکارگاہ از قلم عبدالرزاق مہتہ قادیانی ص۴۱)

جنسی خطبے کے حوالہ جات

میاں محمود احمد نے اپنے خطبہ میں لاہوری گروپ کی طرف سے لگائے گئے الزامات کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: ''ایک خط میں جس کے متعلق اس نے تسلیم کیا ہے کہ وہ اسی کا لکھا ہوا ہے۔ اس پر یہ تحریر کیا ہے کہ حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) ولی اللہ تھے اور ولی اللہ کبھی کبھی زنا کرلیا کرتے تھے۔ اگر انہوں نے کبھی کبھار زنا کرلیا تو اس میں کیا حرج ہوا۔''

پھر لکھا ہے: ''ہمیں حضرت مسیح موعود پر اعتراض نہیں۔ کیونکہ وہ کبھی کبھی زنا کیا کرتے تھے۔ ہمیں اعتراض موجودہ خلیفہ (مرزا محمود احمد) پر ہے۔ کیونکہ وہ ہر وقت زنا کرتا رہتا ہے۔''

(خطبہ میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان مندرجہ اخبار الفضل مورخہ ۳۱/اگست ۱۹۳۸ء)

پردے کا قادیانی فتویٰ

جماعت احمدیہ میں بعض لوگوں کو اولاد مرزا کا مستورات سے اختلاط اور تخلیے میں میل ملاپ کھٹکتا تھا۔ ان میں سے ایک شخص نے پوچھا: سوال ہفتم: حضرت (مرزا قادیانی) کے صاحبزادے غیر عورتوں میں بلاتکلف اندر کیوں جاتے ہیں؟ کیا ان سے پردہ درست نہیں؟

(سائل محمد حسین قادیانی)

جواب: ضرورت حجاب صرف احتمال زنا کے لئے ہے۔ جہاں ان کے وقوع کا احتمال کم ہو ان کو اللہ تعالیٰ نے مستثنیٰ کردیا ہے۔ اسی واسطے انبیاء اتقیاء لوگ مستثنیٰ بلکہ بطریق اولیٰ مستثنیٰ ہیں۔ پس حضرت کے صاحبزادے اللہ کے فضل سے متقی ہیں۔ ان سے اگر حجاب نہ کریں تو اعتراض کی بات نہیں...... حکیم فضل دین از قادیان۔ (اخبار الحکم ص۱۳، مورخہ ۱۷/اپریل ۱۹۰۷ء)

فاختائیں، سنہری پنجرے میں

عصمتوں کے اس سوداگر نے اپنے چھچھوندر پن کا آغاز مسیلمہ پنجاب کے عہد ظلمت

میں ہی کر دیا تھا۔ یہ بات دور دور تک پہنچی۔ آخر مرزا قادیانی کو مجبوراً ایک تحقیقاتی کمیشن تشکیل دینا پڑا۔ ارکان کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

مولوی نورالدین، خواجہ کمال الدین، مولوی محمد علی اور مولوی شیر علی بتایا جاتا ہے کہ میاں محمود پر معصیت کاری کا الزام ثابت ہو چکا تھا۔ مگر مجرم کی والدہ نے منت سماجت کی اس پر چاروں نام نہاد مصنّفین نے یہ کہہ کر مجرم کی بریت جتلائی۔

''چونکہ چار گواہ عینی نہیں ہیں۔ اس لئے یہ مستوجب سزا نہیں ٹھہرتا۔'' (شہر سدوم از شفیق مرزا۔ یہ ۱۹۰۵ء کا واقعہ ہے۔ عبدالرب برہم خاں ۱۳۳۵ اے پیپلز کالونی فیصل آباد کا حلفیہ بیان ہے کہ انہوں نے مولوی محمد علی صاحب سے استفسار کیا تو مولوی صاحب نے بتایا کہ الزام تو ثابت ہو گیا تھا۔ مگر ہم نے مصلحتاً ملزم کو شک کا فائدہ دے کر چھوڑ دیا)

اور یوں درون خانہ کی غلاظتیں ایک مدت کے لئے سر بازار آنے سے رک گئیں۔

الزام جوانی کی وفا

ایک خادم احمدیت لکھتے ہیں: ''یہ امر واقعہ ہے کہ خلیفہ ربوہ پر حضرت مسیح موعود کے زمانے میں بھی زنا کاری کا الزام لگا اور خصوصاً ۱۹۲۷ء سے متواتر بدکرداری اور بدچلنی کا الزام لگ رہا ہے۔ لیکن خلیفہ صاحب اس کو ٹال مٹول کر رہے ہیں۔''

(تاریخ محمودیت کے چند اہم مگر پوشیدہ اوراق (حصہ اوّل) ص ۱۷، ۱۸)

جذبات کے اظہار پہ پہرے نہ بٹھاؤ
خاموش رہیں گے تو گھٹن اور بڑھے گی

واقفان راز کے قلم سے

''بعض مخلص احمدی نوجوان اپنی زندگیاں تبلیغ قادیانیت کے لئے وقف کر چکے تھے۔ انکا مستقل ٹھکانہ ربوہ تھا۔ انہوں نے اپنی آنکھوں سے چند ایسے واقعات دیکھے کہ انہوں کے خلیفہ ربوہ سے اپنی عدم وابستگی کا اعلان کر دیا اور بتایا کہ وہ کس درجہ کے بدچلن اور بدکردار ہیں۔ پہلے پہل ''مباہلہ'' کا چیلنج دیا گیا۔ جب طلسم سکوت نہ ٹوٹا تو متفرق عنوانات سے ٹریکٹ اور کتابیں شائع کیں۔ یاد رہے کہ سلسلہ احمدیت سے ان باغی نوجوانوں نے اپنا تعلق کبھی بھی نہیں توڑا۔ وہ ہمیشہ قادیانی ہونے پر فخر کرتے رہے۔ ان کو اختلاف تھا تو فقط میاں صاحب کے رنگیلے مزاج سے۔ ۱۹۳۷ء میں شیخ عبدالرحمان مصری کو خلیفہ سے اخلاقی شکایتیں پیدا ہوئیں۔ شیخ صاحب نے

ایک مرید صادق کی طرح ٹوکا کہ جناب ایسی قبیح حرکتیں بدنامی جماعت کا باعث ہوتی ہیں۔ خلیفہ قادیان کو ناگوار گزرا، محاذ آرائی ہوئی، بات اشتہاروں اور اخباروں سے آگے عدالت تک پہنچی۔ قادیانی مذکور نے اپنا حلفیہ بیان ہائیکورٹ لاہور میں قلم بند کروایا۔ اسے عدالت عالیہ نے اپنے ۲۳؍ستمبر ۱۹۳۸ء کے فیصلہ میں بھی شامل کیا۔''

(ایف ڈبلیو سکیمپ جج (عدالت عالیہ ہائیکورٹ لاہور) تاریخ فیصلہ ۲۳؍ستمبر ۱۹۳۸ء)

لباس اترتا ہے

نوجوانان احمدیت کے باغی گروپ نے خلیفہ جی سے لاتعلقی کا اعلان کر دینے کے بعد اپنا اخبار، مباہلہ جاری کیا۔ بعدازاں سر پھروں کی یہ جماعت ''حقیقت پسند پارٹی'' کے نام سے مشہور ہوئی۔ قصہ مختصر باقاعدہ گواہوں کی ایک فوج کے ساتھ مرزا بشیرالدین محمود کے بارے میں ایک قادیانی خاتون خود اپنا واقعہ بیان کرتی ہیں۔

''میں میاں صاحب کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتی ہوں اور لوگوں میں ظاہر کر دینا چاہتی ہوں کہ وہ کیسی روحانیت رکھتے ہیں۔ میں اکثر اپنی سہیلیوں سے سنا کرتی تھی کہ وہ بڑے زانی شخص ہیں۔ مگر اعتبار نہیں آتا تھا۔ کیونکہ ان کی مومنانہ صورت اور نیچی اور شرمیلی آنکھیں ہرگز یہ اجازت نہیں دیتی تھیں کہ ان پر ایسا بڑا الزام لگایا جاسکے۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ میرے والد نے جو ہر کام کے لئے حضور سے اجازت حاصل کرتے ہیں اور بڑے مخلص احمدی ہیں۔ ایک رقعہ حضرت صاحب کو پہنچانے کے لئے دیا جس میں اپنے ایک کام کے لئے اجازت مانگی تھی۔ خیر میں رقعہ لے کر گئی۔ اس وقت میاں صاحب نئے مکان میں مقیم تھے۔ میں نے اپنے ہمراہ ایک لڑکی لی جو وہاں تک میرے ساتھ گئی اور ساتھ ہی واپس آ گئی۔ چند دنوں بعد مجھے پھر ایک رقعہ لے کر جانا پڑا۔ اس وقت بھی وہی لڑکی میرے ہمراہ تھی۔ جونہی ہم دونوں میاں صاحب کی نشست گاہ میں پہنچیں تو اس لڑکی کو پیچھے سے کسی نے آواز دی۔ میں اکیلی رہ گئی۔ میں نے تو رقعہ پیش کیا اور جواب کے لئے عرض کیا۔ لیکن انہوں نے فرمایا کہ تم کو جواب دے دوں گا، گھبراؤ مت۔ باہر ایک دو آدمی میرا انتظار کر رہے ہیں۔ ان سے مل آؤں۔ مجھے یہ کہہ کر اس کمرے کے باہر کی طرف چلے گئے اور چند منٹ بعد پیچھے کے تمام کمروں کو قفل لگا کر اندر داخل ہوئے اور اس کا بھی باہر والا دروازہ بند کر دیا اور چٹخیاں لگا دیں۔ جس کمرے میں میں تھی وہ اندر سے چوتھا کمرہ تھا۔ میں یہ حالت دیکھ کر سخت گھبرائی اور طرح طرح کے خیال دل میں آنے لگے۔ آخر میاں صاحب نے مجھ

سے چھیڑ چھاڑ شروع کی اور مجھ سے برا فعل کروانے کو کہا، میں نے انکار کر دیا۔ آخر زبردستی انہوں نے مجھے پلنگ پر گرا کر میری عزت برباد کی اور ان کے منہ سے اس قدر بدبو آ رہی تھی کہ مجھ کو چکر آ گیا اور وہ گفتگو بھی ایسی کرتے تھے کہ بازاری آدمی بھی ایسی نہیں کرتے۔ ممکن ہے جسے لوگ شراب کہتے ہیں انہوں نے پی ہو۔ کیونکہ ان کے ہوش وحواس بھی درست نہیں تھے۔ مجھ کو دھمکایا کہ اگر کسی سے ذکر کیا تو تمہاری بدنامی ہوگی۔ مجھ پر کوئی شک نہ کرے گا۔''

(پرچہ مباہلہ قادیان انکشاف نمبر مطابق جون ۱۹۲۹ء، اکتوبر ۱۹۲۹ء)

فرانس کا ناچ گھر

ڈسکو ڈانس شریعت محمودیہ کا پہلا رکن ہے۔ وہ اپنی طبع موزوں کے ہیجانات کو بیان کرتے ہوئے برنگ دیگر تسلیم کرتے ہیں۔

''جب میں ولایت گیا تو مجھے خصوصیت سے خیال تھا کہ یورپین سوسائٹی کا عیب والا حصہ بھی دیکھوں گا۔ قیام انگلستان کے دوران مجھے اس کا موقعہ نہ ملا۔ واپسی پر جب ہم فرانس آئے تو میں نے چوہدری ظفر اللہ خان صاحب سے جو میرے ساتھ تھے، کہا کہ مجھے کوئی ایسی جگہ دکھائیں۔ جہاں یورپین سوسائٹی عریاں نظر آ سکے۔ وہ بھی فرانس سے واقف نہ تھے۔ مگر مجھے ایک اوپیرا میں لے گئے۔ جس کا نام مجھے یاد نہیں رہا۔ چوہدری صاحب نے بتایا کہ یہ وہی سوسائٹی کی جگہ ہے۔ اسے دیکھ کر آپ اندازہ لگا سکتے ہیں۔ میری نظر چونکہ کمزور ہے۔ اس لئے دور کی چیز اچھی طرح سے نہیں دیکھ سکتا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے دیکھا تو ایسا معلوم ہوا کہ سینکڑوں عورتیں بیٹھی ہیں۔ میں نے چوہدری صاحب سے کہا، کیا یہ ننگی ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ یہ ننگی نہیں بلکہ کپڑے پہنے ہوئی ہیں۔ مگر باوجود اس کے وہ ننگی معلوم ہوتی ہیں۔''

(اخبار الفضل قادیان مورخہ ۲۸؍جنوری ۱۹۲۴ء)

ہم تو کبھی کہیں نہ کہ کپڑے اتاریے
گر پہنتے رہیں آپ اسی وضع کا لباس

حلفیہ شہادت

''میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر مندرجہ ذیل سطور محض اس لئے سپرد قلم کر رہا ہوں کہ جو لوگ اب بھی مرزا محمود احمد خلیفہ ربوہ کے تقدس کے قائل ہیں ان کے لئے رہنمائی کا باعث ہو۔ اگر میں درج ذیل بیان میں جھوٹا ہوں تو خدا تعالیٰ کا عذاب مجھ پر اور میرے اہل وعیال پر نازل ہو۔''

''میں پیدائشی احمدی ہوں اور ۱۹۵۷ء تک مرزامحمود صاحب کی خلافت سے وابستہ رہا...... خلیفہ صاحب کے کردار کے متعلق بہت ہی گھناؤنے حالات سننے میں آئے۔ اس پر میں نے خلیفہ صاحب کی صاحبزادی امتہ الرشید بیگم (بیگم میاں عبدالرحیم احمد) سے ملاقات کی۔ انہوں نے (اپنے والد) خلیفہ صاحب کے بدچلن اور بدقماش اور بدکردار ہونے کی تصدیق کی باتیں تو بہت کیں۔ لیکن خاص بات اس میں قابل ذکر یہ تھی کہ جب میں نے امتہ الرشید بیگم صاحبہ سے یہ کہا کہ آپ کے خاوند کو ان حالات کا علم ہے تو انہوں نے کہا کہ صالح نور صاحب آپ کو کیا بتاؤں کہ ہمارا باپ ہمارے ساتھ کیا کچھ کرتا رہا ہے۔ اگر وہ تمام واقعات میں اپنے خاوند کو بتلادوں تو وہ مجھے ایک منٹ کے لئے بھی اپنے گھر میں بسانے کے لئے تیار نہ ہوگا۔ تو پھر میں کہاں جاؤں گی۔ اس واقعہ پر امتہ الرشید کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور وہ لرزہ خیز باتیں سنکر میں بھی ضبط نہ کرسکا اور وہاں سے اٹھ کر دوسرے کمرے میں چلا گیا۔''

(بیان محمد صالح نور بحوالہ تاریخ محمودیت ص۵۴، کمالات محمودیہ مرتبہ ظہیرالدین ملتان)

یہ حمل کس کا تھا؟

قصبہ قادیان میں کئی برس تک مستقلاً تبلیغی خدمات سرانجام دینے والے معروف عالم دین حضرت مولانا عنایت اللہ چشتی (سابق امیر جماعت ومنتظم مرکز شعبۂ تبلیغ مجلس احرار اسلام قادیان، انڈیا) اپنی آنکھوں دیکھا ایک واقعہ لکھتے ہیں: ''پورے قصبہ (قادیان) کے گرد کسی زمانے میں مٹی کی بنی ہوئی بڑی موٹی فصیل تھی اور پھر اس کے گرد خندق بھی تھی۔ فصیل کا زیادہ حصہ اب گرچکا تھا اور خندق صرف نشیبی انداز اختیار کرچکی تھی۔ عموماً تین ماہ بارش ہوتی اور وہ تمام نشیبی حصہ جو کبھی خندق تھی، پانی سے بھر کر بڑا جوہڑ بن جاتا تھا اور قصبہ میں داخل ہونے والے تمام راستے مسدود ہوکر رہ جاتے تھے۔ قصبہ میں داخلہ کے لئے کچی پلیاں بنانی پڑتی تھیں۔ اپنے راستوں میں تو مرزائی یہ پلیاں ''سمال ٹاؤن کمیٹی'' سے بنوالیتے تھے اور دوسرے لوگ برسات کے موسم میں بڑی مشکلات سے دوچار رہتے تھے۔ ایک دفعہ اس جوہڑ سے ایک انسانی ''کچا بچہ'' برآمد ہوا۔ پولیس کی تفتیش میں بچہ مرزائی خلیفہ کی کنواری لڑکی کا ثابت ہوا۔ میری جوانی کا زمانہ تھا اور ان کی حرکات کی وجہ سے طبیعت میں غصہ بھی تھا۔ میں نے جمعہ کے خطبہ میں اس کا تذکرہ کر دیا۔ پھر کیا تھا؟ مرزائیہ کی دنیا میں ایک غضب کا شور برپا ہوگیا۔ لیکن میرا کیا کرسکتے تھے؟ ان کے ''جن'' بڑے سمجھ والے تھے۔ سوچ سمجھ کر ایکشن لیا کرتے تھے۔ میری جماعت ''احرار'' نے

اعلان کررکھا تھا کہ ’’اگر ہمارے آدمی کو نقصان پہنچا تو دوسرا آدمی ان کی جگہ لینے کے لئے تیار بیٹھا ہے اور مزید برآں کہ پھر ملک بھر میں مرزائی خلیفہ سمیت کوئی عام مرزائی بھی احرار رضا کاروں اور مجاہدین کے ہاتھوں محفوظ اور مطمئن نہ رہ سکے گا۔‘‘ اس لئے وہ مجھ پر ہاتھ اٹھانے سے پہلے نتائج پر غور کرلیتے تھے۔‘‘ (مشاہدات قادیان، ازعنایت اللہ چشتی، مطبوعہ مکتبہ معاویہ ملتان ص۱۳۰)

سوال یہ ہے کہ خلیفہ کی کنواری لڑکی کے پیٹ میں یہ بوجھ کس نامراد کا تھا؟ بادی النظر تو خلیفہ صاحب کا ہی فیض دکھائی دیتا ہے۔ بالفرض ایسا نہیں تو پھر یقیناً کسی ’’مرید صادق‘‘ کا نذرانہ عقیدت ہوگا۔

آنکھ ناقص ہے وگرنہ اس جہاں کا اصل روپ
دیکھ لے اک بار جو وہ خوف سے مرجائے گا

نابالغ بیٹی کی شلوار

مرزامحمود احمد نے اپنی ایک صاحبزادی کو رشد و بلوغت تک پہنچنے سے پیشتر ہی اپنی ہوس رانی کا نشانہ بناڈالا۔ وہ بیچاری بیہوش ہوگئی۔ جس پر اس کی ماں نے کہا اتنی جلدی کیا تھی۔ ایک دو سال ٹھہر جاتے یہ کہیں بھاگی جارہی تھی یا تمہارے پاس کوئی اور عورت نہ تھی...... دواخانہ نورالدین کے انچارج جناب اکرم بٹ کا کہنا ہے کہ میں نے حکیم صاحب سے پوچھا یہ صاحبزادی کون تھی تو انہوں نے بتایا، امتہ الرشید...... ملک عزیزالرحمٰن صاحب بحوالہ ڈاکٹر نذیر ریاض اور یوسف ناز (قادیانی) بیان کرتے ہیں کہ جنسی بے راہ روی کے ان مظاہر پر جب مرزامحمود سے پوچھا جاتا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں تو وہ کہتا: ’’لوگ بڑے احمق ہیں۔ ایک باغ لگاتے ہیں۔ اس کی آبیاری کرتے ہیں جب وہ پروان چڑھتا ہے اور اسے پھل لگتے ہیں تو کہتے ہیں اسے دوسرا ہی توڑے اور دوسرا ہی کھائے۔‘‘ (صالح نور صاحب بحوالہ شہر سدوم ص۱۰۸)

شہادت نمبر:۴

بیگم صاحبہ ڈاکٹر عبداللطیف صاحب، ہمزلف خلیفہ ربوہ کا بیان ہے: ’’مرزامحمود احمد خلیفہ ربوہ بدچلن، زناکار انسان ہیں۔ میں نے ان کو خود زنا کرتے دیکھا اور میں اپنے دونوں بیٹوں کے سر پر ہاتھ رکھ کر مؤکد بعذاب حلف اٹھاتی ہوں۔‘‘

(تاریخ محمودیت ص۳۳، مقام اشاعت دیوسماج روڈ ہوسٹل نمبر۸۷، سنت نگر لاہور)

سنسنی خیز

خلیفہ صاحب کے رفیق کار جن کو ۱۹۲۴ء میں انگلستان ہمراہ لے گئے تھے یعنی شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری مولوی فاضل بی.اے کا حلفیہ عدالتی بیان درج ذیل ہے۔

''موجودہ خلیفہ سخت بدچلن ہے۔ یہ تقدس کے پردہ میں عورتوں کا شکار کھیلتا ہے۔اس کام کے لئے اس نے بعض مردوں اور بعض عورتوں کو بطور ایجنٹ رکھا ہوا ہے۔ان کے ذریعہ یہ معصوم لڑکیوں اور لڑکوں کو قابو کرتا ہے۔اس نے ایک سوسائٹی بنائی ہوئی ہے جس میں مرد اور عورتیں شامل ہیں اوراس سوسائٹی میں زنا ہوتا ہے۔''

(شہر سدوم از شفیق مرزا ص۹۷، دور حاضر کا مذہبی آمر از راحت ملک)

یہ کیا ہے؟

ایک اور مخلص قادیانی حافظ عبدالسلام پسر حافظ سلطان حامد خان صاحب (یہ خلیفہ ربوہ آنجہانی مرزا ناصر احمد کے اتالیق بھی رہے ہیں) کا بیان ہے۔وہ کہتے ہیں:''میں خدا کو حاضر وناظر جان کر جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جو جبار وقہار ہے۔جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتی اور مردود کا کام ہے...... میں ۱۹۳۲ء سے ۱۹۳۶ء تک مرزا گل محمد صاحب رئیس قادیان کے گھر میں رہا۔اس دوران میں کئی مرتبہ مسماۃ عزیزہ بیگم صاحبہ کے خطوط خفیہ طریقہ سے ان ہدایات پر عمل کرتے ہوئے کہ ان خطوں کا کسی سے بھی ذکر نہ کرنا۔خلیفہ محمود کے پاس لے جاتا رہا۔خلیفہ مذکور بھی اس طریقہ سے اور ہدایت بالا کو دہراتے ہوئے جواب دیتا رہا۔خطوط انگریزی میں تھے۔اس کے علاوہ اس عورت کو رات کے دس بجے بیرونی راستہ سے لے جاتا۔جب کہ اس کا خاوند کہیں باہر ہوتا۔عورت غیر معمولی بناؤ سنگھار کر کے خلیفہ کے دفتر میں آتی تھی۔میں بموجب ہدایت اسے گھنٹہ یا دو گھنٹہ بعد لے آتا تھا۔'' (تاریخ محمودیت ص۴۲، بلائے دمشق)

بیٹے کا مؤدبانہ بیان

صوفی روشن دین صاحب جو ربوہ میں انجمن کی چکی پر عرصہ تک بطور مستری کام کرتے رہے اور وہ قادیان کے پرانے رہنے والوں میں سے ہیں اور مخلص احمدی ہیں اور جن کے مرزا محمود احمد اور ان کے خاندان کے بعض افراد سے قریبی تعلقات تھے۔ان کے بقول، مرزا حنیف نے بارہا اپنے باپ میاں مرزا محمود احمد کے متعلق کہا:''میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس کو تم لوگ خلیفہ اور مصلح موعود سمجھتے ہو وہ زنا کرتا ہے اور یہ کہ میں نے اپنی آنکھوں سے

اپنے والد کو ایسا کرتے دیکھا ہے۔‘‘

(چوہدری محمد علی قادیانی، واقف زندگی نمائندہ خصوصی کوہستان فیصل آباد، بحوالہ شہر سدوم ص۱۳۶، ۱۳۷)

اندھے موڑ

غالباً ۴۵۔۱۹۴۴ء کی بات ہے کہ ڈسکہ ضلع سیالکوٹ کے ایک سرکردہ مرزائی کی دو بیٹیوں کی بیک وقت شادی کے سلسلہ میں موسیو مرزا بشیرالدین محمود ڈسکہ آئے اور قادیانی جماعت کے سربراہ ہونے کے ناطے رسم معاہدہ شادی بھی انہوں نے ادا کرنی تھی۔ اس رسم سے قبل لڑکیوں کے قادیانی والد نے سلام تعظیم پیش کرنے کے لئے دونوں لڑکیوں کو مرزا کے سامنے پیش کیا۔ قبولیت سلام کے دوران مرزا کی نگاہ غلط انداز نے ایک لڑکی امتہ الحفیظ کو پسند کرلیا۔ اگلے روز شادی ہونے والی تھی۔ مگر ایک خودساختہ الہام کے ذریعہ شادی کو اگلے روز پیر تک ملتوی کروا دیا۔ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے مرزا نے اپنے عقل سے عاری مریدوں کو کہا کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے کہ امتہ الحفیظ کا نکاح اس خاکسار (بشیرالدین مرزا) کے ساتھ کردیا جائے اور اس کے بطن سے جو بیٹا پیدا ہوگا وہ بڑے مرتبہ پر فائز ہوگا۔ مرزا محمود کے اس حکم پر قادیانی عقل کے اندھوں نے ’’ہاں‘‘ کردی اور اس طرح امتہ الحفیظ کی شادی مرزا سے کردی گئی۔ اس زمانہ میں لاہور سے دوسرے اخبارات کے علاوہ ایک اخبار ’’دیر بھارت‘‘ نکلا کرتا تھا۔ اس کے ایڈیٹر پریم چنائی اور پنڈت میلا رام وفا تھے۔ حضرت رئیس امروہوی کی طرح دیر بھارت میں پنڈت میلا رام وفا جو ایک نغز گو اردو شاعر تھے روزانہ کے اہم واقعات پر دو شعروں میں شعری تبصرہ کیا کرتے تھے۔ مرزا کی شادی پر پنڈت میلا رام وفا نے لکھا:

خدا نے دیا حکم بندے نے مانا
بڑھاپے میں سولہ برس کی بیاہی
یہی تو خدائی ہے اے نیک بندے
نہ منزل رہے گی نہ رہبر نہ راہی

(قادیانیت کی بھیانک تاریخ از ابن فیض ہفت روزہ ’’ختم نبوت‘‘ کراچی، مورخہ ۱۳ تا ۱۹؍نومبر ۱۹۸۷ء)

بھاوجہ پر دست درازی

ابھی سنسنی خیز جلوؤں کی روشنائی باقی ہے۔ یہ لرزہ خیز واقعہ بھی دل تھام کر سن لیں۔ عبدالرزاق مہتہ قادیانی لکھتے ہیں: ’’یہاں لگے ہاتھوں ایک بیگم صاحبہ (بڑی) ام ناصر کی حسرت

جو قبر میں ساتھ لے گئے۔'' یوں فرمایا: ''دیکھو ام ناصر ہیں کہ یہ شریک محفل نہیں ہوتیں تبھی تو موٹی بھینس ہوتی جاتی ہیں۔ اس کے مقابل غور فرمایا جائے۔ ام مظفر کو دیکھو کیسی خوبصورت نازک سی چلتی پھرتی ہیں۔ کیونکہ یہ کرواتی رہتی ہیں۔'' (روحانی شکارگاہ مؤلفہ عبدالرزاق مہتہ قادیانی ص ۲۴)

ایک ملفوظ

فرمایا: ''لوگ باہر سے تبرک کے لئے اپنی بیویاں، بیٹیاں، بہوئیں بھیجتے رہتے ہیں۔ لیکن پھر بھی جنون عشق بازی سے تسلی نہیں ہوتی۔'' (مریدین کے الزامات)

صورت تو مومنانہ ہے بیشک حضور کی
سیرت کا گوشہ گوشہ مگر ہندووانہ ہے

عصمتوں کا مقتل

''خلیفہ محمود کا اپنی جنسی تسکین کے لئے ایک طریقۂ واردات یہ بھی تھا کہ وہ قادیان میں اپنے پرچارکوں کو شادی کے بعد معاً دور دراز ملکوں میں بھیج دیتا۔ اس طرح ان کی معلقہ بیویاں اس کے لئے کال گرلز بن جاتیں۔ اس طرح یہ بھی ہوا کہ ان مظلوم عورتوں کو اپنے خاوندوں کو غیر موجودگی میں بچوں کی مائیں بننا پڑا۔'' (فتنۂ انکار ختم نبوت مؤلف مرزا محمد حسین ص ۴۵، مؤلف مذکور قادیانی امت کے خاندان نبوت کے ایک مدت تک اتالیق رہے ہیں)

خلیفۂ قادیان اور لواطت

قادیان کے مستری کہلانے والے دو افراد مستری فضل کریم اور اس کے بڑے بیٹے مولوی عبدالکریم نے مرزا بشیر الدین محمود کے خلاف ایک ہفتہ وار اخبار ''مباہلہ'' جاری کر رکھا تھا۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ خلیفہ صاحب ان کی عزت پر بھی ہاتھ صاف کر گئے...... ازاں بعد خلیفہ قادیان کے مقرب خاص شیخ عبدالرحمٰن مصری نے اپنے لڑکے کی عادات میں مجرمانہ ادائیں دیکھیں اور سرکش پایا تو اسے پریشانی لاحق ہوئی۔ مصری نے اس کی تفتیش شروع کر دی اور کپورتھلہ میں جا کر بیٹے کو کالج کے ہاسٹل میں جا گھیرا۔ بیٹے نے گھبرا کر سارے حالات و واقعات باپ کے گوش گزار کر دیئے اور تحریرات بھی بہم پہنچائیں۔ قصر خلافت اور امرو پرستی کے یہ ناقابل تردید ثبوت...... شہر سدوم ہی تو ہے یہ سارا واقعہ مصری کے مذکورہ بیٹے حافظ بشیر احمد نے مؤلف فتنہ انکار ختم نبوت کو لاہوری جماعت کی مسجد کے ایک حجرے میں بیٹھ کر سنایا تھا۔ (حوالہ مذکور ص ۵۲)

اخبارات بھی گواہ ہیں

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے بعد ربوہ سے کچھ مہم جو اور زندہ دل نوجوان، خلیفہ صاحب کی فحش کاریوں اور بدکاریوں کو دیکھ کر ''حقیقت پسند پارٹی'' کے نام سے منظر عام پر آئے تھے۔ ان کے بیانات اخبارات میں بھی شائع ہوئے۔ نوائے وقت نے اپنی مستمرہ فراست سے ان کی دست گیری کی، پاکستان ٹائمز اور کراچی ٹامز میں بھی ان باہمت اشخاص کے انکشافات چھپے۔

مرزامحمود کے گھر ایک اجنبی عورت اکثر آتی تھی، وہ ایک رات کے لئے اپنی اجرت پانچ سو روپے لیا کرتی۔ (بیان مولانا محمد اسماعیل غزنوی بحوالہ فتنہ انکار ختم نبوت مؤلفہ مرزا محمد حسین ص ۱۰۹)

لاہور کی سڑکوں پر گھومنے والی سلمیٰ جشن اور لنک میکلوڈ روڈ پر مقیم حنیفاں بھی انہی تذکروں کی علامت ہیں۔ (دیباچہ، قادیانی امت اور جنسی انارکی مندرجہ شہر سدوم ص ۱۴)

شفیق مرزا کے الفاظ میں: ''خلیفہ جی کے ایک صاحبزادے کی رنگت اور شکل وشباہت سے کچھ ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی صورت ایک ڈرائیور سے ملتی ہے۔ لوگوں میں چہ میگوئیاں شروع ہوئیں تو کار خاص کے نمائندوں نے خلیفہ جی کو اطلاع دی اور انہوں نے انگریز عورتوں کے گھروں میں سیاہ فام بچے پیدا ہونے پر ایک خطبہ دے مارا۔ حالانکہ یہ کوئی ایسی بات نہ تھی کہ اس پر ایک طویل مثالوں سے مزین لیکچر دیا جاتا۔'' (بحوالہ شہر سدوم مؤلفہ شفیق مرزا ص ۱۴)

بیوی کی یاد میں

خلیفہ صاحب نے اپنی ایک بیوی کی وفات پر پرانی یادوں کا تذکرہ کرتے ہوئے جو کچھ فرمایا تھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شادی سے پہلے ہی ''مرحلہ ہم بستری'' طے ہو چکا تھا۔ سہاگ رات تو بس رسماً منائی گئی۔ بیان ہے: ''شادی سے پیشتر جب کہ مجھے گمان بھی نہ تھا کہ یہ لڑکی میری زوجیت میں آئے گی۔ ایک دن میں گھر میں داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ ایک لڑکی سفید لباس پہنے سمٹی سمٹائی، شرمائی لجائی دیوار کے ساتھ لگی کھڑی ہے۔''

(سیرۃ ام طاہر، شائع کردہ مجلس خدام الاحمدیہ ربوہ)

کتابی چہرے کا اتنا بغور مطالعہ اور انہماک کیا معنی دیتا ہے؟

یہ تفریح ہے؟

شیخ عبدالرحمٰن مصری (قادیانی) کے حوالہ سے روایت ہے کہ جب انہوں نے اپنے صاحبزادے کے انکشاف پر مرزامحمود کے بارے میں تحقیقات شروع کی تو اس قدر الم انگیز

واقعات سامنے آئے کہ وہ حیران رہ گئے۔ اسی اثناء میں انہوں نے مرزامحمود کے ماموں ڈاکٹر میر محمد اسماعیل سے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے تو وہ کہنے لگے: ''حضور سلسلے کا اتنا کام کرتے ہیں اگر تھوڑی بہت یہ تفریح بھی کر لیتے ہیں تو کیا حرج ہے۔'' (بحوالہ شہر سدوم از شفیق مرزا ص۸۲)

لڑکیوں کے جھرمٹ میں

مولانا محمد اسماعیل غزنوی (موصوف قادیانیوں کے خلیفہ اوّل حکیم نورالدین بھیروی کے نواسہ تھے) نے بتایا کہ مرزامحمود دریائے بیاس کے کنارے پھیرہ چچی میں پکنک منایا کرتا تھا اور ایسے موقعہ پر وہاں متعدد خیمے لگائے جاتے تھے۔ ایک مرتبہ وہاں ڈاک بنگلہ تعمیر کرنے کا پروگرام بھی بنا۔ ایسے ہی ایک جشن کے موقعہ پر وہ وہاں گئے تو گیٹ کیپر نے انہیں روک لیا۔ بعدازاں خلیفہ جی کو اطلاع دی گئی اور انہیں اندر بلالیا گیا اور وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ مرزامحمود پندرہ، بیس بالکل عریاں لڑکیوں کے جھرمٹ میں بیٹھا ہے اور اس کے اپنے جسم پر بھی کوئی کپڑا نہیں۔ وہ اس منظر کی تاب نہ لاسکے اور نگاہیں نیچی کر لیں تو مرزامحمود نے نہایت اوباشانہ طریقہ سے پوچھا۔ ''مولانا کیا ہوا ہے؟'' (شہر سدوم مؤلفہ شفیق مرزا ص۸۴)

استغفراللہ، استغفراللہ، استغفراللہ

مرزاگل محمد صاحب (رئیس قادیان) کی دوسری بیوہ چھوٹی بیگم کا حلفیہ بیان ہے کہ: ''میں نے اپنی آنکھوں سے ان کی صاحبزادی اور بعض دوسری عورتوں کے ساتھ دوچار ہوتے دیکھا ہے۔ میں نے ایک مرتبہ حضرت خلیفہ صاحب سے عرض کی، حضور یہ کیا معاملہ ہے؟ آپ نے فرمایا۔ قرآن اور حدیث میں اس کی عام اجازت ہے۔ البتہ اس کو عوام میں پھیلانے کی ممانعت ہے۔'' (بیان سیدہ ام الصالحہ بنت سید ابرار حسین بحوالہ فتنہ انکار ختم نبوت ص۱۶۷)

''آدم کی اولاد کی افزائش ہی اس طرح ہوئی ہے کہ کوئی مقدس سے مقدس رشتہ بھی مجامعت میں حائل نہیں ہوسکتا۔'' (بحوالہ شہر سدوم از شفیق مرزا ص۱۰۳)

قادیانی مسیح موعود اور قرآن

مؤلف ''فتنہ انکار ختم نبوت'' سے ان الفاظ کی وضاحت چاہی گئی تو انہوں نے کہا: ''مصلح الدین سعدی نے مؤکد بعذاب قسم کھا کر مجھے بتایا کہ ایک دن میں مرزا کی ہدایت پر ایک لڑکی کے ساتھ دادعیش دے رہا تھا کہ وہ آیا۔ اس نے لڑکی کے سرینوں کے نیچے سے قرآن پاک نکالا۔ استغفراللہ!''

آخری فقرہ کے بارے میں ان کا کہنا ہے کہ مولوی فضل دین صاحب نے انہیں بتایا کہ انہیں ان کے بڑے بھائی مولوی علی محمد صاحب اجمیری نے بتایا تھا کہ مرزامحمود اپنی محفل خاص میں کہا کرتا تھا کہ ''حضرت مسیح موعود'' بھی یہی کام کرتے تھے۔ (شہر سدوم ص۱۰۴)

تذکرہ فاعل ومفعول کا

مصری عبدالرحمٰن صاحب کے بڑے لڑکے حافظ بشیر احمد نے میرے سامنے قرآن شریف ہاتھ میں لے کر یہ الفاظ کہے: ''خدا تعالیٰ مجھے پارہ پارہ کردے اگر میں جھوٹ بولتا ہوں کہ موجوہ خلیفہ (مرزامحمود) نے میرے ساتھ زیادتی کی ہے۔ میں خدا کی قسم کھا کر یہ واقعہ لکھ رہا ہوں۔'' (حلفیہ بیان محمد عبداللہ احمدی سیمنٹ، فرنیچر ہاؤس مسلم ٹاؤن، لاہور بحوالہ شہر سدوم ص۱۴۶)

دود چراغ محفل

سرحد کے مرحوم وزیراعظم صاحبزادہ عبدالقیوم مرحوم کے ایک قادیانی عزیز کا بیان ہے کہ اسے اور اس کے دوسرے ساتھیوں کو خلیفہ صاحب کا حکم تھا کہ مصری کی لڑکیوں کو اغوا کرلیا جائے۔ (بیان، مرزامحمد حسین مؤلفہ فتنہ انکار ختم نبوت ص۲۵۰)

نسخہ ارتداد

مولوی ظفر محمد ظفر قادیانی اکثر کہا کرتے تھے: ''جن باتوں کا مجھے علم ہے اگر میں تمہیں بتادوں تو تم مرتد ہو جاؤ۔'' یعنی قادیانی قادیانیت کو چھوڑنے لگ جائیں۔

(بحوالہ شہر سدوم ص۸۴،۸۵)

یہ میں ہی تھا

حکیم عبدالوہاب عمر، قادیانی امت کے خلیفہ اوّل مولوی نورالدین کے صاحبزادے ہیں۔ ان کا بچپن اور جوانی قصر خلافت کے درودیوار کے سائے میں گزری ہے...... عموماً وہ اپنی آپ بیتی حکایت عن الغیر کے طور پر سناتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی پیچھے پڑ جائے اور کریدنا ہی چاہے کہ وہ نوجوان کون ہے تو بلاجھجک کہہ دیتے ہیں۔ ''یہ میں ہی تھا'' انہوں نے بتایا:

۱۹۲۴ء میں مرزامحمود احمد بغرض سیروتفریح کشمیر تشریف لے گئے۔ دریائے جہلم میں تیراکی میں مصروف تھے کہ مرزامحمود نے غوطہ لگا کر ایک سولہ سالہ نوجوان کے منارہ وجود کو اپنی گرفت میں لے لیا...... وہ اتنا کہہ کر خاموش ہوگئے تو ان کے دواخانہ کے انچارج جناب اکرم بٹ نے پوچھا۔ قبلہ یہ ساری کارروائی تو زیرآب ہوئی تھی۔ آپ کو کیسے پتہ چلا تو وہ بولے۔ ''میں

اپنا واقعہ بیان کر رہا ہوں۔“

قصر خلافت قادیانی کے گول کمرہ سے ملحق ایک اور کمرہ ہے۔ مرزا محمود نے ایک نوجوان سے کہا، اندر ایک لڑکی ہے جاؤ اس سے دل بہلاؤ۔ وہ اندر گیا اور اس کے سینہ کے اہراموں سے کھیلنا چاہا۔ اس لڑکی نے مزاحمت کی اور وہ نوجوان بے نیل ومرام لوٹ آیا۔ مرزا محمود نے اس نوجوان سے کہا کہ تم بڑے وحشی ہو۔ جواباً کہا گیا کہ اگر جسم کے ان ابھاروں کو نہ چھیڑا جائے تو مزہ کیا خاک آئے گا۔ مرزا محمود نے کہا لڑکی کی اس مدافعت کا سبب یہ ہے کہ وہ ڈرتی ہے کہ کہیں اس طرح سے اس نشیب وفراز کا تناسب نہ بدل جائے......

ایک دفعہ خلیفہ صاحب کی بیگم مریم نے ”اس نوجوان“ کو خط لکھا کہ فلاں وقت مسجد مبارک (قادیان) کی چھت سے ملحقہ کمرہ کے پاس آ کر دروازہ کھٹکھٹانا تو میں تمہیں اندر بلالوں گی۔ دروازہ کھلا تو ”اس نوجوان“...... کی حیرت کی کوئی انتہاء نہ رہی جب اس نے دیکھا کہ بیگم صاحبہ ریشم میں ملبوس سنگھار کئے موجود تھیں۔ ”اس نوجوان“ نے کہا، حضور اجازت ہے۔ انہوں نے جواب دیا۔ ”ایسی باتیں پوچھ کر کی جاتی ہیں۔“ (راوی مذکور ص ۱۰۵ تا ۱۰۷ از شہر سدوم)

ایک خط

جنابہ مقبول اختر صاحبہ، حکیم قطب الدین صاحب آف بدوملہی کی عزیزہ ہیں۔ قادیان میں انہیں مرزا محمود کے گھر میں رہنا پڑا۔ وہاں جو کچھ انہیں نظر آیا وہ انہوں نے مولانا مظہر علی اظہر کو لکھ دیا۔ اصل خط میں بعض الفاظ غلط طور پر لکھے گئے ہیں۔ تاہم اس جگہ چند اقتباسات درستگی کے ساتھ نقل کر رہے ہیں۔

”گزارش احوال یہ ہے کہ میں سات سال سے مرزا بشیر الدین محمود احمد کے گھر میں ہوں، میں نے جو اپنی آنکھوں سے حالات دیکھے ہیں وہ قلمبند کر رہی ہوں۔ قادیان میں خلیفہ صاحب نے کوئی لڑکی یا عورت نہیں چھوڑی جو کہ خوبصورت ہیں...... کہ دفتر میں جو نوجوان لڑکے ہیں وہ آتے ہیں اور لڑکیاں اس جگہ پر بلالیتے ہیں تو آپ بھی اس میں شامل ہوتے ہیں۔ اس میں اپنی لڑکیاں بھی موجود رکھتے ہیں۔ یعنی ناصری، قیوم، رشید، امتہ العزیز اور ایک بیوی جس کا نام مریم، سیدوں کی لڑکی ہے۔ وہ بھی اس میں شامل ہے۔ اس کے علاوہ باہر کی لڑکیاں جن میں ڈاکٹر فضل الدین کی لڑکی سلیمہ، مفتی فضل الرحمٰن کی لڑکی، احمد دین زرگر کی لڑکی سید منصوری والے کی بہو، استانی میمونہ، چوہدری فتح محمد سیال کی بیوی رقیہ، سید ولی اللہ شاہ کی بیوی، فتح محمد کی لڑکی آمنہ، سید

عبدالجلیل کی بیوی رضیہ، نور جہاں جو باہر کی ہے۔ مرزامحمود کی بیگم جو عرب سے ہے۔ محمد بی بی، بلوچ کی بیوی۔ ایک سیدہ منیرہ جو کہ ولی اللہ کے ماموں کی لڑکی ہے۔ اس کو تو حمل ہو گیا تھا...... سلیمہ بنت ڈاکٹر فضل الدین کی لڑکی کو مرزامحمود کا بچہ ہونے والا تھا تو بہت جلد اس کی شادی شیخ عبدالرحمٰن مصری کے لڑکے کے ساتھ کردی تاکہ کوئی بہانہ بنایا جائے۔ یعنی اب مشہور کر دیا ہوا ہے کہ اس کو بیماری ہے۔ اگر بچہ پیدا ہوا تو سات ماہ کا ہوگا۔ اسی طرح منیرہ کو بھی حمل ہو گیا تھا۔ مگر جلدی سے اس کا علاج کر دیا اور حمل گرادیا...... باقی جو قادیان کے بدمعاش لڑکے ہیں۔ وہ خلیفہ صاحب کے ہمراز اور پوشیدہ دوست ہیں...... مریم جو کہ خلیفہ صاحب کی بیوی ہے وہ سیکرٹری بنی ہوئی ہے اور خلیفہ صاحب کی طرح ایک دوسرے کو ملا دیتی ہے اور خود بھی لڑکیوں کے ساتھ بدمعاشی کرتی ہے۔ ایک لڑکا نذیر ہے جو کہ مرزامحمود کی موٹر چلاتا ہے وہ بھی اس گروہ میں شامل ہے۔ میں نے تو سخت تنگ آ کر قادیان کو خیرباد کہہ دیا ہے اور باقی جو میری ہم خیال لڑکیاں ہیں وہ بھی سخت تنگ ہیں...... میرا خیال یہاں تک کہتا ہے کہ مسلمان کوئی نہیں اور خدا بھی کوئی نہیں ہے کہ میری آنکھیں کیا کیا دیکھتی ہیں۔ مگر ان کو ہوتا کچھ نہیں ہے۔ ایک طرف تو خداتعالیٰ سخت سزا دینے کا حکم دیتا ہے اور دوسری طرف ان کو کچھ نہیں کہتا۔ یہ معاملہ کیا ہے؟"

(شہر سدوم مصنفہ شفیق مرزا ص ۳۸ تا ۴۰)

وہ شاخ نور جسے ظلمت نے سینچا ہے
اگر پھلی تو شراروں کے پھول لائے گی

اہلیہ کے دھوکا میں

ایک باثر و معزز قادیانی حکیم عبدالوہاب صاحب کا بیان ہے کہ شیخ عبدالحمید ایڈیٹر ریلوے کی بیٹی اور عبدالباری سابق ناظر بیت المال قادیان کی ہمشیرہ ثریا اور مرزامحمود کی بیٹی ناصرہ بیگم آپس میں سہیلیاں تھیں۔ ثریا ایک دن اپنی سہیلی کو ملنے قصر خلافت گئی تو رات کو وہیں سوگئی۔ مرزامحمود نے بیٹی کی موجودگی ہی میں اس سے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی۔ ثریا نے باقاعدہ مزاحمت کی تو مرزامحمود نے بہانہ بناتے ہوئے کہا: "مجھے غلط فہمی ہوئی ہے، میں سمجھا کہ میری اہلیہ ہیں۔"

ثریا نے جواب دیا۔ سہیلیاں تو اکٹھی سو جاتی ہیں مگر وہ بیوی جس کی باری چوتھے دن آتی ہے کس طرح یہ پسند کر سکتی ہے کہ وہ اپنی بیٹی کے پاس جا کر سو جائے۔ پھر بیٹی کی موجودگی میں ایسا کرنا شرافت کی کون سی علامت تھی۔ (حکیم مذکور کا بیان مندرجہ شہر سدوم ص ۹۰)

چھاتیوں سے پکڑنا چاہا

عبدالرب خان صاحب بیان کرتے ہیں کہ ہم مرزابشیراحمدالمعروف ’’قمرالانبیاء‘‘ کے گھر میں رہ رہے تھے کہ ایک رات کو آندھی سی آ گئی۔ سب افراد خانہ کمروں میں جانے لگے۔ میری اہلیہ مرحومہ برآمدے سے گزر رہی تھیں کہ میاں بشیراحمد سامنے آ گئے اورانہوں نے میری اہلیہ کو چھاتیوں سے پکڑنا چاہا۔ وہ بڑی غیرت مند خاتون تھیں۔ انہوں نے ایک زناٹے دار تھپڑ میاں بشیر کے چہرے پر رسید کیا۔ جس سے وہ دہرے ہو گئے۔ صبح کے وقت انہوں نے مجھے ناشتہ پر بلایا۔ میں نے انہیں اس بدمعاشی پر ڈانٹا تو وہ کہنے لگے۔ ’’رات آندھی تھی کچھ مجھے نزلہ کی بھی شکایت تھی۔ اس لئے میں سمجھا کہ شاید میری بیوی ہیں۔‘‘ انہوں نے اتنا ہی کہا تھا کہ میری اہلیہ اوپر سے آ گئیں اورانہوں نے ایک دوہتڑ میری پشت پر رسید کیا اور کہا چلو اٹھو تم اس بدمعاش کے پاس بیٹھے ہو۔ (خان صاحب قادیانی مذکور کا حلفیہ بیان مندرجہ شہرسدوم ص ۱۴۱)

اس رات کی بات

حکیم عبدالوہاب عمر صاحب سے روایت ہے، مرزابشیراحمد صاحب غیور نامی ایک پٹھان لڑکے میں بڑی دلچسپی لیا کرتے تھے اورٹی آئی ہائی سکول قادیان میں انہوں نے اس کے لئے علیحدہ کمرہ کا اہتمام بھی کروایا تھا۔ ’’غیور‘‘ پیازی رنگ کا بہت ہی حسین وجمیل لڑکا تھا۔ میاں صاحب کو اسے دیکھے بغیر چین نہ آتا۔ ایک دفعہ وہ میٹرک کا امتحان دینے کو بٹالہ گیا اور کئی دنوں کے بعد واپس قادیان پہنچا۔ آدھی رات کا عمل تھا اور بارش ہو رہی تھی کہ میاں صاحب کو اس کی آمد کا معلوم ہوا۔ آتش شوق بھڑک اٹھی اور وہ بارش میں بھیگتے ہوئے غیور کے کمرے کی کھڑکی کے سامنے جا کھڑے ہوئے اور کافی دیر اس سے گفتگو کرتے رہے...... خان بہادر دلاور خان نے اپنی سوانح میں لکھا ہے کہ میں نے اس لڑکے کے بارے میں تحقیقات کی تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ منشیات کا عادی ہے۔ اس پر میں بہت حیران ہوا کہ میاں صاحب نے ایسے لڑکے کے بارے میں سفارش کیوں کی؟ غیور معروف ومجہول اور ہر رنگ میں طبع آزمارہا۔ منشیات کا عادی ہو گیا اور پھر انہی بنیاد کی بناء پر راہی ملک عدم ہوا۔ (شہرسدوم ص ۱۶۱، تا ۱۶۳)

فوج سے یک گونہ تعلق رکھنے کی وجہ سے میاں شریف کو گاہے گاہے انبالے جانے کا موقعہ ملتا تھا۔ ایک مرتبہ وہ ایک خوبصورت بے ریش، امرد ہندو لڑکے جگدیش کو بہلا پھسلا کر اپنے ساتھ لے آئے اور پھر ایک عرصہ تک اس کے ساتھ ان کے تعلقات اور عجمی ذوق کے واقعات لوگوں کی زبان پر آتے رہے، اور مخلص مرید بسا اوقات ان حالتوں میں بھی ان کی دست بوسی کر

رہے ہوتے۔ (شہر سدوم ص۱۶۱، تا۱۶۳)

غسلخانے کی کہانی

مولوی عبدالکریم ٹیمپل روڈ لاہور کے رہائشی اور جماعت احمدیہ سے منسلک تھے، ان کا کہنا ہے...... ’’میاں شریف احمد کی ایک صاحبزادی امتہ الودود اچانک دماغ کی شریان پھٹ جانے کی وجہ سے فوت ہوگئی تھیں۔ اس کے متعلق مختلف النوع روایات واقفان حال بیان کرتے ہیں۔ چونکہ میں خود انہی گھروں میں پلا ہوں۔ اس لئے میں نے اس حادثہ فاجعہ کے بارے میں مکمل تحقیقات کی تو مجھے معلوم ہوا کہ امتہ الودود کو اس کی سہیلی ’’صادقہ‘‘ ملنے کے لئے آئی۔ گرمی کے دن تھے۔ اس لئے اس نے کہا کہ میں ذرا غسل کرلوں۔ وہ غسل کرنے کے لئے باتھ روم میں چلی گئی۔ جب نہادھوکر اس نے باتھ روم کا دروازہ کھولا تو اس نے دیکھا کہ میاں شریف کچھ فاصلے پر کھڑا ہے اور فحش اشارے کررہا ہے۔ اتنے میں امتہ الودود بھی آگئی۔ اب یہ تینوں اس طرح کھڑے تھے کہ میاں شریف درمیان میں تھا اور صادقہ اور وہ دونوں آمنے سامنے تھے۔ امتہ الودود نے دیکھا کہ صادقہ کے چہرے پر ایک رنگ آرہا ہے اور جارہا ہے۔ اس نے پوچھا کیا معاملہ ہے۔ اس پر میاں شریف نے مڑ کر دیکھا تو اپنی صاحبزادی کو پیچھے پایا۔ بیٹی اس صدمہ کو برداشت نہ کرسکی اور فوراً ہی ہلاک ہوگئی۔‘‘ (شہر سدوم ص۱۶۳)

واعظ لگانا سوچ کر تہمت بازار حسن پر
منبروں پر ناچتے کچھ پارسا دیکھے گئے

قصر خرافات میں نسوانی سسکیاں

نائٹ کلبوں، سینما گھروں، تفریحی پارکوں اور یورپین طرز کے ہوٹلوں میں جو کچھ ہوتا ہے، وہ کسی پر مخفی نہیں، جھانجر کی چھنک، آنکھوں کے معشوقانہ زاویے، تناہوا باریک لباس اور شرابی قہقہے کسی بھی برٹش ریسٹورنٹ یا فائیو سٹار ہوٹل کی پہچان اور جان ہوتے ہیں...... یہاں بدمست جوانیاں کام ودہن کی لذت کے ساتھ ساتھ دل ونگاہ کو بہلانے کا سامان بھی مہیا کرتی ہیں۔ مہذب خاندانوں کے معزز افراد ان جگہوں پر اپنے بدن کا نشہ اتارنے جاتے ہیں۔ ماکولات ومشروبات تو ایک خوبصورت بہانہ ہے۔ ملازم لڑکیاں اپنے اجنبی مہمانوں کے سامنے اشیائے خوردنی کے علاوہ اپنی تن من بھی پیش کرتے ہیں اور نئی تہذیب کے پرستار کاؤنٹر پر بل ادا کرنے سے قبل کھانا لانے والی کی تواضع فرماتے ہیں۔ کھانا ایک ساتھ اور سونا بھی ایک جگہ۔ شراب سے جی بھرا تو ہونٹوں کی سرخی چوس جانے پر تل گئے۔ جسم پر موجود کپڑے تو محض ایک تکلف ہے۔ سو

کمرے میں یہ بھی اتر جاتے ہیں...... لاہور میں منٹگمری روڈ ''سسل'' نام کا ایک ہوٹل تھا۔ یہاں اطالوی حسینہ مس روفوا اپنے قدموں اور چہکتے لب ولہجہ کا جادو جگایا کرتی تھی...... یکم/مارچ ۱۹۳۴ء کو سسل ہوٹل کی طرف سے مشتہر ہوا کہ آج ۵ بجے سے ساڑھے نو بجے رات تک دل موہ لینے والا ناچ اور اکونٹ ڈرائیور ہوگا۔ تماشائی چار بجے شام سے جمع ہونا شروع ہوگئے۔ پانچ بجے تو اچھا خاصا مجمع تھا۔ ہر ایک شخص کھیل شروع ہونے کا منتظر تھا۔ مگر خلاف توقع ناچ شروع ہوا اور نہ ہی اکاؤنٹ کھیل، آخر استفسار پر معلوم ہوا کہ رسٹ ڈرائیور کا تمام سامان منتظمہ کے کمرہ میں ہے اور اسے مرزابشیرالدین محمود اپنی موٹر میں بٹھا کر لے گئے ہیں۔

جلی حروف میں سرخیاں

لاہور کے ایک اردو پرچہ کی پیشانی پر درج ذیل سرخی نمایاں تھی۔ ''مرزابشیرالدین محمود کی آمد اور سسل ہوٹل کی منتظمہ کی گمشدگی۔'' تلاش کے باوجود اس کا کوئی پتہ نہیں مل سکا۔

(نامہ نگار، آزاد، روزنامہ زمیندار لاہور مورخہ ۳/مارچ ۱۹۳۴ء)

مرزا قادیانی ہوٹل سے ایک لڑکی لے اڑے۔ اس واقعہ کو مولانا ظفر علی خان نے ''زمیندار'' میں یوں منظوم فرمایا۔

اے کشور اطالیہ اے باغ کی بہار — لاہور کا دامن ہے تیرے فیض سے چمن
پیغمبر جمال تیری چلبلی ادا — پروردگار عشق تیرا دلربا چلن
الجھے ہوئے ہیں دل تیری زلف سیاہ میں — ہیں جس کے ایک تار سے وابستہ سوفتن
پروردۂ فسوں ہے تیری آنکھ کا خمار — آوردۂ جنوں ہے تیری بوئے پیرہن
پیمانۂ نشاط ہے تیری ساق ضد لیں — بیعانہ سرور ہے تیرا مرمری بدن
رونق ہے ہوٹلوں کی تیرا حسن بے حجاب — جس پر فدا ہے شیخ تو لٹو ہے برہمن
جب قادیاں پہ تیری نشیلی نظر پڑی — سب نشہ نبوت ظلی ہوا ہرن
میں بھی ہوں تیری چشم پرفسوں کا معترف — جادو ہی ہے آج اے قادیاں شکن

(اطالوی حسینہ از نقاش، روزنامہ زمیندار لاہور مارچ ۱۹۳۴ء)

قادیان شکن ایک خبر

سسل ہوٹل لاہور کی ایک اطالوی منتظمہ جو ہوٹل میں مرزامحمود احمد خلیفہ قادیان کے ایک روزہ قیام کے بعد اچانک غائب ہوگئی تھی دوسرے روز ''قادیان کی مقدس سرزمین میں دیکھی گئی۔''

(روزنامہ زمیندار لاہور)

اس کو ''زمیندار'' اخبر کے مدیر شہید مولانا موصوف نے یوں شائع کیا۔

ہوٹل سسل کی رونق عریاں

عشاق شہر کا ہے ''زمیندار'' سے سوال — ہوٹل سسل کی رونق عریاں کہاں گئی
اس کے جلو میں جاں گئی ایماں کے ساتھ ساتھ — کیا کیا نہ تھا جو لے کے وہ جان جہاں گئی
خوف خدائے پاک دلوں سے نکل گیا — آنکھوں سے شرم سرور کون و مکاں گئی
بن کر خروش حلقۂ رندان لم یزل — لے کر گئی وہ حشر کا ساماں جہاں گئی
روما سے ڈھل کے برق کے سانچے میں آئی تھی — اب کس حریم ناز میں وہ جان جاں گئی
یہ چیستاں سنی تو زمیندار نے کہا — اتنا ہی جانتا ہوں کہ وہ قادیاں گئی

(روزنامہ زمیندار لاہور مورخہ ۱۵/مارچ ۱۹۳۴ء ارمغان قادیان ص۵۰، مکتبہ کارواں کچہری روڈ لاہور)

ایک لہولہان نظم

تمہیں مشی فی النوم کی بھی خبر ہے — زمانے کے اے بے خبر فیل سوفو!
ملے گا تمہیں یہ سبق قادیاں سے — جہاں چل کے سوتے میں آئی ہے مس روفو
دبستاں میں جانا نہیں چاہتے ہو — تو پہنچو شبستاں میں اے بے وقوفو
بہار آ رہی ہے خزاں جا رہی ہے — ہنسو کھل کھلا کر دمشقی شگوفو
کرشن اور خور سند کیا اس کو سمجھیں — تمہیں داد دو اس کی عبدالرؤفو
جب اوقات موجود ہے قادیاں کی — کہاں مر رہی ہو تفو اور روفو

(اخبار زمیندار لاہور مورخہ ۱۳/مارچ ۱۹۳۴ء)

اطالوی رقاصہ کا ''الفضل'' میں اعتراف

جب اس رسوائے زمانہ داستان نے شہرت پکڑی اور مختلف اخباروں میں شوروغوغا بلند ہوا تو خلیفہ قادیان نے جمعہ کے دن اس پر پورا خطبہ دے مارا۔ انہوں نے اطالوی لیڈی کے لے جانے کا اعتراف کیا۔ مگر وجہ یہ بتائی...... ''میں اس لیڈی کو اپنی بیویوں اور لڑکیوں کے انگریزی لہجہ کے لئے لایا تھا۔'' (اخبار الفضل قادیان مورخہ ۱۸/مارچ ۱۹۳۴ء)

اور بات پھیل گئی

خلیفۂ قادیان مرزا بشیرالدین محمود کے اس اعتراف پر امرتسر سے ایک رسالے میں یہ تبصرہ چھپا...... ''پس مطلع صاف ہوگیا۔ مگر سوال یہ ہے کہ اطالوی عورت خاص کر ہوٹل کی خادمہ

انگریزی کیا پڑھائے گی۔ اطالوی لوگ تو خود انگریزی صحیح نہیں بول سکتے۔ انگریزی زبان میں دو حروف ڈی اور ٹی بالخصوص ممتاز ہیں دونوں حروف اطالوی لوگ عربوں کی طرح ادا نہیں کر سکتے۔ علاوہ اس کے ایسی معلّمہ کا اثر معصومات لڑکیوں اور پردہ نشین بیویوں پر کیا ہوگا؟''

(ترجمان اہل حدیث امرتسر)

پھر کیا ہوا؟

مرزا محمد حسین صاحب لکھتے ہیں: ''جب چار دانگ عالم شور مچا تو خلیفہ نے اطالوی حسینہ کو اپنے رازدار ڈرائیور (نذیر) کے ساتھ پانچ ہزار روپے دے کر قادیان سے رخصت کر دیا۔ یہ بات ڈرائیور مذکور نے مؤلف (مرزا موصوف) کو قادیان میں بتائی تھی۔ لاہور آن کر حسینہ نے لوگوں کے کہنے سننے پر مقدمے کی تیاری پر کمر باندھی۔ وہ اس وقت ایک وکیل کے پاس گئی۔ (چیف جسٹس محمد منیر) تو اس وکیل نے اس سے کہا تم جیسی پیشہ ور لڑکیاں یہاں اسی کسب کے لئے آتی ہیں۔ تم کو عصمت کا دعویٰ زیب نہیں دیتا اور نہ ہی تم عصمت شکنی ثابت کر سکتی ہو۔ جواباً اس پیشہ ور حسینہ نے کہا۔ آپ کی بات درست ہے۔ لیکن مجھے جس بات کا صدمہ ہوا ہے وہ خلوت سیئہ نہ تھی۔ بلکہ اس جنسی ملاپ کے وقت خلیفہ کا اپنی بیٹی کو پاس بٹھا لینا مجھ پر شاق گزرا۔ جونہی اس نے یہ کہا، وکیل نے اس کے کاغذات پھینک دیئے کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ کوئی معصیت کے وقت بیٹی کو پاس بٹھالے۔ اطالوی حسینہ کی بات تو ٹھیک تھی۔ لیکن اس کو فوراً احساس ہوگیا کہ خلیفہ کا یہ طریقہ واردات ہے کہ اس کی یورش زدہ لڑکی کی بات نامعقول ہوکر رہ جائے۔ بلکہ مقدمہ کرنے پر وہ خود پھنس جائے۔ خلیفہ کی معصیت ہی اس کی مدافعت بن جاتی تھی۔''

(بحوالہ فتنہ انکار ختم نبوت مؤلفہ مرزا محمد حسین ص ۲۸۱)

اور تو خرقے میں سب چھپ جائے گا
مئے کی بوتل بھی چھپا لی جائے گی؟

مجھے اتنا مزہ آیا

مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی کی شخصیت و کردار سے کون واقف نہیں۔ آپ باطل طاقتوں کو جس بے باکی اور جرأت کے ساتھ للکارتے ہیں یہ انہی کا حصہ ہیں۔ نیازی صاحب نے ایک مرتبہ شفیق مرزا اور امیرالدین صاحب کو سیمنٹ بلڈنگ تھارٹن روڈ لاہور کے سامنے بتایا تھا۔ ''ایوب حکومت میں جب دیوان سنگھ مفتون پاکستان آئے تو مجھے ملنے کے لئے بھی تشریف لائے۔ دوران گفتگو انہوں نے بڑی حیرانگی سے کہا، میں عرصہ دراز کے بعد ربوہ میں

مرزا محمود سے ملا ہوں۔ خیال تھا کہ وہ کام کی بات کریں گے۔ مگر میں جتنا عرصہ وہاں بیٹھا رہا وہ یہی کہتے رہے کہ فلاں لڑکی سے تعلقات استوار کئے تو مجھے اتنا مزا آیا۔ فلاں سے کئے تو اتنا۔‘‘

(شہر سدوم ص۱۱۹)

دیوان سنگھ مفتون کے نام

’’حکیم عبدالوہاب عمر بیان کرتے ہیں کہ مرزا محمود خلیفہ ربوہ کی ایک بیوی نے ایک مرتبہ ایڈیٹر ’’ریاست‘‘ دہلی، دیوان سنگھ مفتون (سردار صاحب کا آبائی تعلق حافظ آباد سے تھا اور ان کے قلم سے ایک اہم کتاب ناقابل فراموش، بھی منظر عام پر آئی) کو خط لکھا کہ تم راجوں مہاراجوں کے خلاف لکھتے ہو۔ ہمیں بھی ظالم کے تشدد سے نجات دلواؤ۔ جو ہمیں بدکاری پر مجبور کرتا ہے۔ ایڈیٹر مذکور نے ظفر اللہ خاں وغیرہ قادیانیوں سے تعلق کی وجہ (تفصیلی بیان ’’غازی عبدالرشید شہیدؒ‘‘ میں آئے گا) سے کوئی جرأت مندانہ اقدام تو نہ کیا۔ البتہ ’’ریاست‘‘ میں خلیفہ جی کی معزولی کے بارہ میں ایک نوٹ تحریر کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ جس شخص پر اہل خانہ تک جنسی بے راہ روی کے الزامات لگا رہے ہوں اسے اس قسم کے عہدہ سے چمٹا رہنا سخت ناعاقبت اندیشانہ فعل ہے...... قادیانی رائل پارک فیملی کے قریبی حلقوں کا کہنا ہے کہ یہ بیوی، مولوی نورالدین صاحب جانشین اوّل جماعت قادیان کی صاحبزادی امتہ الحیٔ بیگم تھیں۔‘‘

(بحوالہ شہر سدوم مؤلفہ شفیق مرزا ص۱۲۰)

نیچر کا انتقام

نیچر بڑی منتقم ہوتی ہے۔ اس کے ناخن اور دانت بڑے خونی ہوتے ہیں۔ **Nature is Red in Tooth Velan** اس کے قوانین کے خلاف بغاوت کرنے والا انجام کار اس کی سفاک گرفت میں آجاتا ہے۔ انجام کار موت سے پہلے یہی حال اس بے باک شہوت کار کا ہوا۔ وہ V.D سے کیا بچتا۔ اس کے رگ وپے میں وی.ڈی مچل گئی تھی۔ اس کا حافظہ باطل ہوگیا۔ جب یہ نماز پڑھتا تو کبھی رکوع ترک کر دیتا۔ کبھی سجدے سے بے خبر ہوکر نماز کا حلیہ بگاڑ دیتا۔ یہ بھی خدائی تعزیر کا سماں تھا تاکہ اس کے صم بکم اور عمی مرید اس سے عبرت حاصل کریں۔ نمازوں میں جو یہ مجنونانہ حرکات کرتا اس کے مرید ہزاروں کی تعداد میں اس کی اقتداء میں وہی کچھ کرتے۔ کسی کو یارائے کلام نہ تھا۔ ایک جلسہ کے زمانے میں چوہدری ظفر اللہ خاں نے مبینہ طور پر کہا کہ جماعت کے لئے شدید ترین ابتلاء حضور کی بیماری ہے کہ ان کے پیچھے نماز صحیح طور پر ادا نہیں ہوسکتی۔ اس پر تقریب کے صدر خلیفہ زادے میاں رفیع نے شکوہ کے طور پر کہا کہ یہ

چوہدری صاحب ہی ہیں کہ حضور کی امامت پر ایسا تبصرہ کرنے کی جرأت کر سکتے ہیں۔ گویا حضور کی اطاعت نماز سے زیادہ مقدس تھی۔ نماز بے شک ذبح ہوتی رہے۔ لیکن اس قتل صلوٰۃ پر کوئی حرف گیری نہ کرے۔

بستر بیت الخلا بن گیا

حواس باختگی میں یہ فحش گزیدہ ''خلیفہ'' جلسہ میں تقریر کے لئے لایا جاتا تو غلیظ باتیں کرتا۔ ایک دفعہ اس نے کہا کہ وہ جب پاکستان آیا تھا تو اس کی عمر ۴۹ سال تھی۔ اب اس کی عمر ۱۰۵ سال ہے۔ اس پر اس کے بیٹے نے تصحیح کی تو جلسہ میں ایک دل گرفتہ غریب مرید اٹھا اور کہا کہ ''حضور'' کا معاملہ ختم ہو گیا ہے اور یہ کہہ کر جلسہ گاہ سے چلا گیا۔ جب یہ مجنونانہ حرکات مسلسل سرزد ہونے لگیں تو ''حضور'' کو نماز سے ہٹا دیا گیا اور جلسہ میں آنے سے روک دیا گیا۔ اس کے ہذیان کی پروانہ کی گئی۔ آخر ان لوگوں کو وہی کچھ کرنا پڑا جو اقبالؒ نے ایک شعر میں فرمایا ہے۔

تیرا امام بے حضور، تیری نماز بے سجود
ایسے امام سے گزر ایسی نماز سے گزر

اس جنون کی کیفیت میں اس کے بے اختیار بول و براز سے اس کا بستر بیت الخلاء کو مات کرتا تھا۔ اس جنون میں ایک ''کفرناک'' اضافہ یہ ہوا کہ ''خلیفہ'' نے چیخ چلا کر کہنا شروع کیا کہ اس کو قادیان لے جایا جائے تا کہ وہ اپنے باپ کی قبر دیکھے۔ اس پر راہ گیر کردہ منتظمین نے مرزا قادیانی کا ایک مزار تیار کیا اور اس کو ''مسیح موعود'' کا مزار قرار دے کر ''خلیفہ'' کو دکھایا گیا۔ یہ وہ ناشدنی حرکت تھی کہ جماعت کا با اثر طبقہ بگڑا اور چوہدری ظفر اللہ خاں نے بقول کسے دباؤ ڈال کر یہ ''کفر کاری'' ختم کرادی۔

لاعلاج مرض سے معزولی

جب ہوش و حواس کاملاً جواب دے گئے تو ایک انتظامی مجلس (Reglncy) قائم کر دی گئی جو جماعت کے کام چلاتی رہی۔ اس حالت میں بھی فریب کاری جاری رہی۔ ''خلیفہ'' کی ہمشیرہ کا ایک بیان ''الفضل'' میں شائع ہوا کہ ''حضور'' کے کرنے کے کام پورے ہو گئے ہیں۔ اس لئے بیماری کوئی روک نہیں۔ نہ معزول ہونے والا ''خلیفہ'' اللہ کے حکم سے معذور ہو کر معزول ہو گیا۔ یہ قہر الٰہی تھا کہ جو جماعت مسلمانوں کی نمازوں کو نماز نہیں سمجھتی تھی اس کو اپنے ہاتھوں اپنی ''نمازیں'' محض مذبوحی حرکات بنانی پڑیں۔

خلیفہ کی لاعلاج امراض پر کروڑوں روپے ضائع ہوئے۔ پی. آئی. اے کی پرواز پر قیمتی

ادویات دوسرے ممالک سے آتی تھیں۔ ایک دفعہ جب خلیفہ ہوش کی حالت میں تھا تو ڈاکٹر صاحب نے معائنہ کیا تو اس نے کہا کہ ’’خلیفہ صاحب‘‘ کے جسم کے علاوہ اس کے ’’خیال‘‘ میں فالج نفوذ کر چکا ہے۔ چونکہ وہ ’’قادیان‘‘ کا نام لے لے کر روتا تھا۔ اس لئے اشکباری سے خیال ہٹانے کے لئے یہ مشورہ دیا گیا کہ خلیفہ ایک گیند لے کر دیوار پر مارے اور پکڑے اور پھر مارے اور پکڑے اور یہ عمل جاری رہے۔ اس سے اس کے خیال کا رخ بدل جائے گا۔ جو عیاذ اًباللہ حضرت فاروق اعظمؓ سے بڑا بنتا تھا۔ اس کو یہ علاج اپنے کافرانہ تردد کے منافی معلوم ہوا تو ڈاکٹر مذکور نے کہا کہ ایک ربڑ کا گیند اپنے پاؤں کے محراب کے نیچے رکھ کر پاؤں گھماتے رہو۔ یہ بھی بیمار کے لئے ناقابل عمل تھا۔ الغرض خدا نے مفتریانہ دعاوی کی یہ سزا بھی دی کہ ہر علاج مزاج پر گراں گزرنے لگا۔ اس طرح حالت دگرگوں ہوتی چلی گئی۔ پھر بستر پر اضطراب میں مبتلا ہوکر اس کا جسم چکر کھاتا رہا اور بستر کو اس طرح بنا دیا گیا کہ وہ نیچے نہ گر جائے۔ تحت الشعور کے کواڑ کھل جانے سے جو غلاظت اندر مدفون تھی۔ سب وشتم کے انداز میں نکلنی شروع ہوگئی تھی۔

لاش کو سنوارا گیا

آٹھ سال تڑپ تڑپ کر مجروح روح شکستہ قفس عنصری سے نکلی۔ لاش اتنی متعفن ہوچکی تھی اور چہرہ اس قدر مسخ ہو چکا تھا کہ گھر والوں کو خوف پیدا ہوگیا کہ اس کیفیت سے سارا اخفا منصوبہ دھرے کا دھرا رہ جائے گا۔ چنانچہ داڑھی کو ’’سنوارا‘‘ گیا اور رخسار جو گڑھوں میں تبدیل ہوچکے تھے ان پر غازہ ملا گیا اور جسم پر کئی من برف رکھ کر منظر کو پوشیدہ کر دیا گیا۔ اس طرح شاہراہ معصیت کا راہی تہ خاک جا کر زمین کا بوجھ بن گیا۔

قادیانی حوریں مسلمانوں کے تعاقب میں

مرزائیہ فرقے کے افراد ہر وہ کام کر گزرتے ہیں جس سے ان کا مکتبہ فکر ترقی پا سکے۔ اس سلسلہ میں اسلامی غیرت وحمیت کے خلاف ایک گہری سازش خاص طور پر قابل غور ہے۔ وہ سمجھتے ہیں، جب مسلمانوں کا اخلاقی دیوالیہ نکل جائے گا تو پھر ان سے کوئی بھی کام لیا جاسکتا ہے۔ اس کی ایک مثال ۱۹۷۹ء میں راولپنڈی کے (پیراڈائز) ہوٹل پر پولیس کی چھاپہ مار ٹیم کے اقدامات سے منظر عام پر آئی۔ یہاں ۱۲۸ افراد تیرہ لڑکیوں کے ساتھ داد عیش دے رہے تھے۔ ان میں سے بیشتر شراب کے نشہ میں دھت تھے اور دو لڑکیاں لباس سے بے نیاز برہنہ رقص میں مصروف تھیں۔ تفتیش سے معلوم ہوا کہ یہ گھناؤنا کاروبار ہوٹل کے مالک ریٹائرڈ ڈپٹی کمشنر صلاح

الدین اور اس کے بیٹے محی الدین احمد مطاہر کے دم سے کسی خوف و خطر کے بغیر کھلے بندوں جاری تھا۔ مصدقہ اطلاعات کے مطابق یہ بدکار شخص، آنجہانی مرزا ناصر احمد کا خالو ہے۔ ملزم نے دوران تفتیش تسلیم کیا کہ اس نے کاروبار کو زیادہ وسعت تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کے بعد دی۔ نیز لڑکیوں میں اکثریت احمدیوں کی ہے۔ ہم اپنے رنگ میں مسلمانوں کو بدکاری پر آمادہ کر کے ان سے انتقام لے رہے تھے اور یہ کہ کاروبار میں میرے بعض بااثر ہم فرقہ افراد بھی شامل ہیں۔

دیوار کی اوٹ میں

پروفیسر نصیر احمد قادیانی کی ایک چھوٹی بہن ڈاکٹر طاہرہ ہے۔ یہ لڑکی اپنے قاتلانہ ناز نخروں کے ساتھ جماعت احمدیہ کے خلیفہ ثالث مرزا ناصر احمد کو کئی بار درشن دے چکی تھی۔ اس کی چشم نیم باز اور شوخ قہقہے خلیفہ صاحب کے کلیجہ پر چھری چلا جاتے۔ جب وہ ایوان خلافت میں آ نکلتی تو یوں محسوس ہوتا جیسے بارش کی رت میں کوئی مورنی ناچ رہی ہو۔ والدین اس کے ہاتھ پیلے کرنے کا پروگرام رکھتے تھے جو رشتے آئے تھے ایک رات ان کی فہرست خلیفہ جی کے حضور پیش کر دی گئی۔ انہوں نے کہا کل آنا میں اپنے رب کا عندیہ معلوم کروں گا۔ چنانچہ اگلے روز اس کا بھائی آیا تو فہرست اس کے ہاتھ میں تھما دی۔ سب نام قلم زد تھے، اوپر اپنا نام اور نیچے یہ نوٹ لکھا تھا۔

”میں نے استخارہ کر کے معلوم کیا ہے کہ یہ رشتہ ہمارے لئے انتہائی بابرکت ہوگا اور سلسلہ کی ترقی کا باعث ہے۔“ (ہفت روزہ ختم نبوت کراچی مورخہ ۹ تا ۱۵ / اکتوبر ۱۹۸۷ء)

الغرض رشتہ ہوگیا۔ ربوہ میں مٹھائیاں تقسیم ہوئیں۔ مرزا ناصر ہنی مون منانے اسلام آباد چلے گئے......

مرزا ناصر نے چند روز پہلے خلیفہ کے لئے نئی اہلیہ کی اہمیت پر نہایت زوردار خطبہ بھی دیا تھا...... کاسہ لیس قادیانی بزرگ جن میں مولوی عبدالمالک صوفی غلام محمد اور دوست محمد پیش پیش تھے، نے خلیفہ صاحب کی کامیابی کے لئے استخاروں کا ڈھونگ رچایا اور الفضل میں مضمون لکھے کہ ہمیں اس رشتہ کے متعلق بشارت ہوئی ہے۔ (ہفت روزہ ختم نبوت کراچی مورخہ ۱۹ تا ۲۵ / جون ۱۹۸۷ء)

وہ جو مجھ سے بچ کے نکل گئے انہیں اپنی دید عذاب تھی
انہیں علم تھا کہ ہے سامنے سر رہگذر کوئی آئینہ

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

قادیانیت

۱۹۷۴ء سے ۱۹۸۴ء تک

○

جناب ڈاکٹر سبطین لکھنوی صاحب

تفصیلی فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	پہلے مجھے دیکھئے	۳۱۶
۲	قادیانیت ...... ستمبر۱۹۷۴ء کے بعد	۳۱۷
۳	پس منظر	۳۱۷
۴	قادیانیوں کے لئے بادشاہت کے خواب	۳۱۸
۵	مرزاغلام احمد کی شاعری اور قائدعوام کا فوٹو	۳۱۹
۶	مرزا قادیانی کا سابقہ عقیدہ	۳۱۹
۷	ختم نبوت کا مسئلہ آئندہ پانچ سات سالوں میں ختم ہوجائے گا	۳۲۰
۸	کراچی شہر میں ایک تازہ قادیانی نبی	۳۲۰
۹	سیالکوٹ کا ایک ماڈرن مسیح موعود	۳۲۰
۱۰	سندھ کے کالجوں میں قادیانیوں کا پیدا کردہ سندھی اور غیر سندھی تعصب	۳۲۱
۱۱	پاکستانی پرچم کی بے حرمی اور جی ایم سید کی تصویر کو سجدوں کے مطالبے	۳۲۲
۱۲	بشیر طاہر ایک حریص اور قربت اقتدار کا نمائندہ	۳۲۶
۱۳	قادیانی لاہوری اور مصلح موعود کی شریفانہ زبان	۳۲۷
۱۴	قومی اسمبلی کے اراکین جن کی شکلیں دیکھ کر قادیانیوں کو گھن آتی ہے	۳۲۸
۱۵	پاکستان کی قومی اسمبلی کے لامحدود اختیارات	۳۲۸
۱۶	دہریے، زانی اور شرابی جنہوں نے قرآنی احکامات اور ارشادات نبویﷺ کو پس پشت ڈال کر قادیانیوں کو کافر بناڈالا	۳۲۹
۱۷	مفتی محمودؒ اور کتے کی فطرت	۳۲۹

۱۸	مودودیؒ صاحب کی مکاری اور بھٹو صاحب کی سیاست کاری	۳۳۰
۱۹	ملت اسلامیہ پاکستان یزیدی ہے	۳۳۰
۲۰	ٹوپی ضلع مردان کے قادیانی اور حضرت امام حسینؓ کا موازنہ	۳۳۱
۲۱	واقعہ کربلا اور قادیانی چند مماثلتی نکات	۳۳۱
۲۲	مرزا ناصر احمد مثیل مسیح موعود مسیح کا اصلی روپ ابن مسیح مسیح کا جانشین جس نے ۷/ستمبر ۱۹۷۴ء کو کانٹوں کا تاج پہنا	۳۳۲
۲۳	سابق والی مصر شاہ فاروق اور خدائے قادیان کا فیصلہ	۳۳۳
۲۴	قادیانی منتظر رہے ان ہاتھوں کے جو مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کا سر کچل کر رکھ دیتے	۳۳۴
۲۵	ملت اسلامیہ پاکستان نمرود، فرعون، ہامان، یہود، خوارج اور یزید کی مقلد ہے	۳۳۵
۲۶	قادیانی انبیاء کرشن، بدھ، کنفیوشس اور زرتشت ایرانی	۳۳۷
۲۷	پاکستان کے لکھوکہا کلمہ گو قادیانیوں کو عوام کالانعام کی خواہشات پر کافر بنادیا گیا	۳۳۹
۲۸	قومی اسمبلی کے معزز اراکین جن کے اعمال حرام اور نجاست سے ملوث ہیں	۳۳۹
۲۹	شراب خور، زانی، لفنگے، سمگلر	۳۳۹
۳۰	بیرونی ایجنٹ خدا رسول کے منصب پر فائز	۳۴۰
۳۱	عقیدۂ ختم نبوت کے خواب کی بہت سی تاویلیں ہیں	۳۴۱
۳۲	محمد رسول اللہ ﷺ بھی ۷/ستمبر ۱۹۷۴ء کے قومی اسمبلی کے فتویٰ کی زد میں آ گئے	۳۴۱
۳۳	مولانا مفتی محمودؒ سمیت پاکستان کی قومی اسمبلی کے اکثر اراکین عقیدۂ ختم نبوت کے منکر ہیں	۳۴۲
۳۴	قادیانیوں نے پیپلز پارٹی کو کامیاب کیا	۳۴۳
۳۵	پاکستان قادیانی عقیدے کے مطابق ایک بدقسمت ملک	۳۴۴
۳۶	مرزا طاہر احمد کی اجازت سے ایک نیا قادیانی پیغمبر مسٹر صفی الرحمان	۳۴۷
۳۷	اسلامی اسکالروں کی تحریروں اور کلمہ طیبہ پر مرزا طاہر احمد کا تبصرہ	۳۴۸

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پہلے مجھے دیکھئے

لندن میں مرزا طاہر احمد کی موجودہ سرگرمیاں عالم اسلام کے لئے ایک سوالیہ نشان بن کر رہ گئی ہیں۔ چند ایک استفہامیہ اندیشے اس کے تحت الشعور میں ہیں اور باقی زبان پر۔ مرزا طاہر احمد کی ان سرگرمیوں کے بعد پاکستان میں کنفڈریشن کی دبی دبی تبلیغ کا مطلب کیا ہے؟ ہمارا سنجیدہ طبقہ خود کلامی کے انداز میں خود اپنے آپ سے پوچھنے پر مجبو ہے کہ یہ سانحہ نصیب دشمناں اگر درپیش آ گیا تو ہمارا حدود اربعہ کیا ہوگا؟

پاکستانی مسلمان نڈھال ہے۔ اس کی آنکھوں کے سامنے مولانا فیض عالم صدیقی کا خون بہہ رہا ہے۔ ان کے قاتلوں کا مکمل حلیہ مع وضع قطع جہلم کی انتظامیہ کے ریکارڈ میں موجود ہے۔ لیکن قاتلوں کے ہاتھ لمبے ہیں۔

اب حضرت علامہ احسان الٰہی ظہیر کو کرائیڈن کے قادیانیوں کی طرف سے مباہلے کا چیلنج مل چکا ہے۔ محمود افضل قادیانی اگر دین اسلام کے ابجد سے بھی واقف ہوتے تو ''ختم نبوت'' کا مفہوم سمجھنے میں انہیں آسانی ہوتی۔ لیکن قادیانی جماعت کا سیکرٹری تبلیغ ہونا انہیں گمراہ کر گیا ہے۔ انہیں احساس ہی نہیں ہے کہ مباہلے کا یہ چیلنج خود مرزا طاہر احمد کے دادا کو اسہال کے حوالے کر گیا تھا۔ لطف یہ ہے کہ دستوں کی بھرمار اور ہیضہ کی وبا کو مرزا غلام احمد قادیانی نے مباہلہ کا عنوان دے کر بارگاہ الٰہی سے خود طلب کیا تھا۔

اس مباہلے کے جواب میں مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ استقامت کی ایک چٹان بن کر کھڑے رہے اور جب ناموس صحابہؓ کی حفاظت کا وقت آیا تو مولانا فیض عالم صدیقی نے اپنی نقد جان پیش کر دی۔

مسٹر بٹ! ابتلاء وآزمائش میں ثابت قدمی سرخروئی کا پیش خیمہ ہوتی ہے اور کبھی جدوجہد کی صداقت سے آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلے بھی گلستان بن جایا کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حق وصداقت کی راہوں پر ہمارے اکابرین کہیں چٹان کی طرح نظر آتے ہیں اور کہیں جان کا نذرانہ دے کر آگے بڑھتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ تاریخ نے ان کے یہ دونوں کردار محفوظ کر رکھے ہیں۔

جور کے تو کوہ گراں تھے ہم جو چلتے تو جاں سے گزر گئے
رہ یار ہم نے قدم قدم تجھے یادگار بنا دیا

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ قادیانیت کے مقابلے میں ایک کوہ گراں تھے اور یہ راستہ اس شان سے طے کیا کہ جب جنازہ اٹھا تو خود عوام یہ مطالبہ کررہے تھے۔

کہ غرور عشق کا بانکپن پس مرگ ہم نے بھلا دیا
کرو کج جبیں پہ سرکفن مرے قاتلوں کو گماں نہ ہو

حضرت علامہ احسان الٰہی ظہیر تو ہمارے راہنما ہیں۔ قادیانی مباہلوں کی یہ دھمکیاں اب ہمارے بچے بچے کو قبول ہیں۔

تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

یکم/مئی ۱۹۸۵ء خیر اندیش: سبطین لکھنوی

قادیانیت ...... ستمبر ۱۹۷۴ء کے بعد

پس منظر

ستمبر ۱۹۷۴ء کی آئینی ترمیم نے قادیانی جماعت کا ذہنی توازن ہی کھو دیا تھا۔ وہ دن اور آج کا دن ''ربوہ'' سے ایک ہی رٹ سننے میں آتی ہے کہ پاکستان کی قومی اسمبلی کو اپنے آئین کے اندر ''کافر'' اور ''مسلمان'' کے بارے میں کسی بھی امتیازی شق کو منظور کرنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔ لہٰذا قادیان کے اس رئیس[1] اعظم کے ہم پیروکار، جو کہ اپنے آپ کو ''ختم نبوت کا بعث ثانی'' اور محمد رسول اللہ ﷺ کا ''اوتار'' سمجھتا تھا سچے اور پکے مسلمان اپنی اس نام نہاد مسلمانی کے اعلان کے لئے نہ وہ موقعہ دیکھتے ہیں اور نہ محل، نہ وقت نہ مقام، سوال یہ ہے کہ بے وقت کی یہ قادیانی راگنی کچے پکے سروں میں کیوں الاپی جارہی ہے؟

اس کا واحد سبب قادیانیوں کی دو مجبوریاں ہیں، ایک ذاتی اور دوسری سیاسی۔ قادیانیوں کی ذاتی مجبوری یہ ہے کہ اسلام کے اندر وہ انگریزی سیاست کا اکلوتا اور خودکاشتہ پودا ہیں۔ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ انگریز بہادر نے اس پودے کو بزور شمشیر کاشت کیا تھا۔ لہٰذا اس سدا بہار گلستان سے اس پودے کی بیخ کنی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس کی موت کا پیش خیمہ ثابت ہوگی۔ سیاسی مجبوری یہ ہے کہ ان کا بچہ بچہ اس عقیدے پر پختگی سے قائم ہے کہ ''جماعت احمدیہ'' نے بین الاقوامی اسٹیج پر کوئی بہت بڑا کارنامہ سرانجام دینے ہی کے لئے قادیان کے ''رئیس اعظم'' کے یہاں جنم لیا تھا۔ خلیفہ ثانی قادیان بار بار یہ اعلان فرماتے رہے ہیں کہ:

[1] مرزاغلام احمد اپنے آپ کو ''رئیس اعظم قادیان'' لکھا کرتے تھے۔

قادیانیوں کے لئے بادشاہت کے خواب

’’وہ لوگ جو واقع میں حضرت مسیح موعود (مرزاغلام احمد قادیانی) پر ایمان لاتے ہیں وہ سمجھتے ہیں، اور یقین رکھتے ہیں کہ سب کچلے جائیں گے۔ صرف باقی ہم رہ جائیں گے۔ ہر ایک کو اپنی موت نظر آرہی ہے اور صرف ہم کو اپنی زندگی دکھائی دے رہی ہے۔ کیونکہ ہمارے متعلق ہی کہا گیا ہے۔ آسمان سے کئی تخت اترے پر تیرا تخت سب سے اونچا بچھایا گیا۔ پس دوسری بادشاہتوں کو خطرہ ہے کہ وہ ٹوٹ جائیں گی۔ مگر ہمیں امید ہے کہ بادشاہت دی جائے گی۔ حکمران ڈر رہے ہیں کہ ان کی حکومت جاتی رہے گی۔ مگر ہم (قادیانی) خوش ہیں کہ ہمارے ہاتھ میں دی جائے گی[۱]۔‘‘

اس میں شک نہیں کہ آسمان سے نازل ہونے والے ان نام نہاد تختوں میں سے کوئی سا بھی تخت قادیانی جماعت کو نصیب نہ ہوسکا۔ لیکن کسی بھی تخت کو مضبوط کرنے یا پھر اس کو دیمک کی طرح چاٹ جانے کے داؤ پیچ ان منکرین ختم نبوت نے بچپن ہی سے انگریز بہادر سے سیکھ لئے تھے۔ اس لئے دوسری کلیدی آسامیوں کے علاوہ فوراً بعد مملکت خداداد پاکستان کی وزارت خارجہ بھی انہیں مل گئی تھی۔ بعد میں ہمارے لادین سیاست دانوں نے تو قادیانی جماعت کو مستقل طور پر اپنا سیاسی متبنّیٰ ہی بنالیا تھا۔ شاید انہیں یہ غلط فہمی ہوگئی تھی کہ قادیانی جماعت کو قدرت نے ایک ایسا امرت دھارا تخلیق فرمایا ہے کہ:

اپنے ڈولتے اقتدار کی ہر پیڑ پہ لگا لو

ہم اس دور کی تفصیلات میں نہیں جانا چاہتے۔ جب خلیفہ ثانی قادیان اپنے وزیر خارجہ کے بل بوتے پر ملت اسلامیہ پاکستان کو یہ دھمکیاں دے رہے تھے کہ وہ وقت آنے والا ہے جب یہ (مسلمان) لوگ مجرموں کی حیثیت سے ہمارے سامنے پیش ہوں گے۔ بلکہ ہمیں اس نام نہاد دعویٰ دور کی تفصیلات بتانا مقصود ہیں۔ جس دور میں قادیانی جماعت کا بچہ بچہ اس زعم میں مبتلا ہوگیا تھا کہ (ہفت روزہ چٹان لاہور کے ایک مرسلہ نگار کے الفاظ میں) آئندہ پاکستان کی کرنسی پر مرزاغلام احمد قادیانی کا نام آئے گا۔ قادیانیوں کے یہ خوفناک عزائم اس وقت تک سمجھ میں نہیں آسکتے جب تک کہ بھٹو حکومت کی کامیابی کو قادیانی بلیک میلنگ کے پس منظر میں رکھ کر نہ دیکھا جائے۔ اپنے مفاد کی خاطر کسی کو بلیک میل کرنا قادیانیوں کا ایک پرانا خاصہ ہے۔ لیکن پیپلز پارٹی کے بارے میں قادیانیوں نے اپنی اس پرانی عادت کو اس ٹیکنیک کے ساتھ استعمال کیا کہ پارٹی کی مرکزی قیادت بھی اس سے محفوظ نہ رہ سکی۔ قادیانی بلیک میلنگ کا یہ حربہ ملتان کے ایک معروف

---

[۱] خلیفہ ثانی قادیان کا بیان مندرجہ اخبار الفضل مورخہ ۳؍اپریل ۱۹۲۸ء

کارکن کی زبانی ملاحظہ ہو۔ موصوف اپنے ایک مراسلے میں فرماتے ہیں:

مرزاغلام احمد کی شاعری اور قائدعوام کا فوٹو

’’قائدعوام جناب ذوالفقار علی بھٹو کی کامیابی اور ملک گیر گرفت پر تمام اسلام پسند بوکھلا اٹھے ہیں۔ پہلے اسلام خطرے میں تھا۔ اب یہ خود خطرے میں ہیں۔ جب سے جناب بھٹو نے تمام پرانے جغادریوں، مولویوں، پیروں، فقیروں اور ایروں غیروں نتھو خیروں کو چاروں شانے چت کیا ہے۔ مجھے ایک مرد درویش کا بند، بار بار یاد آ رہا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کامیابی کے موقعہ پر خدا کے حضور جناب بھٹو کی زبان سے ادا ہوا ہے کیا خوب کہا گیا ہے۔

گڑھے میں تو نے سب دشمن اتارے ہمارے کرائے اونچے منارے
مقابل میں میرے یہ لوگ ہارے کہاں مرتے تھے پر تو نے ہی مارے
شریروں پر پڑے ان کے شرارے نہ ان سے رک سکے مقصد ہمارے
انہیں ماتم ہمارے گھر میں شادی فسبحان الذی اخذیٰ لاعادی

’’شہاب‘‘ کے قارئین کو چاہئے کہ اس بند کو جلی حروف میں لکھوا کر نمایاں جگہوں پر قائدعوام کی تصویر کے ساتھ آویزاں کریں۔ محمد صالح نور ملتان‘‘

ملت اسلامیہ کے دشمن بھی اس حقیقت سے بے خبر نہیں ہیں کہ ’’مسئلہ ختم نبوت‘‘ اسلام کے بنیادی عقائد میں شامل ہے۔ خود مرزاغلام احمد قادیانی اپنے دعویٰ نبوت سے قبل اس عقیدے پر سختی سے قائم تھے کہ منکر ختم نبوت دائرہ اسلام سے خارج ہے اور بار بار یہ اعلان کرتے رہے۔

مرزاقادیانی کا سابقہ عقیدہ

’’مجھے کب جائز ہے کہ میں نبوت کا دعویٰ کر کے اسلام سے خارج ہو جاؤں اور کافروں کی جماعت سے جاملوں۔‘‘ (حمامتہ البشریٰ ص۹۰، خزائن ج۷ ص۲۹۷)

بلکہ مسلمانوں کو غیرت دلاتے رہے کہ: ’’اے لوگو! دشمن قرآن نہ بنو، اور خاتم النّبیین کے بعد وحی ختم نبوت کا نیا سلسلہ جاری نہ کرو۔ اس خدا سے شرم کرو جس کے سامنے حاضر کئے جاؤ گے۔‘‘ (کتاب آسمانی فیصلہ ص۱۵، خزائن ج۴ ص۳۳۵)

لیکن عوامی دور میں بالخصوص اپنی سیاسی کامیاب بلیک میلنگ کا نشہ قادیانی دل ودماغ پر اس قدر سوار ہو چکا تھا کہ خود خلیفہ ربوہ نے ترنگ میں اپنے دادا کی امت کو یہ خوشخبری سنا ڈالی کہ ختم نبوت کا مسئلہ آئندہ پانچ سات سالوں میں ختم ہو جائے گا۔ خلیفہ صاحب کی یہ ’’پیشین گوئی‘‘ خود انہی کے سرکاری نقیب روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ کی زبانی ملاحظہ ہو۔

’’ختم نبوت کا مسئلہ آئندہ پانچ سات سالوں میں ختم ہو جائے گا

ایک اور بڑی اچھی ’’رو‘‘ پیدا ہو رہی ہے۔ خصوصاً پاکستان کے نوجوانوں میں، وہ کہہ رہے ہیں کہ ختم نبوت کا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ فرق ہے کہ احمدیوں (قادیانیوں) سے پہلے اسلام میں مختلف فرقوں نے ’’خاتم النّبیین‘‘ کے مختلف معانی کئے، احمدیوں نے بھی ایک معنی کر دیا۔ اس کو کوئی صحیح سمجھتا ہے تو مان لے اور صحیح نہیں سمجھتا تو نہ مانے۔ لیکن ایک احمدی کو ’’خاتم النّبیین‘‘ کے اس معنی کی وجہ سے منکر ختم نبوت نہیں کہا جاسکتا۔ یہ بڑی بڑی اچھی رو ہے۔ جو ہمارے حق میں پیدا ہو چکی ہے۔ میرا خیال ہے کہ آئندہ پانچ سات سالوں میں یہ مسئلہ بھی ختم ہو جائے گا۔ کیونکہ وہ (مسلمان) ہمارے معنی مانیں یا نہ مانیں، وہ اس وجہ سے ہمیں منکر ختم نبوت نہیں کہہ سکتے۔‘‘ (مرزا ناصر احمد کا بیان، مندرجہ الفضل ربوہ اشاعت ۲۸؍جولائی ۱۹۷۲ء)

عقیدۂ ختم نبوت کو جڑ سے ختم کرنے کے لئے قادیانیوں کی طرف سے عملاً تین پروگرام نافذ کئے گئے۔ اوّلاً جھوٹی نبوت کے جدید دعوے داروں کی حوصلہ افزائی، تاکہ مسلم معاشرہ انکار ختم نبوت کے کافرانہ عقیدے کو برداشت کر لینے کا عادی بن سکے۔ نبوت کاذبہ کے ان جدید مدعیوں کی چند ایک مطبوعہ خبریں ملاحظہ ہوں۔ کراچی شہر سے جناب شوکت آزاد اطلاع دیتے ہیں کہ:

’’کراچی شہر میں ایک تازہ قادیانی نبی

یہاں کراچی میں ہمارے محلے میں ایک احمد بخش چنہ مرزائی ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ مجھے الہام ہوتا ہے اور عنقریب میں نبوت کا دعویٰ کرنے والا ہوں۔ اس کے پڑوسیوں نے بتایا ہے کہ احمد بخش چنہ کو اپنی جھگی میں سر نیچے اور ٹانگیں اوپر کر کے دیوار کے سہارے رات رات بھر کھڑا رہتا ہے اور کچھ بڑبڑاتا بھی رہتا ہے۔ یہ سندھ کے ہاری لیڈر عبدالرشید شہبازی کا بیٹا ہے۔ ایک بار مرزائیت سے توبہ کر کے پھر مرزائی ہو گیا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ جب بھی مجھے دو تین مرید مل گئے میں اپنی نبوت کا دعویٰ کر دوں گا۔‘‘ (ہفت روزہ چٹان لاہور مجریہ ۶؍اگست ۱۹۷۳ء)

روزنامہ ’’جسارت‘‘ کراچی لکھتا ہے:

’’سیالکوٹ کا ایک ماڈرن مسیح موعود

ڈسٹرکٹ سیالکوٹ میں واقع دیہات ’’بلوکے‘‘ کے محمد بشارت نے اپنے تحریری بیان میں اعلان کیا ہے کہ اسے مسیح موعود قرار دیا گیا ہے۔ بشارت نے دعویٰ کیا ہے کہ اسے خواب میں وحی آتی ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ وہ ۱۹۶۵ء میں پاکستانی فوجوں کا کمانڈر انچیف تھا۔ اس کا یہ بھی

دعویٰ ہے کہ اسے اسلام دشمنوں کو قتل کرنے کے لئے تیغ دجال دی جائے گی۔ بشارت نے عوام سے کہا ہے کہ وہ اس کی پیروی کریں۔ کیونکہ وہ اس دور کا مسیح ہے۔‘‘

(روزنامہ جسارت کراچی، اشاعت ۱۲؍مئی ۱۹۷۳ء، شمارہ نمبر ۱۰۳)

بزعم خویش عقیدۂ ختم نبوت کی بیخ کنی کے لئے قادیانیوں نے دوسرا پروگرام یہ بنایا کہ ملت اسلامیہ پاکستان کے اندر صوبائی اور لسانی تعصّبات کو ہوا دی جائے۔ ظاہر ہے کہ یہ پروگرام کالج کے طلباء ہی میں مقبول ہوسکتا تھا۔ بدقسمتی سے سندھ کا معصوم ذہن اس معاملے میں انتہائی حساس واقع ہوا ہے۔ چنانچہ قادیانیوں نے اپنے مقبوضہ سندھی کالجوں میں اپنا مکروہ منصوبہ انتہائی عیاری سے شروع کر دیا۔ اس کی روئیداد سچ سرمست کالج نواب شاہ کے ایک طالب علم کی زبانی ملاحظہ ہو۔

’’سندھ کے کالجوں میں قادیانیوں کا پیدا کردہ سندھی اور غیر سندھی تعصب

’’نواب شاہ شہر‘‘ اور ’’باندی‘‘ میں جتنے بھی قادیانی ہیں سب کے سب مالدار ہیں اور نہایت چالاکی سے سندھیوں کو بے وقوف بنا کر علاقائی تعصب کو ہوا دے رہے ہیں۔ ڈاہری قوم کے کچھ افراد قادیانی ہوگئے ہیں (واضح ہو کہ ڈاہری قوم راجہ داہر کی اولاد سے ہے۔ للمؤلف سبطین) اور اب ان کی بیویاں ’’ربوہ‘‘ کی معرفت درآمد کی گئی ہیں جو مبلغہ ہیں اور جاہل و معصوم عورتوں کو بہکاتی رہتی ہیں۔ انہیں میں سے ایک عبدالقادر ڈاہری ہے جس نے گورنمنٹ سچل سرمست کالج نواب شاہ کی پرنسپل شپ پر قبضہ کر رکھا ہے جو اپنی اہلیت کو چھپانے کے لئے سندھی مہاجر کا سوال پیدا کئے ہوئے ہے۔ اس کا دفتر کالج کے اوقات میں قادیانی مبلغوں کا مرکز بنا رہتا ہے جو اساتذہ اور طلباء کو تبلیغ کرتے ہیں۔ پرنسپل بذات خود اساتذہ کو قادیانی لٹریچر پڑھنے اور وسعت قلبی سے کام لینے پر مجبور کرتا ہے۔ اس کے بھائی عبداللہ ڈاہری کے بنگلہ میں پچھلے دنوں قادیانی لٹریچر کی نمائش لگائی گئی۔ پرنسپل نے اساتذہ، طلباء اور دیگر عملہ کو نمائش دیکھنے اور قادیانی تبلیغی جلسوں میں شامل ہونے پر مجبور کیا اور اس کے لئے ایک قادیانی استاد عبدالوحد کو اساتذہ کے گھر جا کر انہیں نمائش میں لانے پر مقرر کیا۔ اس نمائش میں قرآن مجید کا انگریزی (تحریف شدہ) نسخہ تقسیم کیا گیا۔ اساتذہ پرنسپل کی خوشنودی کے لئے سب کچھ کرنے پر مجبور ہیں۔ کیونکہ یہ اتنا بااثر زمیندار ہے کہ جس کو چاہے ملازمت سے نکلوا دیتا ہے۔ البتہ وائس پرنسپل راؤ صالح محمد اس کی راہ میں رکاوٹ تھے۔ جو قادیانی امت کو بے نقاب کرتے رہے۔ چنانچہ اس جرم میں قادیانی امت کی پوری مشینری ان کے خلاف حرکت میں آگئی۔ پرنسپل نے پیپلز پارٹی کے عہدہ داروں اور وڈیروں

سے مل کر راؤ صالح محمد کے خلاف مہم شروع کر دی کہ وہ طلباء اور اساتذہ کو حکومت کے خلاف بھڑکاتے ہیں اور یوں پہلے تو ان کا تبادلہ نواب شاہ سے رتوڈیرو ضلع لاڑکانہ میں بطور سزا کروادیا اور پھر ایک ماہ بعد انہیں نوکری سے معطل کر دیا۔ اس طرح قادیانی دشمنی کو حکومت دشمنی کا نام دے کر راؤ صاحب کو ذہنی اور مالی مصائب میں مبتلا کر دیا۔ لیکن وہ ابھی تک اپنے مؤقف پر قائم ہیں۔ راؤ صاحب نہایت تجربہ کار، محنتی، ایماندار اور شریف استاد ہیں۔ مگر ان کی خدمت کا صلہ یہ ملا ہے۔ کیا اہل نواب شاہ ''ناموس رسالت مآب'' کی حفاظت کرنے والے استاد پر یہ ظلم اور پرنسپل کی قادیانی تبلیغ کے لئے کالج کی تباہی یونہی برداشت کرتے رہیں گے۔'' (ایڈیٹر ہفت روزہ چٹان لاہور کے نام جناب عبدالعزیز، اسیر پورہ، نواب شاہ کا مراسلہ مطبوعہ چٹان، مجریہ ۱۷؍دسمبر ۱۹۷۳ء)

نواب شاہ کے اس قادیانی پرنسپل نے ایک سوچے سمجھے پلان کے تحت ''سندھی اور غیر سندھی'' تعصب کے جو زہریلے بیج طلباء کے معصوم ذہنوں کے اندر کاشت کئے تھے آج وہ زہریلے بیج ایک تناور درخت بن گئے ہیں۔ چنانچہ انجینئرنگ کالج نواب شاہ کے حالات نے اس قدر سنگین صورت اختیار کر لی کہ مہاجر طلباء نے اپنی تعلیم کو خیرباد کہہ دیا۔ کیونکہ انہیں قائداعظم کو گالیاں دینے اور پاکستانی پرچم کو پاؤں تلے روندنے پر مجبور کیا جاتا تھا کہ بھٹو دور حکومت میں ڈھائے گئے ان مظالم کی داستان سناتے ہوئے ایک طالبعلم راہنما نے بتایا کہ اس سال انجینئرنگ کالج نواب شاہ میں:

پاکستانی پرچم کی بےحرمی اور جی ایم سید کی تصویر کو سجدوں کے مطالبے

قائداعظم کی شان میں نہایت گستاخانہ باتیں کی گئیں۔ اسلام اور پاکستان کا مذاق اڑایا گیا۔ ایک غیر سندھی طالب علم جو وہاں داخلہ فارم لینے کی غرض سے گیا تھا جئے سندھ والوں کے ہتھے چڑھ گیا۔ وہ اسے پکڑ کر ہاسٹل لے گئے۔ جہاں پر اس سے ناشائستہ سلوک کرنے کے بعد اس سے کچھ اس قسم کی باتیں کی گئیں۔

۱...... قائداعظم کو گالیاں دو۔

۲...... سندھودیش بننے کے بعد تم کہاں جاؤ گے؟

۳...... پاکستانی پرچم کو پاؤں تلے روندو۔

۴...... راجہ داہر کی تعریف کرو۔ کیونکہ وہ ہمارا ہیرو ہے۔

۵...... اسلام کا مذاق اڑاؤ۔

جب اس طالب علم نے قائداعظم کو گالیاں نہیں دیں تو اسے زدوکوب کیا گیا۔ یہاں تک کہ وہ بے ہوش ہوگیا۔ یہ تمام واقعات فولنگ کے نام پر ہوتے رہے اور انتظامیہ خاموش تماشائی بنی دیکھتی رہی۔ اس پر بس نہیں بلکہ کراچی سے آنے والے لڑکوں کو ننگا کر کے استریوں سے داغا گیا۔'' (جناب محمد عارف درویش کا مراسلہ بنام ایڈیٹر طاہر لاہور مجریہ فروری ۱۹۷۶ء)

ایک اور مطبوعہ مراسلے کے مطابق جئے سندھ تحریک کے طلبہ غیر سندھی طلبہ کو حکم دیتے تھے کہ قائداعظم کی تصویر پر...... قادو یعنی قائداعظم مردہ باد کے نعرے لگائیں اور............ جی ایم سید کی تصویر کو سجدہ کریں۔''

(آل سندھ اسٹوڈنٹس ایکشن کمیٹی مراسلہ مطبوعہ ہفت روزہ طاہر لاہور شمارہ ۶، مارچ ۱۹۷۶ء)

قادیانیوں کا تیسرا منصوبہ یہ تھا کہ جو لوگ ''ختم نبوت'' کے عقیدے پر پختگی سے قائم ہیں انہیں اس مقدس جرم کی بناء پر قتل کر دیا جائے۔ قادیانیوں کے اس خوفناک منصوبے کا عملی انکشاف سب سے پہلے اس وقت ہوا جب کوئٹہ کی ایک نرس بشریٰ کو اس کے سوتیلے قادیانی بھائی نے محض اس وجہ سے آہنی ہتھوڑوں کی پے در پے ضربوں سے شہید کر دیا تھا۔ چونکہ وہ ''اسلام'' کو ترک کر کے قادیانی مذہب اختیار کر لینے کی ترغیب دیتا تھا اور بشریٰ شہیدؒ مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت کاذبہ پر ایمان لانے سے انکار کرتی تھی۔ گرفتاری کے بعد ملزم ایک قادیانی سازش کے تحت ڈسٹرکٹ جیل ہسپتال سے فرار ہوگیا تھا۔

دوسرا عملی انکشاف اس وقت ہوا جب کہ ''ربوہ'' ریلوے اسٹیشن پر چند مسلمان طلباء نے ''ختم نبوت زندہ باد'' کا مقدس نعرہ بلند کر دیا تھا اور اس نعرے کو ختم کرنے کے لئے ہزارہا قادیانی سورمے تلواریں، چاقو اور ہتھوڑے لے کر جمع ہوگئے تھے۔

ختم نبوت زندہ باد کے جواب میں ہزارہا قادیانی چاقو، ہتھوڑے، تلواریں اور ہاکیاں لے کر گاڑی پر حملہ آور ہوگئے

اس قاتلانہ حملے کی چند جھلکیاں ہفت روزہ ''المنبر'' کے نمائندہ خصوصی کی زبانی ملاحظ ہوں: ''جواباً باحمیت نوجوانوں نے ''ختم نبوت زندہ باد'' کے نعرے لگانے شروع کر دیئے۔ نعرہ بازی سن کر اسٹیشن کے سامنے والی بال کھیلنے والے قادیانی بھاگ کر پلیٹ فارم پر آگئے اور آتے ہی ان طلباء پر پتھراؤ شروع کر دیا۔ طلباء نے بھاگ کر بوگیوں میں پناہ لی اور دروازے بند کر دلئے۔ اس عرصہ میں ٹرین چلنے لگی۔ قادیانیوں کے پتھراؤ سے دو تین لڑکے زخمی ہوئے۔ اس واقعہ کی

اطلاع قادیانی ہیڈ کوارٹر کو دی گئی تو انہوں نے طالب علموں کے رویے کو قادیانی ریاست کے اصول کے خلاف ورزی جانا اور واپسی پر اس خلاف ورزی پر مسلمان طلباء کو سزا دینے کا پروگرام ترتیب دیا جانے لگا......

۲۲ اور ۲۸/مئی ۱۹۷۴ء کی درمیانی مہلت میں قادیانی پری طرح جتھہ بندی کرنے لگے تھے۔ پروگرام کے مطابق اتنا سامان اور قادیانی تیار تھے کہ اگر گاڑی میں سوار دیگر مسلمان نے مداخلت کی تو ان سے بہ آسانی نمٹا جاسکے۔ چنانچہ جب چناب ایکسپریس نشتر آباد (سکھانوالی) ریلوے اسٹیشن پر پہنچی تو اسٹیشن ماسٹر داؤد قادیانی نے ٹیلی فون سے ربوہ کے اسٹیشن ماسٹر سمیع اللہ قادیانی کو اطلاع دی کہ وہ تیار رہیں۔ چنانچہ جیسے ہی گاڑی ربوہ ریلوے اسٹیشن کی حدود میں داخل ہوئی، سرگودھا سے سوار ہونے والے چھ قادیانی نوجوان نے طالب علموں کے ڈبے کی نشاندہی کی۔ گاڑی کے ٹھہرنے کے ساتھ ہی ہزاروں افراد ہتھوڑے، ہاکیاں، تلواریں اور چاقو لے کر گاڑی پر حملہ آور ہوگئے۔ شدید پتھراؤ اور سریے مار مار کر بند بوگی کے دروازے توڑ دیئے گئے اور لڑکوں کو مارتے پیٹتے گھسیٹ کر پلیٹ فارم پر لے آئے اور ہر قادیانی نے ان مسلمانوں پر قوت آزمائی کی۔ جس سے ۵۵ طلباء شدید زخمی ہوئے۔ ارباب عالم کو اتنا مارا گیا کہ وہ بیہوش ہوگیا اور قادیانی درندے اسے مردہ سمجھ کر دوسرے لڑکوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ پٹائی کے دوران جو طالبعلم بیہوش ہو جاتا اسے اسٹیشن پر پھینک دیا جاتا...... جب گاڑی لائل پور ریلوے اسٹیشن پر رکی تو دلخراش منظر دیکھنے میں آیا۔ زخمی اور بیہوش، خون میں لت پت طلباء...... پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ کے منہ پر طمانچہ کی تصویر بنے نظر آئے۔'' (نمائندہ خصوصی المنبر مندرجہ اخبار المنبر فیصل آباد مجریہ ۷/جون ۱۹۷۴ء)

ربوہ ریلوے اسٹیشن کا یہ حادثہ عالم اسلام کو خون کے آنسو رلا گیا۔ مسلمانوں کا بچہ بچہ سوگوار تھا۔ لیکن ربوہ میں قائم کی گئی قادیانی حکومت کے تیور یہ بتاتے تھے، کہ ان تیوروں کے اندر اسی قسم کے اور بھی خونی ہنگامے پنہاں ہیں۔ خلیفہ ربوہ کی طرف سے دس ہزار تیز گھڑ سوار قادیانی رضا کار، دس ہزار احمدی گھوڑے اور ایک لاکھ تیز رو سائیکل سوار رضا کاروں کی کھیپ جو کہ بقول ان کے سلسلہ عالیہ احمدیہ کی خدمات کے لئے مطلوب تھے۔ ان خونی ہنگاموں کو پورے ملک کے اندر پھیلا دینے کا ایک جیتا جاگتا ثبوت تھا۔

استبداد وظلم اور جبر کے جن خونی ہاتھوں نے محمد عربی ﷺ کے ''تاج ختم نبوت''، قادیان کے ایک رئیس زادے کے نام بزور شمشیر الاٹ کر دیا تھا۔ آج اس رئیس زادے کی امت

اپنے سرپرست ہاتھوں سمیت پورے عالم اسلام کو چیلنج دے رہی تھی کہ: ’’محمد عربی ﷺ کی ’’ختم نبوت‘‘ کو اب ان کے راستے سے ہٹ جانا چاہئے تاکہ عصر حاضر کا مسیلمہ کذاب استعماری طاقتوں کے بل بوتے پر اپنے نام کا سکہ چلا سکے۔‘‘

لیکن ’’ختم نبوت‘‘ کے عقیدے نے جو کہ امت محمدیہ کی رگوں میں خون کی طرح گردش کرتا ہے جوش کھاتے ہوئے جواب دیا کہ جب تک امت محمدیہ کا ایک بچہ بھی زندہ ہے نور ربانی پر کبھی شیطنت غالب نہیں آسکتی۔ امت محمدیہ کا ایک ایک فرد، اپنی جان تو قربان کر سکتا ہے۔ لیکن یہ مذاق برداشت نہیں کر سکتا کہ عالمی استعمار کے چند گماشتے محمد عربی ﷺ کی ختم نبوت پر قبضہ جما سکیں۔ ۱۹۵۳ء میں تو ملت اسلامیہ پاکستان کو غربت کی آندھی اور اتھاہ غاروں میں دھکیل دینے اور گندم کی امداد بند کر دینے کی استعماری دھمکیاں بھی سننے میں آئی تھیں۔ اہل ایمان نے جواباً للکارا۔

یہ دھمکیاں اس امت کو دیجئے جن کا نبی برانڈی، پلومر کی ٹانک وائن، مفرح عنبری مشک کے ساتھ تیتر، بٹیر اور مرغ تناول فرماتا تھا۔ ہم تو اس عربی ﷺ کی امت ہیں جنہوں نے اپنی ساری زندگی میں کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا تھا۔ ایک ٹاٹ اور کھاٹ جس کے گھر کا کل اثاثہ تھا۔

سلام اس پر کہ جس کے گھر میں چاندی تھی نہ سونا تھا　　　سلام اس پر کہ ٹوٹا بوریا جس کا بچھونا تھا

قید وبند کے علاوہ ۱۹۵۳ء میں مومن کے لئے پھانسی کے تختے بھی تیار رکھے تھے۔ اللہ کے بندے اور ختم نبوت کے پروانے اس دشوار گذار گھاٹی کو یوں طے کر گئے جیسے کچھ ہوا ہی نہیں تھا۔

عقل نے بڑہانکی اس سائنٹفک دور میں عقائد اور ایمانیات کی دلدل میں پھنس کر رہ جانا کہاں کی دانشمندی ہے؟ ایمان، بولا خرد کا پورا ماضی اولاد آدم کو اکھاڑنے اور پچھاڑنے کی ایک دردناک تاریخی داستان ہے۔ تمہیں کیا پڑی ہے کہ رنگ، نسل، زبان اور جغرافیائی دیوتاؤں کے نام پر ذبح کردہ اولاد آدم کی نعشوں پر اپنا تخت سجا کر، وحدت کے اس تریاق کو تلاش کرتے پھر و جوان تازہ خداؤں کی ڈسی ہوئی انسانیت کو شفایاب کر سکے۔

۱۹۷۴ء میں قادیانیت کے خطرناک عزائم پر ایک نظر دوبارہ ڈالئے اور پھر ازروئے انصاف فیصلہ دیجئے کہ ان مکروہ قادیانی عزائم کے پیش نظر کیا ملت اسلامیہ کو یہ حق نہیں پہنچتا تھا کہ وہ ریاست کے نام نہاد حکمرانوں کے ان مکروہ منصوبوں کا کوئی مناسب علاج کرے۔

ہمارا برسر اقتدار طبقہ بھی یہ سمجھ رہا تھا کہ ملت اسلامیہ کا کوئی بھی فرد، ربوہ والوں کی عفت وآبرو کا دشمن نہیں ہے اور نہ ہی وہ ان کو بحیثیت انسان کوئی دشمن سمجھتے ہیں۔ بلکہ امت محمدیہ کا اصل مطالبہ یہ ہے کہ ’’اس کی اجتماعیت‘‘ کو اس قادیانی ناسور سے بچایا جائے۔

چنانچہ ۷/ستمبر ۱۹۷۴ء کو ایک آئینی ترمیم کے ذریعہ قادیانیت کے اس بڑھتے ہوئے ناسور کے مداوا کا آغاز ہوا۔ یعنی آئین کی رو سے قادیانیت کے دونوں دھڑے غیرمسلم اقلیت قرار دے دیئے گئے اور دیگر غیرمسلم اقلیتوں کے نمائندوں کی طرح قادیانی اقلیت کا نمائندہ شیخوپورہ کے ایک ممتاز قادیانی تاجر مسٹر بشیر طاہر کو قومی اسمبلی کے لئے منتخب کر لیا گیا۔ لیکن عالم اسلام یہ سن کر حیران رہ گیا کہ قادیانی جماعت نے نہ صرف یہ کہ ان کی نمائندگی کو رد کر دیا بلکہ بشیر طاہر صاحب کو مرتد قرار دے کر اپنی جماعت سے بھی خارج کر دیا۔ روزنامہ ''الفضل'' ربوہ کا اس اخراج کے بارے میں اعلان کا خلاصہ یہ تھا کہ ''احمدی جماعت خود کو غیرمسلم نہیں سمجھتی۔ اس لئے احباب جماعت (قادیان) کی اطلاع کے لئے عرض کیا جاتا ہے کہ بشیر طاہر ولد فضل دین ساکن منڈی چوہڑکانہ ضلع شیخوپورہ کا جس نے ''اسلام'' سے ارتداد کا اعلان کیا ہے۔ جماعت احمدیہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔'' (روزنامہ الفضل ربوہ مجریہ یکم/اپریل ۱۹۷۶ء)

قادیانی جماعت کے سیاسی نقیب ہفت روزہ ''لاہور'' نے اپنے ایک اداریہ بعنوان نمائندگی کی خانہ پری میں رقم فرمایا کہ:

بشیر طاہر ایک حریص اور قربت اقتدار کا نمائندہ

حکومت پر بھی یہ اچھی طرح واضح تھا کہ اسے (قادیانی جماعت کو) غیرمسلموں کی نشستوں میں نہ کوئی دلچسپی ہے نہ واسطہ۔ اس لئے اکابر حکومت ایک عرصہ سے مذہبی اعتقادات کی محبت وغیرت سے عاری کسی ایسے بے دید کی تلاش میں تھے جو قربت اقتدار کی جنگ میں اپنے آپ کو غیرمسلم کہنے اور کہلانے میں بھی کوئی شرم محسوس نہ کرے۔ جس کے لئے شیخوپورہ کے ایک ممتاز آڑھتی کی دیرینہ خدمات اور سرپرستی کام آئی اور اس نے اپنے ایک پروردہ کو، اس ردی کی ادائیگی کے لئے پیش کر کے ان کی الجھن دور کر دی اور جماعت احمدیہ (ربوہ) کی طرف سے اظہار لاتعلقی کے باوجود حکومت نے اپنے آئینی اختیارات کے بل پر اپنے آئینی کاغذات میں اسے ان کے سرمنڈھ دیا۔ گو عملاً یہ نو غیرمسلم اگر نمائندہ ہے بھی تو صرف اور صرف اپنی (حریص قربت اقتدار) ذات کا یا اس آڑھتی کا جو سالہا سال سے شاید اس غرض کے تحت اس کا نان ونفقہ ادا کرتا اور اسے اس کی رائے میں آئے دن کی ہیرا پھیریوں کے عواقب سے بچاتا رہا تھا۔''

(ہفت روزہ لاہور کا اداریہ مجریہ ۵/اپریل ۱۹۷۶ء)

بشیر طاہر خود حیران ہوں گے کہ قادیانیت انہیں اپنا نمائندہ مانے یا نہ مانے یہ اس کا جمہوری حق ہے۔ لیکن اپنے حریف کے لئے ''بے دید'' غیرت سے عاری اور شرم محسوس نہ کرنے والا

کے الفاظ استعمال کرنا اور اس پر مرتد یعنی واجب القتل ہونے کا فتویٰ صادر فرمانا آخر کون سا دھرم ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ ''قادیانیت'' یا ''ربوائیت'' اسی شریفانہ زبان اور انہی باوقار فتاویٰ کا دوسرا نام ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی زندگی بھر اپنے نہ ماننے والوں کو زانیہ کی اولاد، کتیوں کے بچے اور ولد الزنا کا نام دیتے رہے اور اپنی ایک عظیم تصنیف میں تو انہوں نے ملت اسلامیہ کے اکابرین پر گن گن کر یہاں تک تبرے برسائے کہ ان تبروں کی یہ تعداد ایک ہزار تک جا پہنچی۔ خلیفہ ثانی قادیان اپنے والد بزرگوار کی سنت پر عمل پیرا ہوکر، لاہوری قادیانیوں کے لئے جو شریفانہ زبان استعمال کرتے رہے ہیں خود لاہوری قادیانی ان کی اسی شرافت پر، سرپیٹ کر رہ جاتے تھے، چنانچہ ملاحظہ ہو۔

قادیانی لاہوری اور مصلح موعود کی شریفانہ زبان

خلیفہ قادیان ایک شخص کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے الفضل مورخہ ۵/جون ۱۹۳۴ء میں فرماتے ہیں: ''چونکہ ظاہری طور پر ارکان اسلام کے یہ لوگ (یعنی جماعت لاہور کے لوگ) معتقد ہیں۔ اس لئے ہم ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز سمجھتے ہیں۔ لیکن جس طرح سڑا ہوا اور باسی سالن کوئی شوق سے نہیں کھاتا، ہاں اگر بھوک سے پریشان ہو اور اچھا کھانا نہ ملے تو وہ کھالیتا ہے۔ حالانکہ وہ حرام نہیں۔ اسی طرح جب تک وہ مبائع احمدی (یعنی ربوائی قادیانی) نہ ہوں۔ ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔''

اس سے قبل جناب میاں (محمود احمد) صاحب ہمیں منافق، دنیا کی بدترین قوم، چلتی پھرتی جہنم، کوڑے پر پڑے ہوئے گوبھی شلجم کے چھلکے اور خدا جانے کیا کیا کہہ چکے ہیں، اب سڑا ہوا اور باسی سالن قرار دیا ہے۔ ہمیں آئین اخلاق وشرافت کا پاس ہے۔ اس لئے ہم موصوف کی اس تازہ نوازش پر ان کا شکریہ ادا کرنے کے سوا اور کیا کہہ سکتے ہیں۔ جو لوگ قادیانیوں کی گالیوں اور غیر شریفانہ روش پر اظہار حیرت وافسوس کیا کرتے ہیں۔ انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ جب پیر کی یہ حالت ہو تو مرید جو کچھ کہیں اور کریں تھوڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دے۔''

(لاہوری قادیانیوں کا آرگن ''پیغام صلح'' لاہور مورخہ ۷/جون ۱۹۳۵ء)

یہ تو تھے پرانے نمک پارے لیکن پاکستان کی قومی اسمبلی کے معزز اراکین اور خود اس واجب الاحترام ادارے کو حال ہی میں قادیانیوں نے جو ملاحیاں سنائی تھیں وہ بھی قابل شنید ہیں۔

شیخوپورہ کے ماسٹر امیر عالم قادیانی نے فرمایا:

قومی اسمبلی کے اراکین جن کی شکلیں دیکھ کر قادیانیوں کو گھن آتی ہے

''قومی اسمبلی کی ہیئت ترکیبی سراسر ناموزوں اور خلاف ضابطہ شرع متین تھی اور اس نے آئین میں متذکرہ ترامیم کرنے میں بے اعتدالی سے کام لیا...... غرضیکہ ایک طرف ختم نبوت کا اہم ترین دینی مسئلہ اور دوسری طرف تعیش پسند چھوکرے جن کی شکلیں دیکھ کر گھن آتی ہے۔ ان کے ہاتھوں میں یہ مسئلہ دے دینا ایسا ہی تھا۔ جیسے کسی بوڑھے بزرگ کی داڑھی شریر بچوں کے ہاتھ میں آجائے۔ نتیجہ معلوم! پھر اس داڑھی کا جو حشر ہوسکتا ہے، ہر شخص اندازہ کر سکتا ہے۔''

(ماسٹر امیر عالم قادیانی کا مقالہ بعنوان جدید آئینی ترامیم مطبوعہ اخبار لاہور مجریہ ۲۵/نومبر ۱۹۷۴ء ص ۶، ۷)

پاکستان کی قومی اسمبلی اور اس کے معزز اراکین کو طنز ومزاح کا نشانہ بناتے ہوئے اسی اخبار کے ایک مستقل کالم نویس جناب ''راہگیر'' لکھتے ہیں:

پاکستان کی قومی اسمبلی کے لامحدود اختیارات

''ہماری قومی اسمبلی ہی کی شان دیکھو جس میں ماشاءاللہ اس کی بھاری اکثریت ہے۔ اب اختیارات میں کس ملک کی اسمبلی سے کم ہے...... کبھی انگلستان والے بڑ ہانکا کرتے تھے۔ ان کی پارلیمنٹ لامحدود اختیارات کی مالک ہے اور ہر قسم کے قانون بنا سکتی ہے۔ لیکن ساتھ کے ساتھ یہ عجز اور بیچارگی بھی ہے کہ عورت کو مرد یا مرد کو عورت قرار دینے پر قادر نہیں۔

بھلا اختیارات اسے کہتے ہیں؟ ایک دم محدود! لامحدود اختیارات تو ہماری اسمبلی کے ہیں نا...... کس خوبصورتی سے اگلے دن لکھوکہا کلمہ گوؤں کو کافر قرار دے دیا کہ وہ قانوناً مسلمان نہیں ہیں اور اس پر طرہ یہ کہ اس نئی اقلیت کو مذہبی آزادی کا پورا پورا تحفظ بھی عطاء فرما دیا ہے۔ یعنی وہ جس طرح پہلے اپنی عبادت وغیرہ ادا کرتے تھے اسی طرح اب بھی ادا کر سکتے ہیں۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ پر کوئی پابندی نہیں ہوگی۔ (فاضل طنز نگار حج کا ذکر گول کر گئے ہیں۔ شاید قادیان کے نام نہاد ''اسلام'' میں ''فریضہ حج'' شامل نہیں ہے۔ للمؤلف سبطین لکھنوی)

بس ذرا مسلمان نہیں کہلا سکتے۔ اس لئے کہ یہ فیصلہ قرآن وحدیث کی رو سے نہیں عوام کے پیہم اصرار پر کیا گیا ہے۔ زندہ باد عوام...... پائندہ باد عوام کا پرزور اصرار۔''

(مسٹر ''راہگیر'' قادیانی کا مقالہ بعنوان ''جہاں میں ہوں'' مطبوعہ ہفت روزہ لاہور مجریہ ۲/دسمبر ۱۹۷۴ء ص ۶)

پاکستان کی قومی اسمبلی کے یہ معزز اراکین قادیانی عقائد کے مطابق جن کے اختیارات لامحدود ہیں اور قادیانی نفاست کو جن کی شکلیں دیکھ کر گھن آنے لگتی ہے۔ پاکستانی

مسلمانوں کے منتخب کردہ قومی اسمبلی کے ان معزز اراکین کے ذاتی کردار پر قادیانیت کے جارحانہ حملے کی ایک اور بھیانک تصویر ملاحظہ ہو۔

دہریے، زانی اور شرابی جنہوں نے قرآنی احکامات اور ارشادات نبویؐ کو پس پشت ڈال کر قادیانیوں کو کافر بنا ڈالا

’’پچھلے دنوں اس (شورش) کی انہی دہریوں، زانیوں اور شرابیوں نے اپنے اختیار اقتدار کے بل پر قرآن حکیم نے احکامات اور رسول کریم ﷺ کے ارشادات کو پس پشت ڈال کر ملک کی ایک کلمہ گو جماعت کے بارے میں جو فیصلہ کیا ہے، اسلام کے دردمند معاصر مذکور کو اس فیصلہ کے بارے میں یہ اصرار بھی ہے کہ اسے آسمانی اور قرآنی فیصلہ جان کر دل وجان سے تسلیم کر لیا جائے۔ بلکہ معاصر مذکور متعلقہ جماعت کے ارکان سے اسی فیصلہ کو بالجبر دل سے منوانے کے لئے ان بااختیار حضرات کو آئے دن نت نئے حربے بھی سمجھاتا رہتا ہے۔

کوئی بتلائے کہ ہم بتلائیں کیا‘‘

(ہفت روزہ لاہور کا اداریہ بعنوان کوئی بتلائے کہ ص۴، مطبوعہ شمارہ مورخہ ۱۸؍اگست ۱۹۷۵ء)

قادیانیوں کی یہ دشنام طرازی صرف قومی اسمبلی کے اراکین یا مسٹر بشیر طاہر تک ہی محدود نہیں ہے۔ بلکہ ۷؍ستمبر ۱۹۷۴ء کے بعد قادیانیوں کو اپنے نبی کی اس سنت اور دشنام طرازی کے باقاعدہ دورے پڑتے ہیں جن کا کوئی ٹائم ٹیبل مقرر نہیں ہے۔ دشنام طرازی کی اس کیفیت میں جو سامنے آ جائے سر راہ یا سر بازار اس کی دشنام مالش کر دی جاتی ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو:

مفتی محمودؒ اور کتے کی فطرت

’’اب جو سچ کے سر چڑھ کر بولنے کی بات چلی ہے تو کئی عدد ایئر کنڈیشنڈ بنگلوں کے مالک مولوی مفتی محمود ایم.این.اے کی دو ایک باتیں بھی سن لیجئے۔

مفتی صاحب کو آپ ضرور جانتے ہوں گے، وہی مولوی جنہوں نے آج سے تین سال قبل (اخباروں کے کالموں سے اپنے آپ کو مسلسل کئی دنوں سے غائب پا کر) اپنی سستی شہرت کی رسیا طبیعت کو اپنے متعلق یہ خبر چھپوا کر بہلا لیا تھا کہ: ’’۲۸؍دسمبر کو جب مفتی محمود صاحب جیپ پر سوار ختم نبوت کانفرنس سے خطاب کے لئے جا رہے تھے، ربوہ سے ایک فوکس ویگن میں مع فیملی سوار ایک مرزائی نے اپنی کار ان کی جیپ پر چڑھانے کی کوشش کی۔ مگر مفتی صاحب مرزائیوں کے اس قاتلانہ حملے سے بال بال بچ گئے۔‘‘

فوکس ویگن اور جیپ پر چڑھ جائے۔ آپ حیران تو ہوئے ہوں گے۔ اس مفروضے پر لیکن افتراق پسند صحافت نے ان کی اس خبر کو بھی چند دن خوب اچھالا تھا، کیونکہ خبر یہ نہیں ہے اور اگر ہے بھی تو معمولی قسم کی ہے کہ: ''کتے نے کسی انسان کو کاٹا ہے۔'' کتے کی فطرت تو کاٹنا ہے ہی اور اکثر و بیشتر کتے انسانوں کو کاٹتے ہی رہتے ہیں۔

تین کالمی سرخی کے لائق تو خبر یہ ہوگی کہ: ''انسان نے کتے کو کاٹ کھایا ہے۔''

(ہفت روزہ لاہور ص ۸ تا ۱۰، مجریہ ۱۷؍فروری ۱۹۷۵ء)

مودودیؒ صاحب کی مکاری اور بھٹو صاحب کی سیاست کاری

اب مولانا مودودیؒ کے بارے میں بھی ایک قادیانی بھیرویں سن لیجئے...... ''اور یہ کہ اس کی مکاری و پرکاری کی انتہاء ہے کہ اب بھٹو صاحب کی سیاست کاری کی طفیل ایک کلمہ گو (قادیانی) فرقے کے آئینی وقانونی اغراض کے لئے غیر مسلم قرار پا جانے کی مسرت میں اس قدر آپے سے باہر ہوگیا ہے کہ اس نے اپنے خطرناک جبلی امتیازات کے اتہام دوسروں پر بھی لگانے شروع کر دیئے ہیں اور اس کا سرکردہ (یعنی مودودی صاحب) اپنی بجائے دوسروں کو زخمی سانپ قرار دے کر اسے کچلنے کے مشورے دے رہا ہے۔ صرف اس لئے کہ تحریک ختم نبوت سے جو اس کی حقیقی غرض وابستہ تھی (یعنی حکومت پاکستان پر قبضہ کرنا) وہ پوری نہیں ہوئی۔''

(ہفت روزہ لاہور کا اداریہ بعنوان خطرناک سانپ ص ۶، مجریہ ۲۱؍اکتوبر ۱۹۷۴ء)

پاکستان کی قومی اسمبلی کے مسلم نمائندے قادیانی عقائد کے مطابق ''دہریے، زانی اور شرابی'' ہیں اور ہمارے علماء کرام بزرگ اور سفید ریش ہونے کے باوجود خاکش بدہن شرم سے عاری ہیں تو پھر سوال یہ ہے کہ قادیانی عقائد کے مطابق خود ملت اسلامیہ پاکستان کس زمرے میں شامل ہے۔ اس کا قادیانی جواب یہ ہے کہ پاکستانی مسلمان ''یزیدی'' ہیں۔ چنانچہ ملاحظہ ہو:

ملت اسلامیہ پاکستان یزیدی ہے

''ان حالات میں اس عاجز کا محترم وزیراعظم کو یہی مشورہ ہے کہ یہ کریڈٹ (یعنی قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا کریڈٹ للمؤلف) علماء ہی کے نام رہنے دیں خود نہ لیں۔ آئندہ تاریخ بتائے گی کہ میدان کربلا کے دو گروہوں میں سچا کون ہے اور تعریف کا مستحق کون، اقلیتی یا اکثریتی۔

وہ ہم کو حسینؓ بتاتے ہیں اور آپ یزیدی ہیں یہ کیا ہی سستا سودا ہے دشمن کو تیر چلانے دو''

(عبدالقادر قادیانی کا مراسلہ بعنوان ''توبہ نامہ'' مطبوعہ ہفت روزہ لاہور مجریہ ۲۵؍نومبر ۱۹۷۴ء)

مرزا غلام احمد قادیانی زندگی بھر حضرت امام حسینؓ کو غلاظت کا ڈھیر اور نصرت الٰہی سے محروم انسان بتاتے رہے (معاذ اللہ) اور بزعم خویش یہ لکھتے رہے کہ۔

کربلائیست سیر ہر آنم صد حسینؓ است درگریبانم

(نزول المسیح ص۹۹، خزائن ج۱۸ ص۴۷۷)

تو کیا عصر حاضر کے قادیانیوں نے سابقہ عقائد سے توبہ کر کے اپنے ''پیشوا'' کے چہرے سے بغض حسینؓ کی سیاہی دھو ڈالی ہے اور کیا واقعی اب امت مرزا حضرت امام حسینؓ کو ان کے صحیح مقام پر مانتی ہے؟ افسوس ہے کہ اس کا جواب نفی میں ہے۔ کیونکہ قادیانی عقائد کے مطابق ۱۹۷۴ء میں ٹوپی ضلع مردان کے قادیانی جو کہ قادیانی مسلم فساد کی زد میں آ گئے تھے۔ معاذ اللہ! حضرت امام حسینؓ سے بھی بڑھ گئے تھے۔ اپنے اس عقیدے کا برملا اظہار کرتے ہوئے مسٹر ع، س، خ قادیانی اپنے ایک مراسلے میں ہفت روزہ لاہور کے مدیر کے نام لکھتے ہیں کہ:

ٹوپی ضلع مردان کے قادیانی اور حضرت امام حسینؓ کا موازنہ

''آپ نے لاہور کے محرم ایڈیشن میں شہادت حسینؓ کا واقعہ لکھتے ہوئے مولانا آزاد کے قلم سے شائع کیا ہے کہ: ''پھر عمرو بن سعد نے آواز دی کہ لاش کو کون روندتا ہے۔ کیونکہ ابن زیاد نے قسم کھائی ہے کہ حسینؓ کو قتل کروں گا تو ان کی لاش کو بھی روندوں گا۔ چنانچہ دس آدمی آگے آئے اور گھوڑے دوڑا کر نعش امام کو روند ڈالا...... اللہ رے سنگدلی...... مگر ٹوپی کے (قادیانی) شہیدوں سے تو ان سے بھی کہیں بڑھ کر سنگدلی برتی گئی۔ صوبیدار سرور خان کے جسم کو پہلے گولیوں سے چھلنی کیا گیا، پھر یہ مجاہدین ختم نبوت ان کی نعش کو گھسیٹ کر چوراہے میں لے آئے اور پتھر مار مار کر ان کی نعش کو بری طرح کچلا اور مسخ کر دیا...... صوبیدار عبدالغفور خان نے دبی زبان میں حکومت کے کارکنوں اور افسروں کی بے مہری اور بے وفائی کا رونا بھی رویا ہے۔ مگر میں کہوں گا کہ حکومت اپنی داڑھی جوان ملاؤں اور غنڈوں کے ہاتھ میں دے بیٹھی تھی۔ اب بھی ان سے دبتی ہے۔''

آپ یہ اعتراض اٹھا سکتے ہیں کہ یہ دونوں مراسلے مراسلہ نگاروں کی اپنی اپنی ذاتی رائے پر مشتمل ہیں اور کسی بھی ایڈیٹر کا مراسلہ نگار کی ذاتی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے تو ان مراسلوں کی ذاتی رائے کو قادیانی جماعت کا عقیدہ قرار دینا غلط ہے۔ اعتراض بالکل صحیح ہے۔ اس لئے اس مسئلے پر خود مدیر ''لاہور'' ہی سے فیصلہ لے لیا جائے۔ موصوف اپنے ایک اداریئے میں رقمطراز ہیں۔

واقعہ کربلا اور قادیانی چند مماثلتی نکات

''اگلے دن جڑانوالہ میں تقریر کرتے ہوئے پنجاب کے ایک وزیر سردار صغیر احمد نے

کہا...... قادیانی مسئلہ حل کر کے وزیراعظم بھٹو نے اپوزیشن لیڈروں کی سیاست ختم کر کے رکھ دی ہے۔ اس مسئلہ کا حل سانحہ کربلا کے بعد سب سے بڑا اسلامی تاریخی واقعہ ہے۔''

(امروز مورخہ ۱۷/نومبر ۱۹۷۴ء)

''ہم (قادیانی) یقین رکھتے ہیں کہ حق گوئی کی یہ جرأت رندانہ رامے صاحب کے رفیق باتدبیر سے نادانستگی میں سرزد نہیں ہوئی۔ بلکہ یہ کہتے وقت ان کے لاشعور میں ان دونوں (یعنی) کربلا اور قادیانی سانحوں کے درج ذیل مماثلتی نکات ضرور کارفرما ہوں گے۔

بائیکاٹ، دانہ پانی کی بندش، دھونس دھاندلی، علمائے عصر کے فتاویٰ کفر اور اس عظیم کارنامے کی بدولت سیاست کے میدان میں ساری اپوزیشن کا صفایا۔

ہمیں وزیر باتدبیر کی اس توجیہہ سے اتفاق ہے۔ ہمارے نزدیک یہ دونوں سانحات یکساں تاریخی اہمیت کے حاصل ہیں اور انشاء اللہ ان کے کرداروں کی یاد تاابد منائی جاتی رہے گی۔''

(ہفت روزہ لاہور کا اداریہ بعنوان مماثلتی نکات مطبوعہ لاہور اشاعت ۲/دسمبر ۱۹۷۴ء)

ملت اسلامیہ خاک بدہنش یزیدی ہے اور ٹوپی ضلع مردان کے غلام سرور قادیانی کی موت معاذ اللہ حضرت امام حسینؓ کی شہادت سے کئی درجہ بڑھی ہوئی تھی۔

اب سنئے کہ خلیفہ ربوہ قادیانی عقائد کے مطابق سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مثیل بنتے ہیں۔ قادیانی فوج ''فرقان فورس'' کے سابق سربراہ لیفٹیننٹ کرنل سردار محمد حیات خان قادیانی اپنا یہ عقیدہ بیان فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

مرزا ناصر احمد مثیل مسیح موعود مسیح کا اصلی روپ ابن مسیح مسیح کا جانشین جس نے ۷/ستمبر ۱۹۷۴ء کو کانٹوں کا تاج پہنا

''تو ۷/ستمبر ۱۹۷۴ء کا دن جماعت احمدیہ کے لئے نئی قومیت کا جنم دن ہوگا۔ یہ بھی خیال گذرا کہ ''نیشنل اسمبلی'' قرارداد جماعت احمدیہ کے لئے رنج وغم اور دکھ ودرد کی صلیب ہے اور دکھ کی یہ صلیب جماعت احمدیہ کے کمزور وناتواں کندھوں پر بارگراں بنے گی۔ لیکن مسیح اور مسیح کے ساتھیوں کے لئے دکھ کی ''صلیب'' اٹھانا کوئی نئی بات نہیں۔ مسیح اوّل کو حکومت وقت کی طرف سے ''صلیب'' کا دکھ دیا گیا۔ آج مسیح موعود (یعنی مرزا ناصر احمد) کو بھی دکھ کی یہ سوغات حکومت ہی کی طرف سے سونپی جارہی ہے۔ تاریخ اپنے آپ کو دہرارہی ہے۔ خالق کائنات کی طرف سے حقائق کے پردے ہل رہے تھے...... ۷/ستمبر کو حکومت پاکستان کی طرف سے اعلان کر دیا گیا کہ خصوصی کمیٹی کی متفقہ قرارداد کے پیش نظر بانی احمدیت اور جماعت احمدیہ کو آئین اور قانون کی

اغراض کے لئے ’’غیر مسلم‘‘ قرار دے دیا گیا ہے۔ اس اعلان کے بعد مجھے ایک بار حضرت امام جماعت احمدیہ (مرزاناصراحمد) سے ملنے کا موقعہ ملا۔ جس میں ان کے معصوم چہرے پر نہ مٹنے والی مسکراہٹ کے آثار پائے...... وہ مجھ سے باتیں کر رہے تھے اور میں انہیں ایک نئے روپ میں...... نہیں نہیں...... مسیح کے اصلی روپ میں دیکھ رہا تھا۔ پاس ادب مانع تھا وگرنہ کہہ اٹھتا...... اے مسیح، اے مسیح کے جانشین، حسن واحسان میں مثیل مسیح۔‘‘

حکومت وقت کے سامنے ملزموں کے کٹہرے میں کھڑے نظر آنے والے مسیح اپنی جماعت اور اپنے ساتھیوں کے لئے...... نہیں نہیں...... اپنے مطاع ومولا خاتم الانبیاء کے لئے، اپنے کندھوں پر ہم وغم کی صلیب اٹھانے والے مسیح، اے ناصر مسیح! شاید تم عالم وجود میں اس لئے آئے تھے کہ دکھ درد میں ڈوبی ہوئی صلیب اٹھاؤ، اور اس کے نتیجہ میں ایک نئی قوم کی بنیاد ڈالو۔ تمہاری معصوم درویشانہ اور منکسرانہ شخصیت کے لئے یہ دونوں اعزاز کس قدر انوکھے اور نرالے ہیں۔ آج تمہیں کانٹوں کا تاج مبارک ہو۔ کانٹوں کی چبھن قوم کے عزم کو جھنجھوڑے گی۔ قوموں کی پیدائش کے لئے دکھ درد، رنج والم، ہم وغم، صعوبتیں اور مصیبتیں ناگزیر ہیں اور انہی کے خمیر سے قومیں بنتی اور پروان چڑھتی ہیں۔

تمہیں آج احمدیہ قوم کی امانت کا سرمدی اعزاز مبارک ہو۔ تم جگ جگ جیو۔ آمین!‘‘

(الفرقان فورس کے سابق قائد سردار محمد حیات خان قیصرانی کا مقالہ بعنوان ’’ملاقات ایک دوست سے‘‘ مطبوعہ ہفت روزہ لاہور شمارہ ۲۴؍فروری ۱۹۷۵ء، ص۶،۷)

حریف کے لئے دشنام اور خود اپنے قادیانیوں کو مثیل مسیح یا برتر از حسین کے القابات سے نوازنے کی چاٹ کے علاوہ قادیانیوں کی دوسری ترنگ یہ ہے کہ کوئی حاسد قسم کا خدا ہر قسم کے عذابوں سے لیس ہوکر زمین پر اتر آئے اور معاذ اللہ امت محمدیہ کا تیاپانچا کر کے رکھ دے۔ سابق مفتی اعظم مصر الشیخ محمد حسنین مخلوف نے شاہ فاروق کے زمانے میں قادیانی جماعت کو دائرہ اسلام سے خارج ہونے کا فتویٰ صادر فرمایا تو قادیانی عقائد کے مطابق:

سابق والی مصر شاہ فاروق اور خدائے قادیان کا فیصلہ

’’ایک ماہ بعد ہی آسمانی فیصلہ صادر کر دیا گیا۔ خداتعالیٰ کی غیرت نے جوش مارا، اور حضرت مسیح موعود (مرزاغلام احمد قادیانی) کے الہام ’’انی مهين من اراد اهانتك‘‘ کے مطابق شاہ فاروق کو اپنے شاہی تخت سے دستبردار ہونا پڑا...... یہ اس عیاش اور فحاش بادشاہ کا عبرت ناک انجام ہے جس نے جماعت احمدیہ پر کفر کا فتویٰ لگوایا۔ کیا ہی پرشوکت اور معنی نگر ارشاد ہے۔ نبی اکرم

کے فرزند روحانی مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) کا ’’ٹھٹھا کرو جس قدر چاہو، گالیاں دو جس قدر چاہو، ایذا اور تکلیف دہی کے منصوبے سوچو جس قدر چاہو اور میرے استیصال کے لئے ہر قسم کی تدبیریں اور مکر سوچو، مگر یاد رکھو کہ عنقریب خدا تمہیں دکھلا دے گا کہ اس کا ہاتھ غالب ہے۔‘‘

اور آج وہ شاہ مصر کہاں مدفون ہے؟ کیا کہیں اس کی قبر ہے بھی؟ یا کسی جنگل میں اس کی نعش درندوں کی دست برد کی شکار ہوگئی ہے؟ اس کا خاندان ختم ہو چکا ہے۔ شاہ فاروق کی مطلقہ بیوی تریمان کو میں نے خود ایک عام عورت کی طرح بیروت میں ایک رات ایسے حال میں دیکھا کہ کوئی اس کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھتا تھا۔‘‘

(شیخ نور احمد منیر سابق مبلغ شام ولبنان ص۶ تا۱۰، مورخہ ۲؍جون ۱۹۷۵ء)

۷؍ستمبر ۱۹۷۴ء کے روز ٹھیک یہی فتویٰ پاکستان میں نافذ کیا گیا۔ ملت اسلامیہ پاکستان پر خاکم بدہن عذاب نازل کرنے کے لئے قادیانی اپنے خدا کو پکارتے رہے۔ لیکن ’’بحمداللہ‘‘ کہ پاکستان کے کسی بھی عالم دین یا کسی بھی سیاسی لیڈر کا بال تک بیکا نہ ہوسکا۔ شدید رب قادیان پاکستان میں وارد ہونے سے گھبراتا تھا۔ چنانچہ مایوسی کے عالم میں قادیانی حضرات مدتوں منتظر رہے۔ ان انسانی ہاتھوں کے جو مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کا سر کچل کر رکھ دیتے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو۔

قادیانی منتظر رہے ان ہاتھوں کے جو مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کا سر کچل کر رکھ دیتے

اور یہ تو اس (جماعت اسلامی) کی مکاری وپرکاری کی انتہاء ہے کہ اب بھٹو صاحب کی سیاست کاری کے طفیل ایک کلمہ گو فرقہ (قادیانی) کے آئینی وقانونی اغراض کے لئے ’’غیر مسلم اقلیت‘‘ قرار پاجانے کی مسرت میں اس قدر آپے سے باہر ہوگیا ہے کہ اس نے (یعنی جماعت اسلامی) نے اپنی خطرناک جبلی امتیازات کے اتہام دوسروں پر بھی لگانے شروع کردیئے ہیں، اور اس کا سرگروہ اپنی بجائے دوسروں کو زخمی سانپ قرار دے کر اسے کچلنے کے مشورے دے رہا ہے...... گویا اس عارضی مسرت پر پھول کر اس نے ایک بار پھر غرور وتکبر سے لہرانا اور کھیلنا شروع کر دیا ہے اور محبان وطن (یعنی قادیانی) ان ہاتھوں کے انتظار میں ہیں جو بڑھ کر اس خطرناک سانپ (یعنی مولانا مودودی) کا سر کچل دیں اور اس مملکت عزیز پاکستان کو اس (مودودی) فتنے سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نجات دلا دیں۔‘‘

(ہفت روزہ لاہور کا اداریہ بعنوان ’’خطرناک سانپ‘‘ مطبوعہ لاہور شمار، مورخہ ۲۱؍اکتوبر ۱۹۷۴ء)

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی سے آخر کون سا ایسا گناہ سرزد ہو گیا تھا کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نجات حاصل کرنے کے لئے موصوف کی سرکوبی کی جائے۔ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ مولانا موصوف اس ملت اسلامیہ کے ایک معروف عالم دین ہیں جو کہ قادیانی عقائد کے مطابق ابوجہل، نمرود، فرعون، ہامان، یہود، خوارج سبائی اور یزیدی الصفت امت ہے۔

شیخوپورہ کے ایک نو آموز قادیانی اہل قلم مسٹر عبدالرب غیرت ملت اسلامیہ کو مکروہ خطابات سے یاد کرتے ہیں۔ ان کے مضمون کا عنوان ہے۔ ''یوم تشکر''

ملت اسلامیہ پاکستان نمرود، فرعون، ہامان، یہود، خوارج اور یزید کی مقلد ہے

شاید یہی باعث ہے (جیسا کہ تاریخ ہمیں بتاتی ہے) اپنی اسی بے بصیرتی اور کوتاہ فکری کی وجہ سے اکثریت ہمیشہ اقلیت پر ظلم بھی ڈھاتی رہی ہے اور اپنے متشددانہ منصوبوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے بعد خود ہی یوم تشکر بھی مناتی رہی۔ حالانکہ اگر کوئی اقلیت اس وجہ سے یوم تشکر مناتی کہ اسے ایک بے بصیرت اکثریت کی ستم رانیوں سے نجات ملی تو کوئی بات بھی ہوتی۔ (ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ، اسی بے بصیرت اکثریت میں شامل بھی رہنا چاہتے ہیں اور پھر اسے بے بصیرت ثابت کر کے اس کی اجتماعیت کو مرزاغلام احمد قادیانی کے حوالے بھی کرنا چاہتے ہیں۔ للمؤلف) دینی تواریخ کے اوراق کا مطالعہ ہمیں کم وبیش ایک درجن ایسے ایام تشکر کا پتہ دیتا ہے جن کی وجہ صرف یہ تھی کہ عوام کالانعام اور انہیں ہانکنے والوں نے پہلے خدا کے برگزیدہ بندوں اور ان کی جماعتوں کے خلاف صریح ناانصافانہ اور متشددانہ اقدامات کئے اور پھر خود ہی یوم تشکر مناڈالا۔ افادۂ عام کے لئے جن کے یہاں مختصرترین کوائف بیان کئے جاتے ہیں۔

☆...... سب سے پہلا یوم تشکر نمرود اور اس کی رعایا کی اکثریت نے حضرت ابراہم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جلتی آگ میں ڈال کر اپنے منصوبوں کی تکمیل کی خوشی میں منایا۔

☆...... حکمران مصر فرعون اور اس کے وزیر خاص ہامان اور دیگر اکابر سلطنت نے عوام کی اکثریت کی خواہشات کے نام پر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کی قوم کے خلاف یہ فیصلہ کیا۔ (جس کا قرآن مجید میں بھی ذکر آتا ہے) کہ ان کے لڑکوں کو ذبح کیا جائے اور لڑکیوں کو زندہ رکھا جائے۔

یہ دوسرا یوم تشکر تھا جو اکثریت کی طرف سے اقلیت کے خلاف منایا گیا (کیا ہی بہتر ہوتا کہ فاضل مقالہ نگار اس اقلیت کی نشاندہی بھی فرمادیتے کہ جس کے خلاف یہ یوم تشکر منایا گیا تھا۔ دنیا جانتی ہے کہ فرعون کا یہ فیصلہ موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے قبل کا ہے نہ کہ ان کے دعوائے

نبوت کے بعد کا۔ للمؤلف)

☆ ...... تیسرا یوم تشکر ''روما'' کی پارلیمنٹ اور یہودیوں کی اکثریت نے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف روما کی پارلیمنٹ سے فیصلہ صادر کرانے کی خوشی میں منایا کہ یہ شخص حکومت کا باغی ہے اور سلطنت پر قابض ہونا چاہتا ہے۔ نبوت کا جھوٹا دعویدار ہے، اس لئے لعنتی موت یعنی صلیب پر لٹکائے جانے کا سزاوار ہے۔ چنانچہ اکثریت اور پارلیمنٹ کے فیصلہ کے مطابق جب اللہ تعالیٰ کے اس برگزیدہ بندے کو صلیب پر لٹکا دیا گیا تو یہودی اکثریت نے جی بھر کر جشن مسرت منایا۔

☆ ...... ''چوتھا یوم تشکر حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھائیوں نے منایا۔ جب انہوں نے اپنے بھائی کا یہ خواب سنا کہ چاند ستارے مجھے سجدہ کرتے ہیں تو انہوں نے بہانے سے انہیں باہر لے جا کر کنوئیں میں پھینک دیا اور پھر یوم تشکر منایا کہ ہم سے سجدے کرواتا تھا۔ ہم نے اس سے نجات حاصل کر لی۔''

☆ ...... ''چھٹے یوم تشکر کا تعلق جو متواتر پونے تین سال تک ہر روز منایا جاتا رہا۔ شعب ابی طالب سے ہے۔ جب اکابر کفار مکہ، ان کے مذہبی راہنماؤں اور اکثریت نے حضور خاتم النّبیین ﷺ اور آپ ﷺ پر ایمان لانے والوں کو ''شعب ابی طالب'' میں محصور کر کے متفقہ طور پر، مکمل طور پر آپ کا سوشل بائیکاٹ کیا۔ ہر روز جب بھوک اور پیاس سے بلکتے ہوئے بچوں کی چیخیں اور کراہیں ابوسفیان، ابوجہل، امیہ، عتبہ اور شیبہ وغیرہ کے کانوں میں پڑتیں تو وہ ان پر خوش ہو کر اپنے منصوبے کی کامیابی کے نشے میں تالیاں بجاتے اور ہبل کی برتری کے نعرے لگاتے۔''

☆ ...... ''نواں یوم تشکر خلافت کے باغیوں نے اپنے گھر میں محصور اسلام کے خلیفۂ ثالث حضرت ذوالنورین عثمانؓ کو قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہوئے شہید کر دینے کے بعد منایا۔ بلکہ اس خوشی میں انہوں نے حضرت نبی کریم ﷺ کے اس محبوب داماد کی نعش بھی تین دن تک دفن نہ ہونے دی۔''

☆ ...... ''دسواں یوم تشکر، بلکہ یوم نجات خارجیوں نے اسلام کے خلیفہ چہارم اور داماد رسول حضرت علی ابن طالب کو شہید کرنے کے بعد منایا اور اس خوشی میں کہ ان کے گمراہ عقائد کے راستے کی آخری روک بھی دور ہوگئی۔''

☆ ...... ''گیارہویں یوم تشکر کے ڈانڈے نواسۂ رسول حضرت حسینؓ کی شہادت سے ملتے ہیں۔''

''یزید کے گورنر ابن زیاد نے پہلے علماء سوء سے آپؓ کے خارج از اسلام اور واجب القتل ہونے کا فتویٰ لیا۔ پھر ان کے سرخیل قاضی شریح کو اشرفیوں بھری تھیلیاں پیش کر کے خریدا

اوراس سے علماء کے اس فتویٰ کی تصدیق کرائی، پھر اکثریت کو آپؓ کے خلاف بھڑکا کر لشکر کثیر جمع کیا اور کربلا کے بے آب وگیاہ میدان میں آپؓ کو اور آپؓ کے ۷۲ ساتھیوں کو تہ تیغ بے دریغ کیا۔ حضرت حسینؓ کی نعش کو گھوڑوں کی ٹاپوں تلے روندوایا اور آپؓ کے خیموں کو جلایا گیا اور جب فرزند رسول اوراس کے تمام رفقاء کو موت کے گھاٹ اتار لیا تو مقتولین کے سروں کو نیزوں پر سجا کر کوفے لوٹے اور پھر افواج یزید اور عوام کی اکثریت نے جی بھر کر یوم تشکر بلکہ جشن مسرت منایا۔''

(مسٹر عبدالرب قادیانی کا مقالہ بعنوان ''یوم تشکر'' مطبوعہ ہفت روزہ لاہور مورخہ ۲۳؍جون ۱۹۷۵ء)

امت محمدیہ معاذ اللہ خاک بدہنش ،فرعون، نمبرود، ہامان، یہود، ابوجہل، عبداللہ بن سبا، خوارج اور یزید کی مقلد ہے۔ بالفاظ دیگر خود قادیانی حضرت بزعم خویش صحیح العقیدہ مسلمان حضرت حسینؓ کے مقلد ہیں تو پھر ان سچے ''حسینیوں'' کے ذہنی عقائد کیا ہیں؟

سوال بڑا اہم ہے اوراس اہم سوال کا جواب قادیانیوں کی کوئی اہم شخصیت ہی دے سکتی ہے۔ اسی اہمیت کے پیش نظر میں اس سوال کو عالمی عدالت انصاف کے سابق صدر اور قادیانی جماعت کی ایک ذمہ دار شخصیت چوہدری سرمحمد ظفر اللہ خاں کی خدمت میں پیش کئے دیتا ہوں۔

چوہدری صاحب کوئی معمولی شخصیت نہیں ہیں۔ بلکہ مرزا غلام احمد قادیانی کے ''رفقاء'' میں شمار ہوتے ہیں، اس سوال کے جواب میں چوہدری صاحب اپنا عقیدہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کی بعثت کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زرتشت کی کنفیوشس کی، بدھ کی، کرشن کی، غرض تمام صاحبان شریعت اور تابع شریعت انبیاء کی نبوتیں ختم ہوگئیں۔

قادیانی انبیاء کرشن، بدھ، کنفیوشس اور زرتشت ایرانی

اور تمام بنی نوع انسان پر، رسول اکرم ﷺ پر ایمان لانا اور حضور ﷺ کی لائی ہوئی شریعت پر، اور حضور ﷺ کی ہدایات پر عمل کرنا لازم ہوگیا۔ وہ سب شریعتیں اور نبوتیں حضور ﷺ کی بعثت تک زندہ اور جاری تھیں۔ لیکن حضور ﷺ کی بعثت پر منسوخ اور ختم ہوگئیں اور آئندہ کے لئے صرف اور صرف حضور ﷺ کی شریعت اور ہدایات جاری ہیں۔ اس شریعت میں اور ان ہدایات میں نہ ایک شعشہ کی زیادتی کی گنجائش ہے نہ کمی ہے۔

(چوہدری سرمحمد ظفر اللہ خان قادیانی کا مقالہ بعنوان ''میرا دین'' مطبوعہ ہفت روزہ لاہور مورخہ ۷؍فروری ۱۹۷۵ء)

قطع نظر اس امر کے کہ ہماری چودہ سوسالہ تاریخ میں کوئی بھی ایسا مسلمان نہیں گذرا جس نے ان لوگوں کو مقام نبوت ورسالت پر فائز سمجھا ہو جن ناموں کے ساتھ چوہدری صاحب نے ''علیہ السلام'' کے کلمات ٹانک رکھے ہیں اور جن پر ایمان لانا چوہدری صاحب اپنے دین کا

بنیادی عقیدہ سمجھتے ہیں۔اس پر ایک لطیفہ یاد آیا۔ بلوچ قوم کی کھوسہ فیملی کے ایک فرد رئیس سانول خان کھوسہ میرے پڑوس میں رہتے تھے۔کنری شہر کے ایک قادیانی مستری عبدالمنان سے ان کی پرانی یاد اللہ ہے۔ مذہبی بحث کے دوران ایک محفل میں مستری عبدالمنان فرمانے لگے۔''ہمارے مسیح موعود مرزا قادیانی عصر حاضر کے حضرت کرشن علیہ السلام بھی ہیں۔ایسے برگزیدہ انسان ایمان لائے بغیر نجات ممکن نہیں ہے۔''

سانول خان مسکرائے اور جواب میں بولے۔''میاں آپ کا حضرت کرشن علیہ السلام بھارت میں رہتا ہے۔ میں تو حضرت ریوا چند علیہ السلام کو مانتا ہوں جو کہ پاکستانی بھی ہیں اور حضرت کرشن علیہ السلام کے باپ بھی۔ مسٹر ریوا چند کنری شہر کے قرب وجوار کے معروف سیٹھ ہیں۔ سندھ کے دوسرے زمینداروں کی طرح سانول خان صاحب بھی مسٹر ریوا چند کے مستقل گاہک ہیں۔فصل اترنے پر حساب کتاب کیا جاتا ہے۔لطیفہ یہ کہ سیٹھ صاحب کے اکلوتے لڑکے کا نام بھی کرشن ہے۔اس پر عبدالمنان قادیانی بغلیں جھانکنے لگے۔''

اصل مسئلہ اس شریعت محمدی کا ہے۔خود چوہدری صاحب کے عقیدے کے مطابق جو کہ تاابد جاری رہے گی اور اس شریعت میں کسی بھی شخص کو ایک شعشہ تک کی کمی بیشی کرنے کا کوئی اختیار حاصل نہیں ہے۔شرع محمدی میں سب سے اہم ایمان کا مسئلہ ہے کہ ایک مسلمان کے لئے جن چیزوں پر ایمان لانا ضروری ہے وہ یہ ہیں:''**آمنت باللہ وملٰئکۃ وکتبہ ورسلہ والیوم الآخر والقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ والبعث بعد الموت حق**''

میں ایمان لایا''اللہ پر'' اور اس کے فرشتوں پر، اور اس کی کتابوں پر، اور اس کے رسولوں پر، اور آخرت پر اور میں ایمان لایا کہ''خیر'' اور''شر'' اللہ کی طرف سے ہیں اور ایمان لایا کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہوکر میرا اٹھایا جانا ایک سچی بات ہے۔

ایک قرآنی مسلمان اور دوسرے قومی اسمبلی سے سند حاصل کرنے والے سرکاری مسلمان جنہوں نے اپنا مؤقف کمزور پاکر بھٹو صاحب کی حکومت سے سند توثیق حاصل کرلی...... حکومت کی مصلحتیں تو وہی جانے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ عوام میں رفتہ رفتہ یہی تاثر راہ پکڑ رہا ہے کہ قادیانیوں کا مؤقف مضبوط تھا۔انہیں محض دھاندلی اور ووٹوں کے بل پر غیر مسلم قرار دیا ہے۔

(عبدالغفور چک ۳۸ جنوبی سرگودھا کا مراسلہ بنام ایڈیٹر لاہور مورخہ ۱۵؍جولائی ۱۹۷۵ء)

ان عبدالغفور صاحب نے بزعم خویش ایک''غیر احمدی'' یا''مسلمان'' کا روپ دھار کر اپنے دل کا بغض نکالا ہے۔اب قادیانی جماعت کے سیاسی نقیب ہفت روزہ''لاہور'' کے ایڈیٹر

جناب ثاقب زیروی کا ایک ’’اداریہ‘‘ بھی سن لیجئے۔ جن کا یہ پختہ عقیدہ ہے کہ خود سابق وزیراعظم پاکستان جناب ذوالفقار علی بھٹو، تحریک ختم نبوت کے دوران قادیانی گھروں کے لئے لوٹ مار، آتش زنی اور قتل وغارت گری کو خدمت اسلام سمجھتے تھے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو:

پاکستان کے لکھوکہا کلمہ گو قادیانیوں کو عوام کالانعام کی خواہشات پر کافر بنادیا گیا

کسی بھی خواہ اسلام کو بھول سکتی ہے۔ بھلا یہ بات کہ قرآن وحدیث کی بجائے محض ’’عوام کالانعام‘‘ کی خواہشات کی پاسداری کے لئے پاکستان کے لکھوکہا کلمہ گو احمدیوں (قادیانیوں) کو پاکستان کی قومی اسمبلی نے ۷؍ستمبر ۱۹۷۴ء کو آئین اور قانون کی اغراض کے نقطۂ نظر سے ’’غیرمسلم اقلیت‘‘ قرار دیا تھا اور اسی دن وزیراعظم پاکستان نے ملک کے (اس) سب سے بڑے قانون ساز ایوان میں کھڑے ہوکر، جہاں تحریک ختم نبوت کے دنوں میں لوٹ مار، آتش زنی اور قتل وغارت گری کے مرتکبین کے لئے نرم سلوک کا اعلان کیا تھا۔ (شاید اس لئے کہ وہ بھی ان ایام میں کی گئی تہذیب سوزی اور غارت گری کو خدمت اسلام سمجھتے تھے) وہاں یہ ضمانت بھی دی تھی کہ آئندہ پاکستان کے ہر شہری کی جان ومال، املاک اور عزت کی پوری پوری حفاظت کی جائے گی۔ (ہفت روزہ لاہور کا اداریہ بعنوان ’’شرمناک جھوٹ‘‘ شمارہ مورخہ ۲۸؍اپریل ۱۹۷۵ء)

۷؍ستمبر ۱۹۷۴ء کی ’’آئینی ترمیم‘‘ کو تہس نہس کرنے کے لئے سب سے پہلے قادیانیوں نے پاکستان کی قومی اسمبلی کے معزز اراکین کو مغلظات سے نوازا اور کھلم کھلا اعلان فرمایا کہ:

قومی اسمبلی کے معزز اراکین جن کے اعمال حرام اور نجاست سے ملوث ہیں

اور ان (قادیانی عوام) کی اس رائے سے تو خود اسمبلی کے ممبر بھی انکار نہیں کرسکتے کہ ان بیچاروں (قادیانیوں) کو ایسے افراد کے مجموعہ نے ’’غیرمسلم‘‘ قرار دیا ہے جن کی اکثریت نہ دین سے کاملاً آشنا ہے اور نہ دینی احکام پر عمل پیرا ہے۔ بلکہ بعض تو ایسے اعمال میں ملوث ہیں جن کو اسلام نے بصراحت ممنوع، نجس اور حرام قرار دیا ہے۔

(ہفت روزہ لاہور کا مستقبل طنزیہ عنوان ’’جہاں میں ہوں‘‘ مورخہ ۱۲؍جنوری ۱۹۷۶ء)

شراب خور، زانی، لفنگے، سمگلر

پھر ملت اسلامیہ پاکستان کو ان الفاظ میں گالیاں دی گئیں اور میں خوب سمجھا کہ اس دور میں چور، اچکے، شرابی، جواری، زانی، لچے، لفنگے، اسمگلر، بددیانت بلیک مارکیٹر اور انسانیت دشمن تو سب کے سب پکے مسلمان، بہشتی اور جنتی ہیں۔ لیکن خدا سے ڈرنے والے اور اسے یاد

رکھنے والے اور اس کی نمازیں پڑھنے والے بے ایمان اور کافر۔

(ہفت روزہ لاہور کا مستقبل طنزیہ عنوان ''جہاں میں ہوں'' مورخہ ۱۲؍جنوری ۱۹۷۶ء)

پھر ارشاد ہوا کہ قادیانیوں کو ''غیر مسلم اقلیت'' قرار دلانے والے بیرونی ایجنٹ ہیں جو پیپلز پارٹی کے اقتدار کو ختم کرانا چاہتے تھے۔ شیخوپورہ کے ماسٹر امیر عالم قادیانی رقم فرماتے ہیں کہ پاکستان میں مذہبی آزادی نہیں ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو:

بیرونی ایجنٹ خدا رسول کے منصب پر فائز

اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ پاکستان میں بعض بیرونی حکومتوں کے ایجنٹ ایک عرصہ سے ''استحکام پاکستان'' کو سبوتاژ کرنے کے لئے سرگرم عمل تھے...... سب سے پہلے حکومت کا نظام معطل کرنے کے لئے انہوں نے وطن عزیز میں ملک گیر ہڑتالوں کا چکر چلایا اور ملک کے داخلی امن وامان کو تباہ کرنے کے لئے ہر مذموم کوشش کی۔ جماعت احمدیہ کو غیر مسلم قرار دلانا بھی اسی سلسلۂ حصول مقصد کی ایک ضمنی کڑی تھی...... تاکہ جس طور بھی ممکن ہو پیپلز پارٹی کے اقتدار کا خاتمہ کیا جاسکے۔ جہاں تک ہڑتالوں کا تعلق تھا وزیراعظم نے یکے بعد دیگرے ہڑتالیوں کے مطالبات منظور کر کے ان کا منہ بند کر دیا اور تنخواہوں میں اضافہ کر دیا۔ دوسرے لفظوں میں روٹی دے کر اس خرخشے کو مٹا دیا گیا اور جماعت احمدیہ کے معاملہ کو قومی اسمبلی کے سپرد کر دیا۔ یہ کہہ کر کہ اس کا حل بھی قانونی طور پر حل کیا جائے گا۔ اس ادّعا کی بنیاد یہ تھی کہ ''اکثریت کا حق ہے جو چاہے سو کرے۔'' لہٰذا یہ فیصلہ بھی عوام کی خواہشات کے مطابق حل ہونا چاہئے۔ دوسرے لفظوں میں بتلایا گیا کہ سیاسی پارٹیوں کو مذہبی امور میں بھی دخل اندازی کا حق حاصل ہے۔

یوں بھی بیان کیا جاسکتا ہے کہ نعوذ باللہ انہیں خدا اور رسول کا منصب دے دیا گیا......

اس قضیے کو قومی اسمبلی میں پیش کرنا ہی اللہ تعالیٰ کے احکامات سے روگردانی تھی۔ کیونکہ اس طرح تو مذہب بازیچہ اطفال بن کر رہ جاتا ہے۔ بہرحال مذہب کو موم کی ناک سمجھ کر حسب منشاء اس کوئی شکل میں متشکل کر لینا اور دوسروں کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچانا معمولی بات سمجھ لیا گیا۔ یہ صورتحال یقیناً افسوس ناک بھی ہے اور تشویش ناک بھی۔ کیونکہ یہ بالواسطہ اس حقیقت کی غماز ہے کہ پاکستان مذہبی آزادی نہیں اور خداوندان مملکت اسلامی تعلیمات سے نابلد ہیں۔

(ماسٹر امیر عالم قادیانی کا مقالہ بعنوان ''جدید آئینی ترامیم'' مطبوعہ ہفت روزہ لاہور مورخہ ۲۵؍نومبر ۱۹۷۵ء)

ملت اسلامیہ قادیانی جماعت کی نظروں میں شرابیوں، زانیوں، اچکوں، اسمگلروں اور لفنگوں کے مجموعے کا نام ہے۔ اس کے منتخب کردہ قومی اسمبلی کے اراکین اسلامی تعلیمات سے

نابلد اوران ارکین کے اعمال حرام اورنجاست میں ملوث ہیں۔ جنہیں زبردستی اور بزور اکثریت سواداعظم نے خدااور رسول کا منصب دے دیا ہے۔ تو پھر ۷/ستمبر ۱۹۷۴ء کی آئینی ترمیم کیا ہے؟ اس سوال کا قادیانی جواب یہ ہے کہ قادیانی عقائد کے مطابق عقیدۂ ختم نبوت کی بہت سی تاویلیں ہیں۔ چنانچہ ملاحظہ ہو:

عقیدۂ ختم نبوت کے خواب کی بہت سی تاویلیں ہیں

اس طرح پتہ لگا کہ ’’ختم نبوت‘‘ کی بہت سی تاویلیں ہیں اور یہاں معاملہ ہنوز ’’شد پریشاں خواب من از کثرت تعبیرہا‘‘ تک پہنچا ہے۔

ایک تعریف ام المؤمنین حضرت عائشہؓ صدیقہ نے فرمائی ہے۔

ایک تعریف دیوبندیوں کے بانی مولانا محمد قاسم نانوتوی کی ہے۔ ایک تعریف اس مدرسہ فکر کے جید عالم مولانا حافظ محمد طیب کی ہے۔ ایک تعریف جناب مودودی صاحب نے ارشاد فرمائی ہے۔ ایک تعریف علامہ اقبال نے کی ہے (جس کو غلام احمد پرویز بھی نہیں سمجھ سکے) ایک تعریف ہمارے وزیر مملکت برائے اقلیتی امور ملک محمد جعفر خان نے کی ہے۔ اب ہمیں بتایا جائے کہ ہم سادہ دل بندے کدھر جائیں۔ کس تعریف کو آئینی قرار دیں اور کس کو غیر آئینی۔

(محمد اسلم سجاد قادیانی کا مراسلہ بنام ایڈیٹر لاہور مجریہ ۳/فروری ۱۹۷۵ء)

عقیدۂ ختم نبوت کی ان مفروضہ قادیانی تاویلات کی بناء پر پاکستان کی قومی اسمبلی نے عالم اسلام کے کون کون سے روحانی پیشواؤں کو ’’غیرمسلم‘‘ اقلیت بنا ڈالا۔ اس سوال کا مکروہ، ذلیل اور رسوائے عالم جواب پھالیہ ضلع گجرات کے محمد اسلم قادیانی کی زبانی ملاحظہ ہو۔ اس رذیل جواب کو نقل کرتے ہوئے میرا ایمان کانپ اٹھا ہے۔ ہاتھ لرز رہے ہیں اور آنسو ہیں کہ تھمنے کا نام ہی نہیں لیتے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کی ناپاک جسارت ایک قادیانی ہی کرسکتا ہے۔ ذرا جگر تھام کر سنئے۔

محمد رسول اللہ ﷺ بھی ۷/ستمبر ۱۹۷۴ء کے قومی اسمبلی کے فتویٰ کی زد میں آ گئے

ایک اور بزرگ کی زبان مبارک سے سنا، یہ کیا ہوا؟ آنحضرت ﷺ تو اوّل المؤمنین ہیں۔ نزول مسیح علیہ السلام کی احادیث پر وہ سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں۔ اب تو حضور ﷺ بھی نعوذ باللہ اس فتویٰ (۷/ستمبر ۱۹۷۴ء) کی زد سے باہر نہ رہے۔ خاکسار نے خیال کیا کہ آقائے نامدار ﷺ (فداہ نسلی، امی وابی)، (اللہ رے منافقت للمولف) نے اپنے بیٹے حضرت ابراہیمؑ کو لحد میں اتارتے ہوئے فرمایا تھا: ’’انہ النبی ابن النبی‘‘ بے شک میرا یہ فرزند نبی ابن نبی ہے۔ ظاہر ہے حضرت ابراہیمؑ کو یہ نبوت آنحضرت ﷺ کے اعلان نبوت کے بعد ہی ملی تھی۔

پس آنحضور ﷺ لازماً اس فتویٰ سے متاثر ہوئے۔ اگر مسلمانان پاکستان آنحضرت ﷺ کی اس حدیث پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ میں ''آدم کا پانی مٹی ملائے جانے سے پہلے کا خاتم النّبیین ہوں۔'' تو وہ قیامت کے روز حضرت سرور کونینؐ کے سامنے کیا عذر پیش کریں گے؟ کہ ہم ایک فرقہ (قادیان) کی مخالفت میں کہاں تک چلے گئے۔ ''انا ﷲ وانا الیہ راجعون''

(محمد اسلم سجاد قادیانی کا مراسلہ بنام ایڈیٹر لاہور مجریہ ۳؍فروری ۱۹۷۵ء)

حکومت پاکستان کے نام ملت اسلامیہ پاکستان کی گذارش شاید اہانت نہ ہو۔ بلکہ امر واقعہ ہو کہ قادیانیت عالم اسلام اور پاکستان کے لئے روز بروز ایک سیاسی المیہ بنتی جارہی ہے۔ اس نے عقیدہ ختم نبوت کو اختلافی مسئلہ بنا کر نئی پود کو بگاڑ دیا ہے۔ قادیانیت کے اس تخریبی محاذ پر ''الفضل ربوہ'' دھاڑتا رہا۔ ہفت روزہ لاہور ''ھینچوں ھینچوں'' کرتا رہا اور ان کی دوسری صحافت ہوکتی رہی۔ لیکن ملت اسلامیہ کو ان سے کوئی تعرض نہیں۔ اصل سوال اس وباء کا تھا جو قادیانیت کی شکل میں پہلے سے زیادہ زوروں پر تھی، جس نے خود قوم وملک کو مدقوق بنادیا تھا۔

لاہوری قادیانیوں نے ۱۹۷۴ء کے اس آئین بل پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ اس ترمیم کی رو سے حضرت مولانا مفتی محمودؒ سمیت پاکستان کی قومی اسمبلی کے اکثر اراکین عقیدۂ ختم نبوت کے منکر ہیں۔ چنانچہ لاہوری قادیانیوں کے نائب صدر برائے فجی جزائر مسٹر عبدالواحد خاں رقم فرماتے ہیں:

مولانا مفتی محمودؒ سمیت پاکستان کی قومی اسمبلی کے اکثر اراکین عقیدۂ ختم نبوت کے منکر ہیں

''کیا پارلیمنٹ کے ممبر صاحبان اپنے مسلمان ہونے کی نشانی یا کوئی مہر دکھا سکتے ہیں جو حکومت پاکستان نے چودہ سو سال کے بعد اب کوئی نئی تیار کروائی ہے اور اگر کوئی پاکستان میں نیا ٹھپہ بنالیا گیا ہے تو ان ممبران پر کسی نہ کسی جگہ وہ ٹھپہ ضرور لگا ہوا ہوگا۔ مہربانی کر کے دور دراز ملکوں میں رہنے والوں کے لئے بھی وہ ٹھپہ اور نشانی اخبارات میں شائع کردی جائے تاکہ ہر آدمی اسے دیکھ لے۔ لیکن (پاکستان کی قومی اسمبلی کے) ممبر صاحبان سوائے اس کلمہ طیبہ کے جسے پاکستان سے منسوخ کردیا گیا ہے اور کوئی ٹھپہ نہ دکھا سکیں گے۔ باقی رہا ختم نبوت کا مسئلہ تو پارلیمنٹ کے ارکان کی اکثریت مع مفتی صاحبان آنحضرت ﷺ کے بعد آخری زمانہ میں حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی آمد کی قائل ہے تو وہ آنحضرت ﷺ کے بعد آنے کی وجہ سے آخری نبی ہوں گے یا نہیں؟ کیونکہ جو آخر میں آتا ہے وہی تو آخری ہوتا ہے (بجا فرمایا! مرزاغلام احمد قادیانی کے

دعوائے مسیحیت ونام نہاد مہدویت سے تو ختم نبوت برقرار رہتی ہے۔لیکن سیدنا علیہ السلام کے نزول سے فوراً ٹوٹ جاتی ہے۔للمؤلف سبطین لکھنوی) تو یہ عقیدہ رکھنے کی وجہ سے ممبر صاحبان تو آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت کے خود منکر ہیں۔‘‘ (جزائر فیجی کے لاہوری قادیانیوں کا آرگن ’’پیغام حق‘‘ ص۱۱شائع کردہ احمدیہ انجمن اشاعت ۱۲،باؤ گلی سوا فیجی)

لاہوری قادیانیوں کے مذکورہ بالا زعیم نے پھر ارشاد فرمایا:

قادیانیوں نے پیپلز پارٹی کو کامیاب کیا

’’برسراقتدار (پیپلز پارٹی) کے ممبران کو اس لئے بھی اس فیصلہ سے مجتنب رہنا چاہئے تھا۔کیونکہ پاکستان کے مولویوں کے فتاویٰ سے وہ خود گردن زدنی اور کافر ہونے کی سزا سے نہ بچ سکتے تھے۔الیکشن کے دوران تمام جماعتوں کے لیڈران (یہ انکشاف بھی قابل غور ہے نہ معلوم خان عبدالولی خاں، شیخ مجیب الرحمٰن، میاں ممتاز محمد خاں دولتانہ وغیرہم میں سے کس کس نے اس فتویٰ پر مہر لگائی تھی۔للمؤلف) اور مولوی صاحبان بالاتفاق منبروں پر اور گلی کوچوں میں گلے پھاڑ پھاڑ کر کفر کی فتوؤں کی بوچھاڑ کے علاوہ ان کے متعلق وہ کچھ کہہ رہے تھے جس کے لکھنے سے قلم قاصر اور زبان یاوری نہیں کرتی۔ان دنوں ملک بھر میں ان کے سب سے بڑے مشیر اور بہی خواہ صرف یہی قادیانی صاحبان تھے اور ان کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ تھا اور اس وقت پیپلز پارٹی کے نزدیک قادیانی پکے مسلمان اور مومن تھے اور قادیانیوں نے بھی خدا پر بھروسہ چھوڑ کر اپنی ساری توجہ اور ساری قوت اور ساری طاقت انہی کو کامیاب کرانے میں صرف کر دی تھی اور ان دنوں مسٹر بھٹو صاحب کو کامیاب کرانے کے لئے قادیانی صاحبان دامے، درمے، قدمے، سخنے دیوانہ وار مدد کرتے رہے۔لیکن جب انہیں اقتدار مل گیا اور ان کی حکومت غرباء کے ساتھ اپنے وعدے پورے کرنے میں ناکام ہوگئی تو اس ناکامی کو چھپانے اور اپنی طرف سے عوام کی توجہ ہٹانے اور سستی شہرت حاصل کرنے کے لئے وہی پرانا حربہ استعمال کر کے ان وفادار، کمزور اور نہتے احمدیوں کو پہلے حکومتوں کی طرح ظلم وستم کا نشانہ بنایا گیا (خدا جانے کون سی پہلی حکومت نے قادیانیوں کا قتل عام کیا تھا۔للمؤلف) اور ساتھ ہی مولوی صاحبان کی طرف سے، ہیرو بننے کی پیشکش نے سونے پر سہاگے کا کام کیا اور اپنے اقتدار کو مضبوط اور محفوظ کرنے کے لئے غریب احمدیوں (قادیانیوں) کو سیاست کی بھینٹ چڑھادیا۔اہل قبلہ اور کلمہ گو مسلمانوں کو (یعنی قادیانیوں کو) غیر مسلم بنا کر پاکستان سے کلمہ طیبہ ’’لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ‘‘ کو منسوخ کر کے اسلام کا جنازہ نکال دیا ہے۔اقتدار کے نشہ میں مست ہوکر خادمان اسلام، وفادار شہریوں اور

معصوم احمدیوں (قادیانیوں) کو قتل کرایا گیا۔ ان کی مسجدیں (قادیانی عبادت گاہیں) جلائی گئیں اور مکانات کو نذر آتش کر کے اپنی ہوس کی آگ کو ٹھنڈا کیا گیا اور پھر ایک دفعہ پاکستان میں ہلاکو اور چنگیز کی یاد تازہ کی گئی۔'' (پیغام حق ص۱۰، شائع کردہ نائب صدر لاہوری قادیانی فیجی، آئی لینڈ)

جون ۱۹۷۷ء میں مارشل لاء نافذ ہوا تو قادیانی جماعت کے سرکاری آرگن ہفت روزہ لاہور نے لکھا۔ مارشل لاء تو اسی روز نافذ ہونا چاہئے تھا جس روز لاکھوں کلمہ گوؤں (یعنی مرزاغلام احمد قادیانی) پہ کلمہ پڑھنے والوں کو محض اپنے سیاسی مفاد کی خاطر ''ناٹ مسلم'' قرار دے دیا تھا۔

ربوہ ضلع جھنگ کے ایک صوفی قادیانی مسٹر اسحاق صوفی نے ارشاد فرمایا کہ:

پاکستان قادیانی عقیدے کے مطابق ایک بدقسمت ملک

ہمارے ملک پاکستان کی سب سے بڑی بدقسمتی یہ ہے کہ یہاں نہ تو جمہوریت رائج ہے اور نہ اسلام۔ جمہوریت اس لئے نہیں کہ دنیا کے کسی بھی جمہوری ملک میں کسی نام نہاد جمہوری حکومت کو بھی یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ اپنے کسی شہری کے مذہب کا تعین خود اپنی طرف سے کرے۔ (البتہ مرزاغلام احمد قادیانی کو یہ حق ضرور پہنچتا تھا کہ وہ اپنے علاوہ عالم اسلام کی پوری مسلم برادری کو کافر، یہودی، گمراہ، کنجریوں کی اولاد اور جنگلوں کے خنزیر کہتا پھرتا۔ للمؤلف) حتیٰ کہ اسپین، فرانس اور اٹلی جیسے متعصب کیتھولک ممالک کی حکومتوں نے بھی باوجود وہاں کیتھولک فرقے کی اکثریت کے آج تک اپنے دستور میں یہ نہیں لکھا کہ کیتھولک فرقہ تو آئینی لحاظ سے عیسائی ہے اور باقی سب پراٹسٹنٹ غیر عیسائی ہیں۔ پس اس لحاظ سے یقیناً پاکستان کو جمہوری اقدار و روایات کا حامل قرار نہیں دیا جاسکتا اور اسلام یہاں اس لئے رائج نظر نہیں آتا کہ خداتعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے مسلمان کی جو تعریف قرآن پاک اور حدیث پاک میں بیان کی ہے اس کی رو سے احمدیوں (یعنی قادیانیوں) کو کسی صورت میں بھی غیر مسلم قرار نہیں دیا جاسکتا۔

(جی ہاں! دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ) چنانچہ ۱۹۵۳ء میں اینٹی احمدیہ فسادات میں جب مجلس عمل نے اس وقت کے وزیراعظم پاکستان الحاج خواجہ ناظم الدین کو یہ الٹی میٹم دیا کہ یا تو آپ احمدیوں (قادیانیوں) کو غیر مسلم اقلیت قرار دیں ورنہ ہم ڈائریکٹ ایکشن لیں گے تو مرحوم خواجہ ناظم الدین نے مجلس عمل سے کہا کہ اگر آپ قرآن وحدیث کی رو سے مسلمان کی کوئی ایسی تعریف لے آئیں۔ جس کی رو سے احمدی غیر مسلم اقلیت قرار پاسکیں تو میں آج ہی یہ اعلان کر دوں گا کہ احمدی غیر مسلم ہیں۔ لیکن کسی مولوی کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ وہ ایسی تعریف بیان کرتا (تاریخی حقائق کو مسخ کر کے عوام کے سامنے پیش کرنا۔ یہ قادیانی حضرات کا پرانا شیوہ ہے۔ لیکن

یہاں ستم یہ ہے کہ وہ نسل ابھی زندہ ہے۔ جسنے ۱۹۵۲ء کی تحریک میں حصہ لیا تھا۔ اس کے جلسوں اور جلوسوں میں شریک ہوئے تھے بلکہ جن مجاہدین نے اس تحریک کی پاداش میں قید و بند کی صعوبتیں کاٹی تھیں وہ لوگ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ۱۹۵۲ء میں نہ صرف یہ کہ قادیانی دھرم کا پس منظر پیش منظر بلکہ تہ منظر زبان زدعوام تھا۔ بلکہ مولانا احتشام الحق تھانویؒ نے خواجہ ناظم الدینؒ کو صاف صاف کہہ دیا تھا کہ خواجہ صاحب! اگر آپ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار نہیں دے سکتے تو پھر ہمیں ہی غیر مسلم اقلیت قرار دے دو۔ لیکن منیر رپورٹ کے الفاظ کے مطابق خواجہ صاحب نے علماء دین کے سامنے اپنی بے بسی کا اظہار کرتے ہوئے کہہ دیا تھا کہ اگر وہ قادیانیوں کو مسلم اکثریت قرار دیتے ہیں اور چوہدری ظفر اللہ خاں سے وزارت خارجہ کا قلمدان چھین لیتے ہیں تو امریکہ بہادر پاکستان کے لئے گندم کی امداد بند کردے گا۔ للمؤلف)

لیکن اس ملک میں لاکھوں کلمہ گو احمدی (یعنی مرزائے قادیان پہ کلمہ پڑھنے والوں کو زبردستی غیر مسلم اقلیت دے کر ایک گناہ عظیم کا ارتکاب کیا گیا ہے) آپ کے روحانی پیشواؤں نے ملت اسلامیہ اور امت محمدیہ کے کروڑوں کلمہ گوؤں کو اپنی کتابوں میں اخبارات میں اور جرائد کے اندر اگر کافر اور یہودی لکھ گئے ہیں تو ان کا یہ عمل کارثواب کیسے قرار پایا۔

قادیانی حضرات خوش تھے کہ اس مارشل لاء نے ۱۹۷۳ء کے آئین کی بساط ہی الٹ کر رکھ دی اور اب وہ کھلم کھلا مسلمان کہلاسکیں گے۔ اس منصوبے کے لئے میدان یوں ہموار کیا گیا کہ سندھ کے اندر انگریز بہادر سے وصول کردہ اپنی جاگیرداری میں واقع خالصتاً قادیانی آبادی پر مشتمل قادیانی کالونیوں کو تبلیغی مراکز کے طور پر استعمال کیا گیا۔ ربوہ میں تعلیم حاصل کرنے والے غیر ملکی حبشی طلباء کو ان کالونیوں میں مدعو کیا گیا۔ جہاں جلوس کی صورت میں ان کا استقبال کیا گیا۔ جلوس میں شامل اطفال احمدیہ اور خدام الاحمدیہ کے نوجوان ''احمدیت زندہ باد''، ''احمدی مسلمان ہیں'' کے نعرے کھلم کھلا لگا رہے تھے۔ ٹاہلی کے قریب محمود آباد اسٹیٹ کے اندر لاؤڈ سپیکر پر ان قادیانی طلباء کا انداز خطابت نہایت جارحانہ تھا۔

کنری شہر کے ایک مسلم نوجوان اورنگزیب کو قتل کر کے اس کی لاش کو ان کے گھر کے سامنے ڈال دیا گیا۔ ٹاہلی شہر کے ایک پندرہ سالہ نوجوان محمد منیر ولد سردار خاں کو دن دہاڑے اغوا کر کے ربوہ پہنچا دیا گیا۔ کنری شہر کے نزدیک ایک معروف زمیندار جلال دین ولد علم دین اپنے خاندان سمیت قادیانی مسلک اختیار کر لیا۔

سندھی مسلمانوں پر مذکورہ بالا قادیانی جارحیت کا نتیجہ یہ نکلا کہ سندھی عوام کو قادیانی

ناسور سے محفوظ رکھنے کے لئے جئے سندھ تحریک نے ہر پنجابی قادیانی ہے اور قادیانی پنجابی ہے کا نعرہ کھڑا کر لیا۔ ضلع بدین تحصیل ٹنڈو باگو موضع توحید آباد کے دیوبندی المسلک پنجابیوں کے نام انتخابی فہرستوں کے اندر قادیانی غیر مسلم اقلیت کے تحت درج کئے گئے۔

حافظ عبدالغنی صاحب کے مدرسہ ضیاء القرآن کو وہاں کی یونین کونسل نے محض اس لئے زکوٰۃ فنڈ کے مالی تعاون سے محروم کر دیا کہ حافظ عبدالغنی دیوبندی ہونے کے باوجود پنجابی ہیں اور مقامی فضا ''ہر پنجابی قادیانی ہے'' کے نعروں سے مکدر کی جا چکی تھی۔

راقم الحروف نے حافظ عبدالغنی صاحب کے ساتھ ہونے والے اس صریحاً ظلم کے خلاف نہ صرف یہ احتجاج کیا بلکہ صدر مملکت سے اپیل کی کہ:

۱...... قادیانیوں کے بارے میں آرڈیننس کے ذریعہ ۱۹۷۴ء کی آئینی ترمیم کو عملی طور پر نافذ کیا جائے۔

۲...... قادیانی جاگیرداری کو توڑ دیا جائے۔

۳...... قادیانی مسلک کی تبلیغ پر پابندی عائد کی جائے۔

۴...... قادیانیوں کے اس لٹریچر کو ضبط کر لیا جائے جس لٹریچر میں صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین کی توہین کی گئی ہے یا جن میں اسلامی اصطلاحات کو مرزا غلام احمد قادیانی کے رفقائے کار اور ان کی اولاد کے ساتھ کھلم کھلا چسپاں کیا جا رہا ہے۔

۵...... حکیم فیض عالم صدیقی کے قاتلوں کو گرفتار کیا جائے۔

مؤخر الذکر مطالبہ تاحال مطالبہ ہی ہے۔ البتہ صدر مملکت نے ایک آرڈیننس کے ذریعہ بہت سے مطالبات کو منظور کر لیا ہے۔

اس آرڈیننس کے نفاذ کے بعد مرزا طاہر احمد لندن فرار ہو گئے اور اپنے پیروکاروں سے حسب ذیل امور کو آگے بڑھانے کی ہدایت فرما گئے۔

اوّلاً...... یہ کہ قادیانی مسلک کی تبلیغ پر پابندی کے قانون کو تسلیم نہ کیا جائے۔

ثانیاً...... یہ کہ قادیانی عبادت گاہوں پر لکھے ہوئے کلمہ طیبہ کو مٹانے کا بھرپور مقابلہ کیا جائے۔ عبادت گاہوں کے اندر مسلح پہرے دار بٹھائے جائیں۔

ثالثاً...... یہ کہ عقیدۂ اجرائے نبوت کو زندہ رکھنے والے خود قادیانی جماعت کے اندر نبوت اور رسالت کے دعویداروں کی حوصلہ افزائی کی جائے۔

چنانچہ پاکستان کے حساس صوبے سندھ کے اندر قادیانی تبلیغ نے شدت اختیار کر لی۔

تھرپارکر کے ریتلے علاقے میں بیسیوں قادیانی ڈاکٹروں کے روپ میں مفت علاج پر مامور کر دیئے گئے۔ ہندو اچھوتوں کی آبادیاں خاص طور پر ان کا نشانہ بنی ہوئی ہیں۔ تھرپارکر کی تحصیل عمرکوٹ کے ایک معروف قصبے بنی سرروڈ کے ایک گریجوایٹ مسلمان مسٹر خیر محمد کھوسو اچانک غائب ہوگئے۔ جب ان کے لواحقین نے قادیانی جماعت پر مقدمہ دائر کر دیا کہ اس نے مسٹر خیر محمد کھوسو کو اغوا کر کے حبس بے جا میں ڈال رکھا ہے تو قادیانی چوہدریوں نے مسٹر خیر محمد کھوسو کو ایس.ڈی.ایم عمرکوٹ کی عدالت میں پیش کر دیا۔ جہاں موصوف نے دس روپیہ کے اسٹامپ پر یہ تحریری حلف نامہ پیش کیا کہ: ’’اس نے دین اسلام کو ترک کر دیا ہے اور وہ قادیانی فرقے میں شامل ہوگیا ہے۔‘‘

قادیانی عبادت گاہوں پر سوائے چنیوٹ شہر کے پورے ملک کے قادیانی تنظیم ’’خدام الاحمدیہ‘‘ کا پہرہ موجود ہے تاکہ ان کی عبادت گاہوں پر لکھے ہوئے کلمہ طیبہ کے خلاف اٹھنے والے مطالبے کا مسلح مقابلہ کیا جاسکے۔

ادھر مرزاطاہر احمد سرتوڑ کوشش کر رہے ہیں کہ خود قادیانی جماعت کے اندر ۱۵ویں صدی کی جھوٹی نبوت کے دعویدار پیدا کئے جائیں تاکہ قادیانی جماعت کے اندر مسئلہ ’’اجرائے نبوت‘‘ کا عقیدہ کہیں ڈھیلا نہ پڑ جائے۔ چنانچہ ماڈل ٹاؤن لاہور کے قادیانی مسٹر صفی الرحمٰن نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور کی اطلاع کے مطابق:

مرزاطاہر احمد کی اجازت سے ایک نیا قادیانی پیغمبر مسٹر صفی الرحمان

ماڈل ٹاؤن کے نوجوان صفی الرحمان نے چند روز قبل نبی ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ ایک انٹرویو میں کہا ہے کہ وہ دنیا بھر کے قادیانیوں کا نبی ہے اور اس کے دعویٰ کو قادیانیوں کی بھرپور تائید حاصل ہے...... صفی الرحمٰن نے کہا کہ اس نے اپنے نبی ہونے کے بارے میں مرزاطاہر احمد کو خط لکھے تھے۔ جن کا مثبت جواب آیا۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے خدا کی طرف سے ’’نبی‘‘ مقرر کئے جانے کے بارے میں لوگوں کو بتانا چاہا مگر پولیس نے اسے گرفتار کر لیا۔ وہ چاہتا تھا کہ لوگوں کو بتائے کہ وہ اللہ کی طرف سے ’’نبی‘‘ بن کر آیا ہے اور دنیا بھر کے مسلمانوں اور دیگر اقوام کو اپنی اطاعت کے بارے میں کہنا چاہتا تھا۔ صفی الرحمٰن کے مطابق ۱۹۷۴ء میں قومی اسمبلی کی کارروائی کے دوران قادیانی جیت چکے ہیں۔ مرحوم ذوالفقار علی بھٹو نے انہیں اقلیت قرار دیا تھا۔ مگر افسوس کہ اس حکومت نے قادیانیوں کے خلاف قومی اسمبلی کی کارروائی شائع نہیں کی...... اس نے کہا میں نبی ہوں اور لوگ میرا حکم نہیں مانتے۔ پولیس نے گرفتار کیا، ہتھکڑی لگائی۔ رات کو مچھر کاٹتے ہیں۔ زمین پر سونا پڑتا ہے۔ میرا حکم نہ ماننا، اللہ کی طرف سے ایک عذاب ہے جو نازل ہونے والا ہے۔

لاہور تباہ ہو جائے گا۔ تھانہ رہے گا نہ پکڑنے والے اور نہ ہی یہ ہتھکڑی، میں تو کہتا ہوں ان کے لئے مجھے چھوڑ دینا اور میرا اطاعت کرنا ہی کافی ہے۔ ورنہ یہ لوگ روئی کے گالوں کی طرح اڑ جائیں گے۔ (روزنامہ نوائے وقت لاہور مطابق ۲۱/اپریل ۱۹۷۵ء)

اسلامی اسکالروں کی تحریروں اور کلمہ طیبہ پر مرزا طاہر احمد کا تبصرہ

مرزا طاہر احمد نے ہالینڈ میں ایک تقریر کے دوران جس کے کیسٹ فروخت کئے جارہے ہیں۔ الزام لگایا کہ قادیانی جماعت پر گندی بہتان تراشی کی جاتی ہے اور الزام تراشی کی جاتی ہے (مرزا طاہر قادیانی کے اندر اگر اخلاقی جرأت ہو تو اپنے دادا علیہ وماعلیہ کے لٹریچر کا انگریزی زبان میں ترجمہ ہی شائع کر دیں تاکہ مغرب کے لوگ ذریۃ البغایا، دشمن ہمارے بیابانوں کے خنزیر ہوگئے اور ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھ کر ہیں۔ کے ارشادات عالیہ کی تلاوت کرسکیں۔ للمؤلف) انہوں نے کہا مرزا غلام احمد قادیانی نے اسلام کے لئے جو کچھ کیا تھا وہ ان الزام لگانے والوں کی پشتیں بھی انجام نہیں دے سکتیں۔ (بجا فرمایا! اپنے والد کے خدمات بھی تو گنوادیجئے۔ ورنہ تاریخ محمودیت کے اسباق کا انگریزی ترجمہ ہی شائع کردیجئے۔ للمؤلف)

انہوں نے اسلامی تحریروں کی تحریروں کو کھوکھلی قرار دیا اور کہا کہ وہ مرزا غلام احمد قادیانی کے کلام کے آگے ہیچ ہیں۔

(اسلامی اسکالروں کو انتباہ کیا جاتا ہے کہ وہ اپنی تحریروں کا دفاع کریں۔ لندن سے طاہر بیگی راکٹ برسائے جارہے ہیں۔ انہیں چاہئے کہ ربوہ کے مذہبی آمر جیسا پختہ مورچہ تعمیر کرائیں اور ''محمدی بیگم'' کی سٹوری شائع کردیں۔ للمؤلف)

انہوں نے کہا قادیانیوں سے کہا جارہا ہے کہ:

وطن چھوڑ دو، ورنہ کلمہ پڑھو۔ معلوم نہیں پاکستان میں ہم سے کون سا کلمہ پڑھوانا چاہتے ہیں۔ ہم ملاؤں کا کلمہ نہیں پڑھیں گے نہ ہم کسی سربراہ مملکت کا کلمہ پڑھیں گے۔ (سربراہ مملکت یا ملائیت کا کلمہ ایجاد بندہ ہے۔ اصل مطالبہ یہ ہے کہ کلمہ طیبہ کا منافقانہ مفہوم ترک کردیا جائے۔ یعنی قادیانی عقیدے کے مطابق محمد رسول اللہ سے مراد مرزا غلام احمد قادیانی کی شکل میں آنحضرت ﷺ کی معاذ اللہ بعثت ثانی مراد لی جاتی ہے۔ اس منافقت سے توبہ کی جائے۔ للمؤلف)

کاش اسلامی آئمہ کمیٹی قادیانیت، بہائیت اور ہندوازم کی پرفریب گھاتوں پر کڑی نظر رکھنے کا کوئی شعبہ قائم کرسکتی۔

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

عقیدۂ ختم نبوت
اور
فتنۂ قادیانیت

مولانا محمد عثمان الوری صاحب

تفصیلی فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	شورش کاشمیری مرحوم	۳۵۱
۲	افتتاحیہ	۳۵۲
۳	مرزا قادیانی کے درجہ بدرجہ دعوے	۳۵۷
۴	مرزا قادیانی کا آخری عقیدہ	۳۵۸
۵	غیر تشریعی نبوت کا افسانہ	۳۵۸
۶	مرزا قادیانی کا دعویٰ نبوت تشریعی	۳۵۸
۷	ختم نبوت میں کوئی تفریق نہیں	۳۶۰
۸	ظلی اور بروزی نبوت کا افسانہ	۳۶۳
۹	آنحضرت ﷺ ہونے کا دعویٰ	۳۶۳
۱۰	مرزا قادیانی پچھلے نبیوں سے افضل	۳۶۴
۱۱	خاتم النّبیین ماننے کی حقیقت	۳۶۶
۱۲	آنحضرت ﷺ سے بھی افضل	۳۶۶
۱۳	ہر شخص آنحضرت ﷺ سے بڑھ سکتا ہے	۳۶۸
۱۴	دعویٰ نبوت کا منطقی نتیجہ	۳۶۹
۱۵	خود مرزائیوں کا عقیدہ کہ وہ الگ ملت ہیں	۳۷۱
۱۶	مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریریں	۳۷۱
۱۷	مرزائی خلیفہ اوّل حکیم نورالدین کے فتوے	۳۷۳
۱۸	خلیفہ دوم مرزا محمود احمد کے فتاویٰ	۳۷۴
۱۹	مرزا بشیر احمد ایم.اے کے اقوال	۳۷۴
۲۰	محمد علی لاہوری صاحب کے اقوال	۳۷۵
۲۱	مسلمانوں سے عملی قطع تعلق	۳۷۶
۲۲	غیر احمدی کے پیچھے نماز	۳۷۶
۲۳	غیر احمدیوں کے ساتھ شادی بیاہ	۳۷۶
۲۴	غیر احمدیوں کی نماز جنازہ	۳۷۷
۲۵	قائداعظم کی نماز جنازہ	۳۷۷
۲۶	خود اپنے آپ کو الگ اقلیت قرار دینے کا مطالبہ	۳۷۸
۲۷	مرزائی بیانات کے بارے میں ایک ضروری تنبیہ	۳۷۹
۲۸	اسلام کے ایک قطعی عقیدہ جہاد کی تنسیخ	۳۸۰

۲۹	ایک مستقل مذہب اور ایک متوازی امت	۳۸۲
۳۰	ایک غلط فہمی	۳۸۲
۳۱	قادیانی تحریک کا متوازی مذہبی نظام	۳۸۳
۳۲	قادیانیوں کی روش اور مسلمانوں کا رویہ	۳۸۶
۳۳	قادیانیوں کی خطرناک چال اور نیا جال	۳۸۸
۳۴	قادیانیت کا سیکنڈ ایڈیشن، لاہوری گروہ	۳۸۹
۳۵	اسلامی شعائر کا غلط استعمال اور بے حرمتیقادیانیوں کی چوری اور سینہ زوری	۳۹۰
۳۶	مرزا قادیانی کی کہانی خود اس کی زبانی	۳۹۲
۳۷	مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوے اور بدکلامی ولن ترانیوں کی جھلکیاں	۳۹۳
۳۸	دعوے	۳۹۳
۳۹	کرشن اور آریوں کا بادشاہ ہونے کا دعویٰ	۳۹۵
۴۰	مرزا قادیانی کی موت	۳۹۶
۴۱	مرزا قادیانی میں حیض کا خون ہونا اور پھر اس کا بچہ ہونا	۳۹۶
۴۲	قادیانیوں کو دعوت اسلام	۳۹۷

شورش کاشمیری مرحوم

قادیاں کے زلہ خواروں کو نچایا جائے گا
غیرت اسلام کا ڈنکا بجایا جائے گا

صورت حالات کے ویرانہ آباد میں
دبدبہ فاروق اعظمؓ کا بٹھایا جائے گا

کٹ مروں گا خواجہ کونین کے ناموس پر
سر کوئی شئے ہی نہیں، یہ بھی کٹایا جائے گا

جانتا ہوں اہل ربوہ کے سیاسی پیچ وخم
کافران دین قیم کو جھکایا جائے گا

گونجتا ہے نعرۂ تکبیر ہر میدان میں
ایشیاء میں اس کی ہیبت کو بٹھایا جائے گا

مسند میر امم کے وارثوں کو بے خطر
کھینچ کر اسلام کی چوکھٹ پہ لایا جائے گا

عرصۂ کونین میں لخت دل زہراؓ کا نام
استقامت کے حریفوں کو سنایا جائے گا

دار کے تختہ پہ کھنچوا دو کہ میں ڈرتا نہیں
جھنگ کے پہلو سے ربوہ کو اٹھایا جائے گا

قادیانی ارض پاکستان میں یا للعجب؟
راز کیا ہے ایک دنیا کو بتایا جائے گا

سر زمین پاک میں سرمایہ داری کا وجود
اب مٹانا ہی پڑا ہے تو مٹایا جائے گا

طاہر احمد چیز کیا ہے کلچڑی گنجی کا جوش
ارتداد اس کا زمانہ کو دکھایا جائے گا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

افتتاحیہ

’’نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم‘‘

اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کو خاتم النّبیین سید المرسلین حضرت محمد ﷺ پر مکمل فرما کر احسان عظیم فرمایا ہے۔ اسی طرح آپ کی ذات اقدس پر نبوت کو مکمل فرما کر خاتم النّبیین کا خصوصی اعزاز عطا فرمایا ہے۔ اسی لئے یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ نہ آئندہ کوئی نیا دین ہوگا اور نہ ہی کسی قسم کا کوئی نیا نبی۔ لہٰذا ملت اسلامیہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ دین اسلام ہی اللہ تعالیٰ کا آخری پسندیدہ دین ہے اور حضور اکرم ﷺ آخری نبی ہیں۔ چونکہ دونوں باتیں لازم وملزوم ہیں۔ اس لئے اب آئندہ نیا دین مردود ہوگا اور نیا نبی مرتد۔ جو کسی طرح بھی قابل قبول نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں پہلا اجماع منکرین ختم نبوت کے خاتمے کے لئے ہوا۔ آج چودہ صدیاں گزرنے کے بعد بھی مسلمانوں کے علاوہ دیگر تمام اہل مذاہب بھی کسی نبی کی آمد کو تسلیم نہیں کرتے۔ وہ بھی حضرت نبی کریم ﷺ کو ہی آخری نبی تسلیم کرتے ہیں۔ یہ مسئلہ قرآن وسنت اور اجماع امت میں ہمیشہ متفق علیہ رہا ہے۔ مگر ہندوستان میں انگریزی سامراج نے مسلمانوں میں فتنہ اور فساد پیدا کرنے اور اپنی گرفت مضبوط کرنے کے لئے قادیان پنجاب سے مرزاغلام احمد قادیانی شخص کو استعمال کر کے اس خود کاشتہ نبی سے خودساختہ مرزائی مذہب ایجاد کرایا۔ جس نے بتدریج کئی دعوے عجیب وغریب قسم کے کئے اور لوگوں کو اپنی جعلی نبوت کی جانب متوجہ کیا۔ جس سے صرف چند گمراہ ذہن سادہ لوح دیہاتی اور چند سازشی لوگ یا انگریزی سرکار کے گماشتے ہی اس کے حلقے میں شامل ہوسکے۔ ہندو پاک کے علماء نے اس کا محاسبہ اور تعاقب کیا اور اس کی جعلی، ظلی، بروزی، نبوت سے لوگوں کو آشکار کیا تو چند سالوں میں عوام اور خواص کو ان کی حقیقت معلوم ہونے پر اسلامی اور قانونی عدالتوں میں اس کو کافر اور مرتد قرار دے دیا گیا اور قیام پاکستان کے بعد ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء کی اسلامی تحریکوں میں عوام نے انہیں ہر طرح مسترد کرتے ہوئے انہیں اسمبلی میں کافر قرار دلا کر وفاقی شرعی عدالت کی توثیق سے کیفر کردار تک پہنچا کر اقلیت اور غدار قرار دلا کر ہی اظہار اطمینان حاصل کیا۔ جب برصغیر میں یہ گروہ بے نقاب ہوگیا تو انہوں نے یورپ، امریکہ، افریقہ، جرمنی، برطانیہ، فرانس، کینیڈا وغیرہ میں فرار ہوکر وہاں مظلوم بن کر سیاسی پناہ کی بھیک مانگنا شروع کر دیا اور ان کے فرار کے بعد ان کا مذہبی اور سیاسی چوہدری مرزاطاہر بھی عوام کے خوف سے ملک سے

فرار ہوگیا۔ اب وہاں مسلمانوں میں اور سادہ لوح لوگوں میں مرزائیت کی اشاعت کرتے ہیں اور اپنے آپ کو مسلمانوں کا ایک فرقہ ظاہر کرتے ہیں۔ حالانکہ ان کا اسلام سے کوئی رشتہ یا تعلق نہیں ہے۔ جیسا کہ ان کی کتابوں سے ظاہر ہے۔ پیش نظر کتاب میں ان کا اجمالی تعارف پیش خدمت ہے۔ جس میں ان کی پوری حقیقت اور اسلام کی صداقت اور ان کی سازش وشرارت اور منافرت کو ان کی کتابوں سے پیش کیا ہے۔ انشاءاللہ! یہ قبول عام ہوگی اور نافع عوام بھی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دست بہ دعا ہیں کہ اللہ کریم ہماری اس ادنیٰ سی خدمت کو قبول فرمائیں اور تمام حاجات اور دعاؤں کو اپنے نبی کریم خاتم النّبیین شفیع المذنبین کے صدقے میں قبول فرمائیں اور ہمیں تمام فتنوں، حادثوں، آفات، بلیات سے محفوظ فرمائیں۔ آمین!

آخر میں اس کتاب کی اشاعت کے سلسلے میں تعاون کرنے والے احباب کے لئے تمام قارئین، دوستوں، بزرگوں سے التماس کرتا ہوں کہ ان کے لئے خصوصی دعائیں فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں مزید دین حق کی اشاعت کی توفیق عطاء فرمائے اور ان کے جان ومال میں برکت فرمائے اور اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ آمین!

خادم ختم نبوت: محمد عثمان الوری

۲/جمادی الثانی، بمطابق ۲۲/جنوری ۱۹۸۸ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

’’الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ خاتم النّبیین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین وعلیٰ من تبعھم باحسان الیٰ یوم الدین‘‘

اسلام کی بنیاد توحید اور آخرت کے علاوہ جس اساسی عقیدے پر ہے وہ یہ ہے کہ نبی آخرالزمان حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نبوت اور رسالت کے مقدس سلسلے کی تکمیل ہوگئی اور آپ کے بعد کوئی بھی شخص کسی بھی قسم کا نبی نہیں بن سکتا اور نہ آپ ﷺ کے بعد کسی پر وحی آسکتی ہے اور نہ ایسا الہام جو دین میں حجت ہو۔ اسلام کا یہی عقیدہ ’’ختم نبوت‘‘ کے نام سے معروف ہے اور سرکار دوعالم ﷺ کے وقت سے لے کر آج تک پوری امت مسلمہ کسی ادنیٰ اختلاف کے بغیر اس عقیدے کو جزو ایمان قرار دیتی آئی ہے۔ قرآن کریم کی بلامبالغہ بیسیوں آیات اور آنحضرت ﷺ کی سینکڑوں احادیث اس کی شاہد ہیں۔ یہ مسئلہ قطعی طور پر مسلم اور طے شدہ ہے اور اس موضوع پر بے شمار مفصل کتابیں بھی شائع ہوچکی ہیں۔

یہاں ان تمام آیات اور احادیث کو نقل کرنا غیرضروری بھی ہے اور موجب تطویل بھی۔

البتہ یہاں جس چیز کی طرف بطور خاص توجہ دلانا ہے وہ یہ ہے کہ سرکار دوعالم ﷺ نے عقیدۂ ختم نبوت کی سینکڑوں مرتبہ توضیح کے ساتھ یہ پیشگی خبر بھی دی تھی کہ: ''**لاتقوم الساعة حتیٰ یبعث دجالون کذابون قریباً من ثلاثین کلهم یزعم انه رسول الله** (صحیح بخاری ج۲ ص۱۰۵۴، کتاب الفتن، صحیح مسلم ج۲ ص۳۹۷، کتاب الفتن) '' ﴿قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک تیس کے لگ بھگ دجال اور کذاب پیدا نہ ہوں جن میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔﴾

نیز ارشاد فرمایا تھا کہ: ''**انه سیکون فی امتی کذابون ثلٰثون کلهم یزعم انه نبی وانا خاتم النّبیین لا نبی بعدی** (ابوداؤد ج۲ ص۲۳۴، باب الفتن، ترمذی ج۲ ص۴۵، ابواب الفتن) '' ﴿قریب ہے کہ میری امت میں تیس جھوٹے پیدا ہوں گے، ہر ایک یہی کہے گا کہ میں نبی ہوں، حالانکہ میں خاتم النّبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔﴾

اس حدیث میں آپ ﷺ نے اپنے بعد پیدا ہونے والے مدعیان نبوت کے لئے ''دجال'' کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ جس کے لفظی معنی ہیں، ''شدید دھوکہ باز'' اس لفظ کے ذریعہ سرکار دوعالم ﷺ نے پوری امت کو خبردار فرمایا ہے کہ آپ ﷺ کے بعد جو مدعیان نبوت پیدا ہوں گے وہ کھلے لفظوں میں اسلام سے علیحدگی کا اعلان کرنے کے بجائے دجل وفریب سے کام لیں گے اور اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر کے نبوت کا دعویٰ کریں گے اور اس مقصد کے لئے امت کے مسلمہ عقائد میں ایسی کتربیونت کی کوشش کریں گے جو بعض ناواقفوں کو دھوکے میں ڈال سکے۔ اس دھوکے سے بچنے کے لئے امت کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ میں خاتم النّبیین ہوں اور اس کا مطلب یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

چنانچہ آپ ﷺ کے ارشاد گرامی کے مطابق تاریخ میں آپ ﷺ کے بعد جتنے مدعیان نبوت پیدا ہوئے انہوں نے ہمیشہ اسی دجل وتلبیس سے کام لیا اور اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر کے اپنے دعوائے نبوت کو چمکانے کی کوشش کی۔ لیکن چونکہ امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام قرآن کریم اور سرکار دوعالم ﷺ کی طرف سے اس بارے میں مکمل روشنی پاچکی تھی۔ اس لئے تاریخ میں جب کبھی کسی شخص نے اس عقیدے میں رخنہ اندازی کر کے نبوت کا دعویٰ کیا تو اسے باجماع امت ہمیشہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا گیا۔ قرون اولیٰ کے وقت سے جس کسی اسلامی حکومت یا اسلامی عدالت کے سامنے کسی مدعی نبوت کا مسئلہ پیش ہوا تو حکومت یا عدالت نے کبھی اس تحقیق میں پڑنے کی ضرورت نہیں سمجھی کہ وہ اپنی نبوت پر کیا دلائل وشواہد پیش

کرتا ہے؟ اس کے بجائے صرف اس کے دعوائے نبوت کی بناء پر اسے کافر قرار دے کر اس کے ساتھ کافروں ہی کا سا معاملہ کیا۔ وہ مسیلمہ کذاب ہو یا اسود عنسی یا سجاح یا طلیحہ یا حارث، یا دوسرے مدعیان نبوت، صحابہ کرامؓ نے ان کے کفر کا فیصلہ کرنے سے پہلے کبھی یہ تحقیق نہیں فرمائی کہ وہ عقیدۂ ختم نبوت میں کیا تاویلات کرتے ہیں۔ بلکہ جب ان کا دعوائے نبوت ثابت ہوگیا تو انہیں باتفاق کافر قرار دیا اور ان کے ساتھ کافروں ہی کا معاملہ کیا۔ اس لئے کہ ختم نبوت کا عقیدہ اس قدر واضح، غیر مبہم، ناقابل تاویل اور اجماعی طور پر مسلم اور طے شدہ ہے کہ اس کے خلاف ہر تاویل اسی دجل وفریب میں داخل ہے جس سے آنحضرتﷺ نے خبردار کیا تھا۔ کیونکہ اگر اس قسم کی تاویلات کو کسی بھی درجے میں گوارا کرلیا جائے تو اس سے نہ عقیدۂ توحید سلامت رہ سکتا ہے نہ عقیدۂ آخرت اور نہ کوئی دوسرا بنیادی عقیدہ۔ اگر کوئی شخص عقیدۂ ختم نبوت کا مطلب یہ بتانا شروع کردے کہ تشریعی نبوت تو ختم ہوچکی۔ لیکن غیرتشریعی نبوت باقی ہے تو اس کی یہ بات بالکل ایسی ہے جیسے کوئی شخص یہ کہنے لگے کہ عقیدۂ توحید کے مطابق بڑا خدا تو صرف ایک ہی ہے۔ لیکن چھوٹے چھوٹے معبود اور دیوتا بہت سے ہوسکتے ہیں اور وہ سب قابل عبادت ہیں۔ اگر اس قسم کی تاویلات کو دائرہ اسلام میں گوارا کرلیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اسلام کا اپنا کوئی عقیدہ، کوئی فکر، کوئی حکم اور کوئی اخلاقی قدر متعین نہیں ہے۔ بلکہ (معاذ اللہ) یہ ایک ایسا جامہ ہے جسے دنیا کا بدتر سے بدتر عقیدہ رکھنے والا شخص بھی اپنے اوپر فٹ کرسکتا ہے۔ لہٰذا امت مسلمہ قرآن وسنت کے متواتر ارشادات کے مطابق اپنے سرکاری احکام، عدالتی فیصلوں اور اجماعی فتاویٰ میں اسی اصول پر عمل کرتی آئی ہے کہ نبی کریمﷺ کے بعد جس کسی شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا، خواہ وہ مسیلمہ کذاب کی طرح کلمہ گو ہو، اسے اور اس کے متبعین کو بلاتأمل کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا گیا۔ چاہے وہ عقیدۂ ختم نبوت کا کھلم کھلا منکر ہو، یا مسیلمہ کی طرح یہ کہتا ہو کہ آپﷺ کے بعد چھوٹے چھوٹے نبی آسکتے ہیں یا سجاح کی طرح یہ کہتا ہوں کہ مردوں کی نبوت ختم ہوگئی اور عورتیں اب بھی نبی بن سکتی ہیں، یا مرزاغلام احمد قادیانی کی طرح اس بات کا مدعی ہو کہ غیرتشریعی ظلی اور بروزی اور امتی نبی ہوسکتے ہیں۔

امت مسلمہ کے اس اصول کی روشنی میں جو قرآن وسنت اور اجماع امت کی رو سے قطعی طے شدہ اور ناقابل بحث وتاویل ہے، مرزاغلام احمد قادیانی کے مندرجہ ذیل دعووں کو ملاحظہ فرمائیے۔

''سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔''

(دافع البلاء ص۱۱، خزائن ج۱۸ ص۲۳۱)

’’میں رسول اور نبی ہوں، یعنی باعتبار ظلیت کاملہ کے میں وہ آئینہ ہوں جس میں محمدی شکل اور محمدی نبوت کا کامل انعکاس ہے۔‘‘ (نزول مسیح ص۳ حاشیہ، خزائن ج۱۸ص۳۸۱)

’’میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے۔‘‘ (تتمہ حقیقت الوحی ص ۶۸، خزائن ج۲۲ص۵۰۳)

’’میں جب کہ اس مدت تک ڈیڑھ سو پیش گوئی کے قریب خدا کی طرف سے پاکر بہ چشم خود دیکھ چکا ہوں کہ صاف طور پر پوری ہوگئیں تو میں اپنی نسبت نبی یا رسول کے نام سے کیونکر انکار کرسکتا ہوں اور جب کہ خود خداتعالیٰ نے یہ نام میرے رکھے ہیں تو میں کیونکر رد کردوں یا اس کے سوا کسی دوسرے سے ڈروں۔‘‘ (ایک غلطی کا ازالہ ص۴، خزائن ج۱۸ص۲۱۰)

’’خداتعالیٰ نے مجھے تمام انبیاء علیہم السلام کا مظہر ٹھہرایا ہے اور تمام نبیوں کے نام میری طرف منسوب کئے ہیں۔ میں آدم ہوں، میں شیث ہوں، میں نوح ہوں، میں ابراہیم ہوں، میں اسحٰق ہوں، میں اسماعیل ہوں، میں یعقوب ہوں، میں یوسف ہوں، میں عیسیٰ ہوں، میں موسیٰ ہوں، میں داؤد ہوں اور آنحضرت ﷺ کے نام کا میں مظہر اتم ہوں۔ یعنی ظلی طور پر محمدؐ اور احمد ہوں۔‘‘ (حقیقت الوحی ص۷۲ حاشیہ، خزائن ج۲۲ص۷۶ حاشیہ)

’’چند روز ہوئے ایک صاحب پر ایک مخالف کی طرف سے یہ اعتراض پیش ہوا کہ جس سے تم نے بیعت کی ہے وہ نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور اس کا جواب محض انکار کے الفاظ سے دیا گیا۔ حالانکہ ایسا جواب صحیح نہیں ہے، حق یہ ہے کہ خداتعالیٰ کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوئی اس میں سے ایسے الفاظ رسول اور مرسل اور نبی کے موجود ہیں۔ نہ ایک دفعہ بلکہ صدہا بار پھر کیونکر یہ جواب صحیح ہوسکتا ہے۔‘‘ (ایک غلطی کا ازالہ ص اوّل، خزائن ج۱۸ص۲۰۶)

’’ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں۔‘‘

(اخبار بدر مورخہ ۵/مارچ ۱۹۰۸ء، مندرجہ حقیقت النبوۃ ص۲۷۲، ضمیمہ نمبر۳)

انبیاء گرچہ بودہ اند بسے
من بہ عرفان نہ کمترم زکسے

(نزول المسیح ص۹۷، خزائن ج۱۸ص۴۷۷)

’’یعنی انبیاء اگرچہ بہت سے ہوئے ہیں۔ مگر میں معرفت میں کسی سے کم نہیں ہوں۔‘‘

یہ صرف ایک انتہائی مختصر نمونہ ہے۔ ورنہ مرزاغلام احمد قادیانی کی کتابیں اس قسم کے دعوؤں سے بھری پڑی ہیں۔

مرزا قادیانی کے درجہ بدرجہ دعوے

بعض مرتبہ مرزائی صاحبان مسلمانوں کو غلط فہمی میں ڈالے کے لئے مرزاغلام احمد قادیانی کے ابتدائی دور کی عبارتیں پیش کرتے ہیں۔ جن میں انہوں نے علی الاطلاق دعوائے نبوت کو کفر قرار دیا ہے۔ لیکن خود مرزا قادیانی نے واضح کر دیا ہے کہ وہ مجدد، محدث، مسیح موعود اور مہدی کے مراتب سے ''ترقی'' کرتے ہوئے درجہ بدرجہ نبوت کے منصب تک پہنچے ہیں۔ انہوں نے اپنے دعوؤں کی جو تاریخ بیان کی ہے، اسے ہم پوری تفصیل کے ساتھ انہی کے الفاظ میں نقل کرتے ہیں تاکہ ان کی عبارت کو پورے سیاق وسباق میں دیکھ کر ان کا پورا مفہوم واضح ہوسکے۔ کسی نے مرزا قادیانی سے سوال کیا تھا کہ آپ کی عبارتوں میں یہ تناقض نظر آتا ہے کہ کہیں آپ اپنے آپ کو ''غیر نبی'' لکھتے ہیں اور کہیں اپنے آپ کو ''مسیح سے تمام شان میں بڑھ کر'' قرار دیتے ہیں۔ اس کا جواب دیتے ہوئے مرزا قادیانی (حقیقت الوحی) میں لکھتے ہیں: ''اس بات کو توجہ کر کے سمجھ لو کہ یہ اسی قسم کا تناقض ہے کہ جیسے براہین احمدیہ میں میں نے یہ لکھا تھا کہ مسیح ابن مریم آسمان سے نازل ہوگا۔ مگر بعد میں یہ لکھا کہ آنے والا مسیح میں ہوں، اس تناقض کا بھی یہی سبب تھا کہ اگرچہ خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں میرا نام عیسیٰ رکھا اور یہ بھی مجھے فرمایا کہ تیرے آنے کی خبر خدا اور رسول نے دی تھی۔ مگر چونکہ ایک گروہ مسلمانوں کا اس اعتقاد پر جما ہوا تھا اور میرا بھی یہی اعتقاد تھا کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر سے نازل ہوں گے، اس لئے میں نے خدا کی وحی کو ظاہر پر حمل کرنا نہ چاہا۔ بلکہ اس وحی کی تاویل کی اور اپنا اعتقاد وہی رکھا جو عام مسلمانوں کا تھا اور اسی کو براہین احمدیہ میں شائع کیا۔ لیکن بعد اس کے بارے میں بارش کی طرح وحی الٰہی نازل ہوئی کہ وہ مسیح موعود جو آنے والا تھا تو ہی ہے اور ساتھ اس کے صدہا نشان ظہور میں آئے اور زمین وآسمان دونوں میری تصدیق کے لئے کھڑے ہوگئے اور خدا کے چمکتے ہوئے نشان میرے پر جبر کر کے مجھے اس طرح لے آئے کہ آخری زمانہ میں مسیح آنے والا میں ہی ہوں اور نہ میرا اعتقاد تو وہی تھا...... جو میں نے براہین احمدیہ میں لکھ دیا تھا۔ اسی طرح اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے؟ وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو میں اس کو جزئی فضیلت قرار دیتا تھا۔ مگر بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی اس نے مجھے اس عقیدے پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔ مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی...... میں اس کی پاک وحی پر ایسا ہی ایمان لاتا

ہوں جیسا کہ ان تمام خدا کی وحیوں پر ایمان لاتا ہوں جو مجھ سے پہلے ہو چکی ہیں...... میں تو خداتعالیٰ کی وحی کی پیروی کرنے والا ہوں، جب تک مجھے اس سے علم نہ ہوا۔ میں وہی کہتا رہا جو اوائل میں میں نے کہا اور جب مجھ کو اس کی طرف سے علم ہوا تو میں نے اس کے مخالف کہا۔''

(حقیقت الوحی ص ۱۴۹، ۱۵۰، خزائن ج ۲۲ ص ۱۵۳)

مرزا قادیانی کی یہ عبارت اپنے مدعا پر اس قدر صریح ہے کہ کسی مزید تشریح کی حاجت نہیں۔ اس عبارت کے بعد اگر کوئی شخص ان کی اس زمانے کی عبارتیں پیش کرتا ہے جب وہ دعوائے نبوت کی نفی کرتے تھے اور جب (بزعم خویش) انہیں اپنے نبی ہونے کا علم نہیں ہوا تھا تو اسے دجل وفریب کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے؟

مرزا قادیانی کا آخری عقیدہ

حقیقت یہ ہے کہ مرزا قادیانی کا آخری عقیدہ جس پر ان کا خاتمہ ہوا یہی تھا کہ وہ نبی ہیں، چنانچہ انہوں نے اپنے آخری خط میں جو ٹھیک ان کے انتقال کے دن اخبار عام میں شائع ہوا واضح الفاظ میں لکھا کہ: ''میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں اور اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیونکر انکار کرسکتا ہوں؟ میں اس پر قائم ہوں اس وقت تک جو اس دنیا سے گزر جاؤں۔''

(اخبار عام مورخہ ۲۶؍مئی ۱۹۰۸ء، منقول از حقیقت النبوۃ مرزا محمود ص ۲۷۱، مباحثہ راولپنڈی ص ۱۳۶)

یہ خط ۲۳؍مئی ۱۹۰۸ء کو لکھا گیا اور ۲۶؍مئی کو اخبار عام میں شائع ہوا اور ٹھیک اسی دن مرزا قادیانی کا انتقال ہوگیا۔

غیر تشریعی نبوت کا افسانہ

بعض مرتبہ مرزائی صاحبان کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ مرزا قادیانی نے غیر تشریعی نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور غیر تشریعی نبوت عقیدۂ ختم نبوت کے منافی نہیں۔ لیکن دوسری مرزائی تاویلات کی طرح اس تاویل کے بھی صغریٰ کبریٰ دونوں غلط ہیں۔ اوّل تو یہ بات ہی سرے سے درست نہیں کہ مرزا قادیانی کا دعویٰ صرف غیر تشریعی نبوت کا تھا۔

مرزا قادیانی کا دعویٰ نبوت تشریعی

حقیقت تو یہ ہے کہ مرزا قادیانی کے روزافزوں دعاوی کے دور میں ایک مرحلہ ایسا بھی آیا ہے جب انہوں نے غیر تشریعی نبوت سے بھی آگے قدم بڑھا کر واضح الفاظ میں اپنی وحی اور

نبوت کو تشریعی قرار دیا ہے اور اسی بناء پر ان کے متبعین میں سے ظہیرالدین اروپی کا فرقہ انہیں کھلم کھلا تشریعی نبی مانتا تھا۔ اس سلسلے میں مرزا قادیانی کی چند عبارتیں یہ ہیں۔

(اربعین) میں لکھتے ہیں: ''ماسوا اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے؟ جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر اور نہی بیان کئے اور اپنی امت کے لئے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب الشریعت ہوگیا۔ پس اس تعریف کی رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں، کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی۔ مثلاً یہ الہام ''قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم ذالک ازکیٰ لھم'' یہ براہین احمدیہ میں درج ہے اور اس میں امر بھی ہے اور نہی بھی اور اس پر تیئیس برس کی مدت بھی گزر گئی اور ایسا ہی اب تک میری وحی میں امر بھی ہوتے ہیں اور نہی بھی اور اگر کہو کہ شریعت سے وہ شریعت مراد ہے جس میں نئے احکام ہوں تو یہ باطل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''ان ھذا لفی الصحف الاولیٰ صحف ابراھیم وموسیٰ'' یعنی قرآنی تعلیم توریت میں بھی موجود ہے اور اگر یہ کہو کہ شریعت وہ ہے جس میں باستیفا امر اور نہی کا ذکر ہو تو یہ بھی باطل ہے۔ کیونکہ اگر توریت یا قرآن شریف میں باستیفا احکام شریعت کا ذکر ہوتا تو پھر اجتہاد کی گنجائش نہ رہتی۔'' (اربعین نمبر۴ ص۷، خزائن ج۱۷ ص۴۳۵)

مذکورہ بالا عبارت میں مرزا قادیانی نے واضح الفاظ میں اپنی وحی کو تشریعی وحی قرر دیا ہے۔ اس کے علاوہ دافع البلاء میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ''خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے اور اس نے اس دوسرے مسیح کا نام غلام احمد رکھا۔'' (دافع البلاء ص۱۳، خزائن ج۱۸ ص۲۳۳)

ظاہر ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام تشریعی نبی تھے اور جو شخص آپ سے ''تمام شان میں'' یعنی ہر اعتبار سے بڑھ کر ہو تو وہ تشریعی نبی کیوں نہیں ہوگا؟ اس لئے یہ کہنا کسی طرح درست نہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے کبھی اپنی تشریعی نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔

اس کے علاوہ مرزائی صاحبان عملاً مرزا قادیانی کو تشریعی نبی ہی قرار دیتے ہیں۔ یعنی ان کی ہر تعلیم اور ان کے ہر حکم کو واجب الاتباع مانتے ہیں۔ خواہ وہ شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا السلام کے خلاف ہو، چنانچہ مرزا قادیانی نے (اربعین) پر لکھا ہے: ''جہاد یعنی دینی لڑائیوں کی شدت کو خدا تعالیٰ آہستہ آہستہ کم کرتا گیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں اس قدر شدت تھی کہ ایمان لانا بھی قتل سے بچا نہیں سکتا تھا اور شیرخوار بچے بھی قتل کئے جاتے تھے۔ پھر ہمارے نبی ﷺ کے وقت میں بچوں اور بوڑھوں اور عورتوں کا قتل کرنا حرام کیا گیا اور پھر بعض قوموں کے لئے

بجائے ایمان کے صرف جزیہ دے کر مواخذہ سے بچانا قبول کیا گیا اور مسیح موعود کے وقت قطعاً جہاد کا حکم موقوف کر دیا گیا۔'' (اربعین نمبر۴ ص۱۳، خزائن ج۱۷ ص۴۴۳)

حالانکہ نبی کریم ﷺ کا واضح اور صریح ارشاد موجود ہے کہ: ''الجهاد ماض الیٰ یوم القیٰمة (ابوداؤد ونحوه)'' ﴿یعنی جہاد قیامت کے دن تک جاری رہے گا۔﴾ مرزائی صاحبان شریعت محمدیہ کے اس صریح اور واضح حکم کو چھوڑ کر مرزا قادیانی کے حکم کی اتباع کرتے ہیں۔ اس طرح شریعت محمدیہ میں جہاد، خمس، فئی، جزیہ اور غنائم کے تمام احکام جو حدیث فقہ کی کتابوں میں سینکڑوں صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں، ان سب میں مرزا قادیانی کے تذکرہ قول کے مطابق تبدیلی کے قائل ہیں۔ اس کے بعد تشریعی نبوت میں کون سی کسر باقی رہ جاتی ہے۔

ختم نبوت میں کوئی تفریق نہیں

اور اگر بالفرض یہ درست ہو کہ مرزا قادیانی ہمیشہ غیر تشریعی نبوت ہی کا دعویٰ کرتے رہے ہیں۔ تب بھی ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ عقیدہ ختم نبوت میں یہ تفریق کرنا کہ فلاں قسم کی نبوت ختم ہوگئی ہے اور فلاں قسم کی باقی ہے۔ اسی ''دجل وتلبیس'' کا ایک جزو ہے جس سے سرکار دوعالم ﷺ کے کون سے ارشاد میں یہ بات مذکور ہے کہ ختم نبوت کے جس عقیدے کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے سینکڑوں بار دہرایا جارہا ہے وہ صرف تشریعی نبوت کے لئے ہے اور غیر تشریعی نبوت اس سے مستثنیٰ ہے؟ اگر غیر تشریعی انبیاء کا سلسلہ آپ ﷺ کے بعد بھی جاری تھا تو قرآن کریم کی ابدی آیات نے سرکار دوعالم ﷺ کی لاکھوں احادیث میں سے کسی ایک حدیث نے، یا صحابہ کرامؓ کے بے شمار اقوال میں سے کسی ایک قول ہی نے یہ بات کیوں بیان نہیں کی؟ بلکہ کھلے لفظوں میں ہمیشہ یہی واضح کیا جاتا رہا کہ ہر قسم کی نبوت بالکل منقطع ہوچکی اور اب کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آئے گا۔ ختم نبوت کی سینکڑوں احادیث میں سے خاص طور پر مندرجہ ذیل احادیث دیکھئے۔

۱...... ''ان الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی (رواه الترمذی ص۵۱ ج۲، ابواب الرؤیا وقال صحیح)'' ﴿بے شک رسالت اور نبوت منقطع ہوچکی۔ پس نہ میرے بعد کوئی رسول ہوگا اور نہ نبی۔﴾

یہاں اوّل تو نبی اور رسول کے ساتھ نبوت اور رسالت کے وصف ہی کو بالکلیہ منقطع قرار دیا گیا، دوسرے رسول اور نبی دو لفظ استعمال کر کے دونوں کو علیحدہ علیحدہ نفی کی گئی اور یہ بات طے شدہ ہے کہ جہاں یہ دونوں لفظ ساتھ ہوں وہاں رسول سے مراد نئی شریعت لانے والا اور نبی

سے مراد پرانی شریعت ہی کا متبع ہوتا ہے۔ لہٰذا اس حدیث نے تشریعی اور غیرتشریعی دونوں قسم کی نبوت کو صراحۃً ہمیشہ کے لئے منقطع قرار دے دیا۔

۲...... آنحضرت ﷺ نے اپنے آخری اوقات حیات میں جو بات بطور وصیت ارشاد فرمائی، اس میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت کے مطابق یہ الفاظ بھی تھے: ''یاایها الناس لم یبق من النبوة الا المبشرات وهی الرؤیا الصالحة (رواه مسلمؒ والنسائی) '' ﴿اے لوگو! مبشرات نبوت میں سے سوائے اچھے خوابوں کے کچھ باقی نہیں رہا۔﴾

۳...... حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''كانت بنوا اسرائیل تسوسهم الانبیاء كلما هلک نبی خلفه نبی وانه لا نبی بعدی وسیکون خلفاء فیکثرون قالوا فما تأمرنا قال فوا بیعت الاوّل فالاوّل اعطوهم حقهم (صحیح بخاری ج۱ ص۴۹۱، کتاب الانبیاء، مسلم ج۲ ص۱۲۶، کتاب الامارة) '' ﴿بنی اسرائیل کی سیاست انبیاء علیہم السلام کرتے تھے، جب کوئی نبی وفات پاتا تو دوسرا نبی اس کی جگہ لے لیتا اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا، البتہ خلفاء ہوں گے اور بہت ہوں گے۔ صحابہؓ نے عرض کیا خلفاء کے بارے میں آپ کا کیا ارشاد ہے۔ فرمایا کہ یکے بعد دیگرے ان کی بیعت کا حق ادا کرو۔﴾

اس حدیث میں جن انبیاء نے بنی اسرائیل کا ذکر ہے وہ کوئی نئی شریعت نہیں لائے تھے۔ بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی کی شریعت کا اتباع کرتے تھے۔ لہٰذا غیرتشریعی نبی تھے۔ حدیث میں آنحضرت ﷺ نے بتادیا کہ میری امت میں ایسے غیرتشریعی نبی بھی نہیں ہوں گے۔ نیز ''لا نبی بعدی '' کہنے کے ساتھ آپ ﷺ نے اپنے بعد آنے والے خلفاء تک کا ذکر کردیا۔ لیکن کسی غیرتشریعی یا ظلی بروزی نبی کا کوئی اشارہ بھی نہیں دیا۔ یہ عجیب بات ہے کہ مرزائی اعتقاد کے مطابق دنیا میں ایک ایسا عظیم نبی آنے والا تھا، جو تمام انبیائے بنی اسرائیل سے افضل تھا۔ اس میں (معاذ اللہ) تمام کمالات محمدیہ دوبارہ جمع ہونے والے تھے اور اس کے تمام انکار کرنے والے کافر، گمراہ، شقی اور عذاب الٰہی کا نشانہ بننے والے تھے۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے نہ صرف یہ کہا کہ آپ کے بعد تمام نبوت کا دعویٰ کرنے والے دجال ہوں گے اور آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوسکتا۔ بلکہ آپ کے بعد کے خلفاء تک کا ذکر کیا گیا۔ لیکن ایسے عظیم الشان نبی کی طرف کوئی اشارہ تک نہیں کیا گیا۔ اس کا مطلب اس کے سوا اور کیا نکلتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے (معاذ اللہ) اپنے بندوں کو جان بوجھ کر ہمیشہ کے لئے ایک

گمراہ کن دھوکے میں مبتلا کر دیا تاکہ وہ علی الاطلاق ہر قسم کی نبوت کو ختم سمجھیں اور آنے والے غیرتشریعی نبی کو جھٹلا کر کافر، گمراہ اور مستحق عذاب بنتے رہیں؟ کیا کوئی شخص دائرہ اسلام میں رہتے ہوئے اس بات کا تصور بھی کر سکتا ہے۔

عربی صرف ونحو کا ابتدائی طالب علم بھی جانتا ہے کہ عربی زبان کے قواعد کی رو سے ''لا نبی بعدی '' ﴿میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔﴾ کا جملہ ایسا ہی ہے جیسے ''لا الٰہ الا اللہ '' ﴿اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔﴾ لہٰذا اگر اول الذکر جملے میں کسی چھوٹے درجے کے غیرتشریعی یا طفیلی نبی کی گنجائش نکل سکتی ہے تو کوئی شخص یہ کیوں نہیں کہہ سکتا کہ مؤخر الذکر جملے میں ایسے چھوٹے خداؤں کی گنجائش ہے جن کی معبودیت (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ کا ظل، بروز ہونے کی وجہ سے ہے اور جو مستقل بالذات خدا نہیں، ہر باخبر انسان کو معلوم ہے کہ دنیا کی بیشتر مشرک قومیں ایسی ہیں جو مستقل بالذات خدا صرف اللہ تعالیٰ کو قرار دیتی ہیں اور ان کا شرک صرف اس بناء پر ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کچھ ایسے دیوتاؤں اور معبودوں کے بھی قائل ہیں جن کی خدائی مستقل بالذات نہیں۔ کیا ان کے بارہ میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ ''لا الٰہ الا اللہ '' کے قائل ہیں؟ اگر بالواسطہ خداؤں کے اعتقاد کے ساتھ اسلام کا پہلا عقیدہ یعنی عقیدۂ توحید سلامت نہیں رہ سکتا تو آپ ﷺ کے بعد بالواسطہ یا غیرتشریعی انبیاء کے اعتقاد کے ساتھ اسلام کا دوسرا عقیدہ یعنی عقیدۂ ختم نبوت کیسے سلامت رہ سکتا ہے؟

یہاں یہ بھی واضح رہنا چاہئے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات اور نزول ثانی کے عقیدے کو عقیدۂ ختم نبوت سے متضاد قرار دینا اسی خلط مبحث کا شاہکار ہے۔ جسے احادیث میں مدعیان نبوت کے ''دجل'' سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ختم نبوت کی آیات اور احادیث کو پڑھ کر ایک معمولی سمجھ کا انسان بھی وہی مطلب سمجھے گا جو پوری امت نے اجماعی طور پر سمجھے ہیں۔ یعنی یہ کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہو سکتا۔ اس سے یہ نرالا نتیجہ کوئی ذی ہوش نہیں نکال سکتا کہ آپ ﷺ کے بعد پچھلے انبیاء علیہم السلام کی نبوت چھن گئی ہے یا پچھلے انبیاء میں سے کوئی باقی نہیں رہا۔ اگر کسی شخص کو آخر الاولاد یا خاتم الاولاد یعنی فلاں شخص کا آخری لڑکا قرار دیا جائے تو کیا کوئی شخص بقائمی حواس اس کا یہ مطلب سمجھ سکتا ہے کہ اس لڑکے سے پہلے جتنی اولاد ہوئی تھی وہ سب مرچکی؟ پھر آخر خاتم الانبیاء یا آخر الانبیاء کے لفظ کا یہ مطلب کون سی لغت، کون سی عقل اور کون سی شریعت کی روشنی میں لیا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ سے پہلے جتنے انبیاء علیہم السلام تشریف لائے تھے وہ سب وفات پاچکے؟

خود مرزا قادیانی ''خاتم الاولاد'' کے معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''سو ضرور ہوا کہ وہ شخص جس پر یہ کمال وتمام دورۂ حقیقت آدمیہ ختم ہو وہ خاتم الاولاد ہو، یعنی اس کی موت کے بعد کوئی کامل انسان کسی عورت کے پیٹ سے نہ نکلے۔'' (تریاق القلوب ص۱۵۶، خزائن ج ص۴۷۹)

آگے لکھتے ہیں: ''میرے بعد میرے والدین کے گھر میں اور کوئی لڑکی یا لڑکا نہیں ہوا اور میں ان کے لئے خاتم الاولاد تھا۔''

خود مرزا قادیانی کی اس تشریح کے مطابق بھی خاتم النّبیین کے معنی اس کے سوا اور کیا ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی ماں کے پیٹ سے نہیں نکلے گا۔ لہٰذا حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات اور نزول کا عقیدہ عقل وخرد کی آخر کون سی منطق سے آیت خاتم النّبیین کے منافی ہوسکتا ہے؟

ظلی اور بروزی نبوت کا افسانہ

اسی طرح مرزائی صاحبان بعض اوقات یہ بہانہ تراشتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت ظلی اور بروزی نبوت تھی جو آنحضرت ﷺ کی نبوت کا پرتو ہونے کی وجہ سے عقیدہ ختم نبوت میں رخنہ انداز نہیں ہے۔ لیکن درحقیقت اسلامی نقطۂ نظر سے ظلی اور بروزی نبوت کا عقیدہ مستقل بالذات نبوت سے بھی کہیں زیادہ سنگین، خطرناک اور کافرانہ ہے۔ جس کی وجہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱...... ''تقابل ادیان'' کا ایک ادنیٰ طالب علم بھی جانتا ہے کہ ''ظل اور بروز'' کا تصور خالصتاً ہندوانہ تصور ہے اور اسلام میں اس کی کوئی ادنیٰ جھلک بھی کہیں نہیں پائی جاتی۔

۲...... ظلی اور بروزی نبوت کا جو مفہوم خود مرزا غلام احمد قادیانی نے بیان کیا ہے اس کی رو سے ایسا نبی پچھلے تمام انبیاء سے زیادہ افضل اور بلند مرتبہ ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ (معاذ اللہ) افضل الانبیاء ﷺ کا بروز یعنی (معاذ اللہ) آپ ﷺ ہی کا دوسرا جنم یا دوسرا روپ ہے۔ اسی بناء پر مرزا غلام احمد قادیانی نے متعدد مرتبہ انتہائی ڈھٹائی کے ساتھ اپنے آپ کو براہ راست سرکار دوعالم ﷺ قرار دیا ہے۔ چند عبارتیں ملاحظہ ہوں:

آنحضرت ﷺ ہونے کا دعویٰ

''اور آنحضرت ﷺ کے نام کا مظہر اتم ہوں۔ یعنی ظلی طور پر محمد اور احمد۔''

(حقیقت الوحی ص۷۲ حاشیہ، خزائن ج۲۲ ص۷۶ حاشیہ)

''میں وہ آئینہ ہوں جس میں محمدی شکل اور محمدی نبوت کا کامل انعکاس ہے۔''

(نزول المسیح ص۳، خزائن ج۱۸ ص۳۸۱)

’’میں بموجب آیت: ’’واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم‘‘ بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا اور مجھے آنحضرتﷺ کا ہی وجود قرار دیا ہے۔ پس اس طور سے آنحضرتﷺ کے خاتم الانبیاء ہونے میں میری نبوت سے کوئی تزلزل نہیں آیا۔ کیونکہ ظل اپنے اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا اور چونکہ میں ظلی طور پر محمد ہوں۔ پس اس طور سے خاتم النّبیین کی مہر نہیں ٹوٹی۔ کیونکہ محمدﷺ کی نبوت محمد تک ہی محدود رہی۔ یعنی بہرحال محمدﷺ ہی نبی رہے نہ اور کوئی۔ یعنی جب کہ میں بروزی طور پر آنحضرتﷺ ہوں اور بروزی رنگ میں تمام کمالات محمدی مع نبوت محمدی کے میرے آئینہ ظلیت میں منعکس ہیں تو پھر کون سا الگ انسان ہوا جس نے علیحدہ طور پر نبوت کا دعویٰ کیا۔‘‘

(ایک غلطی کا ازالہ ص۸، خزائن ج۱۸ ص۲۱۲)

ان الفاظ کو نقل کرتے ہوئے ہر مسلمان کا کلیجہ تھرّائے گا۔ لیکن انہیں اس لئے نقل کیا گیا ہے تاکہ معلوم ہو سکے کہ یہ ہے خود مرزا قادیانی کے الفاظ میں ظلی اور بروزی نبوت کی تشریح۔ جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس سے مستقل بالذات نبوت کا دعویٰ لازم نہیں آتا۔ سوال یہ ہے کہ جب اس ظل اور بروز کے گورکھ دھندے کی آڑ میں مرزا قادیانی نے (معاذ اللہ) تمام کمالات محمدی مع نبوت محمدیہ کے اپنے دامن میں سمیٹ لئے تو اب کون سا نبی ایسا رہ گیا جس سے اپنی افضلیت ثابت کرنے کی ضرورت رہ گئی ہو؟ اس کے بعد بھی اگر ظلی بروزی نبوت کوئی ہلکے درجے کی نبوت رہتی ہے اور اس کے بعد بھی عقیدہ ختم نبوت نہیں ٹوٹتا تو پھر یہ تسلیم کر لینا چاہئے کہ عقیدہ ختم نبوت (معاذ اللہ) ایسا بے معنی عقیدہ ہے جو کسی بڑے سے بڑے دعوائے نبوت سے بھی نہیں ٹوٹ سکتا۔

مرزا قادیانی پچھلے نبیوں سے افضل

خود مرزائی صاحبان اپنی تحریروں میں اس بات کا اعتراف کر چکے ہیں کہ مرزا قادیانی کی ظلی نبوت بہت سے ان انبیاء علیہم السلام کی نبوت سے افضل ہے، جنہیں بلاواسطہ نبوت ملی ہے۔ چنانچہ مرزا قادیانی کے منجھلے بیٹے مرزا بشیر احمد ایم۔اے قادیانی لکھتے ہیں: ’’اور یہ جو بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ظلی یا بروزی نبوت گھٹیا قسم کی نبوت ہے۔ یہ محض ایک نفس کا دھوکہ ہے جس کی کوئی بھی حقیقت نہیں۔ کیونکہ ظلی نبوت کے لئے یہ ضروری ہے کہ انسان نبی کریمﷺ کی اتباع میں اس قدر غرق ہو جائے کہ ’’من تو شدم تو من شدی‘‘ کے درجہ کو پالے۔ ایسی صورت میں وہ نبی کریمﷺ کے جمیع کمالات کو عکس کے رنگ میں اپنے اندر اترتا پائے گا۔ حتیٰ کہ ان دونوں میں

قرب اتنا بڑھے گا کہ نبی کریم ﷺ کی نبوت کی چادر بھی اس پر چڑھائی جائے گی۔ تب جا کر ظلی نبی کہلائے گا۔ پس جب ظلی کا یہ تقاضا ہے کہ اپنے اصل کی پوری تصویر ہو اور اسی پر تمام انبیاء کا اتفاق ہے تو وہ نادان جو مسیح موعود کی ظلی نبوت کو ایک گھٹیا قسم کی نبوت سمجھتا یا اس کے معنی ناقص نبوت کے کرتا ہے۔ وہ ہوش میں آوے اور اپنے اسلام کی فکر کرے۔ کیونکہ اس نے اس نبوت کی شان پر حملہ کیا ہے جو تمام نبوتوں کی سرتاج ہے۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ لوگوں کو کیوں حضرت مسیح موعود کی نبوت پر ٹھوکر لگتی ہے اور کیوں بعض لوگ آپ کی نبوت کو ناقص نبوت سمجھتے ہیں۔ کیونکہ میں تو یہ دیکھتا ہوں کہ آپ آنحضرت ﷺ کے بروز ہونے کی وجہ سے ظلی نبی تھے اور اس ظلی نبوت کا پایہ بہت بلند ہے۔ یہ ظاہر بات ہے کہ پہلے زمانوں میں جو نبی ہوتے تھے ان کے لئے یہ ضروری نہ تھا کہ ان میں وہ تمام کمالات رکھے جاویں جو نبی کریم ﷺ میں رکھے گئے۔ بلکہ ہر ایک نبی کو اپنی استعداد اور کام کے مطابق کمالات عطاء ہوتے تھے۔ کسی کو بہت، کسی کو کم، مگر مسیح موعود کو تو تب نبوت ملی جب اس نے نبوت محمدیہ کے تمام کمالات کو حاصل کر لیا اور اس قابل ہوگیا کہ ظلی نبی کہلائے۔ پس ظلی نبوت نے مسیح موعود کے قدم کو پیچھے نہیں ہٹایا۔ بلکہ آگے بڑھایا اور اس قدر آگے بڑھایا کہ نبی کریم ﷺ کے پہلو بہ پہلو لا کھڑا کیا۔''

(کلمۃ الفصل، ریویو ج۱۴ نمبر۳ ص۱۱۳، مارچ، اپریل ۱۹۱۵ء)

آگے مرزا قادیانی کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام یہاں تک کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی افضل قرار دے کر لکھتے ہیں: ''پس مسیح موعود کی ظلی نبوت کوئی گھٹیا نبوت نہیں، بلکہ خدا کی قسم اس نبوت نے جہاں آقا کے درجے کو بلند کیا ہے وہاں غلام کو بھی اس مقام پر کھڑا کر دیا ہے۔ جس تک انبیائے بنی اسرائیل کی پہنچ نہیں۔ مبارک وہ جو اس نکتہ کو سمجھتے اور ہلاکت کے گڑھے میں گرنے سے اپنے آپ کو بچالے۔''

(حوالہ بالا ص۱۱۴)

اور مرزا قادیانی کے دوسرے صاحبزادے اور ان کے خلیفہ دوئم مرزا بشیرالدین محمود لکھتے ہیں: ''پس ظلی اور بروزی نبوت کوئی گھٹیا قسم کی نبوت نہیں۔'' کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو مسیح موعود کس طرح ایک اسرائیلی نبی کے مقابلہ میں یوں فرماتا کہ ؎

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غلام احمد ہے

(القول الفصل ص۱۶، مطبوعہ ضیاء الاسلام، خزائن ج۱۸ ص۲۴۰)

خاتم النّبیین ماننے کی حقیقت

یہ ہے خود مرزائی صاحبان کے الفاظ میں اس ظلی اور بروزی نبوت کی پوری حقیقت جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ عقیدۂ ختم نبوت میں رخنہ انداز نہیں ہے۔ جس شخص کو بھی عقل وفہم اور دیانت وانصاف کا کوئی ادنیٰ حصہ ملا ہے۔ وہ مذکورہ بالا تحریریں پڑھنے کے بعد اس کے سوا اور کیا نتیجہ نکال سکتا ہے کہ ''ظلی اور بروزی نبوت'' کے عقیدے سے زیادہ کوئی عقیدہ بھی ختم نبوت کے منافی اور اس سے متضاد نہیں ہوسکتا۔ ختم نبوت کا مطلب یہ ہے کہ سرکار دوعالم ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا اور ظلی بروزی نبوت کا عقیدہ یہ کہتا ہے کہ نہ صرف آپ ﷺ کے بعد نبی آسکتا ہے۔ بلکہ ایسا نبی آسکتا ہے جو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء سے افضل اور اعلیٰ نبوت کا حامل ہو جو افضل الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ''تمام کمالات'' اپنے اندر رکھتا ہو اور جو تمام انبیاء کے مراتب کمال کو پیچھے چھوڑتا ہوا سرکار دوعالم ﷺ کے پہلو بہ پہلو کھڑا ہوسکے۔

آنحضرت ﷺ سے بھی افضل

بلکہ اس عقیدے میں اس بات کی بھی پوری گنجائش موجود ہے کہ کوئی شخص مرزا قادیانی کو معاذ اللہ ثم معاذ اللہ سرکار دوعالم ﷺ سے بھی افضل قرار دے دے۔ کیونکہ جب مرزا قادیانی آپ ﷺ ہی کا ظہور ثانی قرار پائے تو آپ کا ظہور ثانی پہلے ظہور سے اعلیٰ بھی ہوسکتا ہے اور یہ محض ایک قیاس ہی نہیں ہے۔ بلکہ مرزائی رسالے ''ریویو آف ریلیجنز'' کے سابق ایڈیٹر قاضی ظہور الدین اکمل کی ایک نظم ۲۵/اکتوبر ۱۹۰۶ء کے اخبار ''بدر'' میں شائع ہوئی تھی۔ جس کے دو شعر یہ ہیں ؎

امام اپنا عزیزو اس جہاں میں　　غلام احمد ہوا دارالاماں میں
غلام احمد ہے عرش رب اکبر　　مکاں اسکا ہے گویا لامکاں میں
محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں　　اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شاں میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل　　غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں

(اخبار بدر مورخہ ۲۵/اکتوبر ۱۹۰۶ء ج۲ نمبر ۴۳ ص۴)

یہ محض ''مریداں می پرانند'' والی شاعری نہیں ہے۔ بلکہ یہ اشعار شاعر نے خود مرزا غلام احمد قادیانی کو سنائے اور انہیں لکھ کر پیش کئے اور مرزا قادیانی نے ان پر جزاک اللہ کہہ کر داد دی ہے۔ چنانچہ قاضی اکمل صاحب ۲۲/اگست ۱۹۴۴ء کے الفضل میں لکھتے ہیں: ''وہ اس نظم کا ایک حصہ ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور میں پڑھی گئی اور خوش خط لکھے ہوئے

قطعے کی صورت میں پیش کی گئی اور حضور اسے اپنے ساتھ اندر لے گئے۔ اس وقت کسی نے اس شعر پر اعتراض نہ کیا۔ حالانکہ مولوی محمد علی صاحب (امیر جماعت لاہور) اور ''اعوانہم'' موجود تھے اور جہاں تک حافظہ مدد کرتا ہے، بوثوق کہا جاسکتا ہے کہ سن رہے تھے اور اگر وہ اس سے بوجہ مرور زمانہ انکار کریں تو یہ نظم ''بدر'' میں چھپی اور شائع ہوئی۔ اس وقت ''بدر'' کی پوزیشن وہی تھی بلکہ اس سے کچھ بڑھ کر جو اس عہد میں ''الفضل'' کی ہے۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب ایڈیٹر سے ان لوگوں کے محبانہ اور بے تکلفانہ تعلقات تھے۔ وہ خدا کے فضل سے زندہ موجود ہیں۔ ان سے پوچھ لیں اور خود کہہ دیں کہ آیا آپ میں سے کسی نے بھی اس پر ناراضی یا ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا شرف سماعت حاصل کرنے اور جزاک اللہ تعالیٰ کا صلہ پانے اور اس قطعے کو اندر خود لے جانے کے بعد کسی کو حق ہی کیا پہنچتا تھا کہ اس پر اعتراض کر کے اپنی کمزوری ایمان اور قلت عرفان کا ثبوت دیتا۔'' (الفضل مورخہ ج ۳۲ نمبر ۱۹۶، مورخہ ۲۲ راگست ۴۴ء ص ۶، کالم ۱)

آگے لکھتے ہیں: ''یہ شعر خطبۂ الہامیہ کو پڑھ کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں کہا گیا اور ان کو سنا بھی دیا گیا اور چھاپا بھی گیا۔'' (ایضاً ص ۶ کالم ۲، ۳)

اس سے واضح ہے کہ یہ محض شاعرانہ مبالغہ آرائی نہ تھی، بلکہ ایک مذہبی عقیدہ تھا، اور ظلی بروزی نبوت کے اعتقاد کا وہ لازمی نتیجہ تھا جو مرزا قادیانی کے خطبہ الہامیہ سے ماخوذ تھا اور مرزا قادیانی نے بذات خود اس کی نہ صرف تصدیق بلکہ تحسین کی تھی، خطبہ الہامیہ کی جس عبارت سے شاعر نے یہ شعر اخذ کئے ہیں، وہ یہ ہے۔ مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ''جس نے اس بات سے انکار کیا کہ نبی علیہ السلام کی بعثت چھٹے ہزار سے تعلق رکھتی ہے۔ جیسا کہ پانچویں ہزار سے تعلق رکھتی تھی۔ بس اس نے حق کا اور نص قرآن کا انکار کیا بلکہ حق یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی روحانیت چھٹے ہزار کے آخر میں، یعنی ان دنوں میں بہ نسبت ان سالوں کے اقویٰ اور اکمل اور اشد ہے۔ بلکہ چودھویں رات کے چاند کی طرح ہے۔ اس لئے تلوار اور لڑنے والے گروہ کی محتاج نہیں اور اس لئے خدا تعالیٰ نے مسیح موعود کی بعثت کے لئے صدیوں کے شمار کو رسول کریم ﷺ کی ہجرت سے بدر کی راتوں کے شمار کے مانند اختیار فرمایا تاکہ یہ شمار اس مرتبہ پر جو ترقیات کے تمام مرتبوں سے کمال تام رکھتا ہے، دلالت کرے۔'' (خطبہ الہامیہ ص ۱۷۱، ۱۷۲، خزائن ج ۱۶ ص ایضاً)

اس سے معلوم ہوا کہ مرزا قادیانی کا بروزی طور پر آنحضرت ﷺ سے بڑھ جانا خود مرزا قادیانی کا عقیدہ تھا۔ جسے انہوں نے خطبہ الہامیہ کی مذکورہ بالا عبارت میں بیان کیا۔ اسی کی تشریح کرتے ہوئے قاضی اکمل نے وہ اشعار کہے اور مرزا قادیانی نے ان کی تصدیق و تحسین کی۔

ہر شخص آنحضرت ﷺ سے بڑھ سکتا ہے

پھر بات یہیں پر ختم نہیں ہوتی، بلکہ مرزائی صاحبان کا عقیدہ اس سے بھی آگے بڑھ کر یہ ہے کہ صرف مرزا قادیانی ہی نہیں بلکہ ہر شخص اپنے روحانی مراتب میں ترقی کرتا ہوا (معاذ اللہ) آنحضرت ﷺ سے بڑھ سکتا ہے، چنانچہ مرزائیوں کے خلیفہ دوم مرزا بشیرالدین محمود کہتے ہیں: ''یہ بالکل صحیح بات ہے کہ ہر شخص ترقی کر سکتا ہے اور بڑے سے بڑا درجہ پا سکتا ہے۔ حتیٰ کہ محمد رسول اللہ ﷺ سے بھی بڑھ سکتا ہے۔'' (الفضل قادیان ج۱۰ نمبر۵، مورخہ ۱۷ر جولائی ۱۹۲۲ء ص۹)

یہیں سے یہ حقیقت بھی کھل جاتی ہے کہ مرزائی صاحبان کی طرف سے بعض اوقات مسلمانوں کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لئے جو دعویٰ کیا جاتا ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کو خاتم النّبیین مانتے ہیں اس کی اصلیت کیا ہے؟ خود مرزا قادیانی اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''اللہ جل شانہ نے آنحضرت ﷺ کو صاحب خاتم بنایا ہے۔ یعنی آپ ﷺ کو افاضۂ کمال کے لئے مہر دی جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی۔ اسی وجہ سے آپ کا نام خاتم النّبیین ٹھہرا۔ یعنی آپ کی پیروی کمالات نبوت بخشتی ہے اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے اور یہ قوت قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی۔'' (حقیقت الوحی ص۹۷ حاشیہ، خزائن ج۲۲ ص۱۰۰)

ظل و بروز کے مذکورہ بالا اعتقادات کے ساتھ مرزا قادیانی کے نزدیک خاتم النّبیین کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کے پاس افاضہ کمال کی ایسی مہر تھی جو بالکل اپنے جیسے، بلکہ اپنے سے افضل و اعلیٰ نبی تراشتی تھی[1]۔ قرآن و حدیث، لغت عرب اور عقل انسانی کے ساتھ اس کھلے مذاق کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کوئی شخص یہ کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ کے ''معبود واحد'' ہونے کا مطلب یہ ہے کہ کائنات عالم میں وہ تنہا ذات ہے جس کی قوت قدسیہ خدا تراش ہے اور اپنے جیسے خدا پیدا کر سکتی ہے۔ اگر قرآن کریم کی آیات اور امت کے بنیادی عقائد کے ساتھ ایسی گستاخانہ دل لگی کرنے کے بعد بھی کوئی شخص دائرہ اسلام میں رہ سکتا ہے تو پھر روئے زمین کا کوئی انسان کافر نہیں ہو سکتا۔

---

[1] یہ اور بات ہے کہ خود مرزا قادیانی کے اعتراف کے مطابق اس عظیم الشان مہر سے صرف ایک ہی نبی تراشا گیا اور وہ مرزا غلام احمد قادیانی تھے۔ فرماتے ہیں کہ: ''اس حصہ کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال و اقطاب اس امت میں سے گذر چکے ہیں ان کا یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا ہوں۔'' (حقیقت الوحی ص۳۹۱، خزائن ج۲۲ ص۴۰۶) یہ لکھتے وقت مرزا قادیانی کو یہ خیال بھی نہ آیا کہ خاتم النّبیین جمع کا صیغہ ہے۔ لہٰذا اس مہر سے کم از کم تین نبی تو تراشے جانے چاہئے تھے۔

دعویٰ نبوت کا منطقی نتیجہ

مرزا قادیانی کا دعوائے نبوت پچھلے صفحات میں روز روشن کی طرح واضح ہوچکا ہے اور قرآن، حدیث، اجماع اور تاریخ اسلام کی روشنی میں یہ بات طے ہوچکی ہے کہ جو شخص آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے، وہ اور اس کے متبعین کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

یہ صرف اسلام ہی کا نہیں، عقلائے عام کا بھی فیصلہ ہے۔ مذاہب عالم کی تاریخ سے ادنیٰ واقفیت رکھنے والا ہر شخص اس بات کو تسلیم کرے گا کہ جب کبھی کوئی شخص نبوت کا دعویٰ کرتا ہے تو حق وباطل کی بحث سے قطع نظر، جتنے لوگ اس وقت موجود ہیں وہ فوراً دو گروہوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں۔ ایک گروہ وہ ہوتا ہے جو اس شخص کی تصدیق کرتا ہے اور اسے سچا مانتا ہے اور دوسرا گروہ وہ ہوتا ہے جو اس کی تصدیق اور پیروی نہیں کرتا۔ ان دونوں گروہوں کو دنیا میں کبھی بھی ہم مذہب قرار نہیں دیا گیا۔ بلکہ ہمیشہ دونوں کو الگ الگ مذہبوں کا پیرو سمجھا گیا ہے۔ خود مرزا غلام احمد قادیانی اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ: ’’ہر نبی اور مامور کے وقت دو فرقے ہوتے ہیں ایک وہ جس کا نام سعید رکھا ہے اور دوسرا وہ جو شقی کہلاتا ہے۔[1]‘‘

(الحکم ج۱ مورخہ ۲۸؍دسمبر ۱۹۰۰ء، منقول از ملفوظات احمدیہ ج۱ ص۱۴۳)

مذاہب عالم کی تاریخ پر نظر ڈالنے سے یہ حقیقت پوری طرح واشگاف ہوجاتی ہے کہ دعوائے نبوت کے بانٹے ہوئے یہ دو فریق کبھی ہم مذہب نہیں کہلائے۔ بلکہ ہمیشہ حریف مذہبوں کی طرح رہے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری سے پہلے سارے بنی اسرائیل ہم مذہب تھے۔ لیکن جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے تو فوراً دو بڑے بڑے حریف مذہب پیدا ہوگئے۔ ایک مذہب آپ کے ماننے والوں کا تھا جو بعد میں عیسائیت یا مسیحیت کہلائے اور دوسرا مذہب آپ کی تکذیب کرنے والوں کا تھا جو یہودی مذہب کہلایا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے متبعین اگرچہ پچھلے تمام انبیاء علیہم السلام پر ایمان رکھتے تھے۔ لیکن یہودیوں نے کبھی ان کو اپنا ہم مذہب نہیں سمجھا اور نہ عیسائیوں نے کبھی اس بات پر اصرار کیا کہ انہیں یہودیوں میں شامل سمجھا جائے۔ اسی طرح جب سرکار دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سمیت پچھلے تمام انبیاء علیہم السلام کی تصدیق کی اور تورات، زبور اور

[1] یہ قرآن کریم کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے جس میں انسانون کی دو قسمیں قرار دی ہیں۔ ایک شقی یعنی کافر اور دوسری سعید یعنی مسلمان۔ پھر پہلی قسم کو جہنمی اور دوسری کو جنتی قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد ہے: ’’فمنهم شقی وسعید‘‘

انجیل تینوں پر ایمان لائے۔ اس کے باوجود نہ عیسائیوں نے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے متبعین کو اپنا ہم مذہب سمجھا اور نہ مسلمانوں نے کبھی یہ کوشش کی کہ انہیں عیسائی کہا اور سمجھا جائے۔ پھر آپ ﷺ کے بعد جب مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا تو اس کے متبعین مسلمانوں کے حریف کی حیثیت سے مقابلے پر آئے اور مسلمانوں نے بھی انہیں امت اسلامیہ سے بالکل الگ ایک مستقل مذہب کا حامل قرار دے کر ان کے خلاف جہاد کیا۔ حالانکہ مسیلمہ کذاب آنحضرت ﷺ کی نبوت کا منکر نہیں تھا۔ بلکہ اس کے یہاں جو اذان دی جاتی تھی اس میں ''اشہد ان محمداً رسول اللہ'' کا کلمہ شامل تھا۔ تاریخ طبری میں ہے کہ: ''**وکان یؤذن للنبی ﷺ ویشهد فی الاذان ان محمداً رسول اللہ وکان الذی یؤذن له عبداللہ بن النواحة وکان الذی یقیم له حجیر بن عمیر**''

مسیلمہ نبی کریم ﷺ کے نام پر اذان دیتا تھا اور اذان میں اس بات کی شہادت دیتا تھا کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور اس کا مؤذن عبداللہ بن نواحہ تھا اور اقامت کہنے والا مجیر بن عمیر تھا۔ (تاریخ طبری ج۳ ص۲۴۴)

مذاہب عالم کی یہ تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ کسی مدعی نبوت کو ماننے والے اور اس کی تکذیب کرنے والے کبھی ایک مذہب کے سایے میں جمع نہیں ہوئے۔ لہٰذا مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوائے نبوت کا یہ سو فیصد منطقی نتیجہ ہے کہ جو فریق ان کو سچا اور مامور من اللہ سمجھتا ہے وہ ان لوگوں کے مذہب میں شامل نہیں رہ سکتا۔ جو ان کے دعوؤں کی تکذیب کرتا ہے۔ ان دونوں فریقوں کو ایک دین کے پرچم تلے جمع کرنا صرف قرآن وسنت اور اجماع امت ہی سے نہیں، بلکہ مذاہب کی پوری تاریخ سے بغاوت کے مترادف ہے۔

مرزائی صاحبان کی جماعت لاہور کے امیر محمد علی لاہوری صاحب نے ۱۹۰۶ء کے ریویو (انگریزی) میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"The Ahmadiyya movement stands in the same relation to Islam in witch Christianity stood to Judaism."

(منقول از مباحثہ[1] راولپنڈی ص۲۴۰، دارالفضل قادیان وتبدیلی عقائد مؤلفہ محمد اسماعیل قادیانی ص۱۲)

---

[1] یہ مرزائی صاحبان کی دونوں جماعتوں کا باہمی تحریری مباحثہ ہے جو دونوں کے مشترک خرچ پر شائع کیا گیا تھا۔ لہٰذا اس میں جو عبارتیں منقول ہیں وہ دونوں جماعتوں کے نزدیک مستند ہیں۔

یعنی ’’احمدیت کی تحریک اسلام کے ساتھ وہی نسبت رکھتی ہے جو عیسائیت کو یہودیت کے ساتھ تھی۔‘‘

کیا عیسائیت اور یہودیت کو کوئی انسان ایک مذہب قرار دے سکتا ہے؟

خود مرزائیوں کا عقیدہ کہ وہ الگ ملت ہیں

مرزائی صاحبان کو اپنی یہ پوزیشن خود تسلیم ہے کہ ان کا اور ستر کروڑ مسلمانوں کا مذہب ایک نہیں ہے، وہ اپنی بے شمار تقریروں اور تحریروں میں اپنے عقیدے کا برملا اعلان کر چکے ہیں کہ جن مسلمانوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوؤں میں ان کی تکذیب کی ہے۔ وہ سب دائرہ اسلام سے خارج اور کافر ہیں۔ اس سلسلے میں ان کی مذہبی کتابوں کی تصریحات درج ذیل ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریریں

مرزا غلام احمد قادیانی صاحب اپنے خطبہ الہامیہ میں جس کے بارے میں ان کا دعویٰ ہے کہ وہ پورے کا پورا بذریعہ الہام نازل ہوا تھا۔ کہتے ہیں:

’’واتخذت روحانیت نبینا خیر الرسل مظهراً من امته لتبلغ کمال ظهورها وغلبة نورها کما کان وعدالله فی الکتاب المبین فأنا ذلک المظهر الموعود ولنور المعهود فاٰمن ولا تکن من الکافرین وان شئت فاقرأ قوله تعالیٰ هو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ ودین الحق لیظهره علی الدین کله‘‘

اور خیر الرسل کی روحانیت نے اپنے ظہور کے کمال کے لئے اور اپنے نور کے غلبہ کے لئے ایک مظہر اختیار کیا۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے کتاب مبین میں وعدہ فرمایا تھا۔ پس میں وہی مظہر ہوں، پس ایمان لا اور کافروں سے مت ہو اور اگر چاہتا ہے تو اس خدا تعالیٰ کے قول کو پڑھ ’’**ھو الذی ارسل رسول بالھدیٰ**‘‘ (خطبہ الہامیہ ص۲۶۷،۲۶۸، خزائن ج۱۶ ص ایضاً)

اور حقیقت الوحی میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ’’کافر کا لفظ مومن کے مقابلے پر ہے اور کفر دو قسم پر ہے۔

اوّل...... ایک یہ کفر کہ ایک شخص اسلام سے ہی انکار کرتا ہے اور آنحضرت ﷺ کو خدا کا رسول نہیں مانتا۔‘‘

دوم...... دوسرے یہ کفر کہ مثلاً وہ مسیح موعود کو نہیں مانتا اور اس کو باوجود اتمام حجت کے جھوٹا جانتا ہے جس کے ماننے اور سچا جاننے کے بارے میں خدا اور رسول نے تاکید کی ہے اور پہلے نبیوں کی کتابوں میں بھی تاکید پائی جاتی ہے۔ پس اس لئے کہ وہ خدا اور رسول کے فرمان کا منکر ہے۔ کافر

ہے اور اگر غور سے دیکھا جائے تو دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں۔ کیونکہ جو شخص باوجود شناخت کر لینے خدا اور رسول کے حکم کو نہیں مانتا۔ وہ بموجب نصوص صریحہ قرآن اور حدیث کے خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا۔'' (حقیقت الوحی ص۱۷۹،۱۸۰، خزائن ج۲۲ ص۱۸۴)

اسی کتاب میں ایک اور جگہ لکھتے ہیں: ''یہ عجیب بات ہے کہ آپ کافر کہنے والے اور نہ ماننے والے کو دو قسم کے انسان ٹھہراتے ہیں۔ حالانکہ خدا کے نزدیک ایک ہی قسم ہے۔ کیونکہ جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ اسی وجہ سے نہیں مانتا کہ وہ مجھے مفتری قرار دیتا ہے۔''

آگے لکھتے ہیں: ''علاوہ اس کے جو مجھے نہیں مانتا وہ خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا کیونکہ میری نسبت خدا اور رسول کی پیش گوئی موجود ہے۔''

مزید لکھتے ہیں: ''خدا نے میری سچائی کی گواہی کے لئے تین لاکھ سے زیادہ آسمانی نشان ظاہر کئے اور آسمان پر کسوف خسوف رمضان میں ہوا، اب جو شخص خدا اور رسول کے بیان کو نہیں مانتا اور قرآن کی تکذیب کرتا ہے اور عمداً خدا تعالیٰ کے نشانوں کو رد کرتا ہے اور مجھ کو باوجود صدہا نشانوں کے مفتری ٹھہراتا ہے تو وہ مومن کیونکر ہوسکتا ہے اور اگر وہ مومن ہے تو میں بوجہ افتراء کرنے کے کافر ٹھہرا۔'' (حوالہ بالا ص۱۶۴، خزائن ج۲۲ ص۱۶۸)

ڈاکٹر عبدالحکیم خان کے نام اپنے خط میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ''خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے۔'' (حقیقت الوحی ص۱۶۳، خزائن ج۲۲ ص۱۶۷)

نیز ''معیار الاخیار'' میں مرزا قادیانی اپنا ایک الہام اس طرح بیان کرتے ہیں: ''جو شخص تیری پیروی نہ کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہ ہوگا اور صرف تیرا مخالف رہے گا وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا جہنمی ہے۔'' (اشتہار معیار الاخیار ص۸، مورخہ ۲۵؍مئی ۱۹۰۰ء)

نزول المسیح میں لکھتے ہیں: ''جو میرے مخالف تھے ان کا نام عیسائی اور یہودی اور مشرک رکھا گیا۔'' (نزول المسیح ص۴، خزائن ج۱۸ ص۳۸۲)

اور اپنی کتاب الہدیٰ میں اپنے انکار کو سرکار دوعالم ﷺ کے انکار کے مساوی قرار دیتے ہوئے رقمطراز ہیں: ''فی الحقیقت دو شخص بڑے ہی بد بخت ہیں اور انس و جن میں ان سا کوئی بھی بدطالع نہیں۔ ایک وہ جس نے خاتم الانبیاء کو نہ مانا، دوسرا وہ خاتم الخلفاء (یعنی بزعم خود مرزا قادیانی) پر ایمان نہ لایا۔'' (الہدیٰ ص۵، خزائن ج۱۸ ص۲۵۰)

اور انجام آتھم میں لکھتے ہیں: ’’اب ظاہر ہے کہ ان الہامات میں میری نسبت بار بار بیان کیا گیا ہے کہ یہ خدا کا فرستادہ، خدا کا مامور، خدا کا امین اور خدا کی طرف سے آیا ہے، جو کچھ کہتا ہے، اس پر ایمان لاؤ اور اس کا دشمن جہنمی ہے۔‘‘ (انجام آتھم ص۶۲، خزائن ج۱۱ص ۶۲)

نیز اخبار بدر مورخہ ۲۴؍مئی ۱۹۰۸ء میں لکھا ہے کہ: ’’حضرت مسیح موعود سے ایک شخص نے سوال کیا کہ جو لوگ آپ کو کافر نہیں کہتے، ان کے پیچھے نماز پڑھنے میں کیا حرج ہے؟‘‘

اس کا طویل جواب دیتے ہوئے آخر میں مرزا قادیانی فرماتے ہیں: ’’ان کو چاہئے کہ ان مولویوں کے بارے میں ایک لمبا اشتہار شائع کر دیں کہ یہ سب کافر ہیں۔ کیونکہ انہوں نے ایک مسلمان کو کافر بنایا۔ تب میں ان کو مسلمان سمجھ لوں گا۔ بشرطیکہ ان میں کوئی نفاق کا شبہ نہ پایا جائے اور خدا کے کھلے کھلے معجزات کے مکذب نہ ہوں، ورنہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ’’ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار ‘‘یعنی منافق دوزخ کے نیچے کے طبقے میں ڈالے جائیں گے۔‘‘ (اخبار بدر مورخہ ۲۴؍مئی ۱۹۰۸ء منقول از مجموعہ فتاویٰ احمدیہ ص۳۰۷ ج۱)

مرزائی خلیفہ اوّل حکیم نور الدین کے فتوے

مرزائی صاحبان کے پہلے خلیفہ جن کی خلافت پر دونوں مرزائی گروپ متفق تھے۔ فرماتے ہیں: ’’ایمان بالرسل اگر نہ ہو تو کوئی شخص مومن مسلمان نہیں ہوسکتا اور اس ایمان بالرسل میں کوئی تخصیص نہیں، عام ہے، خواہ وہ نبی پہلے آئے یا بعد میں آئے، ہندوستان میں ہوں یا کسی اور ملک میں کسی مامور من اللہ کا انکار کفر ہو جاتا ہے۔ ہمارے مخالف حضرت مرزا صاحب کی ماموریت کے منکر ہیں۔ بتاؤ کہ یہ اختلاف فروعی کیونکر ہوا؟‘‘

(مجموعہ فتاویٰ احمدیہ ص۲۷۵ ج۱ بحوالہ اخبار الحکم ج۱۵ نمبر۸ مورخہ ۷؍مارچ ۱۹۱۱ء)

نیز ایک اور موقعہ پر کہتے ہیں: ’’محمد رسول اللہ ﷺ کے منکر یہود و نصاریٰ اللہ کو مانتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے رسولوں، کتابوں، فرشتوں کو مانتے ہیں۔ کیا اس انکار پر کافر ہیں یا نہیں؟ کافر ہیں۔ اگر اسرائیلی مسیح رسول کا منکر کافر ہے تو محمدی مسیح رسول کا منکر کیوں کافر نہیں؟ اگر اسرائیلی مسیح موسیٰ کا خاتم الخلفاء یا خلیفہ یا متبع ایسا ہے کہ اس کا منکر کافر ہے تو محمد رسول اللہ ﷺ کا خاتم الخلفاء یا خلیفہ یا متبع کیوں ایسا نہیں کہ اس کا منکر بھی کافر ہو۔ اگر وہ مسیحا ایسا تھا کہ اس کا منکر کافر ہے تو یہ مسیح بھی کسی طرح کم نہیں۔‘‘

(مجموعہ فتاویٰ احمدیہ ج۱ص ۳۸۵، بحوالہ الحکم نمبر۱۹ ج۱۸ ۱۹۰۲ء، مورخہ ۲۸؍مئی ۱۹۱۴ء)

خلیفہ دوم مرزا محمود احمد کے فتاویٰ

اور مرزائی صاحبان کے خلیفہ دوم مرزا بشیر الدین محمود صاحب کہتے ہیں: ’’جو شخص غیر احمدی کو رشتہ دیتا ہے وہ یقیناً حضرت مسیح موعود کو نہیں سمجھتا اور نہ یہ جانتا ہے کہ احمدیت کیا چیز ہے؟ کیا کوئی غیر احمدیوں میں ایسا بے دین ہے جو کسی ہندو یا عیسائی کو اپنی لڑکی دے دے، ان لوگوں کو تم کافر کہتے ہو۔ مگر اس معاملہ میں وہ تم سے اچھے رہے کہ کافر ہو کر بھی کسی کافر کو لڑکی نہیں دیتے۔ مگر تم احمدی کہلا کر کافر کو دیتے ہو؟ کیا اس لئے دیتے ہو کہ وہ تمہاری قوم کا ہوتا ہے؟ مگر جس دن سے کہ تم احمدی ہوئے تمہاری قوم تو احمدیت ہوگئی۔ شناخت اور امتیاز کے لئے اگر کوئی پوچھے تو اپنی ذات یا قوم بتا سکتے ہو۔ ورنہ اب تو تمہاری قوم، گوت تمہاری ذات احمدی ہی ہے۔ پھر احمدیوں کو چھوڑ کر غیر احمدیوں میں کیوں قوم تلاش کرتے ہو، مومن کا تو یہ کام ہوتا ہے کہ جب حق آجائے تو باطل کو چھوڑ دیتا ہے۔‘‘ (ملائکۃ اللہ از مرزا بشیر الدین محمود ص۴۶،۴۷)

نیز انوار خلافت میں فرماتے ہیں: ’’ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔ کیونکہ ہمارے نزدیک وہ خدا تعالیٰ کے ایک نبی کے منکر ہیں۔ یہ دین کا معاملہ ہے۔ اس میں کسی کا اپنا اختیار نہیں کہ کچھ کر سکے۔‘‘

(انوار خلافت ص۹۰، مطبوعہ امرتسر ۱۹۱۶ء)

اور آئینہ صداقت میں تو یہاں تک لکھتے ہیں کہ جن لوگوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کا نام نہیں سنا وہ بھی کافر ہیں۔ فرماتے ہیں: ’’کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہ سنا ہو، کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔‘‘ (آئینہ صداقت ص۳۵، منقول از مباحثہ راولپنڈی ص۲۵۲)

مرزا بشیر احمد ایم.اے کے اقوال

اور مرزا غلام احمد قادیانی کے منجھلے بیٹے مرزا بشیر احمد ایم.اے لکھتے ہیں: ’’ہر ایک ایسا شخص جو موسیٰ کو مانتا ہے مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا۔ یا عیسیٰ کو مانتا ہے۔ مگر محمد کو نہیں مانتا اور یا محمد کو مانتا ہے پر مسیح موعود کو نہیں مانتا وہ نہ صرف کافر، بلکہ پکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔‘‘

(کلمۃ الفصل ص۱۱۰، ریویو ج۱۴ نمبر۳،۴، مارچ، اپریل ۱۹۱۵ء)

اسی کتاب میں دوسری جگہ لکھتے ہیں: ’’مسیح موعود کا یہ دعویٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک مامور ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہم کلام ہوتا ہے۔ دو حالتوں سے خالی نہیں یا تو وہ نعوذ باللہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے اور محض افتراء علی اللہ کے طور پر دعویٰ کرتا ہے تو ایسی صورت

میں نہ صرف وہ کافر بلکہ بڑا کافر ہے اور یا مسیح موعود اپنے دعویٰ الہام میں سچا ہے اور خدا سچ مچ اس سے ہم کلام ہوتا تھا تو اس صورت میں بلاشبہ یہ کفر انکار کرنے والے پر پڑے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں خود فرمایا ہے۔ پس اب تم کو اختیار ہے کہ یا مسیح موعود کے منکروں کو مسلمان کہہ کر مسیح موعود پر کفر کا فتویٰ لگاؤ اور یا مسیح موعود کو سچا مان کر اس کے منکروں کو کافر جانو۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ تم دونوں کو مسلمان سمجھو۔ کیونکہ آیت کریمہ صاف بتا رہی ہے کہ اگر مدعی کافر نہیں ہے تو مکذب ضرور کافر ہے۔ پس خدارا اپنا نفاق چھوڑو اور دل میں کوئی فیصلہ کرو۔‘‘

(کلمتہ الفصل ص۱۲۳، مندرجہ ریویو ج۱۴، مارچ، اپریل ۱۹۱۵ء)

محمد علی لاہوری صاحب کے اقوال

محمد علی لاہوری صاحب (امیر جماعت لاہور) انگریزی ریویو آف ریلیجنز میں لکھتے ہیں:

"The Ahmadiyya movement stands in the same relation to Islam in witch christinity stood to Judaism."

یعنی احمدی تحریک اسلام کے ساتھ وہی رشتہ رکھتی ہے جو عیسائیت کا یہودیت کے ساتھ تھا۔ (منقول از مباحثہ راولپنڈی مطبوعہ قادیان ص۲۴۰، تبدیلی عقائد مؤلفہ محمد اسماعیل قادیانی ص۱۲)

اس میں محمد علی لاہوری صاحب نے ’’احمدیت‘‘ کو ’’اسلام‘‘ سے اسی طرح الگ مذہب قرار دیا ہے۔ جس طرح عیسائیت یہودیت سے بالکل الگ مذہب ہے۔

نیز (ریویو آف ریلیجنز ج۵ ص۳۱۸) میں لکھتے ہیں: ’’افسوس ان مسلمانوں پر جو حضرت مرزا قادیانی کی مخالفت میں اندھے ہوکر انہی اعتراضات کو دہرا رہے ہیں جو عیسائی آنحضرت ﷺ پر کرتے ہیں۔ بعینہ اسی طرح جس طرح عیسائی آنحضرت ﷺ کی مخالفت میں اندھے ہوکر ان اعتراضوں کو مضبوط کر رہے ہیں اور دہرا رہے ہیں جو یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کرتے تھے۔ سچے نبی کا یہی ایک بڑا بھاری امتیازی نشان ہے کہ جو اعتراض اس پر کیا جائے گا وہ سارے نبیوں پر پڑے گا جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جو شخص ایسے مامور من اللہ کو رد کرتا ہے وہ گویا کل سلسلہ نبوت کو رد کرتا ہے۔‘‘ (منقول از تبدیلی عقائد مؤلفہ محمد اسماعیل صاحب قادیانی ص۴۲)

یہاں یہ واضح رہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی یا ان کے متبعین کی عبارتوں میں کہیں کہیں ضمناً اپنے مخالفین کے لئے ’’مسلمان‘‘ کا لفظ استعمال ہوگیا ہے۔ اس کی حقیقت بیان کرتے ہوئے ملک محمد عبداللہ صاحب قادیانی ریویو آف ریلیجنز کے ایک مضمون میں لکھتے ہیں: ’’آپ نے

اپنے منکروں کو ان کے ظاہری نام کی وجہ سے مسلمان لکھا ہے۔ کیونکہ عرف عام کی وجہ سے جب ایک نام مشہور ہو جائے تو پھر خواہ حقیقت اس میں موجود نہ بھی رہے اسے اسی نام سے پکارا جاتا ہے۔'' (احمدیت کے امتیازی مسائل مندرجہ ریویو دسمبر ۱۹۴۱ء ج ۴ نمبر۱۲ ص ۳۸)

مسلمانوں سے عملی قطع تعلق

مذکورہ بالا عقائد کی بناء پر مرزائی صاحبان نے خود اپنے آپ کو ایک الگ ملت قرار دے دیا اور جیسا کہ پیچھے عرض کیا جاچکا ہے۔ ان کا یہ طرز عمل مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوؤں اور تحریروں کا بالکل منطقی نتیجہ ہے۔ چنانچہ انہوں نے مسلمانوں کے پیچھے نماز پڑھنے ان کے ساتھ شادی بیاہ کے تعلق قائم کرنے اور ان کی نماز جنازہ ادا کرنے کی بالکلیہ ممانعت کردی۔

غیر احمدی کے پیچھے نماز

چنانچہ مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا ہے کہ: ''تکفیر کرنے والے اور تکذیب کی راہ اختیار کرنے والے ہلاک شدہ قوم ہے۔ اس لئے وہ اس لائق نہیں ہیں کہ میری جماعت میں سے کوئی شخص ان کے پیچھے نماز پڑھے۔ کیا زندہ مردہ کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے؟ پس یاد رکھو کہ جیسا خدا نے مجھے اطلاع دی ہے تمہارے پر حرام ہے اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفر اور مکذب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو۔ بلکہ چاہئے کہ تمہارا وہی امام ہو جو تم میں سے ہو۔ اسی کی طرف حدیث بخاری کے ایک پہلو میں اشارہ ہے کہ: ''**امامکم منکم**'' یعنی جب مسیح نازل ہوگا تو تمہیں دوسرے فرقوں کو جو دعوائے اسلام کرتے ہیں۔ بکلی ترک کرنا پڑے گا اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔ پس تم ایسا ہی کرو۔ کیا تم چاہتے ہو کہ خدا کا الزام تمہارے سر پر ہو اور تمہارے اعمال حبط ہو جائیں۔''

(تحفہ گولڑویہ ص ۲۸ حاشیہ، خزائن ج ۱۷ ص ۶۴)

غیر احمدیوں کے ساتھ شادی بیاہ

مرزا بشیر الدین محمود (خلیفہ دوم قادیانی صاحبان) لکھتے ہیں: ''حضرت مسیح موعود نے اس احمدی پر سخت ناراضگی کا اظہار کیا ہے جو اپنی لڑکی غیر احمدی کو دے۔ آپ سے ایک شخص نے بار بار پوچھا اور کئی قسم کی مجبوریوں کو پیش کیا۔ لیکن آپ نے اس کو یہی فرمایا کہ لڑکی کو بٹھائے رکھو۔ لیکن غیر احمدیوں میں نہ دو۔ آپ کی وفات کے بعد اس نے غیر احمدیوں کو لڑکی دے دی۔ تو حضرت خلیفہ اوّل نے اس کو احمدیوں کی امامت سے ہٹا دیا اور جماعت سے خارج کر دیا اور اپنی خلافت کے چھ سالوں میں اس کی توبہ قبول نہ کی۔ باوجودیکہ وہ بار بار توبہ کرتا رہا۔ (اب میں نے

اس کی سچی توبہ دیکھ کر قبول کر لی ہے۔‘‘ (انوار خلافت ص۹۴، مطبوعہ امرتسر ۱۹۱۶ء)

آگے لکھتے ہیں: ’’میں کسی کو جماعت سے نکالنے کا عادی نہیں۔ لیکن اگر کوئی اس حکم کے خلاف کرے گا تو میں اس کو جماعت سے نکال دوں گا۔‘‘ (حوالہ بالا)

البتہ مسلمانوں کی لڑکیاں لینے کو قادیانی مذہب میں جائز قرار دیا گیا ہے۔ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے مرزا غلام احمد قادیانی کے دوسرے صاحبزادے مرزا بشیر احمد لکھتے ہیں کہ: ’’اگر کہو کہ ہم کو ان کی لڑکیاں لینے کی اجازت ہے تو میں کہتا ہوں نصاریٰ کی لڑکیاں لینے کی بھی اجازت ہے۔‘‘ (کلمۃ الفصل ص۱۶۹، مندرجہ ریویو ج۱۴ نمبر۴)

غیراحمدیوں کی نماز جنازہ

مرزا بشیر الدین محمود لکھتے ہیں: ’’اب ایک اور سوال رہ جاتا ہے کہ غیراحمدی حضرت مسیح موعود کے منکر ہوئے۔ اس لئے ان کا جنازہ نہیں پڑھنا چاہئے۔ لیکن اگر کسی غیراحمدی کا چھوٹا بچہ مر جائے تو اس کا جنازہ نہ پڑھا جائے۔ وہ تو مسیح موعود کا مکفر نہیں۔ میں یہ سوال کرنے والے سے پوچھتا ہوں کہ اگر یہ بات درست ہے تو پھر ہندوؤں اور عیسائیوں کے بچوں کا جنازہ کیوں نہیں پڑھا جاتا؟ اور کتنے لوگ ہیں جو ان کا جنازہ پڑھتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ جو ماں باپ کا مذہب ہوتا ہے شریعت وہی مذہب ان کے بچے کا قرار دیتی ہے۔ پس غیراحمدی کا بچہ بھی غیراحمدی ہی ہوا۔ اس لئے اس کا جنازہ بھی نہیں پڑھنا چاہئے۔‘‘ (انوار خلافت ص۹۳، امرتسر ۱۹۱۶ء)

قائداعظم کی نماز جنازہ

چنانچہ اپنے مذہب اور خلیفہ کے حکم کی تعلیم میں چوہدری ظفر اللہ خان صاحب سابق وزیر خارجہ پاکستان نے قائداعظم کی نماز جنازہ میں بھی شرکت نہیں کی۔ منیر انکوائری کمیشن کے سامنے تو اس کی وجہ انہوں نے یہ بیان کی کہ: ’’نماز جنازہ کے امام مولانا شبیر احمد عثمانی احمدیوں کو کافر، مرتد اور واجب القتل قرار دے چکے تھے۔ اس لئے میں اس نماز میں شریک ہونے کا فیصلہ نہ کر سکا۔ جس کی امامت مولانا کر رہے تھے۔‘‘ (رپورٹ تحقیقاتی عدالت پنجاب ص۲۱۲)

لیکن عدالت سے باہر جب ان سے یہ بات پوچھی گئی کہ آپ نے قائداعظم کی نماز جنازہ کیوں ادا نہیں کی؟ تو اس کا جواب انہوں نے یہ دیا: ’’آپ مجھے کافر حکومت کا مسلمان وزیر سمجھ لیں یا مسلمان حکومت کا کافر نوکر۔‘‘ (زمیندار لاہور مورخہ ۸؍فروری ۱۹۵۰ء)

جب اخبارات میں یہ واقعہ منظر عام پر آیا تو جماعت ربوہ کی طرف سے اس کا یہ جواب دیا گیا کہ: ’’جناب چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ آپ نے

قائداعظم کا جنازہ نہیں پڑھا۔ تمام دنیا جانتی ہے کہ قائداعظم احمدی نہ تھے۔ لہٰذا جماعت احمدیہ کے کسی فرد کا ان کا جنازہ پڑھنا کوئی قابل اعتراض بات نہیں۔“ (ٹریکٹ نمبر۲۲ بعنوان ”احرار علماء کی راست گوئی“ کا نمونہ ناشر، مہتمم نشرواشاعت نظارت دعوت وتبلیغ صدر انجمن احمدیہ ربوہ ضلع جھنگ)

اور قادیانی اخبار ”الفضل“ کا جواب یہ تھا کہ: ”کیا یہ حقیقت نہیں کہ ابوطالب بھی قائداعظم کی طرح مسلمانوں کے بہت بڑے محسن تھے، مگر نہ مسلمانوں نے آپ کا جنازہ پڑھا اور نہ رسول خدا نے۔“ (الفضل مورخہ ۲۸/اکتوبر ۱۹۵۲ء)

بعض لوگ چوہدری ظفراللہ خان صاحب کے اس طرز عمل پر اظہار تعجب کرتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس میں تعجب کا کوئی موقع نہیں۔ انہوں نے جو دین اختیار کیا تھا یہ اس کا لازمی تقاضا تھا۔ ان کا دین، ان کا مذہب، ان کی امت ان کے عقائد ان کے افکار ہر چیز مسلمانوں سے نہ صرف مختلف بلکہ ان سے بالکل متضاد ہے۔ ایسی صورت میں وہ قائداعظم کی نماز جنازہ کیوں پڑھتے؟

خود اپنے آپ کو الگ اقلیت قرار دینے کا مطالبہ

مذکورہ بالا توضیحات سے یہ بات دو اور دو چار کی طرح کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ مرزائی مذہب مسلمانوں سے بالکل الگ مذہب ہے جس کا امت اسلامیہ سے کوئی تعلق نہیں اور اپنی یہ پوزیشن خود مرزائیوں کو مسلم ہے کہ ان کا اور مسلمانوں کا مذہب ایک نہیں ہے اور وہ مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر سے الگ ایک مستقل امت ہے۔ چنانچہ انہوں نے غیر منقسم ہندوستان میں اپنے آپ کو سیاسی طور پر بھی مسلمانوں سے الگ ایک مستقل اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کیا تھا۔ مرزابشیرالدین محمود کہتے ہیں: ”میں نے اپنے نمائندے کی معرفت ایک بڑے ذمہ دار انگریز افسر کو کہلوا بھیجا کہ پارسیوں اور عیسائیوں کی طرح ہمارے حقوق بھی تسلیم کئے جائیں۔ جس پر اس افسر نے کہا کہ وہ تو اقلیت ہیں اور تم ایک مذہبی فرقہ ہو، اس پر میں نے کہا کہ پارسی اور عیسائی بھی تو مذہبی فرقہ ہیں۔ جس طرح ان کے حقوق علیحدہ تسلیم کئے گئے ہیں۔ اسی طرح ہمارے بھی کئے جائیں۔ تم ایک پارسی پیش کردو۔ اس کے مقابلہ میں دو دو احمدی پیش کرتا جاؤں گا۔“

(مرزابشیرالدین محمود کا بیان مندرجہ الفضل مورخہ ۱۳/نومبر ۱۹۴۶ء)

کیا اسکے بعد بھی اس مطالبے کی معقولیت میں کسی انصاف پسند انسان کو کوئی ادنیٰ شبہ باقی رہ سکتا ہے کہ مرزائی امت کو سرکاری سطح پر غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے؟

مرزائی بیانات کے بارے میں ایک ضروری تنبیہ

یہاں ایک اور اہم حقیقت کی طرف توجہ دلانا ازبس ضروری ہے اور وہ یہ کہ مرزائی صاحبان کا نوے سالہ طرز عمل یہ بتاتا ہے کہ وہ اپنے جماعتی مفادات کی خاطر بسا اوقات صریح غلط بیانی سے بھی نہیں چوکتے۔ پیچھے ان کی وہ واضح اور غیر مبہم تحریریں پیش کی جاچکی ہیں جن میں انہوں نے مسلمانوں کو کھلم کھلا کافر قرار دیا ہے اور جتنی تحریریں پیچھے پیش کی گئی ہیں۔ اس سے زیادہ مزید پیش کی جاسکتی ہیں۔ لیکن اپنی تقریر وتحریر میں ان گنت مرتبہ ان صریح اعلانات کے باوجود منیر انکوائری کمیشن کے سوال کے جواب میں ان دونوں جماعتوں نے یہ بیان دیا کہ ہم غیر احمدیوں کو کافر نہیں سمجھتے۔

ان کا یہ بیان ان کے حقیقی عقائد اور سابقہ تحریرات سے اس قدر متضاد تھا کہ منیر انکوائری کمیشن کے جج صاحبان اسے صحیح باور نہ کر سکے۔ چنانچہ وہ اپنی رپورٹ میں لکھتے ہیں:

”اس مسئلے پر کہ آیا احمدی دوسرے مسلمانوں کو ایسا کافر سمجھتے ہیں جو دائرہ اسلام سے خارج ہے؟ احمدیوں نے ہمارے سامنے یہ موقف ظاہر کیا ہے کہ ایسے لوگ کافر نہیں ہیں اور لفظ کفر جو احمدی لٹریچر میں ایسے اشخاص کے لئے استعمال کیا گیا ہے اس سے کفر خفی یا انکار مقصود ہے۔ یہ ہرگز کبھی مقصود نہیں ہوا کہ ایسے اشخاص دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ لیکن ہم نے اس موضوع پر احمدیوں کے بے شمار سابقہ اعلانات دیکھے ہیں اور ہمارے نزدیک ان کی کوئی تعبیر اس کے سوا ممکن نہیں کہ مرزاغلام احمد قادیانی کے نہ ماننے والے دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔“

(پنجاب کی تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ اردو ص۲۱۲، ۱۹۵۴ء)

لیکن حال ہی میں جب پاکستان کے دستور میں صدر اور وزیراعظم کے حلف نامے میں یہ الفاظ بھی تجویز کئے گئے کہ میں آنحضرت ﷺ کے آخری پیغمبر ہونے پر اور اس بات پر ایمان رکھتا ہوں کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔ تو قادیانیوں کے موجودہ خلیفہ مرزاناصر احمد نے اعلان فرمایا کہ: ”میں نے اس حلف نامے کے الفاظ پر بڑا غور کیا ہے اور میں بالآخر اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ ایک احمدی کے راستے میں اس حلف کو اٹھانے میں کوئی روک نہیں۔“

(الفضل ربوہ مورخہ ۱۳؍مئی ۱۹۷۳ء ج۲۷، ۶۲ نمبر۱۰۶ ص۴، ۵)

ملاحظہ فرمائیے کہ جو بات خلیفہ دوم کے نزدیک انسان کو جھوٹا اور کذاب بنادیتی ہے اور جس کا اقرار تلواروں کے درمیان بھی جائز نہیں تھا، جب عہدہ صدارت ووزارت عظمیٰ اس پر موقوف ہوگیا تو اس کے حلفیہ اقرار میں بھی کچھ حرج نہ رہا۔

اسلام کے ایک قطعی عقیدہ جہاد کی تنسیخ

انگریز کی ان وفا شعاریوں کا نتیجہ تھا کہ مرزا قادیانی نے کھلم کھلا جہاد کے منسوخ ہونے کا اعلان کر دیا۔ جہاد اسلام کا ایک مقدس دینی فریضہ ہے۔ اسلام اور مسلمانوں کی بقا کا دارومدار اسی پر ہے۔ شریعت محمدی نے اسے قیامت تک اسلام اور عالم اسلام کی حفاظت اور اعلاء کلمۃ اللہ کا ذریعہ بنایا ہے۔ قرآن کریم کی بے شمار آیات اور حضور اقدس ﷺ نے بے شمار احادیث اور خود حضور اقدس ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی عملی زندگی ان کا جذبۂ جہاد و شہادت یہ سب باتیں جہاد کو ہر دور میں مسلمانوں کے لئے ایک ولولہ انگیز عبادت بناتی رہیں۔ آنحضرت ﷺ کا واضح ارشاد ہے۔

’’الجهاد ماضٍ الیٰ یوم القیامة‘‘

’’وقاتلوهم حتی لا تکون فتنة ویکون الدین الله ‘‘اوران کے ساتھ اس حد تک لڑو کہ فتنہ کفر و شرارت باقی نہ رہے اور دین اللہ کا ہو جائے۔

حضور ﷺ نے ایک دوسری حدیث میں فریضہ جہاد کی تاقیامت ابدیت اس طرح ظاہر فرمائی ہے۔’’لن یبرح هٰذ الدین قائماً یقاتل علیه عصابة من المسلمین حتیٰ تقوم الساعة (مسلم، مشکوٰۃ شریف ص ۳۳۰) ‘‘﴿حضور ﷺ نے فرمایا۔ ہمیشہ یہ دین قائم رہے گا اور مسلمانوں کی ایک جماعت قیامت تک جہاد کرتی رہے گی۔﴾

لیکن مرزا غلام احمد قادیانی نے انگریز کے بچاؤ اور تحفظ اور عالم اسلام کو ہمیشہ ان کی طوق غلامی میں باندھنے اور کافر حکومتوں کے زیر سایہ مسلمانوں کو اپنی سیاسی اور مذہبی سازشوں کا شکار بنانے کی خاطر نہایت شدومد سے عقیدۂ جہاد کی مخالفت کی اور نہ صرف برصغیر میں بلکہ پورے عالم اسلام میں جہاں جہاں بھی اس کو ظاہری اور خفیہ سرگرمیوں کا موقعہ مل سکا جہاد کے خلاف نہایت شدت سے پروپیگنڈہ کیا گیا۔ مرزا قادیانی کو جہاد حرام کرانے کی ضرورت کیا تھی۔ اس کا جواب ہمیں لارڈ ریڈنگ وائسرائے ہند کے نام قادیانی جماعت کے ایڈریس (مندرجہ اخبار الفضل قادیان مورخہ ۹۷۰، مورخہ ۴؍جولائی ۱۹۲۱ء) سے نہایت واضح طور پر مل سکتا ہے۔ جس میں کہا گیا۔

’’جس وقت آپ (مرزا غلام احمد قادیانی) نے دعویٰ کیا۔ اس وقت تمام عالم اسلام جہاد کے خیالات سے گونج رہا تھا اور عالم اسلامی کی ایسی حالت تھی کہ وہ پیٹرول کے پیپے کی طرح بھڑکنے کے لئے صرف ایک دیا سلائی کا محتاج تھا۔ مگر بانی سلسلہ نے اس خیال کی لغویت اور خلاف اسلام اور خلاف امن ہونے کے خلاف اس قدر زور سے تحریک شروع کی کہ ابھی چند سال نہیں گزرے تھے کہ گورنمنٹ کو اپنے دل میں اقرار کرنا پڑا کہ وہ سلسلہ جیسے وہ امن کے لئے خطرہ کا

موجب خیال کر رہی تھی اس کے لئے غیر معمولی اعانت کا موجب تھا۔ (حوالہ بالا)

جہاد منسوخ ہونے اور دنیا سے جہاد کا حکم تا قیامت اٹھ جانے پر مرزا قادیانی کس شدومد سے زور دیتے ہیں۔ ان کا اندازہ ان کی حسب ذیل عبارات سے لگایا جاسکتا ہے۔

اپنی کتاب (اربعین نمبر۴ ص۱۵ حاشیہ، خزائن ج۱۷ ص۴۴۳) پر مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ''جہاد یعنی دینی لڑائیوں کی شدت کو خدا تعالیٰ آہستہ آہستہ کم کرتا گیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں[1] اس قدر شدت تھی کہ ایمان لانا بھی اس سے بچا نہیں سکتا تھا اور شیر خوار بچے بھی قتل کئے جاتے تھے۔ پھر ہمارے نبی ﷺ کے وقت میں بچوں اور بوڑھوں اور عورتوں کا قتل کرنا حرام کیا گیا اور پھر بعض قوموں کے لئے بجائے ایمان کے صرف جزیہ دے کر مواخذہ سے نجات پانا قبول کیا گیا اور پھر مسیح موعود (یعنی بزعم خود مرزا قادیانی) کے وقت قطعاً جہاد کا حکم موقوف کر دیا گیا۔''

(ضمیمہ خطبہ الہامیہ ص۲۸، خزائن ج۱۶ ص ایضاً) پر لکھتے ہیں: ''آج سے انسانی جہاد جو تلوار سے کیا جاتا تھا۔ خدا کے حکم کے ساتھ بند کیا گیا۔ اب اس کے بعد جو شخص کافر پر تلوار اٹھاتا اور اپنا نام غازی رکھتا ہے وہ اس رسول کریم ﷺ کی نافرمانی کرتا ہے۔ جس نے آج سے تیرہ سو برس پہلے فرما دیا ہے کہ مسیح موعود کے آنے پر تمام تلوار کے جہاد ختم ہو جائیں گے۔ سو اب میرے ظہور کے بعد تلوار کا کوئی جہاد نہیں۔ ہماری طرف سے امان اور صلح کاری کا سفید جھنڈا بلند کیا گیا۔'' (ایضاً)

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص۲۶، ۲۷، خزائن ج۱۷ ص۷۷، ۷۸) میں مرزا قادیانی کا یہ اعلان درج ہے کہ ؎

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال — دیں کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال
اب آگیا مسیح جو دین کا امام ہے — دیں کی تمام جنگوں کا اب اختتام ہے
اب آسماں سے نور خدا کا نزول ہے — اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے
دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد — منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد

نیز انگریزی حکومت کے نام ایک معروضہ میں جو (ریویو بابت ۱۹۰۲ء ج۱ ص۲۹۸ نمبر۱۲) شائع ہوا تھا۔ مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ''یہی وہ فرقہ (یعنی مرزا قادیانی کا اپنا فرقہ) ہے جو دن رات کوشش کر رہا ہے کہ مسلمانوں کے خیالات میں سے جہاد کی بیہودہ رسم کو اٹھا دے۔''

[1] نعوذ باللہ! یہ ایک برگزیدہ پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کتنا صریح بہتان ہے۔ مومنوں اور شیر خوار بچوں کو اگر قتل کرتا تھا تو فرعون اور اس کا عملہ لیکن مرزا قادیانی نے اس انداز میں یہ بات پیش کی گویا ایمان لانے کے باوجود اور شیر خوار بچوں کی بھی شریعت موسوی میں بچنے کی گنجائش نہیں تھی۔

(مجموعہ اشتہارات ج۳ص۲۳۲، رسالہ گورنمنٹ انگریز اور جہاد ص۱۴) پر مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ''دیکھو میں (غلام احمد قادیانی) ایک حکم لے کر آپ لوگوں کے پاس آیا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ اب سے تلوار کے جہاد کا خاتمہ ہے۔''

ان تمام عبارات سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی کے نزدیک جہاد کی مخالفت کا حکم خاص حالات سے مجبوریوں کا تقاضا نہیں بلکہ اب اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے منسوخ حرام اور ختم سمجھا جائے نہ اس کے لئے شرائط پوری ہونے کا انتظار رہے اور کسی پوشیدہ طور پر بھی اس کی تعلیم جائز نہیں۔

(اشتہار واجب الاظہار تریاق القلوب ص۳۸۹،۳۹۰، خزائن ج۱۵ص۵۱۷،۵۱۸) میں لکھتے ہیں کہ: ''اس فرقہ (مرزائیت) میں تلوار کا جہاد بالکل نہیں۔ نہ اس کا انتظار ہے بلکہ یہ مبارک فرقہ نہ ظاہر طور پر نہ پوشیدہ طور پر جہاد کی تعلیم ہرگز ہرگز جائز نہیں سمجھتا اور قطعاً اس بات کو حرام جانتا ہے کہ دین کی اشاعت کے لئے لڑائیاں کی جائیں۔''

''اب سے زمینی جہاد بند کئے گئے اور لڑائیوں کا خاتمہ ہوگیا۔''

(ازضمیمہ خطبہ الہامیہ ص۱۷، خزائن ج۱۶ص ایضاً)

''سو آج سے دین کے لئے لڑنا حرام کیا گیا۔'' (ایضاً)

ایک مستقل مذہب اور ایک متوازی امت

ایک غلط فہمی

قادیانیت کے بارے میں ایک عام غلط فہمی یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کے صدہا دینی وعلمی اختلافات اور مکاتب فکر میں سے ایک دینی وعلمی اختلاف رائے اور ایک خاص مکتب فکر ہے اور اس کے پیرو امت اسلامیہ کے مذہبی فرقوں اور جماعتوں میں سے ایک مذہبی فرقہ اور جماعت ہیں اور یہ اسلام کی کلامی وفقہی تاریخ کا کوئی انوکھا واقعہ نہیں۔

لیکن قادیانیت کا تحقیقی وتنقیدی مطالعہ کرنے سے یہ غلط فہمی اور خوش گمانی دور ہو جاتی ہے اور ایک منصف مزاج اس نتیجہ پر پہنچ جاتا ہے کہ قادیانیت ایک مستقل مذہب اور قادیانی ایک مستقل امت ہیں جو دین اسلام اور امت اسلامیہ کے بالکل متوازی چلتے ہیں اور اس کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ مرزا بشیرالدین محمود کے اس بیان میں کوئی مبالغہ اور غلط بیانی نہیں کہ: ''حضرت مسیح موعود

(مرزا قادیانی) کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ میرے کانوں میں گونجتے رہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ’’یہ غلط ہے کہ دوسرے لوگوں سے ہمارا اختلاف صرف وفات مسیح یا اور چند مسائل میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات، رسول کریم ﷺ، قرآن، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ غرض کہ آپ نے تفصیل سے بتایا ایک ایک چیز میں ہمیں ان سے اختلاف ہے۔‘‘

(خطبہ جمعہ مرزا بشیرالدین محمود، مندرجہ اخبار الفضل مورخہ ۲؍جولائی ۱۹۳۱ء)

اور یہ کہ: ’’حضرت خلیفہ اوّل نے اعلان کیا تھا کہ ان کا (مسلمانوں کا) اسلام اور ہے اور ہمارا اور ہے۔‘‘ (ایضاً مورخہ ۳۱؍دسمبر ۱۹۱۴ء)

اسلام کی تاریخ میں اس سے پہلے ایک اور تحریک کی نظیر ملتی ہے جس نے اسلام کا نام لیتے ہوئے اور اپنے دائرہ عمل کو مسلمانوں کے اندر محدود رکھتے ہوئے اسلام کے نظام عقائد وافکار اور نظام زندگی کے بالکل متوازی ایک نظام اعتقاد فکر اور ایک نظام زندگی کی بنیاد ڈالی اور اسلام کے دائرہ میں ’’ریاست اندرون ریاست‘‘ کی تعمیر کی کوشش کی۔ یہ تحریک باطنیت ہے یا اسماعیلیت جس سے قادیانیت کو حیرت انگیز مماثلت حاصل ہے۔ (ہمارا اسماعیلی مذہب اور اس کا نظام)

قادیانی تحریک کا متوازی مذہبی نظام

قادیانی تحریک اسلام کے دینی نظام اور زندگی کے ڈھانچہ کے مقابلے میں ایک نیا دینی نظام اور زندگی کا نیا ڈھانچہ پیش کرتی ہے۔ وہ دینی زندگی کے تمام شعبوں اور مطالبوں کو بطور خود خانہ پری کرنا چاہتی ہے۔ وہ اپنے پیروؤں کو جدید نبوت، جدید مرکز محبت وعقیدت، نئی دعوت، نئے روحانی مرکز اور مقدسات، نئے مذہبی شعائر، نئے مقتدا، نئے اکابر، نئی تاریخی شخصیتیں عطاء کرتی ہے۔ غرض یہ کہ وہ قلب ودماغ اور فکر واعتقاد کا نیا مرکز قائم کرتی ہے اور یہی وہ چیز ہے جو اس کو ایک فرقہ اور فقہی یا کلامی دبستان یا مکتب خیال سے زیادہ ایک مستقل مذہب اور نظام زندگی کی شکل عطاء کرتی ہے۔ اس کے اندر اس بات کا ایک واضح رجحان پایا جاتا ہے کہ وہ نئی مذہبی بنیادوں پر ایک نئے معاشرے کی تعمیر کرے اور مذہبی زندگی کو ایک نئی شکل اور مستقل وجود بخشے۔ اس کا قدرتی نتیجہ یہ ہے کہ جو افراد خلوص اور جوش کے ساتھ اس تحریک دعوت کو قبول کرتے ہیں اور اس کے دائرہ میں آجاتے ہیں۔ ان کے فکر واعتقاد کا مرکز بدل جاتا ہے اور ان کی زندگی میں قدیم دینی مرکزوں اور اداروں (اپنے وسیع معنی میں) اور شخصیتوں کی جگہ پر جدید دینی مرکز اور ادارے اور شخصیتیں آجاتی ہیں اور وہ ایک نئی امت بن جاتے ہیں جو اپنے جذبات، طریق فکر، عقیدت ومحبت میں ایک مستقل شخصیت اور وجود کے مالک ہوتے ہیں۔ انفرادیت اور تقابل کا یہ رجحان

قادیانیت کے اندر شروع سے کام کررہا ہے اور اب وہ بلوغ وپختگی کے اس درجہ پر پہنچ گیا ہے کہ قادیانی اصحاب بے تکلفی اور سادگی کے ساتھ اسلامی شعائر ومقدسات کے ساتھ قادیانی شعائر اور مقدسات کا مقابلہ کرتے ہیں اور ان کا ہم پلہ اور مساوی قرار دیتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ کو اسلام کے دینی نظام میں جو مرکز ومقام حاصل ہے وہ ظاہر ہے۔ لیکن قادیانی اصحاب مرزا قادیانی کے رفقاء اور ہم نشینوں کو صحابۂ رسول ہی کا درجہ دیتے ہیں۔ ایک قادیانی ذمہ دار اس ذہنیت کی اس طرح ترجمانی کرتے ہیں: ’’ان دونوں گروہوں (صحابہ کرام اور رفقائے مرزا غلام احمد قادیانی) میں تفریق کرنی یا ایک کو دوسرے سے مجموعی رنگ میں افضل قرار دینا ٹھیک نہیں۔ یہ دونوں فرقے درحقیقت ایک ہی جماعت میں ہیں۔ صرف زمانہ کا فرق ہے۔ وہ بعثت اولیٰ کے تربیت یافتہ ہیں اور یہ بعثت ثانیہ کے۔‘‘ (الفضل مورخہ ۲۸ مئی ۱۹۱۸ء)

اسی طرح وہ مرزا غلام احمد قادیانی کے مدفن کو مرقد رسول اور گنبد خضراء کا مماثل شبیہ بتاتے ہیں۔ الفضل نے ۱۸ دسمبر ۱۹۲۲ء کی اشاعت میں قادیان کے شعبۂ تربیت کا یہ بیان شائع کیا تھا جس میں ان شرکائے جلسہ کی دینی بے حسی اور بدذوقی کی شکایت کرتے ہوئے جو قادیان حاضر ہونے کے باوجود مرزا قادیانی کے مدفن پر حاضری نہیں دیتے کہا گیا ہے: ’’کیا حال ہے اس شخص کا جو قادیان دارالامان میں آئے اور دو قدم چل کر مقبرۂ بہشتی میں حاضر نہ ہو۔ اس میں وہ روضۂ مطہرہ ہے جس میں اس خدا کے برگزیدہ کا جسم مبارک مدفون ہے۔ جسے افضل الرسل نے اپنا سلام بھیجا اور جس کی نسبت حضرت خاتم النّبیین نے فرمایا: ’’**یدفن معی فی قبری**‘‘ اس اعتبار سے گنبد خضرا کے انوار کا پورا پورا پرتو اس گنبد بیضا پر پڑ رہا ہے اور آپ گویا ان برکات سے حصہ لے سکتے ہیں جو رسول کریم ﷺ کے مرقد منور سے مخصوص ہیں۔ کیا ہی بدقسمت ہے وہ شخص جو احمدیت کے حج اکبر میں اس تمتع سے محروم رہے۔‘‘ (الفضل نمبر ۴۸ ج ۱۰)

قادیانی اصحاب اس دینی وروحانی تعلق کی بناء پر جو نئی نبوت اور نئے اسلام کا مرکز ہونے کی بناء پر قادیان کے ساتھ قائم ہوتا ہے، یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ قادیان اسلام کے مقامات میں سے ایک اہم ترین اور عظیم ترین مقام ہے اور وہ مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کے ساتھ قادیان کا نام لینا ضروری سمجھتے ہیں۔ مرزا بشیرالدین محمود نے اپنی ایک تقریر میں فرمایا: ’’ہم مدینہ منورہ کی عزت کر کے خانہ کعبہ کی ہتک کرنے والے نہیں ہو جاتے۔ اسی طرح ہم قادیان کی عزت کر کے مکہ معظّمہ یا مدینہ مدینہ منورہ کی توہین کرنے والے نہیں ہوسکتے۔ خدا تعالیٰ نے ان تینوں مقامات کو مقدس کیا اور ان تینوں مقامات کو اپنی تجلی کے اظہار کے لئے چنا۔‘‘ (تذکرہ یعنی مجموعہ وحی مقدس ص ۳۴۵،۳۴۶)

خود مرزا غلام احمد قادیانی نے قادیان کو سرزمین حرم سے تشبیہ و تمثیل دی ہے۔ وہ فرماتے ہیں ؎

زمیں قادیاں اب محترم ہے ہجوم خلق سے ارض حرم ہے

(درثمین اردو ص۴۹)

ان کے نزدیک قادیان کا ذکر قرآن میں موجود ہے اور مسجد اقصیٰ سے مراد مسیح موعود کی مسجد ہے۔ منارۃ المسیح کے اشتہار (۲۸؍مئی ۱۹۰۰ء) میں آپ نے لکھا ہے: ’’جیسا کہ سیر مکانی کے لحاظ سے خدا تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو مسجد حرام سے بیت المقدس تک پہنچا دیا تھا۔ ایسا ہی سیر زمانی کے لحاظ سے آں جناب کو شوکت اسلام کے زمانہ سے جو آنحضرت ﷺ کا زمانہ تھا برکات اسلامی کے زمانہ تک جو مسیح موعود کا زمانہ ہے پہنچا دیا۔ پس اس پہلو کی رو سے جو اسلام انتہائے زمانہ تک آنحضرت ﷺ کا سیر کشفی ہے مسجد اقصیٰ سے مراد مسیح موعود کی مسجد ہے جو قادیان میں واقع ہے جس کی نسبت براہین احمدیہ میں خدا کا کلام یہ ہے۔ ’’مبارک ومبارک وکل امر مبارک یجعل فیہ ‘‘ اور یہ مبارک کا لفظ جو بصیغہ مفعول اور فاعل واقع ہوا۔ قرآن شریف کی آیت بارکنا حولہ کے مطابق ہے۔ پس کچھ شک نہیں جو قرآن شریف میں قادیان کا ذکر ہے۔‘‘

(تذکرہ یعنی مجموعہ وحی مقدس ص۳۴۵،۳۴۶)

ان سب بیانات اور قادیان کے بارے میں اعتقادات کا منطقی اور طبعی نتیجہ یہی ہونا چاہئے تھا کہ اس کے لئے شدرحال کر کے سفر کرنے وہاں سال بسال حاضر ہونے کو حج ہی کا سا ایک مقدس عمل بلکہ ایک طرح کا حج سمجھا جانے لگے۔ چنانچہ قادیانیت کے رہنماؤں ذمہ داروں نے سفر قادیان کو ظلی حج کا لقب دیا ہے اور اس کو ان لوگوں کے لئے جو خانۂ کعبہ کے حج کو نہ جاسکیں۔ حج اسلام کا حج بدل قرار دیا ہے۔ مرزا بشیر الدین محمود نے اپنے ایک خطبہ جمعہ میں ارشاد فرمایا: ’’چونکہ حج پر وہی لوگ جاسکتے ہیں جو مقدرت رکھتے اور امیر ہوں۔ حالانکہ الٰہی تحریکات پہلے غرباء میں پھیلتی اور پنپتی ہیں اور غرباء کو حج سے شریعت نے معذور رکھا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایک اور ظلی حج مقرر کیا کہ وہ قوم جس سے وہ اسلام کی ترقی کا کام لینا چاہتا ہے اور وہ غریب یعنی ہندوستان کے مسلمان اس میں شامل ہوسکیں۔‘‘ (الفضل مورخہ یکم؍دسمبر ۱۹۲۲ء)

اس بارے میں اتنا غلو ہونے لگا کہ قادیان کے سفر کو حج بیت اللہ پر ترجیح دی جانے لگی اور یہ اس ذہنیت کا لازمی وقدرتی نتیجہ ہے کہ قادیانیت ایک زندہ اور جدید مذہب اور اس کا مرکز ایک زندہ اور جدید مذہب کا روحانی مرکز ثقل ہے۔ جس سے نئی زندگی اور نئی مذہبی توانائی حاصل کی

جاسکتی ہے۔اسی بناء پر ایک قادیانی بزرگ نے ارشاد فرمایا کہ:’’جیسے احمدیت کے بغیر پہلا یعنی مرزا قادیانی کو چھوڑ کر جو اسلام باقی رہ جاتا ہے وہ خشک اسلام ہے۔اسی طرح اس حج ظلی کو چھوڑ کر مکہ والا حج بھی خشک حج رہ جاتا ہے۔کیونکہ وہاں پر آج کل کے حج کے مقاصد پورے نہیں ہوتے۔‘‘ (پیغام صلح ج۲۱ نمبر۲۲)

قادیانیوں کی روش اور مسلمانوں کا رویہ

مرزاغلام احمد قادیانی کی امت اور ذریت قیام پاکستان سے قبل اور بھی لوگوں میں انتشار اور فساد پیدا کرتی رہی ہے۔انہوں نے انگریزی دور میں ہندو، مسلمانوں اور عیسائیوں کو مذہبی چیلنج بھی دیئے اور مقابلہ مناظرہ کے اشتہارات بھی شائع کرتے رہے ہیں۔اس کے علاوہ پیشین گوئی، الہام اور مخالف کی بربادی کے لئے کئی طریقوں سے دھوکہ دھمکی اور وارننگ بھی دیتے رہے ہیں۔مگر قدرتی طور پر اور عام مشاہدہ حقائق و دلائل کے سلسلے میں یہ لوگ ناکام رہے۔کیونکہ نہ تو یہ مسلمان ہیں نہ آریہ۔ہندو اور عیسائی ہیں۔بلکہ صرف اور صرف قادیانی ہیں۔جن کا اپنا رسول اور مذہب ہے۔محض اسلام کو بدنام کرنے کے لئے انتہائی کمزور باتوں سے اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے کے لئے عیسائیوں اور آریاؤں سے شکست کھاتے رہے ہیں اور ان کو یہ تاثر دیتے رہے کہ وہ مسلمانوں کے نمائندہ ہیں۔یہ ایک بڑی انگریزی عیسائی سازش تھی جو انہوں نے ہندوستان میں مرزائیوں کے ذریعہ اختیار کی تھی۔شروع میں ان کا دعویٰ صرف مصلح اور مبلغ کا تھا۔بعد میں مہدی اور مجدد اور آخر میں نبوت اور رسالت کا شروع کر دیا تھا۔دراصل ان کا مقصد بھی یہی تھا۔اس سے پہلے ریہرسل کی تھی۔اتفاق کی بات کہ اس فتنے کو سب سے پہلے بے نقاب کرنے میں علماء پنجاب کا بڑا حصہ ہے۔خاص کر علماء لدھیانہ اور مجلس احرار اسلام نے ان کو ہر محاذ پر شکست فاش دی ہے۔اس سلسلہ میں ہندو پاک کے تمام مکتبہ فکر کے علماء و مشائخ کی خدمات اور قربانیاں ناقابل فراموش ہیں۔قیام پاکستان کے بعد انہوں نے سر ظفر اللہ قادیانی کے ذریعہ اہم کلیدی اور سرکاری عہدوں پر قبضہ کر لیا اور خاص طور بیرونی ممالک میں اپنے گماشتے سرکاری کارندوں کے ذریعے متعین کرا دیئے اور لوگوں کو خوفزدہ کرنا شروع کر دیا۔کبھی بلوچستان کو قادیانی صوبہ بنانے کا منصوبہ اور کبھی حکومت پر قبضے کے خواب دیکھنے لگے اور کھل کر مرزائیت کی تبلیغ شروع کر دی گئی۔مسلمانوں اور علماء پر پابندیاں سختیاں اور گرفتاریاں، پریشانیاں نئے نئے طریقوں سے عائد کرا دی گئی۔مسلم ممالک سے تعلقات خراب کرائے گئے۔خاص طور پر افغانستان سے

تعلقات خراب کرائے گئے۔ اس سلسلہ میں ظفر اللہ قادیانی سابقہ وزیر خارجہ پیش پیش تھا۔ ان خطرناک قادیانی سرگرمیوں کو دیکھتے ہوئے علماء نے طے کر کے ۱۹۵۱ء میں وزیر اعظم خان لیاقت علی خان سے مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ نے ملاقات کی اور پورے حالات وواقعات اور حقائق سے ان کو آگاہ کیا۔ انہوں نے اس سلسلہ میں تعاون کا وعدہ کیا۔ مگر اس سازش کا شکار ہو کر شہید ہوگئے۔ اس کے بعد بھی یہ سلسلہ اور سرگرمیاں جاری رہیں۔ مگر قادیانی ٹولے کی اندرونی تسلط کی وجہ سے کامیابی نہیں ہوئی تو تمام مسلم مکتبہ فکر کے علماء اور سیاسی قائدین نے ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت کے نام سے شروع کر دی۔ تمام مسلمانوں نے قائدین کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے شمع نبوت کے پروانے اس تحریک میں شامل ہو کر مقام شہادت سے سرفراز ہوئے۔ جن کی تعداد تقریباً بارہ ہزار ہے اور ہزاروں زخمی گرفتار اور زبوں حال ہوئے۔ پوری اسلامی دنیا میں اس تحریک کا اثر ہوا۔ عالم اسلام میں قادیانی فتنے کے بارے میں بیداری پیدا ہوئی اور اس سے نفرت اور حفاظت پر غور وخوض شروع ہوا۔ اس کا پاکستان میں بھی بہت اثر ہوا۔ حکومت میں اس صورتحال پر تبدیلی ہوئی، مگر توقع سے کم۔ اسی طرح ۱۹۷۴ء میں ربوہ اسٹیشن پر طلباء پر زیادتی کے بعد کے نئے جوش وجذبہ سے قادیانیوں کی زیادتی کے خلاف تحریک شروع ہوئی۔ اس میں بھی تمام مسلم علماء، زعماء، مشائخ، دانشور، طلباء، مزدور، کسان اور ہر طبقہ فکر کے عوام اور تاجر وکلاء صحافی سب ہی شریک ہوئے۔ اس کی قیادت حضرت علامہ محمد یوسف بنوریؒ نے فرمائی تھی۔ اس تحریک میں بہت ہی کامیابی ہوئی۔ انہیں غیر مسلم اقلیت، کافر، مرتد اور غدار قرار دلا کر باقاعدہ قومی اور تمام صوبائی اسمبلیوں میں اس کی تصدیق اور تائید کرائی گئی اور وفاقی عدالتوں میں بھی ان کے بارے میں شرعی فیصلہ دے دیا گیا۔ مگر آج تک قادیانی اپنی حرکتوں سے باز نہیں آئے۔ وہ جہاں کہیں بھی کلیدی اور اہم عہدوں پر فائز ہیں۔ سرکاری اور نیم سرکاری اداروں میں مل اور فیکٹریوں میں وہاں مسلمانوں کو تنگ اور پریشان رہتے ہیں اور ان کے رسائل، جرائد اسلامی اور قومی فیصلوں کے خلاف لکھتے رہتے ہیں۔ الفضل، تحریک جدید، لاہور ان کے رسائل ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کی مذہبی اور سیاسی سازشیں سرگرمیاں شب وروز جاری ہیں۔ جب کہ مسلمان پر امن اور صلح پسند اور شرافت کی وجہ سے خاموش ہیں اور ملک وملت کے مفاد کی وجہ سے کوئی اقدام نہیں کر رہے ہیں۔ مندرجہ بالا حالات کی معلومات کے لئے منیر عدالتی رپورٹ ۱۹۵۳ء کا مطالعہ کریں۔

(مطبوعہ مکتبہ بساط صحابہ، راوی روڈ لاہور پاکستان)

قادیانیوں کی خطرناک چال اور نیا جال

قادیانی عام مسلمانوں کو ملک اور بیرون ملک مختلف طریقوں سے گمراہ کرتے رہتے ہیں۔ کبھی یہ لوگوں کو کہتے ہیں کہ ہم تو مرزا غلام احمد قادیانی کو صرف مصلح یا مبلغ مجدد کہتے ہیں اور سلسلہ احمدیہ میں بیعت کرتے ہیں اور بعض لوگوں کو کہتے ہیں ہم مرزا قادیانی کو امتی نبی، مسیح موعود، یا غیر تشریعی نبی کہتے ہیں۔ سادہ اور عام مسلمان خاص طور پر امریکہ، برطانیہ، فرانس اور کینیڈا افریقہ وغیرہ میں لوگ ان سے دھوکہ کھا جاتے ہیں اور اپنی متاع ایمان گنوا دیتے ہیں اور اس طرح وہ ان کے جال میں پھنس جاتے ہیں۔ بعض موقعوں پر قادیانی گماشتے سادہ لوح لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے کہتے ہیں۔ وہ مرزا قادیانی کے بارے میں اور سلسلہ احمدیہ کے بارے میں استخارہ کر لیں۔ حالانکہ صاف بات ہے کہ مرزا قادیانی کو مسلمان سمجھنا ہی کفر ہے۔ بلکہ وہ تو صحیح انسان ہی نہیں تھا۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ آئندہ لوگوں کو اس کی حقیقت سے آگاہ کریں کہ اس نے کیا دعوے کئے۔ اس کی تحریروں کی روشنی میں کیا تھی اور کس کام کے لئے تیار کیا گیا تھا۔ اسلام اور عالم اسلام کو کس طرح کتنا نقصان پہنچایا۔ تاکہ لوگ اس کے جال اور اس کی چالوں سے باخبر ہوسکیں۔ قادیانی استخارہ کے نام پر عام مسلمانوں کو تباہ کر کے یہ تاثر دیتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کو حضرت نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت کے بارے میں شک وشبہ میں مبتلا کر دیں اور اس طرح کسی مردود اور گمراہ سے عقیدت پیدا کر لیں۔ حالانکہ اسلام میں کسی نئے نبی کی آمد کا تصور ہی کفر سے بدتر ہے۔ اس کے علاوہ ایک بات یہ بھی ذہن نشیں رکھئے کہ قادیانی مسلمانوں کو سحر، جادو اور مسمریزم اور دوسرے سفلی عملیات کے ذریعہ مرعوب اور گمراہ کرنے کا طریقہ اختیار کرتے ہیں۔ جس سے اکثر مسلمان مبلغ بے خبر ہیں اور دشمن اسلام حربے اور حرص لالچ سبز باغ دکھا کر لوگوں کو نئے جال اور اپنی خطرناک چال سے شکار کرتے رہتے ہیں۔ ان حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے مسلمانوں کو عقیدۂ ختم نبوت کی اشاعت اور اس کے مخالفین کی تمام سرگرمیوں کا جائزہ لیتے رہنا چاہئے اور پاکستان میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان سے رابطہ رکھنا چاہئے۔ اس کے علاوہ تمام مکتبۂ فکر کے جید علماء دینی مدارس سے بھی اس سلسلہ میں رابطہ رکھنا چاہئے۔

نوٹ...... اس کے علاوہ امریکہ، افریقہ اور یورپین مغربی ممالک میں بھی عام مسلمانوں کے گھروں پر کیسٹ اور کتابچے بذریعہ ڈاک ارسال کر کے ان کو قادیانی اشتعال انگیز لٹریچر روانہ کرتے رہتے ہیں۔

''میری امت میں تیس کذاب پیدا ہوں گے۔ ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ نبی ہے۔ حالانکہ میں خاتم النّبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔''

(ارشاد آنحضرت ﷺ ابوداؤد ج۲ص۲۳۴، باب الفتن، ترمذی ج۲ص۴۵، ابواب الفتن، حدیث صحیح)

قادیانیت کا سیکنڈ ایڈیشن، لاہوری گروہ

مرزاغلام احمد قادیانی کے مرنے کے بعد حکیم نورالدین بھیروی (سرگودھا)، قادیانیوں کا پہلا خلیفہ بنا۔ یہ بات کم حضرات کو معلوم ہوگی کہ دراصل مرزاغلام احمد قادیانی کی پشت پر حکیم نورالدین بھیروی ہی کام کر رہا تھا۔ کیونکہ یہ شخص بڑا عالم فاضل اور بہت سے علوم اور فنون کا ماہر تھا اور حکیم حاذق تھا۔ مگر مرزاقادیانی کا ہم عقیدہ ہونے کی وجہ سے خارج از اسلام تھا۔ اس نے مرزاقادیانی کی بہت سی پوشیدہ بیماریوں کا بڑی مہارت سے علاج بالمثل کیا تھا۔ اسی لئے قادیانیوں نے مرزاقادیانی کے مرنے کے بعد اس کو اپنا گرو تسلیم کر لیا تھا۔ مگر اس کے بعد محمد علی لاہوری ایم.اے نے اس سے اختلاف کرتے ہوئے قادیان سے لاہور منتقل ہو کر مسلمانوں کو گمراہ کرنے اور دھوکہ دینے کے لئے ایک نہایت خطرناک نیا حربہ استعمال کیا۔ تاکہ وہ سادہ لوح مسلمانوں اور جدید تعلیم یافتہ لوگوں کو ارتداد کے نئے جال میں پھنسانے اور ان کے دلوں سے مرزائیوں کی طرف سے انکار ختم نبوت کی وجہ سے پیدا شدہ نفرت کو ختم یا کم کر سکے۔ جب کہ یہ لاہوری محمد علی کافی عرصے تک مرزاقادیانی کے ساتھ الحاد زندیقت اور ضلالت پھیلانے میں اس کے ساتھ شریک رہا تھا اور مرزاقادیانی کے تمام اسلام دشمن دعوے کفریہ عقائد، انکار ختم نبوت، وفات عیسیٰ، تنسیخ جہاد، تحریف قرآن، انبیاء کرام کی توہین اور اسلام پر بداعتمادی میں اس کا حامی تھا۔ حالانکہ اس نے اپنے عقائد کی وضاحت پر بھی مرزاقادیانی کے تمام کفریہ عقائد سے تائب اور رجوع ہونے کا اعلان نہیں کیا۔ صرف ایک فراڈ کے لئے اس نے بیان دیا کہ ہم مرزاغلام احمد قادیانی کو نبی نہیں مسیح موعود مہدی اور مجدد مانتے ہیں۔ گویا لاہوری پارٹی کا دعویٰ ہے کہ وہ مرزاقادیانی کو نبی نہیں مانتی۔ بلکہ صرف مجدد مانتی ہے اور غیر احمدیوں کو کافر کی بجائے فاسق قرار دیتی ہے۔ یہ کس قدر جعل سازی اور مغالطہ ہے۔ ایک شخص جب دائرہ اسلام سے بہت سے کفریہ عقائد کے علاوہ دعویٰ نبوت کی بناء پر کافر اور مرتد قرار دیا جا چکا ہو وہ پھر کس طرح مہدی، ہادی، مسیح موعود اور مجدد بن سکتا ہے۔ ایسا آدمی تو مسلمان کیا انسانیت سے بھی گر چکا ہے۔ جو شرعی طور پر واجب التعزیر تھا۔ اس کو مسلمان کہنا بھی کفر ہے اور اس کے ہم عقیدہ لوگوں کو مسلمان سمجھنا بھی کفر

ہے۔ لاہوری پارٹی کے مندرجہ بالا بیانات کس قدر پرفریب اور مغالطہ پرمبنی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے اور خبردار ہو جائیے۔ وہ لوگ جو مرزا غلام احمد قادیانی کے ہاتھ پر بیعت نہیں مگر انہیں کافر اور کاذب بھی نہیں کہتے۔ ایسے لوگ بلاشبہ اس کے نزدیک کافر نہیں، فاسق ہیں۔

(النبوۃ فی الاسلام ص۲۱۵، مطبوعہ لاہور)

محمد علی لاہوری ایک اور جگہ لکھتے ہیں کہ: ’’اور مسیح موعود کی تحریروں کا انکار در حقیقت مخفی رنگ میں خود مسیح موعود کا انکار ہے۔‘‘ (النبوۃ فی الاسلام طبع دوم لاہور)

اسی طرح لاہوری پارٹی کے پارٹی کے ایک مناظر اختر حسین گیلانی لکھتے ہیں کہ: ’’جو تکذیب کرتا ہے۔ ان کے متعلق ضرور فرمایا کرتے کہ ان پر فتویٰ کفر لوٹ پڑتا ہے۔ کیونکہ تکذیب کرنے والے حقیقتاً مفتری قرار دے کر کافر ٹھہراتے ہیں۔‘‘ (مباحثہ راولپنڈی ص۲۵۱، مطبوعہ قادیان)

ان تحریروں کو ملاحظہ کرنے کے بعد کوئی غیرت مند مسلمان لاہوری قادیانیوں کو مسلمان کے قریب بھی تصور نہیں کرسکتا۔ چہ جائیکہ اسے مقام مجدد اور مسیح موعود بنادیا جائے۔ بعض لوگ خاص طور پر امریکہ برطانیہ اور فرانس میں اس گروہ کا لاعلمی کی وجہ سے شکار ہو رہے ہیں۔ حالانکہ یہ ایک کفر اور ارتداد کا چور دروازہ ہے جو مرزائیوں نے اپنی ناکامی نامرادی اور رسوائی پر جدید طرز پر تیار کیا ہے۔ ان کی تاویلات اور تحریفات مرزا قادیانی سے بڑھ کر ہیں۔ اس لئے برصغیر کے مسلمانوں سے زیادہ بیرونی مسلمانوں کو ان سے زیادہ محتاط رہنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ان کے شر اور فساد و فتنے سے ہمیں محفوظ فرمائیے۔ آمین!

اسلامی شعائر کا غلط استعمال اور بے حرمتی

قادیانیوں کی چوری اور سینہ زوری

غیرمسلم قادیانیوں کی زیادتی اب روزمرہ کا معمول بن چکا ہے۔ وہ کبھی کلمہ طیبہ کا بیج لگاتے ہیں۔ اب کبھی آذان اور مسجد کا ذکر کرتے ہیں۔ کبھی قرآن کریم کی آیات پڑھتے ہیں۔ حالانکہ انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ یہ سب خالص اسلامی شعار ہیں اور صرف ایک مسلم ہی کو زیب دیتا ہے کہ وہ کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ورد کرے اپنی عبادت گاہ کو مسجد کہے اور اذان اور قرآن کریم کی تلاوت کرے اس کے علاوہ کسی غیرمسلم اور مرتد کو ہرگز ان کے استعمال کا کوئی حق نہیں۔ کیونکہ جب پوری طرح امت مرزائیہ کا کفر اور ارتداد ظاہر ہوگیا ہے تو ان کو ان پاکیزہ کلمات کے استعمال کا کوئی حق نہیں۔ دنیا کو معلوم ہے کہ مسلمانوں کو عیسائیوں کی مذہبی اصطلاحیں استعمال

کرنے کا کوئی حق نہیں۔ اسی طرح کسی یہودی کو عیسائی یا ہندوؤں کی مذہبی اصطلاح کے استعمال کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ کسی غیر فوجی کو فوجی وردی اور اس کے دیگر تمغات کا کوئی حق نہیں۔ کسی امریکی کو روسی یا کمونسٹ نظریات کا پرچار اور اس کے پروگرام یا مونوگرام وغیرہ کے استعمال کا کوئی حق حاصل نہیں۔ کسی مسلمان کو یہودی یا قادیانی پارسی یا ہندو کے مذہبی شعار کے استعمال کا کوئی حق حاصل نہیں۔ اسی طرح یہ بات بھی واضح طور پر معلوم ہونی چاہئے کہ کسی قادیانی یا مرزائی کو اسلامی شعائر کے استعمال کا کوئی حق حاصل نہیں۔ اب اگر وہ خارج از اسلام ہونے کے بعد بھی اسلام کی اصطلاح استعمال کرتا ہے وہ مجرم ہے اور اسے قانونی اور شرعی سزا دینا اور جمہوری اور دیگر حکومتوں کا فریضہ ہے۔ کیونکہ ان سے تمام مسلمانوں کی دل آزاری ہوتی ہے اور اسلامی غیرت، حمیت اور شریعت کے خلاف اس حرکت کو کسی طرح بھی برداشت نہیں کیا جاسکتا۔ اب قادیانی عوامی اخلاقی شرعی اور قانونی طور پر مرتد قرار پانے کے بعد اپنی حرکتوں سے باز نہیں آتے اور بضد ہیں تو مسلمانوں اور اسلامی حکومت کو جو اقدام کرنا چاہئے تھا وہ کیا تو مرزائیوں نے دنیا میں انسانی حقوق اور سیاسی پناہ کے نام پر اپنی مظلومیت کا پروپیگنڈہ کر کے آسمان سر پر اٹھائے ہوئے ہیں۔ ان کو شرم آنی چاہئے کہ جب تم نے خود ہی رسول اللہ ﷺ سے رشتہ منقطع کر لیا اور دین اسلام سے انحراف کر لیا ہے تو پھر تمہاری کیا حیثیت ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی جعلی نبوت کا شکار ہونے کے بعد مسلمان تو کیا صحیح انسانیت بھی باقی نہیں رہتی۔ اس لئے کسی مرزائی قادیانی لاہوری کو دین اسلام اور حضرت نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کو جعل سازی کے لئے اور دھوکہ بازی کے لئے استعمال کرنا ناقابل معافی جرم ہے۔ مرزائی قادیانی دراصل بیرونی ممالک میں ان اسلامی شعائر کو استعمال کر کے وہاں کے عوام میں یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ وہ اب بھی مسلمان ہیں۔ مگر ان کی اسلام دشمن سرگرمیوں سے اب ہر جگہ عوام وخواص باخبر ہو چکے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان عوام کے مطالبے پر حکومت نے ان کے اسلامی شعائر کے استعمال پر سخت پابندی عائد کر دی ہے۔ جس کی تمام مسلمانوں نے تحسین کی ہے۔ اسی کتاب کے آخری صفحات پر ان سرکاری حکومتوں کی فوٹو کاپی ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ گزشتہ چند سالوں سے قادیانی شرارت اور اشتعال پھیلانے کے لئے ان حرکتوں کی وجہ سے ذلت اور رسوائی اٹھا کر سزایاب بھی ہوئے ہیں۔ ہم دنیا کے تمام غیرت مند مسلمانوں سے اپیل کرتے ہیں کہ جہاں کہیں قادیانی اس قسم کی تخریب کاری میں ملوث ہوں۔ انہیں گرفتار کرائیں اور ان کے ناپاک عزائم کو ناکام بنائیں۔

مرزا قادیانی کی کہانی خود اس کی زبانی

مسلمانوں کو مرزا قادیانی سے کبھی کوئی بغض وعناد ذاتی یا کسی اور وجہ سے نہیں تھا۔ بلکہ خود اس کی اپنی سابقہ اور گزشتہ حالت متضاد رہی ہے۔ کس کس بات کا ذکر کیا جائے اور کیا کیا بتایا جائے۔ کتنے حوالے تحریر کئے جائیں۔ گالیوں، کفر، فحش کبر وغرور، شرم وحیاء کے واقعات سنائے جاتے۔ جنہیں ذکر کرتے ہوئے بھی انسان شرماتا ہے۔ مگر مرزا قادیانی اور اس کی ذریت کو کبھی ان پر غور کرنے کا موقعہ نہیں ملتا ہے۔ وہ ذرا آئینہ قادیانیت میں اپنا چہرہ ملاحظہ فرمائیں تو ان پر حقیقت واضح ہو کہ وہ کیا ہیں۔ مرزا قادیانی کیا تھا۔ خود لکھتا ہے کہ: ’’چونکہ میں جس کا نام غلام احمد اور باپ کا نام غلام مرتضٰی قادیانی ضلع گورداسپور پنجاب کا رہنے والا فرقہ کا پیشوا ہوں۔ جو پنجاب کے اکثر مقامات میں پایا جاتا ہے اور نیز ہندوستان کے اکثر اضلاع حیدرآباد، بمبئی، مدراس اور ملک اور شام اور بخارا میں بھی میری جماعت کے لوگ موجود ہیں۔ لہٰذا قرین مصلحت سمجھتا ہوں کہ یہ مختصر رسالہ اس غرض سے لکھوں کہ اس محسن گورنمنٹ کے اعلیٰ افسر میرے حالات اور میری جماعت کے خیالات سے واقفیت پیدا کریں۔ یہ مؤلف تاج عزت ملکہ معظّمہ قیصرہ ہند دام اقبالہ کا واسطہ ڈال کر بخدمت گورنمنٹ عالیہ انگلش کے اعلیٰ افسروں اور معزز حکام کے باادب گذارش کرتا ہوں کہ براہ کرم غریب پروری اور کرم گستری اس رسالہ کو اوّل سے آخر تک پڑھا جائے یا سن لیا جائے۔‘‘ آگے لکھتا ہے کہ: ’’میں تاج عزت عالی جناب حضرت مکرمہ ملکہ معظّمہ قیصرہ ہند دام اقبال کا واسطہ دیتا ہوں کہ اس رسالہ کو ہمارے حکام عالی مرتبہ توجہ اوّل سے آخر تک پڑھیں۔‘‘

’’میں کہتا ہوں کہ میری پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء سکھوں کے آخری وقت میں ہوئی۔

(کتاب البریہ ص۱۵۹، خزائن ج۱۳ ص۱۷۷) میں تفصیل ملاحظہ کریں۔ خود خاندان کے بارے میں لکھتا ہے کہ میرے والد مرزا غلام مرتضٰی صاحب دربار گورنری میں کرسی نشیں بھی تھے اور سرکار انگریزی کے ایسے خیر خواہ اور دل کے بہادر تھے کہ مفسدہ ۱۸۵۸ء میں پچاس گھوڑے اپنی گرہ سے خرید کر اور پچاس جوان جنگجو بہم پہنچا کر اپنی حیثیت سے زیادہ اس گورنمنٹ عالیہ کی مدد کی تھی۔‘‘

(تحفہ قیصریہ ص۱۸، خزائن ج۱۲ ص۲۷۰)

اپنے مرض کی حالت بیان کرتا ہے اور حکیم نورالدین کو خط میں لکھتا ہے: ’’جس قدر ضعف دماغ کے عارضہ میں عاجز مبتلا ہے۔ مجھے یقین نہیں کہ آپ کو ایسا ہی ہو۔ جب میں نے شادی کی تھی تو مدت تک مجھے یقین رہا کہ میں نامرد ہوں۔‘‘ المکتوب حکیم نورالدین کو ایک خط میں لکھتا ہے۔ (المکتوب ج۵ مکتوبات احمدیہ خط۱۴)

وہ دوائیں جس میں مروارید داخل ہیں جو کسی قدر آپ دے گئے تھے۔ اس کے استعمال سے بفضل تعالیٰ مجھ کو فائدہ ہوا۔ قوت باہ کو ایک فائدہ یہ دوا پہنچاتی ہے اور مقوی معدہ اور کاہلی سستی کو دور کرتی ہے اور کئی عوارض کو نافع ہے۔ آپ ضرور استعمال کر کے مجھ کو اطلاع دیں۔ مجھ کو تو یہ بہت موافق آ گئی۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوے اور بدکلامی ولن ترانیوں کی جھلکیاں

مرزا غلام احمد قادیانی کون تھا اور کس قماش کا اس کا مزاج تھا۔ اس کی ذہنیت اور اس کی طبیعت میں اور فطرت میں کیا کیا باتیں پوشیدہ تھیں جو اس کو ان چیزوں پر مجبور کرتی تھیں کہ وہ لوگوں میں ان کا اظہار کرے۔ مندرجہ ذیل تحریریں اس کی عکاسی کرتی ہیں جو اس کی کتابوں سے علماء کرام نے مسلمانوں کے سامنے پیش کی ہیں۔ ان واقعات اور حالات کے بعد بھی اگر کوئی قادیانی یا لاہوری کا شکار ہوتا ہے تو اس کو جان لینا چاہئے کہ وہ خدا کے غضب اور عذاب میں مبتلا ہے۔

دعوے

۱...... ’’میں مسیح موعود ہوں اور وہی ہوں جس کا نام سرور انبیاء نے نبی اللہ رکھا ہے۔‘‘

(نزول المسیح ص۴۹، خزائن ج۱۸ ص۴۲۷)

۲...... ’’اس واسطہ کو ملحوظ رکھ کر اور اس میں ہو کر اور اسی نام محمد اور احمد میں رسول بھی ہوں اور نبی بھی۔‘‘ (ایک غلطی کا ازالہ ص۴، خزائن ج۱۸ ص۲۱۱)

۳...... ’’اس امت میں آنخضرت ﷺ کی پیروی کی برکت سے ہزارہا اولیاء ہوئے ہیں اور ایک وہ بھی ہیں جو امتی بھی ہے اور نبی بھی۔‘‘ (حقیقت الوحی ص۲۸، خزائن ج۲۲ ص۳۰)

۴...... ’’صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا ہے۔‘‘

(حقیقت الوحی ص۱۵۰، خزائن، خزائن ج۲۲ ص۱۵۴)

۵...... ’’سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔‘‘

(دافع البلاء ص۱۱، ۱۰۷، خزائن ج۱۸ ص۲۳۱)

۶...... ’’حق یہ ہے کہ خدا کی وہ پاک وحی جو میرے اوپر نازل ہوتی ہے اس میں ایسے لفظ رسول مرسل اور نبی کے موجود ہیں نہ کہ ایک دفعہ بلکہ ہزار دفعہ۔‘‘

(ایک غلطی کا ازالہ ص۲، خزائن ج۱۸ ص۲۰۶)

۷...... ''میں رسول اور نبی ہوں۔ یعنی باعتبار ظلیت کاملہ کے میں وہ آئینہ ہوں جس میں محمدی شکل اور محمدی نبوت کا کامل انعکاس ہے۔'' (نزول المسیح ص ۳ حاشیہ، خزائن ج ۱۸ ص ۳۸۱)

۸...... ''پس باوجود اس شخص (مسیح موعود) کے دعوائے نبوت کے جس کا نام ظلی طور پر محمد واحمد رکھا گیا ہے۔ پھر بھی سیدنا محمد خاتم النّبیین ہی رہا۔'' (ایک غلطی کا ازالہ ص ۵، خزائن ج ۱۸ ص ۲۰۹)

۹...... ''میں کوئی نیا نبی نہیں۔ مجھ سے پہلے سینکڑوں نبی آچکے ہیں۔''

(الحکم مورخہ ۱۰/اپریل ۱۹۰۸ء)

۱۰...... ''خدا کی مہر نے یہ کام کیا کہ آنحضرت ﷺ کی پیروی کرنے والا اس درجہ کو پہنچا کہ ایک پہلو سے وہ امتی ہے اور ایک پہلو سے نبی۔'' (حقیقت الوحی ص ۹۶ حاشیہ، خزائن ج ۲۲ ص ۹۹)

۱۱...... ''میرے نزدیک نبی اس کو کہتے ہیں جس پر خدا کا کلام یقینی وقطعی بکثرت نازل ہو جو غیب پر مشتمل ہو خدا نے میرا نام نبی رکھا۔ مگر بغیر شریعت۔'' (تجلیات الٰہیہ ص ۲۰، خزائن ج ۲۰ ص ۴۱۲)

۱۲...... ''میں آدم ہوں، شیث ہوں، نوح ہوں، میں ابراہیم ہوں، میں اسحاق ہوں، میں اسماعیل ہوں، میں یعقوب ہوں، میں یوسف ہوں، میں موسیٰ ہوں، میں داؤد ہوں، میں عیسیٰ ہوں اور حضرت ﷺ کے نام کا مظہر اتم ہوں۔ یعنی ظلی طور پر میں محمد اور احمد ہوں۔''

(حقیقت الوحی ص ۷۲، خزائن ج ۲۲ ص ۷۶)

۱۳...... ''ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے۔''

(دافع البلاء ص ۲۰، کزائن ج ۱۸ ص ۲۴۰، درثمین ص ۵۳)

۱۴......

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں | اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شان میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل | غلام احمد کو دیکھئے قادیاں میں

(از قاضی ظہور الدین اسماعیل قادیانی منقول از اخبار پیغام صلح مورخہ ۱۴/مارچ ۱۹۱۴ء)

اب ملاحظہ فرمائیں اپنے نہ ماننے والے مسلمانوں کو گالیاں اور ان کی تکفیر

۱۵...... ''جو شخص تیری پیروی نہیں کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہیں ہوگا اور تیرا مخالف رہے گا وہ خدا اور رسول کی مخالفت کرنے والا جہنمی ہے۔''

(اشتہار معیار الاخیار، مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۲۷۵)

۱۶...... ’’کل مسلمانوں نے مجھے قبول کرلیا ہے اور میری دعوت کی تصدیق کرلی ہے۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۲۷۵)

۱۷...... ’’جو شخص میرا مخالف ہے وہ عیسائی ہے یہودی ہے مشرک ہے۔‘‘ (تذکرہ ص۲۲۷)

۱۸...... ’’بلاشبہ ہمارے دشمن بیابانوں کے خنزیر ہوگئے ہیں اور ان کی عورتیں کتیوں سے بھی بڑھ گئی ہیں۔‘‘ (نجم الہدیٰ ص۵۳، خزائن ج۱۴ ص۵۳)

۱۹...... ’’جو شخص...... ہماری فتح کا قائل نہ ہوگا تو صاف سمجھا جائے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے۔‘‘ (انوار الاسلام ص۳۰، خزائن ج۹ ص۳۱)

۲۰...... ’’ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں۔‘‘

(حقیقت الوحی ص۱۶۳، خزائن ج۲۲ ص۱۶۷)

۲۱...... ’’مجھے کافر ٹھہرا کر اپنے کفر پر مہر لگادی۔‘‘ (حقیقت الوحی ص۶۴، خزائن ج۲۲ ص۱۲۸)

مرزا قادیانی کی لن ترانیاں اور بدزبانی

۲۲...... ’’اس خدا کی تعریف جس نے مسیح ابن مریم بنایا۔‘‘ (اربعین ص۳۲، خزائن ج۱۷ ص۳۸۱)

۲۳...... حضرت مریم ہونے کا دعویٰ۔ ’’پہلے خدا نے میرا نام مریم رکھا اور اس کے بعد یہ کیا کہ اس مریم میں خدا کی طرف سے روح پھونکی گئی ہے اور پھر روح پھونکنے کے بعد مریمی مرتبہ عیسوی مرتبہ کی طرف منتقل ہوگیا اور اس طرح مریم سے عیسیٰ پیدا ہوکر ابن مریم کہلایا۔‘‘

(کشتی نوح ص۴۶، ۴۷، خزائن ج۱۹ ص۵۰)

کرشن اور آریوں کا بادشاہ ہونے کا دعویٰ

۲۴...... ’’آریہ لوگ کرشن کے ظہور کا ان دنوں میں انتظار کرتے ہیں۔ وہ کرشن میں ہوں اور یہ دعویٰ صرف میری طرف سے نہیں بلکہ خدا نے بار بار میرے پر ظاہر کیا ہے کہ جو کرشن آخری زمانہ میں ظاہر ہونے والا تھا وہ تو ہی ہے اور آریوں کا بادشاہ۔‘‘

(تتمہ حقیقت الوحی ص۸۵، ۸۶، خزائن ج۲۲ ص۵۲۱، ۵۲۲)

۲۵...... ’’حجر اسود ہونے کا دعویٰ اور بیت اللہ ہونے کا دعویٰ الہامی وہ الہام یہ ہے کہ یکے پائے من میں بوسیدہ و من می گفتم کہ حجر اسود منم۔‘‘ (حاشیہ اربعین نمبر۴ ص۱۵، خزائن ج۱۷ ص۴۴۵)

۲۶...... بیت اللہ ہونے کا دعویٰ: ’’خدا نے اپنے الہامات میں میرا نام بیت اللہ بھی رکھا ہے۔‘‘
(حاشیہ اربعین نمبر۴ص۱۵، خزائن ج۱۷ص۴۴۵)

مرزا قادیانی کی موت

لاہور میں ایک ماہ شدید بیمار رہنے کے بعد اچانک دست و قے کی وجہ سے ہلاک ہوئے۔ اس دن ۲۶؍مئی ۱۹۰۸ء ساڑھے دس بجے صبح کا وقت تھا۔
(حوالہ ضمیمہ اخبار الحکیم مورخہ ۲۸؍مئی ۱۹۰۸ء)

قومی ڈائجسٹ قادیانیت نمبر جولائی ۱۹۸۴ء، مکہ و مدینہ کی برابر کے لئے مرزا کا یہ شعر ملاحظہ ہو۔

زمین قادیان اب محترم ہے
ہجوم خلق سے ارض حرم ہے

(درثمین اردو ص۴۹)

اپنے قبرستان کو بہشتی مقبرہ قرار دیا گیا۔ کشفی رنگ میں وہ مقبرہ مجھے دکھایا گیا جس کا نام خدا نے بہشتی مقبرہ رکھا ہے اور پھر الہام ہوا روئے زمین کے تمام مقابر اس زمین کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ (مرزا قادیانی کے مکاشفات ص۵۹، از منظور الٰہی، قومی ڈائجسٹ ۱۹۸۴ء)

ایک اور جگہ لکھتا ہے: ’’خاکسار عرض کرتا ہے کہ گورنمنٹ برطانیہ کے ہم لوگوں پر بڑے احسانات ہیں۔ ہمیں دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اس فتنوں سے محفوظ رکھے۔‘‘
(سیرت المہدی حصہ اوّل ص۶۱)

مرزا قادیانی میں حیض کا خون ہونا اور پھر اس کا بچہ ہونا

’’منشی الٰہی بخش کی نسبت یہ الہام ہوا۔ یہ لوگ خون حیض تجھ میں دیکھا چاہتے ہیں۔ یعنی ناپاکی اور پلیدی اور خباثت کی تلاش میں ہیں اور خدا چاہتا ہے کہ جو اپنی متواتر نعمتیں جو تجھ پر ہیں۔ دکھلا دے اور خون حیض سے تجھے کیونکر مشابہت ہو اور وہ کہاں تجھ میں پانی ہے۔ پاک تغیرات نے اس خون کو خوبصورت لڑکا بنا دیا اور وہ لڑکا جو خون سے بنا میرے ہاتھ سے پیدا ہوا۔‘‘
(حاشیہ اربعین نمبر۴ص۱۹، خزائن ج۱۷ص۴۵۲)

مرزا قادیانی کا ایک شعر ملاحظہ فرمائیں اور غور کریں۔

کرم خاکی ہوں میرے پیارے نہ آدم زاد ہوں
ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

(براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۹۷، خزائن ج۲۱ ص۱۲۷)

مرزا قادیانی خدا ہونے کا دعویٰ ”میں نے ایک کشف میں دیکھا کہ میں خدا ہوں۔ یقین کیا وہی ہوں۔“ (تذکرہ ص۱۹۳)

ایک اور دعویٰ میں نے (مرزا قادیانی) پہلے آسمان اور زمین کو اجمالی صورت میں پیدا کیا۔ (تذکرہ ص۱۹۳)

سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں گستاخی ”آپ کے خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے۔ تین دادیاں اور تین نانیاں زنا کار تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔ (ضمیمہ انجام آتھم ص۷ حاشیہ، خزائن ج۱۱ ص۲۹۱)

اور ایک جگہ لکھتا ہے کہ یہ یاد رہے کہ: ”آپ کو کسی قدر جھوٹ بولنے کی عادت تھی۔ آگے اس کے ناپاک اور گستاخی جملے نقل کرتے ہوئے شرم آتی ہے کہ یہ کس قدر عجیب وغریب تھا۔ جس نے خدا کے برگزیدہ رسولوں اور انبیاء اور خاندان نبوت ﷺ کے مقابلے میں اپنی بیویوں کو ام المؤمنین اور اپنے گماشتے کو صحابی اور اپنی عبادت گاہ کو مسجد اقصیٰ اور اپنے آپ کو رسول اور نبی کہلاتا رہا ہے۔ مسلمانوں کو عمر بھر گالیاں دیتا ہوا اور بڑے بڑے دعوے کرتے ہوئے ہلاک ہوا۔

قادیانیوں کو دعوت اسلام

تمام قادیانیوں کو یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ مسلم عوام اور علماء کرام کو ان سے کسی قسم کا بغض عناد یا دشمنی نہیں ہے۔ وہ تو صرف ان کی خیر خواہی کے لئے قرآن وسنت کی روشنی میں مرزا غلام احمد قادیانی کے دجل، مکروفریب اور انبیاء کرام پر الزام تراشی، کذب وافتراء، اسلاف پر بداعتمادی، بدکلامی اور اسلام کے خلاف اس کی تحریف وتاویلات کا جواب بڑے احسن طریقے سے دیتے رہے ہیں۔ اس کے علاوہ اس کے جھوٹے دعوے متضاد باتیں اہل حق کا تمسخر اور اس کی لن ترانیوں اور اس کے پیدا کردہ فتنہ وفساد سے مسلم عوام کو آگاہ کرتے ہیں اور اس کی

اصلاح کرتے رہے ہیں۔ کیونکہ مسلم عوام اور علماء کرام نے کوئی زیادتی نہیں کی ہے۔ بلکہ وہ اپنی دینی اور اخلاقی ذمہ داری پوری کرتے ہیں۔ اس کے برعکس قادیانی گروہ ابھی تک اپنی حرکتوں سے باز نہیں آیا۔ وہ کسی قسم کی صحیح بات اور حقیقت کو تسلیم نہیں کرتا ہے۔ نہ تو قرآن وسنت کی واضح حقیقتوں کو تسلیم کرتا ہے اور نہ ہی سرکاری عدالتوں اور قومی اسمبلی کے قانونی اور جمہوری فیصلوں کو تسلیم کرتا ہے۔ یہاں تک کہ وفاقی شرعی عدالت اور سپریم کورٹ کے فیصلوں کو بھی نہیں مانتا ہے۔ حالانکہ پوری دنیا کو معلوم ہے کہ اسلام دنیا میں تمام مسلم ممالک نے انہیں غیر مسلم اور خارج از اسلام قرار دے دیا ہے۔ ایسے حالات میں انہیں ان مذکورہ فیصلوں کو تسلیم کر لینا چاہئے تھا۔ آپ کو مرزا غلام احمد قادیانی کی کتابوں اور اس کے حالات کا علم ہوگا اور اس کے ذاتی مذہبی اور اخلاقی کرتوت بھی معلوم ہوں گے۔ اب آپ اپنے ضمیر سے معلوم کریں کے آپ کس پوزیشن میں ہیں۔ آپ کو کیا کرنا ہے۔ آپ اپنی ہر طرح حیثیت کیفیت کو بھی ملاحظہ فرمائیں۔ دوسری جانب سید المرسلین خاتم النّبیین حضرت محمد ﷺ کی ذات اقدس میں عصمت، عظمت اور جامعیت، محبت وشفقت، شفاعت ورحمت اور مقام ختم نبوت کو ملاحظہ فرمائیں۔ یہاں کیا کمی ہے؟ اگر آپ ہی آنکھیں بند کرلیں تو اس کا کیا علاج۔ اب بھی وقت ہے کہ ظاہری، باطنی آنکھیں کھولیں۔ صبح کا بھولا شام کو گھر واپس آجائے تو اسے بھولا ہوا نہیں کہتے۔ اسلام کا در رحمت ہر وقت کھلا ہوا ہے۔ مرنے سے پہلے حضور اکرم ﷺ کے دامن رحمت سے وابستہ ہو جائیں اور مسلمانوں کی اسلامی برادری میں شامل ہو جائیں۔ آپ کی تمام پریشانیوں اور بے چینیوں، ذلت اور رسوائی، گمراہی کا واحد علاج یہی ہے۔ یہ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ آج تمام دنیا کے لوگ تو خاتم النّبیین ﷺ کے دامن رحمت میں آنے کے لئے بے چین ہوں اور ایک بدنصیب گروہ کفر وارتداد کے گڑھے میں گر رہا ہو۔ یہ بڑی عبرت کا مقام ہے۔ آیئے! ضد اور تعصب چھوڑ کر خاتم النّبیین ﷺ کی ختم نبوت پر صدق دل سے اور صحیح طرح ایمان لے آیئے اور اللہ تعالیٰ کے آخری پسندیدہ دین، دین اسلام میں داخل ہو جایئے۔ آپ کو معلوم ہے کہ مسلم عوام اور علمائے کرام نے بڑے خلوص اور جانفشانی سے آپ کو اصل حقائق بتاتے رہے ہیں اور پوری خیرخواہی سے دعوت اسلام دیتے رہے ہیں۔ امید ہے کہ آپ ہماری مخلصانہ گذارشات کو شرف قبولیت سے نوازیں گے اور ہمارے ساتھ مل کر اشاعت اسلام کی اہم خدمت کا فریضہ انجام دیں گے۔ آمین!

خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں

قادیان کا راز کھل گیا

مولانا ابو زرین عبد المتین جھنگی صاحب

تفصیلی فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	خدا تعالیٰ	۴۰۲
۲	سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ	۴۰۳
۳	حضرت عیسیٰ علیہ السلام	۴۰۳
۴	بی بی مریم علیہا السلام	۴۰۴
۵	سابق انبیاء علیہم السلام	۴۰۴
۶	حضرت علیؓ	۴۰۵
۷	امام حسینؓ	۴۰۵
۸	حضرت فاطمۃ الزہراءؓ	۴۰۶
۹	صحابہ کرامؓ	۴۰۶
۱۰	قرآن کریم	۴۰۷
۱۱	حدیث شریف	۴۰۷
۱۲	مکہ اور مدینہ منورہ	۴۰۷
۱۳	سادات اور اولیاء کرام اور پیران عظام	۴۰۸
۱۴	حضرت میاں صاحب دہلویؒ	۴۰۸
۱۵	پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑویؒ	۴۰۸
۱۶	مولانا رشید احمد گنگوہی ودیگر علماء	۴۰۹
۱۷	حضرت مولانا ابوالوفاؒ، مولانا محمد حسین بٹالویؒ	۴۱۰
۱۸	ملتان کے طلباء کرام، مدارس دینیہ	۴۱۰
۱۹	گدی نشینان، وکلاء، افسران، ملازمین اور باقی تمام مسلمان مرد اور عورتیں	۴۱۰
۲۰	سفید جھوٹ	۴۱۱
۲۱	عجائبات	۴۱۲
۲۲	حیات عیسیٰ علیہ السلام	۴۱۳
۲۳	ختم نبوت	۴۱۵
۲۴	فتاویٰ علماء کرام ملتان	۴۱۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''الحمد ﷲ وحدہ والصلوٰۃ علیٰ من لا نبی بعدہ مع الہ وصحبہ''

ہر مسلم انسان سے یہ بات مخفی نہیں کہ نبیوں کی جماعت معصوم اور نہایت مہذب ہوا کرتی ہے۔ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتی۔ بلکہ صرف اتنا ہی کہہ دیتے ہیں۔ ''اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون''(حدیث بخاری شریف ص۵۰۳) میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ فداہ ابی وامی نے کبھی اپنی ذات کا بدلہ نہیں لیا۔ ونیز گالیاں وغیرہ دینا بھی نبیوں کا کام نہیں ہوتا۔ (بخاری شریف ص۵۳۱) بلکہ یہ منافق کی علامت ہے کہ ''اذا خاصم فجر''(بخاری ص۴۵۱) یعنی جب کسی سے جھگڑے تو گالیوں سے کام لے۔ مگر ہماری بدقسمتی سے ہمارے پنجاب میں ایسا شخص مدعی نبوت مبعوث ہوا ہے جو پہلے نبیوں اور اس کے درمیان کچھ بھی مشابہت نہیں بلکہ ''بینھما بون بعید'' پادری عمادالدین کے ساتھ کچھ مخاصمۃ واقع ہوئی تو اس کو ہزار لعنت سنادی۔ ایک گھنٹہ وقت کا اور سوا دو ورقے کتاب کے ضائع کر دیئے۔ چنانچہ فرمایا:''لعنت، لعنت''

(نور الحق ج۲ ص۱۱۸ تا ۱۲۲، خزائن ج۸ ص۱۵۸ تا ۱۶۲)

یہ بیسواں حصہ ہے۔ آگے ہزار تک خود یاد کرلو مجھے تو لکھنے سے شرم آتی ہے۔

نوٹ...... شریعت کا مسئلہ ہے کہ قرآن کریم کو پڑھا جائے تو ہر ہر حرف کے بدلے دس دس نیکیاں ملتی ہیں۔ بلکہ ہر ایک کام کا یہی اجر ہے۔ چنانچہ فرمایا:''من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالھا'' پس مرزا قادیانی کو نبی ماننے والے اگر ہر صبح کو یہی وظیفہ پڑھ لیا کریں تو چالیس ہزار نیکوں کے مستحق ہو جایا کریں گے۔

نوٹ...... اس رسالہ میں مرزا قادیانی کی ۲۶ کتابوں سے جن کے نام یہ ہیں۔ نور الحق، براہین احمدیہ، اربعین، آئینہ کمالات، درثمین، ازالہ اوہام، کشتی نوح، انجام آتھم، تذکرۃ الشہادتین، راز حقیقت، چشمہ مسیحی، نزول مسیح، اعجاز احمدی، تحفہ گولڑویہ، معیار المذاہب، تریاق القلوب، نجم الہدیٰ، مواہب الرحمٰن، ضیاء الحق، انوار الاسلام، چشمہ معرفت، تحفہ ندوہ، ضرورۃ الامام، بحر العرفان۔ ۱۰۹ حوالہ جات دیئے گئے ہیں جو بالکل صحیح ہیں۔ ہاں جو شخص کوئی حوالہ غلط ثابت کر دے تو اس کو وہی کتاب

مفت ملے گی۔ بہرصورت اب ہم اپنے اصل مطلب پر آتے ہیں اور ص اکی فہرست کو بالترتیب بیان کرتے ہیں۔ اہل انصاف احباب خود فیصلہ فرمالیں کہ مرزا قادیانی کو کیا مانا جائے۔ وباللہ التوفیق!

ا...... خدا تعالیٰ

خدا تعالیٰ مرزا قادیانی کو فرماتا ہے کہ: ’’جب تو ایک بات کو کہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔‘‘ (براہین احمدیہ ج۵ ص۹۵، خزائن ج۲۱ ص۱۲۴)

’’تو مجھ میں سے ہے اور میں تجھ میں سے ہوں۔‘‘ (دافع البلاء ص۸، خزائن ج۱۸ ص۲۲۸)

’’ہم ایک لڑکے کی تجھے بشارت دیتے ہیں جس کے ساتھ حق کا ظہور ہوگا۔ گویا آسمان سے خدا اترے گا۔‘‘ (حقیقت الوحی ص۹۵، خزائن ج۲۲ ص۹۸،۹۹)

’’انی مع الرسول اجیب اخطی و اصیب انی مع الرسول اقوم افطروا اصوم‘‘ (حقیقت الوحی ص۱۰۳، خزائن ج۲۲ ص۱۰۶)

’’انی معک ومع اهلک ارید ما تریدون‘‘

(حقیقت الوحی ص۱۰۶، خزائن ج۲۲ ص۱۰۹)

’’تو مجھ سے بمنزلہ میرے فرزند کے ہے۔‘‘ (حقیقت الوحی ص۸۶، خزائن ج۲۲ ص۸۹)

’’تو ہمارے پانی سے ہے اور دوسرے لوگ فشل سے۔‘‘

(اربعین نمبر۳ ص۳۴، خزائن ج۱۷ ص۴۲۳)

مرزا قادیانی کہتا ہے کہ: ’’میں نے نیند میں اپنے آپ کو عین خدا دیکھا اور میں نے یقین کرلیا کہ واقعی میں وہی خدا ہوں۔ پھر میں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ پھر میں نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔‘‘ (آئینہ کمالات اسلام ص۵۶۴،۵۶۵)

’’سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔‘‘

(دافع البلاء ص۱۱، خزائن ج۱۸ ص۲۳۱)

’’ایک دفعہ تمثیلی طور پر مجھے خدا تعالیٰ کی زیارت ہوئی اور میں نے اپنے ہاتھ سے کئی پیش گوئیاں لکھیں۔ تب میں نے وہ کاغذ دستخط کرانے کے لئے خدا تعالیٰ کے سامنے پیش کیا اور اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی تأمل کے سرخی کی قلم سے اس پر دستخط کئے اور دستخط کرنے کے وقت قلم کو چھڑکا اور پھر دستخط کر دیئے اور اسی وقت میری آنکھ کھل گئی اور اس وقت میاں عبداللہ سنوری مسجد کے حجرے میں میرے پیر دبا رہا تھا۔ اس کے روبرو غیب سے سرخی کے قطرے میرے کرتے اور اس کی ٹوپی پر بھی

گرے۔ عبداللہ جو ایک رویت کا گواہ ہے اس پر بہت اثر ہوا اور اس نے میرا کرتہ بطور تبرک اپنے پاس رکھ لیا۔ جواب تک اس کے پاس موجود ہے۔'' (حقیقت الوحی ص۲۵۵، خزائن ج۲۲ص۲۶۷)

این ہمہ وحی است از رب السماء کافرم گرایں نباشد از خدا

(درثمین فارسی ص۱۶۹)

ترجمہ...... یعنی یہ سب کچھ خدا کی طرف سے ہے اگر میں اپنی طرف سے کہوں تو کافر ہو جاؤں۔

۲...... سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ

''سیر معراج اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھا۔ بلکہ وہ نہایت اعلیٰ درجہ کا کشف تھا۔''

(ازالہ اوہام کلاں ص۴۷ حاشیہ، خزائن ج۳ص۱۲۶)

مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ ''سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً'' اور ''وما ارسلنک الا رحمة للعالمین'' (حقیقت الوحی ص۸۲، خزائن ج۲۲ص۸۵)

اور ''انا اعطیناک الکوثر'' میرے حق میں ہے۔

(حقیقت الوحی ص۱۰۲، خزائن ج۲۲ص۱۰۵)

مرزا قادیانی کی شان میں ہے کہ: ''آسمان سے کئی تخت اترے۔ پر تیرا تخت سب سے اونچا بچھایا گیا۔'' (حقیقت الوحی ص۸۹، خزائن ج۲۲ص۹۲)

منم مسیح زمان ومنم کلیم خدا منم محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشد

(درثمین فارسی ص۱۵۸)

انبیاء گرچہ بودہ اند بسے من بعرفان نہ کمترم زکسے
کم نیم زاں ہمہ بروئے یقین ہر کہ گوید دروغ ہست لعین

(درثمین فارسی ص۱۹۸)

۳...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے

(دافع البلاء ص۲۰، خزائن ج۱۸ص۲۴۰)

''مجھے خدا کی قسم ہے۔ اگر مسیح ابن مریم میرے زمانہ میں ہوتا تو وہ کام جو میں کرسکتا ہوں وہ ہرگز نہ کرسکتا اور وہ نشان جو مجھ سے ظاہر ہو رہے ہیں وہ ہرگز نہ دکھلا سکتا۔''

(کشتی نوح ص۵۶، خزائن ج۱۹ص۶۰)

’’حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف نجار کے ساتھ بائیس برس تک نجاری کا کام کرتے رہے ہیں۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۳۰۳ حاشیہ، خزائن ج۳ ص۲۵۴)

’’آپ کے ہاتھ میں سوا مکر اور فریب کے اور کچھ نہیں تھا۔ آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے۔ تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔ آپ کا کنجریوں سے میلان اور صحبت بھی شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان ہے۔‘‘ (ضمیمہ انجام آتھم ص۷، خزائن ج۱۱ ص۲۹۱)

’’ہم ایسے ناپاک خیال اور متکبر اور راست بازوں کے دشمن کو ایک بھلا مانس آدمی بھی قرار نہیں دے سکتے۔ چہ جائیکہ اس کو نبی قرار دیں۔‘‘ (ضمیمہ انجام آتھم ص۹، خزائن ج۱۱ ص۲۹۳)

نوٹ...... یسوع اور مسیح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام ہے۔ (تذکرۃ الشہادتین ص۲۵، ۲۷، خزائن ج۲۰ ص۲۷، ۲۹، راز حقیقت ص۱۹، ۲۰، خزائن ج۱۴ ص۱۷۱، ۱۷۲، چشمہ مسیحی ص۲۶، براہین احمدیہ ج۵ ص۳۲، خزائن ج۲۱ ص۴۳)

۴...... بی بی مریم علیہا السلام

’’اور مریم کی وہ شان ہے جس نے ایک مدت اپنے تئیں نکاح سے روکا پھر بزرگان قوم کے نہایت اصرار سے بوجہ حمل کے نکاح کر لیا۔ لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ برخلاف تعلیم توراۃ عین حمل میں کیونکر نکاح کیا گیا اور بتول ہونے کے عہد کو کیوں ناحق توڑا گیا اور تعدد ازواج کی کیوں بنیاد ڈالی گئی۔ یعنی باوجود یوسف نجار کی پہلی بیوی کے ہونے کے پھر مریم کیوں راضی ہوئی کہ یوسف نجار کے نکاح میں آوے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ یہ سب مجبوریاں تھیں جو پیش آگئیں۔ اس صورت میں وہ لوگ قابل رحم تھے نہ قابل اعتراض۔‘‘ (کشتی نوح ص۱۶، خزائن ج۱۹ ص۱۸)

’’مریم کا نکاح حمل میں کیا...... جائز نہ تھا۔‘‘ (بحر العرفان ص۵۳)

۵...... سابق انبیاء علیہم السلام

’’تمام نبیوں کے نام میری طرف منسوب کئے۔‘‘

(حقیقت الوحی ص۷۳، خزائن ج۲۲ ص۷۶)

میں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

(براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱۰۳، خزائن ج۲۱ ص۱۳۳)

آنچہ دادہ است ہر نبی راجام داد آں جام را مرا بتمام

(درثمین ص۱۹۷)

انبیاء گرچہ بودہ اند بسے   من بعرفان نہ کمترم زکسے
کم نیم زاں ہمہ بروئے یقین   ہر کہ گوید دروغ ہست لعین

(نزول المسیح ص۹۹،۱۰۰، خزائن ج۱۸ ص۴۷۷،۴۷۸)

۶...... حضرت علیؓ

’’میں نے خواب میں دیکھا کہ علی بن ابی طالب بن گیا ہوں اور لوگ میری خلافت میں جھگڑا کر رہے ہیں۔ پس نبی ﷺ نے میری طرف دیکھا اور میں نے خیال کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی اولاد سے ہوگیا ہوں۔ حضور نے مجھ کو فرمایا اے علیؓ ان کو چھوڑ دے۔‘‘

(آئینہ کمالات ص۵۶۳، خزائن ج۵ ص ایضاً)

۷...... امام حسینؓ

کربلائے است سیر ہر آنم   صد حسین است درگریبانم

(نزول المسیح ص۹۹، خزائن ج۱۸ ص۴۷۷)

’’اے قوم شیعہ اس پر اصرار مت کرو کہ حسین تمہارا منجی ہے۔ کیونکہ میں سچ کہتا ہوں کہ آج تم میں ایک ہے کہ اس حسین سے بڑھ کر ہے۔‘‘ (دافع البلاء ص۱۳)

’’افسوس! یہ (شیعہ) لوگ نہیں سمجھتے کہ قرآن نے تو امام حسینؓ کو رتبہ ابنیت کا بھی نہیں دیا۔ بلکہ نام تک مذکور نہیں۔ ان سے تو زید ہی اچھا رہا۔ جس کا نام قرآن شریف میں موجود ہے۔ ان کو آنحضرت ﷺ کا بیٹا کہنا قرآن شریف کی نص صریح کے برخلاف ہے۔‘‘

(نزول مسیح ص۴۵، خزائن ج۱۸ ص۴۲۳،۴۲۴)

نوٹ...... مرزا قادیانی کو اس قانون کے ماتحت یہ بھی کہنا پڑے گا کہ فرعون کی شان بھی زیادہ ہے۔ کیونکہ اس کا نام بھی قرآن کریم میں متعدد جگہ آیا ہے۔ ’’لاحول ولا قوۃ الا باللہ‘‘ چوں حفظ مراتب نکنی زندیقی!

’’پھر عجیب تر یہ بات ہے کہ حسینؓ کو یہ شرف بھی نصیب نہیں ہوا کہ وہ موت کے بعد آنحضرت ﷺ کی قبر کے قریب دفن کیا جاتا۔‘‘ (نزول مسیح ص۴۷، خزائن ج۱۸ ص۴۲۵)

’’اور مجھ میں اور تمہارے حسین میں بہت فرق ہے۔ کیونکہ مجھے تو ہر وقت خدا کی تائید اور مدد مل رہی ہے۔ مگر حسین پس تم دشت کربلا کو یاد کرلو۔ اب تک تم روتے ہو۔ پس سوچ لو۔‘‘

(اعجاز احمدی ص۶۹، خزائن ج۱۹ ص۱۸۱)

’’اور بخدا اسے مجھ سے کچھ زیادتی نہیں اور میں خدا کا کشتہ ہوں۔ لیکن تمہارا حسین دشمنوں کا کشتہ ہے۔ پس فرق کھلا کھلا اور ظاہر ہے۔ پس یہ اسلام پر ایک مصیبت ہے۔ کستوری کی خوشبو کے پاس گوہ کا ڈھیر ہے۔‘‘ (اعجاز احمدی ص۸۱،۸۲، خزائن ج۱۹ ص۱۹۳،۱۹۴)

’’یہ سچ ہے کہ حسین بھی خدا کے راست باز بندوں میں سے تھے۔ لیکن ایسے بندے تو کروڑ دنیا میں گذر چکے ہیں اور خدا جانے آگے کس قدر ہوں گے۔‘‘

(نزول مسیح ص۴۷،۴۸، خزائن ج۱۸ ص۴۲۵،۴۲۶)

نوٹ...... قادیانی نبی کے اقاویل تو یہ ہیں۔ مگر مسلمانوں کا متفقہ مسئلہ ہے کہ امام حسینؓ جیسا کامل اور اشرف انسان ان کے بعد قیامت تک پیدا نہیں ہونا۔ انہیں کے حق میں ہے کہ: ’’الحسن والحسین سید اشباب اھل الجنۃ‘‘ (مشکوٰۃ ص۴۷۶)

۸...... حضرت فاطمۃ الزہراءؓ

’’وکنت ذات یوم فرغت من فریضۃ المساء وسفنھا وانا مستیقظ اخذنی نوم ولا سنۃ وما کنت من النائمین فبینما انا کذلک اذ صمعت صوت صک الباب فنظرت فاذا رجال مدکون یا توننی متسارعین فاذا دنوامنی عرفت انا خمسۃ مبارکۃ اعنی علیامع انبیہ وزوجۃ الزھراء وسید المرسلین ورأیت ان الزھراء وضعت رأسی علے فخذھا ونظرت بنظرات تحنن کنت اعرف فی وجمھا ففھمت فی نفسی ان لی نسبۃ بالحسین‘‘ (آئینہ کمالات ص۵۵۰)

حاصل اس کا یہ ہے کہ شام کے بعد عین بیداری کی حالت میں میرے پاس (قادیان میں) پنج تن پاک (مدینہ سے) آئے اور فاطمۃ الزہراء نے میرے سر کو اپنی ران سے تھل پر رکھا اور میں ان کے منہ کی پہچان کر رہا ہوں۔

حالانکہ آنحضورﷺ کا فرمان ہے کہ: ’’ان فاطمۃ سیدۃ نساء اھل الجنۃ‘‘

(مشکوٰۃ ص۴۷۷)

اور یہ بھی آچکا ہے کہ قیامت کے روز تمام حاضرین کو حکم ہوگا کہ آنکھیں بند کر لو تا کہ میرے حبیبﷺ کی دختر نیک اختر بہشت کی طرف تشریف لے جائیں۔

۹...... صحابہ کرامؓ

’’حق بات یہ ہے کہ ابن مسعود ایک معمولی انسان تھا۔‘‘

(ازالہ اوہام ص۵۹۶، خزائن ج۳ ص۴۲۲)

’’اور معلوم ہوتا ہے کہ بعض ایک دو کم سمجھ صحابہ کو جن کی درایت عمدہ نہیں تھی...... جیسا کہ ابوہریرہ جو غبی تھا اور درایت اچھی نہیں رکھتا تھا۔‘‘ (اعجاز احمدی ص۱۸، خزائن ج۱۹ ص۱۲۷)

۱۰...... قرآن کریم

’’قرآن شریف جس آواز بلند سے سخت زبانی کے طریق کو استعمال کر رہا ہے۔ ایک غایت درجہ کا غبی اور سخت درجہ کا نادان بھی اس سے بے خبر نہیں رہ سکتا۔‘‘

(ازالہ اوہام ص۲۶، خزائن ج۳ ص۱۱۵)

۱۱...... حدیث شریف

’’خدا نے مجھے اطلاع دی ہے کہ یہ تمام حدیثیں جو پیش کرتے ہیں تحریک معنوی یا لفظی میں آلودہ ہیں اور یا سرے سے موضوع ہیں اور جو شخص حکم ہو کر آیا ہے اس کا اختیار ہے کہ حدیثوں کے ذخیرہ میں سے جس انبار کو چاہے خدا سے علم پا کر قبول کرے اور جس ڈھیر کو چاہے خدا سے علم پا کر رد کرے۔‘‘ (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص۱۰ حاشیہ)

’’تائیدی طور پر ہم وہ حدیثیں بھی پیش کرتے ہیں جو قرآن شریف کے مطابق ہیں اور میری وحی کے معارض نہیں اور دوسری حدیثوں کو ردی کی طرح پھینک دیتے ہیں۔‘‘

(اعجاز احمدی ص۳۰، خزائن ج۱۹ ص۱۴۰)

۱۲، ۱۳...... مکہ اور مدینہ منورہ

’’میرا یہ دعویٰ ہے کہ تمام دنیا میں گورنمنٹ برطانیہ کی طرح کوئی دوسری ایسی گورنمنٹ نہیں جس نے زمین پر ایسا امن قائم کیا ہو۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو کچھ ہم پوری آزادی سے اس گورنمنٹ کے تحت میں اشاعت حق کر سکتے ہیں یہ خدمت ہم مکہ معظّمہ یا مدینہ منورہ میں بیٹھ کر بھی ہرگز بجا نہیں لا سکتے۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۵۵ حاشیہ، خزائن ج۳ ص۱۳۰)

’’کیا یہ عجیب بات نہیں کہ ہم لندن کے بازاروں میں دین اسلام کی تائید کے لئے وہ وعظ کر سکتے ہیں جس کا خاص مکہ معظّمہ میں میسر آنا ہمارے لئے غیر ممکن ہے۔‘‘

(معیار المذاہب در نور القرآن ج۲ ص۲، خزائن ج۹ ص۴۶۰)

’’خداتعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے میری اور میری جماعت کی پناہ اس سلطنت کو بنا دیا ہے۔ یہ امن جو اس سلطنت کے زیر سایہ ہمیں حاصل ہے نہ یہ امن مکہ معظّمہ میں مل سکتا ہے نہ مدینہ میں۔‘‘ (تریاق القلوب ص۱۵، خزائن ج۱۵ ص۱۵۶)

۱۴، ۱۵، ۱۶...... سادات اور اولیاء کرام اور پیران عظام

’’دنیا میں کئی تخت اترے پر تیرا تخت سب سے اوپر بچھایا گیا۔‘‘

(حقیقت الوحی ص ۸۹، خزائن ج ۱۹ ص ۹۲)

’’اے خشک زاہدو تم پر افسوس کہ تم آسمانی دروازوں کا کھلنا چاہتے ہی نہیں بلکہ چاہتے ہو کہ ہمیشہ بند ہی رہیں اور تم پیر مغان بنے رہو۔ اپنے دلوں پر نظر ڈالو اور اپنے اندر کو ٹٹولو کیا تمہاری زندگی دنیا پرستی سے منزہ ہے۔ کیا تمہارے دلوں پر وہ زنگار نہیں جس کی وجہ سے تم ایک تاریکی میں پڑے ہو۔ لیکن تم اسی زنگ کی حالت میں مرو گے۔ کاش تم نے کچھ سوچا ہوتا۔‘‘

(ازالہ اوہام ص ۵، خزائن ج ۳ ص ۱۰۵)

’’اور میں خاتم الاولیاء ہوں۔ میرے بعد کوئی ولی نہیں۔‘‘

(خطبہ الہامیہ ص ۷۰، خزائن ج ۱۶ ص ۷۰)

’’ان العدا اساروا خنازیر الفلا ونسائهم من دونهن الا کلا‘‘

(نجم الہدیٰ ص ۵۳، خزائن ج ۱۴ ص ۵۳)

۱۷...... حضرت میاں صاحب دہلویؒ

’’وہچنیں نذیر حسین دہلوی نشانہ ایں وحی شد کہ تخرج الصدور الی القبور را اول شخصی است کہ مرا کافر قرار داوہ واز نور بگریخت و تاریخ وفات او بحساب جمل مات ضال ہائما است در حالت ناقصہ بمرد واز مرتبہ کاملاں ہیچ حصہ نیافت۔ (مواہب الرحمٰن ص ۱۲۷، خزائن ج ۱۹ ص ۳۴۸)

۱۸...... پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑویؒ

’’یہ اس درجہ کی بے حیائی ہے جو بجز پیر مہر علی شاہ کے کون ایسا کمال دکھلا سکتا ہے...... آپ کی ذاتی لیاقت تو یہ ہے کہ ایک سطر بھی عربی نہیں لکھ سکتے۔ چنانچہ سیف چشتیائی میں بھی آپ نے چوری کے مال کو اپنا مال قرار دیا...... کیوں لومڑی کی طرح بھاگتا پھرتا ہے۔ اے نادان...... یہ صرف گوہ کھانا ہے۔ اے جاہل بے حیا۔‘‘ (نزول مسیح ص ۶۲، ۶۳، خزائن ج ۱۸ ص ۴۴۰، ۴۴۱)

’’محمد حسین (بٹالوی) مر چکا اور اپنی سزا کو پہنچ گیا اس نے جھوٹ کی نجاست کھا کر وہی نجاست پیر صاحب کے منہ میں رکھ دی۔‘‘ (نزول مسیح ص ۷۰، خزائن ج ۱۸ ص ۴۴۸)

’’مجھے ایک کتاب کذاب کی طرف سے پہنچی ہے۔ پس کہا کہ اے گولڑہ کی زمین تجھ پر لعنت تو ملعون کے سبب سے ملعون ہوگئی۔ پس تو قیامت کو ہلاکت کو پڑے گی۔ اے دیو تو نے

بدبختی کی وجہ سے جھوٹ بولا۔ اے موت کا شکار خدا سے کیوں دلیری کرتا ہے۔“

(اعجاز احمدی ص۷۵،۷۶، خزائن ج۱۹ص ۱۸۸،۱۸۹)

ایں ہمہ وحی است از رب السماء

۱۹،۲۰،۲۱......مولانا رشید احمد گنگوہی و دیگر علماء

”اے بدذات فرقہ مولویان! تم کب تک حق کو چھپاؤ گے۔ وہ وقت آئے گا کہ تم یہودیانہ خصلت کو چھوڑو گے۔ اے ظالم مولویو تم پر افسوس کہ تم نے جس بے ایمانی کا پیالہ پیا وہی عوام کالانعام نے پلایا۔“ (انجام آتھم ص۲۱، خزائن ج۱۱ص ایضاً)

”کیونکہ یہ جھوٹے ہیں اور کتوں کی طرح جھوٹ کا مردار کھا رہے ہیں۔“

(ضمیمہ انجام آتھم ص۲۵، خزائن ج۱۱ص ۳۰۹)

”ان احمقوں نے یہ معنے کس لفظ سے سمجھ لئے۔ اے نادانوں آنکھوں کے اندھو مولویت کو بدنام کرنے والو ذرہ سوچو۔“ (ضمیمہ انجام آتھم ص۴۶، خزائن ج۱۱ص ۳۳۰)

”اے اسلام کی عار مولویو ذرہ آنکھیں کھولو۔ ان مولویوں کا منہ کالا۔“

(ضمیمہ انجام آتھم ص۴۸، خزائن ج۱۱ص ۳۳۲)

چو کافر شناتر از مولویست — بریں مولویت بباید گریست

(ضمیمہ انجام ص۴۹، خزائن ج۱۱ص ۳۳۳)

”مگر تم نے حق کو چھپانے کے لئے یہ جھوٹ کا گوہ کھایا...... اے بدذات خبیث دشمن۔“ (ضمیمہ انجام آتھم ص۵۰، خزائن ج۱۱ص ۳۳۴)

”خاص کر رئیس الدجالین عبدالحق غزنوی اور اس کا تمام گروہ علیہم، نعال لعن الف الف مرۃ۔“ (ضمیمہ انجام آتھم ص۴۶، خزائن ج۱۱ص ۳۳۰)

”یہ شریر مولوی کب تک انکار کریں گے...... یہ تمام مولوی اور ان کے سجادہ نشین مقابلہ کرنا چاہیں تو خدا میری فتح کرے گا۔“ (ضمیمہ انجام آتھم ص۵۷،۵۸، خزائن ج۱۱ص ۳۴۱،۳۴۲)

”اے شریر مولویو اور ان کے چیلو اور غزنی کے ناپاک سکھو...... تم اس سے پہلے مر جاتے تو کیا اچھا ہوتا۔ مسلمانوں کو تم نے کافر بنایا۔ عیسائیوں کو تم نے سچا ٹھہرایا۔ تم ہر بات میں جھوٹے اور روسیاہ نکلے۔“ (ضیاء الحق ص۴۳، خزائن ج۹ص ۲۹۱)

”اگر کوئی مولوی میں سے...... اس بات میں سچا اور حلال زادہ ہے تو...... الخ!

(انوار الاسلام ص۲۴، خزائن ج۹ص ۲۵)

’’یہ رسالہ مولوی رشید احمد گنگوہی کے خرافات کا مجموعہ ہے۔ اس رسالہ میں جہاں تک مؤلف سے ہوسکا میری تکذیب کے لئے بہت ہاتھ پیر مارے ہیں اور بہت سی خلاف واقعہ باتوں سے کام لیا ہے۔ یہ کتاب سراسر کچی اور بے اصل اور لغو خیالات اور مفتریات سے پر ہے…… یہ رسالہ مجموعہ اباطیل ہے…… ہمارے مخالف جن میں مولوی رشید احمد بھی داخل ہیں۔‘‘

(ضمیمہ براہین احمدیہ ج۵ ص۱۹۹، خزائن ج۲۱ ص۳۷۱)

۲۲،۲۳…… حضرت مولانا ابوالوفاؒ، مولانا محمد حسین بٹالویؒ

’’بالخصوص مولوی ثناء اللہ صاحب جو خود انہوں نے میری نسبت دعویٰ کیا ہے کہ اس شخص کا کلام معجزہ نہیں ہے۔ ان کو ڈرنا چاہئے کہ خاموش رہ کر ان لعنتوں کے نیچے کچلے نہ جائیں اور وہ لعنتیں یہ ہیں۔ لعنت، لعنت، لعنت، لعنت، لعنت، لعنت، لعنت، لعنت، لعنت، لعنت۔‘‘

(وتلک عشرۃ کاملہ، اعجاز احمدی ص۳۸، خزائن ج۱۹ ص۱۴۹)

’’مولوی ثناء اللہ نے ایسی باتیں کیں کہ ایک کتا اس طرح آواز نہیں نکالے گا…… حالانکہ ثناء اللہ کو علم اور ہدایت سے ذرہ مس نہیں۔‘‘ (اعجاز احمدی ص۴۲،۴۳، خزائن ج۱۹ ص۱۵۳،۱۵۵)

’’ابولہب سے مراد شیخ محمد حسین بٹالوی ہے۔‘‘ (ضیاء الحق ص۴۶، خزائن ج۹ ص۲۹۴)

۲۴…… ملتان کے طلباء کرام، مدارس دینیہ

’’ان الہامات میں میری نسبت بار بار بیان کیا گیا ہے کہ یہ خدا کا فرستادہ خدا کا مامور خدا کا امین اور خدا کی طرف سے آیا جو کچھ کہتا ہے اس پر ایمان لاؤ اور اس کا دشمن جہنمی ہے۔‘‘

(انجام آتھم ص۶۲، خزائن ج۱۱ ص ایضاً)

’’دشمنان ما خنزیرہائے بیاں شدہ اندو زنان آنہا سگ مادہ ہا را در پس انداختہ اند۔‘‘

(نجم الہدیٰ ص۵۳، خزائن ج۱۴ ص ایضاً)

’’کل مسلم یقبلنی ویصدق دعوتی الا ذریة البغایا الذین ختم اللہ علے قلوبھم فھم لا یقبلون‘‘ (آئینہ کمالات ص۵۴۷)

گدی نشینان، وکلاء، افسران، ملازمین اور باقی تمام مسلمان مرد اور عورتیں

’’دشمن ہمارے بیابانوں کے خنزیر ہوگئے اور ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھ گئی ہیں۔‘‘

(نجم الہدیٰ ص۵۳، خزائن ج۱۴ ص ایضاً)

’’اے امرتسر کے مسلمانو مگر اسلام کے دشمنو اور لدھیانہ کے سخت دل منشیو۔ خوب سوچ

لو کہ تم کیا کر رہے ہو۔'' (انوار الاسلام ص۲۵، خزائن ج۹ ص۲۶)

''بعض نام کے مسلمان جن کو نیم عیسائی کہنا چاہئے۔''

(انوار الاسلام ص۲۲، خزائن ج۹ ص۲۴)

''جو شخص ...... ہماری فتح کا قائل نہیں ہوگا تو صاف سمجھا جاوے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے اور حلال زادہ نہیں۔'' (انوار الاسلام ص۳۰، خزائن ج۹ ص۳۱)

''وہ لوگ یہود سے بدتر ہیں جو حضرت عیسیٰ کے دوبارہ آنے کے منتظر ہیں۔''

(تذکرہ الشہادتین ص۱۹، خزائن ج۲۰ ص۲۱)

نوٹ...... قلت وقتی کی وجہ سے اب اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ امید کہ تمام اہل اسلام آئندہ اپنے مذہب اسلام کی حفاظت کرتے ہوئے ہر طرح ہی قادیانی اور لاہوری جماعت احمدیہ سے برکنار اور بیزار ہو جائیں گے۔ ورنہ تو یقیناً اپنا ایمان دے بیٹھیں گے اور خالی ہاتھ رہ جائیں گے۔ پھر روز محشر میں سوائے خسران اور ذلت کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ ''اللہم احفظنا'' و نیز قادیانی دوستوں کی خدمت میں التماس ہے کہ نظر انصاف سے اور خدا کو حاضر سمجھ کر اس رسالہ کا مطالعہ فرماویں اور جو حق نظر آئے اس کو عمل میں لاویں۔ یہی آخری مخلصانہ اور تبلیغانہ گذارش ہے۔ پھر نہ کہنا کہ کسی نے نہیں کہا تھا۔ ''وما علینا الا البلاغ المبین ....''

سفید جھوٹ

جھوٹ بولنا ہر ذی فہم انسان کے نزدیک ایک قبیح امر ہے۔ خصوصاً نبیوں کی جماعت تو اس سے بالکل مبرّا ہوتی ہے۔ بلکہ صادق المصدوق کا لفظ ان پر اطلاق کیا جاتا ہے۔

(بخاری ص۴۵۱)

خود مرزا قادیانی بھی...... لکھتے ہیں کہ: ''جھوٹ بولنا اور گوہ کھانا ایک برابر ہے۔''

(حقیقت الوحی ص۲۰۶، خزائن ج۲۲ ص۲۱۵)

''خدا کی لعنت ان لوگوں پر جو جھوٹ بولتے ہیں۔''

(اعجاز احمدی ص۳، خزائن ج۱۹ ص۱۰۹)

''مگر باوجود اس کے پھر بھی کتب مرزا میں سوائے جھوٹ کے اور کچھ نہیں رکھا۔''

اب ذرا غور سے سنئے:

۱...... ''مرزا قادیانی فرماتے ہیں کہ اگر قرآن نے میرا نام ابن مریم نہیں رکھا تو میں جھوٹا

ہوں۔'' (تحفہ ندوہ ص۵)

۲...... ''قرآن بضرب، دہل فرما رہا ہے کہ عیسیٰ بن مریم زمین میں دفن کیا گیا ہے۔''

(تحفہ گولڑویہ ص۴۷، خزائن ج۱۷ص۱۶۵)

۳...... ''قرآن بھی میرے آنے کا زمانہ متعین ہے کہ جو یہی زمانہ ہے۔'' (تحفہ ندوہ ص۴)

۴...... ''خدا نے فرمایا کہ مرزا احمد بیگ کی دختر کلاں انجام کار تمہارے نکاح میں آئے گی۔ خدا ہر طرح سے اس کو تمہاری طرف لائے گا۔ باکرہ ہونے کی حالت میں بیوہ کر کے اس کام کو ضرور پورا کرے گا۔ کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔'' (ازالہ اوہام ص۳۹۷، خزائن ج۳ص۳۰۵)

۵...... ''اب مکہ اور مدینہ میں بڑی سرگرمی سے ریل تیار ہو رہی ہے۔''

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص۸، خزائن ج۱۷ص۴۹)

۶...... ''قرآن شریف میں یہ خبر موجود ہے کہ مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے وقت طاعون پڑے گی۔'' (کشتی نوح ص۵)

۷...... ''سمیت ذا القرنین فی کتاب اللّٰہ'' یعنی قرآن میں میرا نام ذوالقرنین رکھا گیا ہے۔'' (تذکرۃ الشہادتین ص۱۷، خزائن ج۲۰ص۱۲۵)

۸...... ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہند میں ایک نبی گذرا ہے جو سیاہ رنگ تھا اور نام اس کا کاہن تھا۔ یعنی کھنیا جس کو کرشن کہتے ہیں۔'' (چشمہ معرفت کا آخر ص۱۰، خزائن ج۲۳ص۳۸۲)

۹...... ''میں وہ نور ہوں کہ میں دیکھتا ہوں اور دیکھا نہیں جاتا۔''

(تذکرۃ الشہادتین ص۸۸، خزائن ج۲۰ص۹۰)

۱۰...... ''احادیث نبویہ میں لکھا ہے کہ مسیح موعود کے ظہور کے وقت میں عورتوں کو بھی الہام شروع ہو جائے گا اور نابالغ بچے نبوت کریں گے۔'' (ضرورۃ الامام ص۵)

یہ سب سفید جھوٹ ہیں۔ جن کا ثبوت آسمان و زمین میں نہیں ملتا۔ اللہ بچاوے ایسے خواہ مخواہ کے نبیوں سے۔ آمین! (تلک عشرۃ کاملۃ)

عجائبات

مرزا قادیانی لکھتے ہیں کہ: ''وہ دونوں بیماریاں مجھ میں ہیں۔ یعنی ایک سر کی بیماری اور دوسری کثرت پیشاب۔'' (اربعین نمبر۴ ص۴، خزائن ج۱۷ص۴۷۱)

''میرے استاد ایک بزرگ شیعہ تھے۔ ان کا مقولہ تھا وباء کا علاج فقط تولا اور تبری

ہے۔'' (دافع البلاء ص۳، خزائن ج۱۸ ص۲۲۳)

''میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید اور حمایت میں گذرا ہے اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر رسائل اور کتابیں لکھی ہیں اور اشتہار شائع کئے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔'' (تریاق القلوب ص۱۵، خزائن ج۱۵ ص۱۵۵)

اللہ تعالیٰ مرزا کو فرماتا ہے کہ: ''بابو الٰہی بخش چاہتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے اور تجھ میں حیض نہیں بلکہ وہ بچہ ہو گیا ہے۔ ایسا بچہ جو بمنزلہ اطفال اللہ ہے۔''

(تتمہ حقیقت الوحی ص۱۴۳، خزائن ج۲۲ ص۵۸۱)

''خدا وہ خدا ہے جس نے اس عاجز کو تہذیب اور اخلاق کے ساتھ بھیجا...... اور یہ (عاجز) اپنی طرف سے نہیں بولتا بلکہ جو کچھ تم سنتے ہو یہ خدا کی وحی ہے۔''

(اربعین نمبر۳ ص۳۷، خزائن ج۱۷ ص۴۲۷)

''میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص جو فرشتہ معلوم ہوتا میرے سامنے آیا اور اس نے بہت سا روپیہ میرے دامن میں ڈال دیا میں نے اس کا نام پوچھا اس نے کہا نام کچھ نہیں۔ میں نے کہا آخر کچھ تو نام ہوگا۔ اس نے کہا میرا نام ہے ٹیچی ٹیچی۔''

(حقیقت الوحی ص۳۳۲، خزائن ج۲۲ ص۳۴۶)

نوٹ...... نامعلوم کہ مرزا قادیانی کا کون سا خدا ہے جو ایسی عجیب عجیب باتیں بتلاتا ہے۔ پہلے نبیوں کے خدائے قدوس نے تو کبھی ایسا نہیں فرمایا۔ امید کہ اہل قادیان ولاہور انصاف فرماویں گے اور تحقیق عمیق سے کام لیں گے۔ والسلام!

حیات عیسیٰ علیہ السلام

جب کہ بندہ نے پہلے تین مضمون لکھ کر اہل اسلام کو یقین دلوا دیا ہے کہ مرزا قادیانی کی کوئی بات ماننے کے قابل نہیں ہے تو اب حیات عیسیٰ علیہ السلام کے مسئلہ پر بحث کرنا چنداں ضروری نہیں۔ کیونکہ یہ تمام اہل اسلام کا مسلمہ اور مشہور مسئلہ ہے۔ مگر اہل قادیان کی تبلیغ کے لئے اختصاراً چند سطور تحریر کرتا ہوں۔ واللہ الہادی!

سنئے: ''قال رسول اللہ ﷺ عصابتان من امتی احرزهما اللہ من النار عصابة تغزو الهند وعصابة تکون مع عیسیٰ بن مریم علیهما السلام (نسائی

شریف ج ۲ ص ۶۳، باب غزوۃ الهند) ’’رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں سے دو جماعتوں کو اللہ تعالیٰ نے بالکل دوزخ سے بچالیا ہے ایک وہ جماعت جو ہند والوں (کافروں) کے ساتھ جہاد کرے گی۔ دوسری وہ جماعت جو عیسیٰ بن مریم کے ہمراہ ہوگی۔ پہلی جماعت تو محمد بن قاسم کی ہوسکتی ہے جس نے راجہ داہر (کافر) کے ساتھ جہاد کیا مگر ہماری بحث دوسری جماعت سے ہے جس میں عیسیٰ بن مریم کے الفاظ ہیں۔ پس ہمارا مسیح موعود ہوسکتا ہے۔ جس کا اصلی اور مشہور نام عیسیٰ ہو اور ماں کا اصلی اور مشہور نام مریم ہو اور نہ باپ رکھتا ہو نہ اس کی طرف منسوب ہو۔ بلکہ فقط ماں رکھتا ہو اور اسی کی طرف منسوب ہو اور یہ امر ظاہر ہے کہ مرزا قادیانی ان شرطوں میں بالکل فیل ہیں۔ ’’واذا فات الشرط فات المشروط‘‘ اچھا اپنی قسمت کو کہو ہمارا کیا چارہ۔ پس طوعاً وکرہاً ماننا پڑے گا کہ آنے والا مسیح موعود وہی ہوگا جو وصفوں سے موصوف ہوگا۔ دیگر ہیچ۔

تمام دنیا کا یہ قانون مسلم ہے کہ جس شخص کا واقعہ بیان کرنا ہو۔ اگر مخاطبین اس کو جانتے ہوں تو متکلم اس کو فلاں کے نام سے تعبیر کرتا ہے اور اگر سامعین اس کو نہ جانتے ہوں تو متکلم اس کو فلاں ایک شخص یا فلاں وصف والے شخص کے نام سے تعبیر کرتا ہے اور جو متکلم اپنے مخاطبین کے سامنے کسی ایک ایسے شخص کا ذکر نام لے لے کرتا ہے۔ جس کو سامعین میں سے کوئی ہی نہیں جانتا تو ایسے متکلم کی کلام لاحاصل اور لغو تصور کی جاتی ہے۔ پس واللہ ہمارا تو ایمان ہے کہ سید الانبیاء ﷺ فادہ ابی وامی تمام اہل دنیا سے فصیح اور بلیغ تھے۔ ایسی کلام نہ فرماتے جو سامعین صحابہ کرامؓ کو پتہ نہ چلتا۔ لہٰذا حدیث بالا میں جب صحابہ کرامؓ محمد بن قاسم اور راجہ داہر سندھی اور جماعت حضرت عیسیٰ علیہ السلام والی کو نہ جانتے تھے تو سید الانبیاء ﷺ نے بھی ان کا نام بیان نہیں فرمایا اور چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ کا وہ نام مکمل جانتے تھے۔ لہٰذا ان کا نام سید الانبیاء ﷺ نے بیان فرمادیا۔ پس بداہتاً ثابت ہوا کہ اس حدیث میں آنے والا عیسیٰ بن مریم وہی شخص ہے جس کو صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں ہر شخص جانتا تھا۔ یعنی جس پر کتاب انجیل نازل ہوئی تھی دیگر ہیچ شروع مضمون میں بندہ نے اہل اسلام کے اجماع کا دعویٰ کیا ہے۔ اس کا ثبوت بھی واضح لے لیں۔ (تفسیر جامع البیان مطبع نامی دہلی ص ۵۲ حاشیہ) پر تحت آیت: ’’انی متوفیک‘‘ تفسیر وجیز کا نقل ہے کہ: ’’والاجماع علیٰ انه حی فی السماء ینزل یقتل الدجال ویؤید الدین‘‘ یعنی تمام اہل اسلام کا اس پر اجماع ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابھی زندہ ہیں۔ اتریں گے اور دجال کو قتل کریں گے اور دین اسلام کی امداد کریں گے۔

نوٹ...... حیات عیسیٰ علیہ السلام کا مسئلہ اب بالکل واضح کر دیا ہے۔ انکار کا کوئی رخنہ باقی نہیں ہے۔ امید کہ قادیانی دوست مالک حقیقی کو حاضر سمجھ کر انصاف فرماویں گے۔ والسلام!

ختم نبوت

یہ مسئلہ کوئی ایسا نہیں کہ ہمارے بیان کرنے کا محتاج ہو۔ بلکہ اس کی وضاحت ایسا صریح امر ہے جیسے دوپہر کو سورج تیرہ سو سال سے کسی اہل اسلام نے اس بداہت اور وضاحت کا انکار کر کے اسلام کو جواب نہیں دیا۔ قرآن کریم اور احادیث صحیحہ اور تمام اہل اسلام کا متفقہ مسئلہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ فداہ ابی وامی کے بعد کوئی چھوٹا یا بڑا نبی پیدا نہیں ہوسکتا اور جو شخص ہی نبی بننے کا شوق کرے گا وہی خارج از اسلام ہوگا۔ اب بطور اختصار صرف ایک صحیح حدیث عرض کرتا ہوں۔ وبس امید کہ قادیانی احباب خصوصاً نظر عمیق سے کام لیں گے۔

سنئے: ''عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ ﷺ مثلی ومثل الانبیاء کمثل قصر احسن بنیانا الّا ترک منه موضع لبنة فطاف به النظار ویتعجبون من حسن بنیانه الا موضع تلک اللبنة فکنت انا سددت موضع اللبنة ختم بی البنیان وانا خاتم النّبیین (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ، باب فضائل سید المرسلین) ''یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری مثال اور مجھ سے پہلے نبیوں کی مثال (بخاری ص۵۰۱ میں من قبلی موجود ہے) مثل ایک محل کے ہے جس کی تمام عمارت مکمل اور خوبصورت بنائی گئی ہو۔ مگر صرف ایک اینٹ کی جگہ اس میں خالی ہو۔ پس دیکھنے والے لوگ آئیں اور نہایت خوش ہوکر مکان کی تعریف کریں۔ مگر یہی اعتراض کریں کہ ایک اینٹ کی جگہ خالی پڑی ہے۔ پس میں وہی خالی جگہ والی اینٹ ہوں۔ (بخاری ص۵۰۱ میں انا اللبنۃ موجود ہے) اور میں نے اب اس خالی جگہ کو پر کر دیا ہے اور میرے ساتھ وہ محل پورا اور بالکل مکمل ہوگیا اور میں تمام نبیوں کا ختم کرنے والا ہوں۔

دوستو! اس حدیث کو سمجھ لو تو انشاء اللہ تعالیٰ موٹی عقل والے لوگ بھی سمجھ لیں گے۔ وہ یہ ہے کہ نبوت کا محل حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا اور چھوٹے بڑے نبی آتے رہے اور محل تیار ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ حضرت سیدنا رسول اللہ ﷺ کی آمد سے پہلے تک محل نبوت اس طرح تھا اور جب آپ تشریف لے آئے اور اس خالی جگہ میں نبوت کی کرسی بچھا کر بیٹھ گئے تو اب محل نبوت کی شکل اس طرح ہوگئی۔ اب اس میں کسی کو کوئی جگہ نہیں مل سکتی۔ کیونکہ اب کوئی جگہ اس میں فارغ نہیں رہی۔ اب باہر تشریف لے جایئے اور صبر فرما کر بیٹھ جایئے۔ ہاں! ''دجالون کذابون (بخاری ص۵۰۹)''

فتاویٰ علماء کرام ملتان

فرقہ مرزائیہ مع اپنے بانی کے اسلام سے خارج ہیں جو شخص ان کو خارج از اسلام نہ سمجھے اس کے اسلام کا بھی اعتبار نہیں ہے۔ اس فرقہ کے افراد سے کسی قسم کا تعلق رکھنا قواعد اسلامیہ کے خلاف ہے۔ ان کی تقریروں اور جلسوں میں شامل ہونا بھی قطعاً جائز نہیں۔ ہذا ابو محمد عبدالحق ملتانی، مرزائی خواہ قادیانی یا لاہوری پارٹی ہو دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ ان سے مقاطعہ قطعاً لازم اور فرض ہے۔ محمد اشرف عفی عنہ مدرس مدرسہ حقانیہ، فرقہ مرزائیہ اصولاً وفروعاً اسلام کے مخالف ہیں۔ ان کا مقتدا انبیاء علیہم السلام کے فضائل کا انکاری ہے۔ پس ان سے ہر طرح کا تعلق حرام ہے۔ واللہ اعلم! محمد عبدالتواب بقلم خود

چونکہ علماء اسلام نے تکفیر پر اتفاق کیا ہے۔ لہٰذا فقیر بھی اس حکم میں متفق ہے۔ فرقہ مرزائیہ بجمیع فرق دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ قطع تعلق ان سے واجب ہے۔

فقط: ملا محمد عبدالعلیم ملتانی

جماعت مرزائیہ کی تکفیر دلائل قطعیہ سے ثابت ہے۔ قطعی کفر میں شک کرنا بھی موجب کفر ہے۔ خادم الطلبہ: عبدالخالق عفی عنہ صدر مدرس نعمانیہ، المجیب مصیب اللہ بخش سرحدی عفی عنہ

فرقہ مرزائیہ خواہ قادیانی ہو یا لاہوری خاکسار کے نزدیک مثل فرقہ مرتدہ مصدقہ برائے نام رسول اللہ ﷺ کے اور حقیقت مصدقہ مسیلمہ کذاب کے ہے اور اسلام سے خارج ہے۔

ابوالفیض فیض اللہ عفی عنہ، مورخہ ۲۵ ربیع الآخر ۱۹۵۲ء

فرقہ مرزائیہ قادیانیہ اصل اسلام کے مخالف ہے۔ لہٰذا ان کے ساتھ میل جول ممنوع ہے۔ بندہ ابوالحریز عبدالعزیز ملتانی

چونکہ فرقہ ضالہ مرزائیہ نصوص قرآنیہ واحادیث نبویہ علے صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ کا منکر ہے۔ لہٰذا ان کے کفر میں کوئی شبہ نہیں۔ محمد شفیع عفی عنہ

باتفاق علماء محققین کفر مرزائیہ ثابت ہے۔ کلیم اللہ عفی عنہ بقلم خود

نوٹ...... جماعت احمدیہ قادیانیہ ولاہوریہ کے متعلق جو فتویٰ علماء کرام ملتان نے فرمایا ہے یہی فتویٰ ہے۔ تمام ان علماء کرام مذہب اہل السنۃ والجماعۃ کا جوان کو جانتے ہیں۔ والسلام!

ابورزین جھنگی

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

بیانات

علماء ربانی برارتداد فرقہ قادیانی

ابوالنصر حافظ محمد خالد لطیف صاحب

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بیانات علمائے ربانی برارتداد فرقہ قادیانی

مشہور زمانہ کیس جسے مقدمہ مرزائیہ بہاول پور کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ کیس ۱۹۲۶ء سے ۱۹۳۵ء تک عدالتوں میں چلتا رہا۔ ڈسٹرکٹ جج کی عدالت میں چھ حضرات علماء کرام کے بیانات ہوئے۔ وہ تمام بیانات ’’بیانات علماء ربانی برارتداد فرقہ قادیانی‘‘ کے نام سے شائع ہوئے۔ ان میں:

۱...... حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ کا بیان ’’البیان الازھر ‘‘ کے نام سے اس کتاب میں شائع ہوا۔ ہم اسے (احتساب قادیانیت جلد۴ ص۳۳ تا ۹۴ تک) شائع کر چکے ہیں۔

۲...... حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کا بیان ’’البیان الرفیع ‘‘ کے نام سے اس کتاب میں شائع ہوا۔ جسے ہم (احتساب قادیانیت جلد۱۳ ص۱۷۳ تا ۱۸۸ تک) شائع کر چکے ہیں۔

۳...... حضرت مولایا سید مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ کا بیان ’’البیان الاتقن ‘‘ کے نام سے اس کتاب میں شائع ہوا جسے ہم (احتساب قادیانیت جلد۱۰ میں ص ۳۹۷ تا ۴۴۴ تک) شائع کر چکے ہیں۔

باقی تین بیانات اس کتاب کے شائع کرنے باقی تھے۔

۱...... حضرت مولانا غلام محمد گھوٹوی شیخ الجامعہ العباسیہ بہاول پور کا بیان ’’البیان الساطع ‘‘

۲...... حضرت مولانا محمد نجم الدین کا بیان ’’البیان المبین ‘‘

۳...... حضرت مولانا محمد حسین ابی القاسم کا بیان ’’البیان العاصم ‘‘

یہ تینوں بیانات محاسبہ قادیانیت کی جلد ہذا میں محفوظ کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ (مرتب)

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

البیان الساطع

حضرت مولانا غلام محمد صاحب گھوٹوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

''حامداً و مصلیاً''

عمادۃ الدہر، فہامۃ العصر، مولانا غلام محمد صاحب گھوٹوی شیخ الجامعہ العباسیہ بہاول پور علوم عقلیہ ونقلیہ میں بے بدل فاضل ہیں اور آپ کی جلالت علم وفضل علمی دنیا میں مسلم کل ہے۔ مدتوں تک آپ گھوٹہ شریف علاقہ ملتان میں کامیاب درس دیتے رہے ہیں۔ پنجاب کے اکثر علماء آپ کے فیض یافتہ ہیں۔ اس وقت ریاست بہاول پور کے دارالعلوم جامعہ عباسیہ کے پرنسپل ہیں۔

آپ کا یہ بیان ۲۱؍جون ۱۹۳۲ء کو ڈسٹرکٹ جج صاحب بہاول پور کی عدالت میں ہوا۔ یہ بیان مسلسل چار گھنٹے جاری رہا۔ عبدالرزاق مدعا علیہ اگرچہ اصالتہً موجود تھا۔ مگر حضرت ممدوح کے دلائل وبراہین سے ایسا مبہوت ہوا کہ اس نے جرح کرنے سے انکار کردیا۔

حضرت ممدوح کا یہ بیان درحقیقت اس بیان کا خلاصہ ہے جو آپ نے ریاست ہذا کی عدالت اعلیٰ یعنی دربار معلّٰی میں عالی جناب پرائم منسٹر صاحب بہادر ودیگر وزراء ذی احترام کے روبرو دیا تھا اور کتاب وسنت اور اجماع امت سے ثابت کیا تھا کہ آنحضرت ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور آنحضرت ﷺ کے بعد جو مدعی نبوت ہو وہ اور اس کے متبعین کافر اور مرتد ہیں اور ان کے نکاح بلا قضا قاضی فسخ ہیں۔ جب دربار معلّٰی سے مزید تحقیق شرعی کے لئے مثل مقدمہ دوبارہ ڈسٹرکٹ جج صاحب کی عدالت میں واپس ہوئی تو ڈسٹرکٹ جج صاحب کی عدالت میں سب سے پہلے حضرت ممدوح کا یہ جامع اور بصیرت افروز بیان ہوا۔ ابوالعباس نعمانی، بہاول پور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رب یسر ولا تعسر وتمم بالخیر

حامداً ومصلیاً علیٰ رسولہ الکریم

عقیدۂ ختم نبوت اسلام کے بنیادی اصول میں سے ہے

اسلام کے بنیادی اصول بہت سے ہیں۔ لیکن ان میں اہم توحید باری عزاسمہ اور ایمان بالملائکہ، ایمان بالانبیاء، ایمان بالکتب المنزلہ اور ایمان بالبعث اور حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آخری نبی یقین کرنا وغیرہ وغیرہ۔

انکار ختم نبوت، کفر وارتداد ہے

جو شخص پہلے اہل سنت والجماعت ہو اور پھر وہ مرزائی بن جائے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی مانے وہ مرتد ہو جاتا ہے۔ حضرت نبی علیہ السلام کو قرآن نے آخری نبی قرار دیا ہے اور جو شخص اس قرآنی حکم کو نہ مانے اور اس کا انکار کرے۔ وہ قرآن کے انکار کی وجہ سے کافر ہو جاتا ہے۔

دلائل ختم نبوت

۱...... قرآن شریف میں سے معلوم ہوتا ہے کہ وحی کا انزال دو قسموں پر ہے۔ (۱) جو آنحضرت ﷺ پر ہوا۔ (۲) جو آپ (ﷺ) سے پہلے ہوا۔ ’’والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک (بقرہ)‘‘ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

۲...... دوسری جگہ قرآن شریف میں ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے مخاطب کر کے فرمایا کہ جب تم لوگوں کو کتاب دوں اور حکمت اور تم نبوت کے منصب پر فائز ہو جاؤ تو اس کے بعد ایک نبی آئے گا جو تمام پہلی چیزوں کی تصدیق کرنے والا ہوگا۔ تم لوگ اس کو ماننا اور اس پر ایمان لانا۔ ’’واذ اخذ اللہ میثاق النّبیین لما اٰتیتکم من کتابٍ وحکمة ثم جاء کم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن به ولتنصرنه (آل عمران:۸۱)‘‘

اس آیت میں دو لفظ قابل غور ہیں۔ ایک ’’میثاق النّبیین‘‘ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام انبیاء کو یہ خطاب ہے اور دوسرا لفظ ’’ثم جاء کم‘‘ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تم سب کے بعد ایک نبی آئے گا اور وہ تمام پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہوگا اور وہ بالاتفاق سیدنا محمد ﷺ ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ محمد مصطفےٰ ﷺ سب نبیوں کے بعد آئے ہیں۔ پس اگر مرزا قادیانی بھی نبی ہوں تو پھر حضرت محمد ﷺ سب نبیوں کے بعد نہ آئے اور قرآن کی تکذیب لازم آئے گی۔ چنانچہ امام ابن کثیر نے (ج۱ص۳۸۵) میں اور مولوی محمد علی مرزائی لاہوری نے ترجمہ قرآن (ج۱ص۳۵۲) میں یہی معنی بیان کئے ہیں۔

۳...... تیسری آیت۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے حبیب اکرم فرمادیجئے کہ اے لوگو! میں تم تمام کا رسول ہوں۔ آج سے قیامت تک جس قدر لوگ ہوں گے۔ سب کا میں پیغمبر ہوں۔ ’’قل یا

ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً (اعراف:۱۵۸)‘‘اس آیت میں حق تعالیٰ شانہ ارشادفرماتے ہیں کہ محمد ﷺ کی بعثت سے قیامت تک تمام لوگوں کا رسول من اللہ وہ ہے۔ جس کا نام محمد مصطفیٰ ﷺ ہے۔

پس جو شخص حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی بعثت اور قیامت کے درمیان کسی دوسرے کو نبی تسلیم کرے وہ اس آیت کو جھٹلاتا ہے۔ لہٰذا مرتد ہوجاتا ہے۔ اس آیت کے یہی معنی امام ابن کثیر نے (ج۴ص۲۵۳) میں ذکر فرمائے ہیں اور اسی طرح دوسرے مفسرین نے بھی یہی معنی بیان فرمائے ہیں۔

۴...... حضرت حق پاک ارشادفرماتے ہیں کہ آج میں نے تمہارے دین کو کامل کردیا اور تم میں اپنی نعمتوں کو پورا کردیا اور تمہارے اسلام کو میں نے پسند کیا۔’’الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناً (مائدہ:۳)‘‘

اس آیت میں حق پاک ارشادفرماتے ہیں کہ دین کامل ہوگیا۔ پس نہ کسی دوسرے دین کی حاجت ہے۔ نہ کسی دوسرے نبی کی ضرورت ہے۔ اب اگر حضرت محمد ﷺ کے بعد کسی دوسرے کو نبی تسلیم کیا جائے تو ماننا پڑے گا کہ دین کامل نہیں ہوا اور کسی دوسرے نبی کی ضرورت باقی رہ گئی تھی۔ پس قرآن کریم کی تکذیب لازم آئے گی۔ نتیجہ یہ ہے کہ جو شخص حضرت محمد ﷺ کے بعد کسی دوسرے کو نبی مانتا ہے۔ وہ اس آیت کو جھٹلاتا ہے اور مرتد ہوجاتا ہے۔

۵...... حضرت حق پاک ارشادفرماتے ہیں کہ اے لوگو! کہ محمد ﷺ کی بعثت سے لے کر قیامت تک ہونے والے ہو۔ تم تین چیزوں کی اطاعت کرو، اللہ کی۔ اس کے رسول کی اور اولی الامر کے متعلق یہ ارشاد ہے کہ اگر تمہارا ان سے جھگڑا ہوجائے۔ کبھی تم میں اور اولی الامر میں اختلاف ہوجائے تو اس وقت فقط اللہ اور رسول ہی قابل اطاعت ہیں۔’’یا ایھا الذین امنوا اطیعو اللہ واطیعو الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شئ فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الاٰخر ذلک خیرو احسن تأویلاً (نساء:۵۹)‘‘

اس آیت نے ظاہر کردیا کہ محمد ﷺ کے بعد یہ ہی ایک جماعت قابل اطاعت ہوگی اور ان کی حیثیت یہ بتلائی گئی کہ وہ نبی نہیں ہوں گے۔ کیونکہ نبی کے ساتھ امتی اختلاف نہیں کر

سکتا۔ اس واسطے کہ ارشاد ہے کہ نبی محض مخدوم اور مطاع ہے۔ اس کے ساتھ جھگڑا نہیں ہوسکتا ہے۔ یہ حضرت ﷺ کے بعد اس آیت کی رو سے جو لوگ اولی الامر ہوں گے۔ نبی نہیں ہوں گے اور ان سے اختلاف ہوسکے گا۔ چاہے وہ صدیق ہوں، شہید ہوں، صالح ہوں، امام ہوں، غوث ہوں، قطب ہوں، کچھ ہوں۔ اس موقع پر میں مولوی محمد علی لاہوریؒ کی تفسیر کے چند جملے بیان کرتا ہوں۔ مولوی محمد علی اپنی (تفسیر ج۱ ص۵۲۶) پر لکھتے ہیں کہ چونکہ قرآن نے یہ فیصلہ کردیا ہے کہ اس کے اندر ہمیشہ کے لئے حقیقی مطاع ایک مطاع محمد ﷺ موجود ہوں گے۔ اس لئے آپ کے بعد اس امت کے اندر کوئی رسول نہیں ہوسکتا۔ اگر کوئی رسول ہوگا تو وہ مطاع ہوگا۔ پھر محمد ﷺ مطاع نہیں رہیں گے اور یہ خلاف قرآن ہے۔ پس ختم نبوت پر یہ آیت فیصلہ کن ہے۔ جب اس کو ''فان تنازعتم'' کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے اور اب تا قیامت کوئی رسول قطعاً نہیں ہوسکتا۔

۶...... حضرت حق پاک فرماتے ہیں کہ فرمادیجئے کہ اگر تمام انسان اور جن اس کتاب (قرآن) کی مثل لانا چاہیں تو ہرگز نہیں لاسکیں گے۔ ''**قل لئن اجتمعت الانس والجن علیٰ ان یأتوا بمثل ھذا القراٰن لا یأتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعضٍ ظھیراً** (بنی اسرائیل:۸۸)''

اس آیت میں سمجھایا گیا ہے کہ قرآن شریف تمام ہدایات سے بڑھ کر ہے اور اس کے بعد کسی ہدایت کی، کسی نبی کی، کسی کتاب کی کوئی ضرورت نہیں۔

۷...... حضرت حق پاک نے رسول اللہ ﷺ کو سراجاً منیراً فرمایا ہے: ''**یاایھا النبی انا ارسلنا شاھداً ومبشراً ونذیراً وداعیاً الیٰ اللہ باذنہ وسراجاً منیراً** (احزاب:۴۵،۴۶)''

اور قرآن پاک نے سورج کو سراج کہا ہے۔ اس سے ظاہر کرنا یہ منظور ہے کہ جیسے سورج کی روشنی کے بعد کسی ستارہ یا کسی اور منیر کی روشنی کی ضرورت نہیں رہتی اور اس طرح حضرت ﷺ کی ذات مقدس ایسی ہے کہ اس کے بعد اور کسی نبی یا ہادی کی ضرورت نہیں رہتی اور رسالت ان پر ختم ہوجاتی ہے۔ جیسے سورج پر روشنی ختم ہوجاتی ہے۔

۸...... اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے محمد ﷺ آپ سب قوموں کے منذر اور ہادی ہیں۔ اس کا یہ مطلب نکلتا ہے کہ حضرت ﷺ تمام قوموں کے لئے ہادی ہیں اور دوسرا اب کوئی نبی نہیں آسکتا۔ ''**انما انت منذر ولکل قوم ھادٍ** (رعد:۱۷)''

۹...... حق پاک ارشاد فرماتے ہیں۔ کیا یہ کافی نہیں کہ ہم نے تمہارے پر کتاب نازل کردی۔ اس میں ظاہر فرمایا ہے کہ حضرت محمد ﷺ پر جو کتاب نازل فرمائی گئی یہ کافی اور بس ہے۔ ’’اولم یکفھم انا انزلنا علیک الکتاب یتلیٰ علیھم ان فی ذلک لرحمۃ وذکریٰ لقوم یؤمنون (عنکبوت:۵۱)‘‘

۱۰...... ’’انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون (حجر:۹)‘‘

اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ قرآن کریم ایک محفوظ اور غیر متغیر کتاب ہے جو کبھی منسوخ نہیں ہوگی۔ پس اگر کوئی دوسرا نبی اور دوسری وحی آسکتی ہے تو ممکن ہو جائے گا کہ قرآن شریف کا کوئی حکم منسوخ ہو جائے۔ چنانچہ مرزا قادیانی کے امتی قرآن کے بہت سے حکموں کو منسوخ مانتے ہیں۔ مثلاً وہ مانتے ہیں کہ جہاد بالسیف منسوخ ہوگئی ہے۔ وہ مانتے ہیں کہ جو محمد ﷺ کو آخری نبی مانے وہ کافر ہے۔ مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ جو مجھے نبی نہ مانے وہ کافر ہے۔ جس کے صاف معنی یہی ہیں کہ محمد ﷺ کو آخری نبی ماننے والا کافر ہو جاتا ہے۔

(فتاویٰ احمدیہ ج۱ ص۳۰۸، کتاب الصلوٰۃ وفتاویٰ احمدیہ ج۱ ص۲۶۹)

اس آخری حوالہ میں مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ کسی شخص کو کوئی عمل، کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔ جب تک کہ میرے دعویٰ کو نہ مانے تو یہ حکم مرزا قادیانی کا ماننا نہ کہیں قرآن میں ہے اور نہ کہیں حدیث میں۔ بلکہ قرآن اور حدیث میں پایا جاتا ہے کہ مرزا قادیانی کو نبی نہ مانا جاوے۔ مرزا قادیانی کو نبی ماننے سے قرآن کا یہ حکم منسوخ ہو جائے گا۔ حالانکہ قرآن کہتا ہے کہ میں منسوخ نہیں ہوں۔

۱۱...... قرآن مجید میں ہے:’’ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النّبیین (احزاب:۴۰)‘‘

اس آیت کی تفسیر میں مولوی محمد علی لاہوری نے (جلد سوم ص۵۱۵) میں لکھا ہے کہ خاتم النّبیین کے معنے لغت سے اوپر بیان ہو چکے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام ایک قوم ہیں اور کسی قوم کا ’’خَاتِمُ‘‘ یا ’’خَاتَمُ‘‘ ہونا صرف ایک ہی معنے رکھتا ہے یعنی ان میں سے آخری ہونا۔ پس نبیوں کے خاتم ہونے کے معنی نبیوں کی مہر نہیں۔ جیسا کہ قادیانی کہتے ہیں۔ بلکہ آخری نبی ہے۔

اسی طرح قرآن شریف کی اور بھی بہت سی آیات سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آخری نبی ہونا ثابت ہے۔

تمام مفسرین واہل لغت نے خاتم النّبیین کے معنی ’’آخری نبی‘‘ کئے ہیں

خاتم کے معنی آخری نبی کے تمام مفسرین اور اہل لغت نے کئے ہیں۔ (تفسیر ابن جریر ج۲۲ص۱۳) میں خاتم النّبیین کے معنی آخری نبی کے بیان کئے گئے ہیں۔

(تفسیر ابن کثیر ج۸ص۸۸) میں خاتم النّبیین کے معنی آخری نبی کے لئے ہیں۔ (تفسیر کبیر ج۶ص۵۸۱) میں خاتم النّبیین کے معنی آخری نبی کے بیان کئے گئے ہیں۔

(تفسیر بیضاوی ج۴ص۱۶۴، تفسیر ابوسعود حاشیہ کبیر ج۷ص۴۴۹) میں بھی خاتم النّبیین کے معنی آخری نبی کے کئے گئے ہیں۔ (تفسیر روح المعانی پارہ۲۲ص۳۲) میں خاتم النّبیین کے معنی آخری نبی لکھے ہیں۔ لغت کی کتاب قاموس میں لکھا ہے: ’’خاتم الانبیاء آخرھم‘‘ لسان العرب میں ہے۔ ’’خاتمھم آخرھم‘‘ قطرالحیط میں لکھا ہے کہ خاتم کے معنی آخری۔ (مجمع البحار ج۱ص۳۲۹) میں ہے کہ خاتم کے معنی ہیں کہ: ’’لانبی بعدہ‘‘

تاج العروس شرح قاموس میں ہے کہ حضرت ﷺ کا اسم مبارک خاتم اس واسطے ہے کہ آپ ﷺ کے آنے سے نبوت ختم ہوگئی۔ کلیات ابوالبقاء میں ہے کہ ہمارے پیغمبر کا نام جو خاتم الانبیاء ہے۔ اس واسطے ہے کہ خاتم کے معنی ہیں آخری۔ (ص۳۱۹، کتاب مذکور صحاح) میں لکھا ہے کہ ’’خاتم الشیٔ آخرہ‘‘ اور منتہی الارب میں ہے۔ خاتم چیز پایاں آن وآخر قوم، صراح میں ہے کہ خاتم شے کا آخر شے کا ہوتا ہے اور محمد ﷺ خاتم الانبیاء ہیں۔ یعنی آخری نبی۔

احادیث ختم نبوت

اب میں کچھ حدیثیں بیان کرتا ہوں:

۱…… پہلی حدیث جس کے معنی یہ ہیں کہ اے علیؓ تو مجھے بمثل ہارون کے ہے۔ لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (کنزالعمال ج۶ص۱۱۲،۱۵۲،۱۵۳)

۲…… دوسری حدیث ہے کہ میں اللہ کے نزدیک ام الکتاب یعنی لوح محفوظ میں خاتم النّبیین ہوں۔ (کنزالعمال ج۶ص۱۱۲)

۳…… تیسری حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں پیدائش میں سب نبیوں سے پہلے ہوں اور مبعوث ہونے میں سب سے آخر ہوں۔ (کنزالعمال ج۶ص۱۱۳)

۴…… حضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ میں سب پیغمبروں کا سردار ہوں اور یہ فخراً نہیں کہہ رہا اور سب نبیوں کا آخری ہوں اور یہ فخر یہ نہیں۔ (کنزالعمال ج۶ص۱۰۴،۱۰۹)

۵...... حضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ رسالت اور نبوت ختم ہوگئی ہے۔ میرے بعد نہ کوئی رسول اور نہ نبی ہوگا۔ (ترمذی شریف ج۲ص۵۱)

۶...... حضرت محمد ﷺ فرماتے ہیں کہ مجھے نبیوں پر ۵وجوہ سے فضیلت دی گئی ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ مجھ پر نبیوں کا خاتمہ کیا گیا ہے۔ (کنزالعمال ج۶ص۱۰۶)

۷...... اور حدیث ہے کہ میں آیا اور میں نے نبیوں کو ختم کر دیا۔ (مسلم شریف ج۲ص۱۹۹،۲۴۸)

۸...... حضرت محمد ﷺ فرماتے ہیں کہ میری مثال نبیوں میں ایسی ہے کہ جیسے ایک شخص نے ایک کوٹھا بنایا اور اس میں ایک اینٹ کی جگہ خالی رہ گئی۔ بس میں نبیوں میں اس اینٹ کی جگہ ہوں۔

(ترمذی ج۲ص۲۲۱)

۹...... حضرت محمد ﷺ فرماتے ہیں کہ میں عاقب ہوں۔ عاقب وہ ہوتا ہے جس کے بعد کوئی شئے نہ آوے۔ (شمائل ترمذی ص۲۶)

اسی طرح اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں، جنہیں بخوف طوالت بیان نہیں کیا جاتا۔

ختم نبوت اجماعی عقیدہ ہے

اب میں مذہب اسلام کے عقائد اور سلف صالحین کے اقوال نقل کرتا ہوں کہ نبی علیہ السلام آخری نبی تھے۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔

شرح عقائد میں علامہ تفتازانی فرماتے ہیں کہ پس ثابت ہوگیا کہ رسول اللہ ﷺ آخر الانبیاء ہیں۔ مواہب لدنیہ میں ہے کہ اختلاف ہے کہ نبی اور پیغمبر کتنے ہوئے ہیں۔ مگر اوّل سب نبیوں کا آدم ہے اور آخر سب کے حضرت محمد ﷺ ہیں۔ (مواہب لدنیہ ج۱)

(صبح الاعشیٰ ج۱۳ص۳۰۵) پر ہے کہ یہ دو کلام ایسے ہیں کہ جن کی وجہ سے فلاسفہ کو کافر کہا گیا ہے۔ ایک یہ کہ حضرت محمد ﷺ کے بعد کسی دوسرے نبی کا آنا ممکن سمجھتے ہیں اور جائز سمجھتے ہیں۔

(عقیدہ امام طحاوی ص۱۴) اہل سنت والجماعت کا یہی عقیدہ ہے کہ محمد ﷺ آخری نبی ہیں اور آپ ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ گمراہی اور ضلالت ہے اور ہوائے نفسانی ہے۔

حضرت جناب شیخ عبدالقادر جیلانیؒ (غنیۃ الطالبین ص۱۸۳) پر فرماتے ہیں کہ سب اہل اسلام کا یہی عقیدہ ہے کہ حضرت محمد ابن عبداللہ ابن عبدالمطلب ابن ہاشم آخری نبی ہیں۔ مولانا مولوی عبدالحکیم صاحب سیالکوٹی غنیۃ الطالبین کے ترجمہ میں فرماتے ہیں کہ: ’’اعتقاد کنند

اہل اسلام ہمہ کہ محمد ﷺ پیغمبر خدا است وسالار ہمہ پیغمبران است وتمام کردہ شدہ است باو پیغمبران را۔‘‘

پہلی صدی کے مجدد حضرت خلیفہ المسلمین حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے پہلے خطبہ میں فرمایا کہ اے لوگو کہ قرآن کے بعد کوئی کتاب نہ آئے گی اور حضرت محمد ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ (تاریخ الخلفاء ص۱۵۷)

ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ کے بعد کسی شخص کا دعویٰ نبوت کرنا اتفاق اہل اسلام سے کہ کفر ہے۔ (کتاب مذکور ص۲۰۲)

الاشباہ والنظائر میں ہے کہ جب کسی شخص کا یہ اعتقاد نہ ہو کہ محمد ﷺ آخری نبی ہیں تو وہ مسلمان نہیں۔ (ص۲۶۷)

اسی کتاب کی شرح میں ہے کہ ضروریات دین میں جہل کوئی عذر نہیں ہے۔

(کتاب الفصل ج۳ ص۲۴۹) میں ہے کہ جو شخص محمد ﷺ کے بعد بغیر عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کسی اور شخص کو نبی کہے گا تو اس کے کافر ہونے میں دو مسلمان بھی مختلف نہیں ہوں گے۔

اسی کتاب کے (ج۴ ص۱۸۰) میں ہے کہ کسی طرح کوئی مسلم جائز سمجھتا ہے کہ حضرت ﷺ کے بعد دنیا میں کوئی نبی آوے۔ بجز اس کے جس کو حضرت ﷺ نے خود مستثنیٰ فرمایا۔ یعنی حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام۔ اس کتاب کی (ج۳ ص۲۵۵،۲۵۶) پر ہے کہ جو شخص نبی علیہ السلام کے بعد کسی دوسرے شخص کو نبی کہے وہ کافر ہے۔

(نسیم الریاض ج۴ ص۵۰۶) میں ہے کہ جو شخص آنحضرت ﷺ کے ساتھ دوسرے کو نبی مانے، چاہے حضرت کے زمانہ میں یا ان کے بعد کسی کو نبی مانے تو اس نے اللہ ورسول کی تکذیب کی۔

(الصارم المسلول ص۶۸) میں ہے۔ جس شخص نے حضرت محمد ﷺ کے بعد یہ کہا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔ وہ کافر ہے اور اس کو قتل کرنا جائز ہے۔

حضرت ﷺ نے ایک پیشین گوئی فرمائی ہے کہ حضرت ﷺ کے بعد جھوٹے نبی آئیں گے۔

طحاوی نے (مشکل الاثار ج۴ ص۱۰۴) حضرت حذیفہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں تیس کے قریب ’’دجال اور کذاب‘‘ پیدا ہوں گے اور

نبوت کا دعویٰ کریں گے۔ جن میں سے چار عورتیں ہوں گی اور میں خاتم النّبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اس کے علاوہ مرزا غلام احمد قادیانی کے متعلق اور بھی وجوہ کفر ہیں اور چونکہ عبدالرزاق ان کو نبی مانتا ہے۔ اس لئے وہ بھی ان کے عقائد کا پابند سمجھا جائے گا۔ مثلاً مرزا قادیانی اپنی کتاب (آئینہ کمالات ص۵۶۴، خزائن ج۵ ص۵۶۴) میں فرماتے ہیں کہ: ’’میں نے خواب میں اپنے آپ کو اللہ کا عین دیکھا اور یقین کیا کہ میں وہی ہوں اور خدائی والوہیت میرے رگ وریشہ اور پٹھوں میں گھس گئی اور میں نے اس حالت میں دیکھا کہ کیا دیکھ رہا ہوں۔ ہم نیا نظام بنانا چاہتے ہیں۔ نئی زمین نیا آسمان۔ پس پہلے میں نے آسمان اور زمین کو اجمالی صورت میں پیدا کیا۔ جس میں کچھ تفریق وترتیب نہ تھی۔ پھر میں نے ان کو مرتب کیا اور میں اپنے دل سے جانتا تھا کہ میں ان کو پیدا کرنے پر قدرت رکھتا ہوں۔ پھر میں نے سب سے قریبی آسمان کو پیدا کیا۔ پھر میں نے کہا کہ: ’’انا زینا السماء الدنیا بمصابیح‘‘ پھر میں نے کہا کہ اب ہم انسان کو کیچڑ سے پیدا کریں گے۔ اس سے مرزا قادیانی نے الوہیت کا دعویٰ کیا اور اپنے آپ کو خالق جانا اور کوئی شخص جب خدائی کا دعویٰ کرے یا اپنے آپ کو خالق جانے وہ اسلام سے مرتد ہو جاتا ہے۔

مرزا قادیانی نے (حقیقت الوحی ص۸۶، خزائن ج۲۲ ص۸۹) پر کہا کہ: ’’اے مرزا تو مجھ سے بمنزلہ میرے فرزند کے ہے۔ اس سے مرزا قادیانی نے خدا کے لئے بیٹا ثابت کیا ہے۔‘‘

مرزا قادیانی (حقیقت الوحی ص۱۰۳، خزائن ج۲۲ ص۱۰۶) پر کہتے ہیں کہ: ’’اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں رسول کے ساتھ ہو کر جواب دوں گا۔ کبھی خطا کروں گا کبھی صواب کو پہنچوں گا۔‘‘ اس سے مرزا قادیانی نے خداتعالیٰ کو غلطی کرنے والا قرار دیا ہے۔

(حقیقت الوحی ص۷۵، خزائن ج۲۲ ص۷۸) پر فرماتے ہیں کہ: ’’زمین وآسمان جیسے ہمارے ساتھ ہے۔ ویسے ہی مرزا قادیانی کے ساتھ۔‘‘ اس سے مرزا قادیانی نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرح حاضر ناظر ظاہر کیا ہے۔

(حقیقت الوحی ص۱۰۵، خزائن ج۲۲ ص۱۰۸) پر مرزا قادیانی لکھتے ہیں کہ: ’’اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تو جس چیز کو بنانا چاہے بس کن کہہ دے۔ وہ ہو جائے گا۔‘‘

(البشریٰ ج۲ ص۷۹) پر مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ: ’’اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نماز

بھی پڑھتا ہوں اور روزہ بھی رکھتا ہوں۔ جاگتا بھی ہوں اور سوتا بھی ہوں اور جس طرح میں قدیم اور ازلی ہوں۔ تیرے لئے میں نے ازلیت کے انوار کردیئے اور تو پس ازلی ہے۔‘‘

(توضیح المرام ص۷۵، خزائن ج۳ ص۹۰) پر مرزا قادیانی لکھتے ہیں کہ:’’قیوم العالمین ایک ایسا وجود اعظم ہے کہ جس کے بے شمار ہاتھ اور بے شمار پیر ہیں اور ہر ایک عضو اس کثرت سے ہے کہ تعداد سے خارج اور لاانتہاء عرض وطول رکھتا ہے اور تیندوے کی طرح اس وجود اعظم کی تاریں بھی ہیں جو صفحہ ہستی کے تمام کناروں تک پھیل رہی ہیں اور کشش کا کام دے رہی ہیں۔‘‘ اس سے معلوم ہوا کہ مرزا قادیانی خدا کو تیندوے کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں۔

(کتاب ضمیمہ تریاق القلوب ج۳ ص۳۹۷) پر مرزا قادیانی فرماتے ہیں کہ:’’نئی زندگی ہرگز حاصل نہیں ہوسکتی۔ جب تک ایک نیا یقین پیدا نہ ہو اور نیا یقین پیدا نہیں ہوسکتا کہ جب تک موسیٰ اور مسیح اور یعقوب اور محمد مصطفیٰ ﷺ کی طرح نئے معجزات نہ دکھائے جائیں۔ نئی زندگی انہیں کو ملتی ہے جن کا خدا نیا ہو۔‘‘

اس سے مرزا قادیانی نے خدا کو حادث بنایا ہے۔ یہ عقائد ہیں جو مرزا قادیانی نے اﷲتعالیٰ کے متعلق لکھے ہیں اور اس سے یقیناً ایک مسلمان مرتد ہو جاتا ہے۔

قرآن شریف کے متعلق مرزا قادیانی کا عقیدہ حسب ذیل ہے:

مرزا قادیانی (حقیقت الوحی ص۸۴، خزائن ج۲۲ ص۸۷) پر فرماتے ہیں کہ:’’قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں۔‘‘

(خطبہ الہامیہ ص اوّل ٹائٹل پیج، خزائن ج۱۶ ص۱) پر فرماتے ہیں کہ بیشک یہ خدا کی آیت ہے اور کوئی انسان اس کی مثل نہیں بول سکتا۔ یعنی اس خطبہ کی مثل کوئی نہیں لاسکتا۔

(ازالہ اوہام ص۱۴، خزائن ج۳ ص۱۰۹) پر قرآن مجید کے متعلق فرماتے ہیں کہ:’’پھر اقرار کرنا پڑے گا کہ مبادا قرآن شریف گالیوں سے پر ہے۔‘‘

عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق مرزا قادیانی کا عقیدہ حسب ذیل ہے:’’آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے۔ تین دادیاں اور تین نانیاں آپ کی زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں۔ جس کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔ مگر شاید یہ بھی خدائی کے لئے ایک شرط ہوگی۔ آپ کا کنجریوں سے میلان اور صحبت بھی اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان ہے۔ ورنہ کوئی

پرہیزگار انسان ایک جوان کنجری کو یہ موقع نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگائے اور اپنی کمائی کا پلید عطر اس کے سر پر ملے۔ سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چلن کا انسان ہے۔ پس ہم ایسے ناپاک خیال اور متکبر اور راستبازوں کے دشمن کو ایک بھلا مانس آدمی بھی قرار نہیں دے سکتے۔ چہ جائیکہ اس کو نبی قرار دیں۔'' (ضمیمہ انجام آتھم ص۷، خزائن ج۱۱ ص۲۹۱)

اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا صاف انکار ہے جو تعلیم قرآن کے خلاف ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق مرزا قادیانی حسب ذیل عقیدہ رکھتے ہیں۔:

(حقیقت الوحی ص۱۷۸، خزائن ج۲۲ ص۱۸۳) حضرت موسیٰ کی توریت میں یہ پیشین گوئی کہ:''وہ بنی اسرائیل کو ملک شام میں جہاں دودھ اور شہد کی نہریں بہتی ہیں، پہنچائیں گے۔ مگر یہ پیشین گوئی پوری نہیں ہوئی۔''

بی بی مریم کے متعلق مرزا قادیانی کا عقیدہ حسب ذیل ہے:

(کشتی نوح ص۱۶، خزائن ج۱۹ ص۱۸)''مریم کی وہ شان ہے۔ جس نے ایک مدت تک اپنے تئیں نکاح سے روکا۔ پھر بزرگان قوم کے نہایت اصرار سے بوجہ حمل کے نکاح کرلیا۔ گو لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ برخلاف تعلیم توریت عین حمل میں کیوں نکاح کیا گیا اور بتول ہونے کے عہد کیوں توڑا گیا اور تعدد ازدواج کی کیوں بنیاد ڈالی گئی۔ مگر میں کہتا ہوں کہ یہ سب مجبوریاں تھیں جو پیش آگئیں۔ اس صورت میں وہ لوگ قابل رحم تھے، نا قابل اعتراض۔''

حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراءؓ کے متعلق مرزا قادیانی کا یہ قول کہ میں نے دیکھا کہ:''حضرت فاطمہ نے میرا سر اپنی ران پر رکھا۔'' (تحفہ گولڑویہ ص۱۹، خزائن ج۱۷ ص۱۱۸)

حضرت حسنین شریفین کے متعلق جو مرزا قادیانی کا عقیدہ ہے وہ حسب ذیل ہے:

(اعجاز احمدی ص۵۲، خزائن ج۱۹ ص۱۶۴) پر لکھتے ہیں کہ:''لوگ کہتے ہیں کہ حسنین پر تم اپنے آپ کو فضیلت دے رہے ہو۔ ہاں میں کہتا ہوں کہ میں افضل ہوں۔

ان سے اور عنقریب ظاہر ہو جائے گا اور آخر میں کہتے ہیں کہ میں تو عشق الٰہی کا مقتول ہوں اور تمہارے حسین کو تمہارے دشمن نے قتل کیا۔ پس کس قدر ظاہر اور کھلا ہوا فرق ہے۔''

ان عقائد کے ہوتے ہوئے ایک شخص صراحۃً مرتد ہو جاتا ہے۔

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

البیان المبین

حضرت مولانا محمد نجم الدین پروفیسر

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

''حامداً و مصلیاً''

جامع علوم وفنون حضرت مولانا محمد نجم الدین صاحب سابق پروفیسر اورینٹل کالج لاہور جو علوم عقلیہ ونقلیہ میں بہت بڑے فاضل ہیں۔ مدتوں تک بلاد اسلامیہ میں درس دیتے رہے ہیں۔ عرصہ کثیر تک اورینٹل کالج لاہور، میں مولوی فاضل کلاس کے پروفیسر رہے ہیں اور اسی زمانہ میں شہادت کے لئے بہاول پور آئے تھے۔ آپ کا یہ بیان ۳۰،۳۱/اگست ۱۹۳۲ء کو ڈسٹرکٹ جج صاحب بہادر بہاول پور کی عدالت میں ہوا۔ پہلے دن حضرت مولانا کا بیان ہوا اور دوسرے دن مختار مدعا علیہ کی جرح ہوئی۔ مولانا ممدوح نے مرزائیت کے کفر وارتداد اور مدعا علیہ کے فسخ نکاح کو قرآن وحدیث اور اجماع امت اور اقوال فقہاء سے نہایت تفصیل اور توضیح سے بیان فرمایا اور مختار مدعا علیہ کی جرح کے نہایت ہی محققانہ جوابات دیئے۔ مولانا موصوف کے بیان میں حضرت سید انور شاہ صاحبؒ بھی تشریف فرما تھے اور حضرت مرحوم نے مولانا کے بیان کو بہت ہی پسند فرمایا۔ ابوالعباس نعمانیؒ، معلم ثانی جامعہ عباسیہ، بہاول پور

مرزا ادّعائے نبوت کی وجہ سے خارج از اسلام ہے

میں مرزاغلام احمد قادیانی کو ان کی کتابوں کی رو سے اور ان کی تحریرات کی بناء پر کہہ سکتا ہوں کہ انہوں نے جو دعویٰ نبوت اور رسالت تشریعی یا غیر تشریعی کیا ہے جس کی وجہ سے وہ دائرہ اسلام سے خارج اور مرتد ہیں اور ان کے متبعین بھی یہی حکم رکھتے ہیں۔ مرتد کے ساتھ کسی سابقہ منکوحہ کا نکاح قائم نہیں رہ سکتا اور نہ ہی آئندہ اس کو کسی مسلمہ یا ذمیہ حرہ یا امہ سے نکاح کرنے کا اختیار ہے۔ سابقہ نکاح بدون قضا قاضی فسخ ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید کی آیت ''یاایھا الذین آمنوا اذا جاء ک (ممتحنہ)'' اس بات پر دلیل ہے اور ہمارے فقہائے حنفیہ بلکہ تمام علماء اسلام نے واضح طور پر اپنے کتب میں لکھ دیا ہے۔

(شامی ج۲ ص۴۲۵، فتاویٰ عالمگیری ص۴۰۶) میں بھی یہ مسئلہ مفصل اور واضح طور پر موجود ہے۔ ان کے کفر کے وجوہ اگرچہ بہت سے ہیں۔ مگر میں صرف تین امور پر اس وقت اکتفا کروں گا۔

مرزا قادیانی کے وجوہ کفر

۱...... ادّعاء نبوت تشریعی اور غیر تشریعی۔

۲...... توہین انبیاء علیہم السلام۔

۳...... تمام مسلمانان عالم کو کافر بنانا، خواہ اس کو مرزا قادیانی کی دعوت پہنچی ہو یا نہ، مکفر ہوں یا نہ، ان وجوہ کی بناء پر وہ کافر اور خارج از اسلام ہیں۔

مرزا قادیانی نے (دافع البلاء ص۵، خزائن ج۱۸ ص۲۲۵،۲۲۶) پر لکھا ہے کہ: ’’اور وہ قادر خدا قادیان کو طاعون کی تباہی سے محفوظ رکھے گا۔ تاتم سمجھو کہ قادیان اس لئے محفوظ رکھی گئی کہ خدا کا رسول اور فرستادہ قادیان میں تھا۔‘‘

پھر (دافع البلاء ص۵، خزائن ج۱۸ ص۲۲۶) پر ہے: ’’سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔‘‘

مرزا نبوت تشریعیہ کا مدعی ہے

مرزا نبوت تشریعی کا مدعی تھا اور اس ثبوت کے لئے انہوں نے دو وجہ بیان کیں ہیں:

۱...... مرزا قادیانی لکھتے ہیں کہ: ’’اگر کہو کہ صاحب الشریعہ افتراء کر کے ہلاک ہوتا ہے۔ نہ ہر ایک مفتری، تو اوّل یہ دعویٰ بے دلیل ہے۔ خدا نے افتراء کے ساتھ شریعت کی کوئی قید نہیں لگائی۔ ماسوائے اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے۔ جس نے اپنے وحی کے ذریعہ سے چند اوامر اور نواہی بیان کئے تو پھر اجتہاد کی گنجائش نہ رہتی۔‘‘ (اربعین نمبر۴ ص۶،۸، خزائن ج۱۷ ص۴۳۵)

مرزا قادیانی نے ضمیمہ تحفہ گولڑویہ میں ایسی مثالیں بھی بیان کی ہیں۔ جن میں امر اور نہی ہے۔ (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص۱۵، خزائن ج۱۷ ص۵۹) پر لکھتے ہیں: ’’**قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی...... یا احمد اسکن انت وزوجک الجنۃ...... یا اٰدم اسکن انت وزوجک الجنۃ**‘‘

۲...... معیار نبوت تشریعی کا انہوں نے (تریاق القلوب ص۱۳۰ حاشیہ، خزائن ج۱۵ ص۴۳۲) پر یہ قرار دیا ہے کہ یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنے دعویٰ کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے۔ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں۔ لیکن ان کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں کہ وہ کیسی ہی جناب الٰہی میں شان رکھتے ہوں اور خلعت مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں۔ ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔‘‘

پھر مرزا قادیانی (حقیقت الوحی ص۱۶۳، خزائن ج۲۲ ص۱۶۷) پر لکھتے ہیں: ’’یہ عجیب بات ہے کہ آپ کافر کہنے والے اور نہ ماننے والے کو دو قسم کے انسان ٹھہراتے ہیں۔ حالانکہ خدا کے نزدیک ایک ہی قسم ہے۔ کیونکہ جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ اسی وجہ سے نہیں مانتا کہ وہ مجھے مفتری قرار دیتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ خدا پر افتراء کرنے والا سب کافروں سے بڑھ کر کافر ہے۔ جیسا

کہ فرماتا ہے: ’’فمن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذباً او کذب بایاتہ‘‘ یعنی بڑے کافر وہی ہیں ایک خدا پر افتراء کرنے والا۔ دوسرا خدا کی کلام کی تکذیب کرنے والا۔ پس جب کہ میں نے ایک مکذب کے نزدیک خدا پر افتراء کیا ہے۔ اس صورت میں نہ میں صرف کافر بلکہ بڑا کافر ہوا اور اگر میں مفتری نہیں تو بلاشبہ وہ کفر پر پڑے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں خود فرمایا ہے۔ علاوہ اس کے جو مجھے نہیں مانتا۔ وہ خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا۔ کیونکہ میری نسبت خدا اور رسول کی پیش گوئی موجود ہے۔‘‘

(اربعین نمبر۴ ص۱۲، خزائن ج۱۷ ص۴۴۱) پر لکھتے ہیں: ’’اس بات کو قریباً ۹ برس کا عرصہ گزر گیا کہ جب میں دہلی گیا تھا اور میاں نذیر حسین غیر مقلد کو دعوت دین اسلام کی کی تھی۔ تب ان کی ہر ایک پہلو سے گریز دیکھ کر۔‘‘

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اپنے مخالف کو انہوں نے کافر قرار دیا۔ مرزا قادیانی (فتاویٰ احمدیہ ج اوّل ص۲۶۹) پر لکھتے ہیں: ’’واعلم ان عملاً من الاعمال لا یفید لاحد من دون ان یعرفنی ویعرف دعوای ودلائلی‘‘ یعنی کسی کا کوئی عمل میرے دعویٰ اور میری دلیلوں اور میرے پہچاننے کے بغیر مفید نہیں ہوسکتا۔

(فتاویٰ احمدیہ ج۱ ص۳۰۸) پر ہے۔ ’’بہر حال جس کو خدا تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور مجھے قبول نہیں کیا۔ وہ مسلمان نہیں ہے اور خدا کے نزدیک قابل مواخذہ ہے۔‘‘

(فتاویٰ احمدیہ ص۳۰۵) پر لکھتے ہیں: ’’حضرت مسیح موعود ایک شخص نے سوال کیا کہ جو لوگ آپ کو کافر نہیں کہتے۔ ان کے پیچھے نماز پڑھنے میں کیا ہرج ہے۔ فرمایا: ’’لا یلدغ المؤمن من جحرٍ واحد مرتین‘‘ یعنی مؤمن ایک ہی سوراخ سے دوبارہ نہیں کاٹا جاتا۔ ہم خوب آزما چکے ہیں کہ ایسے لوگ دراصل منافق ہوتے ہیں۔ ان کا حال ہے۔ ’’واذ القوا الذین امنوا قالوا امنا‘‘ یعنی ہمارے سامنے تو کہتے ہیں کہ ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی مخالف نہیں۔ لیکن جب اپنے لوگوں سے مخلی بالطبع ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ان سے استہزاء کررہے تھے۔ پس یہ لوگ ایک اشتہار دیں کہ ہم سلسلہ احمدیہ کے لوگوں کو مؤمن سمجھتے ہیں۔ بلکہ ان کے کافر کہنے والوں کو کافر سمجھتے ہیں تو میں آج ہی اپنی تمام جماعت کو حکم دے دیتا ہوں کہ وہ ان کے ساتھ مل کر نماز پڑھ لیں۔ ہم سچائی کے پابند ہیں۔‘‘ فتاویٰ کی ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ جو شخص مرزا قادیانی کو نہیں مانتا، خواہ اس کو کافر کہے یا نہ۔ وہ مسلمان نہیں اور اس کا کوئی عمل بارگاہ الٰہی میں مقبول نہیں۔

مرزا قادیانی نے اپنے پر نزول وحی کا دعویٰ کای ہے۔ جس کے حوالے کے لئے (نزول المسیح ص۹۹، خزائن ج۱۸ ص۴۷۷) پر تصریح موجود ہے۔

آنچہ من بشنوم زوحی خدا بخدا پاک دانمش زخطا
ہمچو قرآن منزہ اش دانم از خطاہا ہمیں است ایمانم

نیز مرزا قادیانی اپنے پر جبرائیل کے نزول کے مدعی ہیں۔ چنانچہ (حقیقت الوحی ص۱۰۳ حاشیہ، خزائن ج۲۲ ص۱۰۶) پر لکھتے ہیں: ’’**جاء نی آئیل واختاروا وارا صبعه واشار**‘‘ اس کے فٹ نوٹ میں لکھتے ہیں۔ اسی جگہ آئیل خداتعالیٰ نے جبرائیل کا نام رکھا ہے۔ اس لئے کہ بار بار لوٹتا ہے۔

اس دعویٰ کے ثبوت کے لئے میں چند حوالوں پر اکتفا کرتا ہوں۔ مرزا قادیانی نے صرف دعویٰ پر ہی اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ اپنی شان نبوت اور رسالت کا سکہ جمانے کے لئے ان تمام خصوصیات نبوت اور لوازمات رسالت کو نہایت ہی جزم اور وثوق کے ساتھ اپنے ذات کے لئے ثابت کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی۔

جن خصوصیات کی وجہ سے انبیاء علیہم السلام کی جماعت مقربان بارگاہ الٰہی سے ممتاز ہوسکتی ہے۔

مرزا قادیانی اپنے لئے لوازم نبوت ثابت کرتا ہے

مرزا قادیانی کا اپنی وحی والہام کو قطعی اور یقینی سمجھنا اور اپنے وحی کو خدا کا کلام کہنا اور اپنے خوارق عادات کا نام معجزہ رکھنا اور اپنے منکر متردد وساکت کو کافر منافق ٹھہرانا اور اپنی جماعت سے خارج ہونے والے کو مرتد خطاب دینا۔ اس قسم کے دعاوی کے حوالہ جات مرزا قادیانی کے مصنفات سے بکثرت ملتے ہیں۔ مرزا قادیانی اپنے الہامات کو وحی الٰہی اور کلام خداوندی اور قرآن کی طرح قطعی کہتا ہے۔ چنانچہ (حقیقت الوحی ص۶۹ حاشیہ، خزائن ج۲۲ ص۷۲) پر لکھتے ہیں کہ: ’’ان الہامات کی ترتیب بوجہ بار بار کی تکرار کے مختلف ہے۔ کیونکہ یہ فقرے وحی الٰہی کے کبھی کسی ترتیب سے کبھی کسی ترتیب سے مجھ پر نازل ہوئے ہیں اور بعض ایسے فقرے ہیں کہ شاید سو سو دفعہ یا اس سے بھی زیادہ نازل ہوئے ہیں۔ پس اس وجہ سے ان کی قرأت ایک ترتیب سے نہیں اور شاید آئندہ بھی یہ ترتیب محفوظ نہ رہے۔ کیونکہ عادت اللہ اسی طرح سے واقع ہے کہ اس کی پاک وحی ٹکڑے ٹکڑے ہوکر زبان پر جاری ہوتی ہے۔‘‘ مرزائی جماعت سے جو شخص علیحدہ ہو جائے اس کو مرتد کا خطاب دیا جاتا ہے۔

(حقیقت الوحی ص۱۲۲ حاشیہ، خزائن ج۲۲ ص۷۲) پر ہے: ’’پھر ایک اور خوشی کا موقعہ ہمارے مخالفوں کو پیش آیا کہ جب چراغ دین جموں والا میرا مرید تھا۔ مرتد ہوگیا اور بعد ارتداد میں نے رسالہ دافع البلاء ومعیار اہل الاصطفاء میں اس کی نسبت خدا تعالیٰ سے یہ الہام پاکر شائع کیا کہ وہ غضب الٰہی میں مبتلا ہوکر ہلاک کیا جائے گا۔‘‘ جس شخص کو مرزا قادیانی کی معرفت نہ ہو اوران کے دعویٰ اور دلائل سے واقفیت پیدا نہ ہو۔ اس کا کوئی عمل صالح، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ مقبول نہ ہوگا۔‘‘ جیسا کہ (فتاویٰ احمدیہ ص۲۶۹) پر حوالہ دیا جاچکا ہے۔

یہ خصوصیات مذکورہ ایسی ہیں جو سوائے انبیاء اصحاب شریعت کے اور کسی مقرب میں جمع نہیں ہوسکتیں۔ ان سے ثابت ہوا کہ مرزا حقیقی نبوت کا مدعی تھا اور اپنے آپ کو اسی معنی میں نبی اور رسول ظاہر کرتا تھا۔ جس معنی میں دوسری انبیاء علیہم السلام کو نبی اور رسول کہا گیا ہے۔

مرزا قادیانی کا اپنی نبوت کو ظلی اور بروزی کہنا محض پردہ پوشی ہے

باوجود ان تصریحات کے مرزا قادیانی نے خواہ مخواہ پردہ پوشی اور مخالفین کو خاموش کرنے کے لئے اپنے آپ کو بروزی اور ظلی نبی ظاہر کیا اور ختم نبوت کے نصوص قطعیہ کی مخالفت سے بظاہر بچنے کے لئے ایک جدید راہ نکالی۔ مگر جہاں تک حقائق شرعیہ کا تعلق ہے۔ یہ توجیہ اور تدبیر اس کے لئے مفید معلوم نہیں ہوتی۔ کیونکہ مجازی اور ظلی نبوت کی اصطلاح خود مرزا قادیانی کی پیدا کردہ ہے۔ قرآن حدیث میں اس کا کہیں ذکر نہیں۔ اگر فی الحقیقت ظلی وبروزی نبوت کا وجود ہوتا تو لامحالہ اقوال صحابہ اور آئمہ مجتہدین کی تحقیقات میں اس کا ذکر ہوتا۔ بلکہ سب سے پہلے یہ دروازہ ان بزرگ اور مقدس ہستیوں پر کھلتا۔ جن کے پاک کندھوں پر اسلام کی بنیاد کھڑی کی گئی ہے۔ اگر نبوت تشریعی وغیر تشریعی کا دروازہ ارشاد خداوندی (خاتم النّبیین) سے بند نہ ہوگیا ہوتا تو جناب رسول اللہ ﷺ نے باوجود استعداد اور قابلیت نبوت کے جو فاروق اعظمؓ اور علی المرتضیٰ کے وجود مسعود سے پوری پوری جھلک دکھا رہی تھی۔ یہ ارشاد نہ فرمایا ہوتا: ’’لو کان بعدی نبی لکان عمر‘‘ اور اسی طرح صراحۃً مشابہت ہارون کے بعد جناب علی المرتضیٰؓ سے یہ ارشاد نہ فرماتے: ’’الّا انہ لا نبی بعدی‘‘ کیونکہ بوقت ارادۂ نبوت مجازی بخیال مرزا قادیانی نہ تو آیت خاتم النّبیین کی مخالفت ہے اور نہ فرمان مصطفوی ’’لا نبی بعدی‘‘ سے کوئی تصادم ہوتا ہے۔

پس آنحضرت ﷺ کے بعد کسی شخص کو نبوت ملنے کا امکان نہیں۔ خواہ تشریعی ہو یا غیر تشریعی مرزا قادیانی نے اپنے آپ کو ساری امت سے اس منصب کے لئے منتخب کیا ہے۔

ساری امت میں اپنے آپ کو نبوت کے لئے مختص سمجھتا ہے

(حقیقت الوحی ص۳۹۱، خزائن ج۲۲ ص۴۰۶) میں لکھتے ہیں: ’’غرض اس حصہ کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء ابدال اور اقطاب اس امت میں سے گذر چکے ہیں ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اسی وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں۔ کیونکہ کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ اس میں شرط ہے اور وہ شرط ان میں پائی نہیں جاتی۔‘‘

مرزا قادیانی نے حقیقی نبوت کے دعویٰ کو اس امت میں سے صرف اپنے ہی لئے مخصوص کیا۔

مدعی نبوت کافر ہے

جو شخص نبوت کا مدعی ہو خواہ صاحب الشریعت کہلائے یا نہ، از روئے قانون اسلام خارج از اسلام ہے۔ زندیق اور مرتد کہلانے کا مستحق ہے۔ اس کے بہت سے دلائل ہیں اور اب میں قرآن حکیم سے چند آیات پیش کرتا ہوں۔

۱...... ’’قوله تعالیٰ ما كان محمد ابا احد من رجالكم ولكن ررسول الله وخاتم النّبيين (احزاب:۴۰)‘‘ (تفسیر ابن کثیر ج۹ ص۸۹) میں ہے۔’’وهذه الاية نص فى انه لا نبى بعده الىٰ قوله ولا ينعكس ‘‘ اسی تفسیر کے (ص۹۱،۹۲) پر اس آیت کے ذیل میں ہے۔’’ومن رحمه الله اىے قوله ما دامت السموات والارض ‘‘یعنی اس آیت سے صاف معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ جب آپ کے بعد کوئی نبی نہیں تو رسول بطریق اولیٰ نہیں ہوگا۔ کیونکہ رسول اور نبی میں عام خاص کی نسبت ہے۔ ہر رسول کا نبی ہونا ضروری ہے اور ہر نبی کا رسول ہونا ضروری نہیں۔ دوسری عبارت کا ترجمہ یہ ہے۔ بندوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اس نے آنحضرت ﷺ کو ان کی طرف بھیجا۔ پھر آپ ﷺ کو یہ کمال عنایت فرمایا کہ آپ ﷺ کے ساتھ تمام انبیاء ورسول کو ختم کر دیا اور دین حنیف کو آپ ﷺ کے سبب سے مکمل کر دیا۔ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں اور رسول اللہ نے اپنی سنت متواترہ میں خبر دی ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ تاکہ انہیں اس بات کا پتہ چل جائے کہ آپ ﷺ کے بعد جو شخص دعویٰ نبوت کرے وہ کذاب، مرتد، دجال، ضال، مضل ہے۔ خواہ کسی قسم کے جادو اور شعبدے اور طلسم اور عجائبات دکھلائے۔ سب کے سب یہ عقلمندوں کے نزدیک گمراہی کا موجب ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اسود عنسی اور مسیلمہ کذاب کے ہاتھوں پر اس قسم کے شعبدے اور

عجائبات دکھلائے۔ جن کو دیکھ کر ہر عقلمند اور ذی فہم معلوم کرے گا کہ یہ دونوں جھوٹے اور گمراہ ہیں۔ ان پر خدا کی لعنت۔ اس طرح جو شخص قیامت تک دعوت نبوت کرے گا۔ اس کا بھی یہی حال ہے۔ یہاں تک کہ ان کذابوں کا سلسلہ مسیح دجال تک ختم ہوگا۔ اس کے ساتھ کسی قسم کے عجائبات اور خوارق ہوں گے۔ علماء اور مؤمنین ان تمام چیزوں کے جھوٹے ہونے کی گواہی دیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی اپنی مخلوقات کے ساتھ بڑی عنایت اور مہربانی ہے۔ کیونکہ وہ لوگ (جو مدعی نبوت ہیں) بحسب ضرورت واقع بھلے کاموں کا حکم نہ دیں گے اور نہ ہی برے کاموں سے روکیں گے۔ ہاں بطور اتفاق کبھی کبھی امر و نہی کا سلسلہ جاری کریں گے جو ان کے مقاصد کے لئے مفید ہوگا۔ ان کے اقوال اور ان کا طرز عمل جھوٹ اور فجور سے ملوث ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے کہ کیا تمہیں خبر دوں کہ کس پر شیطان نازل ہوتے ہیں۔ ہر جھوٹے گنہگار پر شیطانوں کا نزول ہوتا ہے۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حالات بالکل ان کے برخلاف ہیں۔ ان میں نہایت نیکی اور سچائی اور ہدایت اور استقامت پائی جاتی ہے اور قول اور فعل میں وہ راست باز اور درست ثابت ہوتے ہیں۔ بھلائی کا حکم کرتے ہیں اور برے کاموں سے روکتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ان کے لئے خوارق عادات اور واضح دلیلیں اور روشن براہان بھی مؤید ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور سلام ان پر ہمیشہ رہیں۔ جب تک آسمان وزمین قائم رہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کسی شخص کو نبوت ملنے کی گنجائش نہیں۔ آپ ﷺ خاتم النّبیین ہیں۔ اس آیت کی قرأت دو طریق پر ہے۔ خاتم (بفتح التأ) خاتم (بکسر التأ) حسن وعاصم کے سوا تمام قراء خاتم (بالکسر) پڑھتے ہیں۔ اس کی تفسیر خود آنحضرت ﷺ نے فرمادی ہے۔ جس کے بعد کسی اور شخص کی تفسیر وتوضیح کی ضرورت نہیں۔ غزوہ تبوک میں جب آنحضرت ﷺ تشریف لے جارہے تھے تو مدینہ میں حضرت علیؓ کو اپنی جگہ انتظام کے لئے چھوڑنے کا ارشاد فرمایا۔ اس وقت حضرت علیؓ نے عرض کیا کہ آپ ﷺ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑ کر تشریف لے جاتے ہیں جو میری شجاعت کے منافی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ’’اما ترضیٰ ان تکون منی بمنزلة هارون من موسیٰ الّا انه لا نبی بعدی ‘‘ جب آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کو اپنی جانشینی کے لئے مدینہ میں چھوڑ کر حضرت ہارون علیہ السلام کے ساتھ ان کو تشبیہ دی تو سننے والے کو شبہ پیدا ہوسکتا تھا کہ شاید حضرت علیؓ آنحضرت ﷺ کے بعد منصب نبوت سے اسی طرح متصف ہوں گے۔ جیسا کہ حضرت ہارون علیہ السلام تھے۔ اسی شبہ کے رفع کرنے کے لئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ’’الّا انه لا نبی

بعدی ’’اگرچہ تم ہارون علیہ السلام کی طرح اس وقت میرے جانشین ہو۔ مگر یہ بھی خیال نہ کرنا کہ تم منصب نبوت سے موصوف ہو سکتے ہو۔

(مشکوٰۃ ص۵۱۳) پر حضرت جابرؓ سے یہ روایت ہے:

(ابن کثیر ج۸ ص۵۰) ’’مثلی ومثل الانبیاء کمثل رجل (بنی بیتاً) اے قولہ ختم بی النبیون ‘‘یعنی میرے اور دوسرے انبیاء کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص نے ایک مکان بنایا اور مکمل کر دیا اور نہایت اچھا کر دیا۔ مگر ایک اینٹ کی جگہ خالی رہ گئی۔ جو کوئی اس مکان کے دیکھنے کے لئے اس میں داخل ہوتا تھا اور اسے دیکھتا تھا تو یہ کہہ دیتا تھا کہ یہ مکان کیا ہی اچھا ہے۔ مگر اس ایک اینٹ کی جگہ اچھی نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ وہ اینٹ میں ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ تمام انبیاء کو ختم کر دیا۔

دوسری روایت (ابن کثیر ج۸ ص۹۱) میں ہے کہ: ’’انا العاقب الذی لیس بعدہ نبی ‘‘﴿یعنی میں پیچھے آنے والا ہوں۔ جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔﴾

عبداللہ بن عمرؓ کی روایت اسی صفحہ پر ہے۔ ’’خرج رسول اللہ ﷺ یوماً کالمودع ‘‘شمائل ترمذی میں بھی روایت موجود ہے۔ ’’انا العاقب الذی لیس بعدہ نبی ‘‘

(ترمذی ج۲ ص۵۱) پر ہے: ’’ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی ‘‘فرمایا کہ رسالت اور نبوت دونوں ختم ہو چکی ہیں۔ نہ میرے بعد کوئی رسول آ سکتا ہے نہ کوئی نبی۔ صحابہ کرامؓ کو یہ بات دشوار گزری تو فرمایا کہ مبشرات باقی ہیں۔ عرض کیا گیا کہ مبشرات کیا ہیں، فرمایا کہ مسلمانوں کے خواب نبوت کے اجزاء میں سے ہیں۔

(کنزالعمال ج۶ ص۱۱۲) پر ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ’’انی عند اللہ فی ام الکتاب خاتم النّبیین ‘‘یعنی میں لوح محفوظ میں اللہ تعالیٰ کے ہاں خاتم النّبیین لکھا گیا ہوں۔ اس آیت سے ختم نبوت اور ختم رسالت کا مسئلہ ثابت ہوا۔ جس کے بعد کسی نئے نبی کے آنے کی گنجائش نہیں رہی۔

دوسری آیت ’’الیوم اکملت لکم دینکم (مائدہ:۳)‘‘

ابن کثیر اپنی تفسیر (تفسیر ابن کثیر ج۳ ص۲۸۹) پر اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ ’’ھذا اکبر نعم اللہ ...... تا ...... اشرف کتبہ ‘‘یعنی اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دین کو مکمل کر دیا۔ اس کے بعد نہ وہ کسی دین کے محتاج ہیں نہ کسی دوسرے نبی کے محتاج ہیں۔ اس واسطے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو خاتم الانبیاء اور تمام جنوں اور انسانوں کی طرف آپ ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ ’’قل یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً (اعراف)‘‘ اس آیت میں

آنحضرت ﷺ کو ارشاد ہوا کہ آپ سب دنیا کی طرف مبعوث ہیں۔ آپ کے بعد کوئی دوسرا نبی یا رسول نہیں ہوسکتا۔ اس آیت کی تفسیر میں حافظ ابن کثیر اپنی (تفسیر ج۴ ص۲۵۳) پر لکھتے ہیں: ’’قل یا محمد یا ایها الناس ‘‘ اے قولہ کافتہ۔ یہ سب لوگوں کی طرف سے خطاب ہے۔ سرخ رنگ ہوں یا سیاہ رنگ ہوں۔ عربی ہوں یا عجمی ہوں۔ یعنی تم سب کی طرف رسول ہوا اور یہ آپ کی شرف اور عظمت کی نشانی ہے کہ آپ ﷺ خاتم النّبیین ہیں اور تمام لوگوں کی طرف مبعوث ہیں۔

چوتھی آیت ’’وما ارسلناک الا کافة للناس بشیراً ونذیراً (سبا:۲۹)‘‘ اس سے معلوم ہوا کہ ہم نے نہیں بھیجا۔ آپ ﷺ کو مگر تمام دنیا کے لئے خوشخبری دینے والا اور ڈارنے والا تو آپ ﷺ کے بعد اگر کوئی دوسرا نبی آئے گا تو آپ ﷺ کافتہ للناس نہیں ہوسکتے۔ کیونکہ آپ ﷺ تمام احکام کو جو ساری دنیا کے لئے ضروری تھے۔ ان کو مکمل کر چکے ہیں اور بقدر ضرورت ان کی تشریح فرما چکے ہیں۔ کوئی دوسرا شخص رسول یا نبی نہیں ہوسکتا۔

پانچویں آیت: ’’والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وبالاٰخرة هم یوقنون (بقرہ:۴)‘‘ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ متقی بننے کے لئے صرف ان چیزوں کی ضرورت ہے جو اسی آیت میں اور اسی سے پہلی آیت میں بیان کی گئی ہیں۔ ایک تو وہ وحی ہے جو آنحضرت ﷺ پر نازل کی گئی ہے اور ایک وہ وحی ہے جو آپ سے پہلے نبیوں پر نازل کی گئی۔ مگر آنحضرت ﷺ کے بعد بھی کسی وحی پر انسانوں کی نجات اور اتقاء کی مدار ہوتی تو اللہ تعالیٰ اسے بھی یہاں ذکر فرما دیتا۔ مگر ایسا نہیں کیا گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ کسی دوسرے نبی کی یا نئی وحی کی متقی بننے کے لئے حاجت نہیں اور نہ ہی اس کے آنے پر یا اس کے ماننے پر لوگوں کی نجات کا مدار ہے۔

ختم نبوت پر تصریحات امت

ان آیات واحادیث کے بعد میں چند معتبر علماء کے اقوال پیش کرنا چاہتا ہوں۔ ساری امت کا اتفاق ہے کہ آنحضرت ﷺ پر دروازہ نبوت کا بند ہو چکا ہے۔ کسی دوسرے پر جبرائیل وحی لے کر نہیں آئے گا۔ اس مسئلہ کو تمام علمائے امت نے قبول کیا اور ہر ایک طبقہ کے لوگوں نے اپنی تصانیف میں اس کو درج کیا۔ (شرح عقائد مطبوعہ یوسفی ص۹۹) پر ہے۔ اوّل الانبیاء آدم وآخرہم محمد ﷺ شرح عقائد کے صفحہ نمبر۱۰۱ میں ہے کہ ’’واذ اثبت نبوته وقد دل کلام وکلام الله المنزل کما زعم النصاریٰ‘‘ یعنی جب آپ ﷺ کی نبوت ثابت ہو چکی اور اللہ تعالیٰ کی کلام اور رسول اللہ ﷺ کے ارشادات سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ خاتم النّبیین ہیں اور تمام جنوں اور انسانوں کی طرف آپ ﷺ کی بعثت ہے تو ثابت ہوا کہ آپ ﷺ آخرالانبیاء ہیں اور آپ کی

نبوت کا عرب کے ساتھ اختصاص نہیں۔ جیسا کہ بعض عیسائیوں کا خیال ہے۔

غنیۃ الطالبین میں حضرت پیر صاحب (ص۱۸۳) میں لکھتے ہیں: ''**ویعتقد اهل السنة الیٰ وله علیٰ الناس کافة** ''یعنی اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور تمام رسولوں کے سردار ہیں اور خاتم النّبیین ہیں اور تمام دنیا کے جن وانس کی طرف آپ مبعوث ہیں۔ جیسا کہ آیت: ''**وما ارسلناک الا رحمة للعالمین** '' سے معلوم ہوتا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے بھی ارشاد فرمایا ہے کہ میں تمام انبیاء پر چار چیزوں سے فضیلت دیا گیا ہوں۔ ایک ان میں سے یہ کہ مجھے تمام دنیا کی طرف مبعوث کیا گیا۔

(عقیدہ طحاوی ص۱۴) میں امام طحاوی لکھتے ہیں۔ اس کتاب کے اوّل میں لکھا ہے کہ یہ امام ابوحنیفہ اور ابو یوسف اور امام محمد کا عقیدہ ہے اور تمام اہل سنت والجماعت کا بھی عقیدہ ہے جو ان کے طریقہ پر چلنے والے ہیں۔ عقیدہ طحاوی کی اصل عبارت یہ ہے۔

''**کل دعوة بعد نبوته بغی وهوی** ''یعنی آپ کے بعد مدعی نبوت ہونا ضلالت اور گمراہی کا پیش خیمہ ہے۔ (تاریخ الخلفاء کانپوری ص۱۶۱) میں امام سیوطیؒ عمر بن عبدالعزیز کے خطبہ میں یہ لفظ نقل کرتے ہیں: ''**یاایها الناس لا کتاب بعد القرآن ولا نبی بعد محمد رسول الله ﷺ** '' قرآن کے بعد نہ کوئی کتاب اترے گی اور نہ محمد ﷺ کے بعد کوئی نبی ہوسکتا ہے۔

ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں: ''**ودعویٰ النبوة بعد نبینا ﷺ کفر بالاجماع** '' ہمارے نبی ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا کفر ہے۔ جس پر تمام امت کا اجماع ہے۔

(اشباہ والنظائر ص۲۶۷) پر ہے: ''**اذا لم یعرف ان محمداً ﷺ آخر الانبیاء فلیس بمسلم لانه من الضروریات** ''یعنی جو شخص آنحضرت ﷺ کو تمام انبیاء کا آخر نہیں تسلیم کرتا وہ مسلمان نہیں۔

(عالمگیر ج۲ ص۴۱۱) میں ہے: ''**اذا لم یعرف الرجل ان محمد ﷺ نبیاً غیر عیسیٰ بن مریم فانه لا یختلف اثنان فی تکفیره** ''جو شخص آنحضرت ﷺ کے بعد عیسیٰ بن مریم کے سوا کسی دوسرے نبی کا اعتقاد رکھے۔ اس کی تکفیر میں دو آدمیوں کا بھی اختلاف نہیں۔

(کتاب الفصل لابن الحزم ج۳ ص۲۴۹)

اس کتاب کے جلد چہارم میں ص۱۸۰ میں ہے۔''**هذا مع سماعهم لی قوله فی آخر الزمان** ''یعنی اللہ کے اس قول کے سننے کے بعد''**ولکن رسول الله وخاتم النبیین** ''

اور نبی ﷺ کے قول (لا نبی بعدی) کے پہنچنے کے بعد کوئی مسلمان کیسے جائز رکھ سکتا ہے کہ زمین میں آپ کے بعد کوئی نبی ہوگا۔ سوائے اس نبی کے جس کا آنحضرت ﷺ نے صحیح احادیث میں استثناء فرمایا کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام آخر زمانہ میں اتریں گے۔

(کتاب الفصل ج۳ص۲۵۶) میں ہے: ’’**ومن قال نبی بعد النبی علیه السلام الیٰ قوله فهو کافر**‘‘ یعنی جو شخص آنحضرت ﷺ کے بعد کسی شخص کو نبی مانتا ہے یا کسی چیز کا انکار کرے جو اس کے نزدیک صحیح طور پر ثابت ہوگئی ہو کہ آنحضرت ﷺ نے اس کا ارشاد فرمایا ہے تو وہ کافر ہے۔

(نسیم الریاض ج۳ص۵۰۶) میں ہے: ’’**وکذلک نکفر من ادعی النبوة احد ای قوله کالعیسویة**‘‘ یعنی اسی طرح ہم اس شخص کو کافر کہتے ہیں جو ہمارے نبی علیہ السلام کے ساتھ نبوت کا دعویٰ کرے، خواہ آپ کے زمانہ میں جیسے مسیلمہ اور اسود عنسی خواہ آپ کے بعد یا کسی دوسرے شخص کی نبوت کا مدعی ہو تو وہ کافر ہے۔ کیونکہ آپ خاتم النّبیین ہیں۔ قرآن اور حدیث کے رو سے یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تکذیب ہوگی۔

(الصارم المسلول ص۱۶۸) میں ہے: ’’**ومعلوم ای قوله فهو کافر حلال الدم**‘‘ جو شخص اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے اور کہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں یا نبی یا کوئی ایسی جھوٹی خبر دے جس کو خدا کی طرف نسبت کرتا ہے۔ وہ کافر ہے اور اس کا قتل کرنا حلال ہے۔ ختم نبوت کا ایسا مسئلہ ہے جس کو خود مرزا قادیانی بھی تسلیم کرتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی دوسرا نبی نہیں ہوسکتا۔

دعویٰ نبوت سے پہلے مرزا ختم نبوت کا قائل تھا

چنانچہ مرزا قادیانی (حمامتہ البشریٰ ص۷۹، خزائن ج۷ص۲۹۷) میں لکھتا ہے کہ: ’’**وما کان لی ان ادعی النبوة واخرج من الاسلام والحق بقوم کافرین**‘‘ یہ مجھ سے کیسے ہوسکتا ہے کہ میں نبوت کا دعویٰ کر کے اسلام سے خارج ہو جاؤں اور کفار سے جاملوں۔

(حمامتہ البشریٰ ص۲۰، خزائن ج۷ص۲۰۰) میں آیت: ’’**ما کان محمد ابا احد...... الخ** کی تشریح کرتے ہوئے مرزا قادیانی لکھتے ہیں۔ ہمارے نبی علیہ السلام خاتم النّبیین ہیں۔ بغیر کسی استثناء کے اور ہمارے نبی ﷺ نے بھی ارشاد فرمایا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ اگر آنحضرت ﷺ کے بعد ہم کسی نبی کے ظہور کے مجوز بنیں گے تو نبوت کے دروازے بند ہونے کے بعد اس کے کھلنے کے قائل ہو جائیں گے اور یہ اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے خلاف ہے۔ ہمارے نبی ﷺ کے بعد کس طرح کوئی نبی آسکتا ہے۔ حالانکہ آپ کے بعد وحی کا انقطاع ہو چکا ہے اور نبی آپ کے ساتھ ختم ہو چکے ہیں۔‘‘

اسی کتاب (حمامتہ البشریٰ ص۲۰، ۲۱، خزائن ج۷ ص۲۰۱) میں آیت: ’’الیوم اکملت لکم دینکم‘‘ کی تفسیر میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں کہ ہزار ہا سال کے بعد اگر ایسی حالت کے انتظار ہوتی۔ جس میں کہ دین کی تکمیل ہو تو دین کی تکمیل اور نزول قرآن کی وجہ سے دین کے اکمال سے فراغت کا سلسلہ فاسد ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول...... ’’الیوم اکملت لکم دینکم‘‘ جھوٹی خبر اور خلاف واقعہ ثابت ہو۔

مرزا قادیانی (ازالہ اوہام ص۵۲۲، خزائن ج۳ ص۳۸۰) میں لکھتے ہیں کہ مسیح کیونکر آ سکتا۔ وہ رسول تھا اور خاتم النّبیین کی دیواریں اس کو آنے سے روکتی ہے۔

اسی طور پر مرزا قادیانی (ازالہ اوہام ص۵۳۴، خزائن ج۳ ص۳۸۷) میں لکھتا ہے کہ لیکن وحی نبوت پر تو تیرہ سو برس سے مہر لگ گئی ہے۔ کیا یہ مہر اس وقت ٹوٹ جائے گی۔ مرزا قادیانی اس مسئلہ ختم نبوت کو سمجھ کر (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۸۵، خزائن ج۲۱ ص۱۱۱) میں اپنی پہلی براہین احمدیہ کے جلدوں کا حوالہ دیا ہے اور لکھا ہے کہ میں بھی تمہاری طرح بشریت کے محدود علم کی وجہ سے یہی اعتقاد رکھتا تھا کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا آسمان سے نزول ہوگا اور باوجود اس بات کے کہ خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ حصص سابقہ میں میرا نام عیسیٰ رکھا اور جو قرآن شریف کی آیتیں پیش گوئی کے طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب تھیں۔ وہ سب آیتیں میری طرف منسوب کر دیں اور یہ بھی فرمایا کہ تمہارے آنے کی خبر قرآن اور حدیث میں موجود ہے۔ مگر پھر بھی میں متنبہ نہ ہوا اور براہین احمدیہ حصص سابقہ میں میں نے وہی غلط عقیدہ اپنی رائے کے طور پر لکھ دیا اور شائع کر دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے اور میری آنکھیں اس وقت تک بالکل بند رہیں۔ جب تک کہ خدا تعالیٰ نے بار بار کھول کر مجھ کو نہ سمجھایا کہ عیسیٰ بن مریم اسرائیلی تو فوت ہو چکا ہے اور وہ واپس نہیں آئے گا۔ اس زمانہ اور اس امت کے لئے تو ہی عیسیٰ بن مریم ہے۔‘‘

اس حوالہ سے معلوم ہو گیا کہ مرزا قادیانی نے قرآن کریم کی آیات اور احادیث نبوی سے اپنی نبوت کے لئے جو استدلال پیش کیا ہے وہ محض لاطائل اور بے معنی سعی ہے۔

مرزا قادیانی براہین احمدیہ کے لکھنے کے وقت اس سے پہلے مدتوں سے اپنی قرآن دانی اور حکم فہمی کے مدعی تھے۔ مگر اس سے پہلے قرآن کے رو سے کسی نئے نبی کے آنے کا انکار تھا تو بعد میں کون سی قرآن کی آیت نازل ہوئی یا آنحضرت ﷺ کی کون سی نئی حدیث پیدا ہو گی۔ جس کی بناء پر مرزا قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ یہی قرآن اور حدیث پہلے موجود تھا۔ ’’خاتم النّبیین‘‘ اور ’’الیوم اکملت‘‘ والی آیتیں اس وقت بھی موجود تھیں۔ ہر دو آیتیں قسم اخبار میں سے ہیں

اور امر نہی کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں۔ اگر ادّعاء نسخ سے پناہ لے کر کوئی تاویل کی جائے تو وہ تاویل امر ونواہی میں جاری ہوسکتی ہے۔ اخبار میں نہیں ہوسکتی۔ یہ مسئلہ علمائے اسلام کے نزدیک مسلمہ اور متفق علیہا ہے۔ پھر کیونکر ازروئے قرآن یا حدیث اپنے کو ادّعاء نبوت میں صادق کہہ سکتے ہیں۔ ختم نبوت کے معنی میں جو کچھ میں نے عرض کیا ہے مرزا قادیانی بھی اس معنے کو دوسری جگہ تسلیم کرتے ہیں اور اپنی کلام میں اس طرح استعمال کرتے ہیں جس طرح تمام علماء امت نے سمجھا ہے۔ لیکن صرف خوش خیالی کو بحال رکھنے کے لئے بے محل اور خلاف محاورات عرب تاویل کر کے جان بچانے کی ناکام سعی کی ہے۔

''خاتم'' بمعنے ''آخر'' پر مرزا قادیانی کی تصریحات

خاتم کے معنی آخر کے ہیں۔ جیسا کہ مرزا قادیانی کتاب (تریاق القلوب ص۱۵۷، خزائن ج۱۵ ص۴۷۹) میں لکھتے ہیں: ''منجملہ ان کے یہ ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش زوج کے طور پر تھی یعنی ایک مرد اور ایک عورت کے ساتھ تھی اور اسی طرح پر میری پیدائش ہوئی۔ یعنی جیسا کہ میں ابھی لکھ چکا ہوں کہ میرے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی اور جس کا نام جنت تھا اور پہلے وہ لڑکی پیٹ سے نکلی تھی اور بعد اس کے میں نکلا تھا اور میرے بعد میرے والدین کے گھر میں اور کوئی لڑکا یا لڑکی نہیں ہوا اور میں ان کے لئے خاتم الاولاد تھا۔'' اس سے معلوم ہوا کہ خاتم الاولاد وخاتم النّبیین کے معنی ایک ہیں کہ جس کے بعد کوئی دوسرا نہ ہو۔

دوسری جگہ (تریاق القلوب ص۱۵۶، خزائن ج۱۵ ص۴۷۸) میں لکھتے ہیں: ''یعنی وہ آدم صفی اللہ کی طرح مذکر ومونث کی صورت پر پیدا ہوگا اور خاتم الاولاد ہوگا۔'' مرزا قادیانی نے خاتم النّبیین کے بعد بروز کے طور پر اپنے آپ کو نبی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ مگر خود انہیں کے کلام سے ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص خاتم ہو۔ اس کا بروز بھی نہیں ہوسکتا۔

چنانچہ (تریاق القلوب ص۱۵۶ حاشیہ، خزائن ج۱۵ ص۴۷۷) میں لکھتے ہیں: ''مگر مہدی معہود بروزات کے لحاظ سے پھر دنیا میں نہیں آئے گا۔ کیونکہ وہ خاتم الاولاد ہے۔''

اور (تریاق القلوب ص۱۵۶ حاشیہ، خزائن ج۱۵ ص۴۷۷،۴۷۸) میں ہے کہ: ''یہ بعض اکابر اولیاء کے مکاشفات ہیں اور اگر احادیث نبویہ کو بنظر غور دیکھا جائے تو بہت کچھ ان سے ان مکاشفات کو مدد ملتی ہے۔ لیکن یہ قول اسی حالت میں صحیح ہوتا ہے جب مہدی معہود اور مسیح موعود کو ایک ہی شخص مان لیا جائے۔'' اسی حوالہ سے بروزی اور ظلی نبی ہونے کا دعویٰ بھی غلط ثابت ہوگیا۔

ان گزشتہ بیانوں سے ثابت ہوگیا کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ خاتم النّبیین اور آخر

المرسلین والنّبیین ہیں۔ آپ کے بعد جو شخص اپنے لئے دعویٰ نبوت کرے یا کسی دوسرے کو نبی مانے۔ وہ تمام اہل سنت کے نزدیک کافر مرتد خارج از اسلام ہے۔ کسی ایک کا بھی اس میں اختلاف نہیں۔

توہین انبیاء

دوسرا مسئلہ توہین انبیاء علیہم السلام کا ہے۔ کسی کی توہین کرنے کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ یا تو اس میں کوئی جسمانی عیب ثابت کیا جائے، جو اس میں موجود نہ ہو یا کسی ایسی بداخلاقی کے ساتھ اس کو متہم کیا جائے جو اس میں نہ ہو یا کسی کے منصب کو جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اس کو سرفراز فرمایا ہے۔ اس کا اپنے لئے دعویٰ کیا جاوے یا کوئی ایسی چیز اس کے سامنے یا اس کی شان میں کہی جائے۔ جس سے اس کی دل آزاری ہو۔ اس کے علاوہ توہین کی ضمنی تقسیمیں اور بھی ہوسکتی ہیں۔ مگر میں اس وقت صرف ان ہی وجوہ کے متعلق عرض کرنا چاہتا ہوں۔ چند آیات قرآنی جس میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی پاک محمد مصطفیٰ ﷺ کو چند مراتب اور مقامات عالیہ سے سرفراز فرمایا ہے۔ اگر کوئی شخص زید ہو یا عمر اپنے اوپر ان کو چسپاں کرے تو لامحالہ حضور ﷺ کی شان میں گستاخی و بے ادبی سمجھی جائے گی۔

۱...... ’’**سبحان الذی اسری بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الیٰ المسجد الاقصیٰ** (اسراء:۱)‘‘ جس میں حضور ﷺ کے شان معراج کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ اس کو مرزا قادیانی فرماتے ہیں کہ میرے پر نازل ہوئی۔ (حقیقت الوحی ص۷۸، خزائن ج۲۲ ص۸۱)

۲...... ’’**ثم دنا فتدلیٰ فکان قاب قوسین او ادنیٰ** (سورۃ نجم:۸،۹)‘‘

جس میں باختلاف اقوال مفسرین حضور ﷺ کے لئے جو قرب الٰہی جناب رب العزت سے حاصل ہوا تھا۔ یا بقول دیگر جبرائیل علیہ السلام سے حاصل ہوا تھا۔ ذکر کیا گیا ہے۔ مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ یہ آیت میرے پر نازل ہوئی۔ (حقیقت الوحی ص۷۶، خزائن ج۲۲ ص۷۷)

۳...... حضور علیہ السلام پر صلح حدیبیہ کے موقع پر ’’**انا فتحنا لک فتحاً مبینا** (فتح:۱)‘‘ کی آیت نازل ہوئی۔ اس کو بھی مرزا قادیانی نے اپنے پر چسپاں کیا ہے۔

(حقیقت الوحی ص۷۴، خزائن ج۲۲ ص۷۷)

۴...... ’’**قل ان کنتم تحبون اللہ** (آل عمران:۳۱)‘‘ اس کو بھی مرزا قادیانی اپنے لئے منزل ثابت کیا ہے۔ (حقیقت الوحی ص۷۹، خزائن ج۲۲ ص۸۲)

۵...... ’’**انا اعطینک الکوثر** (کوثر:۱)‘‘ کو بھی اپنی شان کے لئے تجویز فرمایا ہے۔

(حقیقت الوحی ص۱۰۲، خزائن ج۲۲ ص۱۰۵)

مقام محمود جس کا ’’**ان یبعثک مقاماً محموداً**‘‘ میں ذکر ہے۔ اس کو بھی اپنے حق

میں تجویز کیا ہے۔ (حقیقت الوحی ص۱۰۲، خزائن ج۲۲ ص۱۰۵)

اس قسم کی اور بھی بہت سی مثالیں ہیں جن کو ترک کرتا ہوں۔

مرزا تمام انبیاء علیہم السلام کی ہمسری بلکہ ان سے افضلیت کا مدعی ہے

مرزا قادیانی اپنی کتاب (نزول المسیح ص۹۹، خزائن ج۱۸ ص۴۷۷) میں لکھتے ہیں:

انبیاء گرچہ بودہ اند بسے من بعرفان نہ کمترم زکسے
آنچہ دادہ است ہر نبی راجام دادآں جام را مرا بتمام

اس شعر اور ان حوالہ جات بالا سے ثابت ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی اپنے آپ کو کسی نبی سے کم درجہ نہیں دیتے۔ اب دو ہی صورتیں ہوسکتی ہیں یا تو وہ دوسرے تمام انبیاء علیہم السلام کے مساوی ہیں یا افضل جس میں کسی نبی کا استثناء نہیں۔ ہمارے نبی محمد مجتبیٰ ﷺ بھی انہیں انبیاء میں شامل ہیں۔ لفظ انبیاء کسی خاص نبی کے لئے مختص نہیں۔ بلکہ تمام پر حاوی اور مشتمل ہے۔ بلکہ دوسرے شعر کے مصرعہ ثانی سے اپنی فضیلت کی طرف اشارہ فرمارہے ہیں۔ اس فضیلت کے لئے چند قرائن بھی موجود ہیں۔ جن سے مرزا قادیانی اپنے آپ کو دوسرے انبیاء سے افضل اور اعلیٰ سمجھتے تھے۔

(ڈائری ۱۹۰۱ء ص۵۳) میں لکھتے ہیں کہ: ''شیطان نے آدم علیہ السلام کے مارنے کا منصوبہ کیا تھا اور اس کا استیصال چاہتا تھا۔ پھر شیطان نے خدا سے مہلت چاہی۔ اس کو مہلت دی گئی۔ وقت المعلوم بسبب اسی مہلت کے کسی نبی نے اس کو قتل نہ کیا۔ اس کے قتل کا وقت ایک ہی مقرر تھا کہ وہ مسیح موعود کے ہاتھ سے قتل ہو۔''

(اعجاز احمدی ص۷۱، خزائن ج۱۹ ص۱۸۳) میں مرزا قادیانی بطور تقابل کے اپنی افضلیت ظاہر فرماتے ہیں۔ حضور ﷺ کے ساتھ اپنا مقابلہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''لہ خسف القمر المنیر وان لی خسافا القمر ان المشرقان اتنکر''

(حقیقت الوحی ص۸۹، خزائن ج۲۲ ص۹۲) میں لکھتے ہیں کہ: ''آسمان سے کئی تخت اترے، پر تیرا تخت سب سے اوپر بچھایا گیا۔'' اپنے معجزات کو حضور ﷺ کے معجزات سے زیادہ بیان کرتے ہیں۔

(حقیقت الوحی ص۱۶۴، خزائن ج۲۲ ص۱۶۸) پر اپنے نشانوں کی تعداد تین لاکھ بتاتا ہے۔

(براہین احمدیہ ص۵۰، جلد پنجم، خزائن ج۲۱ ص۶۳) پر نشان معجزہ اور کرامت کو ایک قرار دیتا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین اور عذر گناہ بدتر از گناہ

مرزا قادیانی نے خصوصاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سخت توہین کی ہے۔ جس کا ذکر

مختلف کتابوں میں آیا ہے۔ (ست بچن حاشیہ ص۱۷۱ حاشیہ، ضمیمہ انجام آتھم ص۴تا۷) پر مرزا قادیانی نے جو عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں گستاخانہ الفاظ اور توہین آمیز لہجہ کو استعمال کیا۔ اس پر لوگ برافروختہ ہوئے۔ ان کی طرف سے یہ معذرت کی گئی کہ عیسائی ہمارے نبی علیہ السلام پر قسما قسم کے اتہام لگاتے ہیں۔ ان کے مقابلہ میں یہ الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ مگر یہ درست نہیں اس کی وجہ خود مرزا قادیانی (تریاق القلوب ص۳۶۲،۳۶۳، خزائن ج۱۵ ص۴۹۰،۴۹۱) میں لکھتے ہیں کہ: ''تب میں نے بمقابل ایسی کتابوں کے جن میں کمال سختی سے بدزبانی کی گئی تھی۔ چند ایسی کتابیں لکھیں۔ جن میں کسی قدر بالمقابل سختی تھی۔ کیونکہ میرے کانشنس نے قطعی طور پر مجھے فتویٰ دیا کہ اسلام میں جو بہت سے وحشیانہ جوش والے آدمی موجود ہیں۔ ان کے غیظ وغضب کی آگ بجھانے کے لئے یہ طریق کافی ہوگا۔ کیونکہ عوض معاوضہ کے بعد کوئی گلہ باقی نہیں رہتا۔ سو یہ میری پیش بینی کی تدبیر صحیح نکلی اور ان کتابوں کا یہ اثر ہوا کہ ہزارہا مسلمان جو پادری عمادالدین وغیرہ لوگوں کی تیز اور گندی تحریروں سے اشتعال میں آچکے تھے۔ یک دفعہ ان کے اشتعال فرو ہوگئے۔''

(ص۳۶۳، خزائن ج۱۵ ص۴۹۱) اسی کتاب میں لکھتے ہیں کہ: ''مجھ سے پادریوں کے مقابل جو کچھ وقوع میں آیا۔ یہی ہے کہ حکمت عملی سے بعض وحشی مسلمانوں کو خوش کیا گیا اور میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ میں تمام مسلمانوں میں سے اوّل درجہ کا خیرخواہ گورنمنٹ انگریزی کا ہوں۔'' اس سے معلوم ہوا کہ مرزا قادیانی نے جو کچھ کیا، مسلمانوں کے اس جوش کو ٹھنڈا کرنے کے لئے کیا جو عیسائیوں کی بدزبانیوں کی وجہ سے ان کے دلوں میں پیدا ہوگیا تھا تو عیسائی جس شخص کو اپنا بزرگ اور مقدس سمجھتے ہیں۔ اس کو مرزا قادیانی نے برا بھلا کہا اور یہ قول عیسائیوں کی کلام کا نقل نہیں۔ کیونکہ (ضمیمہ آتھم ص۶ حاشیہ، خزائن ج۱۱ ص۲۹۰) میں مرزا قادیانی کے یہ الفاظ ہیں: ''مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا۔'' یہ عیسائیوں کا قول نہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں کوئی ایسا کلمہ کہیں۔

(دافع البلاء ص۴، خزائن ج۱۸ ص۲۲۰) پر مرزا قادیانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کا مقابلہ کرتے ہوئے اور قرآن شریف کے لفظ حصور کی تشریح کرتے ہوئے تحریر کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ مرزا قادیانی نے لکھا ہے وہ اپنی طرف سے لکھا ہے اور اپنی قرآن دانی کا ثبوت پیش کیا ہے۔ وہ عیسائیوں کا قول نہیں۔ ان کی طرف سے یہ عذر بھی کیا جاتا ہے کہ ہم نے جو کچھ کہا، یسوع کے متعلق کہا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کچھ نہیں کہا اور یسوع کا قرآن میں کوئی ذکر نہیں۔

مگر مرزا قادیانی خود (توضیح المرام ص۳، خزائن ج۳ ص۵۲) میں لکھتے ہیں: ''دوسرے مسیح

ابن مریم جن کو عیسیٰ علیہ السلام اور یسوع بھی کہتے ہیں۔‘‘

(دافع البلاء ص۱۳، خزائن ج۱۸ص۲۳۳) میں لکھتے ہیں: ’’اے عیسائی مشنریو! اب ربنا المسیح مت کہو اور دیکھو کہ آج تم میں ایک ہے جو اس مسیح سے بڑھ کر ہے۔‘‘

(دافع البلاء ص۲۰، خزائن ج۱۸ص۲۴۰) میں لکھا ہے۔

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے

(ازالہ اوہام ص۳۰۹، خزائن ج۳ص۲۵۸ حاشیہ) میں لکھتے ہیں کہ: ’’اگر یہ عاجز اس کام کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدا کے فضل وتوفیق سے امید قوی رکھتا تھا کہ ان عجوبہ نمائیوں میں حضرت مسیح بن مریم سے کم نہ رہتا۔ لیکن مجھے وہ روحانی طریق پسند ہے۔‘‘ اس سے صاف معلوم ہوا کہ مرزا قادیانی حضرت مسیح ابن مریم کے معجزات کو قابل نفرت سمجھتے ہیں اور ان کو اپنے سے گھٹیا خیال کرتے ہیں۔ مرزا قادیانی نے صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر افضلیت کا دعویٰ نہیں کیا۔ بلکہ حضرت یوسف علیہ السلام پر بھی اپنی فوقیت کے ثابت کرنے کی سعی کی ہے۔

(براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۷۶، خزائن ج۲۱ص۹۹) ’’اس امت کا یوسف یعنی یہ عاجز اسرائیلی یوسف سے بڑھ کر ہے۔ کیونکہ یہ عاجز قید کی دعا کر کے بچایا گیا۔ مگر یوسف بن یعقوب قید میں ڈالا گیا۔‘‘

انبیاء علیہم السلام کی شان میں گستاخی کرنے والا مستوجب لعنت ہے

ان حوالہ جات سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی نے تمام انبیاء پر اپنی فوقیت ثابت کرنے کے لئے جو کچھ بھی کسی کی شان میں گستاخی کر سکتے تھے کرنے میں دریغ نہیں کیا۔ لہٰذا بموجب آیات قرآنی مستوجب لعنت ٹھہرے۔

۱...... ’’ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والآخرۃ واعدلہم عذاباً مہینا (احزاب:۵۷)‘‘

۲...... ’’یایہا الذین اٰمنوا لا تکونوا کالذین اٰذوا موسیٰ فبراہ اللہ مما قالوا وکان عند اللہ وجیہاً (احزاب:۶۹)‘‘

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے تین اقوال لکھے ہیں:

۱...... قارون نے کسی فاحشہ عورت کو لالچ دے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو متہم کرایا۔

۲...... موسیٰ علیہ السلام کے جسم میں کسی بیماری کا اتہام لگایا۔

۳...... ہارون علیہ السلام کے قتل کی تہمت لگائی گئی۔

یہ آیت اپنے مفہوم کے لحاظ سے ہر تین قسموں کے اتہام کو منع اور حرام قرار دیتی ہے۔ رسول کی شان میں تو یوں وارد ہو رہا ہے کہ اس کی تعظیم وتوقیر کرو۔ یہی لفظ جس کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شان میں استعمال کیا جارہا ہے۔ یعنی ''**وکان عند اللّٰہ وجیھاً** (احزاب:۶۹)'' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں بطریق اولیٰ استعمال کیا گیا ہے تاکہ کوئی بدباطن یہودی وغیرہ ان پر گستاخی کرنے کی جرأت نہ کرے۔ فرمایا: ''**وجیھاً فی الدنیا والاٰخرۃ ومن المقربین** (مائدہ:۱۱۰)'' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پاکبازی وراست گوئی کا ثبوت حدیث شفاعت سے ملتا بھی ہے۔ شفاعت کبریٰ کے لئے میدان حشر میں جب ساری دنیا حضرت آدم علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوگی تو حضرت آدم علیہ السلام اپنے ایک زلہ کو بیان فرما کر معذرت پیش کریں گے۔ علیٰ ہذا ہر ایک نبی اپنے اپنے عذرات پیش کرتا جائے گا۔ یہاں تک کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے تو وہ سوائے اس کے اور کوئی عذر بیان نہیں فرمائیں گے کہ لوگوں نے مجھے خدا کا بیٹا کہا تھا۔ مجھے شرم آتی ہے کہ میں خدا کے سامنے شفاعت کے لئے کھڑا ہو جاؤں۔ اگر بقول مرزا قادیانی عیسیٰ علیہ السلام میں کسی قسم کا کوئی عیب ہوتا تو وہ ضرور اس موقعہ پر اس کا اعتراف فرماتے۔ پس ان کا یہ اتہام سراسر قرآن حدیث کے خلاف ہے اور جس کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''**وجعلنی مبٰرکاً این ما کنت** (مریم:۳۱)'' یہ اس کے منافی ہے۔ بھلا کسی بھلے آدمی میں کوئی بے ادبی یا گستاخی کرنے کی گنجائش رہتی ہے۔ رسولوں کو دنیا میں صرف اس لئے بھیجا جاتا ہے کہ لوگ ان کے نقش قدم پر چلیں اور ان کی اطاعت کریں۔ جیسا کہ فرمایا: ''**وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللّٰہ** (ن:۶۴)''

اور فرمایا: ''**لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی** (حجرات:۲)'' اس سے معلوم ہوگیا کہ نبی کے ساتھ نہایت ہی عزت واحترام سے پیش آنا ضروری ہے۔ جس طرح مرزا قادیانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں گستاخانہ الفاظ استعمال کئے ہیں۔ اسی طرح ان کے معجزات کو بھی مسمریزم کہا اور ان کی پیش گوئیوں کو بھی جھوٹا کہا ہے۔ مسمریزم چونکہ اقسام سحر سے ہے اور توجہ نفسانی کا ایک شعبہ ہے۔ اس کو کسی پاکباز یا نیک انسان کے ساتھ اختصاص نہیں۔ ہر بداخلاق بلکہ کافر تک اس کا عمل کر سکتا ہے۔ پھر ان معجزات کو جن کو قرآن حکیم نے نہایت عزت واحترام وعظمت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ذکر کیا۔ ان کو مسمریزم یا عمل الترب کہنا نہایت ہی گستاخی اور بے ادبی ہے۔

(مائدہ:۱۱۰) میں ہے: ’’اذ قال اللہ یعیسیٰ ابن مریم اذکر نعمتی علیک وعلیٰ والدتک ‘‘ یہ معجزات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ثابت کئے گئے ہیں۔ان کوآج تک تمام علماء امت اور عامتہ المسلمین قبول کرتے رہے ہیں۔ مرزا قادیانی نے آکر سب کو مسمریزم وغیرہ کی طرف منسوب کر کے خواہ مخواہ ایک رخنہ اندازی کی ہے۔تیسری وجہ کفر مرزا کی یہ ہے کہ مرزا قادیانی نے تمام مسلمانوں کوجوان کی جماعت میں داخل نہیں۔خواہ ان کو کافر کہیں یا نہ، بقول خلیفہ ثانی ان کودعوت پہنچے یا نہ،خارج از اسلام قرار دیا۔جو شخص تمام امت محمدیہ کو اسلام سے خارج کہتا ہے وہ کس طرح خود کفر کی رو سے بچ سکتا ہے۔ان کے تکفیر کے فتوے فتاویٰ احمدیہ سے نقل کئے جاچکے ہیں۔ جو پہلے درج ہیں۔ پس اس تکفیر کی وجہ سے ہم کسی طرح ان کو زمرہ اہل اسلام میں شامل نہیں کر سکتے۔

چند شکوک کا ازالہ

مرزا قادیانی کے شکوک کا ازالہ بحکم ’’الغریق یتشبت بکل حشیش ‘‘ چندلوگوں کے اقوال سے اپنے ادّعائے نبوت میں سہارا لیا۔ ازاں جملہ حضرت مولانا محمد قاسم کی کتاب (تحذیرالناس ص۲۸) سے استدلال کیا۔مگر یہ استدلال کسی حال میں بھی ان کے مفیداور مؤید نہیں۔ مولانا ممدوح نے اسی کتاب کے (ص۱۰) میں تصریح فرمادی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد اجماع امت سے کوئی نبی نہیں ہوسکتا اور بتواتر معنوی ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد جوادّعاء نبوت کرے۔ وہ مسلمان نہیں۔ مولانا نے جومفہوم خاتمیت کا بیان فرمایا ہے۔اس کوکسی نئے نبی کے آنے کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔آپ نے یہ ثابت کیا ہے کہ حضور خاتم الانبیاء ہیں۔ختم زمانی اس سے مراد نہیں۔ ہاں بطور التزام ختم زمانی ثابت ہے۔ختم ذاتی کے لئے ختم زمانی کا ہونا ضروری ہے۔پس اس قول سے مرزا قادیانی کی کوئی تائید نہیں ہوتی۔جس طرح مولانا ممدوح کے قول سے استدلال کیا ہے۔ ایسے ہی ابن عربی کے قول سے بھی استدلال کیا ہے۔ حالانکہ جابجا ان کی کتابوں میں اس کی صاف طور پر تردید موجود ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہوچکا ہے۔کوئی نیا نبی نہیں آسکتا۔فتوحات اور فصوص وغیرہ کتابوں میں ان کے حوالے بکثرت پائے جاتے ہیں۔پس ان بیانات کے بعد میں اس بات پر وثوق رکھتا ہوں کہ کسی مرزائی یا احمدی کے ساتھ کسی مسلمان عورت کا نکاح نہیں کیا جاسکتا اور اگر کسی سے کسی مسلمہ عورت کا نکاح ہوجائے اور بعد میں وہ مرزائی ہوجائے تواس کا نکاح فسخ ہوجاتا ہے اور قضا قاضی کی کوئی ضرورت نہیں۔ جیسا کہ اس کے متعلق اس سے پہلے شامی اور عالمگیر کے حوالے ذکر ہوچکے ہیں۔

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

البیان العاصم

حضرت مولانا محمد حسین کولوتارڑوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

''حامداً و مصلیاً''

فاضل اجل حضرت مولانا ابی القاسم محمد حسین صاحب مولوی فاضل کولوتارڑوی ضلع گوجرانوالہ نے اپنی ساری زندگی فتنہ مرزائیہ کے استیصال کے لئے وقف فرمائی ہوئی ہے۔ مولانا موصوف اگرچہ پنجاب یونیورسٹی کے مولوی فاضل ہیں۔ مگر مولانا نے تبلیغ اسلام کی خدمت جلیلہ کو ہمیشہ سرکاری وغیرسرکاری ملازمت پر ترجیح دی ہے۔ مرزائیوں سے سینکڑوں کامیاب مناظرے کر چکے ہیں اور تقریباً مرزائی لٹریچر کے حافظ ہیں۔ آپ کا یہ بلند پایہ بیان ۱۴؍جولائی ۱۹۳۲ء کو ڈسٹرکٹ جج صاحب بہاول پور کی عدالت میں ہوا۔ عبدالرزاق مدعا علیہ نے اس بیان پر جرح کرنے سے انکار کردیا۔ ممدوح نے اس بیان میں مسئلہ ختم نبوت کو قرآن حکیم کے اسلوب بیان سے نہایت خوبی سے ثابت کیا ہے اور مرزائیت کے کفر وارتداد پر بہت مستند دلائل پیش فرمائے ہیں۔

ابوالعباس نعمانی، بہاول پور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مرزاغلام احمد نے نبوت کا دعویٰ کیا جو بروئے قرآن وحدیث واجماع امت کفر ہے

مرزاغلام احمد کے عقائد اور اقوال شریعت اسلامیہ کے سراسر خلاف ہیں۔ منجملہ ان کے ایک دعویٰ نبوت ہے جو انہوں نے کیا۔ یہ دعویٰ قرآن شریف واحادیث نبویہ اور اجماع امت کے سراسر مخالف ہے۔ کیونکہ ان تمام دلائل شرعیہ سے آنحضرت ﷺ خاتم النّبیین بمعنی آخرنبیین ثابت ہوتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والا قرآن شریف احادیث نبویہ اور اجماع امت کی روسے کافر، خارج از اسلام ہے۔ قرآن شریف نے ختم النبوۃ کو قطعاً اور یقیناً مختلف طریقوں سے ثابت کیا ہے۔ اس کے بعد ایک شخص جو قرآن شریف پر ایمان رکھنے والا ہو۔ دل میں اس بات کا شک وشبہ بھی نہیں لاسکتا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کسی شخص کا نبوت حاصل کرنا ممکن ہوسکتا ہے۔

دلائل قرآنیہ پر ختم نبوت

منجملہ ان دلائل قرآنیہ کے جو ختم نبوت پر قطعی ثبوت ہیں۔ پہلی دلیل یہ آیت کریمہ

ہے۔’’ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النّبیین وکان اللہ بکل شئ علیماً (احزاب:۴۰)‘‘

اس آیت کے متعلق ضروری گذارشات یہ ہیں کہ خاتم النّبیین کا معنی تمام مفسرین محدثین علمائے لغت نے آخر النّبیین لکھے ہیں اور کتب لغات میں سے کوئی حوالہ ایسا نہیں کہ جس سے قطعاً اور یقیناً یہ ثابت ہو کہ اس کے معنی اور بھی ہو سکتے ہیں۔ پس لغت اور قواعد عربیہ کے لحاظ سے اس کے معنی آخر النّبیین کے ہی ہوتے ہیں۔ قرآن مجید کی مختلف آیات میں اسی آیت کی تفسیر کو اس مضمون کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ حق سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے:’’یاایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً (اعراف:۱۵۸)‘‘

’’وما ارسلناک الا کافۃ للناس (سباء:۲۸)‘‘

’’وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین (انبیاء:۱۰۷)‘‘

’’تبارک الذی نزل الفرقان علیٰ عبدہ لیکون للعالمین نذیراً (فرقان:۱)‘‘

ان تمام آیات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ جملہ بنی آدم کی طرف مبعوث ہوئے ہیں اور یہ بات ختم النبوۃ کے لئے ایک صاف اور صریح دلالت کرنے والی ہے۔ دوسری دلیل جو ختم النبوۃ پر صاف دلالت کرتی ہے۔ یہ آیت ہے:’’واذ اخذ اللہ میثاق النّبیین لما اٰتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاء کم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ قال أقررتم واخذتم علیٰ ذالکم اصری قالوا اقررنا قال فاشھدوا وانا معکم من الشھدین (آل عمران:۸۱)‘‘

اس آیت کریمہ میں خداوند تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام سے ایک ایسے رسول کے متعلق عہد لیا ہے جو سب کا مصدق ہے اور سب کے بعد ہی آنے والا ہے۔ کیونکہ لفظ’’ثم‘‘ عربی نحو کے لحاظ سے بعدیت اور قبلیت پر دلالت کرتا ہے جس کے لئے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ رسول مصدق جس کی نسبت تمام انبیاء سے عہد لیا گیا ہے۔ وہ سب کے بعد آنے والا ہے۔

تیسری دلیل: ہر ایک نبی جو دنیا میں بھیجا گیا ہے خدا کی طرف سے اس کو وحی ہوتی رہی۔ گویا وحی نبوت کے لئے ایک لازمی چیز ہے اور یہ بات بالکل ظاہر ہے۔ اس میں کسی کا

اختلاف نہیں ہوسکتا۔ نبی بغیر وحی الٰہی کے نہیں ہوسکتا۔ اب قرآن کریم کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام جن کو خدا تعالیٰ کی طرف سے وحی ہوئی۔ سب آنحضرتﷺ سے پہلے ہو چکے ہیں اور قرآن کریم نے یہ التزام کیا ہے کہ ہر حکم وحی کے ساتھ لفظ قبل کو ملایا ہے تاکہ یہ بات ثابت ہو کہ آنحضرتﷺ سے پہلے ہی وحی نبوت اور انبیاء علیہم السلام آئے ہیں۔ آپ کے بعد نہ کسی کو وحی نبوت ہوگی اور نہ نبی ہوگا۔ نمونہ کے طور پر چند آیات پیش کرتا ہوں۔ ’’**قل اٰمنا باللہ وما انزل علینا وما انزل علیٰ ابراھیم واسمٰعیل واسحٰق ویعقوب والاسباط وما اوتی موسیٰ وعیسیٰ والنبیون من ربھم لا نفرق بین احد منھم ونحن لہ مسلمون** (آل عمران:۸۴)‘‘

اس آیت میں خداوند تعالیٰ نے یہ ظاہر فرمایا ہے کہ جو کچھ انبیاء علیہم السلام پر وحی نازل کی گئی ہے۔ وہ زمانہ ماضی میں ہوچکی ہے اور اللہ سبحانہ، نے ہمیں اپنے انبیاء پر ایمان لانے کی ترغیب دی ہے۔ جو آنحضرتﷺ سے پہلے ہو چکے ہیں اور کسی نبی کے لئے ایمان کی تاکید نہیں کی۔ جو آپﷺ کے بعد ہو، حالانکہ یہ ضروری تھا کہ اگر کوئی نبی آنحضرتﷺ کے بعد آنے والا ہوتا اور سلسلہ نبوت جاری رہنے والا ہوتا تو ضرور اللہ تعالیٰ ہمیں اس پر ایمان لانے کی تاکید فرماتا۔ لیکن اس کے برخلاف قرآن مجید کے تمام مقامات پر وحی انبیاء علیہم السلام آنحضرتﷺ سے ماقبل مخصوص کیا گیا ہے اور یہ قطعی اور یقینی دلیل اس امر کی ہے کہ قرآن حکیم آنحضرتﷺ کے بعد کسی نبی کے آنے کو جائز نہیں رکھتا۔ دوسری آیت اس مضمون کی جو ابتداء قرآن کریم سورۃ بقرہ کے شروع میں ہے۔ ’’**والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وبالاٰخرۃ ھم یؤقنون** (بقرہ:۴)‘‘ اس آیت میں خداوند تعالیٰ نے انہی کو ہدایت پر قائم رہنے والے اور مفلحون فرمایا ہے۔ جو آنحضرتﷺ کی وحی پر اور آپ سے پہلے انبیاء علیہم السلام کی وحی پر اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ ’’**لکن الراسخون فی العلم منھم والمؤمنون یؤمنون بما انزل الیک اما انزل من قبلک** (نساء:۱۶۲)‘‘ اس آیت میں بھی خداوند تعالیٰ نے انہی لوگوں کو راسخ فی العلم قرار دیا ہے جو آنحضرتﷺ کی وحی پر اور آپ سے پہلے انبیاء کی وحی پر ایمان لاتے ہیں۔

’’**یاایھا الذین اٰمنوا باللہ ورسولہ والکتاب الذی نزل علیٰ رسولہ**

والکتاب الذی انزل من قبل (نساء:۱۳۶)’’اس آیت کریمہ میں خداوندتعالیٰ نے مومنوں کو ایمان کی کیفیت کی تعلیم فرمائی ہے اور یہ تلقین کی ہے کہ تم ایمان لاؤ۔ اس کتاب پر جو نازل ہوئی۔ آنحضرتﷺ اوران کتب پر جو آپ سے پہلے نازل کی گئیں۔ اگرکوئی نبی آپ کے بعد میں آنے والا ہوتا تو اس کے متعلق خداوندتعالیٰ ضرور تعلیم دیتا کہ اس پر بھی ایمان لاؤ۔‘‘**الم تر الی الذین یزعمون انہم اٰمنوا بما انزل الیک وما انزل من قبلک** (نساء:۶۰)‘‘

’’**وما ارسلنا قبلک من المرسلین الّا انہم لیاکلون الطعام ویمشون فی الاسواق** (فرقان:۲۰)‘‘

’’**ولقد اوحیی الیک والی الذین من قبلک** (زمر:۶۵)‘‘

’’**کذلک یوحی الیک والی الذین من قبلک** (شوریٰ:۳)‘‘

ان تمام آیات میں اللہ سبحانہ نے وحی نبوت کو آنحضرتﷺ سے ماقبل کے ساتھ مخصوص فرمایا اور آنحضرتﷺ کی وحی اور آپ سے ماقبل انبیاء کی وحی پر ایمان لانے کا حکم دیا ہے۔ جس سے قطعاً یہ ثابت ہوتا ہے کہ وحی نبوت انحضرتﷺ پر ختم ہوچکی ہے اور باب نبوت بند ہوچکا ہے۔

قرآن شریف پر مجموعی طور پر نظر ڈالنے سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ آنحضرتﷺ آخری نبی ہیں اور آپﷺ کے بعدکوئی نبی نہیں ہوسکتا۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ جل شانہ نے آدم علیہ السلام سے وحی نبوت کے جاری ہونے کے سلسلہ کی خبر دی ہے۔ چنانچہ فرمایا جب کہ آدم علیہ السلام معہ اپنی ذریت کے اس دنیا پر لائے گئے تو خداوندتعالیٰ نے اطلاع دی۔ سلسلہ نبوت وہدایت جاری کیا جاوے گا۔ پس جو شخص ہماری ہدایت کی تابعداری کرے گا اس پر کسی قسم کا خوف نہیں ہوگا۔’’**فامّا یاتینکم منی ہدی فمن تبع ہدای فلا خوف علیہم ولا ہم یحزنون** (بقرہ:۳۸)‘‘

یہ ابتداء اور آغاز وحی ہے۔ اس کے بعد نوح علیہ السلام کے زمانہ تک پہنچتے ہیں اور قرآن شریف سے پوچھتے ہیں کہ سلسلہ نبوت جاری ہے یا نہیں۔ جواب ملتا ہے کہ ہاں جاری ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:’’**ولقد ارسلنا نوحاً وابراہیم وجعلنا فی ذریتہم النبوۃ والکتاب** (حدید:۲۶)‘‘

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی ذریت میں سلسلہ نبوت جاری ہے۔ انبیاء عظام میں سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ ان کے زمانہ میں اگر قرآن سے پوچھا جائے کہ سلسلہ نبوت جاری ہے یا نہیں تو جواب ملتا ہے کہ: ''**وجعلنا فی ذریتھم النبوۃ والکتاب** (حدید:۲۶)'' یعنی ہم نے اس کی اولاد میں نبوت اور کتاب کو یعنی وحی نبوت کو مقرر فرما دیا ہے۔ یہاں سے یہ پتہ چلا کہ ذریت ابراہیم میں ابھی سلسلہ نبوت جاری ہے۔

دوسری بات اس آیت سے یہ ثابت ہوتی ہے کہ نبوت کا ظرف اور محل آل ابراہیم ہیں۔ جس کا عملی ثبوت یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کی اولاد کے دو شعبے قرار دیئے۔ ایک بنی اسحاق علیہ السلام جن میں پہلے سلسلہ نبوت جاری ہوا اور بہت انبیاء علیہم السلام ان میں آئے۔ جن کا خاتمہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ہوا۔

دوسرے بنی اسماعیل علیہ السلام، جس میں آنحضرت ﷺ تک کوئی نبی نہیں آیا۔ اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کی طرف نگاہ کی جائے تو قرآن شریف سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد سلسلہ نبوت جاری ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ''**ولقد اعطینا موسیٰ الکتاب وقفینا من بعدہ بالرسل** (بقر)''

تا اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد سلسلہ نبوت جاری ہے اور کئی رسولوں کے آنے کا وعدہ ہے۔ جیسا کہ لفظ رسل سے ظاہر ہے۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وقت آتا ہے تو قرآن کریم سے سوال ہوتا ہے کہ آیا بکثرت انبیاء ابھی آئیں گے یا کیا ہوگا تو خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ''**واذ قال عیسیٰ بن مریم یا بنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم مصدقاً لما بین یدیّ من التوراۃ ومبشرا برسول یأتی من بعدی اسمہ احمد** (صف:۶)''

خداوند سبحانہ، نے یہاں پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان پر اسلوب جواب کو بالکل بدل دیا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں اللہ کا رسول ہو کر تمہاری طرف آیا ہوں اور مجھ سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب توراۃ جو خدا کی طرف سے ان کو عطاء ہوئی ہے اس کی تصدیق کرتا ہوں اور خوشخبری دیتا ہوں۔ ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا۔ نام اس کا احمد (ﷺ) ہوگا۔

قرآن کریم نے پہلے اس کے فقط عام طور پر رسولوں کے آنے کی خبر دی تھی اور یہاں ایک خاص رسول کی خبر دے کر اس کو نام سے مشخص اور متعین فرمادیا۔

یہ اسلوب صاف اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ خداوند تبارک وتعالیٰ احمد ﷺ پر نبوت کو ختم کر رہا ہے اور عام طور پر جو رسولوں کے آنے کا اسلوب تھا اس کو بدل کر ایک خاص معین شخص کے آنے کی اطلاع دیتا ہے۔

اس کے بعد آنحضرت ﷺ کا زمانہ آتا ہے تو قرآن حکیم سے پوچھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے آنے کے بعد سلسلہ نبوت جاری ہے یا بند ہو جاتا ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے کہ: ’’**ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النّبیین وکان اللہ بکل شئ علیما** (احزاب:۴۰)‘‘ کہ نہیں ہیں محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ۔ لیکن وہ میرے رسول ہیں اور خاتم النّبیین ہیں (یعنی آخر النّبیین) آپ کے بعد جملہ بنی آدم جو آپ پر ایمان لائیں گے وہ آپ کی روحانی ذریت اور اولاد کہلائیں گے اور دنیا میں وہ آخری روحانی باپ ہوگا۔ جس کی اولاد بکثرت ہوگی۔ یہ بات قابل غور ہے کہ خداوند تعالیٰ نے مختلف انبیاء ہونے کے زمانہ میں سلسلہ نبوت کے جاری رہنے اور رسل کے آنے کی اطلاع دی اور آنحضرت ﷺ پر آکر اس اطلاع کے برخلاف جو بصورت اجراء نبوت بمثل سابق ایسی اطلاع دی جانی لازمی تھی۔ جیسا کہ پہلے دی گئی۔ اس کے بعد ختم نبوت کا اعلان کر دیا۔ جس سے قطعاً یہ بات معلوم ہوئی کہ قرآن کریم مجموعی طور پر ختم نبوت کا اعلان کر رہا ہے اور فرداً فرداً آیات بھی ختم نبوت پر دلالت کرتی ہیں۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

احادیث ختم نبوت

اب میں چند احادیث بیان کرتا ہوں۔ جو ختم نبوت پر دلالت کرتی ہیں۔

۱...... رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ میرے اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال ایسی ہے کہ کسی شخص نے ایک گھر بنایا۔ جس کو بہت خوبصورت بنایا، مگر اس کے کنارہ میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی۔ لوگ اس کو پھر پھر کر دیکھتے ہیں اور تعجب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اینٹ کی جگہ کیوں خالی چھوڑی گئی۔ پس میں ہی وہ اینٹ ہوں اور میں خاتم النّبیین ہوں۔ (بخاری کتاب الانبیاء)

ترمذی کے الفاظ میں ہے کہ میرے ساتھ ہی یہ عمارت ختم کر دی گئی ہے اور میرے

ساتھ رسول ختم کر دیئے گئے ہیں۔ اس تمثیل سے جو آنحضرت ﷺ نے اپنی نسبت اور انبیاء کی نسبت ارشاد فرمائی۔ قطعی دلالت اس بات پر ہے کہ آنحضرت ﷺ قصر نبوت کے متمم اور انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں۔

۲...... آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل میں انبیاء آتے رہے۔ ایک نبی فوت ہو جاتا تو دوسرا نبی آ جاتا۔ لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور خلیفہ ہوں گے۔ پس بہت ہوں گے۔ الحدیث! (بخاری کتاب ج۱ ص۴۹، مسلم کتاب الامارت)

اس حدیث سے صاف طور پر واضح ہوتا ہے کہ انبیاء بنی اسرائیل کے مقابل پر یہاں سلسلہ خلافت قائم ہوگا۔ جس کی وجہ آنحضرت ﷺ نے یہ فرما دی ہے کہ میرے بعد نبی کوئی نہیں ہے۔

۳...... آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کو فرمایا۔ جب کہ آپ نے جنگ تبوک کے موقعہ پر حضرت علیؓ کو اہل بیت میں نگراں چھوڑا۔ حضرت علیؓ نے یہ عرض کی کہ کیا آپ مجھ کو بچوں اور عورتوں میں چھوڑے جاتے ہیں تو آپ نے یہ فرمایا کہ تو مجھ سے وہی نسبت رکھتا ہے۔ جس طرح کہ ہارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام سے تھی۔ لیکن چونکہ ہارون اور موسیٰ علیہما السلام کے درمیان ایک اور بھی مشترک وصف پایا جاتا تھا۔ (یعنی نبوت کا) اس لئے آنحضرت ﷺ نے یہ فرما کر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔ اس مماثلت کو حضرت علیؓ سے دور فرما دیا۔ اگر نبوت آنحضرت ﷺ کے بعد تشریعی یا غیر تشریعی جاری ہوتی تو حضرت علیؓ کو رسول اللہ ﷺ ''لا نبی بعدی'' کہہ کر اس وصف سے محروم نہ کرتے۔ (بخاری، مسلم ذکر غزوہ تبوک)

۴...... حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں ۳۰ کذاب ودجال ہوں گے۔ ہر ایک ان میں سے کہے گا کہ میں نبی ہوں۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ: ''انا خاتم النّبیین ولا نبی بعدی'' کہ میں خاتم النّبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

آنحضرت ﷺ کا جھوٹے نبیوں کے ذکر کے بعد جو اس امت میں ہونے والے تھے۔ ازروئے شفقت یہ فرما دینا کہ میں خاتم النّبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ صاف اس بات کی دلیل ہے کہ محض دعویٰ نبوت حضور ﷺ کے بعد امت محمدیہ میں قابل سماعت نہیں ہے۔

۵...... آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ:’’لو کان بعدی نبی لکان عمر (ترمذی) ‘‘اگر کوئی میرے بعد نبی ہوتا تو حضرت عمرؓ ابن الخطاب ہوتے۔ اس سے صاف ثابت ہے کہ اگر کوئی نبی تشریعی یا غیر تشریعی آنحضرت ﷺ کے بعد ہونے والا ہوتا تو حضرت عمرؓ ہوتے۔

۶...... حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ:’’انا آخر الانبیاء وانتم آخر الامم (ابن ماجہ ص۳۰۷، باب فتنۃ الدجال) ‘‘میں آخری نبی ہوں، تم آخری امت ہو۔

ان احادیث سے قطعاً اور یقیناً یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آنحضرت ﷺ آخری نبی ہیں اور سلسلہ نبوت آپ کے بعد بند ہے اور آنحضرت ﷺ کے بعد مدعی نبوت کذاب ہے۔

مرزا قادیانی کے عقائد...... اسلامی عقائد کے خلاف ہیں

مرزا قادیانی کے عقائد مخالف اسلام ہونے کے اور بھی اشباہ ونظائر ہیں۔ مرزا قادیانی کا عقیدہ ہے کہ:’’ملائکہ ستاروں کے ارواح ہیں اور ان کے لئے جان کا حکم رکھتے ہیں۔‘‘

(توضیح المرام ص۳۸، خزائن ج۳ ص۷۰)

’’جبرائیل علیہ السلام کا تعلق سورج سے ہے۔ وہ بذات خود حقیقتاً زمین پر نہیں اترتا۔‘‘

(توضیح المرام ص۶۸، خزائن ج۳ ص۸۶ مفہوم)

اس کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام کا نزول جو شروع میں وارد ہے۔ اس سے اس کی تاثیر کا نزول مراد ہے اور جو صورت جبرائیل کی انبیاء دیکھتے تھے۔ وہ جبرائیل کی عکسی تصویر ہوتی تھی جو انبیاء کے خیال میں متمثل ہو جاتی تھی۔ ملک الموت بھی بذات خود زمین پر اتر کر قبض ارواح نہیں کرتا۔ بلکہ اس کی تاثیر سے قبض ارواح ہوتا ہے۔

(توضیح المرام ص۷۰، خزائن ج۳ ص۸۷ مفہوم)

دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے نجوم کی تاثیر سے ہو رہا ہے۔ روح القدس اور روح الامین۔ شدید القوی، جو جبرائیل کے نام ہیں۔ ان کی نسبت مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ یہ سب انسان کی صفتیں ہیں جو خداتعالیٰ کی محبت اور انسان کی محبت کے ملنے سے بطور نتیجہ کے پیدا ہوتی ہیں اور یہی پاک تثلیث ہے۔

مرزا قادیانی کا خارج از اسلام ہونا ایک اور طریقہ سے بھی ثابت ہے۔ مرزا قادیانی نے جن الہاموں کو خداتعالیٰ کا کلام ظاہر کیا ہے اور ان میں سے اکثر وعدہ کے

رنگ میں ہیں اور واقعات نے ان کو غلط ثابت کیا ہے۔ جن سے یقیناً یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ خداتعالیٰ کا وعدہ اور اس کا کلام نہ تھا۔ کیونکہ اگر وہ خداتعالیٰ کا کلام اور اس کا وعدہ ہوتا تو واقعات اس کی تکذیب نہ کر سکتے۔

محمدی بیگم کی پیشین گوئی

من جملہ ان کے محمدی بیگم کی پیش گوئی ہے۔ جس کو مرزاقادیانی نے اپنے صدق وکذب کا معیار قرار دیا۔ چنانچہ (انجام آتھم ص۲۲۳، خزائن ج۱۱ص ایضاً) پر جو مرزاقادیانی کی مصنفہ ہے۔ مرزاقادیانی فرماتے ہیں کہ: ''میں نے یہ نہیں کہا کہ محمدی بیگم کی پیشین گوئی کا معاملہ طے ہوگیا ہے اور آخری نتیجہ ظاہر ہوگیا۔ بلکہ بات ویسی کی ویسی قائم ہے اور کوئی بھی اپنے حیلوں سے اس کو ٹال نہیں سکتا اور تقدیر مبرم ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کا وقت آوے گا۔ پس قسم ہے اس ذات کی۔ جس نے ہمارے لئے محمد ﷺ کو بھیجا۔ یہ بات حق ہے اور جلد ہی دیکھے گا تو اور میں اس پیشین گوئی کو اپنے سچ اور جھوٹ کا معیار قرار دیتا ہوں اور میں اپنی طرف سے نہیں کہتا۔ مگر جو کچھ میرے رب نے کہا ہے۔''

اسی کتاب کے (ص۳۱ حاشیہ، خزائن ج۱۱ص ایضاً) پر کہتے ہیں کہ: ''میں تم سے بار بار کہتا ہوں کہ نفس پیش گوئی احمد بیگ کے داماد کی تقدیر مبرم ہے۔ اس کی انتظار کرو۔ اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیش گوئی پوری نہ ہوگی اور میری موت آجائے گی۔''

اب یہ ظاہر ہے کہ احمد بیگ کا داماد مرزاقادیانی کی زندگی میں نہیں مرا اور مرزاقادیانی کی موت[1] آگئی۔ جس سے صاف ثابت ہوا کہ مرزاقادیانی اپنے قول کے مطابق دعویٰ الہام میں جھوٹے تھے۔

مرزاقادیانی کے کفر کے وجوہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین ہے

مرزاقادیانی کے من وجملہ وجوہ کفر میں سے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ مرزاقادیانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سخت توہین کی ہے اور ان کے معجزات کو مسمریزم قرار دیا ہے اور مسمریزم کو خود مرزاقادیانی نے قابل نفرت قرار دیا ہے۔ چنانچہ (ازالہ اوہام ص۳۰۵، خزائن ج۳ص۲۵۵،۲۵۶)

[1] مرزاقادیانی ۲۶؍مئی ۱۹۰۸ء کو مرگیا اور مرزااحمد بیگ کا داماد مسمی مرزاسلطان احمد بفضلہ تعالیٰ تا ہنوز زندہ ہے۔

میں لکھتے ہیں کہ: ’’ماسوائے اس کے یہ بھی قرین قیاس ہے کہ ایسے ایسے اعجاز طریق عمل الترب یعنی مسمریزم طریق سے بطور لہو ولعب نہ بطور حقیقت ظہور میں آ سکتیں۔ کیونکہ عمل الترب میں جس کو زمانہ حال میں مسمریزم کہتے ہیں۔ ایسے ایسے عجائبات ظہور میں آتے رہتے ہیں۔‘‘

پھر (ص۳۰۹، خزائن ج۳ ص۲۵۸) میں لکھتے ہیں کہ: ’’اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہ امید قوی رکھتا تھا کہ ان اعجوبہ نمائیوں میں حضرت ابن مریم سے کم نہ رہتا۔‘‘

اب اس عبارت کا مطلب صاف ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک مکروہ اور قابل نفرت عمل کے ذریعہ سے لہو ولعب کے طریقہ پر اعجوبہ نمایاں کیا کرتے تھے۔ اعجاز ان کو حاصل نہیں تھا۔

معجزات عیسویہ کی توہین

اب دیکھئے کہ کس قدر معجزات عیسوی کی توہین ہے جس کو قرآن عظیم نے بڑے اہتمام سے بیان فرمایا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات بڑی اہمیت سے قرآن شریف میں بیان فرمائے گئے ہیں۔ ابھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہی نہیں ہوئے تھے کہ ان کی والدہ مقدسہ کو بطور بشارت ان معجزات کی خبر دی گئی۔ ’’واذ قالت الملآئکة یٰمریم ان اللہ اصطفٰک وطھرک واصطفٰک علیٰ نساء العلمین یٰمریم اقنتی لربک واسجدی وارکعی مع الراکعین ذالک من انبآء الغیب نوحیه الیک وما کنت لدیھم اذ یلقون اقلامھم ایھم یکفل مریم وما کنت لدیھم اذ یختصمون اذ قالت الملائکة یٰمریم ان اللہ یبشرک بکلمة منه اسمه المسیح عیسیٰ ابن مریم وجیھاً فی الدنیا والاٰخرة ومن المقربین ویکلم الناس فی المھد وکھلا ومن الصالحین قالت رب انی یکون لی ولد ولم یمسسنی بشر قال کذالک اللہ یخلق ما یشآء اذا قضی امراً فانما یقول له کن فیکون ویعلمه الکتاب والحکمة والتورة والانجیل ورسولاً الیٰ بنی اسرائیل انی قد جئتکم باٰیة من ربکم انی اخلق لکم من الطین کھیة الطیر فانفخ فیه فیکون طیراً باذن اللہ وابری الاکمه والابرص

واحی الموتیٰ باذن اللہ وانبئکم بماتأکلون وما تدخرون فی بیوتکم ان فی ذالک لأیۃ لکم ان کنتم مؤمنین (آل عمران: ۴۱تا۴۹)‘‘

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کے منکرین پر قرآن کا فتویٰ کفر

پھر آخرت میں جہاں اوّلین اور آخرین جمع ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ تحدیث نعمت کے طور پر معجزات کی بابت ذکر فرماتا ہے۔ جس کا مفصل ذکر سورۂ مائدہ میں ہے اور اس جگہ سورۂ مائدہ میں آپ کے معجزات کے منکرین پر جو فتویٰ ہے وہ یہ ہے۔ ’’اذ قال اللہ یا عیسیٰ ابن مریم اذکر نعمتی علیک وعلیٰ والدتک اذا یدتک بروح القدس تکلم الناس فی المھد وکھلاً واذ علمتک الکتاب والحکمۃ والتورٰۃ والانجیل وذ تخلق من الطین کھیئۃ الطیر باذنی فتنفح فیھا فتکون طیراً باذنی وتبرئ الاکمہ والابرص باذنی واذ تخرج الموتیٰ باذنی واذ کففت بنی اسرائیل عنک اذ جئتھم بالبینات فقال الذین کفروا منھم ان ھٰذا الا سحر مبین (مائدہ:۱۱۰)‘‘

یعنی جب تو ان کے پاس معجزات لے کر گیا تو کافروں نے کہا کہ یہ کھلم کھلا جادو ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا انکار واستخفاف کرنا کافروں کا کام ہے۔ جو کفر کی حد تک پہنچتا ہے۔ جیسا کہ مرزا قادیانی نے کہا ہے۔

اس کے علاوہ مرزا قادیانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں سب وشتم کا استعمال بھی ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ مرزا قادیانی عقائد اسلام کے برخلاف کفر کا ارتکاب کرنے میں ذرا بھی نہیں جھجکتے تھے۔ یہ نمونہ ان عقائد کا ہے جو مرزا قادیانی کی کتابوں میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔ جس سے قطعاً اور یقیناً یہ ثابت ہوا کہ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

ضروریات دین کا منکر کافر ہے

جو شخص مسلمان ہونے کا دعویٰ کرے مگر ضروریات دین کا انکار کرے تو اس کو مرتد قرار دیا جائے گا۔ میں مرزا قادیانی کو مرتد سمجھتا ہوں جو مرتد ہے وہ کافر ہوگا۔ اس لئے مرزا قادیانی کے اصولوں کو ماننے والے اور ان کو نبی ماننے والے بھی مرتد اور کافر ہیں۔

تمت

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

آسمانی نکاح

جناب حکیم محمد صدیق تارڑ صاحب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وجہ تصنیف

برادران اسلام یہ رسالہ ختم نبوت پر مکالمہ کی صورت میں میاں اختر فرضی تصور کر کے تحریر کیا گیا۔ تاکہ شمع رسالت کے پروانے شوق سے پڑھیں۔ کیونکہ مطلب سمجھانے کے لئے فرضی مثال معیوب نہیں۔ مرزاغلام احمد قادیانی نے (ملفوظات احمدیہ حصہ ششم منظور الٰہی قادیانی ص۲۸۶) میں فرمایا ہے: ''اس میں معصیت نہیں ہے مطالب کو سمجھانے کے لئے ہمیشہ زید بکر کا ذکر فرضی طور پر کر لیا جاتا ہے۔'' (الحکم ج۶ نمبر۳۴۱، یکم/نومبر۱۹۰۲ء)

علامہ اقبالؒ نے حق کو پالیا

''نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ ڈاکٹر سر محمد اقبال بعد میں سلسلہ (قادیانیت) سے نہ صرف منحرف ہوگئے تھے بلکہ اپنی زندگی کے آخری ایام میں شدید طور مخالف رہے اور ملک کے نو تعلیم یافتہ طبقہ میں احمدیت کے خلاف جو زہر پھیلا ہوا ہے اس کی بڑی وجہ ڈاکٹر سر محمد اقبال کا مخالفانہ پروپیگنڈا تھا۔'' (سیرت المہدی حصہ سوم ص۲۵۰، روایت نمبر۸۵۸)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اختر...... مرزاغلام احمد قادیانی! ''سلام علیٰ من التبع الھدیٰ''

آیئے! اختر صاحب کیسے تشریف لائے ہیں۔ خیر تو ہے۔ ہاں! مرزا قادیانی خیریت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ ایک بات آپ سے دریافت کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ آپ نے بہت سے دعوے کئے ہیں۔ مثلاً مہدی اور مسیح موعود اور مجدد اور محدث اور نبی اور بھی ہیں۔ بہر حال آپ کے دعوؤں کی تصدیق کیسے کرنی چاہئے۔ آپ سچے ہیں یا جھوٹے ہیں؟

مرزا...... ہاں! ضرور کیوں نہیں ایمان کا معاملہ ہے۔ بغیر تحقیق کے اندھی تقلید نہیں کرنی چاہئے۔ اس لئے میں ۱۰/جولائی ۱۸۸۸ء کو (مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۱۵۹) شائع کیا اور پھر (آئینہ کمالات اسلام ص۲۸۸، خزائن ج۵ ص ایضاً) میں بھی تحریر کر دیا۔ یہ کہ: ''ہمارا صدق یا کذب جانچنے کے لئے ہماری پیش گوئی سے بڑھ کر اور کوئی محک (کسوٹی) امتحان نہیں ہوسکتا۔''

اختر...... کون سی پیش گوئی کی تحقیق کریں کہ سچ اور جھوٹ جلدی معلوم ہو جائے۔

مرزا...... محمدی بیگم والی پیش گوئی کا انتظار کر لو۔ کیونکہ میں نے (ازالہ اوہام ص۳۹۶، خزائن ج۳

ص۳۰۵) میں تحریر کر دی ہے۔ (یہ کہ) جن کا مفصل ذکر (اشتہار ۱۰/جولائی ۱۸۸۸ء، مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۱۵۸) میں مندرج ہے۔ ''خدا تعالیٰ نے پیش گوئی کے طور پر اسی عاجز پر ظاہر فرمایا کہ مرزا احمد بیگ ولد مرزا گاما بیگ ہوشیار پوری کی دختر کلاں انجام کار تمہارے نکاح میں آئے گی۔''

اختر...... مرزا جی! آپ نے مرزا احمد بیگ کو یہ پیش گوئی سنائی تو تیوڑی چڑھا کر چلا گیا۔ شاید رشتہ نہ دے اور آپ کی پیش گوئی جھوٹی ہو جائے اور وہ بیان آپ نے لالچ اور دھمکی دے کر اپنی کتاب (آئینہ کمالات اسلام) میں تحریر بھی کر دی ہیں۔ (یہ کہ) ''اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی نازل کی کہ اس شخص (احمد بیگ) کی بڑی لڑکی کے نکاح کے لئے درخواست کر اور اس سے کہہ دے کہ پہلے وہ تمہیں دامادی میں قبول کرے اور تمہارے نور سے روشنی حاصل کرے اور کہہ دے کہ مجھے اس زمین کے ہبہ کرنے کا حکم مل گیا ہے۔ جس کے تم خواہش مند ہو۔ بلکہ اس کے ساتھ اور بھی زمین دی جائے گی اور دیگر مزید احسانات تم پر کئے جائیں گے۔ بشرطیکہ تم بڑی لڑکی کا مجھ سے نکاح کر دو۔ میرے اور تمہارے درمیان یہی عہد ہے۔ تم مان لوگے تو میں بھی تسلیم کر لوں گا۔ اگر تم نہ قبول کرو گے تو خبردار ہو مجھے خدا نے یہ بتلایا ہے کہ اگر کسی اور شخص سے اس لڑکی کا نکاح ہوگا تو نہ اس لڑکی کے لئے یہ نکاح مبارک ہوگا اور نہ تمہارے لئے، ایسی صورت میں تم پر مصائب نازل ہوں گے۔ جن کا نتیجہ موت ہوگا۔ پس تم نکاح کے بعد تین سال کے اندر مر جاؤ گے بلکہ تمہاری موت قریب ہے اور ایسا ہی اس لڑکی کا شوہر بھی اڑھائی سال کے اندر مر جائے گا۔ یہ حکم اللہ تعالیٰ ہے۔ پس جو کرنا ہے کر لو۔ میں نے تم کو نصیحت کر دی ہے۔ پس وہ (مرزا احمد بیگ) تیوڑی چڑھا کر چلا گیا۔'' (آئینہ کمالات اسلام ص۵۷۲،۵۷۳، خزائن ج۵ ص ایضاً)

اختر...... مرزا جی! معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی پیش گوئی جھوٹی ہو جائے گی۔ کیونکہ لڑکی کا باپ تیوڑی چڑھا کر چلا گیا ہے۔ لالچ اور دھمکی میں نہیں آیا۔ یہ اس کی غیرت مندی کی دلیل ہے کہ کیونکہ غیرت ایمان کا جز ہے۔ جو غیرت مند نہیں ہوتا۔ اس کو لوگ دیوث کہتے ہیں۔

لیجئے! میں آپ کو ایک لطیفہ سناتا ہوں۔ اکبر بادشاہ نے ایک دن اپنے وزیر سے پوچھا کہ بتاؤ دیوث کون ہوتا ہے؟ وزیر نے کہا مہربان کسی دن دکھاؤں گا۔ ایک دن اتفاق سے ایک آدمی جا رہا تھا۔ وزیر نے پوچھا بھائی صاحب کہاں جا رہے ہو۔ اس نے کہا کہ جناب میری عورت ایک آدمی اغوا کر کے لے گیا تھا اور میں نے سنا ہے کہ اس کے گھر لڑکا پیدا ہوا ہے اور میں مٹھائی یعنی پنیاں لے کر جا رہا ہوں۔ کیونکہ میرے ساتھ اس کے دن اچھے گزرے تھے۔ وزیر نے ہنس کر کہا بادشاہ سلامت دیکھو وہ دیوث جا رہا ہے۔ بادشاہ خوب ہنسا۔ کسی نے سچ کہا ہے۔

اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

مرزا...... میاں اختر فکر نہ کریں۔ لالچ اور دھمکی میں نہیں آیا تو مذکورہ پیش گوئی میں آپ نے یہ نہیں پڑھا۔ یہ کہ کسی اور جگہ نکاح کرے گا تو تین سال کے اندر خود (مرزا احمد بیگ مرے گا اور اڑھائی سال کے اندر داماد احمد بیگ مرے گا۔ جس کے ساتھ نکاح ہوگا)

اختر...... ہنستے ہوئے مرزا قادیانی کچھ سنا ہے کہ محمدی بیگم کی منگنی مرزا سلطان احمد موضع پٹی ضلع لاہور کا باشندہ ہے اس کے ساتھ ہوگئی ہے۔ ۷/اپریل ۱۸۹۲ء کو نکاح ہوگا۔ یہ سن کر حیرانی ہوئی۔ حالات بگڑتے جارہے ہیں اور آپ کی پیش گوئی جھوٹی ہونے کے اسباب نظر آرہے ہیں۔ کچھ چارہ کرلو۔

مرزا...... بھائی اختر! گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ میری کتاب (ازالہ اوہام ص۳۹۶، خزائن ج۳ ص۳۰۶) کو بغور مطالعہ کریں۔ اشتہار ۱۰/جولائی ۱۸۸۸ء کی پیش گوئی کا انتظار کریں۔ جس کے ساتھ یہ بھی الہام ہے (کہ یہ) ''مجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا یہ بات سچ ہے۔ کہہ ہاں! مجھے اپنے رب کی قسم ہے کہ یہ بات سچ ہے اور تم اس بات کو وقوع میں آنے سے روک نہیں سکتے۔ ہم نے خود اس سے تیرا عقد نکاح باندھ دیا ہے۔ میری باتوں کو بدلا نہیں سکتا۔'' یہ الہام میں نے اپنے رسالہ (آسمانی فیصلہ صفحہ آخری، خزائن ج۴ ص۳۵۰) میں درج کردیا ہے۔ (یہ کبھی ہو نہیں سکتا کہ خدا نکاح باندھ دے اور پھر کوئی مولوی صاحب دوسری جگہ نکاح کردے مجھے پکا یقین ہے)

اختر...... مرزا جی! یہ تو میرا بھی یقین ہے کہ جب مذکورہ الہام میں خدا نے خود عقد نکاح باندھ دیا ہے اور پھر فرمادیا کہ میری باتوں کو کوئی بدلا نہیں سکتا۔ پھر کوئی طاقت نہیں اور جگہ نکاح کرلے اگر وہ جگہ نکاح ہو جائے تو پھر نتیجہ یہ ہوگا۔ یہ خدا نے نکاح نہیں کیا۔ کوئی شیطانی الہام ہوگا۔ مگر حالات خطرناک نظر آرہے ہیں۔

مرزا...... میاں اختر صبر سے انتظار کرو۔

اختر...... مرزا جی! ''السلام علیٰ من التبع الھدیٰ''

مرزا جی! کچھ سنا ہے۔ ''۷/اپریل ۱۸۹۲ء کو نکاح ہوگیا ہے۔''

(آئینہ کمالات اسلام ص۲۸۰، ۳۲۱، خزائن ج۵ ص ایضاً)

سلطان محمد کے ساتھ موضع پٹی ضلع لاہور میں محمدی بیگم بیاہی گئی ہے۔

مرزا...... ''یہ مقدمہ یہیں پر ختم نہیں ہوگا۔ بلکہ اصل امر اپنے حال پر قائم ہے جو تقدیر مبرم ہے۔ رب تعالیٰ کے نزدیک خدائے پاک کی قسم کہ یہ حق ہے اور ہو کر رہے گا اور میں اسے اپنے صدق وکذب کا معیار گردانتا ہوں۔ یہ میں خود نہیں کہتا مجھے خدا نے خبر دی ہے۔''

(انجام آتھم ص۲۲۳، خزائن ج۱۱ ص۲۲۳)

اختر...... مرزاجی! اب کیا ہوگا۔ پیش گوئی جھوٹی معلوم ہوتی نظر آتی ہے۔ انصاف پسند لوگ تو سمجھ گئے۔

مرزا...... اب کیا ہوگا۔ بھئی پیش گوئی پوری ہوگی ٹل نہیں سکتی۔ دیکھو میں نے تحریر کردیا ہے۔ ”یاد رکھو کہ اس پیش گوئی کی دوسری جز پوری نہ ہوئی تو میں ہر یک بد سے بدتر ٹھہروں گا۔ اے احمقو! یہ انسان کا افتراء نہیں۔ یہ کسی خبیث مفتری کا کاروبار نہیں۔ یقیناً سمجھو کہ یہ خدا کا سچا وعدہ ہے۔ وہی خدا جس کی باتیں نہیں ٹلتیں۔“ (ضمیمہ انجام آتھم ص۵۴، خزائن ج۱۱ص ۳۳۸)

اختر...... اب ایک تنکے کا سہارا باقی ہے۔ کوئی امید نہیں رہی کہ پیش گوئی سچی ہو۔

مرزا...... میاں اختر! دیکھو میں نے اپنی الہامی کتاب میں تحریر کردیا ہے کہ: ”سوچا ہئے تھا کہ ہمارے نادان مخالف انجام کے منتظر رہتے اور پہلے ہی سے اپنی بدگوہری ظاہر نہ کرتے۔ بھلا جس وقت یہ باتیں پوری ہو جائیں گی تو کیا یہ اس دن احمق جیتے ہی رہیں گے اور کیا اس دن یہ تمام لڑنے والے سچائی کی تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے نہیں ہو جائیں گے۔ ان بیوقوفوں کو کوئی بھاگنے کی جگہ نہیں رہے گی اور نہایت صفائی سے ناک کٹ جائے گی اور ذلت کے سیاہ داغ ان کے منحوس چہروں کو بندروں اور سوروں کی طرح کردیں گے۔“ (ضمیمہ انجام آتھم ص۵۳، خزائن ج۱۱ص ۳۳۷)

اختر...... مرزاجی! آپ نے اتنا سخت فتویٰ تحریر کر کے غلطی کی ہے۔ اگر پیش گوئی جھوٹی ہوگئی محمدی بیگم آپ کے نکاح میں نہ آئی تو تمام مسلمان آپ کا ہی فتویٰ آپ پر چسپاں کرنے میں حق بجانب ہوں گے۔ وہ بھی کہیں گے۔

مرزا...... بھائی اختر! اگر پیش گوئی جھوٹی ہوگئی تو وہ کہیں نہ کہیں ”میں (مرزاقادیانی) بار بار کہتا ہوں کہ نفس پیش گوئی داماد احمد بیگ کی تقدیر مبرم ہے اس کی انتظار کرو اور اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیش گوئی پوری نہیں ہوگی اور میری موت آجائے گی۔“ (انجام آتھم ص۳۱، خزائن ج۱۱ص ایضاً)

اختر...... اپنے آپ سے! مرزاقادیانی تو فوت ہوگئے ہیں اور محمدی بیگم کے نکاح والی پیش گوئی تو بالکل جھوٹی ہوگئی ہے اور میرا ڈول رہا تھا۔ اب اللہ تعالیٰ کا خاص احسان ہے کہ اس نے حق باطل کی پہچان کی توفیق بخشی۔ اب میرے ایمان کو تقویت پہنچ گئی ہے اور ہمیشہ کے لئے سکون ہوگیا ہے۔

ناظرین کرام! احمد بیگ ہوشیارپوری کی بڑی لڑکی مسمات محمدی بیگم مرزا سلطان محمد سکنہ پٹی ضلع لاہور کے گھر ساری عمر آباد رہی اور صاحب اولاد بھی ہوئی اور مرزاغلام احمد ۲۶؍مئی ۱۹۰۸ء یعنی نکاح کے سولہ سال بعد فوت ہوگئے اور آپ کا آسمانی نکاح جھوٹا ہوگیا۔ مقام عبرت ہے۔

خدا سچے کی مدد کرے گا

مرزاغلام احمد قادیانی لکھتے ہیں: ”ہاں! آخری دشمن اب ایک اور پیدا ہوا ہے جس کا

نام عبدالحکیم خاں ہے اور وہ ڈاکٹر ہے۔ ریاست پٹیالہ کا رہنے والا ہے۔ جس کا دعویٰ ہے کہ میں اس کی زندگی میں ہی ۴/اگست ۱۹۰۸ء تک ہلاک ہو جاؤں گا اور یہ اس کی سچائی کے لئے ایک نشان ہوگا۔ یہ شخص الہام کا دعویٰ کرتا ہے اور مجھے دجال اور کذاب قرار دیتا ہے۔ پہلے اس نے بیعت کی اور برابر بیس برس تک میرے مریدوں میں داخل رہا۔ پھر ایک نصیحت کی وجہ سے جو میں نے محض ﷲ اس کو کی تھی مرتد ہو گیا۔ نصیحت یہ تھی کہ اس نے یہ مذہب اختیار کیا تھا کہ بغیر قبول اسلام اور پیروی آنحضرت ﷺ کے نجات ہو سکتی ہے۔ گو کوئی شخص آنحضرت ﷺ کے وجود کی خبر بھی رکھتا ہو۔ چونکہ یہ دعویٰ باطل تھا اور عقیدہ جمہور کے برخلاف اس لئے میں نے منع کیا۔ مگر وہ باز نہ آیا۔ آخر میں نے اسے اپنی جماعت سے خارج کر دیا۔ تب اس نے یہ پیش گوئی کی کہ میں اس کی زندگی میں ہی ۴/اگست ۱۹۰۸ء تک اس کے سامنے ہلاک ہو جاؤں گا۔ مگر خدا نے اس کی پیش گوئی کے مقابل پر مجھے خبر بھی دی کہ وہ خود عذاب میں مبتلا کیا جائے گا اور خدا اس کو ہلاک کرے گا اور میں اس کے شر سے محفوظ رہوں گا۔ سو یہ وہ مقدمہ ہے جس کا فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔ بلاشبہ یہ سچ بات ہے کہ جو شخص خدا تعالیٰ کی نظر میں صادق ہے۔ خدا اس کی مدد کرے گا۔“

(چشمہ معرفت ص۳۲۱، خزائن ج۲۳ ص۳۳۶، ۳۳۷)

نتیجہ یہ ہوا کہ مرزا غلام احمد قادیانی ۲۶/مئی ۱۹۰۸ء کو فوت ہو گئے۔ مرزا قادیانی کی پیش گوئی بالکل جھوٹی ہوگئی۔ کیونکہ مقدمے کا فیصلہ خدا کے ہاتھ میں تھا اور عبدالحکیم زندہ رہا۔ تین سال مرزا قادیانی کے مرنے کے بعد فوت ہوا۔

لیکن تعصب انسان کو حق قبول نہیں کرنے دیتا۔ جماعت مرزائیہ نے احمدی جنتری ۱۹۲۳ء مرتب کردہ محمد یامین تاجر ص۲۵ میں تحریر کیا ہے کہ: ”مرتد عبدالحکیم مطابق پیش گوئی دق سل سے مر گیا۔ ۱۱/جون ۱۹۱۱ء میں۔“ بھلا یہ بھی سوچنے کا ہے۔ مقام مرزا قادیانی کے تین سال بعد فوت ہوا۔ پھر بھی وہی پیش گوئی کے مطابق مرا۔ مرزا قادیانی نہ مرے۔

معیار مرزا قادیانی

”ظاہر ہے کہ جب ایک میں کوئی جھوٹا ثابت ہو جائے تو پھر دوسری باتوں پر اعتبار نہیں رہتا۔“ (چشمہ معرفت ص۲۲۲، خزائن ج۲۳ ص۲۳۱)

(نوٹ: یہاں پر مرزا قادیانی کا اشتہار ”آخری فیصلہ“ درج تھا جو احتساب کی گذشتہ جلد میں بارہا درج ہو چکا ہے۔ لہٰذا یہاں سے خارج کر دیا۔ فقیر مرتب)

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

ندائے حق

جناب فتح محمد صاحب وزیر اورکاں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مشہور الہام

سوال نمبر:۱...... مرزا غلام احمد قادیانی تحریر کرتے ہیں:

’’ثمانین حولاً. او قریباً من ذٰلک اوتذیداً علیه سنیناً و کان وعدالله مفعولاً‘‘ (اربعین نمبر۲ ص۳۱، خزائن ج۱۷ ص۳۸۰)

ترجمہ...... تیری عمر اسی سال ہوگی یا قریب اس کے یا زیادہ اس سے اور ہے وعداللہ کا کیا ہوا۔

ناظرین کرام! خدا تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر اپنے ایمان کے ساتھ فیصلہ فرما کر اپنی عاقبت کی فکر کریں۔ غور فرمائیں اسی سال تب ہوگا جب عمر پچھتر سال سے زیادہ یا پچاسی سال سے کم ہو۔ اب ہم نے فیصلہ کرنا ہے کہ مرزا قادیانی کی پیدائش کب ہوئی اور وفات کب۔ تاکہ الہام مشہور کی تحقیق ہو جائے۔ مرزا قادیانی اپنی (کتاب البریہ ص۱۴۸، خزائن ج۱۳ ص۱۷۷) میں فرماتے ہیں۔ میری پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں سکھوں کے آخری وقت میں ہوئی۔

اور (سیرت المہدی ج۳ ص۳۰۲، روایت نمبر۹۶۵) میں تحریر ہے کہ آپ ۲۶؍مئی ۱۹۰۸ء کو فوت ہوئے۔

الحاصل مرزا غلام احمد قادیانی کی کل عمر ۶۸ سال ۵ ماہ ہوئی۔ اسّی سال کی عمر کا مشہور الہام جھوٹا ہوا۔

معیار مرزا

’’ظاہر ہے کہ جب ایک بات میں کوئی جھوٹا ثابت ہو جائے تو پھر دوسری باتوں پر اعتبار نہیں رہتا۔‘‘ (چشمہ معرفت ص۲۲۱، خزائن ج۲۳ ص۲۳۱)

سوال نمبر:۲...... مذکورہ الہام کی طرح مرزا قادیانی اپنی کتاب (حقیقت الوحی ص۱۹۹،۲۰۰، خزائن ج۲۲ ص۲۰۸) میں تحریر فرماتے ہیں کہ: ’’میں اس کو خدا تعالیٰ کا ایک نشان سمجھتا ہوں کہ ٹھیک بارہ سو نوے ہجری میں خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ عاجز شرف مکالمہ ومخاطبہ پاچکا تھا۔ سو دانیال نبی کی کتاب میں جو ظہور مسیح موعود کے لئے بارہ سو نوے برس لکھے ہیں...... پھر آخری زمانہ اس مسیح موعود کا دانیال تیرہ سو پینتیس برس لکھتا ہے۔ جو خدا تعالیٰ کے اس الہام سے مشابہ ہے۔ جو میری عمر کی نسبت بیان فرمایا اور یہ پیشین گوئی ظنی نہیں ہے۔‘‘

(مطلب یہ کہ ۱۳۳۵ھ کو وفات ہوگی)

نتیجہ یہ ہوا کہ مرزا قادیانی ۲۶؍مئی ۱۹۰۸ء مطابق ۱۳۲۶ھ میں ۹ سال پہلے تشریف لے گئے اور پیشین گوئی کو جھوٹی کر گئے۔ اب کوئی مرزائی دوست سچی کر کے پانچ سو روپیہ انعام پائے یا ایک سو انعام دے کر مرزا قادیانی کے وعدہ کو پورا کرے۔ کیونکہ مرزا قادیانی (اعجاز احمدی ص۱۱، خزائن ج۱۹ص ۱۱۸) میں فرماتے ہیں: ''اگر کسی پیش گوئی کو جھوٹی ثابت کریں تو ہر ایک پیش گوئی کے لئے سو روپیہ انعام دیا جائے گا۔'' (اپنے نبی کا وعدہ پورا کرنا چاہئے)

سوال نمبر:۳...... مرزا قادیانی تحریر کرتے ہیں: ''ہمارے نبی ﷺ نے اور نبیوں کی طرح ظاہری علم کسی استاد سے نہیں پڑھا تھا۔ خدا ہی آپ کا استاد ہوا اور پہلے پہل خدا ہی نے آپ کو اقراء کہا۔ یعنی پڑھ، اور کسی نے نہیں کہا اسی لئے آپ نے خاص خدا کے زیر تربیت تمام دینی ہدایت پائی۔ سو آنے والے کا نام جو مہدی رکھا گیا سو اس میں یہ اشارہ ہے کہ وہ آنے والا علم دین خدا سے ہی حاصل کرے گا اور قرآن حدیث میں کسی استاد کا شاگرد نہیں ہوگا۔ سو میں حلفاً کہہ سکتا ہوں میرا حال یہی حال ہے۔ کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ میں نے کسی انسان سے قرآن یا حدیث یا تفسیر کا ایک سبق بھی پڑھا ہے یا کسی مفسر یا محدث کی شاگردی اختیار کی ہے۔''

(ایام صلح ص۱۴۸، خزائن ج۱۴ص ۳۹۴)

نتیجہ یہ نکلا:

۱...... آنے والے مہدی کا علم نبی ﷺ کی طرح لدنی ہوگا۔

۲...... اور مرزا قادیانی کا کوئی انسان استاد نہیں اور نہ ہی قرآن کا ایک سبق پڑھا ہے اور نہ ہی شاگردی اختیار کی ہے۔

تصویر کا دوسرا رخ

''بچپن کے زمانہ میں میری تعلیم اس طرح پر ہوئی کہ جب میں چھ سات سال کا تھا تو ایک فارسی خواں معلم میرے لئے نوکر رکھا گیا۔ جنہوں نے قرآن شریف اور چند فارسی کتابیں مجھے پڑھائیں اور اس بزرگ کا نام فضل الٰہی تھا اور جب میری عمر تقریباً دس برس کے ہوئی تو ایک عربی خواں مولوی صاحب میری تربیت کے لئے مقرر کئے گئے۔ جن کا نام فضل احمد تھا۔ میں خیال کرتا ہوں کہ چونکہ میری تعلیم خداتعالیٰ کے فضل کی ایک ابتدائی تخم ریزی تھی۔ اس لئے ان استادوں کے نام کا پہلا لفظ بھی فضل ہی تھا۔ مولوی صاحب موصوف جو ایک دیندار اور بزرگوار

آدمی تھے۔ وہ بہت توجہ اور محنت سے پڑھاتے رہے اور میں نے صرف کی بعض کتابیں اور کچھ قواعد نحوان سے پڑھے اور بعد اس کے جب میں سترہ یا اٹھارہ سال کا ہوا تو ایک مولوی صاحب سے چند سال پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ اس کا نام گل علی شاہ تھا۔ ان کو بھی میرے والد صاحب نے نوکر رکھ کر قادیان میں پڑھانے کے لئے مقرر کیا تھا اور آخرالذکر مولوی صاحب سے میں نے نحو اور منطق اور حکمت وغیرہ علوم مروجہ کو جہاں تک خداتعالیٰ نے چاہا حاصل کیا اور بعض طبابت کی کتابیں میں نے اپنے والد صاحب سے پڑھیں اور وہ فن طبابت میں بڑے حاذق طبیب تھے۔''

(کتاب البریہ ص۱۴۸ تا ۱۵۰ حاشیہ، خزائن ج۱۳ ص۱۷۹ تا ۱۸۱)

الحاصل مرزا قادیانی کے چار استاد ہوئے۔ فضل الٰہی، فضل احمد، گل علی شاہ، غلام مرتضیٰ فیصلہ ناظرین حضرات کے ایمان پر ہے۔

معیار مرزا قادیانی

''یہ ظاہر ہے کہ ایک دل سے دو متناقض باتیں نہیں نکل سکتیں۔ کیونکہ ایسے طریق سے انسان یا پاگل کہلاتا ہے یا منافق۔'' (ست بچن ص۳۱، خزائن ج۱۰ ص۱۴۳)

مرزا قادیانی کا اپنا فیصلہ کہ میں جھوٹا مسیح ہوں

سوال نمبر:۴...... مرزا قادیانی اپنے رسالہ (کشتی نوح ص۵ حاشیہ، خزائن ج۱۹ ص۵) میں تحریر فرماتے ہیں: ''مسیح موعود کے وقت طاعون کا پڑنا بائبل کی ذیل کی کتابوں میں موجود ہے۔''

(زکریا ص۱۴:۱۲، انجیل متی ۲۴:۸، مکاشفات ۲۲:۸)

یہ مرزا قادیانی کا اقبال ہے۔

ناظرین کرام! اب بطور انصاف بائبل کی تحقیق کر کے فیصلہ کرنا ہے۔ بوجہ طویل مضمون صرف (انجیل متی مطبوعہ ۱۹۵۸ء بائبل سوسائٹی لاہور) کا ملاحظہ فرمائیں۔

۱...... یسوع جب ہیکل سے نکل کر جارہا تھا کہ اس کے شاگرد اس کے پاس آئے۔ تاکہ اسے ہیکل کی عمارتیں دکھائیں۔

۲...... اس نے جواب میں ان سے کہا کیا تم ان سب چیزوں کو نہیں دیکھتے؟ میں تم سے سچ کہتا ہوں یہاں کسی پتھر پر پتھر باقی نہ رہے گا جو گرایا نہ جائے گا۔

۳...... اور جب وہ زیتون کے پہاڑ پر بیٹھا تھا۔ اس کے شاگردوں نے الگ اس کے پاس آکر کہا ہم کو بتا یہ باتیں کب ہوں گی اور تیرے آنے اور دنیا کے آخر ہونے کا نشان کیا ہوگا؟

۴...... یسوع نے جواب میں ان سے کہا کہ خبردار کوئی تم کو گمراہ نہ کردے۔
۵...... کیونکہ بہتیرے میرے نام سے آئیں گے اور کہیں گے میں مسیح ہوں اور بہت سے لوگوں کو گمراہ کریں گے۔
۶...... اور تم لڑائیاں اور لڑائیوں کی افواہ سنو گے۔ خبردار گھبرانہ جانا۔ کیونکہ ان باتوں کا واقعہ ہونا ضرور ہے۔ لیکن اس وقت خاتمہ نہ ہوگا۔
۷...... کیونکہ قوم پر قوم اور سلطنت پر سلطنت چڑھائی کرے گی۔ جگہ جگہ مری اور کال پڑیں گے اور بھونچال آئیں گے۔
۸...... لیکن یہ سب باتیں مصیبتوں کا شروع ہی ہوں گی۔
۹...... اس وقت لوگ تم کو ایذا دینے کے لئے پکڑوائیں گے اور تم کو قتل کریں گے اور میرے نام کی خاطر سب قومیں تم سے عداوت رکھیں گی۔
۱۰...... اور اس وقت بہتیرے ٹھوکر کھائیں گے اور ایک دوسرے کو پکڑوائیں گے اور ایک دوسرے سے عداوت رکھیں گے۔
۱۱...... اور بہت سے جھوٹے نبی اٹھ کھڑے ہوں گے اور بہتیروں کو گمراہ کریں گے۔
۱۲...... اور بے دینی کے بڑھ جانے سے بہتیروں کی محبت ٹھنڈی پڑ جائے گی۔
۱۳...... مگر جو آخر تک برداشت کرے گا وہ نجات پائے گا۔
۱۴...... اور بادشاہی کی اس خوشخبری کی منادی تمام دنیا میں ہوگی تاکہ سب قوموں کے لئے گواہی ہو تب خاتمہ ہوگا۔
۱۵...... پس جب تم اس اجاڑنے والی مکروہ چیز کو جس کا ذکر دانیال نبی کی معرفت ہوا۔ مقدس مقام میں کھڑا ہوا۔
۱۶...... تو جو یہودیہ میں ہو وہ پہاڑوں پر بھاگ جائیں۔
۱۷...... جو کوٹھے پر ہو وہ اپنے گھر کا اسباب لینے کو نیچے نہ اترے۔
۱۸...... اور جو کھیت میں ہو وہ اپنا کپڑا لینے کو پیچھے نہ لوٹے۔
۱۹...... مگر افسوس ان پر جو ان دنوں میں حاملہ ہوں اور جو دودھ پلاتی ہوں۔
۲۰...... پس دعا کرو کہ تم کو جاڑوں میں یا سبت کے دن بھاگنا نہ پڑے۔ کیونکہ اس وقت ایسی بڑی مصیبت ہوگی کہ دنیا کے شروع میں نہ اب تک ہوئی نہ کبھی ہوگی۔

۲۱...... اور اگر وہ دن گھٹائے نہ جاتے تو کوئی بشر نہ بچتا۔ مگر برگزیدوں کی خاطر وہ دن گھٹائے جائیں گے۔

۲۲...... اس وقت اگر کوئی تم سے کہے کہ دیکھو مسیح یہاں ہے یا وہاں ہے۔ تو یقین نہ کرنا۔

۲۳...... کیونکہ جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی اٹھ کھڑے ہوں گے اور ایسے بڑے نشان اور عجیب کام دکھائیں گے۔ اگر ممکن ہو تو برگزیدوں کو بھی گمراہ کرلیں۔

۲۴...... دیکھو میں نے پہلے ہی تم سے کہہ دیا ہے۔

۲۵...... پس اگر وہ تم سے کہیں کہ دیکھو وہ بیابان میں ہے تو باہر نہ جانا یا دیکھو وہ کوٹھڑیوں میں ہے تو یقین نہ کرنا۔

۲۶...... کیونکہ جیسے بجلی پورب سے کوند کر پچھّم تک دکھائی دیتی ہے۔ ویسے ہی ابن آدم کا آنا ہوگا۔

۲۷...... جہاں مردار ہے وہاں گدھ جمع ہو جائیں گے۔

۲۸...... اور فوراً ان دنوں کی مصیبت کے بعد سورج تاریک ہو جائے گا اور چاند اپنی روشنی نہ دے گا اور ستارے آسمان سے گریں گے اور آسمانوں کی قوتیں ہلائی جائیں گی۔

۲۹...... اس وقت ابن آدم کا نشان آسمان پر دکھائی دے گا اور اس وقت زمین کی سب قومیں چھاتی پیٹیں گی اور ابن آدم کو بڑی قدرت اور جلال کے ساتھ آسمان کے بادلوں کے پر آتے دیکھیں گی۔

۳۰...... اور وہ نرسنگے کی بڑی آواز کے ساتھ اپنے فرشتوں کو بھیجے گا اور وہ اس کے برگزیدوں کو چاروں طرف سے آسمان کے اس کنرے سے اس کنارے تک جمع کریں گے۔

الحاصل! شاگردوں نے یسوع کو کہا کہ استاد ہمیں بتا۔ تیرے آنے اور دنیا کے آخر ہونے کا کیا نشان ہے۔

جواب...... عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کوئی تم کو گمراہ نہ کردے۔ کیونکہ بہتیرے نام سے جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی میرے آنے سے پہلے آئیں گے اور لوگوں کو گمراہ کریں گے۔

سوال نمبر:۵...... مرزا غلام احمد قادیانی (اخبار البدر ج۱ نمبر۴، ۱۱/نومبر ۱۹۰۲ء بروز شنبہ منقول از ملفوظات احمدیہ حصہ ہفتم مرتبہ منظور الٰہی قادیانی ص۴۸۱، ملفوظات ج۴ ص۱۹۹،۲۰۰) میں فرماتے ہیں:

’’احادیث میں جو آیا ہے کہ دجال خدائی اور نبوت کا دعویٰ کرے گا۔ ان جھوٹے مدعیوں نے جو کہ امریکہ اور انگلستان میں نبوت اور خدائی کے دعوے کر رہے ہیں...... ان احادیث کی سچائی پر مہر لگادی ہے۔‘‘

الحاصل! جو نبوت اور خدائی کا دعویٰ کرے وہ دجال ہے۔

مرزا قادیانی (آئینہ کمالات اسلام ص۵۶۴، خزائن ج۵ ص ایضاً، کتاب البریہ ص۷۸، خزائن ج۱۳ ص۱۰۳) میں فرماتے ہیں: ’’میں نے اپنے ایک کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں۔‘‘

(کتاب البریہ ص۷۹، خزائن ج۱۳ ص۱۰۵) ’’پھر میں نے آسمان دنیا کو پیدا کیا اور کہا: ’’انا زینا السماء الدنیا بمصابیح ‘‘ پھر میں نے کہا اب ہم انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کریں گے۔ پھر میری حالت کشف سے الہام کی طرف منتقل ہوگئی اور میری زبان پر جاری ہوا۔ ’’اردت ان استخلف فخلقت اٰدم انا خلقنا الانسان فی احسن تقویم ‘‘ یہ دعویٰ خدائی ہوا اور نبوت کا دعویٰ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

(حقیقت الوحی ص۱۵۰، خزائن ج۲۲ ص۱۵۴) میں فرماتے ہیں: ’’صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔‘‘

نتیجہ یہ ہوا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے فیصلہ کر دیا ہے جو خدائی اور نبوت کا دعویٰ کرے۔ وہ دجال ہے۔ اب فیصلہ ناظرین کے انصاف پر ہے۔ مذکورہ سنہری تمغہ کے حقدار مرزا قادیانی بھی ہوئے یا نہیں؟ انصاف آپ پر ہے۔

سوال نمبر:۶...... ایک طرف مرزا قادیانی فرماتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ دنیا میں آئیں گے اور آسمان پر جا بیٹھے ہیں اور دوسری طرف فرماتے ہیں کہ فوت ہوگئے ہیں۔

۱...... کشمیر سری نگر محلہ خانیار میں اس کی قبر موجود ہے۔ (کشتی نوح ص۱۵، خزائن ج۱۹ ص۱۶)

۲...... (ازالہ اوہام ص۴۷۳، خزائن ج۳ ص۳۵۳) میں فرماتے ہیں: ’’یہ تو سچ ہے کہ مسیح اپنے وطن گلیل میں جا کر فوت ہوگیا۔‘‘

۳...... ’’بلاد شام میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کی پرستش ہوتی ہے اور مقررہ تاریخوں پر ہزارہا عیسائی سال بسالی اس قبر پر جمع ہوتے ہیں۔ سو اس حدیث سے ثابت ہوا کہ درحقیقت وہ قبر عیسیٰ کی ہی ہے۔‘‘ (ست بچن ص۱۶۴ حاشیہ، خزائن ج۱۰ ص۳۰۹)

تبلیغی پمفلٹ کا مطلب یہ ہوا

۱...... مرزا قادیانی کا الہام کہ میری عمر اسی سال ہوگی یا قریب اس کے ہوگی یہ خدا کا وعدہ ہے۔لیکن مرزا قادیانی ۶۸ سال ۵ ماہ کی عمر میں فوت ہوگئے۔(مقام عبرت ہے)

۲...... پیش گوئی کا مطلب مسیح موعود ۱۲۹۰ھ میں ظہور ہوگا اور ۱۳۳۵ھ میں وفات ہوگی۔

مرزا قادیانی ۱۳۲۶ھ،مطابق ۱۹۰۸ء ۲۶/مئی کو فوت ہوگئے۔

۹ سال پہلے وفات پاگئے۔سوچنے کا مقام ہے۔

۳...... ایک طرف تو مرزا قادیانی نے قرآن شریف کا ایک سبق پڑھنے سے حلفاً انکار کیا ہے اور شاگردی کرنے کا بھی صاف انکار کیا اور دوسری طرف مرزا قادیانی نے دینی تربیت کے چار استاد تحریر فرمائے۔منصف مزاج آدمی کے لئے سوچنے کا سنہری موقع ہے۔

۴...... مرزا قادیانی نے فیصلہ دے دیا میں اور میرے ساتھ کئی جھوٹے مسیح پہلے آئیں گے اور بعد میں مسیح بن مریم آسمان کے بادلوں پر آئیں گے۔

۵...... مطلب مرزا قادیانی نے فیصلہ کر دیا ہے جو خدائی اور نبوت کا دعویٰ کرے وہ دجال ہے۔اب فیصلہ ناظرین کے انصاف پر ہے کہ مذکورہ سنہری تمغہ کے حقدار مرزا قادیانی بھی ہوئے یا نہیں؟ مقام انصاف ہے۔

۶...... مطلب یہ کہ آدمی ایک،اور قبریں تین،یہ جھوٹ ہے۔

نوٹ...... ان حوالہ جات کے غلط ثابت کرنے والے کو مبلغ پانچ صد روپیہ انعام دیا جائے گا۔

حوالہ جات میں صفحات کی تبدیلی ہوسکتی ہے۔

ہوگئی ختم نبوت ثابت ہے قرآن سے
ہوگئی ختم نبوت نبیؐ کے فرمان سے
اب کوئی مائی نبیؐ پیدا نہ کر دکھلائے گی
اب نبی صادق کی روح نہ آسماں سے آئے گی

وما علینا الا البلاغ

☆ ...... ☆ ...... ☆

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

قصر مرزائیت پر ایک بم

قادیانی فتنہ کے نقوش باطلہ

مولانا سلطان احمد فاروقی سیالوی صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عزیزان گرامی! یہ کوئی افسانہ سرائی نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک آئینہ حقیقت ہے کہ قادیانی کی تحریک سولہ آنے پرخطر سیاسی اور پولٹیکل تحریک اور شر پسندی وتخریب پسندی کا ایک پیش خیمہ ہے۔ اجرائے نبوت، وفات مسیح، صداقت مرزاوغیرہ پر ہر اہل اسلام سے چھیڑ چھاڑ اور مناظرے بازی، محض ایک ڈھونگ، فریب، دھوکہ ہے اور قادیانی جھوٹی امت کی دجالیت ہے۔ مقصود ومطلوب دراصل دجاجلہ سابقہ کی طرح لباس مذہب میں سیاسی تفوق وبرتری، عروج، ترقی وکمال اور ریاست سازی کی ہوس جوش زن ہے اور یہ الحادآمیز مسائل جو آئندہ چند آنے والی سطور میں مذکور ہوں گے۔ محض اس لئے گھڑے گئے تاکہ اہل اسلام حصول مقصد تک اس دجال کے مسائل میں الجھتے رہیں۔

ارباب حکومت

ارباب حکومت بگوش ہوش سن لیں کہ قادیانی امت کے ان باغیانہ عزائم کی وجہ سے ملت اسلامیہ کے قلوب میں غیر معمولی تشویش واضطراب ہے۔ لہٰذا حکومت اسلامیہ پاکستان کا ملکی وملی فرض ہے کہ وہ اس ارتدادی فتنہ کو قیامت سری بننے سے پہلے ہی قوت حاکمہ کے ذریعہ ختم کر دے اوران کو پاکستان میں عیسائیوں کی طرح اقلیت قرار دے۔ ورنہ چشم پوشی کی صورت میں ان کے اثرات ونتائج پورے ملک وملت کے لئے یقیناً خطرناک وتباہ کن ثابت ہوں گے۔

آہ! کس قدر تعجب خیز اور صداقت سوز ہے۔ یہ الم نما حادثہ وواقعہ کہ آج سلطنت خداداد پاکستان میں باغیان نبوت ورسالت اور غداران ملک وملت بڑے بڑے جلیل وممتاز کلیدی عہدہ جات پر نہ صرف مسلط ہیں۔ بلکہ سرکاری اثر ورعب کی آڑ میں نبوت باطلہ کی نشرواشاعت اور تبلیغ وارتداد بھی ساتھ کر رہے ہیں۔ جیسا کہ گذشتہ ماہ اکتوبر ۱۹۶۲ء کے پہلے ہفتہ کی ایک خاص رپورٹ اخبارات میں چھپی کہ چوہدری سر ظفر اللہ خان نے کراچی کے ایک جلسہ عام میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ مرزا قادیانی صاحب سچے نبی ہیں اور مسلمانوں کو چاہئے کہ ان کی اتباع کریں۔ یہ وہ تقریری فقرات ہیں جو سرکاری عہدہ براہوتے ہوئے استعمال کئے گئے جو کسی شکل میں بھی صحیح نہیں ہوسکتے۔ افسوس کہ

زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن

حالانکہ ملت بیضا کی پوری تاریخ مقدسہ اس امر پر شاہد وگواہ ہے کہ کسی مملکت اسلامیہ

میں کوئی مدعی، کذاب، مفتری اپنی نبوت کا فرہ کو فروغ نہیں دے سکا۔ جتنا کہ قادیانی نبی کو سلطنت اسلامیہ پاکستان میں فروغ ہو رہا ہے۔ میری دعا ہے کہ خداوند عالم ارباب حکومت کو فراست صدیقہؓ اور شجاعت حیدریہؓ عطاء کرے تا کہ قادیانی فتنہ کے نقوش باطلہ کو جلد مٹا سکیں۔

یہ دین سے بیزاری آقا سے بغاوت کیوں
دعوائے نبوت ہو خاموش حکومت کیوں

میں واضح الفاظ میں کہہ دینا مناسب خیال کرتا ہوں کہ جب تک میری زندگی نے میرا ساتھ دیا تو میں ملت اسلامیہ کی مجاہدانہ یلغار اور جدوجہد سے قادیانی امت کی منافقانہ روش، پردۂ وفاء تعمیر میں غداری وتخریب اسلام کشی اور باغیانہ عزائم کی پرخطر تحریک کو بہت حد تک طشت از بام اور بے نقاب کر کے چھوڑوں گا۔

جلا کے خاک نہ کردوں تو داغ نام نہیں

اور قصر نبوت ربوۂ پر آخری محمودی یلغار کر کے اس کو منہدم کروں گا اور غداران ملک وملت کے پردہ وفا کو چاک کر کے ہزارہا انسانوں کے سامنے اس کو نذر آتش کر کے چھوڑوں گا۔ کیونکہ اب وقت آ گیا ہے۔ اس خطرناک ٹولے کے خیالات ونظریات اور ان کے جھوٹے نبی کے جھوٹے افسانہ جات کو لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے۔ جس سے ہر کس وناکس ان کے مکروفریب سے شناسا ہوسکے۔ چونکہ اختصار ملحوظ ہے۔ اس لئے مرزا قادیانی کے وہ عقائد وخیالات فاسدہ ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ جن کی تحقیق تکمیل میں نے خود کی ہے۔

مقدسین اسلام کی شان میں گستاخیاں

۱...... ’’خدا نے اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کہ میں اس کی طرف سے ہوں۔ اس قدر نشان دکھلائے ہیں کہ اگر وہ ہزار نبی پر بھی تقسیم کئے جائیں تو ان کی بھی ان سے نبوت ثابت ہوسکتی ہے۔... لیکن پھر بھی جو لوگ انسانوں میں سے شیطان ہیں وہ نہیں مانتے۔‘‘

(چشمہ معرفت ص ۳۱۷، خزائن ج ۲۳ ص ۳۳۲)

نوٹ...... مفہوم عبارت بالکل واضح ہے کہ میری نبوت سے ہزاروں نبی آ سکتے ہیں اور میری نبوت کا منکر شیطان ہے۔ اب ملت اسلامیہ اور ارباب حکومت جواب دیں کہ آپ مرزا قادیانی کی نبوت باطلہ کے مصدق ہیں یا مکذب، بصورت تکذیب کون ہو؟

یہ میری وحی مثل قرآن ہے

۲...... ’’جو وحی ونبوت کا جام ہر نبی کو ملا وہ جام مجھے ملا ہے۔ بخدا میں اپنی وحی کو مثل قرآن

منزہ اور کلام مجید سمجھتا ہوں۔ اگرچہ لاکھوں انبیاء ہوئے ہیں۔ لیکن میں عرفان میں کسی سے کم نہیں ہوں۔ جو یقین عیسیٰ کو انجیل پر موسیٰ کو توریت پر آنحضرت ﷺ کو قرآن پر تھا۔ وہی یقین مجھے اپنی وحی پر ہے۔ جو کوئی اس کو جھوٹ کہے وہ لعین ہے۔''

(نزول المسیح ص۹۹،۱۰۰، خزائن ج۱۸ ص۴۷۷،۴۷۸)

ہمارا دعویٰ

۳...... ''ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم نبی اور رسول ہیں۔''

(اخبار بدر مورخہ ۵؍مارچ ۱۹۰۸ء، ملفوظات ج۱۰ ص۱۲۷)

تخت گاہ رسول

۴...... ''خدا تعالیٰ قادیان کو طاعون کی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا۔ کیونکہ یہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے اور یہ تمام امتوں کے لئے نشان ہے۔'' (دافع البلاء ص۱۰، خزائن ج۱۸ ص۲۳۰)

سچا خدا

۵...... ''سچا خدا وہی خدا ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔''

(دافع البلاء ص۱۱، خزائن ج۱۸ ص۲۳۱)

نوٹ...... اب دیکھو کہ ان مندرجہ بالا حوالہ جات خمسہ میں کس طرح مرزا قادیانی نے توہین انبیاء وحی شیطان کو مثل قرآن، دعویٰ نبوت ورسالت پر دجل آمیز تحدّی سرزمین الحاد خیز، قادیان کو تخت گاہ رسول قرار دیا ہے۔ پھر خدا کے سچے ہونے کا معیار بھی کیا خوب پیش کیا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی توہین

۶...... ''میں ابراہیم ہوں اب میری پیروی ہی میں نجات ہے۔ خدا نے میرا نام ابراہیم رکھا ہے۔ جیسا کہ فرمایا: ''**سلام علی ابراھیم صافینا ونجینا من الغم واتخذ وامن مقام ابراھیم مصلّٰی** ''یعنی سلام ہے ابراہیم علیہ السلام پر۔ یعنی اس عاجز پر۔ ہم نے اس سے خالص دوستی کی اور ایک غم سے اس کو نجات دی اور تم جو پیروی کرتے ہو۔ تم اپنی نماز گاہ ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کی جگہ بناؤ۔ یعنی کامل پیروی کرو۔ تاکہ نجات پاؤ۔ یہ قرآن مجید کی آیت ہے اور اس مقام میں اس کے یہ معنی ہیں کہ یہ ابراہیم علیہ السلام جو بھیجا گیا ہے تم اپنی عبادتوں اور عقیدوں کو اس طرح پر بجالاؤ اور ہر ایک امر میں اس کے نمونے پر اپنے تئیں بناؤ۔ یہ آیت اس طرف اشارہ کرتی ہے کہ جب امت محمدیہ میں بہت فرقے ہو جائیں گے۔ تب آخر زمانہ میں ایک ابراہیم پیدا ہوگا

اوران سب فرقوں میں وہ فریق نجات پائے گا جو کہ اس ابراہیم علیہ السلام پیرو ہوگا اوران سب فرقوں میں وہ فرقہ نجات پائے گا جو کہ اس ابراہیم علیہ السلام کا پیروکار ہوگا۔‘‘

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص۲۰،۲۱، خزائن ج۱۷ ص۶۸،۶۹)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بدزبان تھے

۷…… ’’حضرت مسیح کی بدزبانی تمام نبیوں سے بڑھی ہوئی ہے۔ انہوں نے زبان کی ایسی تلوار چلائی کہ کسی نبی کے کلام میں ایسے سخت اور آزاردہ الفاظ نہیں۔‘‘

(ازالہ اوہام ص۱۵،۱۶، خزائن ج۳ ص۱۱۰)

۸…… ’’حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خود اخلاقی تعلیم پر عمل نہیں کیا۔ بدزبانی میں اس قدر بڑھ گئے کہ یہودی بزرگوں کو ولدالحرام تک کہہ دیا اور ہر ایک وعظ میں یہودی علماء کو سخت گالیاں دیں۔‘‘ (چشمہ مسیحی ص۱۱، خزائن ج۲۰ ص۳۴۶)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام شرابی تھے

۹…… ’’حضرت عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے۔ شاید کسی بیماری کی وجہ سے یا پرانی عادت کی وجہ سے۔‘‘ (کشتی نوح ص۶۵، خزائن ج۱۹ ص۷۱ حاشیہ)

۱۰…… ’’میرے نزدیک مسیح شراب سے پرہیز رکھنے والا نہیں تھا۔‘‘

(ریویو جلد اوّل ص۱۲۴، قادیان ۱۹۰۲ء)

خاندان مسیح

۱۱…… ’’یسوع کے ساتھ میں سوا مکروفریب کے اور کچھ نہیں تھا۔ پھر افسوس کہ نالائق عیسائی ایسے شخص کو خدا بنا رہے ہیں۔ آپ کا خاندان بھی نہایت پاک ومطہر ہے۔ تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زناکار اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔‘‘

(ضمیمہ انجام آتھم ص۷ حاشیہ، خزائن ج۱۱ ص۲۹۱)

حضرت مسیح کی پیش گوئیاں

۱۲…… ’’ہائے یہ کس کے سامنے یا کس کے آگے یہ ماتم لے جائیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی تین پیش گوئیاں صاف طور پر جھوٹی نکلیں۔‘‘ (اعجاز احمدی ص۱۴، خزائن ج۱۹ ص۱۲۱)

خدا کو ایسے قصے مانع تھے

۱۳…… ’’مسیح کی راست بازی اپنے زمانے میں دوسرے راست بازوں سے بڑھ کر ثابت

نہیں ہوئی۔ بلکہ یحییٰ بن کو اس پر ایک فضیلت ہے۔ کیونکہ وہ شراب نہیں پیتا تھا اور کبھی نہیں سنا گیا کہ کسی فاحشہ عورت نے آ کر اپنی کمائی کے مال سے اس کے سر پر عطر ملا تھا یا کوئی بے تعلق جوان عورت اس کی خدمت کرتی تھی۔ اسی وجہ سے خدا نے قرآن میں یحییٰ علیہ السلام کا نام حصور رکھا۔ مگر مسیح کا یہ نام نہ رکھا۔ کیونکہ ایسے قصے اس نام کے رکھنے سے مانع تھے۔''

(دافع البلاء اندرون ٹائٹل، خزائن ج۱۸ ص۲۲۰ حاشیہ)

پہلے مسیح سے بہت بڑھ کر

۱۴...... ''آج تم میں ایک ہے جو اس مسیح سے بڑھ کر ہے۔ عیسائی مشنریوں نے عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم کو خدا بنایا۔ اس لئے اس مسیح کے مقابل پر جس کا نام خدا رکھا گیا۔ خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا۔ جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے اور اس نے دوسرے مسیح کا نام غلام احمد رکھا۔'' (دافع البلاء ص۱۳، خزائن ج۱۸ ص۲۳۳)

اس کا ذکر ہی چھوڑو

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غلام احمد ہے

''یہ باتیں شاعرانہ نہیں، بلکہ واقعی ہیں اور اگر تجربہ کی رو سے خدا کی تائید مسیح بن مریم سے بڑھ کر میرے ساتھ نہ ہو تو میں جھوٹا ہوں۔'' (دافع البلاء ص۲۰، خزائن ج۱۸ ص۲۴۰)

نوٹ...... فحاش زمانہ مرزا قادیانی نے جس یہودیانہ سیرت و کردار کا ثبوت دیتے ہوئے نبی اللہ! ''وجیھا فی الدنیا والآخرۃ'' حضرت مسیح علیہ السلام پر دلخراش اور سوقیانہ حملے کئے ہیں۔ ان کا مندرجہ بالا عبارات میں قدرے نمونہ پیش کیا گیا ہے۔ چنانچہ آپ نے دیکھا کہ کس ابلیسانہ جسارت سے حضرت مسیح کو نعوذ باللہ سخت زبان، بدلسان، دشنام طراز، شراب نوش، فریبی، مکار، زنازادہ، دروغ گو اور عیاش بدچلن قرار دیا ہے۔

یاد رہے کہ یہ فحش مغلظات اور سراپا توہین۔ آمیز عبارتیں ایسی ہیں کہ جن کی کوئی دجل وفریب سے باطل تاویل وتوجیہہ بھی نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا ہم ارباب حکومت سے اپیل کرتے ہیں کہ اس قسم کی مفتری کتب اور موجب انتشار کتب کو قانوناً بند کیا جائے۔

یہ تھے وہ کفریات ولغویات مرزا قادیانی، جس کے بل بوتے مرزا قادیانی کی جھوٹی اور بے بنیاد نبوت قائم ہے۔

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

سر ظفر اللہ جواب دیں

آل انڈیا کشمیر کمیٹی میں قادیانیوں کا رول

○

مولانا ممتاز احمد صاحب کراچی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ریاست جموں وکشمیر میں ۱۳؍جولائی ۱۹۳۱ء کے واقعہ کے بعد مہاراجہ کی حکومت نے مسلمانوں پر ظلم وتشدد کے ایک نئے دور کا آغاز کیا اور جموں اور سری نگر میں ہزاروں بے گناہ مسلمانوں کو جیلوں میں ڈال دیا گیا۔ مہاراجہ کی انتقامی کارروائی کے باوجود ریاست کے مسلمانوں میں تحریک آزادی نے تیزی سے پھیلنا شروع کر دیا اور جلد ہی کم وبیش ریاست کے ہر علاقے میں حکومت کے خلاف مظاہرے ہونے لگے۔ حکومت نے جب دیکھا کہ حالات اس کے قابو سے باہر ہوتے جارہے ہیں تو اس نے برطانوی فوج کی مدد طلب کر لی۔

کشمیر میں ۱۹۳۱ء کی تحریک آزادی کی تائید وحمایت کے لئے شمالی ہند کے مسلمانوں نے پنجاب سے دو مختلف تحریکوں کا آغاز کیا۔ ایک تحریک جس کی نوعیت انقلابی تھی۔ مجلس احرار کے اہتمام اور سرکردگی میں شروع کی گئی۔ مجلس احرار کی عاملہ نے ۱۹۳۱ء کے وسط میں اس امر کا فیصلہ کیا کہ وہ کشمیری مسلمانوں کو جائز حقوق دلوانے کے لئے کسی بڑے سے بڑے اقدام سے بھی گریز نہیں کرے گی۔ (بحوالہ اشرف عطا کچھ شکستہ داستانیں کچھ پریشان تذکرے ص۱۳۱)

ابتداء میں احرار نے مولانا مظہر علی اظہر کی رہنمائی میں وزیراعظم کشمیر کے پاس ایک وفد بھیجا گیا۔ لیکن گفت وشنید بے نتیجہ رہی اور کشمیر کی حکومت نے احرار کی طرف سے پیش کئے جانے والے مطالبات تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ پرامن گفت وشنید کی ناکامی کے بعد احرار نے ایک عظیم الشان تحریک کا آغاز کیا اور حکومت کے امتناعی احکامات کے باوجود ہزاروں کی تعداد میں رضا کاروں کو ریاست کی طرف روانہ کیا جو رضا کار ریاست میں داخل ہوتے تھے۔ انہیں گرفتار کر کے جیلوں میں ڈال دیا جاتا تھا۔ جب مہاراجہ کی حکومت نے دیکھا کہ صورتحال اس کے قابو سے نکلتی جارہی ہے تو اس نے حکومت پنجاب سے درخواست کی کہ احراری رضا کاروں کو ریاست کی حدود میں داخل ہونے سے قبل ہی گرفتار کیا جائے۔ چنانچہ حکومت پنجاب نے احراری جتھوں کو اپنی سرحد پر ہی روکنا شروع کر دیا۔ (بحوالہ محمد احمد خان، ’’اقبال کا سیاسی کارنامہ‘‘ ص۱۷۹)

ریاستی مسلمانوں کی تائید کے لئے شمالی ہند کے مسلمانوں کی دوسری تحریک کی نوعیت دستوری اور آئینی تھی اور یہ ’’آل انڈیا کشمیر کمیٹی‘‘ کے نام سے منسوب تھی۔ کشمیر کمیٹی کا قیام

۲۵/جولائی ۱۹۳۱ء کو شملہ میں عمل میں آیا اور اس کے پہلے صدر جماعت احمدیہ (قادیانی جماعت) کے امیر مرزا بشیرالدین محمود احمد تھے۔ مرزا محمود کے علاوہ اس کمیٹی میں قادیانیوں کے اور بھی کئی افراد شامل تھے۔ علامہ اقبالؒ بھی کشمیری مسلمانوں سے اپنے مخصوص تعلق کی بناء پر ابتداء سے آخر تک اس کمیٹی میں شامل رہے اور بعد میں اس کے صدر بھی بنے۔

اس کمیٹی نے اپنے قیام کے وقت جو مقاصد اپنے لئے مقرر کئے تھے۔ ان میں آئینی ذرائع سے کشمیری مسلمانوں کو ان کے جائز اور واجبی حقوق دلانا اور قید وبند کی صعوبتیں برداشت کرنے والے مظلوم کشمیری مسلمانوں کی قانونی امداد بھی شامل تھے۔

کشمیر کمیٹی کے بارے میں اب تک جو تفصیلات سامنے آئی ہیں اور جو حقائق وشواہد بعد میں رونما ہونے والے حالات وواقعات کی روشنی میں واضح ہوئے ہیں۔ ان کے پیش نظر یہ کہنا ہرگز مبالغہ نہ ہوگا کہ کشمیر کمیٹی کا قیام قادیانیوں کے اپنے مخصوص مقاصد ومفادات کے حصول کے لئے عمل میں لایا گیا تھا۔ کشمیر کمیٹی کے سلسلہ میں قادیانیوں کا رول تحریک کشمیر میں ان کی سرگرم شمولیت ہی سے مشکوک نہیں ٹھہرتا۔ بلکہ ٹھوس تاریخی شواہد بھی اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ شمولیت بے معنی یا محض مسلمانوں کی ہمدردی کے سبب سے نہیں تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ برصغیر کے مسلمانوں کے اجتماعی مسائل سے قادیانی ہمیشہ غیر متعلق رہے۔ بلکہ برعکس اس کے انہوں نے مسلمانوں کی مخالف قوتوں کو تقویت دینے کی کوشش کی۔ مثلاً ۱۹۱۸ء میں جب پورا مسلم ہندوستان ترکی کے خلاف انگریزی جارحیت پر سراپا احتجاج بنا ہوا تھا، ترکی کی شکست اور بغداد پر برطانوی قبضے کی خوشی میں قادیان میں ’’جشن فتح‘‘ منایا گیا اور چراغاں کیا گیا۔ (منیر رپورٹ ص۱۹۶)

اسی طرح برصغیر کے مسلمانوں کا اہم ترین مسئلہ آزادی کا حصول اور پاکستان کا قیام تھا۔ اس پر قادیانیوں کا ردعمل یہ تھا کہ اوّل تو وہ اس بات کے خواہشمند تھے کہ انگریزی اقتدار برصغیر سے ختم ہی نہ ہو۔ جب انہوں نے دیکھا کہ انگریزوں کا برصغیر سے رخصت ہونا ناگزیر ہوگیا ہے تو انہوں نے مسلمانان ہند کے مطالبے کے برعکس برطانیہ اور کانگریس کی ہمنوائی میں متحدہ ہندوستان کی تائید کی۔ کیونکہ ایک الگ اسلامی ریاست کے قیام کی صورت میں انہیں اپنا وجود ہی ختم ہوتا نظر آرہا تھا۔ منیر رپورٹ اس پر شاہد ہے کہ ان کی بعض تحریروں سے یہ بات بھی ظاہر ہوتی ہے کہ اگر تقسیم معرض عمل میں آبھی گئی تو وہ برصغیر کے دوبارہ اتحاد کے لئے جدوجہد کریں گے۔ (منیر رپورٹ ص۱۹۶)

اب یہ پہلا موقعہ تھا کہ قادیانیوں نے برصغیر کے مسلمانوں کے کسی اجتماعی مسئلے پر نہایت سرگرمی کے ساتھ دیا تھا۔ تحریک کشمیر میں قادیانیوں کا اس قدر جوش وخروش سے شرکت کرنا کشمیری مسلمانوں کو مفت قانونی امداد مہیا کرنا اور کشمیری راہنماؤں کو امداد دینا ان کے سابقہ رویے اور سیاسی نظریات کے پیش نظر معنی خیز معلوم ہوتا ہے اور یہ باور کرنا پڑتا ہے کہ مرزابشیرالدین محمود اوران کے دیگر پیروکاروں کی تحریک کشمیر میں شمولیت مسلمانوں کے اجتماعی مفادات کی خاطر نہیں تھی۔ بلکہ اس کے پیچھے کچھ اور خفیہ مقاصد تھے۔ جن کی تکمیل کشمیر کمیٹی ہی کی وساطت سے ہوسکتی تھی۔ یہ خفیہ مقاصد کیا تھا اوران کا تعلق ریاست کشمیر سے کیا تھا؟

ان سوالات پر غور کرنے سے قبل ہمیں ریاست کشمیر اور اس سے ملحقہ سرحدی علاقوں کے بارے میں برطانوی حکومت کی اس پالیسی کو سامنے رکھنا ہوگا جو ۱۹۶۰ء سے کچھ عرصہ قبل سامنے آرہی تھی۔

ریاست کشمیر کی مخصوص جغرافیائی اہمیت انیسویں صدی کے وسط سے ظاہر ہونی شروع ہوئی جب ایشیاء دو بڑی یورپی طاقتوں، انگلستان اور روس کی جنگ اقتدار کی بازی بنا۔ گو اس سارے عرصے میں حالات کچھ اس طرح کنٹرول میں رکھے گئے کہ یہ دونوں طاقتیں براہ راست ایک دوسرے سے نبرد آزما نہیں ہوئیں؟ لیکن اعصابی جنگ بیسویں صدی کے نصف اوّل تک جاری رہی۔ (بلکہ آج تک جاری ہے)

انیسویں صدی کے اوائل سے روس نے توسیع پسندی کی جس پالیسی پر عمل کرنا شروع کیا۔ اس نے برطانوی حکومت کو بطور خاص خدشے سے دوچار کر دیا کہ روس ووسط ایشیاء میں بڑھتے بڑھتے ہندوستان کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لے گا۔ افغانستان، ایران اور چین کے شمالی علاقوں پر قابض ہو جانے کے بورسنکیانگ کے راستے وادئ کشمیر میں داخل ہونا روس کے لئے مشکل بات نہ تھی۔ انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کی پہلی دھائی میں برطانیہ کی پالیسی یہ تھی کہ روس کو افغانستان اور سنکیانگ کی طرف بڑھنے سے روک دیا جائے۔

(بحوالہ جوزف کوربل Danger in Kashmir ص۲۷۴)

اسی بناء پر برصغیر کے شمال مغربی سرحدی صوبے کے اہم مقامات پر برطانوی فوجی چوکیاں قائم کی گئیں اور روسی خطرے سے بچاؤ کی خاطر ہی پہلی (۱۸۳۹ء تا ۱۸۴۲ء) دوسری

(۱۸۷۹ء تا ۱۸۸۱ء) اور تیسری جنگ افغانستان (۱۹۱۹ء) لڑی گئی۔ اس سے قبل جب روس نے اپنی جدوجہد کا آغاز کیا اور سمرقند تاشقند اور وادی جیحون سیحوں کے علاقہ پر قبضہ جمالیا تو برطانیہ نے روسی خطرے کے پیش نظر فوج کا ایک معتدبہ حصہ ریاست جموں وکشمیر کے شمالی علاقے میں بھجوا دیا۔ روس اپنے بعض یورپی مواعید اور داخلی مسائل کی بناء پر اگر برصغیر پر حملہ نہیں کر سکا تو اس سے انگریزوں کے خدشات کی معقولیت پر شبہ نہیں کیا جانا چاہئے۔

حقیقت ہے کہ انقلاب سے قبل روسی حکومتوں نے انیسویں صدی میں متعدد بار برصغیر پر حملہ آور ہونے کے باقاعدہ منصوبہ بندی تک کی تھی۔ برصغیر پر روسی حملوں کی منصوبہ بندی اور ہندوستان کے بارے میں روسی پالیسی کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہوں:

۱...... آرشی بالا کی Russia Against India

۲...... فرانس ہنری سکرائن کی The Expansian of Russia

۳...... ولیم ڈگی کی India for the Indian of for England

۴...... چارلس بولگر کی England and Russia in central Asia

۵...... ریڈوڈایچ سوورلینڈ کی Russian Pregects against India

روس میں اشتراکی انقلاب کے بعد ایشیاء اور مشرق وسطیٰ میں روس اور برطانیہ کے روایتی تعلقات میں اہم تبدیلی رونما ہوئی۔ جنگ عظیم اوّل کے بعد برطانوی مقبوضات میں آزادی کی تحریکوں کا آغاز ہوا۔ عرب ممالک نے آزادی کی طرف قدم بڑھانے شروع کئے۔ ادھر افغانستان اور ایران بھی برطانوی اثرات سے آزاد ہونے کی کوشش کرنے لگے۔ ہندوستان میں آزادی کی تحریک نے آئینی اور غیرآئینی اطراف سے ابھرنا شروع کیا۔ چین میں داخلی جنگوں نے عارضی امن کی اس صورتحال کو درہم برہم کر دیا جو برطانیہ کے اطمینان کا باعث تھی۔ یہ ساری صورتحال برطانیہ کی نظر میں اشتراکی نظریئے اور روسی اثرات کی توسیع پسندی کے لئے آئیڈیل صورتحال تھی۔ اب روس کے ہاتھ میں جو ہتھیار تھا وہ Double Barrelled تھا۔ ایک طرف تو وہ برصغیر میں قومیت پرستی کے اٹھتے ہوئے جذبات سے فائدہ اٹھا کر اور تحریک آزادی کی حمایت کر کے برطانوی حکومت کے خلاف برصغیر کے عوام کی ہمدردیاں حاصل کر سکتا تھا اور دوسری طرف اشتراکی انقلاب کے لئے بھی راہ ہموار کی جاسکتی تھی۔

روس کو برطانیہ سے جو خطرہ تھا وہ ایشیاء میں نہیں بلکہ یورپ میں تھا اور یورپ میں برطانوی خطرے کے سدباب کے لئے ضروری تھا کہ وہ ایشیا میں برطانوی اقتدار کو کمزور کرے۔ روس کے لئے آسانی یہ تھی کہ وہ اپنے ملکی وقومی عزائم کو نظریاتی رنگ دے کر برصغیر میں داخل ہوسکتا یا کم ازکم اپنا حلقۂ اثر قائم کرسکتا تھا۔ چنانچہ اسی پس منظر میں جنگ عظیم اوّل کے بعد سے جنگ آزادی تک روس برصغیر کی سیاست میں سرگرم حصہ لیتا رہا۔ برصغیر کی سیاست میں روس کی شمولیت دونوعیّتوں کی تھی۔ ایک تو اس نے سنکیانگ اور شمالی علاقوں کی طرف سے کشمیر پر فوجی دباؤ ڈال کر برطانوی حکومت کو چوکنا کردیا اور دوسرے تحریک آزادی میں حصہ لینے والے ایک فعال عنصر کے قوم پرستانہ جذبات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اشتراکی نظریئے کی وساطت سے اسے اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرنا شروع کردیا۔ چنانچہ آزادی کے متوالے متعدد ہندوستانیوں کو روسی سرزمین میں توڑ پھوڑ کی سرگرمیوں اور حکومت کے کاروبار کو معطل کرنے والی دوسری کارروائیوں کی تربیت دی جانے لگی۔ مثلاً مہندر پرتاب سنگھ جو باقاعدہ روسی حکومت کے ملازم تھے کابل میں بیٹھ کر وسطی ایشیاء اور ہندوستان میں روسی مفادات کی دیکھ بھال کرتے تھے۔ اسی طرح کا کام ایک اور ہندوستانی انقلابی برکت اللہ نے انجام دیا۔

(جوزف کوربل کی کتاب **Danger in Kashmir** ص۸۲،۸۳)

تاشقند اور شمالی مغربی سرحدی صوبے سے ملحقہ علاقے کو ہندوستانی انقلابیوں کا تربیتی مرکز بنایا گیا۔ سمرقند کے ایک ادارے میں ۱۹۲۰ء میں تین ہزار پانچ سو ہندوستانیوں کو انقلابی سرگرمیوں کے لئے تیار کیا جارہا تھا۔ ان میں ۹۳۱/افراد ہندو تھے۔ یہ ماہر اور تربیت یافتہ انقلابی ریاست کشمیر اور دوسرے شمالی دروں سے ہندوستان بھیجے جاتے تھے۔ جہاں یہ لوگ آزادی کی تحریکوں میں ’’فارورڈ بلاک‘‘ کی حیثیت سے کام کرتے۔ ۱۹۳۰ء تک روس نے اپنی ان سرگرمیوں میں اس قدر اضافہ کردیا کہ تیسری انٹرنیشنل کی چھٹی کانگریس نے تو ہندوستان میں اشتراکی انقلاب کی صاف صاف پیش گوئی بھی کردی اور ہندوستانی کمیونسٹوں سے کہا کہ اب وہ ’’پرولتاری طبقے‘‘ کو ساتھ لے کر برطانوی استعمال کے ساتھ ساتھ آزاد خیال قومی بورژواؤں **Libral National Bourgeoisie** کے خلاف بھی جدوجہد شروع کردیں۔

(روسی مصنفہ پیلاکن کی مرتب کردہ کتاب **Communist International Documents**)

اس پس منظر میں برطانوی ہند کی حکومت نے برصغیر کو روسی اشترا کی حملے سے بچانے کے لئے اور برصغیر میں اپنی حکومت کے استحکام کے لئے ضروری سمجھا کہ وہ شمال مغربی ہند کے ان تمام علاقوں کو براہ راست اپنے کنٹرول میں لے لے جو اشترا کی سرگرمیوں کا مرکز بنے ہوئے تھے یا جہاں سے روس کی **Inflitration** ممکن تھی۔ نیز سرحدی علاقوں میں ایسی وفادار جماعتوں کو پھلنے پھولنے کا موقع دے جو ایک طرف آزادی کی رو کو دبا سکیں اور دوسری طرف برطانوی حکومت کے خلاف کی جانے والی سرگرمیوں کی اطلاعات بھی اسے پہنچاتے رہیں۔

روس اور چین سے ملحقہ علاقے (جو ریاست جموں وکشمیر کی حدود میں تھے) براہ راست اپنے کنٹرول میں لے لینے میں مشکل یہ تھی کہ معاہدہ امرتسر کے تحت ریاستی علاقے کے انتقال کے لئے مہاراجہ کی رضامندی لازمی تھی اور مہاراجہ کشمیر اپنی ریاست کے ایک انچ علاقے سے بھی دستبردار ہونے کو تیار نہ تھا۔ چنانچہ انگریزوں نے جو اس سے قبل ریاست کے مسلمانوں پر ہونے والے ظلم وتشدد سے اپنی بے نیازی کے لئے یہ جواز لاتے تھے کہ وہ قانوناً ریاست کے داخلی معاملات میں مداخلت نہیں کر سکتے۔ ۱۹۳۱ء کی تحریک حریت سے فائدہ اٹھانے کا منصوبہ بنایا۔ ان کی اسکیم یہ تھی کہ شمالی ہند کے علاقہ میں مہاراجہ کی انتظامیہ کے خلاف محدود پیمانہ پر ایک تحریک کا آغاز کیا جائے اور برطانوی ہند کی رائے عامہ کے دباؤ کا جواز پیدا کر کے اور ریاست کے داخلی معاملات میں مہاراجہ کو کمزور کر کے گلگت اور روس وچین سے ملحقہ دیگر سرحدی علاقے حاصل کر لئے جائیں۔ احرار کی تحریک فوری اور انقلابی نوعیت کی تھی اور انگریز احرار سے معاملہ بھی نہیں کر سکتے تھے۔ قادیانی ہی وہ مناسب ترین جماعت تھے جنہیں اس مقصد کے لئے تیار کیا جاسکتا تھا اور مقصد پورا ہو جانے کے بعد ان سے مہاراجہ کے خلاف یہ تحریک ختم بھی کروائی جاسکتی تھی۔ اگر اس تحریک کا آغاز کسی اور جماعت یا طبقے کی طرف سے ہوتا تو انگریز پوری طرح نہ تو اس کو کنٹرول کر سکتے تھے اور نہ ہی اسے مناسب طور پر اپنے مقاصد کے لئے استعمال کر سکتے تھے۔

اس پس منظر سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ قادیانیوں کا کشمیر کمیٹی قائم کرنا دراصل انگریزوں ہی کی شہ پر تھا۔ ہمارے لئے یہ خیال کرنا ممکن ہی نہیں ہے کہ قادیانی اپنی سیاسی زندگی کے کسی مرحلے پر بھی کسی ایسی تحریک میں شامل ہو سکتے تھے یا کسی ایسی تحریک کا آغاز کر سکتے تھے جو انگریزوں کی شہ پر نہ شروع کی گئی ہو یا جسے انگریزوں کی تائید حاصل نہ ہو یا کم از کم جسے انگریز

ناپسند کرتے ہوں۔ قادیانی جماعت ابتداء ہی سے انگریزی حکومت کی وفادار ترین جماعت رہی ہے اورانہوں نے کوئی ایسا کام نہیں کیا جو ہندوستان میں برطانوی اقتدار ومفادات کو معمولی سا بھی نقصان پہنچانے کا امکان رکھتا ہو۔ اس ضمن میں قادیانی مذہب کے بانی مرزاغلام احمد قادیانی کے متعدد اعتراضات پیش کئے جاسکتے ہیں۔ چند ایک ملاحظہ ہوں:

''سو میرا مذہب جس کو میں بار بار ظاہر کرتا ہوں یہی ہے کہ اسلام کے دو حصے ہیں۔ ایک یہ کہ خداتعالیٰ کی اطاعت کریں۔ دوسرے اس سلطنت کی جس نے امن قائم کیا ہو۔ جس نے ظالموں (یعنی مسلمانوں) کے ہاتھ سے اپنے سائے میں ہمیں پناہ دی ہو۔ سو وہ سلطنت حکومت برطانیہ ہے۔'' (ضمیمہ شہادت القرآن ص۳، خزائن ج۶ ص۳۷۶)

ایک اوراعتراف ملاحظہ ہو: ''میں ابتدائی عمر سے اس وقت تک جو قریباً ساٹھ برس کی عمر تک پہنچا ہوں اپنی زبان اور قلم سے اس اہم کام میں مشغول ہوں کہ مسلمانوں کے دلوں کو گورنمنٹ انگلشیہ کی سچی محبت اور خیر خواہی اور ہمدردی کی طرف پھیروں اوران اوران کے بعض کم فہموں کے دلوں سے غلط خیال جہاد وغیرہ کا دور کروں جو ان کو دلی صفائی اور مخلصانہ تعلقات سے روکتے ہیں۔'' (تبلیغ رسالت ج۷ ص۱۰، مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۱۱)

اسی کتاب (تبلیغ رسالت ج۷ ص۱۳، مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۱۵) پر ارشاد ہوتا ہے: ''میں زور سے کہتا ہوں اور میں دعویٰ سے گورنمنٹ کی خدمت میں اعلان دیتا ہوں کہ باعتبار مذہبی اصول کے مسلمانوں کے تمام فرقوں میں سے گورنمنٹ کا اوّل درجے کا وفادار اور جانثار یہی نیا فرقہ ہے۔''

برعکس اس کے قادیانیوں نے مثبت طور پر انگریزی سامراج کی نہ صرف یہ کہ حمایت کی بلکہ اپنے عملی کارناموں سے ہندوستان اور بیرون ہندوستان میں انگریزی حکومت کو تقویت پہنچانے کی کوششیں بھی کیں۔

قادیانیوں کا کشمیر میں انگریزی مفادات کے آلہ کار کی حیثیت سے کام کرنا اس طرز کی پہلی مثال نہ تھی۔ اس سے قبل بھی قادیانی افراد نے انگریزوں کے لئے جاسوسی کا کام انجام دیا ہے۔ جیسا کہ اوپر بتایا جاچکا ہے ریاست جموں وکشمیر وسطی ایشیا پر روسی قبضہ کے بعد برصغیر کی اہم حفاظتی چوکی کی حیثیت اختیار کرچکی تھی اوراس کی **Strategic** اہمیت کے پیش نظر روس کی

نگاہیں خاص طور پر اس علاقے پر لگی ہوئی تھیں۔ اس ضمن میں ۱۸۸۹ء میں مہاراجہ سرپرتاپ سنگھ والئی ریاست پر حکومت برطانیہ نے یہ الزام بھی لگایا کہ وہ روسی حکومت سے برطانیہ کے خلاف خط وکتابت کر رہا ہے۔ اس واقع کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو (پو ولیم ڈگبی کی کتاب Condemned Unheard: "The Govt of India of H.H. The Maharaja of Kashmir" London 1890)

حکومت برطانیہ نے اس الزام کے پیش نظر مہاراجہ کے اختیارات کو سلب کر کے حکومت کا انتظام ایک کونسل کے سپرد کر دیا اور مہاراجہ کی سرگرمیوں پر کڑی نگرانی شروع کر دی۔ برطانوی حکومت ہند نے مہاراجہ کی سرگرمیوں کی نگرانی کے لئے متعدد افراد کو مامور کیا۔ ان میں مرزا غلام احمد قادیانی کے دست راست اور قادیانی تحریک کے اصل دماغ اور مرزا غلام احمد قادیانی کی وفات کے بعد پہلے خلیفہ حکیم نورالدین بھی تھے جو اس وقت مہاراجہ کشمیر کے طبیب خاص تھے۔ حکیم صاحب نے متعدد سالوں تک انگریزوں کی جاسوسی کے فرائض انجام دیئے اور بالآخر مہاراجہ نے ۱۸۹۳ء یا ۱۸۹۴ء میں انہیں مشکوک قرار دے کر معزول کر دیا۔

ہندوستان میں تو قادیانیوں کا انگریزوں کے لئے جاسوسی کرنا ایک عام سی بات تھی۔ بیرون ہند یعنی روس، ایران، افغانستان اور جرمنی وغیرہ میں بھی قادیانی حضرات انگریزوں کے لئے مخبری کا کام کرتے رہے تھے۔ (افغانستان اور جرمنی میں قادیانیوں کی انگریزوں کے لئے جاسوسی کی شہادت خود قادیانیوں کے اخبار ''الفضل'' مورخہ ۳/مارچ ۱۹۲۵ء اور ۶/اگست ۱۹۳۵ء اور یکم/نومبر ۱۹۳۴ء کے شماروں میں دیکھی جاسکتی ہے)

روس میں تو ان کی سرگرمیاں بالخصوص سرگرمی سے جاری تھیں۔ ایک قادیانی مبلغ محمد امین کا یہ بیان ۲۸/دسمبر ۱۹۲۲ء کو ''الفضل'' میں شائع ہوا۔ ''روسیہ (روس) میں اگرچہ تبلیغ احمدیت کے لئے گیا تھا۔ لیکن چونکہ سلسلہ احمدیہ اور برٹش حکومت کے باہمی مفادات ایک دوسرے سے وابستہ ہیں۔ اس لئے جہاں میں اپنے سلسلہ کی تبلیغ کرتا تھا۔ وہاں لازماً مجھے گورنمنٹ انگریزی کی خدمت گزاری بھی کرنی پڑتی تھی۔''

قادیانیوں کا انگریزی سامراج کو مضبوط اور قائم ودائم بنانے کے لئے اس قدر سرگرمی سے کام کرنا دراصل اس وجہ سے تھا کہ قادیانی اپنے عجیب وغریب مذہبی مسلک کی بناء پر ہندوستانی

مسلمانوں کی ہیئت اجتماعیہ سے کٹ چکے تھے اور اب مذہبی، سیاسی، معاشرتی و معاشی کسی سطح پر عام مسلمانوں سے ان کا اشتراک وتعاون ممکن نہیں رہا تھا۔ اس صورت حال میں قادیانیوں کے لئے بہترین حکمت عملی یہ تھی کہ وہ انگریزی اقتدار کے ''سایہ عاطفت'' میں پناہ لیں۔

انگریزوں سے اپنی وفاداری استوار کریں اور ہندوستان میں انگریزی اقتدار کی توسیع وترقی کے لئے کوشاں ہوں۔ انہیں یہ خدشا تھا (اور یہ خدشا بجا بھی تھا) کہ آزادی کی صورت میں انہیں وہ مراعات نہیں مل سکیں گی جو اس وقت انگریزوں کے زیر سایہ انہیں مل رہی تھیں۔ پس قادیانی جماعت کی انگریزی اقتدار سے وفاداری کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ وہ اپنے وجود کی بقا اور اپنی تحریک کی ترقی کے لئے انگریزوں کے دست نگر تھے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کا ایک اعتراف اس ضمن میں ملاحظہ ہو: ''میں اپنے کام کو نہ تو مکہ میں رہ کر جاری رکھ سکتا ہوں نہ مدینہ میں نہ روم میں نہ ایران میں اور نہ ہی کابل میں رہ کر۔ میں تو ہندوستان میں انگریزی راج کے دوام کا دعاگو ہوں۔'' (تبلیغ رسالت ج۶ص۶۹، مجموعہ اشتہارات ج۲ص۳۷۰)

اور دوسری اہم وجہ یہ بھی تھی کہ وہ انگریزوں کی خدمات بجالا کر یہ توقع رکھتے تھے کہ ہندوستان کو آزادی دیتے وقت انگریز برصغیر کی سیاسی ہیئت میں یقیناً کچھ ایسا نظم پیدا کر جائیں گے جو ان کے سیاسی مذہبی مفادات کی حفاظت کر سکے گا۔ پنجاب انکوائری کے معزز ججوں نے اپنی رپورٹ میں قادیانیوں کی اس خواہش کے بارے میں لکھا ہے۔

''جب افق پر ملک کی تقسیم کے ذریعے مسلمانوں کے لئے جداگانہ وطن کے قیام کے مدہم سے امکانات ظاہر ہونے شروع ہوئے تو احمدیوں کو آنے والے واقعات سے تشویش ہونے لگی۔ ان کی ۱۹۴۵ء سے ۱۹۴۷ء کے اوائل تک کی بعض تحریروں میں انگریزوں کے جانشین بننے کی توقعات کی جھلک پائی جاتی ہے...... ان کی بعض تحریروں سے یہ بات بھی ظاہر ہوتی ہے کہ وہ تقسیم کے خلاف تھے اور ان سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اگر تقسیم معرض عمل میں آ بھی گئی تو وہ برصغیر کے دوبارہ اتحاد کے لئے جدوجہد کریں گے۔'' (منیر رپورٹ ص۱۹۶)

قادیانیوں کو ہندوستان میں انگریزوں کا جانشین بننے کی خوش فہمی کس حد تک تھی۔ اس کا اندازہ خلیفہ قادیان مرزا بشیر الدین محمود کے اس خطبے سے بھی کیا جاسکتا ہے۔

''جماعت احمدیہ کے افراد نہ صرف یہ کہ پورے ہندوستان کے حکمران ہوں گے بلکہ

روس پر بھی ان کی حکومت قائم ہوگی۔‘‘ (اخبار الفضل مورخہ ۴؍اگست ۱۹۳۶ء)

اس مقصد کے لئے ان کی نظریں ایک مدت سے کشمیر پر مرکوز تھیں۔ قادیانی کوئی ایسا خطہ زمین اپنے لئے خاص کر لینا چاہتے تھے جہاں وہ قادیانی تحریک کا مرکز قائم کرسکیں اور جہاں انہیں کلی طور پر سیاسی اور انتظامی اختیارات بھی حاصل ہوں۔ سیاسی اقتدار خواہ وہ کسی محدود سے خطے پر ہی کیوں نہ ہو۔ ایک نئی مذہبی تحریک کی تقویت وترقی کا ایک اہم ترین حامل ہوا کرتا ہے اور قادیانی اس حکمت سے بخوبی واقف تھے۔ اپنی حکومت کے قیام کے لئے قادیانیوں کی خواہش مرزا بشیرالدین محمود کے اس خطبے سے بھی ظاہر ہوتی ہے۔

’’ہماری حکومت میں ہے کہ ہم قوت سے لوگوں کی اصلاح کریں اور ہٹلر اور مسولینی کی طرح ان سب لوگوں کو ملک بدر کرسکیں جو ہمارے احکامات کی تعمیل نہ کریں اور جو ہماری بات نہ سنیں یا نہ مانیں۔ انہیں عبرتناک سزا دے سکیں۔ اگر ہمارے پاس حکومت ہوتی تو ہم یہ نتائج ایک دن میں حاصل کر سکتے تھے۔‘‘ (اخبار الفضل مورخہ ۲؍جون ۱۹۳۶ء)

ایک اور خطبے میں فرماتے ہیں: ’’بیشک قادیان ہمارا مذہبی مرکز ہے۔ لیکن اس وقت ہم نہیں کہہ سکتے کہ ہماری قوت اور ہمارے وقار کا مرکز کون سے مقام پر قائم ہوگا۔ یہ مرکز ہندوستان کے کسی بھی شہر میں قائم ہوسکتا ہے۔‘‘ (الفضل مورخہ ۲۹؍نومبر ۱۹۳۴ء)

کسی زمانے میں قادیانیوں کے نزدیک حیدرآباد دکن وہ مناسب جگہ تھی جہاں ان کی قوت ووقار کا مرکز قائم کیا جاسکتا تھا۔ اس کے بعد کشمیر پر قبضہ کرنے کے خواب دیکھے گئے۔ پاکستان بننے کے فوراً بعد سابق صوبہ بلوچستان پر بھی اپنی حکومت قائم کرنے کا منصوبہ بنایا گیا۔ مرزا بشیرالدین محمود نے ۲۳؍جولائی ۱۹۴۸ء میں کوئٹہ میں تقریر کرتے ہوئے اس خیال کا اظہار کیا کہ وہ بلوچستان کو ایک قادیانی صوبہ میں تبدیل کرنا چاہتے ہیں تاکہ پورے پاکستان پر قبضہ کرنے کے لئے وہ ایک بیس کے طور پر کام آئے۔ منیر انکوائری کمیٹی نے بھی قادیانیوں کے بلوچستان پر قبضہ کرنے کی منصوبہ بندی کی تصدیق کی ہے۔ (الفضل مورخہ ۱۳؍اگست ۱۹۴۸ء، منیر رپورٹ ص۲۶۱)

چنانچہ کشمیر پر اپنے اثر ورسوخ کی توسیع قادیانی تحریک کی ابتداء ہی سے اس کے پیش نظر رہی ہے۔ مرزا بشیرالدین محمود قادیانی تحریک کے تمام افراد میں سے سیاسی بصیرت رکھتے تھے۔ انہوں نے اوائل خلافت میں کئی بار کشمیر کا دورہ کیا۔ (الفضل مورخہ ۱۶؍جون ۱۹۳۱ء)

وہاں کے حالات کا بچشم خود جائزہ لیا اور قادیانی تحریک کے لئے راہ ہموار کرنے کی کوشش کی۔ان کی Stratagy یہ تھی کہ کشمیر کی ناپختہ ذہن اورنئی ابھرنے والی قیادت کو اپنے ساتھ ملا کر اس کو اس طرح استعمال کیا جائے کہ وہ قادیانی مقاصد کی تکمیل میں ممدومعاون ہو۔اس کے ساتھ ہی ساتھ عام مسلمانوں میں بھی قادیانیت کی تبلیغ کا سلسلہ شروع کر دیا گیا۔مرزامحمود قادیانی کو کشمیر میں قادیانیت کی تبلیغ کے امکانات روشن نظر آ رہے تھے۔اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ عام کشمیری مسلمانوں میں اسلام سے جذباتی تعلق تو پایا جاتا تھا۔لیکن اسلام کا صحیح علم تقریباً نہ ہونے کے برابر تھا اور برسوں کی ہندو غلامی سے ان کے اندر حریت اور آزادی کا وہ جذبہ سرد پڑ چکا تھا جو کسی فرد کو اس کے نظریات سے مضبوطی کے ساتھ وابستہ رکھ سکتا ہے۔پھر وہاں کے مسلمانوں میں غربت بھی عام تھی اور مرزامحمود مسلمانوں کی اس مجبوری سے بھی فائدہ اٹھانا چاہتے تھے۔ان کا خیال تھا کہ وہ غریب مسلمانوں میں روپے پیسے کی ریل پیل کر کے انہیں اپنے عقائد کی طرف راغب کر سکیں گے۔

دوسری طرف انگریز بھی اس بات سے بخوبی واقف تھے کہ برصغیر میں قادیانیوں کی وفاداری مسلم ہے۔ان کی بھی یہ خواہش تھی کہ وہ برصغیر سے جانے کے بعد بھی یہاں ایک جماعت تو کم از کم ایسی چھوڑ جائیں جو اس علاقے میں ان کے مفادات کی حفاظت کرتی رہے۔پھر کشمیر کا معاملہ تو یوں بھی ٹیڑھا تھا اور روس،چین اور افغانستان سے اپنے سرحدی ملحقات کی بنا پر اس کی اہمیت برطانوی حکومت کی نگاہ میں بہت زیادہ تھی۔چنانچہ برطانیہ کے لئے یہ صورتحال بے حد پسندیدہ اور خوشگوار تھی کہ ریاست میں کوئی ایسی جماعت سیاسی اقتدار پر قابض ہو جائے جو ان کی ہمنوا ہو اور برصغیر سے ان کے چلے جانے کے بعد بھی جس کا سیاسی اثر ورسوخ اس علاقے میں ان کی عالمی سیاسی پالیسیوں کی معاونت کا باعث ہو۔یہ جماعت ظاہر ہے کہ صرف جماعت احمدیہ ہی ہو سکتی تھی۔

پس ۱۹۳۱ء کی تحریک کشمیر میں قادیانیوں کی شمولیت قادیانیوں اور انگریزوں دونوں کے مفاد میں تھی۔۱۹۳۱ء میں جب ریاست میں تحریک حریت کا آغاز ہوا اور ریاستی مسلمانوں نے سیاسی آزادی کے حصول کے لئے باقاعدہ طور پر جدوجہد کا آغاز کیا تو ’’حضرت امام جماعت احمدیہ...... جو پہلے ہی...... مناسب موقع کے انتظار میں تھے۔یکا یک میدان عمل میں آ گئے۔‘‘

(الفضل مورخہ ۱۶؍جون ۱۹۳۱ء)

۲۵ر جولائی ۱۹۳۱ء کو شملہ میں آل انڈیا کشمیر کمیٹی کا قیام عمل میں لایا گیا۔ اس میں علامہ اقبالؒ بھی شامل تھے۔ لیکن صدارت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے سپرد کی گئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ کشمیر کمیٹی کے قیام کا منصوبہ بنانے والے بھی دراصل مرزا محمود ہی تھے اور جو افراد شملہ میں جمع ہوئے تھے ان میں اکثریت احمدیوں کی تھی۔ کمیٹی کے پیش نظر جیسا کہ ابتداء میں بیان کر دیا گیا ہے۔ ریاستی مسلمانوں کو ان کے جائز حقوق دلانا اور قید و بند کی صعوبتیں جھیلنے والے مسلمانوں کو قانونی امداد مہیا کرنا تھا۔

جماعت احمدیہ کی طرف سے کشمیر کمیٹی کے نام سے تمام کشمیری لیڈروں سے براہ راست روابط قائم کئے گئے۔ قادیانی زعماء کو بڑی تعداد میں ریاست میں بھیجا گیا۔ جہاں انہوں نے مسلمان رہنماؤں سے ملاقاتیں کیں۔ وہاں کے حالات کا جائزہ لیا گیا اور مظلوم مسلمانوں کی بھاری مالی امداد کر کے انہیں اپنا ممنون احسان بنانے کی کوشش کی۔ اس دوران میں سینکڑوں کی تعداد میں مبلغین بھی ریاست میں بھیجے گئے جو ریاست کے چپے چپے کا دورہ کر کے قادیانی عقائد کی تبلیغ کرنے لگے۔ جماعت احمدیہ کی طرف سے اکثر رقوم شیخ محمد عبداللہ کی معرفت دی گئیں۔

(بحوالہ اشرف عطاء کتاب مذکورہ بالا صفحہ ۱۳۰)

چوہدری غلام عباس مرحوم کے مقابلے میں قادیانیوں کی ساری ہمدردیاں شیخ عبداللہ کے ساتھ تھیں اور شیخ صاحب سے اس جماعت کے تعلقات اس قدر قریبی ہو رہے تھے کہ لاہور میں ''اس افسوسناک افواہ نے کافی تقویت پکڑ لی کہ شیر کشمیر عبداللہ مرزائی ہیں۔''

(اشرف عطاء کتاب مذکورہ بالا ص ۱۳۰)

شیخ صاحب نے خود لاہور آ کر ایک جلسہ عام میں اس کی تردید کی۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ: ''ہم اپنی اس جدوجہد میں ہر طبقہ کی امداد کا خیر مقدم کریں گے۔''

کشمیر کمیٹی ایک عرصہ تک باقاعدگی سے کام کرتی رہی اور اس دوران میں قادیانیوں کی سرگرمیاں بھی ریاست میں زور پکڑتی گئیں۔ اس عرصے میں کمیٹی میں شامل ہونے والے مسلم زعماء کو اس امر کا اندازہ ہو چلا تھا کہ مرزا بشیر الدین محمود کمیٹی کو کشمیری مسلمانوں کے مفاد سے زیادہ اپنے جماعتی مفاد میں استعمال کر رہے ہیں۔ کمیٹی کا کوئی دستور بھی نہیں تھا اور صدر کو غیر معمولی اختیارات دے دیئے گئے تھے۔ اس کمی کو بھی پورا کرنا پیش نظر تھا۔ چنانچہ نئے عہدیدار منتخب کرنے

کے لئے اور کمیٹی کا باقاعدہ دستور مدون کرنے کے لئے لاہور میں آل انڈیا کشمیر کمیٹی کا دوسرا اجلاس ہوا۔اس میں مجلس احرار کے بعض رہنماؤں نے بھی شرکت کی۔اجلاس میں جب یہ مطالبہ کیا گیا کہ کمیٹی کا باقاعدہ ایک دستور مرتب کیا جائے تو قادیانی حضرات نے اس کی پرزور مخالفت کی۔ وہ دیکھ رہے تھے کہ دستور مرتب کرنے سے دراصل ان کو علیحدہ کیا جانا مقصود ہے۔ مرزابشیرالدین محمود نے بطور احتجاج کمیٹی کی صدارت سے استعفیٰ دے دیا تو دوسرے قادیانی حضرات نے بھی کمیٹی کے کاموں میں دلچسپی لینا بند کردی اور عملاً کمیٹی سے بائیکاٹ کردیا۔حتیٰ کہ جو قادیانی وکلاء ریاست میں مسلمانوں کے مقدمات لڑ رہے تھے وہ مقدمات کو ادھورا چھوڑ چھاڑ کر واپس چلے آئے۔

علامہ اقبالؒ کشمیر کے مسلمانوں کی قانونی امداد کے لئے لاہور اور بیرون لاہور کے ممتاز وکلاء کو ریاست میں بھیج رہے تھے۔ان ہی وکلاء میں پٹنہ کے جناب نعیم الحق بھی تھے،جنہیں علامہ مرحوم نے دوتین مقدمات کی پیروی کے لئے جموں جانے کو کہا تھا۔جب نعیم الحق جموں کے لئے رخت سفر باندھ ہی رہے تھے کہ مرزابشیرالدین محمود کے ایماء پر ان مقدمات کو سرظفراللہ خاں نے اپنے ہاتھ میں لے لیا۔علامہ اقبالؒ اس پر ۹؍فروری ۱۹۳۳ء کو نعیم الحق کو اطلاع دیتے ہیں۔

’’جس مقدمے کی پیروی کے لئے میں نے آپ سے درخواست کی تھی اس کی پیروی چوہدری محمد ظفراللہ خاں کریں گے۔عبدالحمید صاحب نے مجھے یہ اطلاع دی ہے اور میں نے ضروری سمجھا کہ آپ کو ہر قسم کی زحمت سے بچانے کے لئے فی الفور آپ کو مطلع کرنا چاہئے۔ چوہدری ظفراللہ خاں کیوں اور کس کی دعوت پر وہاں جارہے ہیں۔ یہ مجھے معلوم نہیں۔شاید کشمیر کانفرنس کے بعض لوگ ابھی تک قادیانیوں سے خفیہ تعلقات رکھتے ہیں۔‘‘

(رئیس احمد جعفری ’’اقبال اور سیاست ملی‘‘ص۱۵۹،۶۰)

اس کے بعد مرزا بشیرالدین محمود کشمیر کمیٹی سے الگ ہوگئے تو سرظفراللہ خاں بھی مقدمات کی پیروی چھوڑ چھاڑ کر واپس آگئے۔اس پر علامہ اقبالؒ نے اپنے ایک اخباری بیان میں بڑا ہی دلچسپ تبصرہ فرمایا۔

’’بدقسمتی سے کمیٹی میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو اپنے مذہبی فرقے کے سوا کسی دوسرے کا اتباع کرنا سرے سے گناہ سمجھتے ہیں۔ چنانچہ احمدی وکلاء میں ایک صاحب نے جو میرپور کے

مقدمات کی پیروی کر رہے تھے حال ہی میں اپنے بیان میں واضح طور پر اس خیال کا اظہار کر دیا۔ انہوں نے صاف طور پر کہا کہ وہ کسی کشمیر کو نہیں مانتے اور جو کچھ انہوں نے یا ان کے ساتھیوں نے اس ضمن میں کیا وہ ان کے امیر کے حکم کی تعمیل تھی...... میں کسی صاحب پر انگشت نمائی نہیں کرنا چاہتا۔ ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنے دل و دماغ سے کام لے اور جو راستہ پسند ہو اسے اختیار کرے۔ حقیقت میں مجھے ایسے شخص سے ہمدردی ہے جو کسی روحانی سہارے کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے کسی مقبرہ کا مجاور یا کسی زندہ نام نہاد پیر کا مرید بن جائے۔'' (بحوالہ ایضاً ص ۳۰۳)

کشمیر کمیٹی کے خاتمے کے بعد قادیانیوں نے ایک اور ادارہ ''تحریک کشمیر'' کے نام سے قائم کرنا چاہا اور علامہ اقبالؒ سے درخوست کی کہ وہ اس کے صدر بنیں۔ محمد احمد خاں ''اقبال کا سیاسی کارنامہ'' میں لکھتے ہیں:

''ڈاکٹر صاحب اب قادیانی تحریک کے سخت مخالف بن چکے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ تحریک کشمیر کے نام سے قادیانی حضرات اپنے عقائد کی نشر و اشاعت کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے انہوں نے اس آفر (Offer) کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔'' (ص ۱۸۵)

علامہ اقبالؒ نے کشمیر کمیٹی کے دوران قادیانیوں کی سرگرمیوں کا گہری نظر سے جائزہ لیا تھا اور کشمیر کمیٹی کے یہ واقعات اس لحاظ سے بھی اہم ہیں کہ ان ہی واقعات کے بعد ڈاکٹر صاحب نے قادیانی تحریک کی سختی سے مخالفت شروع کر دی۔

کشمیر کمیٹی کی سرگرمیاں ۱۹۳۵ء تک جاری رہیں۔ اس دوران میں برطانوی حکومت کے اہتمام میں کشمیری مسلمانوں کے مسائل کا جائزہ لینے کے لئے گلانسی کمیشن بھی قائم کیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی ۱۹۳۵ء میں روس کے چینی ترکستان کے شہر سنکیانگ پر قبضے کے فوراً بعد حکومت ہند نے گلگت اور اس سے ملحقہ علاقے مہاراجہ کشمیر سے ساٹھ سال کے ٹھیکے پر براہ راست اپنے کنٹرول میں لے لئے۔ کشمیر کمیٹی کی وساطت سے قادیانیوں نے کشمیری سیاست میں جو سرگرم حصہ لیا۔ بعض وجوہات کی بناء پر جن میں علامہ اقبالؒ کی دور اندیشی اور احرار کی بروقت تحریک کو بھی دخل تھا۔ قادیانی اس کمیٹی سے پوری طرح وہ فوائد حاصل نہ کر سکے جو ان کے پیش نظر تھے۔ لیکن ان کی کوششیں رائیگاں بھی نہیں گئیں۔

۱...... تحریک میں حصہ لینے سے قادیانیوں نے کشمیری رہنماؤں سے براہ راست روابط قائم کر لئے اور مالی امداد دے کر انہیں اپنا ممنون احسان بنالیا۔

۲...... اس صورتحال میں ان کے لئے ریاست میں تبلیغ کرنا آسان ہوگیا۔ ریاست کشمیر میں قادیانیت کی دعوت ۱۹۳۱ء کے بعد ہی پھیلنا شروع ہوئی۔

۳...... ۱۹۴۷ء کی تحریک آزادی میں قادیانیوں کی شمولیت زیادہ واضح اور مؤثر ہوگئی۔ اس وقت بھی اس کی قیادت خود مرزا بشیر الدین محمود کر رہے تھے اور محاذ کشمیر پر احمدیوں کا ایک فوجی دستہ ''فرقان بٹالین'' کے نام سے موجود تھا۔ (بحوالہ کلیم اختر، شیر کشمیر محمد عبداللہ)

۴...... یہ ۱۹۳۱ء کی تحریک میں شمولیت ہی کا نتیجہ تھا کہ ۴؍اکتوبر ۱۹۴۷ء کو اسی کشمیر میں جماعت احمدیہ کے صدر خواجہ غلام نبی گلکار آزاد کشمیر حکومت کے پہلے صدر بنے اور اس طرح کشمیر کو قادیانی ریاست بنانے کا پہلا پتھر رکھنے کی کوشش کی گئی۔ خواجہ غلام نبی گلکار نے مارشل لاء کے دوران آزاد کشمیر کے صدارتی انتخاب میں بھی کے ایچ خورشید اور سردار عبدالقیوم کے مقابلے میں حصہ لیا تھا۔ لیکن چند ووٹ ان سے زیادہ حاصل نہ کر سکے۔

۵...... ۱۹۴۷ء میں خواجہ غلام نبی گلکار کی صدارت اگر زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکی تو اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ آزاد علاقے کے ساتھ ساتھ مقبوضہ کشمیر میں بھی ایک انڈر گراؤنڈ قادیانی حکومت قائم کرنے کے خواب دیکھنے لگے تھے۔ غلام نبی گلکار اس انڈر گراؤنڈ حکومت کے جن عہدہ داروں کا اعلان کیا۔ ''ان کی اکثریت جماعت احمدیہ کے عقائد سے بالوسطہ یا بلاواسطہ تعلق رکھتی تھی۔''

(بحوالہ کلیم اختر کتاب مذکورہ بالا ص ۱۴۳)

ان میں گورنر کشمیر، ڈیفنس انسپکٹر جنرل پولیس ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولیس، وزیر تعلیم، وزیر زراعت، وزیر صحت، وزیر انصاف، ڈائریکٹر میڈیکل سروسز اور چیف انجینئر کے عہدے تو واضح طور پر قادیانی حضرات کے پاس تھے۔ (منقول از چٹان اخبار لاہور مورخہ ۲۶؍فروری ۱۹۶۸ء)

نوٹ...... یہ پمفلٹ سر ظفر اللہ خاں کی تقریر کے عین مطابق پر گارڈن کالج جوبلی ہال کے اندر اور باہر مجلس احرار کے رضا کاروں نے تقسیم کیا۔

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

مسئلہ کشمیر اور مرزائی

جناب ڈاکٹر احمد حسین کمال صاحب

تفصیلی فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	تاریخ سے بے خبری اور اس کے سنگین نتائج	۵۰۱
۲	مرزائیوں کی طرف سے ''مصنوعی تاریخ سازی'' کی کوشش	۵۰۲
۳	انگریز کی طرف سے مسلمانوں کو تاریخ سے بے خبر رکھنے کی چالیں	۵۰۲
۴	مرزائیوں کا مصنوعی سیاسی چہرہ	۵۰۳
۵	کشمیر اور انگریز	۵۰۳
۶	برصغیر پاک و ہند کی تاریخ اور یورپی مصنّفین کی غلط بیانیاں	۵۰۴
۷	برصغیر کے ''انقلابی''	۵۰۴
۸	انگریز کے منصوبے	۵۰۵
۹	روسی خطرے کا جعلی شوشہ	۵۰۵
۱۰	اشتراکی انقلاب کے بعد روس کی حیثیت	۵۰۵
۱۱	کشمیر میں مرزائیوں کو انگریز کیوں بڑھانا چاہتا تھا؟	۵۰۶
۱۲	مجلس احرار نے انگریز کی اسکیم ناکام بنادی	۵۰۶
۱۳	کشمیر پر مرزائی اقتدار کا خواب پورا ہوتے ہوتے رہ گیا	۵۰۷
۱۴	مسئلہ کشمیر کا حقیقی پس منظر	۵۰۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حال میں ’’تاریخ احمدیت‘‘ کے نام سے مرزائیوں نے اپنے فرقہ کے حالات کی چھٹی جلد شائع کی ہے۔ پانچ جلدیں وہ پہلے شائع کر چکے ہیں۔

ان جلدوں میں مرزائیوں نے اپنے فرقہ کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی کو اور اپنے فرقہ کے دیگر اکابر واساغر کو نیز اپنی فرقہ بندی کو جس حیثیت سے اور جس رنگ میں پیش کیا ہے۔ اس پر تاریخ کا اطلاق تاریخ کے ساتھ ظلم وبددیانتی سے کم نہیں ہے۔

تاہم مرزائی اس دیدہ دلیری کے دن دہاڑے مرتکب ہو رہے ہیں۔ اس لئے کہ ان کے سامنے برطانوی ہند کی اسلامی تاریخ کا وہ خلا موجود ہے جسے آزادی سے قبل انگریزی حکومت کی پابندیوں نے اور آزادی کے بعد وقت کی سیاسی غرض مندیوں نے تاریخ کے حقیقی واقعات کے ذکر سے پر نہیں ہونے دیا۔

تاریخ سے بے خبری اور اس کے سنگین نتائج

آج مسلمانوں کی نئی نسل کو صرف اس امر سے واقف کرادینا کافی سمجھا جاتا ہے کہ ہندوؤں سے کس طرح پاکستان کے قیام کو تسلیم کرایا گیا اور پاکستان جب وجود میں آ گیا تو اس کے اصل حقدار کون ہیں اور پھر اس حقداریت کے سوال پر گذشتہ بیس سال کی باہمی چپقلش اور تصادم، اغراض سے پیدا شدہ تغیرات کے واقعات تاریخ کے نام سے نوخیز نسل کے ہاتھوں میں تھما دیئے گئے ہیں۔

ملت کا نیا عنصر قطعی اس حقیقت حال سے واقف نہیں کہ اس طویل وعریض سرزمین پر جہاں تبت سے برما تک اور دکن کے آخری ساحل سے خراسان کی پہاڑی سرحدوں تک کم وبیش ۵سوسال جس مسلمان قوم کی حکومت قائم رہی اسے ساحل ہند پر اترنے والے انگریز تاجروں نے کس قسم کے جوڑ وتوڑ، حیلوں اور حربوں، سازشوں اور مکاریوں اور غلبہ تشدد سے نہ صرف تباہ وبرباد کیا۔ بلکہ پوری مسلمان ملت کی جڑوں تک کو کھوکھلا کر دینے کی عیارانہ سعی کاوش میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا اور ملت کے نئے عنصر کو یہ بھی نہیں معلوم کہ انگریزوں کی اس بے پناہ مکاری وعیاری اور سالہا سال تک مسلسل جاری رہے والے بدترین ظلم وستم کے مقابلہ میں وہ کون سی اسلامی قوتیں تھیں جو مسلمانوں کے وجود ملی کی بقاء اور حفاظت دین کی خاطر آخر دم تک سینہ سپر رہیں۔

سلطان ٹیپو کے ہنگامہ ہائے کارزار اور شہیدان بالاکوٹ کے معرکہ ہائے جہاد سے مسلمانان پاک وہند کی تاریخ کا جو ایک نیا باب شروع ہوا تھا اور جو صرف حرب وضرب تک ہی محدود نہیں رہا۔ بلکہ اس نے ہر اس گوشہ میں انگریز کا تعاقب کیا۔ جس گوشہ کو انگریز نے ملت اسلامیہ کا وجود فنا کرنے کے لئے اپنی مکارانہ تدبیروں کی کمین گاہ بنانا چاہا۔

اور یہ کشمکش برطانوی اقتدار کے آخری دن تک جاری رہی اور ابھی تک جاری ہے۔ لیکن ملت کے نئے عنصر کے سامنے مسلمانان برصغیر پاک وہند کی تاریخ کے اس عظیم تر پہلو کو ہمیشہ تاریکی میں رکھنے کی کوشش کی گئی۔

مرزائیوں کی طرف سے ''مصنوعی تاریخ سازی'' کی کوشش

اور اب اس تاریکی سے جو خلا تاریخ میں واقع ہوا ہے۔ اسے مرزائی، انگریز اور سامراج دوست طبقے اپنی خودساختہ تاریخ نویسی سے پر کرنے میں تیزی کے ساتھ لگے ہوئے ہیں اور کیوں نہ لگیں۔ جب کہ مسلمانوں کا وہ طبقہ جو اکابر واسلاف کی عظیم اور جانکسل قربانیوں کے وارث ہونے کا دعویدار ہے۔ برطانوی ہند کی اسلامی وملی تاریخ کے اس تسلسل کو برقرار رکھنے کی کوشش اور ان...... کارناموں وواقعات کو منظر عام پر لانے کی کوئی ٹھوس وسنجیدہ جدوجہد نہیں کر رہا۔ جن سے ملت کے نئے عنصر کو یہ پتہ چل سکتا کہ انگریزی اقتدار کے صدسالہ دور میں اسلام ومسلمانوں کے خلاف انگریز کی علانیہ، خفیہ کارستانیوں وسازشوں کو کن کن افراد وجماعتوں نے ہر مرحلہ پر چیلنج کیا اور انگریزوں کے پروردہ وہوا خواہ مرزائی وغیرہ گروہوں نے اسلام کا نام لے لے کر کس کس رنگ میں انگریز کے مکارانہ عزائم کی تکمیل کے سامان بہم پہنچائے۔

انگریز کی طرف سے مسلمانوں کو تاریخ سے بے خبر رکھنے کی چالیں

حقیقت یہ ہے کہ ۱۹۲۰ء کے بعد ہی یہ تدبیریں ہونے لگیں تھیں کہ مسلمانان برصغیر پاک وہند کی تاریخ کے اس پورے دور کو جو سلطان ٹیپو کے جہاد حریت کے وقت لے کر تحریک خلافت کے خاتمہ تک انگریزی اقتدار کی معاند اسلام کارستانیوں کو چیلنج کرتا ہوا جاری رہا۔ مسلمانوں کی نوخیز نسل کی نظروں سے نہ صرف اوجھل کر دیا جائے۔ بلکہ اسے غیر اہم حتیٰ کہ ملت کے مفاد کے منافی ظاہر کیا جائے اور اسلام کے نام پر اٹھنے والی نئی تحریکات وتنظیمات کے جال میں مسلمانوں کو ایسا گھیرا جائے کہ وہ اپنے حال وماضی قریب کے دینی رہنماؤں کے اسلامی وجہادی کارناموں کو روشن سمجھنے کی بجائے اپنی ملی بدبختی کا ذمہ وار یقینی کرنے لگیں اور صحیح حالات وواقعات سے بالکل بے خبر ہو جائیں۔

قیام پاکستان کے بعد بھی گذشتہ بیس سال کے اندر تاریخ کے نام سے جو کچھ مواد نوخیز نسل کے سامنے آیا، وہ لیگ اور کانگریس کی کشمش کے آغاز سے موجودہ ارباب سیاست کی باہمی کشمکشوں کی داستانوں تک محدود ہے اور انگریز کا وہ تمام مسلمان کش دور جو ڈیڑھ سو سال کی طویل مدت پر پھیلا ہوا ہے اور جس کا کوئی دن مجاہدین ملت کی ان قربانیوں اور جانفروشیوں کے کسی نہ کسی واقعہ سے خالی نہیں جو انہوں نے انگریز کے ظلم ومکر کو ناکام بنانے کے لئے متواتر انجام دیئے۔ نئی نسل کی نظروں سے قطعی اوجھل کر دیا گیا ہے۔ اس صورتحال سے فائدہ اٹھا کر مرزائی تاریخ کے اس مصنوعی خلا کو اپنے کارناموں کی نمائش سے پر کرنا چاہتے ہیں۔

مرزائیوں کا مصنوعی سیاسی چہرہ

پہلی پانچ جلدوں میں انہوں نے اپنے آپ کو اس دور کے واحد علمبرداران دین واسلام کی حیثیت سے پیش کیا۔ اس لئے کہ مجلس احرار جبری پابندیوں میں مجبور رہی اور اس کا کوئی قابل ذکر کردار کسی طرف سے نہیں ہوا۔ تو اب انہوں نے اس چھٹی جلد میں اپنے آپ کو سیاسی حیثیت سے بھی خدمت گزاران اسلام وملت کے روپ میں دکھانے کی مذموم سعی کی ہے۔

اور اس کا آغاز کشمیر کے مسئلہ سے کیا ہے۔ اس لئے کہ کشمیر ایک مدت سے نہ صرف ان کے گروہی عزائم کا ہدف ہے۔ بلکہ برطانیہ کے جوع الارضی ومسلمان دشمنی کے منصوبوں کو بروئے کار لانے کے وسائل کا بھی ایک اہم نقطہ ہے اور موجودہ بین الاقوامی سیاست کے تقاضوں میں اینگلو امریکی سامراجیت کی اسکیموں کا ابھی تک خفیہ جزو خاص بنا ہوا ہے۔

کشمیر اور انگریز

میں یہاں ان سطور میں صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ مسئلہ کشمیر سے انگریزوں کی دلچسپی کے اسباب وعلل بہت گہرے اور قدیم تھے۔ گو مرزائیوں کی تاریخ میں اور کشمیر سے متعلق اپنے ذاتی سطحی سیاسی خیالات کی بناء پر جن سے اصل سیاسی صورتحال پر کوئی اثر اور فرق نہیں پڑتا۔ جب کہ دونوں رجحانات پر مغربی مصنّفین کے حوالے موجود ہیں۔

بعض حضرات نے چند مغربی مصنّفین کی کتابوں سے ماخوذ جن محدود معلومات کی بناء پر یہ نتائج اخذ کئے ہیں کہ انگریزوں نے شمال مغربی سرحد کی طرف سے اشترا کی یلغار کو روکنے کے لئے کشمیر کے معاملات میں مداخلت کا بہانہ تلاش کیا تھا اور یہ کہ مہندر پرتاپ سنگھ اور مولانا برکت اللہ روسی حکومت کے ملازم تھے۔ محض غلط معلومات پر مبنی ہیں۔

برصغیر پاک و ہند کی تاریخ اور یورپی، مصنّفین کی غلط بیانیاں

ہندوستان کے بارے میں مغربی مصنّفین نے جو کچھ لکھا ہے درحقیقت اس میں زیادہ حصہ ان کے مزعومات ذہنی کا ہے اور ایسا زیادہ تر ہندوستان کی انقلابی تحریکات کو مشکوک ٹھہرانے کے لئے انگریزوں کے ایماء پر کیا گیا ہے۔ جن آزاد مصنّفین نے اپنے طور پر کچھ لکھا بھی ہے تو انہوں نے بھی اسی مواد کو سامنے رکھ کر چند ایک انسانوں کے ساتھ اپنی تصنیفات مرتب کر لی ہیں۔

فرانسس ہنری، ولیم ڈگبی، چارلس یولگر، جوزف کوابل وغیرہ کی کتابیں اگر اوّل الذکر قبیل کی ہیں تو بیلاکن وغیرہ کی کتابیں دوسرے قبیل کی ذیل میں آتی ہیں۔

خود روس میں انقلاب کے بعد اس طرز کی جو کتابیں تحریر کی گئیں۔ ان میں اصل واقعات کی نسبت اندازوں اور تخمینوں کا زیادہ دخل ہے۔ بہرحال ان کتابوں پر کلیتہً اعتماد کر کے ذیلی نتائج نکالنا جن سے ہندوستان اور مسلمانوں کی انقلابی اور آزادی کی تحریکات بھی مشکوک نظر آنے میں قادیانیت کی تردید سے زیادہ سامراجیت کی تائید اور اپنی ملی تاریخ کی تحریف کا موجب ہے۔

روس میں اشتراکی انقلاب تو ۱۹۱۷ء میں آیا تھا۔ لیکن مسلمانان ہند کا انقلابی سپوت مولانا مولوی برکت اللہ بھوپالی جو دراصل بدایوں کے رہنے والے تھے۔ ۱۸۹۰ء سے ہی انقلابی سرگرمیوں میں مشغول ہو گئے تھے اور ۱۹۰۵ء سے یورپ کے مختلف ملکوں میں مصروف عمل رہے۔

راجہ مہندر پرتاب سنگھ جو یو. پی میں متھرا اور علی گڑھ کے درمیان واقع ریاست مرسان کے راجہ تھے۔ انقلاب روس سے بہت پہلے جنگ عظیم اوّل کے دوران ہی انقلابی مقاصد کی خاطر ریاست کو خیرباد کہہ کر یورپ چلے گئے تھے۔ ایسے انقلابی ایثار پیشہ شخص کو جو اپنی املاک و ریاست انقلابی عزائم کے پیش نظر چھوڑ دے۔ روسی ملازم قرار دینا ابلہی نہیں تو اور کیا ہے؟

برصغیر کے ’’انقلابی‘‘

حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان کے انقلابیوں کی تنظیم جس کے مولانا مولوی برکت اللہ مرحوم اور راجہ مہندر پرتاب سنگھ ارکان تھے اور جس انقلاب سے قائدانہ ربط حضرت شیخ الہندؒ، مولانا ابوالکلام آزادؒ، حکیم اجمل خانؒ، مولانا عبیداللہ سندھیؒ جیسے اکابر مسلمانوں کا بھی رہا ہے۔ اس کے زبردست عالمگیر مقاصد تھے۔ جن کے روبہ عمل لانے کے امکانات جنگ عظیم اوّل میں برطانیہ کی کامیابی کی وجہ سے معدوم ہو گئے تھے اور انقلابی تنظیم کی وسعت کو مختلف سیاسی تحریکات میں مدغم کر دینا پڑا تھا۔

یہ انقلابی تحریک وتنظیم ۱۸۵۷ء کی ناکام جنگ حریت کے بعد ہی قائم ہوگئی تھی اور اس نے اپنے ڈانڈے افغانستان سے مصر تک انڈونیشیا سے ترکی تک الجزائر سے سوڈان تک پھیلا دیئے تھے۔ بہرحال یہ علیحدہ داستان ہے جس کے تفصیلی ذکر کا نہ یہ موقعہ ہے اور نہ شاید اب اس کا کوئی حاصل رہ گیا ہے۔

انگریز کے منصوبے

میں صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ روس کے اندیشوں کے بجائے خود انگریزوں کا اپنا منصوبہ یہ تھا کہ وہ اپنی حکومت وسلطنت کو وسط ایشیاء تک بڑھا کر لے جائیں اور تاشقند تک اسے پھیلا لیں۔ روس میں سابقہ اسلامی اور مذہبی باقی جزوی اثرات کی موجودگی میں ویسے بھی یہ مستبعد ہی تھا۔

دراصل انگریز پوری مسلم اور ایشیائی دنیا کو اپنے زیر تسلط لے لینے کے ارادے رکھتا تھا۔ چنانچہ وسط ایشیاء کے حالات کا جائزہ لینے کے لئے اس نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد اس طرف ایک خفیہ مشن بھی روانہ کر دیا تھا۔ جس کے سربراہ مشہور ادیب شمس العلماء محمد حسین آزاد مصنف کتاب ''آب حیات'' تھے۔

روسی خطرے کا جعلی شوشہ

انگریز اس علاقہ میں اپنی جارحیت کو آگے بڑھانے کے لئے مبینہ روسی خطرے کے بہانے کو ہی بطور جواز کے اختراع کر سکتے تھے۔ چنانچہ ''آرشی بالا'' نے اپنی کتاب ''رشیا اگینسٹ انڈیا'' میں جوزف کواہل نے ''ڈینجر ان کشمیر'' (Danger in Kahsmir) میں چالس یولگر نے ''انگلینڈ اینڈ رشیا ان سنٹرل انڈیا'' (England and Russia in Central India) میں نیز دوسرے انگریز یورپین مصنّفین نے اسی وجہ جواز کو اپنا موضوع سخن بنایا ہے۔

لیکن حقیقت یہی ہے کہ یہ خطرہ محض آگے بڑھنے کے ایک بہانے کے طور پر تراشا گیا تھا۔ ورنہ زار روس کے زمانہ میں روس کی حالت اتنی پتلی ہو چکی تھی کہ وہ وسط ایشیاء کے دشوار گزار راستوں کو طے کر کے ہندوستان پر حملہ آور ہونے کا تصور ہی نہیں کر سکتا تھا۔ اسے تو انیسویں صدی کے آخر میں جاپان جیسے چھوٹے سے ملک نے شکست فاش دے دی تھی۔

اشتراکی انقلاب کے بعد روس کی حیثیت

اشتراکی انقلاب کے بعد بھی ۱۹۴۰ء تک روس کسی باقاعدہ جنگ چھیڑنے کی پوزیشن

میں نہیں آسکا تھا۔ نومبر ۱۹۲۹ء میں جب کہ دوسری جنگ عظیم شروع ہوچکی تھی۔ اپنے تحفظ کے لئے روس نے فن لینڈ جیسی چھوٹی سی حکومت سے جب تھوڑا سا علاقہ فوجی استحکام قائم کرنے کے لئے طلب کیا تو فن لینڈ تک نے اس کا یہ مطالبہ رد کر دیا تھا اور جب روس نے فوجی طاقت کے ذریعہ وہ علاقہ لینا چاہا، تو پندرہ ہفتے تک فن لینڈ جیسے چھوٹے سے ملک نے روس جیسی عظیم طاقت کا پامردی کے ساتھ مقابلہ کیا اور پھر یہ برطانیہ کے خفیہ سہاروں سے ممکن ہوسکا تھا کہ فن لینڈ وہ عظیم روس حاصل کرنے میں کامیاب ہوا۔ (چرچل کی مرتبہ یادداشتیں)

۱۹۲۰ء تک اشتراکی روس کی بھی فوجی طاقت کا یہ حال تھا۔ اس طاقت کے بل پر کیا وہ اس زمانہ کی سب سے بڑی عالمگیر فوجی قوت اور ہمہ گیر ذرائع ووسائل رکھنے والی عالمی طاقت برطانیہ سے جنگ کر کے ہندوستان پر قبضہ کرسکتا تھا؟

کشمیر میں مرزائیوں کو انگریز کیوں بڑھانا چاہتا تھا؟

دراصل کشمیر کو ہندو حکمران کے قبضہ میں رہنے دینے سے لے کر آخر تک انگریزوں کا منشاء یہ رہا کہ وہ خشکی کے اس راستے سے ترکی کے ساحل تک ایک مسلسل علاقہ اپنے قبضہ میں کریں تاکہ اس طرح بحری وبری دونوں راستوں سے مشرق وسطیٰ اور ایشیاء کا مسلم علاقہ ان کے تسلط میں گھرا رہے۔ لیکن جب ہندوستان کی بڑھتی ہوئی تحریک آزادی اور ہندو مسلم اتحاد کے نئے دور نے کشمیر پر ہندو راجہ کے تسلط کی افادیت کو مشکوک بنادیا تو اب انگریز کو اس امر کی ضرورت ہوئی کہ کوئی اور زیادہ قابل اعتماد واسطہ تلاش کیا جائے اور اس اعتبار سے قادیانی فرقہ نہایت سودمند نظر آیا۔ اس لئے کہ ایک تو وہ انہیں کا تیار کردہ تھا اور پوری امت مسلم سے باغیانہ طور پر علیحدہ ہوچکا تھا۔ مگر اسلام کا ظاہری لیبل اس پر اب بھی چسپاں تھا اور چونکہ اس فرقہ کے مفادات عالمگیر مسلم مفادات کے قطعی برعکس ومخالف تھے۔ اس لئے وہ آخری مرحلہ تک انگریزوں کے لئے قابل اعتماد ثابت ہوسکتا تھا۔ اس لئے اگر ہندو مسلم اتحاد برقرار بھی رہے اور پورے ہندوستان کو سیاسی حقوق دینا بھی پڑ جائیں تو بھی کشمیر میں مرزائیوں کے اثر وغلبہ کی موجودگی سے کم از کم یہ علاقہ باقی ہندوستان سے علیحدہ رکھ کر بھی برطانوی مفادات کے لئے استعمال کیا جاسکتا تھا۔

یہی وہ اصل محرک تھا جو کشمیر کے مسئلہ پر مرزائیوں کے آگے بڑھانے کا موجب بنا۔

مجلس احرار نے انگریز کی اسکیم ناکام بنادی

یہ تو مجلس احرار کی بروقت تشکیل واقدام نے انگریز کے اس منصوبے کو ناکام بنادیا اور

ساری اسکیم دھری کی دھری رہ گئی۔ جس کی تفصیل طویل دفتروں کی محتاج ہے۔

بہر حال اس امر کی کوئی حقیقت واصلیت نہیں کہ شمال مغربی ہند کے علاقوں کو برطانوی حکومت اس لئے اپنے براہ راست کنٹرول میں لینا چاہتی تھی کہ اس علاقہ میں اشتراکیوں کو کوئی ’’انفلٹریشن‘‘ ہو رہا تھا۔ اس سلسلہ کی ایک بھی مثال موجود نہیں ہے۔ یہ سب بعد کی تاویلات ہیں تاکہ تحریک کشمیر کے دوران برطانوی حکومت کے طرز عمل سے جو مشکوک وشبہات ملک اور بیرون ملک بالخصوص امریکہ میں جو ہندوستان کی آزادی کا ایک حد تک ہمدرد بن چکا تھا۔ ان پر پردہ ڈالا جاسکے اور اشتراکی خطرہ کا عذر پیش کر کے اپنے اقدامات کو امریکہ، ہندوستان اور مسلم دنیا کی نظروں میں دوست باور کرایا جاسکے۔

مسلمانوں کی یہ بڑی خوش قسمتی تھی کہ برطانیہ وسط ایشیاء تک اپنے پیر نہیں پھیلا سکا۔ وگرنہ اگر بحری اور بری ہر دو طرف سے مسلمان ممالک برطانیہ کے مکمل گھرے میں آجاتے تو آج حالات کا نقشہ قطعی دوسرا ہوتا۔ ورنہ برطانیہ اپنے مفادات کی بھینٹ پوری مسلمان ملت کو چڑھا دینے کے جتن کر چکا تھا۔

کشمیر پر مرزائی اقتدار کا خوب پورا ہوتے ہوتے رہ گیا

اور کشمیر پر مرزائیوں کے غلبہ کا خواب بھی پورا نہ ہوسکا۔ اگرچہ انہیں ایک آخری اور بھرپور کوشش کا موقع ۱۹۴۷ء میں بھی دیا گیا۔ جب کہ پاکستان کے حصے میں آنے والی فوج میں ایک بڑی تعداد مرزائی افسران کی تھی۔ مرزائی فرقان بٹالین بنا کر آزاد شدہ کشمیر میں داخل ہوگئے اور ریاست کشمیر کی مرزائی جماعت کے صدر خواجہ غلام نبی گلکار آزاد کشمیر کی حکومت کے پہلے صدر بنادیئے گئے تھے۔

لیکن ’’عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد‘‘ کے مطابق ہندوستان کی براہ راست فوجی مداخلت نے کشمیر کے معاملہ کی نوعیت بدل دی اور پاکستان کو براہ راست صورتحال اپنے کنٹرول میں لینا پڑ گئی۔ جس کے نتیجے میں یہ ضروری ہوگیا تھا کہ کشمیری عوام کو اعتماد میں لیا جائے۔ چنانچہ غلام نبی گلکار کو علیحدہ ہونا پڑا۔

مسئلہ کشمیر کا حقیقی پس منظر

حقیقت یہ ہے کہ مسئلہ کشمیر کو محض جزوی حیثیتوں سے سمجھنے کی کوشش کرنا غلط نتائج اخذ کرنے کا موجب بنتا ہے۔ اس مسئلہ کا جائزہ اسے ہندوستان کی انقلابی اور سیاسی تحریکات کے پہلو

بہ پہلو رکھ کر اور ہندوستان کی ریاستوں میں انگریزوں کے عمل دخل کی مختلف حالتوں کا تعین کر کے ہی صحیح طور پر لیا جاسکتا ہے۔

حضرت سید احمد شہیدؒ اور مولانا اسماعیل شہیدؒ کا جہاد کے لئے ہندوستان کے شمال مغربی علاقہ کی سرحدات کو منتخب کرنا اور والی خراسان کو اس معرکہ جہاد میں شمولیت کی دعوت دینا بہت دوررس منصوبوں کا حامل پروگرام تھا۔ جسے انگریز جیسی شاطر قوت نظرانداز نہیں کر سکتی تھی۔ پھر شیخ الہندؒ کا اپنی تحریک انقلاب کا مرکز اس علاقہ کا بنانا بھی نہایت اہم معاملہ تھا۔ جسے انگریز معمولی واقعہ قرار نہیں دے سکتا تھا۔ چنانچہ اس نے یہ ضروری سمجھا کہ کشمیر کے علاقہ میں ایسی گہری سیاسی تبدیلیاں عمل میں لے آئی جاتیں جس کے بعد ان اطراف میں مسلمانوں کی کسی جمعیت کو پیر جمانے کا موقعہ نہ مل سکے اور وہ یہاں سے جہاد انقلاب کی پیش قدمیاں نہ کر پائیں۔ کشمیر کا مسئلہ شمال مغربی سرحدات کے علاقہ میں جنوبی وزیرستان سے لداخ تک انگریزی حکومت کی سیاسی وفوجی حکمت عملیوں کے ایک اہم اور بنیادی جزو کی حیثیت رکھتا تھا۔ جسے اس نے چلتے چلتے ۱۹۴۷ء میں بھی پیچیدہ تر بنا دینے کی ضرورت سمجھی۔ جس کو آج تک مسلمان محسوس کر رہے ہیں۔

بہرحال اس حقیقت کو پیش نظر رکھنا...... ضروری ہے کہ شمال مغربی سرحدات کی طرف انگریزوں کی پہلی پیش قدمی اس علاقہ میں جڑ پکڑنے والی تحریک وتنظیم مجاہدین کے ختم کرنے کے لئے تھی اور افغانستان پر ان کے تمام حملوں کی غرض وغایت بھی تنظیم جہاد کو مضبوط نہ بننے دینے کے لئے تھی۔ چنانچہ مرزائیوں کے زیر اثر کشمیر کمیٹی کے قیام کا ڈھونگ بھی اسی مقصد کے حصول کی آخری کڑی تھا۔

انگریز شمال مغربی سرحدات کے وسیع علاقہ میں سو سال تک اس سیاسی وفوجی حکمت عملی پر عمل پیرا رہا کہ اس دشوار گذار خطہ میں مسلمانوں کی کوئی ایسی انقلابی ومجاہدانہ تنظیم جڑ نہ پکڑ جاتے جو مستقبل میں نہ صرف اس کے ہندوستانی اقتدار کے لئے خطرہ ہو بلکہ کسی عظیم انقلاب کی زبردست اور طاقتور تحریک بن کر پوری دنیا کو اپنی زد میں لے لینے کی حیثیت میں نہ ابھر پڑے۔ جیسا کہ اس علاقہ کی افرادی صلاحیتوں کے یہ امکانات آج بھی معدوم نہیں ہوئے ہیں اور ایک وسیع پرجوش متحرک اجتماعیت وقیادت کے روبہ کار آنے کے منتظر ہیں۔ بہرحال نیند کے متوالو اٹھو ظلمت لگی ہے ہارنے۔ زندگی کا صور پھونکا مجلس احرار نے۔

بشکریہ ترجمان اسلام لاہور، مورخہ ۸/مارچ ۱۹۶۸ء

خاتم النبیین لا نبی بعدی

قادیانیوں کو دعوت اسلام

جناب اختر کاشمیری صاحب

تفصیلی فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	سرآغاز	۵۱۲
۲	گذارش احوال	۵۱۴
۳	انتساب	۵۱۶
۴	ذات ربانی اور مرزا قادیانی	۵۱۶
۵	خدا مجامعت کرتا ہے	۵۱۶
۶	خدا روزے رکھتا ہے	۵۱۶
۷	خدا غلطی کرتا ہے	۵۱۶
۸	خدا تیندوے کی طرح ہے	۵۱۷
۹	استعارہ کے رنگ میں؟	۵۱۷
۱۰	من تو شدم تو من شدی	۵۱۷
۱۱	الہامی بے لگامی	۵۱۷
۱۲	برازی خدا، بروزی نبی	۵۱۹
۱۳	قرآنی تصریحات اور قادیانی	۵۲۱
۱۴	ابلیسی الہام	۵۲۱
۱۵	قرآن کریم اور قادیانی	۵۲۲
۱۶	رسول مدنی اور مرزا قدنی	۵۲۳
۱۷	میرا نام	۵۲۳
۱۸	امتوں کا نشان	۵۲۴
۱۹	انسانوں میں شیطان	۵۲۴
۲۰	اپنی وحی اپنا قرآن	۵۲۴
۲۱	مداری کا پٹارہ	۵۲۵
۲۲	سچا اسلام	۵۲۵

۲۳	آخری صداقت	۵۲۵
۲۴	قادیانی صحابہ	۵۲۶
۲۵	ایک پنتھ دو کاج	۵۲۶
۲۶	سرچشمہ امید	۵۲۶
۲۷	مبشرات ومنذرات	۵۲۶
۲۸	حبیب کبریا	۵۲۷
۲۹	کلمہ طیبہ اور قادیانی محمد	۵۲۷
۳۰	آفتاب مدینہ	۵۲۷
۳۱	بدرکامل	۵۲۷
۳۲	اصول احمدیت	۵۲۸
۳۳	قادیانی عقیدہ	۵۲۸
۳۴	قادیانی محمد	۵۲۸
۳۵	قلت عرفان	۵۲۸
۳۶	محمد میں کیا خوبی ہے؟	۵۲۹
۳۷	مرزا قادیانی کا ذہنی ارتقاء اور آنحضرت پر فضیلت	۵۲۹
۳۸	قومی حادثہ	۵۲۹
۳۹	علامہ اقبال کی بیزاری	۵۳۰
۴۰	اقبال اور قادیانیت	۵۳۰
۴۱	آخری اینٹ	۵۳۱
۴۲	انبیاء سابقین اور قادیانی	۵۳۱
۴۳	اصحابؓ رسول اور قادیانی	۵۳۴
۴۴	اہل اسلام اور قادیانی	۵۳۸
۴۵	قادیانی یہود اور ہندی ہنود	۵۴۲
۴۶	قادیانی تحریک کا خطرناک پہلو	۵۴۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سرآغاز

پاکستان نیشنل اسمبلی اور پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس میں جملہ اراکین کے متفقہ فیصلے کے مطابق مرزائیوں کو غیرمسلم اقلیت قرار دیا جاچکا ہے۔ **الحمدللہ! ثم الحمد للہ!** کہ تقریباً ایک صدی پرانا یہ دل آزار اور تکلیف دہ مسئلہ حل ہوگیا۔

تاریخ اسلام کے ہر طالب علم کو یہ معلوم ہے کہ اس دانائے سبل، مولائے کل اور ختم الرسل حضرت محمد مصطفیٰﷺ کے بعد جس شخص نے بھی اپنی باطل نبوت کا دعویٰ کیا، وہ جلد یا بدیر اپنے کیفر کردار تک ضرور پہنچا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی پاک اور سچی کتاب قرآن عظیم کا ضابطہ یہی ہے کہ: **’’جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل کان زهوقاً‘‘**

مرزاغلام احمد قادیانی (آنجہانی) سے پہلے تاریخ اسلام کے اوراق میں جن مدعیان نبوت اور ان کے انجام بد کا ذکر موجود ہے۔ ان میں اسود عنسی، طلیحہ بن خویلد، مسیلمہ بن حبیب عرف مسیلمہ کذاب اور سجاح بنت الحارث کے نام خصوصاً لوگوں کو معلوم ہیں۔ ان جھوٹے نبیوں کی جھوٹی نبوتوں کا انجام اس قدر عبرت ناک تھا کہ صدیوں تک کسی شخص کو یہ جرأت وجسارت نہ ہوسکی کہ وہ اس قسم کی نبوت کا دعویٰ کر کے ختم نبوت کے مضبوط ومستحکم قلعے میں نقب زنی کے بارے میں سوچ بھی سکے۔ لیکن برصغیر پاک وہند میں انگریزوں کے دور غلامی میں اہل اسلام کو دانستہ جو نقصانات پہنچائے گئے۔ ان میں سب سے بڑا نقصان یہ تھا کہ خود انگریز حکومت نے مرزائے قادیانی کی گمراہ کن تحریک کو آب ودانہ مہیا کیا۔ اس باطل تحریک کے ساتھ انگریزی حکومت کے جو مفادات وابستہ تھے۔ ان میں مسلمانوں کے دلوں سے جذبۂ جہاد ختم کرنا اور انہیں غلامی کی مضبوط زنجیروں میں جکڑنا سرفہرست تھے۔

خدا کا شکر ہے کہ علمائے اسلام نے روز اوّل ہی سے اس گمراہ کن تحریک کا محاسبہ شروع کر دیا تھا۔ اس سلسلے میں جن علمائے کرام کی مخلصانہ مساعی کا ذکر خاص طور پر تاریخ کے صفحات میں ہمیشہ کے لئے محفوظ ہوچکا ہے۔ ان میں پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ، مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ، مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم اور سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے علاوہ دیگر مشاہیر اسلام میں علامہ اقبال اور مولانا ظفر علی خان مرحوم کے نام کبھی فراموش نہیں کئے جاسکیں گے۔ آج مرزائیت کا مسئلہ حل ہو جانے کے بعد یقیناً مذکورہ علمائے کرام اور مشاہیر اسلام کی روحوں کو مسرت اور سکون حاصل ہوگا۔

مرزائیت کا مسئلہ ملت اسلامیہ کے جسد پر ایک ناسور تھا۔ اس کے علاج کے سلسلے میں موجودہ دور کے جن معروف اور غیر معروف علمائے کرام کی شابہ روز کوششوں کا حصہ ہے۔ وہ سب کے سب مجموعی طور پر اور فرداً فرداً بھی ہر مسلمان کی نظروں میں قابل ہزار احترام وعقیدت ہیں۔ اللہ تعالیٰ یقیناً ان سب کو اپنے حبیب پاک ﷺ کی محبت کے صلے میں دین و دنیا میں سرخرو فرمائے گا۔ اس سلسلے میں کسی ایک فرد یا جماعت کا نام لینا مناسب نہیں ہوگا۔ حقیقتاً یہ شمع رسالت کے پروانوں اور ختم نبوت کے شیدائیوں کے جذبۂ ایمان کا نتیجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آج اہل اسلام کو اس قدر عظیم مسرت اور خوشخبری سے بہرہ ور فرمایا۔

میں ان سطور میں جو بات علمائے کرام کی خدمت عالیہ میں خصوصاً اور ہر مسلمان سے عموماً عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ اہل اسلام مرزائیت کے مسئلے کے اس ظاہری حل کے بعد اپنے آئندہ نصب العین اور لائحہ عمل کی طرف ضرور توجہ فرمائیں اور میرے خیال کے مطابق اس وقت اس نصب العین یا لائحہ عمل کا سب سے ضروری پہلو یہ ہے کہ اب مرزائیت سے وابستہ یا منسوب افراد کو اسلام کی دعوت دی جائے اور یہ کام متحدہ پلیٹ فارم سے ہونا چاہئے۔ یہ دعوت قرآن وحدیث کے ضابطۂ دعوت وتبلیغ کے مطابق ہمدردی اور خیر خواہی کے جذبے سے ہونی چاہئے۔ جذباتیت کا اپنا ایک مقام اور موقعہ ہوتا ہے۔ جذباتیت ایک فطری ردعمل ہے۔ لیکن اب مرزائیت کا مسئلہ بظاہر حل ہو جانے کے بعد اس مسئلے کے گمراہ کن نتائج دور کرنے کے لئے قرآن حکیم کے الفاظ میں ''موعظة بالحسنة'' کی ضرورت ہے۔

اس وقت مرزائیوں میں حسب ذیل اقسام کے لوگ ہیں۔

۱...... جن لوگوں نے دانستہ مرزائیت کا فتنہ پھیلایا یا اس میں مدد دی۔

۲...... جو لوگ اپنی بے علمی کی وجہ سے بہکاوے میں آکر مرزائی ہوگئے۔

۳...... جو لوگ بدقسمتی سے مرزائیوں کے گھروں میں پیدا ہوئے۔

میرے خیال میں ان میں سے پہلی قسم کے مرزائیوں کی اصلاح سے بھی مایوس نہیں ہونا چاہئے اور انہیں اسلام کی دعوت ضرور دینی چاہئے۔ بظاہر دوسری دونوں قسموں کے مرزائی زیادہ ہمدردی کے قابل ہیں اور غالباً وہ اسلام کی تعلیمات کی طرف نسبتاً جلد اور بآسانی مائل ہوسکیں گے۔ مرزائیوں کے سلسلہ میں آج وقت کا سب سے ضروری مسئلہ ان بدنصیبوں کی اصلاح اور انہیں اسلام کی تعلیمات سے روشناس کرنا ہے۔

زیر نظر کتاب کے مصنف مولانا غلام اللہ صاحب اختر کاشمیری نے تحریک ختم نبوت

میں عملاً بھی حصہ لیا ہے۔ وہ اعلائے کلمۃ الحق کی پاداش میں متعدد بار جیل میں بھی گئے ہیں۔ اختر صاحب نے اپنی اس کتاب ’’مرزائیوں کودعوت اسلام‘‘ میں اسی پہلو کی طرف توجہ دی ہے کہ ان گم کردہ منزل بدنصیبوں کو اسلام کے صراط مستقیم پر گامزن کیا جائے۔ اس مقصد کے لئے لوگوں کو مرزا آنجہانی سے آگاہ کرنا بھی ضروری تھا۔ اختر کاشمیری اس سے پیشتر مرزائیت اور مسئلہ کشمیر کے ضروری پہلو پر کتاب لکھ کر یہ ثابت کر چکے ہیں کہ مرزائیوں اور مرزائیت کے بارے میں ان کا مطالعہ اور مشاہدہ خاصا وسیع ہے۔ ان کے اس مطالعے اور مشاہدے کی روشنی میں ’’مرزائیوں کو دعوت اسلام‘‘ وقت کی سب سے بڑی ضرورت تھی۔ ان کی اس قابل قدر کوشش سے اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے محبوب رسول گرامی ﷺ یقیناً خوش ہوں گے اور جہاں یہ کتاب ایک طرف اہل اسلام کے لئے ایک نصب العین کا کام دے گی، وہاں مرزائیوں کے حق میں غوروفکر کا دروازہ کھول کر انہیں حضرت محمد ﷺ کے پسندیدہ دین، اسلام کی طرف مائل ہونے اور اسے قبول کرنے کے سلسلہ میں راہبر اور ممدو معاون ثابت ہوگی۔ **والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ!**

پروفیسر خالد بزمی، اسلامیہ کالج ریلوے روڈ لاہور

گذارش احوال

۞...... مسلمانوں کی لفظی تلواروں کے مقابلے میں کفار ہمیشہ قلمی ہتھیاروں سے مسلح ہوکر سامنے آتے ہیں اور قادیانی ’’تحریک‘‘ بھی گزشتہ پون صدی سے علمی میدان میں علماء سے چاروں شانے چت ہونے کے باوجود یہی سامان جنگ لے کر مسلمانوں کے مذہبی عقائد اور سیاسی مقاصد کے خلاف برسرپیکار ہے۔ لیکن اب یہ روایت پختہ ہو چکی ہے کہ قادیانی تحریک کے سیاسی اسکالر انسانی قتل گاہوں (خلافت کدوں) میں بیٹھ کر روایات وحکایات کا جو خمیر اٹھاتے اور الہامی پیش گوئیاں فرماتے ہیں۔ قادیانی نوجوانوں کا ضمیر ان سے مطمئن ہونے کے بجائے الٹا امادۂ بغاوت ہوتا چلا جارہا ہے اور قادیانی پنڈت جو دوسروں کی قسمت کا حال بتانے کے مدعی ہیں اپنے اعمال کے لحاظ سے اس قدر بے بس ہوگئے ہیں کہ قادیانیت سے ان برگشتہ نوجوانوں کو تادیر گمراہ رکھنے کی ان میں سکت ہی نہیں رہی۔

۞...... یہ نوجوان جب اپنے لئے مسلمان کا لفظ بولتے ہیں تو ان کی نظریں چودہ سو سال پیچھے کی تاریخ پر جالگتی ہیں اور پیغمبر اسلام کے مقدس صحابہؓ وتابعینؒ کی سیرتیں سمٹ کر ان کی نگاہوں کے سامنے آجاتی ہیں اور جب یہ نوجوان ان مقدسین اسلام کی سیرتوں اور نام نہاد خلفاء ربوہ وقادیان

کی بصیرتوں کو دیکھتے ہیں تو دونوں میں بعد المشرقین پا کر چیخ اٹھتے ہیں ۔

چہ نسبت خاک را بعالم پاک

۞...... پاکستان میں غیر مسلم اقلیت قرار پانے کے بعد قادیانیت سے قریب انحراف نوجوانوں کو مطمئن کرنے کے لئے قادیانی تحریک کے سربراہ مرزاناصر نے اعلان کیا کہ ہم اپنی تبلیغ جاری رکھیں گے۔ (روزنامہ نوائے وقت مورخہ ۲۱ر ستمبر ۱۹۷۴ء)

قانونی طور پر قادیانیت کی تبلیغ ممنوع ہونے کے بعد مرزاناصر کے اس اعلان نے دستور پاکستان کے خلاف جس بغاوت کا دروازہ کھولا ہے میں اس پر گفتگو کا حق محفوظ رکھتے ہوئے اس وقت صرف علماء سے یہ کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ مرزاناصر صاحب کے اس اعلان سے جس اشکبار کا اظہار ہوتا ہے اس کا جواب صرف اور صرف قادیانی نوجوانوں کو دعوت اسلام ہے۔ اسی احساس فرض کے تحت میری یہ صدائے قلب تہ قلب سے نکل کر نوک قلم پر آئی ہے۔

۞...... میری یہ کتاب پڑھ کر کچھ ذہنوں میں یہ سوال ابھرے گا کہ اس کتاب میں دعوت واصلاح کے پہلو میں احتساب وعتاب کی تلوار کیوں نظر آ رہی ہے؟ ان لوگوں کی خدمت میں گزارش ہے کہ یہ کتاب ان دونوں کی کوشش وکاوش ہے۔ جب تحریک ختم نبوت رنگینی کی قیود سے نکل کر سنگینی کی حدود میں داخل ہو چکی تھی۔ زبان وقلم اور نگارش وتحریر دونوں کا جوش آہ واحتجاج کی صورت اختیار کر گیا تھا اور اس وقت حالات کا تقاضا یہی تھا کہ اس فتنہ پر خوب کھل کر گفتگو اور کس کر گرفت کی جاتی اور قادیانیت کے ہر اس کانٹے کو بزور کاٹ دیا جاتا جو دامن گل کو تار تار کر رہا تھا ۔

یہ تو انسان کی فطرت کا تقاضا ٹھہرا
چوٹ لگتی ہے تو اک چیخ نکل جاتی ہے

ظاہر ہے کہ جب قلب مومن زخمی اور پارہ پارہ ہو چکا ہو تو پھر زخموں پر صبر وضبط کے مرہم بے اثر ہوتے ہیں اور فکر وخیال کی گرمی دست وقلم کی لرزش اور تعبیر وترجمانی کی لغزش سے محفوظ نہیں رہ سکتی۔

چلے کتنا ہی بچ کے کوئی ٹھوکر کھا ہی جاتا ہے

۞...... بہرحال قادیانی نوجوانوں سے میری گزارش یہ ہے کہ وہ اس کتاب کو پڑھنے کے بعد اس کے مندرجات کا مرزا قادیانی کی اصل کتابوں سے موازنہ کر لیں۔ اگر یہ حوالہ جات درست ہیں تو پھر اس بات کا خود ہی فیصلہ کر لیں کہ ایسے عقائد رکھنے والا شخص اور اس کو نبی یا مجدد ماننے والے اور اس کی نام نہاد ''تعلیمات'' پر عمل پیرا افراد مسلمان ہو سکتے ہیں؟ اگر جواب نفی میں ہے تو

پھر یہ نوجوان حقیقی اسلام کی طرف لوٹ آئیں جو ذریعہ نجات ہے۔ اس موقع پر میں اپنے محترم دوست اور لاہور مجلس عمل کی روح رواں، پیکر اخلاق واخلاص جناب مولانا عبدالرؤف صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جو قدم قدم پر میری اصلاح ورہنمائی فرماتے رہے اور ان احباب کا بھی بے انتہاء ممنون ہوں جنہوں نے اس تبلیغی کام میں میرے ساتھ تعاون کیا۔ فجزاھم اللہ خیراً!

اختر کاشمیری، مورخہ ۱۸/اکتوبر۱۹۷۴ء

انتساب

اس کتاب کو میں شہداء ختم نبوت ۱۹۵۳ء اور اسیران ختم نبوت ۱۹۷۴ء کے بعد کشمیر کے مایۂ ناز فرزند جناب سردار محمد عنایت خاں کے نام سے منسوب کرتا ہوں۔ جو ۱۹۷۴ء کی فیصلہ کن تحریک میں اسیران ختم نبوت کے لئے آغوش مادر اور بازوئے برادر بنے رہے۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

اختر کاشمیری

ذات ربانی اور مرزا قادیانی

تمسخر رب کعبہ سے تلعب دین برحق سے
کہاں تک بڑھ گئی، اس دشمن ایمان کی بے باکی؟

خدا مجامعت کرتا ہے

’’اللہ تعالیٰ روزہ رکھتا ہے اور نماز بھی پڑھتا ہے۔ سوتا بھی ہے اور جاگتا بھی ہے۔ لکھتا بھی ہے اور دستخط بھی کرتا ہے۔ یاد رکھتا ہے اور بھول بھی جاتا ہے۔ مجامعت کرتا ہے اور جنتا ہے اس کا تجزیہ کیا جاسکتا ہے اسے تشبیہ دی جاسکتی ہے اور اس کی تجسیم بھی جائز ہے۔‘‘

خدا روزے رکھتا ہے

چنانچہ مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا ہے: ’’قال الیٰ اللہ انی اصل واصوم واسھر وانام‘‘ اللہ نے مجھے کہا میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور روزے بھی رکھتا ہوں۔ (تذکرہ طبع سوم ص۴۶۰)

خدا غلطی کرتا ہے

’’قال اللہ انی مع الرسول اجیب اخطی واصیب انی مع الرسول محیط‘‘ خدا نے کہا کہ میں رسول کی بات کو قبول کرتا ہوں غلطی کرتا ہوں اور صواب کو پہنچتا ہوں

میں رسول کا احاطہ کئے ہوئے ہوں۔ (تذکرہ طبع سوم ص۴۶۲)

خدا تیندوے کی طرح ہے

''ہم تخیل کے طور پر فرض کر سکتے ہیں کہ اللہ کا ایک ایسا وجود اعظم ہے جس کے بے شمار ہاتھ، بے شمار پیر، اور ہر ایک عضو اس کثرت سے ہے کہ تعداد سے خارج اور لاانتہاء طول وعرض رکھتا ہے۔ تیندوے کی طرح اس وجود اعظم کی تاریں بھی ہیں جو صفحہ ہستی کے تمام کنارہ تک پھیل رہی ہیں اور کشش کا کام دے رہی ہیں۔'' (توضیح المرام ص۷۵، خزائن ج۳ ص۹۰)

استعارہ کے رنگ میں؟

''اللہ تعالیٰ مباشرت ومجامعت بھی کرتا ہے اور وہ اولاد بھی جنتا ہے۔''

''مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا اور آخر کئی مہینے کے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں بذریعہ الہام کے مجھے مریم سے عیسیٰ بنادیا گیا۔ پس اس طور سے میں ابن مریم ٹھہرا۔'' (کشتی نوح ص۴۷، خزائن ج۱۹ ص۵۰)

من تو شدم تو من شدی

''میں تیری حفاظت کروں گا۔ خدا تیرے اندر تو مجھ میں اور تمام مخلوقات میں واسطہ ہے۔'' (کتاب البریہ ص۷۵، ۷۶، خزائن ج۱۳ ص۱۰۱، ۱۰۲)

''تو مجھ سے ایسا ہی ہے جیسا کہ میں ہی ظاہر ہونگا۔ تیرا ظہور بعینہ میرا ظہور ہو گیا۔''

الہامی بے لگامی

ناظرین اس بات پر حیران ہوں گے کہ ایک باہوش آدمی آخر ایسی خرافات کیسے اور کیونکر لکھ سکتا ہے جنہیں پڑھ کر مسلمان تو رہے ایک طرف کافر بھی چیخ اٹھیں گے کہ ؎

تمسخر رب کعبہ سے تلعب دین برحق سے
کہاں تک بڑھ گئی اس دشمن ایماں کی بے باکی

لیکن جن لوگوں نے مرزا قادیانی کی نام نہاد الہامی کتابوں کو دیکھا یا پڑھا ہے اور ان کی الہامی بے لگامی سے آگاہ ہیں ان کو اس بات پر کوئی تعجب نہیں کرنا چاہئے کہ مرزا قادیانی نے خدا کی ذات اقدس کے متعلق یہ زہر کیسے اگلا ہے۔ کیونکہ مرزا قادیانی آنجہانی نے اپنے ابلیسی الہامات کی بنیاد ہی ''کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی'' کے اصول پر رکھی ہے۔

ارشاد ہوتا ہے: ''میں محدث ہوں، امام زمان ہوں، مجدد ہوں، مریم ہوں، مسیح ہوں،

ملہم ہوں، حامل وحی ہوں، مہدی ہوں، حارث موعود ہوں، رجل موسیٰ ہوں، مسلمان ہوں، چینی الاصل ہوں، خاتم الانبیاء ہوں، خاتم الاولیاء ہوں، خاتم الخلفاء ہوں، حسینؓ سے بہتر ہوں، حسنینؓ سے افضل ہوں، مسیح ابن مریم سے بہتر ہوں، یسوع کا ایلچی ہوں، رسول ہوں اور رسول خدا ہوں، خدا ہوں، مانند خدا ہوں، مظہر خدا ہوں، خالق خدا ہوں، نبی کامل ہوں، تشریعی نبی ہوں، آدم ہوں، شیث ہوں، نوح ہوں، ابراہیم ہوں، اسحاق ہوں، اسماعیل ہوں، یعقوب ہوں، یوسف ہوں، موسیٰ ہوں، داؤد ہوں، عیسیٰ ہوں، آنحضرت ﷺ کا مظہر اتم ہوں، منجی ہوں، ظلی طور پر احمد اور محمد ہوں، موتی ہوں، حجر اسود ہوں، تمام انبیاء سے افضل ہوں اور تمام انبیاء سے اعلیٰ ہوں۔ ذوالقرنین ہوں، احمد مختار ہوں، بشارت اسمہ، احمد کا مصداق ہوں، بیت اللہ ہوں، میکائیل ہوں، رودر گوپال ہوں یعنی آریوں کا بادشاہ ہوں، کلنکی اوتار ہوں، شمس ہوں، قمر ہوں، محی ہوں، ممیت ہوں، صاحب اختیارات کن فیکون ہوں، کاسر الصلیب ہوں، امن کا شہزادہ ہوں، برہمن اوتار ہوں، رسل اللہ ہوں، جری اللہ ہوں، شیخ الناس ہوں، معجون مرکب ہوں، داعی الی اللہ ہوں، سراج منیر ہوں، متوکل ہوں، آسمان اور زمین میرے ساتھ ہیں، وجیہہ حضرت باری ہوں، زاہد المجد ہوں، محی الدین ہوں، مقیم الشریعۃ ہوں، منصور ہوں، مراد اللہ ہوں، نور اللہ ہوں، اللہ کا محبوب ہوں، رحمتہ اللعالمین ہوں، نذیر ہوں، منتخب کائنات ہوں، کرم خاکی ہوں، بشر کی جائے نفرت ہوں، بول و براز ہوں، سلسل بول کا مریض ہوں، مالیخولیا اور مراق کا مریض ہوں، سر کی بیماری اور دھڑ کی بیماری کے دو معجزات ساتھ رکھتا ہوں، حلال زادہ اور حرامزادہ (بے شمار النسل) ہوں، نعوذ ہوں، دس لاکھ معجزوں کا مالک ہوں، خدا کا پہلا نور اور آخری ظہور ہوں، یہودی ہوں، ملکہ وکٹوریہ کا معشوق ہوں، انگریز کا خود کاشتہ پودا ہوں، فضل الٰہی ہوں، کریم النفس ہوں، ابلیس کا ساتھی ہوں، شیر خدا ہوں، علی سے بڑھ کر ہوں، سیف اللہ اور ابن اللہ ہوں، ناظر عالم ہوں، شاہد و مشہود ہوں، نیک ہوں، پارسا ہوں، گناہ گار اور بدکردار ہوں، پاک باز ہوں، غبی ہوں، عالم وفاضل ہوں، کچھ نہیں جانتا۔ سمیع و بصیر ہوں، مرفوع القلم ہوں، بندوں کی شرمگاہ ہوں، خدا نے مجھ سے بیعت کی ہے۔ رفیق اعلیٰ ہوں، خدا نے مجھے خدیجہؓ عطا کی ہے، ہزار مردوں کی طاقت رکھتا ہوں، حضرت فاطمہؓ کی رانوں پر سر رکھ کر سونے والا ہوں، ابوبکرؓ سے افضل ہوں، انسانیت کی معراج ہوں، سو حسینؓ میری جیب میں ہیں، عمرؓ سے بڑھ کر ہوں، معجزات کا سمندر ہوں، میں وہ ہوں جس کا تخت سب سے اوپر بچھایا گیا ہے۔'' (آئینہ تلبیس ص ۴۵۵، مورخہ ۲؍جنوری ۱۹۳۷ء)

غرض دنیا جہان میں جو کچھ ہے مرزا کا وجود ہے۔ لیکن سوال پھر بھی یہی ہے کہ ؎

یوں تو مہدی بھی ہو عیسیٰ بھی ہو سلمان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو؟

برازی خدا، بروزی نبی

ظاہر ہے کہ اس قسم کا فاتر العقل انسان اگر یہ کہتا ہے کہ خدا نمازیں پڑھتا ہے اور روزے بھی رکھتا ہے۔ غلطی بھی کرتا ہے اور صواب کو بھی پہنچتا ہے۔ تیندوے کی طرح بے شمار ہاتھ پیر رکھتا ہے اور اس کے وجود کی تاریں بھی ہیں۔

اس کے بے شمار عضو دنیا کے کناروں تک بجلی کے تاروں یا گھاس کی جڑوں کی مانند پھیلے ہوئے ہیں اور پھر وہ سمٹ سمٹا کر مرزا قادیانی سے مجامعت اور شب باشی بھی کرتا ہے۔ جب سے مرزا قادیانی کو حمل ٹھہر جاتا ہے۔ پھر مرزا قادیانی ایک بچہ جن کر دکھا دیتے ہیں اور یہ تیندوہ اپنے بچے یک چشم گل کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے اور پھر اپنے ظہور کو مرزا قادیانی کا ظہور اور مرزا قادیانی کے فتور کو اپنا نور قرار دیتا ہے اور پھر یہ سونے جاگنے، زنا اور امرد پرستی کرنے والا مرزائی خدا لکھتا بھی ہے اور بھول بھی جاتا ہے۔

اس پر سوائے اس کے کیا کہا جاسکتا ہے کہ یہ برازی خدا، قادیان کے بروزی نبی کا تو ہوسکتا ہے۔ لیکن پرستاران توحید کا خدا ایسا ہرگز نہیں۔

مسلمانوں کا خدا جاگنے سونے اور رونے دھونے والا نہیں۔ جیسا کہ اس نے اپنے کلام حق میں خود ہی تردید فرمادی۔

’’سبحان اللہ عما یصفون‘‘ ﴿اللہ ان صفات سے منزہ اور پاک ہے۔﴾

جن سے یہ متصف کرتے ہیں اس کی شان اس کی اپنی زبان میں یہ ہے: ’’اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم لا تاخذہ سنۃ ولا نوم لہ ما فی السمٰوٰت وما فی الارض من ذالذی یشفع عندہ الا باذنہ یعلم ما بین ایدیھم وما خلفھم (البقرہ:۲۵۵)‘‘ ﴿اللہ تو وہ ہے جس کے علاوہ کوئی عبادت کا سزاوار نہیں۔ وہ زندہ اور قائم خدا ہے۔ جس کو نہ تو اونگھ آتی ہے اور نہ نیند۔ زمین وآسمان اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں جس کے سامنے بغیر اجازت کسی کو سفارش کرنے کا اختیار نہیں۔ اس کا علم ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور اس کے علم کا احاطہ کوئی نہیں کرسکا۔﴾

’’ھو اللہ الذی لا الٰہ ھو عالم الغیب والشھادۃ (الحشر:۲۲)‘‘ ﴿اللہ تو وہی ہے جس کے علاوہ کوئی مالک وخالق نہیں اور وہ پوشیدہ اور ظاہر دونوں قسم کی چیزوں کا علم رکھتا ہے۔﴾

اور بہ زبان حضرت موسیٰ کلیم اللہ: ’’لا یضل ربی ولا ینسیٰ (طٰہٰ:۵۲)‘‘ ﴿میرا

رب نہ بہکتا ہے نہ بھولتا ہے۔﴾

اور ملائکہ مقربین کی زبانی ارشاد ہے:’’وما تنزل الا بامر ربک له ما بین ایدینا وما خلفنا وما بین ذٰلک وما کان ربک نسیا (مریم:۶۴)‘‘ ﴿ہم تیرے پروردگار کے حکم کے بغیر آسمانوں سے نہیں اترتے۔ اس لئے کہ ہمارے آگے اور پیچھے اور ہمارے درمیان جو کچھ بھی ہے اسی معبود برحق کا ہے اور تیرا رب کبھی بھولتا ہی نہیں۔﴾

’’وانا اللہ قل احاط بکل شی علما (الطلاق:۱۲)‘‘ ﴿اس میں کوئی شک نہیں کہ میں ہر چیز کا علم رکھتا ہوں اور کوئی چیز مجھ سے پوشیدہ نہیں۔﴾

اور حضور ﷺ فرماتے ہیں:’’ان اللہ لا ینام ولا ینبغی له ان ینام (مسلم شریف)‘‘ ﴿خدا نہ سوتا ہے اور نہ ہی اس کے لئے سونا سزاوار ہے۔﴾

’’لیس کمثله شی وهو السمع البصیر (الشوریٰ:۱۱)‘‘ ﴿اس پروردگار جیسا کوئی کہیں اور سننے اور دیکھنے والا ہے ہی نہیں۔﴾

اور فرمایا:’’یااهل الکتٰب لا تغلوا فی دینکم ولا تقولوا علی اللہ الا الحق انما المسیح عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ وکلمته القها الیٰ مریم وروح منه فامنوا باللہ ورسوله ولا تقولوا ثلٰثة انتهوا خیراً لکم انما اللہ اله واحد سبحنه ان یکون له ولد له ما فی السمٰوٰت وما فی الارض وکفیٰ باللہ وکیلا (النساء:۱۷۱)‘‘ ﴿اے اہل کتاب! اپنے دین میں مبالغہ نہ کرو اور نہ سچی بات کے علاوہ اللہ کے بارے میں کچھ کہو۔ سچ تو یہ ہے کہ ابن مریم تو صرف اللہ کا رسول اور اس کی پیش گوئی ہے۔ اس نے مریم کی طرف القاء کی اور اس کی طرف سے روح ہے۔ اس لئے تم اللہ اور اس کے تمام رسولوں پر ایمان لاؤ اور یوں نہ کہو کہ خدا تین ہیں۔ باز آجاؤ یہ تمہارے لئے بہتر ہوگا۔ اللہ اکیلا معبود ہے (اور اس بات سے) پاک ہے کہ اس کے ہاں اولاد ہو زمین وآسمان میں جو کچھ ہے سب اسی کا ہے اور اللہ کی حفاظت کے بعد کسی کی حفاظت کی ضرورت نہیں۔﴾

’’لقد کفر الذین قالوا ان اللہ هو المسیح بن مریم (المائدۃ:۱۷)‘‘ ﴿وہ لوگ یقیناً کافر ہوگئے جنہوں نے مسیح ابن مریم کو خدا کہا۔﴾

’’قالت الیهود عزیز ابن اللہ وقالت النصاریٰ المسیح ابن اللہ ذلک قولهم بافواههم یضاهؤن قول الذین کفروا من قبل قاتلوا اللہ انی یؤفکون (التوبة:۳۰)‘‘ ﴿یہودیوں نے کہا کہ عزیز اللہ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ نے کہا کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ سب باتیں پہلے کافروں کی ریس میں کہہ رہے ہیں ان پر اللہ کی پھٹکار ہو یہ کہاں دربدر بھٹکے پھر رہے ہیں۔﴾

''قل ھو اللہ احد اللہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفواً احد (اخلاص) ''﴿اے پیغمبر، کہہ دے کہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ اسے کسی نے جنا اور اس کا جوڑ بھی کوئی نہیں۔﴾

قرآنی تصریحات اور قادیانی

ان قرآنی تصریحات کے مقابلہ میں قادیانی خرافات ایک مسلمان کے لئے کچھ اہمیت نہیں رکھتیں۔ ایک مسلمان کا خدا کے متعلق وہی عقیدہ ہے جسے قرآن نے بیان کیا ہے۔ یعنی خدا وہ ہے جو موالید ثلاثہ اور جمیع کائنات موجودات کا خالق ہے۔ نہ وہ سوتا ہے نہ اونگھتا ہے۔ نہ خطا کرتا ہے اور نہ صواب کو پہنچتا ہے۔ جس نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے۔ لیکن خود ہمیشہ ہمیشہ سے ہے اس کو کسی نے پیدا نہیں کیا۔ وہ اپنی مخلوق کا مربی ہے اور ساری مخلوقات اس کی محتاج ہیں۔ مارنے اور زندہ کرنے کا صرف اسی کو اختیار ہے جو ہواؤں کو چلاتا اور بادلوں کو لاتا۔ پھر بادلوں سے مینہ برساتا پہاڑوں سے دریا بہاتا، بہار پر خزاں اور خزاں پر بہار لاتا اور مردہ زمین کو اپنے ابر کرم سے گلزار بناتا ہے۔ جو غایت مقصود، کامل معبود اور کائنات کا محبوب ہے جو عزت وذلت کا مالک ہے اور خطا کاروں کی خطاؤں کو دامن عفو سے ڈھانک لیتا ہے۔ کمزور دل کو طاقت بخشتا اور کم حوصلہ لوگوں کو سہارا دیتا ہے اور وہ سب حسینوں سے زیادہ خوبصورت، سب باوفاؤں سے زیادہ باوفا اپنے دوستوں کی خاطر عزیز رکھنے والا، نوح علیہ السلام کو طوفان سے نجات دینے والا موسیٰ کو بچا کر فرعون کو غرق کرنے والا، مچھلی کے پیٹ میں یونس علیہ السلام کی فریاد سننے والا، اسماعیل کو بے آب وگیاہ زمین سے پھل اور پانی پیدا کر کے دینے والا، مریم کو بے موسم پھل پہنچانے والا، گرنے والوں کو اٹھانے اور ڈوبنے والوں کو بچانے والا ہے اور وہ تشبیہ اور تجسیم دونوں سے پاک ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی نے شیطان کو دیکھ کر خدا سمجھ لیا ہوگا۔ کیونکہ ان کے پاس شیاطین کا آنا ثابت ہے۔ چنانچہ مرزا قادیانی فرماتے ہیں:

ابلیسی الہام

''میں نے رؤیا میں دیکھا ایک بڑا ہجوم ہے۔ میں اس میں بیٹھا ہوں اور ایک دو غیر احمدی بھی میرے پاس بیٹھے ہیں۔ کچھ لوگ مجھے دبا رہے ہیں۔ ان میں ایک شخص جو سامنے کی طرف بیٹھا تھا اس نے آہستہ آہستہ میرا آزار بند پکڑ کر گرہ کھولنی چاہی۔ میں نے سمجھا اس کا ہاتھ

اتفاقاً لگا ہے اور میں نے آزار بند پکڑ کر اس کی جگہ پر اٹکا دیا۔ پھر دوبارہ اس نے ایسی ہی حرکت کی اور میں نے یہی سمجھا کہ اتفاقیہ اس سے ایسا ہوا ہے۔ تیسری دفعہ پھر اس نے ایسا ہی کیا تب مجھے اس کی بدنیتی کے متعلق شبہ ہوا اور میں نے اسے روکا نہیں جب تک کہ میں نے دیکھ نہ لیا کہ وہ بارادہ ایسا کر رہا ہے۔'' (بروایت مرزا محمود مندرجہ اخبار الفضل مورخہ ۱۴؍ستمبر ۱۹۳۷ء)

قرآن کریم اور قادیانی

ان غلاموں کا یہ مسلک ہے کہ ناقص ہے کتاب
کہ سکھاتی نہیں مومن کو غلامی کے طریق

مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ اسلام ایک کامل اور اکمل دین اور ضابطۂ حیات ہے اور قرآن کریم اس ضابطۂ حیات کا مجموعہ ہے۔ جس طرح اسلام کے بعد کسی دوسرے دین کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ اسی طرح قرآن کے بعد کسی اور کتاب کی حاجت بھی نہیں رہتی۔ یہی وہ آخری کتاب ہے جو انسانوں کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے۔

لیکن قادیانی اس کے برعکس یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ جس طرح محمد ﷺ پر کتاب نازل ہوئی اسی طرح غلام احمد پر بھی کتاب نازل ہوئی۔ جس طرح مسلمان قرآن کو مقدس کتاب سمجھتے ہیں، اسی طرح قادیانی مرزا قادیانی کی کتابوں کو مقدس سمجھتے ہیں۔

اسی طرح ان کا یہ عقیدہ ہے کہ جس طرح دوسرے اولی العزم رسولوں پر کتابیں اور صحیفے نازل ہوئے ہیں۔ اس طرح غلام احمد پر بھی صحائف اور کتب کا نزول ہوا ہے۔ بلکہ اور انبیاء کو ایک کتاب یا صحیفہ ملا۔ لیکن غلام احمد کو کئی کتابیں اور صحیفے دیئے گئے ہیں۔

اور مرزا قادیانی پر جو کچھ نازل ہوا وہ دوسرے انبیاء سے زیادہ ہے اور جس طرح پہلی تمام آسمانی کتابوں کی تلاوت ضروری ہے اسی طرح غلام احمد کی تمام کتابوں کی تلاوت بھی ضروری ہے۔ جس طرح پہلی کتابوں کے نام مخصوص ہیں۔ جیسے تورات، انجیل، زبور، قرآن، اسی طرح غلام احمد پر اترنے والی کتاب اور وحی کا مخصوص نام ہے اور وہ ہے ''کتاب مبین'' اور قادیانی قرآن بھی مکی اور مدنی قرآن کی طرح ہے اور اس کے بیس پارے یا اجزاء ہیں۔ چنانچہ قادیانی ناقوس العقل کہتا ہے: ''مرزا قادیانی کا نزول الیہ من ربہ، بہ برکت حضرت محمد ﷺ وقرآن شریف اس قدر زیادہ ہے کہ کسی نبی کے ما انزل الیہ سے کم نہیں بلکہ اکثروں سے زیادہ ہے۔''

(الفضل قادیان مورخہ ۱۵؍فروری ۱۹۱۹ء)

''جوان الہاموں کو پڑھے گا وہ کبھی مایوس نہیں ہوگا۔ پس حقیقی عید سے فائدہ اٹھانے کے لئے ضروری ہے کہ مسیح موعود کے پاک کلام کو پڑھا جائے۔'' (الفضل مورخہ ۳/اپریل ۱۹۲۸ء)

''خداتعالیٰ نے حضرت احمد علیہ السلام کے بہیت مجموعی الہامات کو'الکتاب المبین'' فرمایا ہے اور جدا جدا الہامات کو آیات سے موسوم کیا ہے۔ پس آپ کی وحی جدا جدا آیت کہلاسکتی ہے۔'' (النبوۃ فی الالہام مصنف قاضی محمد یوسف ص۴۳،۴۴)

''حضرت مرزاصاحب کے مجموعی الہامات کو مبشرات ومنذرات بھی کہا جاتا ہے۔ پس آپ اس پہلو سے بھی نبی ثابت ہیں۔ اگرچہ کافر اسے ناپسند ہی کیوں نہ کریں۔''

(النبوۃ فی الہام مصنف قاضی محمد یوسف ص۴۳،۴۴)

''جس قدر خدا کا کلام مجھ پر نازل ہوا ہے۔ اگر وہ سارا لکھا جائے تو بیس جز سے کسی طرح کم نہ ہوگا۔'' (حقیقت الوحی ص۳۹۱، خزائن ج۲۲ ص۴۰۷)

اس بناء پر قادیانی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ان کا ایک الگ اور مستقل دین ہے جو شریعت محمدی سے مختلف ہے اور اس شریعت کا نام احمدی شریعت ہے۔

رسول مدنی اور مرزا قدنی

خیال زاغ کو بلبل سے برتری کا ہے
غلام زادے کو دعویٰ پیغمبری کا ہے

میرا نام

''حق یہ ہے کہ خداتعالیٰ کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے اس میں ایسے لفظ رسول، مرسل اور نبی کے موجود ہیں۔ چنانچہ میری نسبت یہ وحی اللہ، محمد رسول اللہ (الآیہ) اس وحی الٰہی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی۔'' (ایک غلطی کا ازالہ ص۱، خزائن ج۱۸ ص۲۰۶،۲۰۷)

''انعام خداوندی ہے کہ انبیاء آتے رہیں اور ان کا سلسلہ منقطع نہ ہو اور یہ اللہ کا قانون ہے جسے تم نہیں توڑ سکتے۔''

''میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اس نے مجھے بھیجا ہے اور اس نے میرا نام نبی رکھا ہے اور اس نے مجھے مسیح موعود کے نام سے پکارا ہے اور اس نے میری تصدیق کے لئے بڑے بڑے نشان ظاہر کئے ہیں جو تین لاکھ تک پہنچتے ہیں۔''

(تتمہ حقیقت الوحی ص۶۸، خزائن ج۲۲ ص۵۰۳)

امتوں کا نشان

''سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔ یہ قادیان کا تخت گاہ رسول ہے اور یہ تمام امتوں کے لئے نشان ہے۔'' (دافع البلاء ص۱۰،۱۱، خزائن ج۱۸ ص۲۳۰،۲۳۱)

انسانوں میں شیطان

''خدا تعالیٰ نے اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کہ میں اس کے طرف سے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اس قدر نشان ظاہر کئے ہیں کہ اگر وہ ہزار نبی پر تقسیم کئے جائیں تو ان کی بھی ان سے نبوت ثابت ہو سکتی ہے۔ مگر جو انسانوں میں سے شیطان ہیں وہ نہیں مانتے۔''

(چشمہ معرفت ص۳۱۷، خزائن ج۲۳ ص۳۳۲)

''وہ وحی و نبوت کا جام جو ہر نبی کو ملا وہ جام مجھے بھی ملا ہے۔ بخدا میں اپنی وحی کو مثل قرآن کے مانتا ہوں اور قرآن ہی کی طرح اسے منزہ اور کلام الٰہی سمجھتا ہوں جو یقین حضرت عیسیٰ کو انجیل پر موسیٰ کو توراۃ پر اور آنحضرت ﷺ کو قرآن پر تھا وہی یقین مجھے اپنی وحی پر ہے جو کوئی اس کو جھوٹ کہے وہ لعین ہے۔'' (نزول المسیح ص۹۹،۱۰۰، خزائن ج۱۸ ص۴۷۵،۴۷۶)

''میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں ان الہامات پر اسی طرح ایمان لاتا ہوں۔ جیسا کہ قرآن شریف پر اور خدا کی دوسری کتابوں پر اور جس طرح میں قرآن مجید کو یقینی اور قطعی طور پر خدا کا کلام سمجھتا ہوں۔ اسی طرح اس کلام کو بھی جو میرے اوپر نازل ہوتا ہے۔ خدا کا کلام یقین کرتا ہوں۔'' (حقیقت الوحی ص۲۱۱، خزائن ج۲۲ ص۲۲۰)

''**واتانی مالم یؤت احد من العالمین**'' کہ مجھ کو وہ چیز دی گئی ہے کہ دنیا وآخرت میں کسی ایک شخص کو بھی نہیں دی گئی۔ (حقیقت الوحی ص۱۰۷، خزائن ج۲۲ ص۱۱۰)

اپنی وحی اپنا قرآن

قاضی محمد یوسف قادیانی لکھتا ہے: ''حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) اپنی وحی اپنی جماعت کو سنانے پر مامور ہیں۔ جماعت احمدیہ کو اس اللہ کی وحی پر ایمان لانا اور اس پر عمل کرنا اپنے اوپر فرض کرتا ہے۔ کیونکہ اللہ کی وحی اس غرض کے لئے سنائی جاتی ہے۔ ورنہ اس کا سنانا اور پہچاننا ہی بے سود اور لغو ہوگا۔ جب کہ اس پر ایمان لانا اور اس پر عمل کرنا مقصود بالذات نہ ہو۔''

''ان حوالہ جات سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) اپنے الہامات کو کلام الٰہی قرار دیتے ہیں اور ان الہامات کا مرتبہ بلحاظ کلام الٰہی ہونے کے ایسا ہی ہے

جیسا کہ قرآن مجید اور توراۃ وانجیل کا ہے۔'' (النبوۃ فی الالہام ص۲۸)

مداری کا پٹارہ

''مسیح موعود سے جو باتیں ہم نے سنی ہیں وہ حدیث وروایات سے زیادہ معتبر ہیں۔ کیونکہ ہم نے حدیث آنخضرت کے منہ سے نہیں سنیں۔'' (الفضل مورخہ ۲۹/اپریل ۱۹۱۵ء)

''حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) فرمایا کرتے تھے کہ حدیثوں کی مثال تو مداری کے پٹارے کی سی ہے۔ جس طرح مداری جو چاہتا ہے۔ اس سے نکال لیتا ہے۔ اس طرح ان بوسیدہ حدیثوں سے تم جو چاہو نکال لو۔'' (الفضل مورخہ ۲۹/اپریل ۱۹۱۵ء)

''مسیح موعود پر نازل ہونے والا کلام کسی نبی سے کم نہیں۔ بلکہ اکثر نبیوں سے زیادہ ہے۔'' (خطبہ جمعہ محمود کذاب، الفضل مورخہ ۱۵/جولائی ۱۹۲۴ء)

''خداتعالیٰ نے حضرت ''احمد'' کے مجموعی الہامات کو ''الکتاب المبین'' فرمایا ہے اور جدا جدا الہامات کو آیات سے موسوم کیا ہے۔'' (النبوۃ فی الالہام ص۴۳،۴۴)

''حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) ''من حیث النبوۃ'' ان ہی معنوں میں نبی اللہ اور رسول اللہ ہیں جن معنوں میں آیات سے دیگر انبیاء یا سابقین مراد لئے جاتے ہیں۔''

(الفضل مورخہ ۱۳/ستمبر ۱۹۱۴ء)

سچا اسلام

''اے مسلمان کہلانے والو! اگر تم واقعی اسلام کا بول بالا چاہتے ہو اور باقی دنیا کو اپنی طرف بلانا چاہتے ہو تو پہلے خود سچے اسلام کی طرف آجاؤ۔ جو مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے دین میں آکر ملتا ہے۔ اسی کے طفیل آج تقویٰ کی راہیں کھلتی ہیں۔ اسی کی پیروی سے انسان فلاح ونجات کی منزل مقصود پر پہنچ سکتا ہے۔ وہ غلام احمد وہی فخر اولین وآخرین ہے جو آج سے تیرہ سو برس پہلے رحمتہ اللعالمین بن کر آیا تھا۔'' (کلمتہ الفصل ص۱۴)

''غرضیکہ یہ بات ثابت شدہ ہے کہ مسیح موعود (مرزا قادیانی) اللہ کا ایک نبی اور رسول تھا۔ جس کو نبی کریم ﷺ نے نبی اللہ کے نام سے پکارا اور وہ وہی نبی تھا جسے خود اللہ نے ''یاایھا النبی'' کے الفاظ سے مخاطب کیا۔'' (کلمتہ الفصل ص۱۱۴)

آخری صداقت

''اللہ تعالیٰ نے اس آخری صداقت کو قادیان کے ویرانے میں نمودار کیا اور حضرت مسیح

موعود (مرزا قادیانی) کو جو فارسی النسل ہیں۔ اس اہم کام کے لئے منتخب فرمایا اور فرمایا میں تیرے نام کو دنیا کے کناروں تک پہنچادوں گا اور حملہ آوروں (یہ ہیں خونی نبی کے عزائم) سے تیری تائید کروں گا اور جو دین تو لے کر آیا ہے اس کو تمام ادیان پر غالب کروں گا اور اس کا غلبہ دنیا کے آخر تک قائم رکھوں گا۔'' (الفضل مورخہ ۳؍فروری ۱۹۳۵ء)

قادیانی صحابہ

''پھر جو شخص حضرت مسیح موعود کے صحابہ سے ملنا چاہے ان میں کئی ایسے ہوں گے جو پھٹے پرانے کپڑوں میں ہوں گے اور ان کے پاس سے کہنی مار کر لوگ گزر جاتے ہوں گے۔ مگر وہ ان میں سے ہیں جن کی خود خدا نے تعریف کی ہے۔ ان سے خاص طور پر ملنا چاہئے۔''

ایک پنتھ دوکاج

''میری امت کے دو حصے ہوں گے۔ ایک وہ جو مسیحیت کا رنگ اختیار کریں گے اور یہ تباہ ہوجائیں گے اور دوسرے وہ جو یہودیت کا رنگ (پاکستان میں اسی دوسرے رنگ کے قادیانی ہیں۔ انشاءاللہ! یہ بھی تباہ ہوجائیں گے) اختیار کریں گے۔''

(قول مرزا منقول اخبار الفضل مورخہ ۲۶؍جنوری ۱۹۱۶ء)

سرچشمہ امید

''حقیقی امید ہمارے لئے ہے۔ مگر ضرورت اس بات کی ہے کہ اس کلام الٰہی کو پڑھا جائے اور سمجھا جائے جو مسیح موعود (مرزا قادیانی) پر اترا ہے۔ بہت کم لوگ ہیں جو اس کلام کو پڑھتے ہیں اور اس کا دودھ پیتے ہیں۔ وہ لذت وسرور جو حضرت مرزا قادیانی کے الہاموں کو پڑھنے سے حاصل ہوتا ہے۔ وہ کسی اور کتاب کو پڑھنے سے حاصل نہیں ہوتا۔''

(تقریر خلیفہ قادیان الفضل مورخہ ۳؍اپریل ۱۹۲۸ء)

''جو شخص مرزا قادیانی کے الہاموں کو پڑھے گا وہ کبھی مایوسی اور ناامیدی میں نہیں گرے گا۔ مگر جو پڑھتا نہیں یا پڑھ کر بھول جاتا ہے اس کا یقین اور امید جاتی رہی۔ کیونکہ وہ سرچشمہ امید سے دور ہوگیا۔''

مبشرات ومنذرات

''پس جو شخص یا اشخاص کے نزدیک نبی اور رسول کے واسطے کتاب لانا شرط ہے خواہ وہ کتاب شریعت کاملہ ہو یا مبشرات ومنذرات ہوں تو ان کو واضح ہو کہ ان کی اس شرط کو بھی خدا نے

پورا کر دیا ہے اور حضرت (مرزا قادیانی) کے الہامات کو جو مبشرات و منذرات ہیں۔ ’’الکتاب المبین ‘‘ کے نام سے موسوم کیا ہے۔ آپ اس پہلو سے بھی نبی ثابت ہیں۔ ’’ولو کرہ الکافرون ‘‘ اگر کافروں کو یہ بات ناپسند ہی کیوں نہ۔‘‘ (النبوۃ فی الالہام ص۴۳)

حبیب کبریا

’’مسیح مجتبیٰ تو ہے محمد مصطفیٰ تو ہے
بیاں ہو شان تیری کیا حبیب کبریا تو ہے
کلیم اللہ بننے کا شرف حاصل ہوا تجھ کو
خدا بولے نہ کیوں تجھ سے کہ محبوب خدا تو ہے
اندھیرا چھا رہا تھا سب اجالا کر دیا جس نے
وہی بدر الدجیٰ تو ہے وہی شمس الضحیٰ تو ہے‘‘

(گلدستہ عرفان مجموعہ کلام کذاب ابن کذاب محمود ص۱)

کلمہ طیبہ اور قادیانی محمد

’’مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی بعثت کے بعد محمد رسول اللہ کے مفہوم میں ایک اور رسول (مرزا قادیانی) کی زیادتی ہوگئی ہے۔ لہٰذا مسیح موعود کے آنے سے ’’لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ ‘‘ کا کلمہ باطل نہیں ہوتا۔ بلکہ اور بھی زیادہ شان سے چمکنے لگ جاتا ہے۔‘‘

(کلمۃ الفصل ص۱۵۸)

آفتاب مدینہ

وہ آفتاب چمکتا تھا جو مدینے میں
ہے جلوہ ریز وہ اب قادیاں کے سینے میں

(اخبار فاروق قادیان ج۲۵، مورخہ ۱۵ر اپریل ۱۹۴۰ء)

بدر کامل

’’حق یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی روحانیت ان دنوں بہ نسبت ان سالوں کے اقویٰ اور اکمل اور راشد ہے بلکہ بدر کامل چودھویں رات کے چاند کی طرح ہے۔‘‘

(خطبہ الہامیہ ص۱۸۱،۱۸۲، خزائن ج۱۶ ص۲۷۲،۲۷۳)

اصول احمدیت

’’خدا تعالیٰ اپنی پاک وحی میں مسیح موعود (مرزا قادیانی) کو محمد رسول اللہ کر کے مخاطب کرتا ہے۔ حضرت مسیح موعود کا آنا بعینہ محمد رسول اللہ کا دوبارہ آنا ہے۔ حضرت مسیح موعود کو عین محمد ماننے کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے اور یہی وہ بات ہے جو احمدیت کی اصل اصول کہی جاسکتی ہے۔‘‘

(الفضل مورخہ ۱۷/اگست ۱۹۱۵ء)

قادیانی عقیدہ

’’ہمارا عقیدہ ہے کہ دوبارہ حضرت محمد ہی آئے ہیں۔ اگر محمد ﷺ پہلے نبی تھے تو اس بعثت میں بھی نبی ہیں۔ اگر محمد رسول اللہ کے انکار سے پہلے انسان کافر ہو جاتا تھا۔ اب بھی آپ کے انکار سے انسان ضرور کافر ہو جائے گا۔ ہم احمدیوں نے مرزا قادیانی کو بحیثیت مرزا نہیں مانا۔ بلکہ اس لئے مانا ہے کہ خدا نے اسے محمد رسول اللہ فرمایا ہے۔ ہم پر اللہ کا بڑا فضل ہے۔‘‘

(تقریر مفتی اعظم قادیانی مولوی سرور شاہ، مندرجہ اخبار الفضل مورخہ ۲۷/دسمبر ۱۹۱۴ء)

قادیانی محمد

امام اپنا عزیز و اس جہاں میں ۔۔۔ غلام احمد ہوا دارالاماں میں
غلام احمد ہے عرش رب اکبر ۔۔۔ مکاں اس کا ہے گویا لامکاں ہے
محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں ۔۔۔ اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شاں میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل ۔۔۔ غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں

(اخبار بدر مورخہ ۲۵/اکتوبر ۱۹۰۶ء)

قلت عرفان

’’یہ وہ نظم ہے جو حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے حضور میں پڑھی گئی اور خوش خط لکھے ہوئے قطعے کی شکل میں پیش کی گئی اور حضور اسے اپنے ساتھ اندر لے گئے۔ پھر یہ نظم اخبار بدر مورخہ ۲/اکتوبر ۱۹۰۶ء میں چھپی اور شائع ہوئی پس حضرت مسیح موعود کا شرف سماعت حاصل کرنے اور جزاکم اللہ تعالیٰ کا مرتبہ پانے اور اس قطعے کو اندر خود لے جانے کے بعد کسی کو حق ہی کیا پہنچتا ہے کہ اس پر اعتراض کر کے اپنی کمزوری ایمان اور قلت عرفان کا ثبوت دے۔‘‘

(الفضل مورخہ ۲۳/اگست ۱۹۴۴ء ص۴)

محمد میں کیا خوبی ہے؟

’’یہ بالکل صحیح بات ہے کہ ہر[1] شخص ترقی کرسکتا ہے اور بڑے سے بڑا درجہ پا سکتا ہے۔ حتیٰ کہ خود محمد رسول اللہ سے بھی بڑھ سکتا ہے۔ کیونکہ اگر روحانی ترقی کی تمام راہیں ہم پر بند ہیں تو اسلام کا کچھ فائدہ بھی نہیں ہے اور پھر اس میں کوئی خوبی نہیں کہ ایک بڑھا دیا جائے اور دوسروں کو بڑھنے نہ دیا جائے۔‘‘ (بیان مرزا محمود مندرجہ الفضل مورخہ ۱۷؍جولائی ۱۹۲۲ء)

’’اگر کوئی شخص مجھ سے پوچھے کہ کیا محمد ﷺ سے بھی کوئی شخص بڑا درجہ حاصل کرسکتا ہے تو میں کہا کرتا[2] ہوں کہ خدا نے اس مقام کا دروازہ بھی بند نہیں کیا۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر محمد ﷺ سے کوئی شخص بڑھنا چاہے تو بڑھ سکتا ہے۔‘‘ (خطبہ مرزا محمود الفضل مورخہ ۱۶؍جون ۱۹۴۴ء ص ۸)

مرزا قادیانی کا ذہنی ارتقاء اور آنحضرت پر فضیلت

’’مسیح موعود کا ذہنی ارتقاء آنحضرت ﷺ سے زیادہ تھا۔ اس زمانے میں تمدنی ترقی زیادہ ہوئی ہے۔ یہ جزوی فضیلت ہے جو مسیح موعود کو آنحضرت ﷺ پر حاصل ہوئی ہے۔‘‘

(رسالہ ریویو قادیان مئی ۱۹۲۹ء)

قومی حادثہ

توہین انبیاء کے اس موضوع پر مرزا قادیانی کی کتابوں سے سینکڑوں حوالے پیش کئے جاسکتے ہیں۔ لیکن ہم نے اختصار سے کام لیتے ہوئے صرف ۳۳ حوالے پیش کئے ہیں۔ ناظرین ان حوالہ جات کو پڑھ کر اس بات کا خود ہی فیصلہ کرلیں کہ ایسا شخص جو نہ صرف مدعی رسالت بلکہ شاتم رسالت ہو وہ اور اس کے پیروان ربوہ وقادیان کسی لحاظ سے بھی اسلام اور اہل اسلام کا جزو ہوسکتے ہیں؟

جہاں تک مرزا قادیانی کی دوراز کار تاویلات اور بے جوڑ دعوؤں کا تعلق ہے وہ کسی آسمانی زبان میں نہیں۔ بلکہ ہماری قومی زبان میں ہیں۔ ان کو پڑھ کر ہر شخص بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ مرزا قادیانی کی اس تمام کاوش اور جدوجہد اور ان کی قادیانی ذریت کی اندھی تقلید کا مقصد صرف یہ ہے کہ نبوت کی حرمت وعظمت اور اس منصب کی عزت وشرافت کو مٹا کر نبوت کاذبہ کے اجراء وتسلسل کو قائم کیا جائے تاکہ نبوت صادقہ ایک بازیچہ اطفال بن کر رہ جائے اور انبیاء کے متعلق

---

[1] یاد رہے کہ لفظ ’’ہر‘‘ میں عموم ہے یعنی ہرا یرا غیرا، سید الانبیاء سے بڑھ سکتا ہے۔

[2] باغی رسالت کے کلام کہا کرتا ہوں۔ میں استمرار موجود ہے یعنی میرا روز اوّل ہی سے یہ شیطانی عقیدہ ہے۔

مسلمانان عالم کے قدیم تصورات کو ختم کر کے ایک جدید تصویر پیش کیا جائے جس میں وحی والہام اور نبوت ورسالت کا کوئی قلبی احترام موجود نہ ہو اس طرح جو چاہے اور جب چاہے نبوت کا دعویٰ کر کے اپنی پست خیالی کو وحی والہام کا نام دے کر اسلام کی بنیادوں کو کھوکھلا کرنے کی راہ ہموار کر سکے۔

اسی طرح قادیانی امت جب رسول مقبول ﷺ کا تذکرہ کرتی ہے تو اس میں بھی طنز وحقارت کے تیر چھپے ہوتے ہیں اور ان کے نزدیک جو اہمیت مرزا غلام احمد قادیانی کو حاصل ہے وہ محمد ﷺ کو ہرگز نہیں جہاں تک حضور ﷺ کا نام نامی اسم گرامی لینے کا تعلق ہے قادیانی اسے صرف تقیہ کے طور پر کام میں لاتے ہیں اور رسالت مآبؐ کی شان اقدس میں اپنے ابلیس قائد کی پیروی کرتے ہوئے وہ تمام باتیں برملا کہہ جاتے ہیں جو ایک مسلمان کسی حالت میں کہنے اور سننے کا روادار نہیں ہوتا۔ چنانچہ علامہ اقبال مرحوم قادیانیوں کی اس ابلیسانہ ذہنیت کا پس منظر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

علامہ اقبال کی بیزاری

’’ذاتی طور پر میں اس تحریک سے اس وقت بیزار ہوا جب ایک نئی نبوت بانی اسلام کی نبوت سے اعلیٰ تر نبوت کا دعویٰ کیا گیا اور تمام مسلمانوں کو کافر قرار دیا گیا۔ بعد میں یہ بیزاری بغاوت کی حد تک پہنچ گئی۔ جب میں نے تحریک کے ایک کارکن کو اپنے کانوں سے آنحضرت ﷺ کے متعلق نازیبا الفاظ کہتے سنا۔ درخت جڑ سے نہیں پھل سے پہچانا جاتا ہے۔‘‘

(حرف اقبال ص۱۳۲)

اس طرح قادیان کا برساتی نبی اور اس کی امت ایک طرف انبیاء سابقین کی توہین وتذلیل اور بے باکانہ تغلیط کرتی ہے اور دوسری طرف اس منصب کو مرزا غلام احمد قادیانی کے لئے آخری اور حتمی قرار دیتی ہے۔ اس حقیقت کو بھی نباض فطرت علامہ اقبال مرحوم نے واضح کیا ہے۔

اقبال اور قادیانیت

’’خود بانی احمدیت کا استدلال جو قرون وسطیٰ کے لئے زیبا ہو سکتا ہے یہ ہے کہ اگر کوئی دوسرا پیغمبر پیدا نہ ہو سکے تو پیغمبر اسلام کی روحانیت نامکمل رہ جائے گی اور وہ اپنے دعویٰ کے ثبوت میں کہ پیغمبر اسلام کی روحانیت میں پیغمبر خیز قوت تھی۔ خود اپنی نبوت کو پیش کرتا ہے۔ لیکن آپ اس سے دریافت کریں کہ محمد ﷺ کی روحانیت ایک سے زیادہ نبی پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے؟ تو اس کا جواب نفی میں ہے۔ یہ خیال اس بات کے مترادف ہے کہ محمد ﷺ آخری نبی نہیں۔ میں آخری نبی ہوں۔‘‘

جب میں بانی احمدیت کی نفسیات کا مطالعہ ان کے دعوائے نبوت کی روشنی میں کرتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے دعوے کے ثبوت میں پیغمبر اسلام کی تخلیقی قوت کو صرف ایک نبی یعنی تحریک احمدیت کے بانی کی پیدائش تک محدود کر کے پیغمبر اسلام کے آخری نبی ہونے سے انکار کر دیتا ہے۔ اس طرح یہ نیا پیغمبر چپکے سے اپنے روحانی مورث کی ختم نبوت پر متصرف ہو جاتا ہے۔

آخری اینٹ

اور مرزا قادیانی اس بات کا خود بھی اقرار کرتے ہیں: ''**فکان خالیاً موضع لبنة اعنیٰ المنعم علیه من هٰذه العمارة فاراد الله ان یتم البناء ویکمل البنساء باللبنة الاخیره ایها الناظرون** '' اور اس عمارت میں ایک اینٹ کی جگہ خالی تھی یعنی منعم علیہم۔ پس خدا نے ارادہ فرمایا کہ اس پیش گوئی کو پورا کرے اور آخری اینٹ کے ساتھ بنا کر کمال تک پہنچادے۔ پس میں وہی اینٹ ہوں۔ (خطبہ الہامیہ ص۱۱۱،۱۱۲، خزائن ج۱۶ص ۱۷۷،۱۷۸)

یہ عبارت اتنی واضح ہے کہ اس پر کسی تبصرے کی حاجت نہیں اور یہ خود ہی بول رہی ہے کہ مرزا قادیانی اپنے آپ کو خاتم الانبیاء سمجھتے تھے۔

انبیاء سابقین اور قادیانی

تیر بر معصوم می بارد خبیث بد گہر آسماں رامی سزد گرسنگ بارد بر زمیں

مرزا قادیانی کا فرمان ہے کہ: ''جاہلوں کا ہمیشہ سے یہ اصول ہوتا ہے کہ وہ اپنی بزرگی کی پٹڑی جمنا اس میں رکھتے ہیں کہ بزرگوں کی خواہ مخواہ تحقیر کریں۔'' (ست بچن ص۸، خزائن ج۱۰ص۱۲۰)

''مگر یاد رکھو کہ وہ شخص بڑا ہی خبیث وملعون اور بدذات ہے جو خدا کے برگزیدہ ومقدس لوگوں کو گالیاں دیتا ہے۔'' (ملفوظات ج۱۰ص۴۱۹)

لیکن جب ہم مرزا قادیانی کی اپنی تحریرات پر نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ خود مرزا قادیانی بھی اس قماش اور پست اخلاق کے آدمی تھے۔ انہوں نے نہ صرف یہ کہ بڑے آدمیوں کی تحقیر وتذلیل پر اپنی بزرگی کی عمارت قائم کی ہے۔ بلکہ وہ مقدس ہستیاں جو بڑوں کو بڑا بنانے والی انبیاء کی ہستیاں تھیں ان کو بھی معاف نہیں کیا اور وہی شخص جو بڑوں کی تحقیر کرنے والوں کو خبیث، ملعون اور بدذات قرار دیتا ہے اس کی اپنی نام نہاد دعوتی اور اصلاحی کتابیں بحث ونظر کی سنجیدہ کتابوں سے یکسر مختلف نظر آتی ہیں اور ان میں انہوں نے طنز وتعریض اور ہجو کا جو اسلوب تحریر اختیار کیا ہے وہ ایسا ہے کہ نبی تو رہے ایک طرف، مصلحین ومجددین کو بھی چھوڑ کر متین اور سنجیدہ

مصنّفین اور باوقار اہل قلم کی نگارشات سے بھی کوئی مناسبت نہیں۔

ان کی قلمی زبان علمی محفلوں میں زیادہ درباری مصاحبوں کی فقرہ بازیوں اور قرن اوّل کی طوائفوں سے زیادہ مشابہ ہے اور ان کے اندر جو مجادلانہ روح اور وکیلانہ موشگافیاں ہیں وہ کلام نبوت اور مزاج نبوت سے قطعاً مناسبت نہیں رکھتیں۔ بلکہ اس بازار میں جو لین دین کے سودے اور سودوں پر تکرار ہوتی ہے ان کی زبان پر زیادہ گمان اس تکرار خاص کا ہوتا ہے۔ چنانچہ اس کے ثبوت میں ان کے کلام کے چند نمونے پیش کئے جاتے ہیں۔ ''اگر فرض کے طور پر ان (مسیح) کا اب تک زندہ رہنا تسلیم کر لیں تو کچھ شک نہیں کہ اتنی مدت گزرنے پر پیر فرتوت ہو گئے ہوں گے اور اس کے کام کے ہرگز لائق نہیں ہوں گے کہ کوئی خدمت دینی ادا کر سکیں۔ پھر ایسی حالت میں ان کا دنیا میں تشریف لانا بجز ناحق تکلیف کے اور کچھ فائدہ بخش نہیں معلوم ہوتا ہے۔''

(ازالہ اوہام ص ۵۰، خزائن ج ۳ ص ۱۲۷)

اور ایک جگہ حدیث کے ٹکڑے ''ویقتل الخنزیر'' کے عام فہم معنی پر تعریض کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''کیا حضرت مسیح کا زمین پر اترنے کے بعد عمدہ کام یہی ہوگا وہ خنزیروں کا شکار کھیلتے پھریں گے اور بہت سے کتے ساتھ ہوں گے۔ اگر یہی سچ ہے تو پھر سکھوں، چماروں، سانسیوں اور گنڈیلوں وغیرہ کی جو خنزیر کے لئے شکار کو دوست رکھتے ہیں، خوشخبری کی جگہ ہے کہ ان کی خوب بن آئے گی۔'' (ازالہ اوہام ص ۱۴۱، خزائن ج ۳ ص ۱۲۳)

ایک دوسری جگہ نزول مسیح کی حقیقت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''ایسا نہ وہ کہ کسی غبارہ پر چڑھنے والے اور پھر تمہارے سامنے اترنے والے کے دھوکہ میں آ جاؤ؟ ہوشیار رہنا آئندہ تم اپنے اس جمے ہوئے خیال کی وجہ سے کسی ایسے اترنے والے کو ابن مریم نہ سمجھ بیٹھنا۔''

(ازالہ اوہام ص ۲۸۳، خزائن ج ۳ ص ۲۴۴)

ایک دوسرے مقام پر اسی تمسخر کے انداز میں رقم طراز ہیں: ''کیا احادیث پر اجماع ہو سکتا ہے کہ مسیح آ کر جنگلوں میں خنزیروں کا شکار کھیلتا پھرے گا اور دجال خانہ کعبہ کا طواف کرے گا اور ابن مریم بیماروں کی طرح دو آدمیوں کے کاندھے پر ہاتھ دھر کے فرض طواف کعبہ بجا لائیں گے۔'' (ازالہ اوہام ص ۴۲۸، خزائن ج ۳ ص ۳۲۶)

''حضرت مسیح کی بدزبانی تمام[1] نبیوں سے بڑھی ہوئی ہے۔ انہوں نے زبان کی ایسی تلوار چلائی کہ کسی نبی کے کلام میں ایسے شخص اور آزردہ الفاظ نہیں۔'' (ازالہ اوہام ص ۱۵، ۱۶، خزائن ج ۳ ص ۱۱۰)

---

[1] ''تمام'' کے الفاظ بتاتے ہیں کہ مرزا قادیانی کا تمام انبیاء کے متعلق یہی شیطانی عقیدہ تھا۔

''عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے۔ شاید کسی پرانی عادت کی وجہ سے یا بیماری کی وجہ سے۔'' (کشتی نوح ص۶۶، خزائن ج۱۹ ص۷۱)

''میرے نزدیک مسیح شراب سے پرہیز رکھنے والا نہیں تھا۔'' (ریویو ج۱ ص۱۲۴)

''ہائے کس کے آگے ماتم لے جائیں کہ حضرت عیسیٰ کی تین پیش گوئیاں صاف طور پر جھوٹی نکلیں۔'' (اعجاز احمدی ص۱۴، خزائن ج۱۹ ص۱۲۱)

''عیسیٰ نے خود اخلاقی تعلیمات پر عمل نہیں کیا۔ بدزبانی میں اس قدر بڑھ گئے کہ یہودی بزرگوں کو والد الحرام تک کہہ دیا اور ہر ایک وعظ میں یہودی بزرگوں کو سخت گالیاں دیں۔''

(چشمہ مسیحی ص۱۱، خزائن ج۲۰ ص۳۴۶)

''یسوع کے ہاتھ میں سوائے مکروفریب کے اور کچھ نہیں تھا۔ پھر افسوس کہ نالائق عیسائی ایسے شخص کو خدا بنا رہے ہیں۔ آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے۔ تین دادیاں اور نانیاں زانی اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔''

(ضمیمہ انجام آتھم ص۷، خزائن ج۱۱ ص۲۹۱)

''یہ باتیں شاعرانہ نہیں بلکہ واقعی ہیں اور اگر تجربہ کے رو سے خدا کی تائید مسیح بن مریم سے بڑھ کر میرے ساتھ نہ ہو تو میں جھوٹا ہوں۔'' (دافع البلاء ص۲۰، خزائن ج۱۸ ص۲۴۰)

''مسیح کی راست بازی اپنے زمانے کے راست بازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوئی۔ بلکہ یحییٰ نبی کو اس پر ایک فضیلت ہے۔ کیونکہ وہ شراب نہیں پیتا تھا اور کبھی نہیں سنا کہ کسی فاحشہ عورت نے آکر اپنی کمائی کے ہاتھ سے سر پر عطر ملا تھا یا کوئی بے تعلق جوان عورت اس کی خدمت کرتی تھی۔ اسی وجہ سے خدا نے قرآن میں یحییٰ کا نام حصور[۱] رکھا مگر مسیح کا یہ نام نہ رکھا کیوں کہ ایسے قصے اس نام کے رکھنے سے مانع تھے۔'' (دافع البلاء ٹائٹل پیج ص۴ بقیہ حاشیہ، خزائن ج۱۸ ص۲۲۰)

''آج تم میں ایک ہے جو اس مسیح سے بڑھ کر ہے عیسائی مشنریوں نے عیسیٰ بن مریم کو خدا بنایا۔ اس لئے اس مسیح کے مقابل پر جس کا نام خدا رکھا گیا خدا نے اس امت میں مسیح (مرزا قادیانی) بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی شان میں بہت بڑھ کر ہے اور اس نے اس دوسرے مسیح کا نام غلام احمد رکھا ہے۔'' (دافع البلاء ص۱۳، خزائن ج۱۸ ص۲۳۳)

''خدا نے میرا نام ابراہیم رکھا ہے۔ جیسا کہ فرمایا: ''سلام علی ابراھیم صافیناہ

---

[۱] قادیانی دجال کے اس دعوے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت یحییٰ کے علاوہ تمام انبیاء بدچلن تھے۔ اس لئے کہ ان میں سے کسی کا نام ''حصور'' نہیں رکھا گیا۔ (مؤلف)

ونجینا من الغم ’’یعنی سلام ہے ابراہیم پر یعنی اس عاجز پر‘‘ واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی ’’ہم نے اس سے خالص دوستی کی اور ہر ایک غم سے اس کو نجات دی اور تم جو پیروی کرتے ہو تم اپنی نمازگاہ ابراہیم کے قدموں کی جگہ بناؤ۔ یعنی کامل پیروی کرو تا کہ نجات پاؤ۔ یہ قرآن کی آیت ہے اور اس مقام میں اس کے یہ معنی ہیں کہ یہ ابراہیم جو بھیجا گیا ہے تم اپنی عبادتوں اور عقیدوں کو اس کی طرز پر بجالاؤ اور ہر ایک امر میں اس کے نمونہ پر اپنے تئیں بناؤ۔ یہ آیت اس طرف اشارہ کرتی ہے کہ جب امت محمدیہ میں بہت فرقے ہو جائیں گے تب آخر زمانہ میں ایک ابراہیم کا پیرو ہوگا۔‘‘ (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص۲۰،۲۱، خزائن ج۱۷ ص۶۸،۶۹)

ان عبارات میں آنجہانی مرزا قادیانی نے اپنی یہودیانہ سیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اللہ کے برگزیدہ نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر سخت دلخراش اور سوقیانہ حملے کئے ہیں اور نہایت ابلیسانہ جسارت کر کے حضرت مسیح علیہ السلام کو بدزبان، بدلسان، دشنام طراز، شراب نوش، فریبی، مکار، زنازادہ، دروغ گو اور عیاش و بدچلن قرار دیا ہے۔ یہ فحش اور مادرزاد مغلظات اور سرتاپا توہین آمیز عبارتیں ایسی ہیں کہ جن کی کسی دجل وفریب اور مکروتلبیس کے ساتھ باطل سے باطل تاویل وتوجیہہ بھی ممکن نہیں۔

اصحابؓ رسول اور قادیانی

مریدوں کو دے کر صحابہ کا رتبہ
نبوت کا بیڑہ اٹھایا غضب ہے

جو لوگ اپنی سیاہ بختی اور بدنصیبی کی وجہ سے دولت ایمانی سے محروم ہو کر قادیان کے کفر کدہ میں داخل ہوئے قادیانی امت کے عقیدے کے مطابق وہ دہریہ طبیعت، لامذہب والحاد پرست اور مرتد لوگ صحابہ کرام ہیں اور صحابہ بھی ایسے جو رسول خدا محمد ﷺ کے صحابہ سے افضل ہیں۔ چنانچہ مرزا قادیانی حکیم نورالدین بھیروی اپنے خلیفہ اوّل کے متعلق کہتا ہے۔

چہ خوش بودے اگر ہر یک زامت نوردیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پر از نور یقیں بودے

(مرقاۃ الیقین فی حیاۃ نوردین ص۱۷، مؤلفہ اکبر نجیب آبادی مرتد۔ یاد رہے کہ یہ وہی اکبر نجیب آبادی ہیں جنہوں نے تاریخ اسلام لکھی ہے۔ یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ انہوں نے ارتداد کب اختیار کیا تھا۔ تاہم حکیم نوردین کی سوانح حیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ موصوف قادیانی تھے۔ مؤلف)

’’مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ غوث، قطب ولی جتنے بزرگ امت محمدیہ میں گذرے ہیں ان کا ایمان صحابی کے ایمان کے برابر نہیں ہوسکتا اور اس شرف کو نہیں پا سکتے جو صحابہ عظام نے پایا۔‘‘ (الفضل مورخہ ۱۶؍جون ۱۹۴۴ء)

یعنی یہ صرف مسلمانوں کا عقیدہ ہے قادیانیوں کا نہیں۔

اب ذرا قادیانیوں کا اپنا عقیدہ بھی ملاحظہ ہو۔ کذاب ابن کذاب مرزا محمود احمد خلیفہ قادیان ہرزہ سرا ہے۔

’’حقیقت یہ ہے کہ ’’محمد رسول اللہ ﷺ کے‘‘ صحابہ اللہ تعالیٰ کے قرب کے جس مقام پر پہنچے ہیں اس مقام پر آج بھی ہم پہنچ سکتے ہیں۔ بلکہ اگر ہم کوشش کریں تو صحابہؓ سے بھی آگے نکل سکتے ہیں۔‘‘ (ایضاً)

’’جو شخص میری جماعت میں داخل ہوا درحقیقت وہ سردار خیر المرسلین کے صحابہ میں داخل ہوا۔‘‘ (خطبہ الہامیہ ص ۱۷۱، خزائن ج ۱۶ ص ۲۵۹)

اسی بیان کو مرزا محمود خلیفہ قادیان نے تفصیل سے بیان کیا ہے: ’’حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) فرماتے ہیں کہ جو شخص میرے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے اور سچے دل سے میری جماعت میں شامل ہو جاتا ہے۔ وہ ایسا ہے جیسے رسول کریم ﷺ کے صحابہ تھے۔‘‘

(الفضل مورخہ ۱۶؍جون ۱۹۴۴ء)

’’ایک نبی (مرزا قادیانی) ہم میں بھی آیا اگر اس کی اتباع کریں گے تو وہی پھل پائیں گے جو صحابہ کرام کے لئے مقرر ہو چکے ہیں۔‘‘ (آئینہ صداقت ص ۵۳، مؤلفہ مرزا محمود)

’’حضرت مسیح موعود پر جب بعض لوگوں نے اعتراض کیا کہ پہلے مسیح سے آپ کس طرح بڑھ سکتے ہیں؟ تو آپ حضرت (مرزا قادیانی) نے جواب دیا کہ یہ لوگ اس طرح باتیں کر رہے ہیں کہ گویا ان کے نزدیک جو کچھ تھا پہلا مسیح ہی تھا اور دوسرا مسیح مرزا کچھ چیز نہیں۔ یہ فقرہ گری ہوئی ذہنیت کی دھجیاں اڑا رہا ہے۔ جو مسلمانوں میں پیدا ہو چکی تھی کہ اب کوئی شخص وہ مقام حاصل نہیں کر سکتا جو رسول کریم کے زمانہ کے لوگوں کو ملا۔ یہ تو ایسی گندی اور بدبودار اور متعفن تعلیم ہے کہ اس قابل ہے کہ اٹھا کر میلے کے ڈھیروں پر پھینک دیا جائے۔ بجائے اس کے کہ لوگوں کے دلوں میں اور دماغوں میں جگہ دی جائے۔‘‘

(بیان مرزا محمود مندرجہ اخبار الفضل ص ۳، مورخہ ۱۶؍جون ۱۹۴۴ء)

اب ذرا قادیانی نبی کی خوشبودار تعلیم کا ایک نادر نمونہ بھی دیکھتے چلئے۔ مرزا قادیانی

رقمطراز ہیں: ’’میں وہی ہوں جس کی نسبت ابن سیرین سے سوال کیا گیا کہ کیا وہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے درجہ پر ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ابوبکرؓ کیا ہے وہ تو انبیاء سے بھی بہتر ہے۔‘‘
(تبلیغ رسالت ج۹ص۳۰، مجموعہ اشتہارات ج۳ص۲۷۸)

صحابہ کرامؓ کے بعد مرزا قادیانی خاندان نبوت پر بھی دست درازی سے باز نہیں آئے اور پیغمبر کے گھرانے پر ایسے سوقیانہ اور دل آزار حملے کئے ہیں کہ قلم لکھنے سے عاجز ہے۔ تاہم بطور نمونہ چند حوالے پیش کئے جاتے ہیں۔

نقل کفر کفر نہ باشد

’’بے شک اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا ہے کہ اے اہل بیت تم میں سے ناپاکی دور کردے اور تمہیں پاک کردے اور مطہر بنائے جیسا کہ حق ہے پاک کرنے کا اس کے بعد وحی میں کسی کو آواز دے کر اس طرح پکارتا ہوں، فتح، فتح گویا اس کا نام فتح ہے۔‘‘ (تذکرہ طبع سوم ص۶۹۲)

’’خاندان مسیح موعود یعنی اہل بیت کی پاکی قرآن کی آیات ثابت کرتی ہیں۔‘‘
(کتاب ذریۃ طیبہ ص۷)

میری اولاد سب تیری عطا ہے
ہر اک تیری بشارت سے ہوا ہے

’’یہ پانچواں جو کہ نسل سیدہ ہے یہی پنجتن جن پر بنا ہے۔‘‘ (درثمین اردو ص۴۴)

’’حضرت فاطمۃؓ نے کشفی حالت میں میرا سر اپنی رانوں پر رکھا اور اشارے سے بتایا کہ میں اس میں سے ہوں۔‘‘ (ایک غلطی کا ازالہ ص۵، خزائن ج۱۸ص۲۱۳)

باپ کے بعد بیٹے نے اس سے بڑھ کر بدزبانی کا مظاہرہ کیا ہے۔ چنانچہ مرزا محمود کہتا ہے: ’’اب جو سید کہلاتا ہے۔ اس کی یہ سیادت باطل ہو جائے گی۔ اب وہی سید ہوگا۔ جو حضرت مرزا کی اتباع میں داخل ہوگا اب پرانہ رشتہ کام نہیں آئے گا۔‘‘ (قول الحق ص۳۲، مرزا محمود کی تقریر)

اس طرح مرزا قادیانی اہل بیت اور خاندان رسول کی اہانت کے بعد خود ہمارے آقا ومولیٰ فخر کائنات حضرت محمد ﷺ کی ازواج مطہرات اور پوری امت کی ماں کے خلاف بھی بدزبانی کا مظاہرہ کیا ہے جیسا کہ مرزا مراقی نے لکھا ہے: ’’اشکر نعمتی رأیت خدیجتی‘‘ یعنی میرا شکر کر کہ تو نے میری خدیجہ کو پایا ہے اور خدیجہ میری بیوی سادات قوم سے ہوگی۔
(نزول المسیح ص۱۴۶، خزائن ج۱۸ص۵۲۴)

اندازہ کیجئے! اس ابلیس ابن ابلیس نے کتنا خطرناک حملہ کیا ہے کہ خدیجہ میری بیوی کا

نام ہے۔ حالانکہ اس کی بیوی کا نام نصرت جہاں تھا۔ یہ حملہ صرف ام المؤمنین پر ہی نہیں بلکہ براہ راست سیدالانبیاء ﷺ پر بھی ہے۔

’’میری ہر سیر ایک کربلا ہے اور میرے گریبان میں سو حسینؓ ہیں۔‘‘

(نزول المسیح ص۹۹، خزائن ج۱۸ ص۴۷۷)

اس کی مزید تشریح کرتے ہوئے مرزا محمود خلیفہ قادیان ہرزہ سرا ہے: ’’حضرت مسیح موعود نے فرمایا کہ میرے گریبان میں سو حسین ہیں۔ لوگ اس کا معنی یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت نے فرمایا میں سو حسین کے برابر ہوں۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ اس سے بڑھ کر اس کا مفہوم یہ ہے کہ سو حسین کی قربانی کے بجائے میری ہر گھڑی کی قربانی ہے وہ شخص جو اہل دنیا کے فکروں میں گھلا جاتا ہے جو ایسے وقت میں کھڑا ہوتا ہے۔ جب کہ ہر طرف تاریکی اور ظلمت پھیلی ہوئی ہے۔ وہ دن رات دنیا کا غم کھاتا ہو۔ کون کہہ سکتا ہے کہ اس کی قربانی سو حسین کے برابر نہ تھی۔ پس یہ تو ادنیٰ سوال ہے کہ حضرت مسیح موعود امام حسین کے برابر تھے یا ادنیٰ۔‘‘

(بیان مرزا محمود مندرجہ اخبار الفضل قادیان مورخہ ۲۶/جنوری ۱۹۲۶ء)

اس کے بعد مرزا قادیانی اپنے وقت کے اہل تشیع کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ: ’’اے قوم شیعہ اس پر اصرار مت کرو کہ حسین تمہارا نجات دہندہ ہے۔ کیونکہ میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ آج تم میں ایک (مرزا قادیانی) ہے کہ اس حسینؓ سے بڑھ کر ہے۔ اب میری طرف دوڑو کہ سچا شفیع میں ہوں۔‘‘ (دافع البلاء ص۱۳، خزائن ج۱۸ ص۲۳۳)

’’مسلمان امام حسین پر فضیلت سن کر یوں ہی غصہ میں آجاتے ہیں۔ قرآن کریم نے کہاں حسین کا نام لیا ہے؟ زید ہی کا نام لیا ہے۔ اگر ایسی بات تھی تو چاہئے تھا کہ امام حسین کا بھی نام لے لیا جاتا۔‘‘ (ملفوظات ج۵ ص۳۹۲ ملخص)

’’امام حسین نے جو بھاری نیکی کا کام کیا وہ صرف اس قدر تھا کہ ایک دنیادار آدمی کے ہاتھ پر بیعت نہ کی۔ مگر کوئی شخص بتلائے...... خداتعالیٰ کی راہ میں اس نے کیا عمدہ کام کیا ہے۔ ناحق ان کو فضیلت نہیں دینی چاہئے۔ کوئی نہیں سمجھتا کہ محض رشتہ سے کیونکر فضیلت پیدا ہو جاتی ہے؟ خاص کر ذرا سے رشتہ سے جو نواسہ ہوتا ہے۔ کنعان حضرت نوح کا بیٹا تھا اس طرح آذر ابراہیم کا باپ تھا۔ پس کیا انہیں یہ رشتہ کام آیا؟ اگر ہم امام حسین کی خدمات لکھنا چاہیں تو ایک دو فقروں کے علاوہ کہ انہوں نے بیعت سے انکار کیا تھا اور کچھ نہیں لکھ سکتے۔ یہ ایک حادثہ اتفاقی تھا جو امام صاحب کو پیش آ گیا اور ان کا بڑا اعمال کا ذخیرہ یہی ایک حادثہ ہے۔ جس کو محض ظلم اور

ناانصافی کی راہ سے آسمان تک کھینچا جاتا ہے۔ (تشحیذ الاذہان ج۲)

’’تم نے مشرکوں کی طرح حسین کی قبر کا اعتکاف کیا۔ جو نومیدی سے مرگیا۔ میں خدا کا کشتہ ہوں اور تمہارا حسین دشمنوں کا کشتہ ہے۔ پس کھلا فرق ہے۔ تم نے خدا کے جلال اور مجد کو بھلا دیا اور تمہارا ورد صرف حسین ہے۔ جو کستوری کی خوشبو کے پاس گوہ کا ڈھیر ہے۔‘‘

(اعجاز احمدی ص۸۰ تا ۸۲، خزائن ج۱۹ ص۱۹۲ تا ۱۹۴)

’’تم مجھے گالی دیتے ہو۔ کیا امام حسین کے سبب تمہیں رنج پہنچا اور تم برافروختہ ہوئے کیا تم اس حسین کو دنیا سے زیادہ پرہیزگار سمجھتے ہو؟ آخر اس نے تم کو، کون سا دینی فائدہ پہنچایا۔ میں تمہیں حیض والی عورت کی طرح دیکھتا ہوں۔ تم نے حسین کو تمام مخلوق سے بہتر سمجھ لیا ہے۔ جیسے وہی ایک آدمی تھا۔ کیا تم اس کو وہ مقام دینا چاہتے ہو جو اللہ نے اس کو نہیں دیا۔ میرا مقام تو یہ ہے کہ خدا عرش سے میری تعریف کرتا ہے۔‘‘ (اعجاز احمدی ص۶۷ تا ۶۹، خزائن ج۱۹ ص۱۷۹ تا ۱۸۱)

’’مسلمان کہتے ہیں کہ یہ شخص (مرزا) اپنے تئیں حسنؓ، حسینؓ سے بہتر سمجھتا ہے۔ میں کہتا ہوں ٹھیک ہے۔ میں ان سے بہتر ہوں اور عنقریب میرا خدا ظاہر کر دے گا۔ اگر میں جھوٹا ہوتا تو میں ایک یہودی اور مرتد نصرانی کی مانند بھی نہ ہوتا۔‘‘ (اعجاز احمدی ص۵۲، خزائن ج۱۹ ص۱۶۴)

ان حوالہ جات کو پڑھ کر یہ نہ سمجھئے کہ اس موضوع پر ہم نے مرزا قادیانی کے تمام کفریات کو جمع کر دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ قادیانی امت نے جو کچھ لکھا ہے اگر وہ سارے کا سارا جمع کیا جائے تو کئی ضخیم کتابیں اس کی متحمل نہ ہوں گی۔

اہل اسلام اور قادیانی

پنجاب کے ارباب نبوت کی شریعت
کہتی ہے کہ یہ مومن پارینہ ہے کافر

قادیانی امت کی طرف سے عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ مسلمان جس طرح ہماری تکفیر کر رہے ہیں اسی طرح یہ آپس میں بھی ایک دوسرے کی تکفیر کرتے رہے ہیں۔ اگر یہ ایک دوسرے کی تکفیر کے باوجود بھی مسلمان رہتے ہیں تو آخر صرف قادیانیوں نے ایسا کون سا قصور کیا ہے جس کی وجہ سے ان کو غیر مسلم قرار دیا جارہا ہے۔ اس سلسلے میں گذارش یہ ہے کہ قادیانی محض فریب دینے کے لئے ایسی باتیں کرتے ہیں:

اصل بات یہ ہے کہ مسلمانوں کے جس مرض کو قادیانی اپنے مسلمان ہونے پر بطور

دلیل پیش کرتے ہیں وہ سرے سے ہے ہی غلط۔

اولاً...... اس لئے کہ مسلمانوں کے جن فرقوں نے ایک دوسرے کی تکفیر کی ہے وہ من حیث الجماعت کبھی نہیں کی۔ بلکہ بعض جوشیلے اور انتہاء پسند لوگوں نے جانبین سے ایسی بری مثالیں قائم کی ہیں۔ جن کو ہر فرقہ کے علماء کی اکثریت نے اچھی نظر سے نہیں دیکھا بلکہ ایسے لوگوں کی اپنی تحریرات کے ذریعہ حوصلہ شکنی کی ہے۔ جنہوں نے مسلمانوں ہی کے بعض افراد کی تکفیر کی۔

ثانیاً...... یہ تکفیر جانبین سے انفرادی تھی نہ کہ اجتماعی یعنی ایک فرقے کے کسی ایک عالم نے دوسرے فرقہ کے کسی ایک عالم کی تکفیر کی ایسا کبھی نہیں ہوا کہ ایک فرقہ نے من حیث الجماعت دوسرے فرقے کے تمام پیروؤں کو کافر قرار دیا ہو۔

ثالثاً...... اس تکفیر سے مراد یہ قطعاً نہیں کہ جس کی تکفیر کی گئی۔ اس کو خارج از ملت قرار دیا بلکہ امر واقعہ یہ ہے کہ یہ تکفیر بالکل ایسی ہے۔ جیسے بعض آئمہ نے کہا ہے کہ بے نماز کافر ہے یا یہ کہ جس نے جان بوجھ کر فریضۂ نماز کو ترک کیا۔ اس نے کفر کیا۔ ظاہر ہے کہ اس تکفیر سے مراد قطعاً وہ تکفیر نہیں جس سے کوئی شخص خارج از ملت قرار پاتا ہے۔ ورنہ بے شمار مسلمان ایسے ہیں جو بے نماز ہیں اور اسی طرح لاتعداد افراد ایسے ہیں جو جان بوجھ کر فریضہ نماز سے غفلت کا ثبوت دیتے ہیں۔ ان کو کسی حال میں بھی خارج از ملت قرار نہیں دیا جاسکتا۔

رابعاً...... مسلمانوں کے جن لوگوں کی تکفیر بازی کو بطور رجعت پیش کیا جاتا ہے وہ ہمیشہ ایک دوسرے سے ملتے جلتے اور ایک دوسرے سے ایفادہ اور استفادہ کرتے ہیں۔ انہوں نے عملاً کبھی ایک دوسرے سے اس طرح روابط وتعلقات منقطع نہیں کئے جس طرح کافروں سے کئے جاتے ہیں اور ان تمام فرقوں کے علماء نے ایک جگہ بیٹھ کر بالاتفاق اسلامی حکومت کے آئین کے رہنما اصول ۲۲/نکات مرتب کئے تھے۔ ظاہر ہے کہ انہوں نے ایک دوسرے کو مسلمان سمجھتے ہوئے ایسا کیا ہے اور آج بھی قادیانی امت کے خلاف وہ ایک ہی پلیٹ فارم پر اکٹھے نظر آتے ہیں

خامساً...... اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ ان فرقوں کی آپس کی تکفیر ایسی ہی ہے جیسا کہ قادیانی کہتے ہیں۔ اس سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ واقعتاً وہ ایک دوسرے کے فتویٰ تکفیر کے بعد خارج از ملت ہوگئے۔ جب کہ اسلام کے متعلق ان تمام کے تصورات یکساں ہیں اور ان میں سے کوئی بھی ضروریات دین کا منکر نہیں بلکہ وہ سارے کے سارے ایک خدا ایک رسول ایک دین ایک ہی ملت اور ایک ہی کعبہ کے ماننے والے ہیں اور اسی طرح وہ ایک ہی مرکز اسلام میں جمع ہوکر ایک ہی طریقۂ حج کو بجالاتے ہیں اور ایک ہی جیسے مراسم ادا کرتے ہیں۔

قادیانیوں کا مسئلہ بہر حال مختلف ہے۔ وہ اس خدا کی تغلیط، رسول کی تکذیب، صحابہ کی توہین، کعبہ کی تحقیر، حج کی تذلیل اور امت کی تکفیر کرتے ہیں جن کے عشق سے پوری ملت اسلامیہ کے دل ودماغ سرشار ہیں۔

الغرض قادیانیوں کو کافر اس لئے نہیں کہا جاتا ہے کہ ان کے مسلمانوں کے ساتھ ایسے اختلافات ہیں جیسے مسلمانوں کے مسلمانوں کے ساتھ چلے آرہے ہیں۔ بلکہ ان کو کافر اس لئے کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اسلام سے ہٹ کر اور ملت اسلامیہ سے کٹ کر ایک نئی امت اور نئے مذہب کی بنیاد ڈالی ہے جس کا خدا الگ، رسول جدا، دین علیحدہ، حج مختلف، قومی اور ملی شعائر اپنے اور اسی طرح جملہ معاملات میں کلی اختلاف موجود ہے۔ اس بناء پر قادیانی مسلمانوں کے فتوے کے مطابق کافر نہیں بلکہ اپنے جداگانہ مذہب کی بناء پر ہی کافر قرار پاتے ہیں۔

سادساً...... اگر یہ بھی مان لیا جائے کہ مسلمانوں کے تمام گروہوں کے فتوے غلط ہیں۔ پھر بھی قادیانی خارج از ملت قرار پاتے ہیں۔ کیونکہ قادیانیوں کے خلاف فتویٰ صادر کر کے ان کو کافر نہیں بنایا بلکہ ان کے کافرانہ طرز عمل کی توثیق کی ہے۔ جس کی بناء پر قادیانی خارج از ملت قرار پاتے ہیں اور قادیانیوں نے خود ہی وہ طرز عمل اختیار کیا جو طرز عمل ایک مسلمان کو مسلمان نہیں رہنے دیتا۔ بلکہ کافر بنا دیتا ہے اور اس طرح تکفیر کا آغاز بھی قادیانیوں ہی نے کیا۔ جس کا انجام کار یہ ہوا ہے کہ وہ خود بخود اس موڑ پر پہنچ گئے۔ جہاں پہنچ کر کوئی انسان دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ اس کے ثبوت میں چند حوالے پیش کئے جاتے ہیں۔

’’میری کتابوں کو ہر شخص کواہ مرد ہو یا عورت محبت اور شوق سے دیکھتا ہے اور ان کے علوم ومعارف سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ وہی لوگ میرا انکار کرتے ہیں جو کنجریوں کے بچے ہیں۔‘‘

(آئینہ کمالات اسلام ص۵۴۷، ۵۴۸، خزائن ج۵ ص ایضاً)

’’جو میرے مخالف تھے ان کا نام عیسائی، یہودی، مشرک رکھا گیا۔‘‘

(نزول المسیح ص۴، خزائن ج۱۸ ص۳۸۲)

مرزا بشیر الدین کا کہنا ہے: ’’ہمارا خدا اور ہے اور مسلمانوں کا اور اسی طرح ہمارا اسلام ہمارا قرآن ہماری نماز، ہمارا روزہ غرض ہر چیز مسلمانوں سے الگ ہے۔‘‘

(تقریر بشیر الدین الفضل مورخہ ۲۱؍اگست ۱۹۱۷ء)

’’حضرت مسیح موعود مرزا نے فرمایا ہے کہ ان مسلمانوں کا خدا اور ہے اور ہمارا اور، اسی طرح ہر بات میں ان سے اختلاف ہے۔‘‘ (تقریر مرزا بشیر الدین الفضل مورخہ ۳۰؍جولائی ۱۹۳۱ء)

’’کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔‘‘ (آئینہ صداقت ص ۳۵)

’’ہر ایسا شخص جو حضرت محمد ﷺ کو مانتا ہے مگر مسیح موعود کو نہیں مانتا وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر ہے اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔‘‘ (کلمۃ الفصل ص ۱۱۰، مرزا بشیرالدین)

’’چونکہ ہم مرزا قادیانی کو نبی مانتے ہیں اور غیر احمدی آپ کو نبی نہیں مانتے۔ اس لئے قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق کسی ایک نبی کا انکار بھی کفر ہے غیر احمدی کافر ہیں۔‘‘

(بیان بشیرالدین محمود با جلاس سب جج عدالت گورداسپور، مندرجہ اخبار الفضل مورخہ ۲۶؍جون ۱۹۲۲ء)

’’حضرت مسیح موعود نے فرمایا کہ جو لوگ مسلمان ہیں ان کے متعلق میری کتابوں میں بعض جگہ مسلمان کا لفظ دیکھ کر دھوکہ نہ کھائیں ان کو اس لفظ سے مدعی اسلام سمجھیں نہ کہ حقیقی مسلمان۔‘‘ (کلمۃ الفصل ص ۱۲۶، مؤلف مرزا بشیرالدین)

’’ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں۔‘‘ (انوار خلافت ص ۹۰)

’’یہ غلط ہے کہ مسلمانوں سے ہمارا اختلاف وفات مسیح یا دیگر چند مسائل میں ہے۔ مسیح موعود نے فرمایا کہ خدا کی ذات، رسول کریم، قرآن، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ غرض آپ نے تفصیل سے بتایا کہ ہر بات میں اختلاف ہے۔‘‘ (تقریر مرزا بشیرالدین الفضل مورخہ ۳۱؍اگست ۱۹۱۷ء)

قادیانی امت کی کتابوں سے نمونے کے طور پر ہم نے صرف دس حوالے ایسے پیش کئے ہیں جن میں ان تمام لوگوں کی واضح اور غیر مبہم الفاظ میں تکفیر کی گئی ہے جو حضرت محمد ﷺ کو خدا کا آخری نبی مانتے ہیں اور آپ کے بعد کسی ظلی بروزی، تشریعی، غیر تشریعی نبی اور نبوت کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔

قادیانی امت نے مسلمان رہنماؤں کی نرم رفتاری دیکھ کر مزید گرم گفتاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس ہمہ گیر اختلاف کو اس کے آخری اور منطقی نتائج تک خود ہی پہنچایا اور مسلمانوں سے تمام تعلقات ختم کر کے ایک الگ امت کی حیثیت سے اپنی اجتماعی تنظیم کی اس کا ثبوت بھی قادیانی تحریرات میں موجود ہے۔ چنانچہ مرزا بشیرالدین خلیفہ قادیان کہتا ہے: ’’ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود نے غیر احمدیوں کے ساتھ وہی سلوک جائز رکھا جو نبی کریم نے عیسائیوں کے ساتھ کیا۔ غیر احمدیوں سے ہماری نمازیں الگ کی گئیں۔ ان کو لڑکیاں دینا حرام قرار دیا گیا۔ ان کے جنازے پڑھنے سے روکا گیا۔ دینی تعلقات کا بھاری ذریعہ عبارت کا اکٹھا ہونا اور دنیوی تعلقات کا بڑا ذریعہ رشتہ ناطہ ہے۔ سو یہ دونوں ہمارے لئے حرام قرار دیئے گئے۔‘‘ (کلمۃ الفصل ص ۱۶۹، مرزا بشیرالدین)

’’جس دن سے تم احمدی ہوئے ہو تمہاری قوم احمدیت ہوگئی ہے۔ تمہاری ذات اور گوت احمدی ہے۔ پھر احمدیوں کو چھوڑ کر غیر احمدیوں میں قوم کیوں تلاش کرتے ہو۔‘‘

(کلمتہ الفصل ج۱۴ ص۲۶، مصنف مرزا بشیر)

’’غیر احمدیوں کا جنازہ پڑھنا جائز نہیں۔ حتیٰ کہ غیر احمدیوں کے معصوم بچوں کے جنازے بھی جائز نہیں۔‘‘ (انوار خلافت ص۹۳)

اس کے بعد آخر کون سی وجوہات رہ جاتی ہیں جن کے پیش نظر قادیانیوں کو مسلمانوں کے ساتھ باندھ رکھنے پر اصرار کیا جاتا ہے؟

(تفصیلات مؤلف کی کتاب مسئلہ کشمیر اور قادیانی امت میں ملاحظہ فرمائیں)

قادیانی یہود اور ہندی ہنود

ایمان کے دشمن ہیں جلوے بت کافر کے
فتنے تو ذرا دیکھو ترکیب عناصر کے

قادیانی تحریک کا خطرناک پہلو

’’ان مذہبی تصورات اور انفرادیت کے رجحانات کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ قادیانی مذہب وتحریک کا ذہنی، روحانی اور سیاسی مرکز بجائے جزیرۃ العرب اور مکہ معظّمہ ومدینہ طیبہ کے (جو اسلام کا گہوارہ اور اس کی زندگی کا سرچشمہ اور ابدی مرکز ہیں) قادیان بن گیا۔ جو اس نئے مذہب وتحریک کے ظہور اور نشو ونما کا مرکز ہے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ قادیانیت اور اس کے پیروؤں کی وابستگی عرب وحجاز سے روز بروز کم ہوتی چلی گئی اور اس کی تمام تر ہمدردیاں اور دلچسپیاں ہندوستان تک محدود ہوکر رہ گئیں۔

قادیانیت کے اس مزاج اور اس کے پہلو کا ہندوستان کے قوم پرستوں نے پرجوش خیر مقدم کیا جن کو مسلمانان ہند سے یہ پرانی شکایت تھی کہ ان کی اصل وابستگی سرزمین حجاز سے ہے اور وہ ہمیشہ عرب کی طرف دیکھتے ہیں۔ ان لوگوں کے نزدیک ہندوستان کی متحدہ قومیت کے لئے یہ بات تشویشناک تھی۔ چنانچہ ڈاکٹر شنکر داس نے اپنے قوم پرستوں کو سمجھاتے ہوئے لکھا ہے کہ قادیانیت کوئی اسلامی فرقہ نہیں۔ بلکہ یہ ایک مستقل مذہب اور متوازی قوم ہے جو خالص ہندوستانی بنیادوں پر ایک نئے مذہب اور نئے معاشرے کی تعمیر کرتی ہے۔‘‘

ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ: ''سب سے اہم سوال جو اس وقت ملک کے سامنے درپیش ہے وہ یہ ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں کے اندر کس طرح قومیت کا جذبہ پیدا کیا جائے۔ کبھی ان کے ساتھ سودے، معاہدے اور پیکٹ کئے جاتے ہیں۔ کبھی لالچ دے کر ساتھ ملانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ مگر کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی۔ ہندوستانی مسلمان اپنے آپ کو ایک الگ قوم تصور کئے بیٹھے ہیں اور وہ دن رات عرب کے ہی گیت گاتے ہیں۔ اگر ان کا بس چلے تو وہ ہندوستان کو بھی عرب کا نام دے دیں۔

اس تاریکی اور اس مایوسی کے عالم میں ہندوستانی قوم پرستوں اور محبّ وطن کو ایک ہی امید کی شعاع دکھائی دیتی ہے اور وہ آشا کی جھلک احمدیوں کی تحریک ہے۔ جس قدر مسلمان احمدیت کی طرف راغب ہوں گے۔ وہ قادیان کو اپنا مرکز تصور کرنے لگیں گے اور آخر میں محبّ ہند اور قوم پرست بن جائیں گے۔''

مسلمانوں میں احمدی تحریک ہی کی ترقی عربی تہذیب اور پان اسلام ازم کا خاتمہ کر سکتی ہے۔

آؤ! ہم احمدی تحریک کا قومی نگاہ سے مطالعہ کریں۔ پنجاب کی سرزمین میں ایک شخص مرزاغلام احمد قادیانی اٹھتا ہے اور مسلمانوں کو دعوت دیتا ہے کہ اے مسلمانو! خدا نے قرآن میں جس نبی کے آنے کا ذکر کیا ہے وہ میں ہی ہوں۔ آؤ! میرے جھنڈے تلے جمع ہو جاؤ۔ اگر نہیں آؤ گے تو خدا تمہیں قیامت کے روز نہیں بخشے گا اور تم دوزخی ہو جاؤ گے۔

میں مرزاقادیانی کے اس اعلان کی صداقت یا بطالت پر بحث نہ کرتے ہوئے صرف یہ ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ مرزائی مسلمان بننے سے پہلے مسلمانوں میں کیا تبدیلی پیدا ہوتی ہے۔ ایک مرزائی ''مسلمان'' کا عقیدہ ہے کہ:

۱...... خدا سمے سمے پر لوگوں کی رہبری کے لئے ایک انسان پیدا کرتا ہے جو اس وقت کا نبی ہوتا ہے۔

۲...... خدا نے عرب کے لوگوں میں ان کی اخلاقی گراوٹ کے زمانہ میں حضرت محمد ﷺ کو نبی بنا کر بھیجا۔

۳...... حضرت محمد (ﷺ) کے بعد خدا کو ایک نبی کی ضرورت محسوس ہوئی اور اس لئے مرزاقادیانی کو بھیجا کہ مسلمانوں کی رہنمائی کریں۔

میرے قوم پرست بھائی سوال کریں گے کہ ان عقیدوں سے ہندوستانی مسلمانوں کی قوم پرستی کا کیا تعلق ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح ایک ہندو کے مسلمان ہونے پر اس کی شردھا اور عقیدت رام کرشن، وید، گیتا اور رامائن سے اٹھ کر قرآن اور عرب کی بھولی میں منتقل ہو جاتی

ہے۔اسی طرح کوئی مسلمان احمدی بن جاتا ہے تو اس کا زاویہ نگاہ بدل جاتا ہے۔حضرت محمد (ﷺ) میں اس کی عقیدت کم ہوتی چلی جاتی ہے۔علاوہ بریں جہاں اس کی خلافت پہلے عرب اور ترکستان (ترکی) میں تھی اب وہ خلافت قادیان میں آجاتی ہے اور مکہ مدینہ اس کے لئے روایتی مقامات مقدسہ رہ جاتے ہیں۔کوئی بھی احمدی چاہے عرب، ترکستان، ایران یا دنیا کے کسی بھی گوشہ میں بیٹھا ہو وہ روحانی شکتی کے لئے قادیان کی طرف منہ کرتا ہے۔قادیان کی سرزمین اس کے لئے ''پنیہ بھولی'' (سرزمین نجات) ہے اور اس میں ہندوستان کی فضیلت کا راز پنہاں ہے۔ہر احمدی کے دل میں ہندوستان کے لئے پریم ہوگا۔کیونکہ قادیان ہندوستان میں ہے۔مرزا قادیانی بھی ہندوستان میں تھے اور اب جتنے خلیفے اس فرقہ کی رہبری کررہے ہیں۔وہ سب ہندوستانی ہیں۔آگے چل کر وہ مزید لکھتے ہیں: ''یہی ایک وجہ ہے کہ مسلمان احمدی تحریک کو مشکوک نگاہوں سے دیکھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ احمدیت ہی عربی تہذیب اور اسلام کی دشمن ہے۔خلافت تحریک میں بھی احمدیوں نے مسلمانوں کا ساتھ نہیں دیا۔کیونکہ وہ خلافت کو بجائے ترکی یا عرب میں قائم کرنے کے قادیان میں قائم کرنا چاہتے ہیں۔یہ بات عام مسلمانوں کے لئے جو پان اسلام ازم اور عربی سنگٹھن کے خواب دیکھتے ہیں۔کتنی مایوس کن ہو مگر ایک قوم پرست کے لئے باعث مسرت ہے۔''

(مضمون ڈاکٹر شنکر داس، مندرجہ اخبار بندے ماترم مورخہ ۲۲/اپریل ۱۹۳۲ء، منقول قادیانی مذہب ص۱۷۶تا۱۷۹)

ڈاکٹر موصوف نے قادیانی تحریک کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے قادیانی امت نے عملاً اسے درست ثابت کردیا ہے۔چنانچہ مولانا عتیق الرحمٰن تائب (سابق قادیانی مبلغ) اپنی کتاب فتنہ قادیانی میں لکھتے ہیں: ''اے پرستاران نبوت باطلہ! کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ تقسیم ملک کی وجہ سے تمہاری پوزیشن ازحد زوال پذیر ہوچکی تھی اور تم انقلاب تقسیم کے باعث سخت متذبذب وہراساں تھے کہ اب جائے پناہ کہاں تلاش کریں۔حتیٰ کہ اس وقت ابن کذاب مرزا محمود نے عالم اضطراب میں ایک بیان دیا جو کہ تمہارے مذہبی ارتداد اور نفاق آمیز ذہنیت کا مکمل آئینہ دار ہے۔'' (مرتد کی آزادی فی الواقع مسلوب ہوجاتی ہے۔کتنا واضح اعتراف ہے کہ قبلہ اہل اسلام کا ہے ہمارا نہیں)

''دنیا میں ہر شخص کے لئے آزادی ہے۔سوائے ہمارے مسلمانوں کے لئے قبلہ ہے اور ہندوؤں کے بھی تیرتھ ہیں۔وہ چھوڑ کر بھی جاسکتے ہیں یا اپنی کثرت تعداد اور قوت بازو سے ان کی حفاظت کرسکتے ہیں۔مگر ہماری حالت یہ ہے کہ ہم اپنے مقدس مقامات کو نہ چھوڑ کر جاسکتے ہیں اور نہ ہی ان کی حفاظت کرسکتے ہیں۔''

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

احمدی حضرات سے

سات سوال

جناب قاضی محمد حفیظ اللہ صاحب (پی سی ایس)

تفصیلی فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	التجا	۵۴۷
۲	میں احمدی کیوں نہیں ہوا؟	۵۴۷
۳	سوال نمبر:۱......کشف پیش گوئیاں اورالہام کیوں خاموش رہے؟	۵۵۲
۴	سوال نمبر۲......اللہ تعالیٰ کا پیغام بھیجنے کا طریقہ......مرزا قادیانی کے بارے میں اس سے انحراف کیوں؟	۵۵۵
۵	سوال نمبر:۳......اللہ تعالیٰ کا طریقہ وحی......مرزا قادیانی کے بارے میں اس سے انحراف کیوں؟	۵۵۷
۶	سوال نمبر:۴......اللہ تعالیٰ کا طریق عطائے نبوت نیز منصب ومقام نبوت......مرزا قادیانی کے بارے میں اس سے انحراف کیوں؟	۵۵۹
۷	سوال نمبر:۵......مرزا قادیانی اور تحریف قرآن	۵۶۵
۸	سوال نمبر:۶......سلطنت برطانیہ......رحمت یا لعنت؟	۵۶۷
۹	سوال نمبر:۷......احمدی حضرات اور پاکستان	۵۷۳
۱۰	مرزا قادیانی اوران کا کردار چند آیات قرآن کی روشنی میں	۵۷۳

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

’’نحمده ونصلی علیٰ رسوله الکریم‘‘

’’قال رسول اللّٰہ ﷺ مثلی ومثل الانبیاء کمثل رجل بنی دارافاتمها الّا لبنة واحدة فبعثت انا فاتممت تلک البنة (مسلم ج۲ ص۲۴۸، باب ذکر کونه ﷺ خاتم النّبیین)‘‘ ﴿رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ میری اور دوسرے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے مکان بنایا اور اس کو مکمل کیا۔ مگر اس میں ایک اینٹ کی جگہ خالی رہنے دی۔ چنانچہ میں مبعوث ہوا اور میں نے اس اینٹ کی جگہ پر کردی۔﴾

’’لا نبی بعدی (بخاری ج۱ ص۴۹۱، باب ذکر عن البنی اسرائیل)‘‘ ﴿میرے بعد کوئی نبی نہیں۔﴾

التجا

دربارگاہ رسالت پناہ

اک گدائے بےنوا دشمنان ختم نبوت کے دام تزویر کے تاروپود بکھیرنے کی ایک حقیر کوشش لے کر حاضر خدمت ہوا ہے۔

گر قبول افتد زہے عزوشرف
زچشم آستیں برادر وگوہر راتماشہ کن

قاضی محمد حفیظ اللہ

ایم۔اے، پی۔سی۔ایس (ریٹائرڈ)

میں احمدی کیوں نہیں ہوا؟

میں ابھی بچہ ہی تھا کہ مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ وزیرآباد تشریف لائے۔ رات غلہ منڈی میں انہوں نے تقریر کی۔ میں بھی اپنے دوستوں کے ہمراہ تقریر سننے چلا گیا اور تو کچھ میری سمجھ میں نہ آیا البتہ ایک صاحب نے ایک پنجابی نظم پڑھی جس کا ایک شعر مجھے اب بھی یاد ہے۔

ٹیچی ٹیچی[1] رب جانے کتھوں دی چڑیل اے
راتوں رات ہوندا جدھا مرزے نال میل اے

ترجمہ: خداجانے ٹیچی ٹیچی کہاں کی چڑیل ہے۔ جو رات کے وقت مرزا سے ملاقات کرتی ہے۔

[1] وہ فرشتہ جو رات کو مرزا قادیانی کو ملنے آتا۔ (حقیقت الوحی ص۳۳۲، خزائن ج۲۲ ص۳۴۶)

میں اور میرے دوست اس پر ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہوگئے اور میں یہ شعر گاتا ہوا گھر کو آ گیا...... ٹیچی ٹیچی رب جانے کتھوں دی چڑیل اے...... احمدیت کے متعلق یہ میرا پہلا تاثر تھا۔

۱۹۳۶ء میں میں میٹرک کا امتحان پاس کر کے لاہور آ گیا۔ میرے ایک دوست محمد انور خاں ہیں جو آج کل اسلام آباد میں ہیں اور بڑے مخلص اور بلند پایہ انسان ہیں۔ ان کے پھوپھا خواجہ محمد صدیق ہوا کرتے تھے جو احمدی (قادیانی) ہوگئے تھے۔ وہ ریلوے میں ملازم تھے اور ریلوے اسٹیشن کے پاس ریلوے کوارٹروں میں رہا کرتے تھے۔ خواجہ صاحب شطرنج کے بہت اچھے کھلاڑی تھے۔ خواجہ صاحب کے ایک دوست ڈاکٹر عبید اللہ ہومیو پیتھ تھے۔ جو مرزا غلام احمد قادیانی آنجہانی کے ''صحابی'' تھے اور ان کی صحبت نے خواجہ صاحب کو احمدی (قادیانی) کر لیا تھا۔ ڈاکٹر صاحب بھی شطرنج کے کھلاڑی، میں بھی شطرنج کا شائق تھا۔ کبھی کبھی چھٹی کے روز میں خواجہ صاحب کے ہاں شطرنج کھیلنے چلا جاتا۔ ڈاکٹر صاحب تو قریباً روزانہ وہاں آیا کرتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب سے بھی میری ایک آدھ شطرنج کی باری ہو جاتی۔ اس طرح سے میری ڈاکٹر صاحب سے جان پہچان ہوگئی۔

میں دین سے بالکل کورا تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے کچھ عرصہ بعد بڑی شفقت ومحبت سے دھیمے دھیمے مجھے احمدیت کی تبلیغ شروع کر دی اور مرزا غلام احمد قادیانی آنجہانی کی تصنیفات مجھے پڑھنے کے لئے دیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا مجھ پر بڑا احسان ہے کہ جب تک میرے دل ودماغ گواہی نہ دیں میں کسی بات کو تسلیم نہیں کرتا۔ دین کا علم نہ ہونے کی وجہ سے میں ڈاکٹر صاحب کے بعض دلائل کے سامنے عاجز آ جاتا۔ چنانچہ میں نے احمدی لٹریچر پڑھنے کے ساتھ ساتھ دین کا مطالعہ بھی شروع کر دیا۔ مرزا قادیانی کی تصنیفات پڑھتے پڑھتے میں نے ایک بات محسوس کی کہ مرزا قادیانی کی تحریر بھول بھلیوں کا چکر ہوتا ہے۔ جس میں ''قولوا قولا سدیدا (احزاب:۷۰)'' ﴿سیدھی، صاف، واضح، محکم، متوازن اور ٹھیک ٹھیک معنی بتا دینے والی بات کرو۔﴾ والی کوئی بات نہیں ہوتی۔ اگر آدمی دین کے علم کے بغیر اس میں گھس جائے تو اس کو باہر کا راستہ ملنا دشوار ہو جاتا ہے۔

غالباً ۱۹۳۸ء کی بات ہے۔ والد صاحب بھور شریفؒ جانے کی تیار کر رہے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا آپ بھور کیا لینے جاتے ہیں۔ انہوں نے بتلایا کہ وہ تلاش حق میں اودھ کے ایک بہت بڑے بزرگ کی خدمت میں حاصر ہوئے تو انہوں نے کہا ''تمہارا تو شمالی ہندوستان کے روحانی بادشاہ بھور شریف میں عرصہ سے انتظار کر رہے ہیں۔ تمہارا حصہ ان کے پاس ہے۔ ان کی خدمت میں حاضر ہو۔''

چنانچہ والد صاحب اودھ سے واپس آ کر بھور شریف پہنچے۔ جہاں فقیر فتح محمد نقشبندی مجددیؒ کا فیض عام جاری تھا اور جن کی روحانیت کی ضیاپاشیوں سے بھور شریف بقعۂ نور بنا ہوا تھا۔ فقیر صاحب نے والد صاحب کو حلقہ ارادت میں داخل کرتے ہوئے فرمایا: ’’معراج دین تم نے بہت انتظار کروایا۔‘‘ فقیر صاحب کے حلقہ ارادت میں داخل ہونے کے بعد ان پر حب الٰہی کا شدید غلبہ ہوا اور ہے۔ مشق سخن جاری اور چکی کی مشقت بھی، کے مصداق دفتر میں کام کرتے ہوئے بھی ان کی زندگی کا کوئی لمحہ بھی یاد خدا سے خالی نہ رہتا۔ ان کی عبادت کے متعلق میری سوتیلی والدہ مرحومہ ایک بات بیان کرتی ہے۔ ۱۹۶۵ء میں آئی تھی۔ شب عروسی سے لے کر ان کو فالج گرنے تک میں نے تمہارے باپ کو ہر رات کے بارہ بجے کے بعد جائے نماز پر ہی دیکھا۔

میں نے ایک روز والد صاحب سے ڈاکٹر عبید اللہ کا ذکر کیا اور کہا کہ یہ احمدی (قادیانی) حضرات تو بہت اچھے لوگ ہوتے ہیں۔ آپ احمدی (قادیانی) کیوں نہیں ہوئے۔ حالانکہ ہماری برادری کے بابا میراں بخش احمدی (قادیانی) ہو چکے ہیں۔ وہ مسکرائے اور کہنے لگے کہ مجھے بھی چچا میراں بخش نے احمدی (قادیانی) ہونے کی دعوت دی تھی۔ ہوا یوں کہ تمہاری والدہ کی وفات سے پہلے میرے چھوٹے بھائی عین عنفوان شباب میں فوت ہوگئے۔ پھر تمہاری والدہ فوت ہوگئی۔ اس کے آٹھ یوم بعد تمہارا نوزائیدہ بھائی محمد حنیف فوت ہوگیا۔ اس کے بعد تم سے بڑی تمہاری بہن فوت ہوگئی۔ ان پے بہ پے اموات نے میرے دل ودماغ کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا اور مجھے دائیں بازو پر فالج ہوگیا۔ چچا میراں بخش نے مجھے کہا کہ جب تک خلیفۃ المسیح (قادیانی خلیفہ) کے پاس نہیں جاؤ گے تمہیں آرام نہیں آئے گا۔ میں رات کو سویا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میں ایک روشن سڑک پر جارہا ہوں کہ یک دم ایک چیل نے جھپٹا مارا جس سے سڑک پر ایک آدھ سیکنڈ کے لئے اندھیرا چھا گیا۔ اس کے بعد سڑک پھر روشن ہوگئی۔ میں سمجھ گیا کہ یہ چیل چچا میراں بخش کی دعوت احمدیت (قادیانیت) تھی۔

دسمبر کا مہینہ تھا۔ میں فقیر صاحب کی خدمت میں بھور شریف پہنچا اور اپنی کیفیت بیان کی۔ عشاء کی نماز کے بعد حضور نے اپنی مٹی کی کٹیا میں مجھے طلب فرمایا۔ گھڑے میں سے ایک پیالہ میں پانی لے کر اس پر دم کر کے مجھے دے کر فرمایا: ’’آدھا پانی پی لو اور آدھا بازو پر مل لو۔ میں

---

[1] ضلع میانوالی تحصیل عیسیٰ خیل میں عیسیٰ خیل کے ریلوے اسٹیشن سے جانب مغرب کوئی ڈیڑھ میل کے فاصلے پر ایک گاؤں، مقامی زبان میں بھور ٹیلے کو کہتے ہیں۔ یہاں ایک مٹی کا ٹیلا ہے جس کے آس پاس لوگوں کے مکانات ہیں۔ آبادی معمولی سی ہے۔ آج کل فقیر فتح محمد صاحب کے خلف الرشید فقیر محمد صدیق صاحب نقشبندی مجددی (اعلی اللہ مقامہ) اپنی فیض گستری سے ایک دنیا کو مستفید فرمارہے ہیں۔

پچھلی شب تمہارے لئے دعا کروں گا۔“

میں پانی لے کر اپنے کمرہ میں آ گیا۔ پانی تھا کہ پگھلی ہوئی برف۔ اوپر سے شدید سردی کا موسم۔ میں نے آدھا اپنی پی لیا اور آدھا بازو پر مل کر سو گیا۔

رات خواب دیکھا کہ میں انگڑائی لے رہا ہوں۔ انگڑائی لیتے میں میری آنکھ کھل گئی۔ سحری کا وقت تھا۔ میں نے دیکھا کہ میں واقعی دونوں بازو اوپر کئے انگڑائی لے رہا ہوں۔ میرا فالج زدہ بازو بحمداللہ تندرست ہو چکا تھا۔ فقیر صاحب صبح آٹھ بجے کے قریب اپنے وظائف وغیرہ سے فارغ ہوتے تھے۔ میں حاضر ہو کر قدموں میں گر پڑا۔ آپ نے صرف اتنا فرمایا کہ: ”قربان جاؤں اس ذات پر جس نے مجھے تمہارے سامنے سرخرو کیا ہے۔“

واپسی پر میں نے چچا میراں بخش کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے مرشد کی دعا و برکت سے مجھے صحت دے دی ہے۔ چچا میراں بخش اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔ بیٹا مرزا غلام احمد قادیانی ایک کاذب مدعی نبوت ہے اس کو توجہ دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اپنی عادت سے مجبور میں نے مرزا قادیانی کی کتب لے کر اور زور شور سے پڑھنا شروع کر دیں اور اپنے نوٹس لیتا گیا۔ والد صاحب مرحوم و مغفور کا واقعہ دوسرا تاثر تھا جو میرے ذہن پر احمدیت (قادیانیت) کے خلاف قائم ہوا۔

۱۹۴۰ء کی بات ہے کہ میں ڈاکٹر عبیداللہ ہومیو پیتھ آنجہانی کی دوکان پر گیا۔ میں ان سے مرزا قادیانی کے چند الہامات کی وضاحت پوچھ رہا تھا کہ میں نے دیکھا کہ ڈاکٹر صاحب کسی اور طرف متوجہ ہیں۔ میں نے باہر سڑک پر دیکھا تو وہاں ایک خوبصورت لڑکا کھڑا تھا۔ جس کے نظارہ دید میں ڈاکٹر صاحب دنیا و مافیہا سے غافل ہو چکے تھے۔ میں ڈاکٹر صاحب کے چہرہ کے مد و جزر دیکھتا رہا اور ڈاکٹر صاحب اس لڑکے کو۔ جب وہ لڑکا وہاں سے چل دیا تو ڈاکٹر صاحب یکدم چونکے اور قدرے شرمساری سے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: ”ہر شخص کی کوئی نہ کوئی کمزوری ہوتی ہے۔“

میں نے اس دن جانا کہ ”زنا بالعین“ (آنکھ سے زنا کرنا) کیا ہوتا ہے اور ڈاکٹر صاحب سے کہا کہ میں مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے الہامات کی آپ سے وضاحت چاہ رہا تھا۔ یکدم آپ کی عدم توجہ دیکھ کر میں نے سوچا کہ آخر ایسی کون سی بات ہے جو آپ کے نزدیک مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے الہامات سے بھی زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ جب آپ کی نگاہیں اس خوبصورت لڑکے پر گڑھی ہوئی دیکھیں تو کیا آپ جانتے ہیں کہ میری سوچ کس رخ پر چل نکلی۔ سنئے:

اس وقت آپ کی عمر کم از کم پچاس برس ہوگی۔ اس عمر میں نفسانیت اور خواہشات کے جھکڑ سست پڑ جاتے ہیں۔ مجھے آپ کی کمزوری سے کوئی واسطہ نہیں۔ میں تو یہ سوچ رہا ہوں کہ جس

وقت میں آپ سے مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے الہامات کا ذکر خیر کر رہا تھا اس وقت آپ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر ایک خوبصورت لڑکے کی لذت نظارہ میں اس قدر محو ہو گئے کہ آپ کو دنیا جہاں کا ہوش نہ رہا۔ آپ اسے دیکھتے رہے اور میں آپ کے چہرے پر مدوجزر۔ میں سوچتا ہوں کہ جس نبی کی صحابیت نے آپ کو اس عمر تک قلب ونظر کی پاکیزگی سے سرفراز نہیں کیا اس کی نبوت مجھ جیسے طلسم شباب کی ہوشربائیوں کے نوگرفتار کو کیا دے گی۔

میری ڈاکٹر صاحب سے یہ آخری مذہبی بات چیت تھی۔ جس نے میرے ذہن پر احمدیت (قادیانیت) کے خلاف تیسرا اور نہایت گہرا اثر چھوڑا۔ آج سے کوئی بیس سال پہلے میری ملاقات ملک عبدالوحید سلیم صاحب سے ہوئی۔ وہ بڑے خوش اخلاق، ہمدرد اور مقناطیسی شخصیت کے مالک ہیں۔ دوسروں کے کام آنا ان کی فطرت ثانیہ ہے اور یہی بات ان کی میرے ساتھ دوستی کا باعث ہوئی۔ ۱۹۸۴ء میں مرزا طاہر احمد خلیفہ مسیح رابع لاہور تشریف لائے جہاں احمدی (قادیانی) حضرات کا ایک جلسہ تھا۔ ملک سلیم بھی احمدی (قادیانی) ہیں۔ وہ مجھے بھی اپنے ساتھ جلسہ میں لے گئے اور وہاں مجھے زور دیا کہ میں بھی مرزا طاہر سے کوئی سوال کروں۔ مگر میں نے انکار کر دیا۔ چند دن بعد میں نے ملک صاحب کو ایک سوال (جو پمفلٹ ہذا میں سوال نمبر (۱) ہے) لکھ دیا کہ اس کا جواب مرزا طاہر احمد سے لے کر مجھے بتاؤ۔ انہوں نے میرا سوال ربوہ (چناب نگر) بھیج دیا۔ جہاں سے انہیں ایک کتابچہ بعنوان ''نظام نو'' اس ہدایت کے ساتھ موصول ہوا کہ اپنے غیراز جماعت دوست کو یہ پڑھنے کے لئے دو۔ ملک صاحب نے یہ کتابچہ مجھے دے دیا۔ اس کا مطالعہ کرنے پر معلوم ہوا کہ اس میں کہیں بھی میرے سوال کا جواب نہیں۔ کیونکہ اس میں کہیں ذکر نہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے ''براہین احمدیہ'' میں ''سرمایہ'' پر کوئی تبصرہ کیا یا کم از کم ''براہین احمدیہ'' لکھتے وقت ان کو سرمایہ کا علم تھا۔

کتابچہ ''نظام نو'' اس تقریر پر مشتمل ہے جو مرزا بشیر الدین محمود احمد نے ۱۹۴۲ء میں کی۔ اس میں انہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کی ''الوصیت'' کا حوالہ دیا ہے جو انہوں نے ۱۹۰۵ء میں لکھی۔ اس کی شرط نمبر (۲) کے مطابق مرزا قادیانی نے ہر احمدی (قادیانی) خواہ مرد ہو یا عورت کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنی جائیداد کے ۱/۱۰ سے لے کر ۱/۳ تک حصہ کی وصیت جماعت احمدیہ (قادیانی جماعت) کے نام کر دے اور فرمایا: ''ان وصایا سے جو آمدن ہوگی وہ ترقی اسلام اور اشاعت علم قرآن وکتب دینیہ اور اس سلسلہ (یعنی احمدیت) کے واعظوں کے لئے خرچ ہوگی۔ اس طرح ہر ایک امر جو مصالح اشاعت اسلام میں داخل ہے جس کی اب تفصیل کرنا قبل از وقت ہے۔ وہ تمام

اموران اموال سے انجام پذیر ہوں گے۔‘‘ (نظام نوص ۱۱۷)

’’سرمایہ‘‘ پہلی بار ۱۸۶۷ء میں چھپی۔ مرزا قادیانی کو ’’الوصیت‘‘ لکھنا سوجھا بھی تو کب؟ ’’سرمایہ‘‘ کے چھپنے کے ۳۷ سال بعد اور مذکورہ بالا شرط (۲) کی وسعت وگہرائی کا مرزا بشیرالدین محمود احمد کو پورا علم ہوا بھی تو کب؟ ۱۹۴۲ء میں یعنی الوصیت کے لکھنے جانے کے ۳۷ سال بعد۔ ہے ’’سرمایہ‘‘ کے اس جواب کا کوئی جواب؟

۱۹۴۲ء میں تقریر کرتے ہوئے مرزا بشیرالدین محمود احمد فرماتے ہیں: ’’اب وقت آ گیا تھا کہ دنیا کے سامنے اس عظیم الشان پیغام کو ظاہر کر دیا جاتا۔‘‘

حیرانگی ہے مرزا بشیرالدین محمود احمد کی نظر الوصیت کے اس حصہ پر کیوں نہیں پڑی جو اس ’’عظیم الشان پیغام‘‘ کے غبارے سے ساری ہوا نکال دیتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اس میں ان کی کوئی اپنی مصلحت ہو۔ لہٰذا ہم اس حصہ کو نیچے درج کئے دیتے ہیں۔ الوصیت کی شرائط کے متعلق (جن میں شرط نمبر (۲) اوپر بیان ہوچکی ہے) مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ’’میری نسبت اور میرے اہل وعیال کی نسبت خدا نے استثناء رکھا ہے۔ باقی ہر ایک مرد ہو یا عورت ہو ان کو ان شرائط کی پابندی لازمی ہوگی اور شکایت کرنے والا منافق ہوگا۔‘‘ (الوصیت ص ۳۸، خزائن ج ۲۰ ص ۳۲۷)

دیکھا آپ نے رام رام جپنا، پرایا مال اپنا۔ اس کے برخلاف سرور کائنات ﷺ سے جب آپ کے ترکہ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو حضور نے فرمایا: ’’لا نورث ما ترکنا صدقہ‘‘ (بخاری باب المغازی حدیث نبی نظیر وباب غزوہ خیبر)

(ہماری وراثت نہیں ہوتی۔ ہم جو چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے)

یہ ہے عظیم الشان فرق ایک سچے اور ایک جھوٹے نبی میں۔

وہ اپنا سب کچھ امت کو دے گئے ...... یہ اپنا کیا دیتا امت کا بھی سمیت کر چلتا بنا۔

اس کے بعد کوئی عقل کا اندھا ہی مرزا غلام احمد پر ایمان لانے کی حماقت کرے گا۔

احمدی لٹریچر کے مطالعہ کے بعد جو سوالات میرے ذہن میں ابھرے اور آج تک جواب طلب ہیں وہ آئندہ صفحات میں آپ کے پیش خدمت ہیں۔ قاضی محمد حفیظ اللہ، ایم۔اے پی۔سی۔ایس (ریٹائرڈ)

سوال نمبر:۱...... کشف پیش گوئیاں اور الہام کیوں خاموش رہے؟

اٹھارویں اور انیسویں صدی میں یورپ کے جن اہل علم، حکما اور سائنسدانوں نے افکار ونظریات کی دنیا میں ایک تہلکہ مچادیا ان میں مندرجہ ذیل علم، حکماء اور سائنسدان بھی تھے:

۱......	کانٹ	۱۷۲۴ء	تا	۱۸۰۴ء
۲......	ہیگل	۱۷۷۰ء	تا	۱۸۳۱ء
۳......	ڈارون	۱۸۰۹ء	تا	۱۸۸۲ء
۴......	مارکس	۱۸۱۸ء	تا	۱۸۸۳ء
۵......	فرائڈ	۱۸۵۶ء	تا	۱۹۳۹ء
۶......	آئن سٹائن	۱۸۷۹ء	تا	۱۹۵۵ء

مرزاغلام احمد قادیانی ۱۸۳۹ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۰۸ء میں وفات پاگئے۔اس طرح ڈارون، مارکس، فرائڈ اور آئن سٹائن ان کے ہم عصروں میں سے تھے۔ڈارون مارکس اور فرائڈ کے نظریات اور فلسفوں نے ایک دنیا کو اللہ تعالیٰ سے برگشتہ کردیا اور مارکس کے فلسفہ نے تو خاص کر اللہ تعالیٰ کو اس دنیا سے نکال باہر کیا۔مارکس کی کتاب ''سرمایہ'' (Capital) جو اشتمالیت (Communism) کا قرآن ہے۔پہلی بار ۱۸۶۷ء میں چھپی اور دنیا میں پھیل گئی۔دوسری بار یہ کتاب ۱۸۷۳ء میں چھپی اور مشتہر ہوگئی۔مرزاغلام احمد قادیانی آنجہانی نے اپنی کتاب ''براہین احمدیہ'' جس پر انہوں نے بعدازاں اپنی نبوت کی بنیاد رکھی ۱۸۸۰ء سے ۱۸۸۴ء تک لکھی۔یعنی ''سرمایہ'' کے دوسری بار چھپنے کے سات سال بعد شروع کی اور چار سال تک لکھتے رہے۔''سرمایہ'' کے مطالعہ نے بڑے بڑے مسلمان علماء وحکماء کو بھی ہلا کر رکھ دیا۔حتیٰ کہ علامہ اقبال جیسے بلند پایہ فلسفی بھی مارکس کے متعلق یہ کہے بغیر نہ رہ سکے۔''نیست پیغمبر و لے دارد کتاب'' اس سے اہل علم اور صاحب نظر لوگوں کے نزدیک ''سرمایہ'' کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

مرزاغلام احمد قادیانی ۱۹۰۸ء میں وفات پاگئے اور جس سلطنت برطانیہ کے لئے وہ بارگاہ الٰہی میں عمر بھر دعویٰ کرتے رہے وہ بھی ان کے مرنے کے دوسو یا چار سو سال بعد نہیں بلکہ صرف ۳۹ سال بعد ہندوستان سے اپنا بوریا بستر لپیٹ کر چلتی بنی۔اب ذرا مرزاقادیانی کے مندرجہ ذیل الہامات ملاحظہ فرمائیں۔

۱...... ''انت منی بمنزلة اولادی'' اے مرزا تو مجھ سے میری اولاد جیسا ہے۔

(اربعین نمبر۴ص۲۱، خزائن ج۱۷ص۴۵۲)

۲...... ''اعلموا ان فضل اللہ معی وان روح اللہ ینطق فی نفسی'' جان لو کہ اللہ کا فضل میرے ساتھ ہے اور اللہ کی روح میرے نفس میں بولتی ہے۔

(انجام آتھم ص۱۷۶، خزائن ج۱۱ص ایضاً)

۳...... ’’اعطیت صفة الافناء والاحیاء من رب الفعال ‘‘ مجھے رب فعال کی طرف سے مارنے اور زندہ کرنے کی صفت دی گئی ہے۔ (خطبہ الہامیہ ص۲۳، خزائن ج۱۶ص ۵۵،۵۶)

۴...... ’’انما امرک اذا اردت شیئا ان تقول له کن فیکون ‘‘ اے مرزا تیری شان یہ ہے کہ تو جس چیز کو کہہ دے ’’ہوجا‘‘ وہ ہوجاتی ہے۔

(حقیقت الوحی ص۱۰۵، خزائن ج۲۲ص ۱۰۸)

پہلی بات تو یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے مرزا قادیانی کو زندگی اور موت اور کن فیکون کے اختیارات دے دیئے تھے تو ان کو اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ بس خود ہی کہہ دیا ہوتا۔ ’’سلطنت برطانیہ تا قیامت پائندہ باد‘‘ اور سلطنت برطانیہ کو اپنی بساط لپیٹنے کی نوبت ہی نہ آتی۔ لیکن اگر اپنی عبودیت کے اظہار کے لئے وہ عمر بھر سلطنت برطانیہ کے لئے دعا کرتے ہی رہے تو یہ کیسی نبوت اور کیسی دعا تھی کہ ادھر گئے مرزا قادیانی اور ادھر گئی سلطنت برطانیہ۔ موت وزندگی اور کن فیکون کے اختیارات دھرے کے دھرے رہ گئے۔

مرزا قادیانی ۱۹۰۸ء میں فوت ہوگئے اور ان کی وفات کے ۹ اور صرف ۹ سال بعد یعنی ۱۹۱۷ء میں لینن نے روس میں انقلاب اشتمالیت برپا کر کے خدا کے انکار پر ایک پوری سلطنت قائم کر دی اور اب اشتمالیت کا یہ سیلاب آدھی دنیا سے زیادہ کو ہڑپ کر چکا ہے۔ چند دن پہلے تک یہ سیلاب البانیا، لیبیا، یمن، شام، عراق اور افغانستان جیسے اسلامی ملکوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے کر ہمارے ملک کی سرحدوں سے ٹکرا رہا تھا اور لطف کی بات یہ ہے کہ مرزا قادیانی کے (اشتہار مورخہ ۲۱/دسمبر ۱۸۹۶ء مجموعہ اشتہارات ج۲ص ۲۹۴) میں مندرجہ ذیل پیش گوئی کو بھی اپنے ساتھ بہا لے گیا ہے۔

’’میں نے عالم کشف میں اس کے متعلق دیکھا کہ میرے محل پر غیب سے ایک ہاتھ مارا گیا اور اس ہاتھ کے چھونے س اس محل میں سے ایک نور ساطعہ نکلا جو اردگرد پھیل گیا اور میرے ہاتھوں پر اس کی روشنی ہوئی۔ تب ایک شخص بولا اللہ اکبر۔ خربت خیبر اس کی تعبیر یہ ہے کہ محل سے مراد میرا دل ہے اور وہ نور قرآنی معارف ہیں۔ خیبر سے مراد تمام خراب مذہب ہیں۔ جس میں شرک اور باطل کی ملعونی ہے۔ سو مجھے بتلایا گیا کہ اس مضمون[1] کے خوب پھیلنے کے بعد جھوٹے مذہبوں کا جھوٹ کھل جائے گا اور قرآنی سچائی زمین پر دن بدن پھیلتی چلی جائے گی۔ جب تک کہ اپنا دائرہ پورا نہ کرلے۔‘‘

[1] یہ اس مضمون کی طرف اشارہ ہے جو مرزا قادیانی نے دسمبر ۱۸۹۶ء میں ٹاؤن ہال لاہور میں ہونے والی مذاہب عالم کانفرنس میں پڑھا اور جو بعد میں ’’اسلامی اصول کی فلاسفی‘‘ کے نام سے چھپا۔

’’براہین احمدیہ‘‘ کو شروع سے لے کر آخر تک پڑھ جائیے۔ اس میں ’’سرمایہ‘‘ کا توڑ تو کیا اس کا ذکر تک نہیں جو اس بات کا ثبوت ہے کہ مرزا قادیانی کو بایں دعویٰ نبوت ’’سرمایہ‘‘ کی خبر تک نہ تھی اور نہ یہ خبر تھی کہ یہ کتاب دنیا میں ان کے مرنے کے صرف ۹ سال بعد کفر والحاد اور مادیت کا ایسا طوفان لانے والی ہے جو طوفان نوح کو بھی مات کر دے گا۔ اس بات کو اور بھی زیادہ اہمیت حاصل ہو جاتی ہے جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے اپنی نبوت بگھارنے کے لئے اوٹ پٹانگ پیش گوئیوں[1] اور الہامات کی تو بھرمار کر دی جن میں ان کے دشمنوں کے ہلاک ہونے کی خبر دی جاتی۔ لیکن دنیا پر ان کی وفات کے ہزار سال بعد نہیں بلکہ صرف ۹ سال بعد انقلاب اشتمالیت کی شکل میں اتنی بڑی آفت آنے کے بارے میں نہ انہیں کوئی کشف ہوا، نہ کوئی الہام ہوا۔ حتیٰ کہ انہیں کوئی خواب تک نہ آیا تا کہ وہ دنیا کو خبردار کر جاتے کہ عنقریب دنیا پر ایک بہت بڑا روز بد آنے والا ہے۔ آخر کیوں؟ کیا یہی ہے نبوت کیا یہی ہے خدا کا بروز لاحول ولا قوۃ!

سوال نمبر۲...... اللہ تعالیٰ کا پیغام بھیجنے کا طریقہ...... مرزا قادیانی کے بارے میں اس سے انحراف کیوں؟

اللہ تعالیٰ قرآن حکیم کی سورۂ ابراہیم کی آیت نمبر(۴) فرماتے ہیں: ’’وما ارسلنا من رسول الابلسان قومه ليبين لهم‘‘ ہم نے اپنا پیغام دینے کے لئے جب کوئی رسول بھیجا ہے اس نے اپنی قوم ہی کی زبان میں پیغام دیا ہے تا کہ وہ انہیں اچھی طرح کھول کر بات سمجھائے۔

موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہوئے جن کی زبان عبرانی تھی۔ لہٰذا توریت عبرانی میں نازل ہوئی۔ سرور کائنات ﷺ بنی اسماعیل کی طرف مبعوث ہوئے جن کی زبان عربی تھی۔ لہٰذا قرآن حکیم عربی میں نازل ہوا۔

اب سوال یہ ہے کہ مرزا قادیانی کس قوم کی طرف مبعوث ہوئے اور اس قوم کی زبان کیا تھی؟ مرزا قادیانی نے قادیان میں دعویٰ نبوت کیا۔ قادیان صوبہ پنجاب کے ضلع گورداسپور میں واقع ہے۔ پنجاب میں رہنے والے لوگ پنجابی زبان بولتے ہیں۔ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ

---

[1] پیش گوئیوں کے چند نمونے ملاحظہ ہوں۔ (۱) میں فنا کر دوں گا غضب نازل کروں گا۔ (البشریٰ ج۲، دافع البلاء ص۲۳، خزائن ج۱۸ ص۲۴۳) (۲) ’’شاتان تذبحان‘‘ دو بکریاں ذبح کی جائیں گی۔ (حقیقت الوحی ص۲۶۲، خزائن ج۲۲ ص۲۷۴) (۳) وہ تین کو چار کرے گا۔ (اشتہار ۲۰؍فروری ۱۸۸۶ء، تذکرہ طبع سوم ص۱۳۹) چند بے معنی الہامات: (۱) پریشن، عمر براطوس یا پلاطوس، آخری لفظ پڑطوس ہے یا پلاطوس بباعث سرعت معلوم نہیں ہوا۔ (البشریٰ، تذکرہ طبع سوم ص۱۱۵) (۲) بلا نازل یا حادث یا...... (البشریٰ، تذکرہ طبع سوم ص۴۷۲) (۳) عورت کی چال، ایلی ایلی سبقتانی بریت (البشریٰ، تذکرہ طبع سوم ص۵۹۷)

مرزا قادیانی کی بعثت پنجابیوں کی طرف تھی تو قرآن حکیم کے مذکورہ بالا اصول کے مطابق مرزا قادیانی کی ساری کی ساری وحی پنجابی زبان میں ہونا چاہئے تھی۔ اس کے برعکس صورتحال یہ ہے کہ مرزا قادیانی کی تصنیف شدہ ۸۰ کے قریب کتابوں میں سے (جنہیں مرزا قادیانی اور ان کے متبعین کے نزدیک وحی کا مقام حاصل ہے) ایک کتاب بھی پنجابی زبان میں نہیں۔ آخر کیوں؟

کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ ایسا اس لئے ہوا کہ مرزا قادیانی کی نبوت اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں تھی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی سنت میں تبدیل نہیں کیا کرتے۔ اس بارے میں قرآن حکیم کا اعلان بالکل دوٹوک اور واضح ہے۔

''فلن تجد لسنة الله تبديلا ولن تجد لسنة الله تحويلا (فاطر:۴۳)'' ﴿تم اللہ کے طریقے میں ہرگز کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے اور تم کبھی نہ دیکھو گے کہ اللہ تعالیٰ سنت کو اس کے مقررہ راستے سے کوئی طاقت پھیر سکتی ہے۔﴾

مرزا غلام احمد قادیانی کے الہامات پر بھی ایک نگاہ ڈالتے چلئے۔ مرزا قادیانی کے الہامات عربی، اردو، فارسی، انگریزی وغیرہ میں ہیں۔ پنجاب تو کیا دنیا بھر میں بھی کوئی قوم ہی نہیں جو یہ سب زبانیں ایک ساتھ بولتی ہو۔ ایک قوم کی مادری زبان صرف ایک ہوتی ہے۔ یہ بھانت بھانت کی بولیا ایک متنبّی کے شایان شان...... ہوں تو ہوں خدا تعالیٰ کے شایان شان بالکل نہیں۔ خیر اگر مرزا قادیانی ہی کی بات مان لی جائے تو کیا میں اس وقت بھی کروڑہا انسان چینی، روسی اور حبشی زبانیں بولتے تھے۔ اگر دور نہ جائیں تو ہندوستان ہی میں پشتو، بلوچی، بنگالی، مرہٹی وغیرہ زبانیں بولی جاتی تھیں۔ اگر ان زبانوں میں بھی ایک آدھ الہام ہو جاتا تو مرزا قادیانی کی ہر طرف دھاک بیٹھ جاتی ہے۔ مرزا قادیانی کا اپنا کہنا ہے۔

''زیادہ تر تعجب کی بات یہ ہے کہ بعض الہامات مجھے ان زبانوں میں ہوتے ہیں۔ جن سے مجھے کچھ بھی واقفیت نہیں جیسے انگریزی، سنسکرت یا عبرانی وغیرہ۔''

(نزول مسیح ص ۵۷، خزائن ج ۱۸ ص ۴۳۵)

انگریزی کے متعلق مرزا قادیانی کے جھوٹ کا بھانڈا ان کے اپنے ہی بیٹے نے مرزا قادیانی کے متعلق اپنی تصنیف (سیرت المہدی ج اص ۴۳، روایت نمبر ۴۹) میں یہ لکھ کر پھوڑ دیا۔

''مرزا قادیانی نے سیالکوٹ شہر میں ڈپٹی کمشنر کی کچہری میں قلیل تنخواہ پر ملازمت کر لی تھی۔ وہ ۱۸۶۴ء سے ۱۸۶۸ء تک چار سال اس ملازمت میں رہے۔''

’’دوران ملازمت انہوں نے انگریزی کی بھی ایک دو کتابیں پڑھیں۔‘‘

خیر ہمیں باپ بیٹے کے جھگڑے میں پڑ کر کیا لینا ہے۔ہم مرزا قادیانی کی بات ہی مان لیتے ہیں کہ وہ انگریزی نہیں جانتے تھے۔اب ایک انگریزی الہام ملاحظہ فرمائیں:

He halts in the Zila Peshawar.

یہ کسی قوم کی زبان ہو یا نہ ہو۔کم ازکم اتنا واضح ہے کہ جس خدا نے یہ الہام کیا تھا اس کو پانچویں جماعت کے طالب علم جتنی انگریزی بھی نہیں آتی تھی۔

مرزا قادیانی نے متعدد زبانوں میں الہامات کا دعویٰ کر کے یہاں بھی قانون الٰہی کو توڑ کر قوانین الٰہی کی یہ شکست وریخت کچھ اور ثابت کرے یا نہ کرے۔کم ازکم اتنا ضرور ثابت کرتی ہے کہ مرزا قادیانی کا کم ازکم اللہ تعالیٰ سے کوئی تعلق نہ تھا اور یہ بات مرزا قادیانی کے اپنے فرمان کی کہ وہ سلطنت برطانیہ کے خودکاشتہ پودا ہیں کہ واحد۔صحیح اور مستند ترین تفسیر ہے۔کبھی احمدی حضرات نے بھی اس بارے میں غور فرمایا۔

سوال نمبر:۳...... اللہ تعالیٰ کا طریقہ وحی...... مرزا قادیانی کے بارے میں اس سے انحراف کیوں؟

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں سورۂ شوریٰ کی آیت نمبر (۵۱) میں وحی کرنے کی تین اور صرف تین طریقے ارشاد فرمائے ہیں۔آیت یہ ہے:’’**وما کان لبشر ان یکلمه الله الّا وحیا اومن ورائی حجاب اویرسل رسوله فیوحی باذنه مایشآء انه علی حکیم**‘‘کسی بشر کا یہ مقام نہیں کہ اللہ اس سے روبرو بات کرے۔اس کی بات یا تو وحی (اشارے) کے طور پر ہوتی ہے یا پردے کے پیچھے سے یا پھر وہ کوئی پیغامبر (فرشتہ) بھیجتا ہے اور اس کے حکم سے جو وہ چاہتا ہے وحی کرتا ہے۔وہ برتر اور حکیم ہے۔

یہ تین طریقے ہیں:

۱...... اشارہ۔

۲...... پردے کے پیچھے سے فرمان۔

۳...... فرشتہ کے ذریعے سے وحی پہنچانا۔

مذکورہ بالا تین طریقوں کے علاوہ سارے قرآن مجید میں کسی چوتھے طریقہ کا ذکر تو کیا اشارہ تک نہیں۔

اب آیئے مرزا قادیانی کی طرف۔ ان کی تصنیف شدہ کتابوں کی تعداد ۸۰ کے قریب ہے۔ جن کے متعلق ان کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ وحی خداوندی ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مرزا قادیانی سے قبل لاکھوں پیغمبر مبعوث فرمائے۔ کیا ان پیغمبروں میں ایک بھی ایسا تھا جو مصنف بھی ہو گزرا ہو؟ ۸۰ تصنیفات تو الگ رہیں۔ اس نے ایک چھوٹا سا کتابچہ ہی تصنیف کیا ہو اور دعویٰ کیا ہو کہ یہ خدا کی طرف سے ہے۔ یہ دعویٰ بہرحال مرزا قادیانی کا ضرور ہے اور اس بارے میں قرآن حکیم کا واضح اعلان ہے۔

’’فویل للذین یکتبون الکتٰب بایدیهم ثم یقولون هذا من عند الله یشتروا به ثمنا قلیلاً فویل لهم مما کتبت ایدیهم وویل لهم مما یکسبون (البقرة:۷۹)‘‘ ﴿سو خرابی ہے ان کو اپنے ہاتھوں کے لکھے سے اور پھر کہہ دیتے ہیں کہ یہ خدا کی طرف سے ہے تاکہ لیویں اس پر تھوڑا سا مول۔ سو خرابی ہے ان کو اپنے ہاتھوں کے لکھے سے اور خرابی ہے ان کی اپنی کمائی سے۔﴾

اب ’’فویل لهم مما کتبت ایدیهم وویل لهم مما یکسبون‘‘ کی عملی تفسیر بھی دیکھتے چلئے۔

مرزا قادیانی نے ممانعت جہاد اور انگریزوں کی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھیں اور اشتہارات شائع کئے کہ بقول ان کے اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو ان سے پچاس الماریاں بھر سکتی ہیں۔ جہاد قرآن حکیم کا حکم ہے۔ اس کو صرف وحی سے منسوخ کیا جاسکتا ہے۔ لہٰذا اس کی ممانعت میں جو کچھ لکھا گیا وہ وحی ٹھہری۔ انگریزوں کی اطاعت کے متعلق مرزا قادیانی کا بحیثیت نبی فرمان بھی وحی ٹھہری۔ اب مرزا قادیانی کی ۱۹۰۸ء میں وفات کے صرف ۳۹ سال بعد یعنی ۱۹۴۷ء میں جب انگریز بھی ہندوستان سے اپنی بساط سلطنت لپیٹ کر چلتے بنے تو یہ پچاس الماریاں وحی بیکار ہو کر رہ گئی۔ اس وحی کا اس طرح بیکار ہو جانا احمدی حضرات کے لئے ایک بہت بڑا المیہ ہے۔ کیونکہ وحی عمل کا تقاضا کرتی ہے اور ایک مٹی ہوئی سلطنت سے وفاداری احمقوں کی جنت میں رہنے سے کم نہیں۔ ایک بات بہرحال واضح ہے کہ بیکار ہو جانے کے بعد یہ وحی بھی اسی طرح مٹ جائے گی جس طرح کہ انگریزی سلطنت مٹ گئی۔ یہ وقت (العصر) کا واضح اور دوٹوک فیصلہ ہے۔ ہے کوئی اسے قبول کرنے والا۔

اس وقت دنیا میں قرآن حکیم اور واحد کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ کی سچی اور حقیقی وحی ہے اور جس کا ۱۴۰۰ سال سے یہ اعلان ہے۔ ’’تنزیل الکتٰب من الله العزیز الحکیم‘‘ (یہ

کتاب اللہ زبردست ودانا نے نازل کی ہے)''ذلک الکتٰب لاریب فیہ''(یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اس میں کوئی شک نہیں) یہ وحی آج بھی اپنی گوناگوں جلوہ طرازیوں کے ساتھ جگ مگ جگ مگ کر رہی ہے اور اسی طرح تا قیامت تابندہ رہے گی۔ احمدی حضرات کو کبھی اگر فرصت ملے اور اپنی آنکھوں سے اندھی عقیدت کا پردہ اتار کر قرآن حکیم کی اس شان یکتائی کا مرزا قادیانی کی بیکار اور فرسودہ وحی سے مقابلہ کر دیکھیں تو بعید نہیں۔ ان کی آنکھیں کھل جائیں اور اللہ تعالیٰ انہیں اسلام کے دامن رحمت میں لوٹ آنے کی توفیق ارزانی فرمائیں۔

سوال نمبر:۴...... اللہ تعالیٰ کا طریق عطائے نبوت نیز منصب ومقام نبوت......مرزا قادیانی کے بارے میں اس سے انحراف کیوں؟

انبیاء اور مرسلین علیہم السلام کا معاملہ کسی خارجی تحریک، مشورہ یا رہنمائی پر منحصر نہیں ہوتا۔ ان پر آسمان سے وحی نازل ہوتا ہے اور ان کے منصب ومقام کی قطعی اور واضح طریقہ پر خبر دی جاتی ہے وہ اس یقین سے سرشار ہوتے ہیں اور پہلے دن سے اس کا اعلان کرتے ہیں اور اس پر اصرار کرتے ہیں۔''وبذلک امرت وانا اوّل المسلمین''(مجھے اس کا حکم ہوا ہے اور میں پہلا فرمانبردار ہوں)''وبذلک امرت وانا اوّل المؤمنین''مجھے اس کا حکم ہوا ہے کہ میں اس پر پہلا یقین کرنے والا ہوں۔

اب آیئے مرزا قادیانی کی طرف۔ مرزا قادیانی کو مسیح موعود بننے کا خیال کیسے آیا؟ حکیم نوردین صاحب نے مرزا قادیانی کو جو خط لکھا وہ تو دستیاب نہیں۔ البتہ اس خط کا جو جواب مرزا قادیانی نے دیا اس میں اس مشورہ کا حوالہ ہے۔ یہ خط ان کے مجموعہ مکاتیب میں موجود ہے اور اس پر ۲۴؍جنوری ۱۸۹۱ء کی تاریخ موجود ہے۔ اس خط سے پتہ چلتا ہے کہ کس نے مرزا قادیانی کو یہ سکیم سمجھائی۔ مرزا قادیانی کی اس تاریخی خط کا اقتباس نیچے دیا جاتا ہے۔

''جو کچھ آں مخدوم نے تحریر فرمایا ہے کہ اگر دمشقی حدیث کے مصداق کو علیحدہ چھوڑ کر الگ مثیل مسیح کا دعویٰ ظاہر کیا جائے تو اس میں حرج کیا ہے؟ حقیقت میں اس عاجز کو مثیل مسیح بننے کی کچھ حاجت نہیں۔ یہ بننا چاہتا ہے کہ خدائے تعالیٰ اپنے عاجز اور مطیع بندوں میں داخل کر لیوے۔ مگر ہم ابتلاء سے کسی طرح بھاگ نہیں سکتے۔ خدائے تعالیٰ نے ترقیات کا ذریعہ صرف ابتلاء ہی کو رکھا ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے:''احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا اٰمنا وھم لا یفتنون''(کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ بس اتنا کہنے پر چھوڑ دیئے جائیں گے کہ ہم ایمان

لائے اوران کو آزمایا نہ جائے گا)‘‘ (مکتوبات احمدیہ ج۲ص۹۸،مکتوب نمبر۶۳)

اس مشورہ کے حقیقی اسباب ومحرکات کیا تھے؟ کیا یہ حکیم صاحب کی دوربینی دوراندیشی اورحوصلہ مندطبیعت ہی کا نتیجہ تھا یا یہ حکومت وقت کے اشارے سے تھا۔ اس کا جواب ڈھونڈنے سے پہلے اس وقت کے سیاسی، معاشرتی اور مذہبی حالات پر ایک اچٹتی ہوئی نظر ڈالنا ضروری ہے۔

’’انیسویں صدی عیسوی تاریخ میں اس لحاظ سے خاص امتیاز رکھتی ہے کہ اسلامی ممالک میں دماغی بے چینی اور اندرونی کشمکش اپنے شباب کو پہنچ چکی تھی۔ ہندوستان اس بے چینی اور کشمکش کا خاص میدان تھا۔ یہاں بیک وقت مشرقی ومغربی تہذیبوں، جدید وقدیم نظام تعلیم اور نظام فکراوراسلام ومسیحیت میں معرکہ کارزار گرم تھااور دونوں طاقتیں زندگی کے لئے ایک دوسرے سے نبردآزماتھیں۔‘‘

’’۱۸۵۷ء کی آزادی کی کوشش ناکام ہوچکی تھی۔ ہندوستان کے مسلمانوں کے دل شکست کے صدمہ سے زخمی اوران کا دماغ ناکامی کی چوٹ سے مفلوج ہورہا تھا۔ وہ دوسری غلامی کے خطرہ سے دوچار تھا۔ سیاسی غلامی اور تہذیبی غلامی، ایک طرف نوخیز فاتح انگریزی سلطنت نے نئی تہذیب وثقافت کی توسیع واشاعت کا کام شروع کردیا تھا۔ دوسری طرف ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں پھیلے ہوئے عیسائی پادری مسیحیت کی دعوت وتبلیغ میں خاص سرگرمی دکھا رہے تھے۔ وہ عقائد میں تزلزل پیدا کردینے اور عقیدہ وشریعت اسلامی کے ماخذوں اور سرچشموں کے بارے میں متشکک اور بدگمان بنادینے کو اپنی بڑی کامیابی سمجھتے تھے......‘‘

’’فرق اسلامیہ کا آپس کا اختلاف تشویشناک صورت اختیار کرگیا تھا۔ ہر فرقہ دوسرے فرقہ کی تردید میں سرگرم اور کمر بستہ تھا۔ مذہبی مناظروں اور مجادلوں کا بازار گرم تھا۔ جن کے نتیجہ میں اکثر زدوکوب، قتل وقتال اور عدالتی چارہ جوئیوں کی نوبت آتی۔ سارے ہندوستان میں ایک مذہبی خانہ جنگی سی برپا تھی۔ اس صورتحال نے بھی ذہنوں میں انتشار، تعلقات میں کشیدگی اور طبیعتوں میں بیزاری پیدا کردی تھی اور علماء کے وقاراور دین کے احترام کو بڑا صدمہ پہنچا تھا۔‘‘

دوسری طرف خام صوفیوں اور جاہل دلق پوشوں نے طریقت وولایت کو بازیچہ اطفال بنارکھا تھا۔ انہوں نے اپنے شطحات والہامات کی بڑے پیمانے پر اشاعت کی تھی۔ جابجا لوگ الہام کا دعویٰ اور عجیب وغریب خوارق اور بشارتوں کی روایت کرتے پھرتے تھے۔ اس کے اثر سے عوام میں اسرار ورموز خوارق وکرامات اور غیبی اطلاعات خوابوں اور پیش گوئیوں کے سننے کا

غیر معمولی شوق پیدا ہو گیا تھا۔ جو شخص یہ جنس جتنی زیادہ پیش کرتا تھا اتنا ہی وہ عوام میں مقبول ہوتا اور ان کی عقیدت واحترام کا مرکز بنتا۔ عیار درویشوں اور چالاک دلق پوشوں نے عوام کی اس ذہنیت سے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔ طبیعتیں اور دماغ ناقابل فہم چیز کے قبول کرنے کے لئے ہر نئی چیز کو ماننے کے لئے ہر دعوت وتحریک کا ساتھ دینے کے لئے اور ہر روایت اور افسانے کی تصدیق کے لئے تیار ہو گئی تھیں۔

مسلمانوں پر عام طور پر یاس وناامیدی اور حالات وماحول سے شکست خوردگی کا غلبہ تھا۔ ۱۸۵۷ء کی جدوجہد کے انجام اور مختلف دینی اور عسکری تحریکوں کی ناکامی کو دیکھ کر معتدل اور معمولی ذرائع اور طریق کار سے انقلاب حال اور اصلاح سے لوگ مایوس ہو چکے تھے اور عوام کی بڑی تعداد کسی مرد غیب کے ظہور اور ملہم اور مؤید من اللہ کی آمد کی منتظر تھی۔ کہیں کہیں یہ خیال بھی ظاہر کیا جاتا تھا کہ تیرھویں صدی کے اختتام پر مسیح موعود کا ظہور ضروری ہے۔ مجلسوں میں زمانہ آخر کے فتنوں اور واقعات کا چرچا تھا۔ شاہ نعمت اللہ ولی کشمیری کی طرز کی پیش گوئیوں اور الہامات سے سہارا حاصل اور غم غلط کیا جاتا تھا۔ خواب فالوں اور غیبی اشاروں میں مقناطیسی کی کوشش تھی اور وہ ٹوٹے ہوئے دلوں کے لئے مومیائی کا کام دیتے تھے۔

پنجاب ذہنی انتشار وبے چینی، ضعیف الاعتقادی اور دینی ناواقفیت کا خاص مرکز تھا۔ ہندوستان کا یہ علاقہ اسی برس سکھ حکومت کے مصائب برداشت کر چکا تھا جو ایک طرح کی مطلق العنان فوجی حکومت تھی۔ ایک صدی سے کم کے اس عرصہ میں پنجاب کے مسلمانوں کے عقائد میں تزلزل اور دینی حمیت میں خاصا ضعف آچکا تھا۔ صحیح اسلامی تعلیم عرصہ سے مفقود تھی۔ اسلامی زندگی اور معاشرے کی بنیادیں متزلزل ہو چکی تھیں۔ دماغوں اور طبیعتوں میں انتشار وپراگندگی تھی اور مختصر اقبال کے الفاظ میں ؎

خالصہ شمشیر و قرآں رابرد
اندراں کشور مسلمانی بمرد

ترجمہ: سکھ تلوار اور قرآن لے گئے اور اس ملک میں اسلام کا خاتمہ ہو گیا۔

اس صورتحال میں پنجاب کو ذہنی بغاوت اور ایک ایسی جدت پسند تحریک دعوت کے سرسبز وکامیاب ہونے کے لئے موزوں ترین میدان بنادیا تھا۔ جس کی بنیاد تاویلات والہامات پر ہو۔ قوم کے بڑے حصہ کا مزاج وہ بن گیا تھا جس کو اقبال نے ان لفظوں میں بیان کیا ہے ؎

مذہب میں بہت تازہ پسند اس کی طبیعت کرلے کہیں منزل تو گزرتا ہے بہت جلد

تحقیق کی بازی ہو تو شرکت نہیں کرتا
ہو کھیل مریدی کا تو ہرتا ہے بہت جلد
تاویل کا پھندا کوئی صیاد لگا دے
یہ شاخ نشیمن سے اترتا ہے بہت جلد
(ضرب کلیم)

دوسری جانب انگریزوں کو حضرت سید احمد بریلوی شہید کی دینی اور روحانی شخصیت اور ان کی تحریک ودعوت سے بڑا نقصان پہنچا تھا اور اس دور میں مہدی سوڈانی کے دعویٰ مہدویت سے سوڈان میں ایک زبردست شورش پیدا ہوچکی تھی۔ اس سب کے توڑ اور آئندہ کے خطرات کے سدباب کے لئے یہی صورت تھی کہ کوئی قابل اعتماد شخصیت جس نے مسلمانوں میں اپنی دینی خدمات اور مذہبی جوش سے اثر ورسوخ پیدا کرلیا ہو مسیح موعود کے دعوے اور اعلان کے ساتھ کھڑی ہو اور وہ مسلمان جو ایک عرصہ سے مسیح موعود کے منتظر ہیں۔ اس کے گرد جمع ہوجائیں۔

اب دیکھتے ہیں کہ مرزا قادیانی خود اس بارے میں کیا کہتے ہیں۔ لیفٹیننٹ گورنر بہادر پنجاب کے نام اپنی درخواست مورخہ ۲۴؍فروری ۱۸۹۸ء میں مرزا قادیانی عرض پرداز ہیں۔

’’میری اس درخواست سے جو حضور کی خدمت میں مع اسماء مریدین روانہ کرتا ہوں۔ مدعا یہ ہے کہ اگرچہ میں ان خدمات خاصہ کے لحاظ سے جو میں نے اور میرے بزرگوں نے محض صدق دل اور اخلاص اور جوش اور وفاداری سے سرکار انگریزی کی خوشنودی کے لئے کی ہیں۔ عنایت خاص کا مستحق ہوں۔ صرف التماس یہ ہے کہ سرکار دولت مدار...... اس خود کاشتہ پودا کی نسبت نہایت حزم واحتیاط اور تحقیق اور توجہ سے کام لے اور اپنے ماتحت حکام کو ارشاد فرمائے کہ وہ بھی اس خاندان کی ثابت شدہ وفاداری اور اخلاص کا لحاظ رکھ کر مجھے اور میری جماعت کو ایک خاص عنایت اور مہربانی کی نظر سے دیکھیں...... اس لئے کہ یہ ایک ایسی جماعت ہے جو سرکار انگریزی کی نمک پروردہ اور نیک نامی حاصل کردہ مورد مراحم گورنمنٹ ہے۔‘‘

اب معاملہ بالکل صاف ہوگیا۔ حکومت برطانیہ نے حکیم نوردین کو اشارہ کیا۔ اس نے مرزا قادیانی کو ساری سکیم سمجھا دی اور مرزا قادیانی نے دعویٰ شروع کر دیئے۔ .... مجدد پھر محدث پھر مسیح موعود اور پھر نبی بن گئے۔ مرزا قادیانی کی نبوت اپنی نوعیت کے لحاظ سے ایک بالکل ہی انوکھی اور نرالی نبوت ہے۔ کیونکہ اس میں ایک تدریجی ارتقاء ہے۔ جیسا کہ سرکاری ملازمت میں ہوتا ہے۔ پہلے جونیئر کلرک پھر سینئر کلرک۔ پھر اسسٹنٹ اور پھر سپرنٹنڈنٹ۔ قرآن حکیم کی رو سے ایک نبی پہلے دن ہی نبی ہوتا ہے۔ اسے مجدد، محدث وغیرہ سیڑھیاں نہیں چڑھنا پڑتیں۔ لازمی تھا کہ انگریز کے خود کاشتہ پودا کا پھل اس کی عین مرضی کے مطابق ہوتا۔ اس بارے میں

مرزا قادیانی کی تحریریں اور ان کے متبعین کے بیانات نیچے ملاحظہ ہوں۔

اپنی جماعت کو خطاب کرتے ہوئے مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ’’انگریزی سلطنت تمہارے لئے ایک رحمت ہے۔ تمہارے لئے ایک برکت .... کی طرف سے تمہاری وہ سپر ہے۔ پس تم دل وجان سے اس سپر کی قدر کرو۔‘‘

(اشتہار مندرجہ تبلیغ رسالت ج۱۰، مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۵۸۴)

میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید اور حمایت میں گزرا ہے اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزوں کی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں اور اشتہارات شائع کئے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو ان سے پچاس الماریاں بھر سکتی ہیں...... میری یہ ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ مسلمان اس سلطنت کے سچے خیر خواہ بن جائیں۔

(تریاق القلوب ص۱۵، خزائن ج۱۵ ص۱۵۵)

’’میں اپنے کام کو نہ مکہ میں اچھی طرح چلا سکتا ہوں نہ مدینہ میں، نہ روم میں، نہ شام میں، نہ ایران میں، نہ کابل میں۔ مگر اس گورنمنٹ میں جس کے اقبال کے لئے دعا کرتا ہوں۔‘‘

(تبلیغ رسالت ج۶، مجموعہ اشتہارات ج۲ ص۳۷۰)

’’میں خدائے تعالیٰ سے عہد کیا ہے کہ کوئی مبسوط کتاب بغیر اس کے تالیف نہیں کروں گا جو اس میں قیصرہ ہند کا ذکر نہ ہو۔‘‘ (نور الحق حصہ اوّل ص۲۹، خزائن ج۸ ص۳۹)

’’میرے اعلیٰ مقاصد جو جناب قیصرہ ہند کے سایہ کے نیچے انجام پذیر ہو رہے ہے۔ ہرگز ممکن نہ تھا کہ وہ کسی اور گورنمنٹ کے زیر سایہ انجام پذیر ہو سکتے۔ اگرچہ وہ .... اسلامی گورنمنٹ ہی ہوتی۔‘‘ (تحفہ قیصریہ ص۳۱، خزائن ج۱۲ ص۲۸۳)

حکومت برطانیہ کی اس حد تک خوشامد ایک ایسی قبیح اور نفرت انگیز حرکت تھی جس سے خود مرزا قادیانی کے متبعین کو بھی شرم آنے لگی۔ جس پر مرزا بشیر الدین محمود احمد آنجہانی خلیفہ ثانی نے انہیں یہ ڈانٹ پلائی۔

’’حضرت مسیح موعود نے فخریہ لکھا ہے کہ میری کوئی کتاب ایسی نہیں جس میں میں نے گورنمنٹ کی تائید نہ کی ہو۔ مگر مجھے افسوس ہے کہ میں نے غیروں سے نہیں بلکہ احمدیوں کو کہتے سنا ہے...... کہ ہمیں مسیح موعود کی تحریریں پڑھ کر شرم آجاتی ہے۔ انہیں شرم کیوں نہیں ہے؟ اس لئے کہ ان کے اندر کی آنکھ کھلی نہیں۔‘‘ (احمدی اخبار الفضل بابت ۷؍جولائی ۱۹۳۲ء)

اس ڈانٹ کا مطلب صرف اتنا تھا کہ کیا الفاظ ’’خود کاشتہ پودا‘‘ سے بھی تمہیں سمجھ نہیں آئی کہ یہ نبوت کس کا فیضان ہے۔ لہٰذا اگر مرزا قادیانی حکومت برطانیہ کی ....توصیف نہ کرتے تو یہ کفران نعمت ہوتا۔ جس کا کوئی احمدی احمدی ہوتے ہوئے تصور نہیں کرسکتا۔

مرزا قادیانی سلطنت برطانیہ کی اطاعت ووفاداری کی تبلیغ کرتے کرتے ۱۹۰۸ء میں فوت ہوگئے۔ مگران کے متبعین نے ان کے کام کو جاری رکھا اور حکومت برطانیہ نے اپنے مفاد کی خاطر احمدی جماعت کی اعانت اور حفاظت کا سلسلہ قائم رکھا۔ اس ضمن میں مرزا بشیرالدین محمود احمد آنجہانی خلیفہ ثانی کا مندرجہ ذیل اعلان قابل غور ہے۔

’’گورنمنٹ برطانیہ کے ہم پر بڑے احسان ہیں اور ہم بڑے آرام اور اطمینان سے زندگی بسر کرتے ہیں اور مقاصد پورے کرتے ہیں...... اگر دوسرے ممالک میں تبلیغ کے لئے جائیں تو وہاں بھی برٹش گورنمنٹ ہماری مدد کرتی ہے۔‘‘ (برکات خلافت ص۶۵)

............احمدیوں کے خلاف تحریک اٹھی تو احمدیوں کی حفاظت کا خاص انتظام کیا گیا اور ڈپٹی کمشنر نے حکم دیا کہ اب اگر ’’احمدیوں‘‘ کو کوئی تکلیف ہوئی تو مسلمانوں کے جتنے لیڈر ہیں۔ ان سب کو نئے قانون کے ماتحت ملک بدر کر دیا جائے گا۔ (انوار خلافت ص۹۶)

روسیہ (یعنی روس) میں اگرچہ تبلیغ احمدیت کے لئے گیا تھا۔ لیکن چونکہ سلسلہ احمدیہ اور برٹش حکومت کے باہمی مفاد ایک دوسرے سے وابستہ ہیں۔ اس لئے جہاں میں اپنے سلسلہ کی تبلیغ کرتا وہاں لازماً مجھے گورنمنٹ انگریزی کی خدمت گزاری بھی کرنا پڑتی تھی۔

(بیان میاں محمد امین قادیانی مبلغ مندرجہ احمدی اخبار الفضل بابت ۲۸؍ستمبر ۱۹۲۲ء)

دنیا ہمیں انگریزوں کا ایجنٹ سمجھتی ہے۔ چنانچہ جب جرمنی میں احمدیہ عمارت کی تقریب میں ایک جرمن وزیر نے شمولیت کی تو حکومت نے اس سے جواب طلب کیا کہ کیوں تم ایسی جماعت کی تقریب میں شامل ہوئے جو انگریزوں کی ایجنٹ ہے۔

(خطبہ مرزا بشیرالدین محمود احمد خلیفہ ثانی مندرجہ احمدی اخبار الفضل بابت یکم؍نومبر ۱۹۳۴ء)

اگر مرزا غلام احمد قادیانی خود کو سلطنت برطانیہ کا ’’خود کاشتہ پودا‘‘ کہیں اور ان کے خلیفہ ثانی مرزا بشیرالدین محمود احمد آنجہانی احمدیہ جماعت کو دنیا کی نگاہ میں ’’انگریزوں کی ایجنٹ‘‘ بتائیں تو ہم کچھ کہنے والے کون ہوتے ہیں۔ کیا احمدی حضرات اپنے نبی اور اس کے خلیفہ ثانی کی مذکور الصدر تحریر اور خطبہ سے انکار کرسکتے ہیں؟ اگر نہیں تو وہ خود ہی فیصلہ کرلیں کہ مندرجہ ذیل آیات کی روشنی میں ان کا اسلام سے کتنا تعلق ہے۔

اللہ تعالیٰ ایک نبی کو صرف اس لئے مبعوث فرماتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کا تعلق سب سے کاٹ کر صرف اللہ تعالیٰ سے جوڑ دے۔اس پر مندرجہ ذیل آیات دلائل قاطع ہیں۔

’’ایاک نعبد وایاک نستعین‘‘ ﴿ہم صرف تیری عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھی سے مدد مانتے ہیں۔﴾

’’ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسھم واموالھم بان لھم جنۃ‘‘ ﴿اللہ تعالیٰ نے مومنین سے ان کی جانیں اور مال ودولت جنت کے بدلے خرید لئے ہیں۔﴾

’’ان صلوٰتی ونسکی ومحیایی ومماتی للہ رب العلمین‘‘ ﴿میری نماز میری قربانی میری زندگی میری موت صرف اللہ رب العالمین کے لئے ہے۔﴾

’’والذین آمنوا اشد حبا للہ‘‘ ﴿مومنین سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں۔﴾

اب احمدی حضرات اس شیشہ میں خود اپنا چہرہ دیکھ لیں۔

علامہ اقبالؒ نے احمدیت پر تبصرہ کرتے ہوئے غلط نہیں کہا تھا ؎

تو نے پوچھی ہے امامت کی حقیقت مجھ سے
حق تجھے میری طرح صاحب اسرار کرے

ہے وہی تیرے زمانے کا امام برحق
جو تجھے حاضر وموجود سے بیزار کرے

موت کے آئینے میں تجھ کو دکھا کر رخ دوست
زندگی تیرے لئے اور بھی دشوار کرے

دے کر احساس زیاں تیرا لہو گرما دے
فقیر کی سان چڑھا کر تجھے تلوار کرے

فتنۂ ملت بیضا ہے امامت اس کی
جو مسلمان کو سلاطین کا پرستار کرے

(اقبال)

سوال نمبر:۵......مرزا قادیانی اور تحریف قرآن

قرآن حکیم میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے:’’اطیعوا اللہ واطیعو الرسول واولی الامر منکم‘‘یعنی تم خدا کی اطاعت کرو رسول کی اطاعت کرو اور تم میں سے جنہیں کچھ اختیارات سونپے جائیں ان کی اطاعت کرو۔مرزا قادیانی نے اس آیت کے لکھنے کے بعد تحریر فرمایا ہے:

’’اولی الامر سے مراد جسمانی طور پر بادشاہ اور روحانی طور پر امام الزماں ہے اور جسمانی طور پر جو شخص ہمارے مقاصد کا مخالف نہ ہو اور اس سے مذہبی فائدہ ہمیں حاصل ہو سکے وہ ہم میں سے ہے۔اس لئے میری نصیحت اپنی جماعت کو یہی ہے کہ وہ انگریزوں کی بادشاہت کو اپنے اولی الامر میں داخل کریں اور دل کی سچائی سے ان کے مطیع رہیں۔‘‘ (ضرورت الامام ص۲۳، خزائن ج۱۳ص۴۹۳)

قرآن کریم نے تو خدا رسول اور جماعت مؤمنین میں سے ان افسران ماتحت کی اطاعت کو فرض قرار دیا تھا۔ جنہیں کچھ اختیارات تفویض کئے گئے ہوں۔ لیکن مرزا قادیانی نے بے دریغ قرآن کریم کی تحریف کر کے کفار کی اطاعت کو فرض قرار دے دیا۔ مرزا قادیانی سے تو جرمنی کا مشہور ومعروف شاعر گوئٹے بھی قرآن دانی میں کہیں آگے تھا اور اس کی سوچ عین اسلام کے مطابق تھی۔ مرزا قادیانی اپنے دعوے نبوت کے باوجود انگریز کی اطاعت کے شرک سیاسی میں سرتاپا غرق تھے۔ لیکن گوئٹے نے جب قرآن حکیم پڑھا تو بے اختیار پکار اٹھا۔ ''اس کا پڑھنے والا کبھی کسی کا غلام نہیں ہوسکتا۔''

مرزا قادیانی نے آیت کا صرف اتنا حصہ لیا جس کو وہ توڑ مروڑ سکتے تھے اور آیت کے اس حصے کو چھوڑ دیا جو ان کی مذکورہ تحریف قرآن کا بھانڈا بیچ چوراہے پھوڑ دیتا۔ پوری آیت یہ ہے: ''یاایھا الذین اٰمنوا اطیعو اللہ واطیعوا الرسول واولی الامرمنکم فان تنازعتم فی شئ فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الاخر ذلک خیر واحسن تاویلا (نساء:۵۹)'' ﴿اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان لوگوں کی جو تم میں سے صاحب امر ہوں۔ پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ میں نزاع ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف پھیر دو۔ اگر تم واقعی اللہ اور روز آخر پر ایمان رکھتے ہو۔ یہی ایک صحیح طریق کار ہے اور انجام کے اعتبار سے بہتر ہے۔﴾

آیت کا خط کشیدہ فقرہ مرزا قادیانی کمال عیاری سے چھوڑ گئے۔ کیونکہ یہ وہ ہڈی تھی جو ان کے حلق سے گذر نہ سکتی تھی۔ سوال یہ ہے کہ اگر انگریز اولی الامر تھے تو ان سے نزاع کی صورت میں کس کی طرف رجوع کیا جاتا۔ ظاہر ہے کہ انگریز تو مسلمانوں کے خدا اور رسول کو مانتے نہیں تھے۔ لہٰذا مسلمانوں کے خدا اور رسول کی طرف تو رجوع ہو نہیں سکتا تھا۔ شاید ایسی صورت میں مرزا قادیانی کے ذہن میں خدا اور رسول سے مراد ملکہ برطانیہ اور سیکرٹری آف سٹیٹ ہوں۔ کیونکہ انگریز کی حکومت میں تو انہی کی طرف رجوع ہوسکتا تھا۔

پتہ نہیں احمدی حضرات کے پاس اس کا کیا جواب ہے۔

انگریز کا عہد سیاسی شرک کا عہد تھا۔ کیونکہ انگریز کی حکومت غیر اللہ کی حکومت تھی۔ انگریز کو اولی الامر میں داخل کرنا قرآن حکیم کی وہ بدترین تحریف تھی جس سے بدتر تحریف شاید یہودیوں نے بھی توریت کی کبھی نہ کی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ سے اس قدر بے خوفی...... نبوت تو کجا اس بے خوفی کے ساتھ تو مسلمان ہونے کا دعویٰ بھی میل نہیں کھاتا۔

کیا کہتے ہیں احمدی حضرات اس بارے میں؟

سوال نمبر:۶......سلطنت برطانیہ......رحمت یا لعنت؟

مرزا قادیانی اپنی کتاب ''کتاب البریہ'' میں رقم طراز ہیں: ''اب میرے سوانح اس پر ہیں کہ میرا نام غلام احمد میرے والد صاحب کا نام غلام مرتضیٰ اور دادا کا نام عطاء محمد اور میرے پڑدادا کا نام گل محمد تھا...... ہماری قوم مغل برلاس ہے۔ اب میرے ذاتی سوانح یہ ہیں کہ میری پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں سکھوں کے آخری وقت میں ہوئی اور میں ۱۸۵۷ء میں سولہویں یا سترھویں برس میں تھا۔'' (کتاب البریہ ص۱۳۴، ۱۴۵، خزائن ج۱۳ ص۱۶۲، ۱۷۷)

مرزابشیرالدین محمود احمد آنجہانی فرزند اکبر وخلیفہ ثانی مرزاغلام احمد آنجہانی اپنی تصنیف (سیرت مسیح موعود ص۲) پر لکھتے ہیں: ''آپ (یعنی مرزاغلام احمد) قریباً ۱۸۳۶ء یا ۱۸۳۷ء میں اسی گاؤں میں مرزاغلام مرتضیٰ صاحب کے ہاں جمعہ کے دن پیدا ہوئے۔''

اسی صفحہ پر نیچے حاشیہ میں تحریر ہے: ''صاحبزادہ مرزابشیراحمد صاحب ایم.اے کی تحقیقات کی رو سے حضرت اقدس علیہ السلام کی پیدائش ۱۳؍فروری ۱۸۳۵ء ہے۔''

ناطقہ سربگریباں اسے کیا کہئے؟ ہمیشہ باپ بتاتے آئے ہیں کہ ان کے ہاں بیٹا کب پیدا ہوا۔ یہاں بیٹے بتاتے ہیں کہ ان کے ابّا حضور کب پیدا ہوئے؟ سوال یہ ہے کہ اگر کتاب البریہ کی تحریر میں کوئی اینچ پیچ ہوتا تو پھر مرزا قادیانی کی تاریخ پیدائش میں تصحیح کا کسی حد تک جواز ہوتا۔ لیکن یہاں تو کتاب البریہ کی تحریر بالکل صاف واضح اور غیر مبہم ہے۔ پھر اس کی تصحیح چہ معنی دارد؟ اس پر لطف یہ کہ ایک بیٹا کہتا ہے کہ ابّا حضور ۱۸۳۶ء یا ۱۸۳۷ء میں پیدا ہوئے اور دوسرا کہتا ہے کہ نہیں ۱۸۳۵ء میں پیدا ہوئے۔ چلو اگر ہم تسلیم کرلیں کہ احمدی حضرات میں ایک بیٹا بھی بتا سکتا ہے کہ اس کا باپ کب پیدا ہوا تو پھر اس نیرنگی کا کیا جواب ہے کہ مرزابشیرالدین محمود احمد اور مرزابشیراحمد میں ایک ہی باپ (مرزاغلام احمد قادیانی) کی اولاد ہوتے ہوئے اپنے باپ کی پیدائش میں اتفاق نہیں۔ خیر یہ ایک جملہ معترضہ تھا۔ اب اگر مرزا قادیانی کی اپنی بات مانی جائے تو ۱۸۵۷ء میں ان کی عمر سولہ یا سترہ برس تھی اور اگر ان کے بیٹے مرزابشیراحمد کی بات مانی جائے تو ۱۸۵۷ء میں مرزا قادیانی کی عمر ۲۳ برس تھی۔ اس سے کم ازکم اتنا واضح ہے کہ ۱۸۵۷ء میں مرزا قادیانی کوئی بچے نہیں تھے۔ بلکہ بھرپور جوان تھے اور ۱۸۵۷ء میں انگریزوں نے اپنی کامیابی کے بعد مسلمانوں سے کیا سلوک کیا اس سے ناواقف نہیں ہوسکتے تھے۔ خاص کر جب ہر طرف ایک ایک درخت کے ساتھ کئی کئی مسلمانوں کی لاشیں لٹکی ہوتی تھیں۔ اس وقت کے سیکرٹری آف

سٹیٹ کا مقولہ تھا۔

Show me a Muslim and I will show you a rebel. (غدار کا دوسرا نام مسلمان ہے)

اب جس حکومت کو ’’مرزا قادیانی‘‘ خدا کی رحمت قرار دیتے تھے اس کے ماتحت مسلمانوں کی حالت زار بھی ملاحظہ کرتے چلیں۔ ولیم ہنٹر لکھتا ہے: ’’ایک وقت تھا کہ کوئی مسلمان مفلسی اور غریبی کا تصور بھی نہیں کرسکتا تھا اور اب یہ حالت ہے کہ وہ امارت کا خواب تک نہیں دیکھ سکتا۔ بنگال پر قبضہ کے بعد انگریز نے وہاں کی مسلمان آبادی کو معاشی طور پر پیس کر رکھ دیا۔‘‘

بنگال کے مسلمان نواب کوڑی کوڑی کے محتاج ہوگئے اور اپنی جوان بیٹیاں بیچ بیچ کر دو وقت کا گزارہ کرتے۔ غریب مسلمانوں کا کیا حال ہوگا اس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ مسلمانان اڑیسہ نے ملکہ برطانیہ کو...... ایک درخواست دی جس میں اپنی مفلسی اور ناداری کا رونا روتے ہوئے لکھا کہ: ’’اگر ہمیں یقین ہوجائے کہ ہمیں تیس روپے ماہوار کی نوکری مل جائے گی تو ہم ہمالیہ کی چوٹی پر چڑھنے اور بحر ہند کی تہ تک غوطہ لگانے کو تیار ہیں۔‘‘

انگریز کی غلامی جس کو بقول علامہ اقبالؒ، مرزا غلام احمد قادیانی نے ’’وحی کی سند‘‘ عطا کر دی۔ انگریز سے وفاداری اور اس کی مدح وتوصیف جو احمدی نبوت کا تانا بانا ہے، کے پیش نظر یہی کہہ سکتے ہیں کہ بمصداق ’’خوگر حمد سے تھوڑا سا گلہ بھی سن لے۔‘‘

مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفہ ثانی نے بھی ۱۹۴۲ء میں تقریر کرتے ہوئے انگریز نے جس طرح معاشی طور پر ہندوستان کو تباہ کیا تھا اس کا حوالہ دیتے ہوئے بڑے محتاط الفاظ میں کہہ ہی دیا۔

’’جرمن اور رومی اور ہسپانوی اس وقت بھوکے ہیں۔ اس لئے اگر ان کا اقتدار آیا تو وہ کچھ مدت تک بڑھ بڑھ کر ہاتھ ماریں گے اور مال و دولت کو لوٹتے چلے جائیں گے۔ جیسے ہندوستان جب انگریزوں کے قبضہ میں آیا تو انہوں نے بھی ہندوستان کی اقتصادی حالت پر خوب قبضہ جمایا۔‘‘ (’’نظام‘‘ مرزا بشیر الدین محمود احمد ص ۵۲)

انگریزوں کا امیران سندھ سے دوستی کا معاہدہ تھا۔ ۱۸۴۳ء میں چارلز نپیر (**Charles Napier**) انگریز جرنیل نے امیران سندھ کے بغیر کسی قصور کے اور ان کو کوئی الٹی میٹم دیئے بغیر سندھ پر حملہ کر کے اس پر قبضہ کرلیا۔ اس حرامزدگی کے باعث اس بے ضمیر کا اپنا ضمیر بھی بوکھلا اٹھا اور اس نے مرکزی حکومت کو یہ تار دینے کی بجائے کہ ***I have Sindh*** (میں نے سندھ پر قبضہ کرلیا ہے) یہ تار دیا۔ ***I have Sinned*** (میں نے ارتکاب گناہ کرلیا ہے)

’’۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں اس برصغیر کے عوام کی ناکامی کے بعد تہذیب وتمدن کے علمبرداروں نے تہذیب کو برہنہ کر دیا۔ شرافت کا منہ نوچ لیا۔ حیاء کے نقاب کو تار تار کر دیا۔ پردہ پوش خواتین کو گھروں سے نکال بالوں سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے گورے ٹامیوں کے کیمپوں میں پہنچا دیا گیا۔ جس مسلمان کو دیکھا اس کو شاہ کا طرفدار سمجھ کر سولی پر چڑھا دیا یا توپ دم کر دیا۔ ان نظاروں کو دیکھ کر ظہیر دہلوی نے کہا تھا ؎

جسے دیکھا حاکم وقت نے کہا یہ بھی قابل دار ہے‘‘

’’۱۳؍اپریل ۱۹۱۹ء کو بیساکھی کے روز جلیانوالہ باغ کے احتجاجی جلسہ میں جنرل ڈائر نے نہتے لوگوں پر انگریز سپاہیوں کے کئی دستوں کے ساتھ دھاوا بول دیا۔ جلیانوالہ باغ کو فوج نے چاروں طرف سے گھیر لیا اور بغیر کسی انتباہ کے پرامن عوام پر اندھا دھند گولیاں برسانا شروع کر دیں۔ نوجوان گولیاں کھا کھا کر گرتے تھے اور ان کی جگہ اور نوجوان آ کر کھڑے ہو جاتے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے جلیانوالہ باغ میں خون انسانی کی ندیاں بہنے لگیں۔ زخمی تڑپتے اور کراہتے ہوئے نظر آنے لگے۔ جو لوگ اس آتش باری سے جان بچانے کے لئے بھاگے وہ جلیانوالہ باغ کے کنوئیں میں گر کر جاں بحق ہو گئے۔ جلیانوالہ باغ میں ہر طرف لاشیں بکھری پڑیں تھیں اور کنواں لاشوں سے اٹ گیا تھا۔ ڈائر نے جس وحشت وبربریت کا مظاہرہ کیا اس نے ۱۸۵۷ء کے میجر ہڈسن اور کرنل نیل کے ظلم وستم کی داستان خونچکاں کی یاد تازہ کر دی۔ میجر ہڈسن وہ خونخوار بھیڑیا تھا جس نے مغل شہزادوں کے سر کاٹ کر ان کا چلو بھر خون پیا تھا اور ان شہزادوں کے سروں کو ایک طشت پر سجا کر ہندوستان کے آخری مغل شہنشاہ بہادر شاہ ظفر کی خدمت میں پیش کیا تھا اور کرنل نیل وہ شیطان صفت بدطینت وحشی درندہ تھا جس نے ۱۸۵۷ء میں مسلم خواتین کو برہنہ کر کے ان کے لواحقین کو ان سے برا بھلا کرنے پر مجبور کیا تھا اور جب ان مجاہدوں نے انکار کیا تو انہیں قتل کر دیا گیا اور ان شریف زادیوں کو وحشی ٹامیوں کے حوالے کر دیا گیا اور پھر جو ہوا سو ہوا۔ حتیٰ کہ وہ ہمیشہ کی نیند سو گئیں۔‘‘

کچھ شکستہ داستانیں کچھ پریشاں تذکرے

سلطنت برطانیہ جس کو مرزا قادیانی ’’خدا کی رحمت‘‘ قرار دیتے تھے اس کے یہی چمکتے دمکتے سنہری کارنامے تھے جنہیں دیکھ کر ہندوستان کا آخری تاجدار بوڑھا نحیف ونزار بہادر شاہ ظفر بلبلا اٹھا تھا۔

ظفر آدمی اس کو نہ جانئے گا ہو وہ کیسا ہی صاحب فہم وذکا
جسے عیش میں یاد خدا نہ رہی جسے طیش میں خوف خدا نہ رہا

(ظفر)

اگر مرزا قادیانی ان ستم رانیوں اور وحشت وبربریت کے باوجود انگریزی سلطنت کو ''رحمت خداوندی'' سمجھتے تھے تو پھر بیچارے چنگیز اور ہلاکو تو خواہ مخواہ میں بدنام ہیں۔ وہ تو انگریز کے مقابلے میں رحمت کے بہت بڑے فرشتے تھے۔ کیونکہ انہوں نے کبھی شریف زادیوں کو ننگا کر کے ان کے لواحقین کو ان سے برا بھلا کرنے پر مجبور نہیں کیا تھا۔ حالانکہ وہ کورے وحشی تھے اور ''مہذب'' انگریز کے مقابلے میں تہذیب وتمدن جیسی کوئی چیز ان کے پاس تک سے نہ گزری تھی۔ کٹے ہوئے سروں کے مینار، خون انسانی کی بہتی ہوئی ندیاں، کراہتے ہوئے زخمیوں کا تڑپنا اور بے بس عورتوں کی چیخ وپکار اور جلے ہوئے شہروں کی اڑتی ہوئی راکھ ان کے دل پسند مناظر تھے۔ لیکن ان کی قتل وغارت کی ساری تاریخ میں ایک واقعہ بھی نہیں جہاں انہوں نے بے بس عورتوں کو برہنہ کر کے ان کے لواحقین کو ان سے برا بھلا کرنے پر مجبور کیا ہو۔ لیکن یہ ننگ انسانیت طغرائے امتیاز اس سلطنت کو حاصل ہوا جو مرزا قادیانی کے قریب ''رحمت خداوندی'' تھی اور جس کے وہ عمر بھر قصیدے پڑھتے رہے۔ اگر یہ رحمت تھی تو پتہ نہیں لعنت کس کو کہتے ہیں۔

مرزا قادیانی کے کاروبار نبوت میں ان کے دست راست اور ان کے مرنے کے بعد ان کے خلیفہ اوّل حکیم نوردین آنجہانی مہاراجہ ہری سنگھ والئی کشمیر کے شاہی طبیب رہ چکے تھے۔ مہاراجہ ہری سنگھ سلطنت برطانیہ کے ان بدنام زمانہ گماشتوں میں سے ایک تھے جن کے ذریعے انگریز نے ریاستی عوام کو اپنے آہنی شکنجہ میں جکڑ رکھا تھا۔ مہاراجہ اور اس کی رعیت کے حالات سے حکیم نوردین آنجہانی مہاراجہ کے شاہی طبیب سے زیادہ کون واقف ہوسکتا تھا۔ قدرت اللہ شہاب مرحوم کو مہاراجہ کشمیر سے صرف ایک دفعہ ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ وہ مہاراجہ کا آنکھوں دیکھا حال بیان کرتے ہوئے اپنے ''شہاب نامہ'' میں رقمطراز ہیں:

''صوفے پر ہنر ہائینس راج راجیشو، مہاراج ادھیراج شری، مہاراجہ ہری سنگھ بہادر اندر مہندر سپہر سلطنت انگلشیہ جی.سی.ایس، آئی.جی.سی، آئی.ای.کے.سی.وی.او نڈھال بھینسے کی طرح اوندھے منہ پڑے تھے۔ ان کے جسم کا گوشت پوست صوفے پر یوں بکھرا ہوا تھا جیسے گندے کپڑوں سے بھرا ہوا سوٹ کیس تیز رفتار گاڑی سے باہر گر کر پھٹ گیا ہو۔''

مہاراجہ ہری سنگھ رات بھر شراب سے کچے اور پکے گوشت کا شغل فرماتے تھے اور دن بھر وید حکیم اور ڈاکٹر کشتوں کے پشتے لگا کر انہیں اگلی شب کے لئے تازہ دم کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ اس وقت بھی چند عورتیں اور مردان کے اعضائے رئیسہ وغریبہ کی خفی اور جلی مالش کرنے میں مصروف تھے۔ مہاراجہ کی آنکھیں کچھ کھلی اور کچھ بند تھیں اور ان کے کونوں میں گید گندے بیروزے کی طرح تہ در تہ جم رہی تھی۔

جس سلطنت برطانیہ کے سنہری کارنامے اوپر بیان ہو چکے ہیں۔ اس کا ''سپہر سلطنت'' اس سے مختلف کیسے ہوسکتا تھا۔ حکیم نوردین صاحب اس کے شاہی طبیب رہ چکے تھے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ اوپر بیان شدہ وید، حکیم اور ڈاکٹر جو ''شبھ کام'' کرتے تھے اس میں حکیم نوردین صاحب کا بھی اپنے شاہی طبیب ہونے کے دور میں کوئی حصہ رہ چکا ہو۔ ایک بات واضح ہے کہ مہاراجہ جیسی خبیث روح کے ماتحت مسلمانان کشمیر کی جو حالت زار تھی اس کے بارے میں حکیم صاحب کو کبھی ہمت نہ ہوئی کہ مہاراجہ سے احتجاج کریں۔ جب حکیم صاحب کا ''نبی'' سلطنت برطانیہ کا ثناخواں تھا تو سلطنت برطانیہ کے ایک گماشتے کے خلاف کسی خیال کو حکیم صاحب اپنے دل ودماغ میں کیسے جگہ دے سکتے تھے۔ وہ بھی مہاراجہ کی حکومت کو رحمت خداوندی کا ایک پرتو ہی سمجھتے ہوں گے۔

کشمیر کی آبادی کی اکثریت مسلمان تھی۔ ''سپہر سلطنت انگلشیہ'' کے سایہ عاطفت میں اس مسلمان آبادی کی ''شاندار حالت'' کے بارے میں قدرت اللہ شہاب مرحوم اپنے ''شہاب نامہ'' میں رقمطراز ہیں۔

حضرت آدم تو دانۂ گندم کی پاداش میں خلد سے نکلے تھے۔ لیکن ڈوگرہ راج میں کشمیری مسلمان دانہ گندم کی تلاش میں اپنی جنت ارضی سے نکلنے پر مجبور تھا۔ سردیاں آتے ہی وہ گلمرگ، گاندھربل، اچھابل، تراگ بل، بانڈی پور اور پانپور کے کوہساروں اور مرغزاروں سے نکل کر پنجاب کی دور دراز منڈیوں میں پھیل جاتے تھے۔ دن بھر غلے، لوہے اور کپڑے کی باربرداری کرتے تھے۔ بسوں اور تانگوں کے اڈوں پر سامان ڈھونڈتے تھے۔ لکڑی کے ٹالوں پر لکڑیاں پھاڑتے تھے اور شام کو مرغی کے بچوں کی طرح چھوٹے چھوٹے گروہوں میں اکٹھے بیٹھ کر چاول ابال لیتے تھے۔ خشکہ رات کو کھا کر آسمان تلے سو رہتے تھے[۱]۔ اس طرح خون پسینہ ایک کر کے گرمیوں میں جب کچھ نقدی بچا کر اور دواڑھائی من سامان پیٹھ پر لاد کر اپنی جنت گم گشتہ کی طرف

۱؎ یاد رکھیں کہ ہندو مسلمان کو ملیچھ یعنی شودر سے بھی بدتر سمجھتے تھے۔ اب شودر کے بارے میں منو مہاراج کے شاستر کا ایک شلوک ملاحظہ فرمائیں۔ ''اگر شودر دھن جمع کرے تو راجہ کا فرض ہے کہ وہ اس سے چھین لے۔ کیونکہ شودر مالدار ہو کر برہمنوں کو دکھ دیتے ہیں۔'' (منو ادھیائے ۹ شلوک ۶۷)

واپس لوٹتے تھے تو کہیں کسٹم والے ان کا مال لوٹتے تھے۔ کہیں کوئی ڈوگرا سردار برسرعام ڈرا دھمکا کران کی پونجی ہتھیا لیتا تھا۔ کہیں پولیس اور محکمہ مال کے اہلکار انہیں سرراہ پکڑ کر کئی کئی دن کئی کئی ہفتے مفت کی بیگار میں لگائے رکھتے تھے۔ یوں بھی کشمیری مسلمان کا بال بال ڈوگرا حکومت کے لاتعداد ٹیکسوں میں جکڑا رہتا تھا۔ پھولوں پر ٹیکس، سبزی پر ٹیکس، بھیڑ، بکری اور گائے پر ٹیکس، چولہا ٹیکس، کھڑکی ٹیکس، شال ٹیکس، نجار اور خیاط پر ٹیکس، بس فقط ایک حجام تھا جو ٹیکسوں کے مکڑی کے جالے میں کسی وجہ سے گرفتار نہ تھا۔

مسلمانوں کا مال ومتاع تو ہر وقت ریاست کے اہلکاروں، خفیہ نویسوں، رئیسوں اور جاگیرداروں کے رحم وکرم پر رہتا ہی تھا۔ اس غریب کی جان بھی اپنی سرزمین میں بے حد ارزاں تھی۔ ایک زمانے میں کشمیری مسلمان کی زندگی کی قانونی قیمت مبلغ دو روپے تھی۔ اگر کوئی سکھ یا ڈوگرا کسی مسلمان کو جان سے مار ڈالتا تو عدالت قاتل پر سولہ سے بیس روپے تک جرمانہ عائد کرسکتی تھی۔ دو روپے مقتول کے لواحقین کو عطاء ہوتے تھے اور باقی رقم خزانہ عامرہ میں داخل ہوتی تھی۔ جس وقت انگریزوں نے اس جنت ارضی کو ڈوگروں کے ہاتھ فروخت کیا تو نرخ دوبالا ہوگیا۔ کشمیر کا سودا ۷۵ لاکھ روپے میں ہوا تھا۔ اس وقت کی آبادی کے حساب سے باشندوں کی قیمت سات روپے فی کس کے قریب پڑی تھی۔ ڈوگرا راج میں کسی وقت بھی مسلمانوں کی زندگی ایک گائے کا درجہ بھی نہ پاسکی۔ شروع شروع میں گاؤکشی کی سزا موت تھی۔ ملزم کو رسیوں سے باندھ کر سڑکوں پر گھسیٹا جاتا تھا اور پھر سرعام پھانسی پر لٹکا دیا جاتا تھا۔ لیکن بعد میں بھی گائے ذبح کرنے کی سزا دس سال قید بامشقت ہمیشہ رہی۔ کئی جگہ عیدالاضحیٰ کے موقع پر بھیڑ یا بکری قربان کرنے کے لئے بھی حکومت کی اجازت حاصل کرنی پڑتی تھی جو کبھی ملتی تھی کبھی نامنظور ہو جاتی تھی...... ان سب دشواریوں، رکاوٹوں، پابندیوں اور لوٹ مار کے باوجود کشمیری ''ہاتو'' اپنی سرزمین کے ساتھ والہانہ طور پر وابستہ تھا۔

اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں یہود کے متعلق فرماتے ہیں: ''وضربت علیہم الذلة والمسکنة وباء وبغضب من اللہ'' اور ان پر ذلت اور محتاجی مسلط کردی گئی اور وہ اللہ کے غضب کے مستحق ہوگئے۔

اگر انگریز اور اس کے گماشتوں کے ماتحت مسلمانوں کی زندگی کو دیکھا جائے (جس کا کچھ حال اوپر بیان ہوا ہے) تو کیا یہ آیت مسلمانوں کی اپنی زندگی کی حرف بہ حرف تصویر کشی نہیں کرتی۔ اب جس سلطنت کے ماتحت مسلمانوں کی یہ حالت ہو اس سلطنت کو کوئی فاترالعقل ہی

خدا کی رحمت قرار دے سکتا ہے۔ کیا احمدی حضرات نے کبھی اس بارے میں غور فرمایا؟

سوال نمبر:۷......احمدی حضرات اور پاکستان

بھارتی دستور کے مطابق سکھ ہندوؤں ہی کا ایک فرقہ ہیں۔ سکھوں کے ایک لیڈر سنت جرنیل سنگھ بھنڈرانوالہ نے سکھوں میں آزاد خالصتان کی تحریک چلائی اور اپنا ہیڈ کوارٹر دربار صاحب امرتسر کو بنالیا جو سکھوں کا مقدس ترین مقام ہے۔ سنت جرنیل سنگھ بھنڈرانوالہ اور اس کے ساتھیوں کو پکڑنے کے لئے صرف اتنی کاروائی کافی تھی کہ دربار صاحب کو بجلی اور پانی کی سپلائی بند کردی جاتی اور کھانے کی کوئی شئے اندر نہ جانے دی جاتی۔ حتیٰ کہ سنت جرنیل سنگھ اور اس کے ساتھی بھوک پیاس سے نڈھال ہو کر اپنے آپ کو بھارتی پولیس کے حوالے کردیتے۔ لیکن ہوا یہ کہ بھارتی فوج نے دربار صاحب پر چڑھائی کر کے اس کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ سنت جرنیل سنگھ اپنے ساتھیوں سمیت مارا گیا۔ اس کے علاوہ بہت سے سکھ مرد، عورتیں اور بچے جو دربار صاحب کی یاترا کو آئے ہوئے تھے ان کو بھی بھارتی فوج کے سورماؤں نے بھون کے رکھ دیا۔ مزید برآں سکھوں کے بزرگوں کے تبرکات جو اب تک دربار صاحب میں محفوظ چلے آرہے تھے بھارتی فوج کی گولہ باری سے تباہ و برباد ہوگئے۔ بھارتی حکومت کا دربار صاحب پر فوجی کارروائی کا فیصلہ صحیح تھا یا غلط اس سے بالاتر ایک بات اظہر من الشّمس ہوگئی ہے کہ بھارتی حکومت کے نزدیک غیر ہندوؤں کے مذہبی مقامات اور مذہبی جذبات کوئی وقعت نہیں رکھتے۔ قائداعظم نے درست فرمایا تھا کہ ہندو بظاہر کتنا ہی بڑا نیشنلسٹ بنے اسے ذرا کھرچ کر دیکھئے تو اندر سے وہ کٹر فرقہ پرست مہاسبائی ہندو نکلے گا۔ خیر اب سوال یہ ہے کہ اگر کل کو پاک بھارت جنگ ہو جائے جس کی دھمکیاں دینا راجیو گاندھی وزیراعظم بھارت کا معمول بن چکا ہے اور بھارتی حکومت اندرون خانہ احمدی حضرات کو یہ دھمکی دے کر اگر تم نے پاکستان کے خلاف بھارت کا ساتھ نہ دیا تو قادیان (بھارت) میں موجود تمہارے ''نبی'' اور اس کے ''صحابیوں'' وغیرہ کی قبریں کھود کر ان کی ہڈیاں نکال کر جلادی جائیں گی اور تمہارے ''بہشتی مقبرہ'' کا نام ونشان تک مٹا دیا جائے گا تو ایسی صورت میں احمدی حضرات کس کا ساتھ دیں گے...... بھارت کا یا پاکستان کا؟

مرزا قادیانی اور ان کا کردار چند آیات قرآن کی روشنی میں

آیت نمبر:۱...... ''ولا تطع الکفرین والمتفقین ودع اذاهم وتوکل علی الله وکفی بالله وکیلا (الاحزاب:۴۸)'' ﴿اور ہرگز اطاعت نہ کرو کفار و منافقین کی اور کوئی پرواہ نہ کرو ان کی اذیت رسائی کی اور بھروسہ کرو اللہ پر اور اللہ ہی اس کے لئے کافی ہے کہ آدمی اپنے

معاملات اس کے سپرد کردے۔﴾

اس ضمن میں اب انبیائے قرآن اور مرزا قادیانی کا مؤقف دیکھئے:

انبیائے قرآن

حضرت نوح علیہ السلام: ’’واتل علیهم نبا نوح اذ قال لقومه یقوم ان کان کبر علیکم مقامی وتذکیری بایٰت الله فعلی الله توکلت فاجمعوا امرکم وشرکاء کم ثم لا یکن امرکم علیکم غمه ثم اقضوا الیّ ولا تنظرون (یونس:۷۱)‘‘ ﴿ان کو نوح کا قصہ سناؤ جب اس نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ: ’’اے برادران قوم! اگر میرا تمہارے درمیان رہنا ناقابل برداشت ہوگیا ہے تو میرا بھروسہ اللہ پر ہے۔ تم اپنے ٹھہرائے ہوئے شریکوں کو ساتھ لے کر ایک متفقہ فیصلہ کرلو اور جو منصوبہ تمہارے پیش نظر ہو اس کو خوب سوچ سمجھ لو تاکہ اس کا کوئی پہلو تمہاری نگاہ سے پوشیدہ نہ رہے اور پھر میرے خلاف عمل میں لے آؤ اور مجھے ہرگز مہلت نہ دو۔‘‘﴾

حضرت ہود علیہ السلام: ’’قال انی اشهد الله واشهدوا انی بری مما تشرکون من دونه فکیدونی جمیعا ثم لا تنظرون انی توکلت علی الله ربی وربکم (هود:۵۴تا۵۶)‘‘ ﴿ہود نے کہا: ’’میں اللہ کی شہادت پیش کرتا ہوں اور تم گواہ رہو کہ یہ جو اللہ کے سوا تم نے دوسروں کو خدائی میں شریک ٹھہرا رکھا ہے۔ اس سے میں بیزار ہوں۔ تم سب کے سب مل کر اپنی کرنی میں کسر اٹھا نہ رکھو اور مجھے ذرا مہلت نہ دو۔ میرا بھروسہ اللہ پر ہے۔ جو میرا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی۔‘‘﴾

سرور کائنات ﷺ: ’’قل ادعوا شرکاء کم ثم کیدون فلا تنظرون ان ولی الله الذی نزل الکتٰب وهو یتولی الصلحین (اعراف:۱۹۵،۱۹۶)‘‘ ﴿اے محمدؐ ان سے کہہ دو کہ بلالو اپنے ٹھہرائے ہوئے شریکوں کو پھر تم سب مل کر میرے خلاف تدبیریں کرو اور مجھے ہرگز مہلت نہ دو۔ میرا حامی اور ناصر وہ خدا ہے جس نے یہ کتاب نازل کی اور وہ نیک آدمیوں کی حمایت کرتا ہے۔﴾

مرزا قادیانی

’’میں اپنے کام کو نہ مکہ میں اچھی طرح چلا سکتا ہوں نہ مدینہ میں، نہ روم میں، نہ شام میں، نہ ایران میں، نہ کابل میں مگر اس گورنمنٹ میں جس کے اقبال کے لئے دعا کرتا ہوں۔‘‘

(تبلیغ رسالت ج۶، مجموعہ اشتہارات ج۲ ص۳۷۰)

’’میرے اعلیٰ مقاصد جو جناب قیصرہ ہند کی حکومت کے سایہ کے نیچے انجام پذیر ہو رہے ہیں۔ ہرگز ممکن نہ تھا کہ وہ کسی اور گورنمنٹ کے زیرسایہ انجام پذیر ہوسکتے۔ اگرچہ وہ کوئی اسلامی گورنمنٹ ہی ہوتی۔‘‘ (تحفہ قیصریہ ص۳۲، خزائن ج۱۲ ص۲۸۴)

’’ہم نے جو اس گورنمنٹ کے زیرسایہ آرام پایا اور پارہے ہیں وہ آرام ہم کسی اسلامی گورنمنٹ میں بھی نہیں پاسکتے۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۵۰۹، خزائن ج۳ ص۳۷۳)

آیت نمبر:۲...... ’’بلیٰ من اسلم وجهه لله وهو محسن فله اجره عند ربه ولا خوف عليهم ولاهم يحزنون (البقرة:۱۱۲)‘‘ ﴿حق یہ ہے کہ جو بھی اپنی ہستی کو اللہ کی اطاعت میں سونپ دے اور عملاً نیک روش پر چلے اس کے لئے اس کے رب کے پاس اس کا اجر موجود ہے اور ایسے لوگوں کے لئے کسی خوف یا رنج کا کوئی موقع نہیں۔﴾

انبیائے قرآن

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا:’’وما اسئلكم عليه من اجر ان اجرى الا على رب العلمين (الشعراء:۱۰۹)‘‘ ﴿میں اس کام پر کسی اجر کا طالب نہیں ہوں۔ میرا اجر تو رب العالمین کے ذمہ ہے۔﴾

بالکل انہی الفاظ میں حضرت ہود، حضرت صالح، حضرت لوط اور حضرت شعیب علیہ السلام اپنی اپنی قوم کو جواب دیا۔ (سورہ الشعراء کی آیت نمبر ۱۲۷، ۱۴۵، ۱۶۴، ۱۸۰)

سرور کائنات ﷺ نے اپنی قوم سے کہا:’’ان اجرى الا على الله (سبا:۴۷)‘‘ ﴿میرا اجر تو اللہ کے ذمہ ہے۔﴾

مرزا قادیانی

میری اس درخواست سے جو حضور کی خدمت میں مع اسماء مریدین روانہ کرتا ہوں۔ مدعا یہ ہے کہ اگرچہ میں ان خدمات خاصہ کے لحاظ سے جو میں نے اور میرے بزرگوں نے محض صدق دل اور اخلاص اور جوش اور وفاداری سے سرکار انگریزی کی خوشنودی کے لئے کی ہیں، عنایت خاص کا مستحق ہوں۔ صرف التماس یہ ہے کہ سرکار دولت مدار...... اس خود کاشتہ پودا کی نسبت نہایت حزم واحتیاط اور تحقیق وتوجہ سے کام لے۔ (درخواست منجانب مرزا غلام احمد بخدمت لیفٹیننٹ گورنر بہادر پنجاب مورخہ ۲۴ر فروری ۱۸۹۸ء، مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۲۰، ۲۱)

آیت نمبر:۳...... ’’یایها الذين اٰمنوا لم تقولون مالا تفعلون كبر مقتا عند الله ان تقولوا مالا تفعلون (الصف:۲،۳)‘‘ ﴿اے لوگو جو ایمان لائے ہو تم کیوں وہ بات کہتے ہو

جوکرتے نہیں۔ اللہ کے نزدیک یہ سخت ناپسندیدہ بات ہے کہ تم کہو وہ بات جو کرتے نہیں۔﴾

مرزا قادیانی اپنی کتاب (تریاق القلوب ص۱۳۱، خزائن ج۱۵ ص۴۳۳) میں لکھتے ہیں: ''سو اگر مسٹر ڈوئی صاحب (ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور) کے روبرو میں نے اس بات کا اقرار کر کیا ہے کہ میں ان کو (مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو) کافر نہیں کہوں گا تو واقعی میرا یہی مذہب ہے کہ میں کسی مسلمان کو کافر نہیں جانتا۔''

اس کے بعد ساری عمر مسلمانوں کو کافر قرار دیتے رہے۔ جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔ اللہ پر نہیں بلکہ انگریز پر بھروسہ۔ اللہ کے آگے نہیں بلکہ انگریز کے آگے دامن حاجت پھیلانا، اور جو کہنا ہے وہ کرنا نہیں...... یہ ہیں مرزا قادیانی آنجہانی خود اپنی زبانی۔

اب آخر میں مرزا قادیانی کا ایک کشف سنتے چلئے جس کی سڑاند اور تعفن کی وجہ سے مجھے اسے لکھتے ہوئے بھی گھن آتی ہے۔

''حضرت مسیح موعود نے ایک موقع پر اپنی حالت یہ ظاہر فرمائی کہ کشف کی حالت آپ پر اس طرح طاری ہوئی کہ گویا آپ عورت ہیں اور اللہ تعالیٰ نے رجولیت (Sexual Intercourse) کی قوت کا اظہار فرمایا۔''

(ٹریکٹ نمبر۳۴، اسلامی قربانی ص۱۲، مصنفہ قاضی یار محمد قادیانی)

میں اس پر کوئی تبصرہ نہیں کرنا چاہتا۔ سوائے اس کے کہ: ''عہد حاضر کے نبی کی کوئی کل سیدھی نہیں۔'' (سید محمد جعفری مرحوم سے معذرت کے ساتھ)

شہر بھر میں اونٹ بیچارہ عبث بدنام ہے۔ آہ! اونٹ۔

اگر اس کے بعد بھی احمدی حضرات کی آنکھیں نہیں کھلتیں (کیونکہ عقیدت کی انتہاء ہوتی ہے۔ لیکن اندھی عقیدت کی کوئی انتہاء نہیں ہوتی) اور وہ ''لکل حزب بما لدیہ فرحون (الروم:۳۲)'' ﴿ہر گروہ کے پاس جو کچھ ہے اسی میں وہ مگن ہے۔﴾ کے مصدق احمدیت کی عفونت بھری دلدل ظلمات ''بعضها فوق بعض (النور:۴۰)'' ﴿تاریکی پر تاریکی مسلط ہے۔﴾ ہی میں مست و مگن رہنا چاہتے ہیں تو اس کے سوا کیا کہا جاسکتا ہے۔ ''ختم اللہ علی قلوبهم وعلیٰ سمعهم وعلیٰ ابصارهم غشاوة ولهم عذاب عظیم (البقرہ:۷)'' ﴿اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں اور ان کے کانوں پر مہر لگادی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ پڑ گیا ہے۔ وہ سخت سزا کے مستحق ہیں۔﴾

قاضی محمد حفیظ اللہ، ایم۔اے
پی.سی.ایس (ریٹائرڈ)

مشاہیر کے خطباتِ ختم نبوت

مرتب

مناظر ختم نبوت

حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب مدظلہ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

حضوری باغ روڈ، ملتان۔ 061-4783486

www.amtkn.com, www.laulak.info, www.khatm-e-nubuwwat.info,
www.khatm-e-nubuwwat.com, ameer@khatm-e-nubuwwat.com